اعلیحضرت امام احمد رضا کا ۷۵ واں سالانہ عرس ۲۵ صفر ۱۴۱۵ھ ۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۳

RAZA OFFSET, Bombay-3 • Tel. 371 23 13

سلسلۂ اشاعت نمبر ۶۷

۷۸۶/۹۲

العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ

جلد سوم

مصنفہ
مجدد دین وملت
اعلحضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ

بفیض
تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلحضرت
حضور مفتئ اعظم علامہ الحاج الشاہ محمد مصطفی رضا خاں قادری نوری رضی اللہ تعالی عنہ

ناشر
رضا اکیڈمی بمبئی
۱۳۰، علی عمر اسٹریٹ، بمبئی ۳

سلسلۂ اشاعت نمبر ———— ۶۷

نام کتاب ———— العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد سوم

تصنیف لطیف ———— سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہٗ

سنِ طباعت ———— ۲۵ صفر المظفر ۱۴۱۵ھ / اگست ۱۹۹۴ء

ناشر ———— رضا اکیڈمی بمبئی ۳

مطبوعہ ———— رضا آفسیٹ بمبئی ۳

سول ایجنٹ

نیو سلور بک ایجنسی

۱۴ محمد علی بلڈنگ، بھنڈی بازار، بمبئی ۳

ٹیلیفون: ۳۷۱۸۹۷۰ / ۳۷۱۵۸۶۸

Rs.

فہرست مضامین

باب الوتر والنوافل

(از ۴۵۲ تا ۵۷۵)

باب ادراک الفریضۃ

(از ص۶۱۰ تا ص۶۱۴)

باب قضاء الفوائت

(از ص۶۱۴ تا ص۶۳۰)

باب سجود السہو

(از ص۶۳۰ تا ص۶۴۹)

باب سجود التلاوۃ

(از ص۶۴۹ تا ص۶۵۵)

باب صلاۃ المسافر

از ص۶۵۵ تا ص۶۷۰

باب الجمعۃ

(از ص۶۷۱ تا ص۷۵۵)

عرض حال

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مجدد مائۃ حاضرہ اعلیحضرت مولٰنا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ دنیا کے ایک بڑے مفکر، شرائع اسلام کے منفرد ماہر، فقہ کی جزئیات کے عبقری اور بیشمار متون وشروح کا مبصرانہ استحضار رکھتے تھے تیرہ سال کی عمر میں پہلا فتوٰی لکھا اور اخیر عمر تک یہ شغل جاری رہا۔ دنیا اور دنیا والوں سے بے نیاز رہ کر جس دل سوزی اور انہماک سے انھوں نے حیات دین اور نشر علوم میں پوری زندگی صرف کی ہے۔ اسے خود ہی بڑے پیارے انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

نہ مرا نوش ز تحسیں نہ مرا نیش ز طعن نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے جز من و چند کتابے ودوات و قلمے

تنہا ان کے علمی کارنامے اپنی وسعت، تنوع، مضامین کی بلندی اور تعداد کی کثرت کے لحاظ سے ایک پوری اکیڈمی کی صد سالہ محنت کاوش پر بھاری ہے۔ مختلف علوم وفنون کی چھ سو سے زائد بلند پایہ کتابیں آپ کے قلم سے نکلیں جن میں بہت سی اپنے موضوع اور مواد کے لحاظ سے تخلیقی ہیں۔

زیر اشاعت کتاب "**فتاویٰ رضویہ**" بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل ہے جن میں فقہ کے ہزارہا مسائل ایسی تحقیق سے بیان ہوئے جو اپنی آپ مثال ہیں۔ اور ضمناً مختلف علوم کے مسائل محققانہ ذکر کئے گئے ہیں۔ آپ کے بیشتر فتاوٰی کثیر التعداد آیات قرآنی، احادیث کریمہ، اور روایات اصول و فروع کی بوجھل شہادتوں سے گراں بار ہوتے ہیں۔ مثلاً صرف ایک مسئلہ حرمت سجدۂ تحیہ کے ثبوت میں متعدد آیتیں "چالیس حدیثیں اور ڈیڑھ سو نصوص فقہ پیش فرمائیں خود ان کے افاضات ومعارف مزید براں ہیں۔ لیکن استحضار اس بلا کا تھا۔ کہ سب کچھ زبانی ہی بیان فرما دیتے۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اعلٰی حضرت کی فتوٰی نویسی بیشتر املا کی صورت میں ہوتی تھی۔ اعلٰی حضرت کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیئے جاتے تھے پھر جوابات ارشاد فرماتے اور لکھ لیا جاتا کبھی ایسا ہوا کہ سوالوں کے متعدد نمبر ایک ساتھ سنا دیئے اور سب کے جوابات سلسلہ دار اور نمبروار املا فرماتے۔

ایک انتہائی حیرت انگیز منظر کی شہادت مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی دیتے ہیں۔

میں اعلٰی حضرت سے ملنے اس وقت بریلی گیا جب آپ ایک دفعہ علالت کے سلسلہ میں شہر سے باہر ایک مکان میں قیام فرما تھے۔

ڈاکٹروں نے لکھنے پڑھنے اور لوگوں سے ملنے جلنے سے روک دیا تھا اس وقت میں نے دیکھا کہ چار لکھنے والوں نے استفتا سنائے اور آپ نے بیک وقت چاروں کو جوابات لکھوانے شروع کئے اس طرح کہ ایک فقرہ ایک لکھنے والے کے جواب میں ارشاد فرمایا جب تک یہ اسے لکھے دوسرے کو اس کے جواب کا ایک فقرہ مرحمت ہوا۔ اس نے لکھنا شروع کیا۔ پھر تیسرے کو اور آپ جب چوتھے کو جواب کا ایک فقرہ بول چکے تھے تو پہلا اپنا فقرہ لکھ چکا تھا۔ آپ نے دوسرا فقرہ اسے ارشاد فرمایا۔ پھر اسی طرح بیک وقت چاروں جواب لکھوائے۔

فتاویٰ رضویہ آپ کی زندگی کا ایک عظیم و گرانقدر علمی سرمایہ ہے۔ پھر افادیت کے لحاظ سے ہندوستان گیر ہی نہیں عالمگیر بھی ہے اس لیے مدت سے اس کی اشاعت کی تمنا تھی کہ علماء اور عوام دونوں ہی اس سے مستفید ہوں جس کے لیے بیشتر احباب اہلسنت کو آمادہ بھی کرتے رہے۔ لیکن وہ جو کہا گیا ہے كُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ باوقاتها وہ مبارک گھڑی اس وقت آئی جب ایک دفعہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خاں صاحب دام ظلہم الاقدس دار العلوم اشرفیہ مبارکپور تشریف لائے ان سے عرض کی گئی فتاویٰ رضویہ کی اشاعت کا کوئی انتظام ہوا۔ آپ نے فرمایا تم لوگوں کے سوا کس سے اس کی توقع ہوسکتی ہے؟ اس کرامت آثار جملے نے دلوں میں ہمت اور عزائم میں استواری پیدا کی اور دار العلوم اشرفیہ کی رہنمائی میں کام شروع کیا اور سنی دار الاشاعت کی بنیاد رکھی گئی۔

ابتدائی دو جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ اس لیے تیسری جلد (کتاب الصلوٰۃ) کی اشاعت کا پروگرام تیار ہوا۔ مسودہ مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم کے پاس بریلی تھا۔ اس کے مبیضہ کے لیے مولانا مجیب الاسلام صاحب نسیم اعظمی کی خدمات حاصل کی گئی۔ جس طرح فتاویٰ رجسٹروں کا حال ہوتا ہے کہ ایکارڈ کے دفتر میں سوال و جواب دونوں درج کرلیے جاتے ہیں اور اصل سائل کو بھیج دی جاتی ہے۔ وہی فتاویٰ رضویہ کا بھی حال تھا۔ کہ مسائل مبوب اور مفصل نہ تھے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ وہی نقل ہو جو پہلی دفعہ تیار ہوئی تھی۔ بلکہ نقل در نقل ہوتے ہوتے موجودہ رجسٹر چوتھی نقل ہے۔ مزید یہاں کچھ اوراق کی کتابت بھی ہوچکی تھی جس کی طباعت کی نوبت نہ آسکی۔ اسکی اصل مفقود صرف کاپیاں موجود ہیں۔ ہم مولانا موصوف کے بڑے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے بڑی عرق ریزی سے اس کتاب کو اپنی بساط بھر مبوب و مفصل کر کے مبیضہ کیا۔ لیکن یہ روداد الم یہی نہیں ختم ہوجاتی۔ زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ اگر یہ کتاب ہمیں مکمل حالت میں دستیاب ہوجاتی تو اس کی شان اور ہوتی۔ دس رسالے اور تھے جن کو اس کتاب میں شریک ہونا تھا۔ جو متعدد کرم فرماؤں کی چابک دستیوں سے فی الحال مفقود ہیں۔ حضور مفتی اعظم کی نشان دہی پر ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو لکھا بھی لیکن کوئی جواب نہیں لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ط = ❖

کچھ رسالے اور جوابات ناقص ملے جنھیں ہم نے اس خیال سے نامکمل ہی شائع کر دیا کہ مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ، بعض اوراق کیڑوں نے بری طرح چاٹ لیا تھا۔ ان میں جہاں جہاں اور کتاب کی عبارت سے تصحیح ممکن تھی کر دی گئی۔ جہاں تک ماسبق و مالحق سے عبارت بن سکتی تھی بنا دی گئی۔ اور جہاں مجبوری تھی بیاض چھوڑ دی گئی ہے۔ ان سب باتوں کی تفصیل ہم شریک عرضِ حال کر رہے ہیں۔

مبیضہ کا اصل سے مقابلہ۔ پھر مبیضہ سے کاپی کی تصحیح۔ بعدۂ پروف کی مطابقت میں پوری عرق ریزی اور نہایت احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ مزید براں پوری کتاب میں جہاں جہاں عربی عبارتیں نقل کی گئی ہیں ان کی تصحیح متعلقہ کتابوں سے حتی الامکان کرلی گئی ہے۔ **الغرض** نقطہ نقطہ شوشہ شوشہ کی صحت کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ اور بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ کتاب صحیح اور مسودہ کے عین مطابق شائع ہو پھر بھی اگر کہیں کوئی کمی رہ گئی ہو تو یہ ہماری نظر کی کوتاہی اور بصیرت کی کمی ہوگی اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن اس سے پاک ہوگا۔

طباعت کے سلسلہ میں سب سے اہم اور بنیادی سوال سرمایہ کا تھا۔ اور عوام اہلسنت کی غربت کی وجہ سے نہایت مشکل بھی اس لیے اراکین سنی دارالاشاعت کو بے حد جد وجہد کرنی پڑی۔ اور یوپی۔ بہار۔ بنگال سبھی جگہ دورہ کرنا پڑا تب جاکر رقم فراہم ہوئی۔ بریلی میں محترم ساجد علی خاں صاحب۔ مولٰنا شریف الحق صاحب اور مولوی مجیب الاسلام صاحب جمشید پور میں علامہ ارشد القادری صاحب ضلع گونڈہ میں تلشی پور۔ لوکھوا۔ براپور۔ اوڈا جھار۔ علاقہ بھانبھر میں پچپڑوا۔ رامنگر۔ ناوڈیہ۔ بستی میں۔ خلیل آباد۔ براؤں امرڈوبھا۔ مہنداول ضلع اعظم گڈھ میں مبارکپور۔ خیرآباد۔ ابراہیم پور۔ محمد آباد۔ سگڑی۔ مئو۔ ادری۔ گھوسی وغیرہ مختلف دیار و امصار کے احباب اہل سنت نے ہماری ہر طرح مدد کی جس کے لیے ہم سبھی احباب کے شکر گزار ہیں۔

اس طرح بہت سارے مشکل مرحلوں سے گزر کر یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔ اگر قوم نے ہماری ہمت افزائی اسی طرح جاری رکھی تو نہ صرف فتاوی رضویہ بلکہ سنی تصنیف وتالیف کے ایک عظیم ادارے کی داغ بیل انشاء اللہ پڑچکی ہے۔

السعی منی والاتمام من اللہ

عبدالرؤف غفرلہ

ناظم سنی دارالاشاعت مبارکپور ضلع اعظم گڈھ

۱۱ر صفر المظفر ۱۳۸۱ھ

۲۶ر جولائی ۱۹۶۱ء

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہوسکے

شمارہ	نام	زبان	مضمون
۱	حسن البراعہ فی تنقید حکم الجماعہ	عربی	جماعت اولیٰ کے بیان میں
۲	جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال	"	نیا یا استعمالی جوتے میں نماز پڑھنا یا مسجد میں جانا منع ہے
۳	ازین کافل لحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل	"	قعدہ فرض ہے یا واجب
۴	الطرہ فی سترۃ العورۃ	"	مستورہ اعضا کے بیان میں
۵	شمامۃ العنبر فی النداء بازاء المنبر	"	اذان جمعہ بیرون مسجد محاذی منبر چاہیئے
۶	لوامع البہا فی المصر للجمعۃ والاربع عقبیہا	فارسی	جمعہ کیلئے شہر شرط ہونے اور احتیاطی ظہر کے بیان میں
۷	احسن المقاصد فی بیان ما تنزہ عنہ المساجد	اُردو	مسجد میں کیا کیا کام ناروا ہیں
۸	رعایۃ المنہ فی ان التہجد نفل اوسنہ	"	تہجد نفل ہے یا سنت
۹	ما یجلی الاصرعن تحدید المصر	"	شہر کی تعریف، جمعہ وعیدین کہاں جائز ہیں
۱۰	الرد الاشد البھی فی ھجر الجماعۃ علی الگنگھی		جماعت ثانیہ کے بیان میں

کرم خوردہ جگہوں میں اندازہ سے جو عبارتیں لکھی گئی ہیں وہ ذیل میں درج ہیں

صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار	صفحہ	سطر	عبارت کی مقدار
۷۵	۲۴	کریں اور نماز کے بعد	۳۶۹	۳	سے نیت کرتا ہے	۴۳۱	۱۳	خود سخنے در
"	"	حرج ہے	۳۷۹	۱۰	نادانستہ ہو یعنی ایک شخص	"	۱۴	علتش
۳۵۳	۹	اس قبیل	۴۰۳	۹	اُسے	۴۳۲	۵	نادر تر
۳۵۵	۲	میں مذکور ہوئے آپ پر	۳۸۴	۱	مخالف	"	"	ادا فرمود
"	۳	من ھنا یعلم جھل بعض مدرسی	۴۲۶	۵	اذا	۴۳۳	۱۰	مصنفہ
"	۴	سمعت من بعضھم	۴۲۶	۵	تنزل علیھم	۴۳۴	۱۳	نام معیّنش برائے معیّن ست
۳۶۵	۱۳	ہے تو ماضی کے لئے	۴۲۸	۲۰	باؤلائے وسط	۴۳۵	۲۴	چوں در سوالیکہ
"	۱۴	قدیم متاخر الذکر	۴۳۰	۸	کلمۂ لاباس گاہے	"	۲۵	اورا محراب صوری گماشتند
۳۶۸	۱۶	نقل میں	"	۲۲	اوائل ادراک	۴۲۸	۱۰	یہ محض

ناتمام جوابات

۱۔ رسالہ نعم الزاد ص ۱۰۵ سے شروع ہوتا ہے
۲۔ جواب اگر امام میں کوئی نقص الخ ص ۳۴۸ " " "
۳۔ جواب .... ص ۳۴۰ " " "
۴۔ جواب ہندوستان اصلح الخ ص ۴۰۲ " " "

بیاض کے صفحات

صفحہ	سطر	صفحہ	سطر
۳۶۸	۳	۴۲۹	۲۰
۳۹۹	۴	۴۳۳	۱۰
۴۰۷	۱۷	۴۳۳	۲۴
۴۲۷	۱۱	۴۳۶	۱۵
۴۲۸	۱۲	"	۱۶
"	۱۳	۵۰۱	۱۰

جو مسائل کاپیوں سے نقل ہوئے اور اصل مفقود ہے
ان کی تعداد ۱۱۷ ہے۔ ذیل میں تفصیل درج ہے

باب شروط الصلوۃ میں صفحہ ۱ تا صفحہ ۱۳ کے مسائل (۲)
باب صفۃ الصلوۃ " ص ۵۲ اور ص ۵۵ تا ص ۶۳ اور ص ۸۹ کے مسائل (۲۴)
باب القراءۃ " ص ۸۹ اور ص ۹۵ تا ص ۱۰۰ اور ص ۱۰۲ تا ص ۱۳۷ کے مسائل (۶۶)۔
باب الامامت " ص ۱۴۶ و ص ۱۴۷ و ص ۱۷۷ تا ص ۱۹۴ کے مسائل (۲۵)
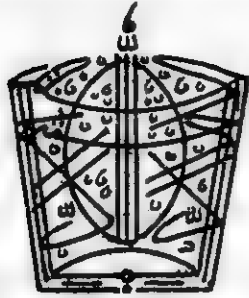
شُرُوطُ الصَّلٰوۃ

مسئلہ ـ از کلکتہ دھرم تلہ ۲۷ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵، رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہبند اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اُس میں سے بدن کی سرخی یا سیاہی نمایاں ہے تو اُس تہبند سے نماز جائز ہوجائے گی یا نہیں ـ

الجواب

نہ ـ فی الدرالمختار ساتر لایصف ماتحتہ فی ردالمحتار بان لایری منہ لون البشرۃ یہاں سے معلوم ہوا کہ عورتوں کا وہ دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے مفسد نماز ہے ـ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۳، محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کَے عضو عورت ہیں ـ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب ـ یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لیے ناف سے زانو تک عورت ہے ناف خارج گھٹنے داخل مگر جُدا جُدا اعضا بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ اُن میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں مثلاً (۱) اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی اگرچہ اُس کے بلاقصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی (۲) اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گذر گئی جس میں تین بار سُبحٰن اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی (۳) اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی چہارم بلاضرورت کھولی تو فوراً نماز جاتی رہی اگرچہ معاً چھپالے یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں (۴) اگر تکبیر تحریمہ اسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے (۵) ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہوجائے گی اگرچہ نیت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ و سوءِ ادب بیشک ہے (۶) اگر ایک عضو دو جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو

نماز ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو بتفاصیل مذکورہ نہ ہوگی (۷) متعدد عضووں مثلاً دو میں سے اگر کچھ کچھ حصہ کھلا ہے تو سب جسم کشوف ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اُس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیل سابق باطل مثلاً ران و زیرناف سے کچھ کچھ کپڑا الگ ہے تو دونوں کی قدر منکشف اگر زیرناف کی چہارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموع بلکہ صرف ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیرناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیرناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زیرناف کی چوتھائی نہو کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چہارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصہ ہو هذا الصحيح الذى نص عليه محمد فى الزيادات فلا عليك من بحث التبيين وان تبعه الفتح والبحر واختاره البرهان الحلبى فى الصغير وتمام الكلام بتوفيق الملك العلام فى رسالتنا الطرة فى ستر العورة التى الفتها بعد ورود هذا السؤال لازاحة ما فى المسائل من وجوه الاشكال والحمد لله المهيمن المتعال ۔ یہ سب مسائل درمختار و ردالمحتار وغیرہما اسفار سے مستفاد وهذا نصهما ملتقطا و مختلطا ويمنع كشف ربع عضو قدر اداء ركن (بسنة منية قال شارحها وذلك قدر ثلث تسبيحات واعتبر محمد اداء الركن حقيقة والاول المختار للاحتياط شرح المنية واقل من قدر ركن فلا يفسد اتفاق لان الانكشاف الكثير فى الزمان القليل عفو كالانكشاف القليل فى الزمان الكثير وهذا فى الانكشاف الحادث فى الصلاة اما المقارن لابتدائها فيمنع انعقادها مطلقا اتفاقا بعد ان يكون المكشوف ربع عضو) بلا صنعه (فلو به فسدت فى الحال عندهم قنيه اى وان كان اقل من اداء ركن الالحاجة كرنع فعله لخوف الضياع مالو يؤد ركنا كما فى الخلاصة) وتجمع بالاجزاء (وهى النصف والربع والثلث) لو فى عضو واحد والا فبالقدر (اى المساحة) فان بلغ (المجموع بالمساحة) ربع ادناها (اى ادنى الاعضاء المنكشف بعضها) منع (كما لو انكشف نصف ثمن الفخذ ونصف ثمن الاذن من المرأة فان مجموعهما بالمساحة اكثر من ربع الاذن التى هى ادنى العضوين المنكشفين میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی وارجح واحوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لیے بس ہے اما ذكر الخلاف وبسط التعليل فداع الى تفصيل يفضى الى الطويل بالجملہ ان احکام سے معلوم ہوگیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہرگز کافی نہیں بلکہ اعضا کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے اور وہ علامۂ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیان درمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مرد میں آٹھ گنے (۱) ذکر مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی چوتھائی یا فقط حشفہ کا نصف کھلنا مفسد نماز نہیں اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اُس میں شامل نہ کیا جائے گا یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسد نماز ہے وسمى ذلك وتمام التحقيق فى رسالتنا المذكورة (۲) انثیین یعنی بیضے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ اُن میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں وقد ذلت ههنا قدام العلامة البرجندى فى شرح النقاية كما نبهنا عليه فى الطرة فليتنبه پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا یہ دونوں تنہا عضو مستقل ہیں (۳) دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ اس سے بھی صرف اُس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد (۴ و ۵) الیتین یعنی دونوں چوتڑ ہر چوتڑ مذہب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی

باعث فساد ہے (۶ و ۷) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں رکب و رفغ و مغبن اور فارسی میں بیغولۂ ران اور اُردو میں چڈھا کہتے ہیں گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اُس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پورے کھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ربع کو نہیں پہنچتے ہاں خلاف ادب و کراہت ہونا جدا بات ہے (۸) کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور اُس کی سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کمر کولھوں کا جو ٹکڑا باقی رہا وہ سب مل کر ایک عورت ہے ردالمحتار میں ہے اعضاء عورۃ الرجل ثمانیۃ الاول الذکر وما حولہ الثانی الانثیان وما حولہما الثالث الدبر وما حولہ الرابع والخامس الالیتان السادس والسابع الفخذان مع الرکبتین الثامن ما بین السرۃ الی العانۃ مع ما یحاذی ذٰلک من الجنبین والظہر والبطن **اقول وباللہ التوفیق** یہاں دو مقام تحقیق طلب ہیں **مقام اوّل** آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف باقی یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے اور ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی کھلنی مفسد نماز ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ بمعہ ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے یہاں تک کہ افساد نماز کے لیے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا ربع کفایت نہ کرے جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظر ظاہر کلمات علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تعمق اظہر و اشبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے تو یوں سمجھیے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سُرین و ذکر اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے اُن سے اوپر اوپر ناف کے کنارۂ زیریں اور سارے دَور میں اس کنارے کی سیدھ تک جتنا جسم باقی رہا اُس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمہم اللہ تعالٰی کا کلام مذکور ناظر کہ اُنھوں نے عانہ عضو جداگانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیر اول پر اس قدر ٹکڑا اُس میں داخل نہ تھا اور اُس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو نواں عضو شمار فرماتے اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اپنے رسالۂ مذکورہ **الطرۃ فی ستر العورۃ** میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالٰی اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسم واحد ہے کہ حقیقۃً و حسًّا و حکمًا سب طرح متصل تو اُسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہدایہ میں ہے عند نا ھما (یعنی اللحیین وھما العظمان اللذان علیہما منابۃ الاسنان من الوجہ لاتصالہما بہ من غیر فاصلۃ یہ توبحمد اللہ دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاطی میں فرمایا اذا انکشف ما بین سرتہ وعورتہ وکان ربعا فسدت صلوتہ لان ما بینہما عضو کامل ارید منہ حول جمیع البدن فاذا انکشف ربعہ کان فاحشا اھ دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا یہ نص جلی ہے اور باقی عبارات علما محتمل تو اسی پر اعتماد اسی پر عمل ما لم یظہر لا قوی فی المحل والعلم بالحق عند الملک الاجل **مقام دوم** فقیر غفر اللہ لہ نے اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے جامع صغیر امام محمد

وقدوری[2] امام ابوالحسن ووافی[3] امام حافظ الدین نسفی وکنز الدقائق[4] ووقایۃ الروایہ[5] امام تاج الشریعہ ونقایہ[6] امام صدر الشریعہ ومنیۃ المصلی[7] واصلاح[8] علامہ ابن کمال باشا وملتقی الابحر[9] علامہ ابراہیم حلبی واشباہ[10] علامہ زین العابدین مصری وتنویر الابصار[11] علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی ونور الایضاح[12] علامہ حسن شرنبلالی وہدایہ[13] امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی وکافی[14] امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد سفدی وشرح وقایہ[15] امام عبیداللہ بن مسعود محبوبی وتبیین الحقائق[16] امام فخر الدین زیلعی وفتح القدیر[17] امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وحلیہ[18] امام محمد بن محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی وایضاح[19] علامہ احمد بن سلیمن وزیر رومی وذخیرۃ العقبٰی[20] علامہ یوسف بن جنید چلپی وغنیہ[21] علامہ برہان الدین حلبی وصغیری[22] شرح منیۃ المصلی وشرح نقایہ[23] علامہ عبدالعلی برجندی ہروی وجامع الرموز[24] علامہ شمس الدین محمد قہستانی وبحر الرائق[25] علامہ زین بن ابراہیم مصری ومراقی الفلاح[26] علامہ ابوالاخلاص ابن عمار مصری ودرمختار[27] محقق محمد بن علی دمشقی وغمز العیون[28] علامہ سیدی احمد حموی ومجمع الانہر[29] علامہ شیخی زادہ قاضی رومی وحاشیہ[30] مراقی للعلامۃ السید احمد المصری وحاشیہ[31] درمختار للعلامہ السید الطحطاوی ورد المحتار[32] علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی وفتاوی[33] خانیہ امام اجل ابوالمحاسن فخر الدین اوزجندی وخلاصہ[34] امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری وجواہر الاخلاطی[35] علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد حسینی وخزانۃ[36] المفتین وفتاوی[37] خیریہ وعقود[38] الدریہ وفتاوی[39] رحمانیہ وفتاوی[40] ہندیہ وغیرہا کتب فقہیہ متون وشروح وفتاوی جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سوا دو حاشیہ طحطاوی وشامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا علمائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی بدایت ونہایت عورت کی حدیں بتا گئے اور بعض بعض اعضاء کو جُدا جُدا بھی ذکر فرما گئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کیے کسی میں چار پانچ کسی میں کوئی عضو کسی میں کوئی مگر استیعاب نہ فرمایا نہ پورا شمار بتایا ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجیے تو بیان میں یہی آٹھ آئے ہیں غالباً اسی پر نظر فرما کر علامہ حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی نے آٹھ میں حصر فرما دیا اور سیدین فاضلین نے اُن کا اتباع کیا خود عبارت علامہ شامی قدس سرہ السامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی اُن سے پہلے علماء نے ذکر نہ فرمائی حیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورۃ فی الامۃ والحرۃ کذا حررہ ح اھ مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو اس شمار میں کلام ہے کہ وہ بدن جو دبر وانثیین کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا نہ اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں دو مستقل عضو ہیں یعنی ذکر وانثیین فاصل ہیں ہدایہ میں فرمایا الاوجہ الی ان یکون (یعنی الساعد) تبعا للاصابع لان بینہما عضوا کاملا امام نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا اما الساعد فلایتبعہا (یعنی الاصابع) لانہ غیر متصل بہا نہ یہ صحیح کہ اسے دو حصے کرکے دبر وانثیین میں شامل مانیے کہ مذہب صحیح پر تنہا انثیین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقۂ دبر عضو مستقل ہے کہ ان کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا ملتقی الابحر میں کشف ربع عضو ھو عورۃ یمنع کالذکر بمفردہ والانثیین وحدھما وحلقۃ الدبر بمفردھا خزانۃ المفتیین میں ہے الذکر عضو بانفرادہ وکذا الانثیان وھذا ھوالصحیح صغیری شرح منیہ میں ہے انکشاف ربع الذکر وحدہ او ربع الانثیین بمفردھما یمنع جوازھا اُسی میں ہے حلقۃ الدبر عضو بمفردھا وکلہا لاتزید علی قدر الدرھم غنیہ شرح کبیر منیہ میں ہے القبل والدبر اذا انکشف من احدھما ربعہ وان کان اقل من قدر الدرھم یمنع جواز الصلاۃ اھ ملخصا کافی میں ہے کشف ربع ساقہا یمنع جواز الصلاۃ وکذا الدبر والذکر

والانثیان حکمہا کحکم الساق والکرخی اعتبر فی الدبر قدر الدرھم والدبر لایکون اکثر من قدر الدرھم فھذا یقتضی جواز الصلاۃ وان کان کل الدبر مکشوفا وھو تناقض اھ ملتقطا حلیہ میں ہے غلطوہ بان ھذا تغلیظ یؤدی الی التخفیف او الاسقاط لان من الغلیظۃ ما لیس باکثر من قدر الدرھم فیؤدی الی ان کشف جمیعہ لایمنع وقد اجیب عنہ بانہ قد قیل بان الغلیظۃ القبل والدبر مع حولھما فیجوز کونہ اعتبر ذلك فلا یرد علیہ ما قالوا ویدفعہ ما تقدم من ان الصحیح ان کلا من الذکر والخصیتین عضو مستقل وکذلك الصحیح ان کلا من الالیتین والدبر عضو مستقل فلا یتم ذلك الاعتبار اھ مختصرا اسی طرح تبیین وغیرہ میں تصریح فرمائی فقیر غفراللہ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحمداللہ تنقیح بالغ بما لامزید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کردیا کہ افاضل ثلثہ قدست اسرارہم کا ذکر و دبر و انثیین کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ موہم واقع ہوا اور جب ثابت ہولیا کہ یہ جسم یعنی ما بین الدبر و الانثیین اُن آٹھوں عورتوں میں کسی سے شامل اور کسی کا تابع نہیں ہوسکتا اور وہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جدا گانہ شمار کیا جائے مرد میں عدد اعضائے عورت نو قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدم ذکر ذکر عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب کی طرف ایما نہ کسی تعداد کا ذکر وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استقلال و انفراد پر بھی تصریحیں کرگئے تو جو باقی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا فلیفھم ولیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی فقیر غفراللہ تعالی لہ نے سہولت حفظ کے لیے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکر اعضا میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لیے ستر عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اس تصریح سے کہ ناف خارج اور زانو داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہب مختار پر مفسد ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ بالقصد کھولنے میں فوراً نماز فاسد ہوگی اور بلا قصد میں مقدار ادائے رکن تک کھلا چاہیے اس میں یہ بھی بتادیا گیا کہ مذہب مختار پر حقیقۃً ادائے رکن شرط نہیں پھر اس مذہب صحیح کی طرف بھی ایما ہے کہ ذکر و انثیین و دبر و ہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہب صحیح بھی ظاہر کردیا گیا کہ ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع ہے اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اُس میں یہ اشارہ بھی کردیا کہ اس کی جزئیہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیر ناف میں یہ بھی مصرح ہوگیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے ولہذا اسے بھی لفظ ظاہراً کے نیچے رکھا بحمداللہ مختصر بحر کی چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف یہ ہے کہ بعنایت الٰہی کوئی حرف حشو و مصرع پر کن نہیں نہ کہیں ادائے مطلب میں ایجاز مخل واقع ہوا والحمد للہ رب العلمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں:

ستر عورت بمرد نہ عضو ست ۔ از تہ ناف تا تہ زانو ۔ ہر چہ ربعش بقدر رکن کشود ۔ یا کشودی دمے نماز مجو ۔ ذکر و انثیین و حلقہ لبس ۔ دو سرین ہر فخذ بزانوئے او ۔ ظاہرا فصل انثیین و دبر ۔ باقی زیر ناف از ہر سو ۔ گویا یہ سارا فتوی ان چار شعر کی شرح ہے واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ

مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن میں کے عضو عورت ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زن آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت ہے مگر مونھ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبارت خلاصہ سے مستفاد

کہ ناخن پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشت قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں تلووں اور پشت کف دست میں اختلاف تصحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مستثنٰی ہوئے مونھ کی ٹکلی دونوں ہتھیلیاں دونوں پشت پا ان کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس عضووں پر مشتمل کہ ان میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں اعضائے عورت مرد کی نسبت لکھا وہ تیس عضو یہ ہیں (۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادۃً بال جمتے ہیں (۲) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں (۳ و ۴) دونوں کان (۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے (۶ و ۷) دونوں شانے یعنی جانب پشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک (۸ و ۹) دونوں بازو یعنی اس جوڑ سے کہنیوں سمیت شروع کلائی کے جوڑ تک (۱۰ و ۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے اس جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک (۱۲ و ۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت (۱۴) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک (۱۵ و ۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اٹھیں یا خفیف نوخاستہ ہیں کہ ونٹ کر سینہ سے جدا عضو کی صورت نہ بنائی تو اس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب ابھار کی اس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو عورتیں یہ۔ اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل رہے گی (۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارۂ زیریں تک، ناف پیٹ ہی میں شامل ہے (۱۸) پیٹھ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کمر تک جتنی جگہ ہے (۱۹) اس کے اوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹھ کے بیچ میں سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہرا جدا عورت ہے ہاں بغل کے نیچے سے سینہ کی حد زیریں تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور پچھلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیر سینہ سے شروع کمر تک جو دونوں پہلو ہیں ان کا اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہے (۲۰ و ۲۱) دونوں سُرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے رانوں کے جوڑ تک (۲۲) فرج (۲۳) دبر (۲۴ و ۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے زانوؤں کے نیچے تک دونوں زانو بھی رانوں میں شامل ہیں (۲۶) زیر ناف کی نرم جگہ اور اس کے متصل ومقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارۂ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کمر پر کھینچیے اس دائرے کے اوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سُرین اور دونوں رانوں کے شروع جدا اور دبر و فرج کے بالائی کنارے تک جو کچھ حصہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عانہ یعنی بال جمنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے (۲۷ و ۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں کے نیچے تک (۲۹ و ۳۰) دونوں تلوے فی تنویر الابصار والدر المختار العورۃ (للحرۃ) ولو خنثی (جمیع بدنھا) حتی شعرھا النازل فی الاصح (خلا الوجہ والکفین فظھر الکف عورۃ علی المذھب والقدمین علی المعتمد اھ وفی الخلاصۃ المرأۃ اذا لم تستر ظھر قدمیھا تجوز صلاتھا بطن الکف والوجہ علی ھذا الان ھذہ الثلٰثۃ منھا لیست بعورۃ وبطن قدمیھا ھل ھی عورۃ فیہ روایتان والتقدیر فیہ بربع بطن القدم فی روایۃ الاصل وفی روایۃ الکرخی لیس بعورۃ اھ ملخصا وبھذا التفصیل بین ظھر القدم وبطنھا جزم المحقق علی الاطلاق فی مقدمتہ زاد الفقیر قال العلامۃ الغزی صاحب التنویر فی شرحھا اعانۃ الحقیر اقول فاستفید

من کلام الخلاصۃ ان الخلاف انما ھو فی باطن القدم واما ظاھرہ فلیس بعورۃ بلاخلاف الخ وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ ثدی المرأۃ ان کانت صغیرۃ ناھدۃ فھو تبع لصدرھا وان کانت کبیرۃ فھو عضو علی حدۃ اھ **اقول** امّا ما بین الثدیین فقد کان ھو وموضع الثدیین جمیعا من الصدر قبل انکسارھما اما اذا فقد انحازتا بالانکسار فبقی ما بینھما داخلا فی الصدر کما کان وھو ظاھر اما تبعیۃ السرۃ للبطن فلانا نرٰھا تتبعہ فی شمول حکم الستر وعدمہ فبطن الرجل لما لم یکن عورۃ لم تکن عورۃ من الامۃ ظھرھا وبطنھا ما نصہ البطن ما لان من المقدم والظھر ما یقابلہ من المؤخر کذا فی الخزائن وقال الرحمتی الظھر ما قابل البطن من تحت الصدر الی السرۃ جوھرۃ ای فما حاذی الصدر لیس من الظھر الذی ھو عورۃ اھ وفی حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح اما الجنب فانہ تبع للبطن کذا فی القنیۃ والاوجہ ان ما یلی البطن تبع لہ کما فی البحر یعنی وما یلی الظھر تبع لہ کما فی تحفۃ الاخیار اھ وفی ط علی الدر المختار ان کانت امۃ فاعضاء عورتھا ثمانیۃ ایضا الفخذان والالیتان والقبل والدبر وما حولھما والبطن والظھر وما یلیھما من الجنبین ویزاد فی الحرۃ الساقان مع الکعبین والثدیان المنکسران والاذنان والعضدان مع المرفقین والذراعان مع الرسغین والکتفان وبطنا قدمیھا فی روایۃ الاصل والصدر والرأس والشعر والعنق وظھر الکفین فھی ثمانیۃ وعشرون عضوا اھ وقال ش کذا حررہ ح اھ

اقول فاتھم رحمھم اللہ تعالٰی عضوان الاول ما تحت السرۃ الی العانۃ وما یحاذیہ من کل جانب فان ھذا غیر داخل فی البطن والظھر لانہ عورۃ من الرجل دونھما ولا فی الفرجین والالیتین لانہ عورۃ بحیالہ فی الرجل فکیف فیھا فھذا فاتھم فی الامۃ والحرۃ جمیعا والاخر ما یحاذی الصدر من خلف الی مبتدأ الظھر فان الظھر کما علمت لا یشملہ ولا الکتفان ولا العنق کما لا یخفی ولا شک انہ عورۃ من الحرۃ فوجب ان یکون عضوا مستقلا منھا فتمت لھا ثلثون وباللہ التوفیق

تنبیہ ملاحظہ حلیہ وغنیہ وبحر ورد المحتار وغیرہا سے ظاہر کہ قدم حرہ میں ہمارے علما رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اختلاف شدید مع اختلاف تصحیح ہے بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خاں نے اپنے فتاوی میں اسی کی تصحیح اور حلیہ میں بدلیل احادیث اسی کی ترجیح کی امام اسبیجابی وامام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں امام برہان الدین نے ہدایہ اور امام قاضی خاں نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی اسی کو محیط میں اختیار کیا اور درمختار میں معتمد اور مراقی الفلاح میں اصح الروایتین کہا کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلاۃ میں اسی طرف ناظر ہیں بعض کے نزدیک بیرون نماز عورت ہیں نماز میں نہیں یعنی اجنبی کو اُن کا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا مفسد نہیں اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی پھر کلام خلاصہ وغیرہا سے مستفاد کہ یہ اختلافات صرف تلووں میں ہیں پشت قدم بالاتفاق عورت نہیں مگر کلام علامہ قاسم وحلیہ وغنیہ وغیرہا سے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ بعض احادیث اُس کے عورت ہونے کی طرف ناظر کما یظھر بمراجعۃ الحلیۃ وغیرھا تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر کی جائے تو نہ صرف تلووں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخن پا تک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے یوں بھی شمار اعضا تیس۳۰ ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضا اٹھائیس۲۸ ہی رہیں گے آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے **تنبیہ دوم**

پشت دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے کہ گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں یظھر ذلک بمراجعۃ الحلیۃ والغنیۃ وغیرھما ونص فیہ ماعند ابی داود مرسلا من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان الجاریۃ اذا حاضت لم یصلح ان یری منھا الا وجھہا ویدیھا الی المفصل قال فی الغنیۃ وکذلک الآیۃ لان المراد من الزینۃ بالنظر الی الید ھو الخاتم وھو غیر مختص بباطن الکف بل زینتہ فی الظاہر اظہر لانہ موضع الفص والنقش قال ولان الضرورۃ فی ابدائہ اشد قال فکان ھذا ھو الاصح وان کان غیر ظاہر الروایۃ الخ وکذلک قال فی المراقی وحاشیتہا للطحطاوی (جمیع بدن الحرۃ عورۃ الا وجہہا وکفیہا باطنہما وظاہرہما فی الاصح وھو المختار) وان کان خلاف ظاہر الروایۃ اھ قال الشامی وکذا ایدہ فی الحلیۃ وقال مشی علیہ فی المحیط وشرح الجامع لقاضی خاں اھ تو روایت اقوی پر ہر دو پشت دست نکال کر اٹھائیس ہی عضو عورت رہے اور اگر بنظر آسانی اُس قول مصحح پر عمل کرکے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھبیس ہی ہیں اور اصل مذہب پر تیس۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـــ از کلکتہ نل موتی گلی ۱۵؎ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدائے تعالٰی کی پڑھتا ہوں جائز ہے یا نہیں ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے اُن صاحب کے منع کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف نامعتمد ہے عامہ کتب میں جواز تلفظ بہ نیت بلکہ اُس کے استحباب کی تصریح فرمائی درمختار میں ہے التلفظ بھا مستحب ھو المختار وقیل سنۃ یعنی احبہ السلف او سنۃ علمائنا اور اگر یہ مراد کہ نماز کو اللہ عزوجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشنع ہے یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحیات للہ والصلوات کہتے ہوں گے کہ سب مجرے اور سب نمازیں اللہ کی ہیں بظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیہ ہے بالجملہ اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از بدایوں قاضی محلہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب ۴ رجب مرجب ۱۳۱۲ھ

بجناب معلی القاب مخدوم ومعظم بندہ جناب مولٰنا صاحب دام فیوضہ خادم بیریا عبدالمجید بعد بجا آوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتوی اپنا لکھا ہوا حسب ہدایت اپنے استاذ جناب مولٰنا حافظ بخش صاحب کے واسطے تصدیق جناب والا کے بھیجتا ہوں ملاحظہ فرماکر مُہر سے مزین فرمادیجئے اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے تو درست فرماکر ممنون فرمائیے زیادہ ادب۔ **سوال** کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں وقت کے نام میں لفظ "آج" یا "اس" کا اضافہ کرنا چاہیے یا نہیں مثلاً یوں کہنا کہ نیت کرتا ہوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی اور اگر نہیں کرے گا تو نماز ادا ہوگی یا نہیں۔ **خلاصۂ جواب** صورت مستفسرہ میں فقہا کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خاں نے بلا لفظ آج یا اس کے نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے کما فی فتاواہ وھکذا

فی العلمگیریہ۔ اور درمختار میں ہے کہ تعیین ضروری نہیں پس بموجب قولین اولین کے بلالفظ آج یا اس کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہوگی اور بموجب قول صاحب ردالمحتار کے ادا ہوجائے گی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب ہے اور اسی درمختار میں نسبت تعیین کی اولویت ظاہر فرمائی ہے اور بلفظ وہوالمختار ارشاد کیا ہے پس اولی اور مختار یہی ہے کہ تعیین وقت کی لفظ آج یا اس سے ضرور کرے ورنہ تارک اولویت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور یہ بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں تو عنداللہ مواخذہ دار رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم بینوا توجروا۔

الجواب

نیت قصد قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضرور نہیں نہایت کار مستحب ہے تو لفظ اس یا آج درکنار سرے سے کوئی حرف نیت زبان پر نہ لایا تو ہرگز کسی طرح کا حرج بھی نہیں قصد قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیّت کرتے وقت پوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتادے کما ذکرہ الامام الزیلعی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ اور شک نہیں کہ جو شخص نماز وقتی میں یہ بتادے گا کہ مثلاً نماز ظہر کا ارادہ ہے وہ یہ بھی بتادے گا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کیے سے یہ تو بتادے کہ ظہر پڑھتا ہوں اور یہ سوچتا رہے کہ کب کی تو قصد قلب میں تعیین نوعی نماز کے ساتھ تعیین شخصی بھی ضرور ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر معین کی نیت کرے یعنی میں کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھتا ہوں چاہے وہ کسی دن کی ہو تو اب بلاشبہہ اُس کی نماز نہ ہوگی فان التعیین فی الفرض فرض بالوفاق وانما الخلف فی عدم اللحاظ لا لحاظ العدم اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محل خلاف نہیں۔ ولہذا محقق اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا اقول الشرط المتقدم وھو ان یعلم بقلبہ ای صلاۃ یصلی یحسم مادۃ ھذہ المقالات وغیرھا فان العمدۃ علیہ لحصول التمیز بہ وھوالمقصود اھ کمانقلہ فی ردالمحتار واقرہ ھھنا وفی منحۃ الخالق وایدہ العلامۃ اسمٰعیل مفتی دمشق کما فی المنحۃ البتہ تعدد فوائت خصوصاً کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہوسکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کرلی اور یہ تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلاف تصحیح مذہب اصح واحوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین دن کہاں یاد رہتی ہے لہذا علما نے اُس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے پچھلی ظہر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھ لے گا تو باقی میں جو سب سے پہلی یا پچھلی ہے وہ ادا ہوگی وعلٰی ھذا القیاس آخر تک۔ فی التنویر لابد من التعیین لفرض ولو قضاء قال فی الدر ولکنہ یعین ظھر یوم کذا علی المعتمد والاسھل نیۃ اول ظھر علیہ واٰخر ظھر وفی القھستانی عن المنیۃ لایشترط ذلک فی الاصح وسیجیئ اٰخر الکتاب قال الشامی نقل الشارح ھناک عن الاشباہ انہ مشکل ومخالف لما ذکرہ اصحابنا کقاضی خاں وغیرہ والاصح الاشتراط قلت وکذا صححہ فی متن الملتقی ھناک فقد اختلف التصحیح والاشتراط احوط وبہ جزم فی الفتح اھ اور اگر فائتہ ایک ہی ہے تو نیت فائتہ کرنے ہی میں تعیین یوم خود ہی آگئی کما لایخفی فی ردالمحتار عن الحلیۃ لوکان فی ذمتہ ظھر واحد فائت فانہ یکفیہ ان ینوی ما فی ذمتہ من الظھر الفائت وان لم یعلم انہ من ای یوم بالجملہ نماز وقتی میں صورد واقعہ معلومۃ الوقوع

موقع خلاف ونزاع نہیں خلافیہ علما اُس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نماز امروزہ میں تعیین نوعی توکرلے اور تعیین شخصی سے اصلاً ذاہل وغافل ہوکہ بحالت شعور قصد صحیح تعیین شخصی کا ملزوم اور عدم لحاظ مفقود ومعدوم اور بقصد خلاف عدم لحاظ نہیں لحاظ عدم ہے اور وہ بلاشبہ نافی نماز ومنافی جواز تو غفلت وبے خبری ایسی چاہیے کہ سوال پر یہ تو بتادے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور یہ بے تامل وفکر نہ بتاسکے کہ آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیت میں کیا پڑھنا چاہیے کہ وہ تو حال ذہول وعدم شعور میں ہے بلکہ بحث یہ ہوگی کہ ایسی نیت سے نماز ہوگئی یا نہیں اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت باقی ہے تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کما بینہ فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار غرض توسیع سلم اور احتیاط اسلم یوہیں اگر وقت جاتا رہا اور اُسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے فی البحر الرائق شمل ما اذا نوی العصر بلاقید وفیہ خلاف ففی الظہیریۃ لونوی الظہر لایجوز وقیل یجوز وھو الصحیح ھذا اذا کان مؤدیا فان کان قاضیا فان صلی بعد خروج الوقت وھو لایعلم لایجوز وذکر شمس الائمۃ ینوی صلٰوۃ علیہ فان کانت وقتیۃ فھی علیہ وان کانت قضاء فھی علیہ ایضا اھ وھکذا صحح فی فتح القدیر معزیا الی فتاوی العتابی لکن جزم فی الخلاصۃ بعدم الجواز وصحح السراج الھندی فی سراج المغنی فاختلف التصحیح کما تری اھ ملخصا وفی ردالمحتار فی النھر ان ظاھر ما فی الظہیریۃ انہ یجوز علی الارجح اھ

اقول بل لعل ظاھر ما فیھا انہ لایجوز علی الارجح حیث جزم بہ ولم یذیل ما ذکر عن شمس الائمۃ بما یدل علی ترجیحہ و انت تعلم ان اماما من الائمۃ اذا قال لایجوز ذلک وقال فلان یجوز فان المتبادر منہ ان مختار نفسہ الاول بل الظاھر انہ الذی علیہ الاکثر خلافا لمن ذکر اور اگر یہ بھی خروج وقت پر مطلع ہے تو ظاہر جواز ہے محشیان درمختار سادات ابرار حلبی وطحطاوی وشامی رحمہم العزیز الغفار نے اس مسئلہ میں روایت نہ پائی علامہ ح نے عدم جواز کا خیال اور علامہ ط نے اُن کا خلاف اور علامہ ش نے اُن کا وفاق کیا قال ط الظاھر الصحۃ عند العلم بالخروج لان نیتہ حینئذ القضاء خلافا لما فی الحلبی اھ وقال ش بحث ح انہ لایصح وخالفہ ط قلت وھو الاظھر لما مر من العنایۃ اھ **اقول** نعم ھو الاظھر لما مر عن البحر عن الظہیریۃ من تقیید عدم الجواز بقولہ وھو لایعلم اما الاستناد بما مر عن العنایۃ فعندی غیر واقع فی محلہ لما علمت ان محل ھذہ المقالات ما اذا ذھل و غفل وکلام العنایۃ فیما ھو المعتاد المعھود من ان من شعر بالتعیین النوعی شعر ایضا بالشخصی ورأیتنی کتبت ھٰھنا علی ھامش الشامی ما نصہ **اقول** ما مر عن العنایۃ فیما اذا علم بقلبہ التعیین ولاینبغی لاحد ان یخالف فیہ وھو جار فی کل صورۃ من الصور التسع بل لاتسع علیہ ولا ثمان انما ھی صورۃ واحدۃ لاغیر وانما الکلام فیما اذا نوی ذلک ذاھلا عن تعیین الیوم والوقت وح لا استظھار بما مر عن العنایۃ غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکلوں میں جواز کی طرف راہ ہے ولہذا ارسل فی الدر ارسالا وقال انہ الاصح اور امرِ عبادات خصوصاً نماز میں حکم احتیاط معروف ومعلوم ھکذا ینبغی تحقیق المقام واللہ ولی الفضل والانعام واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

بَابُ القِبلَۃِ

مسئلہ[۱] چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ۔ نقشہ نظری بالا درگاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب اللہ دیا خیر آبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سہ دری تعمیر شدہ ۸۵۶ھ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوف کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تخمیناً آخر صدی دوازدہم تک اسی رخ نماز ادا ہوتی رہی تاں بعد فرش مسجد وصحن مسجد کو بوجہ شکستہ ہوجانے کے مرمت ہوئی چونکہ رخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعان دہلی تعمیر شدہ ۹۹۴ھ ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرش جدید میں نشان صفوف میں موافق رخ روضہ قائم ہوکر ابتک نماز اُس رُخ ادا ہوئی اس کارروائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوف کامل کے ایک صف میں کامل کے گنجائش رہے اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دوم قائم کی گئی تو کامل نہ ہوسکی ناقص رہی اب پھر فرش مذکورہ خراب ہوکر مرمت ہو رہی ہے بصورت ضرورت نشانات صفوف جدید قائم کیے جائیں گے چونکہ اکثر مساجد بلاد وامصار ہند قطب رخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے فی تجنیس الملتقط القبلۃ فی دیارنا بین مغرب الشتاء ومغرب الصیف فان صلی الی جہۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ قال الامام ابو منصور ینظر الی اقصر ایام الشتاء والی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربہا ثم یترک الثلثین عن یمینہ وثلثا عن یسارہ ویصلی ما بین ذلک قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز والثانی للاستحباب کما فی جامع المضمرات۔ عبارت بالا کی متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیغہ مضارع ینظر فیتعرف یترک یصلی بمعروف یا مجہول اور فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ کون ہے اور لفظ عن یمینہ وعن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ لہذا عبارت عربیہ پر اعراب قائم فرمائے جائیں اور فاعل وغیرہ ومرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایتاً امور ذیل کی ہدایت مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ مذکورہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رخ رہنے دینا اور ہر دو صفوف کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل واولٰی ہے یا نشانات قائم کرکے جہت قبلہ بدل دینا افضل ہے تو قطب رخ جس میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل واولٰی ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حد مکان اس مسجد خاص میں بلحاظ تکمیل صفوف کی تصریح مستحب ہے یا تبدیل جہت قبلہ کی مغربین شمس ومغربین قمر ایک ہی ہیں یا جُداگانہ جواب استفتاء ہذا کی نہایت عجلت ہے کہ مرمت قریب الاختتام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بحالت تری فرش کے نشانات جیسے پائدار قائم ہوسکیں گے بعد خشکی ممکن نہ ہوگا لہذا توجہ خاص کا محتاج ہے اور چونکہ یہ استفتاء خاص متعدد علوم وفنون سے تعلق رکھتا ہے بدیں وجہ باوجود آگہی عدیم الفرصتی بندگان ذات بابرکات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی دوسری جگہ حصول جواب کی پوری امید نہ تھی لہذا اس تکلیف دہی

---

[۱] از خیرآباد ضلع سیتاپور محلہ جہانسرائے درگاہ حضرت مخدوم صاحب خورد قدس سرہ مرسلہ مولوی سید عظیم الدین صاحب خادم آستانہ مقدسہ ۲ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

خاص کی نسبت مترصد معانی ہو کر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بوا سپی امیدوار ہوں۔ جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔

الجواب

علمائے کرام نے جو خاص تخمینے جہت قبلہ کے لیے ارشاد فرمائے وہ خاص اپنے بلاد کے لیے ہیں نہ کہ حکم عام ولہذا وہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال میں ہے علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تجنیس الملتقط کی نسبت فرمایا انما یصح فی بعض البقاع خیر آباد جس کا عرض شمالی ستائیس درجے اکتیس دقیقے اور گرینچ سے شرقی اسی درجے اڑتالیس دقیقے ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطۂ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف وشتا وسط حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا کہ پاؤ درجہ تک بھی نہیں پہنچتی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے وذٰلک لان عرض مکۃ المکرمۃ شرفہما اللہ تعالٰی کا الہ وطولہا مزی فما بین الطولین مرلحہ لوظل عرض مکہ ۹٫۵۹۳۵۴۲۳۔ لوجم مابین الطولین ۹٫۸۸۰۱۸۰۲ = ۹٫۶۱۳۳۶۲۰ توسہ فی جداول الظل حط نہ لوجہا ۹٫۹۴۸۵۸۹۶ محفوظ اول ثم فضل عرض البلد علی ھذہ القوس ماقہ لوجہا بالتدقیق ۵٫۰۸۳۹۵۸، محفوظ ثانی فلوظل ما بین الطولین ۹٫۹۳۳۵۴۴۶ + محفوظ اول ـ محفوظ ثانیا = ۱۲٫۳۶۳۷۲۸۴ قوس ھذا الظل فسط مہ الوھو الانحراف الی نقطۃ المغرب من نقطۃ الجنوب لان عرض البلد الشمالی اکثر من القوس المذکورۃ فالانحراف من المغرب الاعتدال الی الجنوب مثلہ وھو المقصود۔ سوال میں وسط مغربین کو جہت قبلہ روضہ رخ لکھا اس سے معلوم ہوا کہ مزار مبارک کا مونھ صحیح جانب قبلہ تحقیقی ہے تو لازم تھا کہ سرہانا تقریب سیدھا جانب قطب ہو کہ وسط مغربین و وسط قطبین شئ واحد ہے مگر نقشہ میں قطب شمالی کا خط دیوار روضۂ مبارکہ سے جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی اتنا انحراف ہے تو وسط مغربین کا ہرگز جہت قبلہ روضہ رخ ہونا متصور نہیں پھر یہاں اہم اس کی معرفت ہے کہ دیوار محراب مسجد کو قبلۂ تحقیقی سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثمن دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلاتکلف صحیح و درست ہے اس انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تجنیس ملتقط سے گزرا قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز والثانی للاستحباب اسی طرح اُس سے اور نیز ملتقط سے حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی و شرح الخلاصہ للقہستانی پھر رد المحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کرکے فرمایا ولو لم یجتہد ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز۔ تو ایک امر مستحب کے لیے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا صفوف مسجد کو ناقص و ناتمام کر دینا ہرگز مناسب نہیں۔ شرع مطہر میں تکمیل نہایت اہم و اہتمام بالشان ہے جس کا پتہ اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ۔ یہاں اگر قطع صف موجود نہیں صف بروجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہو کر تکمیل نہ کرنے دیں گی فکان کالصف بین السواری وقد نھی عنہ لنحو ذٰلک کما ذکرنا فی فتاوٰنا بیان سوال اگر صحیح ہے تو یہ انحراف میں ثابت کر چکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلاشبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلۂ تحقیقی کو مونھ کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنت مستحبہ ہے لہذا مسجد میں نماز بلاشبہ جائز ہے اور اس میں اصلا نقصان نہیں نیز

دیوار سیدھی کرنا فرض البتہ بہتر و افضل ہے ردالمحتار میں ہے لوانحرف عن العین انحرافا لاتزول منہ المقابلۃ بالکلیۃ جاز ویؤیدہ ما فی الظھیریۃ اذا تیامن او تیاسر یجوز علیہ میں ملتقط سے ھذا استحباب والاول للجواز اھ یرید ان عدم الانحراف مھما قدر مستحب والانحراف مع عدم الخروج عن الجھۃ بالکلیۃ جائز پھر اگر اس افضل کو اختیار کرنا چاہیں تو دیوار سیدھی قطب سے مشرق کو ہٹی ہوئی بنائیں اور اسکا وہ طریقہ جس میں زاویہ ناپنے کی حاجت نہ پڑے یہ ہے کہ اس دیوار قبلہ کا جنوبی گوشہ جس پر حرف (ب) لکھا ہے قائم رکھیں اور صحیح قطب نما سے ایک خط ب سے سیدھا قطب کو اتنا بڑا کھینچیں جس کا طول اس دیوار کے برابر ایک رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب پر خوب جمائے رہیں کہ سرکے نہیں اور دوسرا سرا حرف ح سے ملاکر مشرق کی طرف اس طرح کھینچیں کہ رسی میں جھول نہ پڑنے پائے اس کی کشش سے کمان کی شکل میں زمین پر بن جائے اور پھر ایک سیدھی لکڑی سوا چھ قبضہ کی ناپ کر اس کا ایک سرا حرف ح پر رکھیں اور دوسرا اس کمان سے ملادیں جہاں ملے اس ملنے کی جگہ کا نام حرف ء رکھیں ء سے ب تک سیدھا خط ملادیں یہ ٹھیک دیوار قبلہ ہوگی وذلک لان فی مثلث ح ب ء ساقا ح ب ء ب کل ۱۰۶ وزاویۃ ب = حؐ لح فکل من زاویتی القاعدۃ مح ح ل فلوجیبھا ۹۶۹۹۹۸۱۰۷، ولوجیب حؐ لح ۹۶۹۷۷۰۰۸، ولو ۱۰۶ = ۲٫۰۲۵۳۰۵۹ مجموع ھذین = ۹۶۲۷۵۶، ۱۰ - ۹۹۹۸۱۰۶ = ۹۶۹۶۴۶۴۹، ۰ عددہٗ = ۶٫۲۵۰ ھذہ قبضات خط ح ء وذلک ما اردناہ اور اگر پہلے صحیح جانچ کرلی ہو تو دوبارہ قطب نما لگانے اور بیچ کا خط یعنی ح ب بنانے کی حاجت نہیں بلکہ دیوار کے ناپ کی رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب کی جگہ پر خوب جماکر رسّی میں بے خم پڑے دوسرا سرا دیوار کے حرف ا پر رکھ کر دوسرا سرا جہاں ملے کمان سے ملادیں اس ملنے کی جگہ سے دیوار کے کنارہ ب تک سیدھا خط کھینچ دیں دیوار قبلہ اس خط پر اُٹھائیں کہ صحیح ہوگی لان زاویۃ اب ء = دؐ لر کما تقدم فکل زاویۃ القاعدۃ دؐ مال جیبھا ۹٫۹۹۹۳۷۵۷ وجیب دؐ لر ۹٫۰۶۱۵۵۰۹ فاذا جمع فیہ لو ۱۰۶ صار ۱۱٫۰۸۶۸۵۶۸ - ۹٫۹۹۹۳۰۵۷ = ۱٫۰۸۷۵۱۱ عددہ = ۱۲٫۲۳۴ وذلک ما اردناہ مگر ان صورتوں میں ایک لحاظ لازم ہے جبکہ مسلمان اُسے مسجد کرچکے تو یہ گلی جو دیوار سیدھی کرنے میں چھوٹے گی اُسے ضائع چھوڑ دینا جائز نہیں کہ وہ مسجد ہی کا ٹکڑا ہے اور اُس کی بے حرمتی حرام۔ تو یا تو سیدھی دیوار ہی اور چن کر اس سے ملادیں کہ زمین چھوٹی نہ رہے یا ممکن ہو تو دیوار کا گوشہ الف برقرار رکھیں اور گوشہ ب سے سوا بارہ قبضہ زمین مغرب کو حرف س تک بڑھا کر الف اور س میں خط ملاکر دیوار جدید اٹھائیں کہ اگلی دیوار کی زمین شامل مسجد رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـــ از حیات نگر ڈاکخانہ سرائے ترین ضلع مرادآباد مرسلہ سید حبیب شاہ صاحب ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ہادی مراحل تحقیق جناب مولٰنا صاحب دامت برکاتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب عالی اس قصبہ حیات نگر کی مسجد سمت مغرب سے متجاوز ہے اُس کا نقشہ علیحدہ ایک پرچہ کاغذ کی پشت پر اور اس کا تمام حال کاغذ کی پیشانی پر لکھ کر حضور کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کرتا ہوں باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں سیدھے مسجد کے رخ نماز نہیں ہوتی کمترین نے ایک صاحب کے پاس مسجد کا نقشہ بھیج کر اُن سے دریافت کیا تھا انھوں نے ردالمحتار سے یہ نشان دے کر (ج ا ص ۴۴۶) کچھ عربی کی عبارت لکھ کر اس کا

خلاصہ اُردو میں کیا تھا کہ انحراف قلیل جانب کعبہ سے مصلی کو مضر نہیں ہے اور اس انحراف قلیل کی حد یہ ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جزو کعبہ کے مقابل باقی رہے اسی طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف سے کعبہ تک خطِ مستقیم کھینچا جاسکے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ یہ خطِ مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے خارج ہو یا اُس کے دونوں طرف میں سے کسی طرف سے خارج ہوا ہو اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے جو نقشہ مسجد کا آپ نے بھیجا ہے اس مسجد میں مسجد کے رخ پر نماز پڑھنا بے شبہ جائز ہے لہذا مسجد کے رخ پر نماز پڑھایئے بعض صاحب اس جواب کو پذیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اس کا انحصار رکھتے ہیں لہذا گذارش یہ ہے کہ حضور اس کاغذ کو جس پر مسجد کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرماکر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت طلب گذارشیں کاغذ کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں اُن کا جواب ارقام فرماکر کمترین کو معزز فرمایا جاوے۔ واجباً گذارش ہے۔ اس مسجد کا رخ نقشہ مذکور سے بخوبی نمایاں ہے یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظمہ ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے عرض شمالی پر لہذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رخ پر کی جاوے یا مسجد کا خیال چھوڑ کر اور کعبہ شریف کا خیال کرکے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

آ ب ء مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام مصلی ء سمت نقطۂ مغرب کہ ا سمت قطب شمالی ہے نقطۂ ب سے مسجد کی دیوار قبلہ اء پر عمود ب ح قائم کیا تو مثلث ا ب ء کا مشابہ ہوا اُس کا زاویہ ب اُس کے زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر ایک زاویہ ء سے مل کر اقائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے مساوی ہوا یہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطۂ مغرب سے جس قدر شمال کو جھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیمائش میں ۱۸ درجے ہے اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطۂ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لیے صرف عرض بلد کافی نہیں ہوتا طول بھی درکار ہے وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطلس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مراد کی عام آبادیاں ۷۸ — ۷۹ درجے کے اندر ہیں ۲۸.۰ درجے عرض پر اگر طول ۷۸ درجے پر ہو تو عمود قبلہ سمت الراس سے جنوب کو تین۳ درجے جھکے گا دوسری میں دو درجے ستائیس۲۷ درجے بہرحال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۳ درجے مائل ہے اور مسجد اٹھارہ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعیہ سے حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو جھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ هداية المتعال فی حد الاستقبال میں ثابت کیا ہے کہ جبتک پینتالیس۴۵ درجے انحراف نہ ہو سمت قبلہ باقی رہتی ہے عبارت ردالمحتار وغیرہا عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف راجع ہیں نہ وہ اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حد قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دو چند جھکی ہوتی تب بھی حد سے نہ نکلتی تو اگر مسجد ہی کے رُخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہوجائے گی مگر بعد اطلاع قبلہ سے اتنا انحراف مکروہ وخلاف سنت ہے لہذا سمت مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمت قبلہ کا یعنی خط ب ء کی سیدھ سے بھی پونے تین درجے جنوب کی جانب اور جھکیں لیکن یہ انحراف ضعیف ہوگا اگر خط ب ء ہی کی سیدھ پر پڑھیں حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

ھِدَایَۃُ المتعال فی حدّ الاستقبال
۱۳۲۴ھ

مسئلہ — از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس اول مدرسہ اہلسنت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

شہر علی گڑھ کی عیدگاہ کہ صدہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علمائے متقدمین بلاکراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے آج کل کی نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلات انگریزیہ سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی داہنے کھوے کی پشت پر واقع ہے کہ جس سے تیئے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانان شہر پر بتقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اُس میں مکروہ تحریمی ہے اور ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک فتوی چھپا جس کی عبارت جواب یہ ہے "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اُس کو شہید کرکے ٹھیک سمت قبلہ پر بنا سکتے ہیں تو اُن کے ذمے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کریں اور اگر اُن میں اُسے ٹھیک سمت قبلہ کی طرف بنانے کی طاقت نہیں تو اُن کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عیدگاہ میں ٹھیک سمت قبلہ کی طرف خطوط کھینچ لیں اور اُن خطوط پر کھڑے ہوکر نماز پڑھا کریں چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے ومن کان غائبا ففرضہ اصابۃ جہتہا ہو الصحیح لان التکلیف بحسب الوسع انتہی کتب معتبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ ما بین المغربین ہونا چاہیے یا کیا اور اُس کا سمت قبلہ کرنا ضرور ہے یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل لنا الکعبۃ قبلۃ واما نا والصلوۃ والسلام علی من الی افضل قبلۃ ولا نا رسول الثقلین وامام القبلتین جعل اللہ تعالٰی بابہ الکریم فی الدارین قبلۃ اٰمالنا وکعبۃ منانا وعلٰی اٰلہ وصحبہ وسائر اھل قبلتہ الذین ولوا الیہ وجوھھم تصدیقا وایمانا اٰمین اللھم ھدایۃ الحق والصواب — فتوائے مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق وصحت سے عاطل اور منصب افتا پر بڑا جبر بلکہ شریعت مطہرہ پر کھلا افترا ہے۔ **اوّلاً** اگر بفرض باطل یہ عیدگاہ جہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق و مغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم کہ بحال استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ پر بنانا فرض ہے دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے انہدام کوئی چارۂ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک سمت پر بنانا کس نے فرض مانا عیدگاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنت زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا جب حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سترہ کے لیے ایک نیزہ نصب کردیا جاتا زمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں بھی یونہیں رہا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لئے

مسجدیں بناکیں ظاہراً انھیں کے وقت میں مصلائے عیدین بھی عمارت بنی کما استظہرہ السید نور الدین السمہودی قدس سرہ فی تاریخ المدینۃ الکریمۃ۔ صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ترکز لہ الحربۃ قدامہ یوم الفطر والنحر ثم یصلی انھیں کی دوسری روایت میں ہے قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغدو الی المصلی والعنزۃ بین یدیہ تحمل وتنصب بالمصلی بین یدیہ فیصلی الیہا سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ مستخرج اسمٰعیلی میں زائد کیا وذلک لان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتر بہ افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض زمانۂ رسالت وزمانۂ خلافت سب میں متروک رہا **ثانیاً** اس عیدگاہ کی عمارت موجودہ سے دین الٰہی کو کوئی ایسا ضررِ شدید پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہو یا نہیں اگر نہیں تو بحالِ استطاعت مالی اُس کا ہدم کیوں فرض ہوا اور اگر ہاں تو بحالِ عدمِ استطاعت مالی کیوں فرض نہیں استطاعت مالی بنانے کو چاہیے ڈھانے میں کیا ایسا درکار ہے جس سے مسلمانان شہر عاجز ہوں **ثالثاً** خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کاربراری ممکن اور وہ ضرر مندفع ہے یا نہیں اگر نہیں تو بحالِ عدمِ استطاعت یہ لغو حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی اور اگر ہاں تو بحالِ استطاعت یوں کاربراری کس نے حرام کی کہ بالتعیین ڈھادینا ہی فرض ہوگیا کیا یہاں متعدد ضرر مفترض الازالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو **رابعاً** یہ عیدگاہ سمت سے یکسر خارج ہے یا حدودِ جہت کے اندر ہے اگرچہ محاذات عین سے منحرف ہے برتقدیر اول اُس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی باطل محض ہونی لازم تھی برتقدیر ثانی اُس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدودِ شرع کے اندر ہے **خامساً** علمائے کرام کا حکم تو یہ ہے کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور حدودِ جہت میں بلاکراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابت عین بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے قبلتہ حالۃ البعد جہۃ الکعبۃ وھی المحاریب لاعین الکعبۃ جامع الرموز میں امام زندویسی سے ہے الجہۃ قبلۃ کالعین ہاں حتی الوسع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملتقط وحلیہ وغیرہما کے نصوص بعونہٖ تعالٰی آگے آتے ہیں اور خیریہ میں فرمایا ھو افضل بلاریب ولامین دُرر مولٰی خسرو و ردالمحتار میں ہے لوانحرف عن العین انحرافا لاتزول منہ المقابلۃ بالکلیۃ جاز ویؤیدہ ماقال فی الظہیریۃ اذا تیامن اوتیاسر یجوز اور ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہ بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز بحرالرائق باب العیدین میں ہے لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لہا من دلیل خاص تو اُس میں نماز مکروہ تحریمی ٹھہرانا نئی روشنی کی محض ظلماتی ساخت ہے **سادساً** عبارت ہدایہ کہ فتوٰی مذکورہ نے نقل کی اُسکے مدعا سے اصلاً مس نہیں رکھتی بلکہ حقیقۃً وہ اُس کا رد ہے عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مکی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اُس کی توجہ عین کعبۂ معظمہ کی طرف ہو بلکہ اُس جہت کی طرف مونھ ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے کہ تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسب طاقت ہے اس سے خود ثابت ہوا کہ غیر مکۂ مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اس کی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامۂ کتب مذہب میں ہے پھر مسافت بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور در حق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُعد بڑھتا جائے گا انحراف زیادہ گنجائش پائے گا بحرالرائق وطحطاوی علی الدر وغیرہما میں ہے المسامتۃ التقریبیۃ ھو ان یکون منحرفا عن القبلۃ انحرافا لاتزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ والمقابلۃ اذا وقعت فی مسافۃ بعیدۃ لاتزول بما تزول بہ من الانحراف لوکانت فی

مسافة قریبة معراج الدرایہ و فتح القدیر وحلیہ شرح منیہ وبحر شرح کنز وفتاوی خیریہ وغیرہا میں ہے ویتفاوت ذلک بحسب تفاوت البعد وتبقی المسامتة مع انتقال مناسب لذلک البعد فتوی میں عبارت ہدایہ سے استناد کے لیے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد نقطۂ مغرب سے تیس گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے ذکر عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھیے تو عبارت مستدل کے لیے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے ہم عنقریب بعونہ تعالٰی ثابت کریں گے کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدود جہت کے اندر ہے **سابعًا** ہمارے بعض علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیأت قیاسات وآلات کا اعتبار ہی نہیں جامع الرموز نے اُسی بحث سمت قبلہ میں لکھا منہم من بناہ علی بعض العلوم الحکمیة الا ان العلامة البخاری قال فی بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا لم یعتبروہ وبہ یشعر کلام قاضی خاں اھ وایدہ فی النہر بان علیہ اطلاق المتون اھ وردہ فی ردالمحتار قائلا لم ار فی المتون ما یدل علی عدم اعتبارہا ولنا تعلم ما نہتدی بہ علی القبلة من النجوم وقال تعالٰی والنجوم لتہتدوا بہا الخ واستظہر ان الخلاف فی اعتبارہا انما ہو عند وجود المحاریب القدیمة بخلاف ما اذا کان فی المفازة فینبغی وجوب اعتبار النجوم ونحوہا لتصریح علمائنا بکونہا علامة معتبرة فینبغی الاعتماد فی اوقات الصلاة وفی القبلة علی ما ذکرہ العلماء الثقات فی کتاب المواقیت وعلی ما وضعوہ لہا من الالات کالربع والاصطرلاب فانہا ان لم یفد الیقین تفید غلبة الظن وغلبة الظن للعالم بہا کافیة فی ذلک الخ **اقول** وہو کلام نفیس واین تحری جزاف لایکاد یرجع الی اثارة علم من الظن الغالب الحاصل بتلک القواعد ولولا مکان اطوال البلاد وعروضہا فی امر تعیین القبلة ومجال الظنون فی اکثرہا لکان ما یحصل بہا قطعیا لامساغ لریبة فیہ بل لو حققت لالفیت جل المحاریب المنصوبة بعد الصحابة والتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم انما بنیت بناءً علی تلک القواعد وعلیہا اُسّست لہا القواعد فکیف یحل اعتماد تلک المحاریب دون الذی بنیت علیہ نعم عند التعارض ترجح القدیم خلافا للشافعیة لئلا یلزم تخطیة السلف الصالح وجماہیر المسلمین کما ذکرہ الشامی وغیرہ ولان علم الجمیع اقوی من علم الآحاد وللسلف مزیة جلیة علی الخلف ولربما یخطی النظر فی استعمال القواعد والآلات کما ہو مرئی شاہد فہو اولی بالخطاء منہم ولذا قال فی الفتاوی الخیریة واما الاجتہاد فی محاریب المسلمین بالنسبة الی الجہة حیث سلمت من الطعن لانہا لم تنصب الا بحضرة جمع من المسلمین اہل معرفة بسمت الکواکب والادلة فجری ذلک مجری الخبر فتقلد تلک المحاریب اھ **اقول** وبہ ظہر ان الحکم لا یختص بالمفاوز فانہم انما نصبوا فی الامصار بناءً علی تلک الادلة لاجرم ان قال العلامة البرجندی فی شرح النقایة ان امر القبلہ انما یتحقق بقواعد الہندسة والحساب بان یعرف بعد مکة عن خط الاستواء عن طرف المغرب ثم بعد البلد المفروض کذلک ثم یقاس بتلک القواعد لتحقیق سمت القبلة ونحن قد حققنا بتلک القواعد سمت قبلة ہراة الی اٰخر ما سیاتی ونقلہ القتال فی حاشیتہ مقرا علیہ اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدتوں سے بنی ہو اور اہل علم و عامۂ مسلمین اُس میں بلانکیر نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عیدگاہ مذکور کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات وقیاسات کی رو سے اُس میں شک ڈالا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صدہا سال سے علما وسائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے

بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیل قبلہ ہیں جن کے بعد تحری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں ایسی تشکیک بعض مدعیان ہیأت نے بعض محرابات نصب کردہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ بالیقین صحابہ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سننا بھی حلال نہیں، ہاں بتحقیق معلوم ہو کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یونہیں جزافاً قائم کردی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار رحمہما اللہ تعالٰی فتاوی خیریہ میں فرماتے ہیں نحن علی علم بان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اعلم من غیرھم فاذا علمنا انھم وضعوا محرابا لانعارضھم من ھو دونھم واذا علمنا ان محرابا وضع من غیرھم بغیر علم لانعتمدہ واذا لم نعرف شیئا وعلمنا کثرۃ المارین وتوالی المصلین علی مرور السنین عملنا بالظاھر وھو الصحۃ اُسی میں ہے مذھب الحنفیۃ یعمل بالمحاریب المذکورۃ ولا یلتفت للطعن المذکور اُسی میں ہے نھایۃ الفلکی المذکور ان یطعن بالانحراف الیسیر الذی لا یجاوز الحد المذکور وھو علی تقدیر صدقہ لا یمنع الجواز ولھذا قال الشارح الزیلعی لا یجوز التحری مع المحاریب اُسی میں ہے الکلام فی تحقق ذلک یعنی الانحراف الکثیر ولا یقع علی وجہ الیقین مع البعد باخبار المیقاتی کما لایخفی عند الفقہاء حلیہ میں ہے المحراب فی حق المصلی قد صار کعین الکعبۃ ولھذا لا یجوز للشخص ان یجتھد فی المحاریب فایاک ان تنظر الی ما یقال ان قبلۃ اموی دمشق واکثر مساجدھا المبنیۃ علی سمت قبلتہ فیھا بعض انحراف اذ لاشک ان قبلۃ الاموی من حین فتح الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ومن صلی منھم الیھا وکذا من بعدھم اعلم واوثق من فلکی لا ندری ھل اصاب ام اخطأ بل ذلک یرجح خطأہ وکل خیر من اتباع من سلف پھر علما کے یہ ارشادات اُس کے بارے میں تھے جو فن ہیأت کا ماہر کامل عالم فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہ فقہ سے مس نہ ہیأت سے خبر اور دین و دیانت کا حال روشن تر ان کی بات کیا قابل التفات ان کی ہیات دانی اس اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شانہ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذات قطب میں بنانا چاہتے ہیں علم ہیأت میں ادراک سمت قبلہ کے لیے دو طریقے ہیں ایک تقریبی کہ عامہ کتب متداولہ میں مذکور دوسرا تحقیقی کہ زیجات میں مسطور یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن دونوں سے مجور اگر وہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اُس کی رو سے سمت قبلہ علی گڑھ نکالیں تو ضرور قطب شمالی شانہ راست سے جانب پشت ہی پھرا رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے ظاہر ہے کہ نقطہ مغرب کی طرف مونھ کرتے تو قطب محاذات شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے قطب ضرور جانب پشت میلان کرے گا اور اگر طریقہ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہرگز دیوار جدید محاذی قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریق تحقیقی میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطہ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اُتنا کہ طریق تقریب میں تھا ہم دونوں طریق تقریب وتحقیق ان شاء اللہ آخر کلام میں ذکر کریں گے **ثامنا** محاذات قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمہم اللہ تعالٰی کا صدقہ ہے جن کا منشا اگر ان کے خیال میں ہوتا مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے زمانہ اقدس صحابہ کرام بلکہ حضور پرنور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام سے غیر مکی کے لیے جہت کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابت عین کی ہرگز تکلیف نہیں ولہذا صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بلاد متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لیے ایک ہی قبلہ قرار دیا ملک عراق کے واسطے باتباع ارشاد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفرمان فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ صحابہ نے بین المشرق والمغرب قبلہ مقرر فرمایا

ائمہ کرام نے بخارا سمرقند نسف ترمذ بلخ مرو سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا بیت المقدس حلب دمشق رملہ نابلس وغیرہا تمام ملک شام کا قبلہ ستارۂ قطب کو پس پشت لینا ٹھہرایا۔ کوفہ بغداد ہمدان قزوین طبرستان جرجان وغیرہا میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے ملک عراق میں سیدھے شانے ملک مصر میں بائیں کندھے ملک یمن میں مونھ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا فرمایا امام فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا علما نے خراسان و سمرقند وغیرہما بلاد مشرقیہ کے لیے جن میں ہندوستان بھی داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں رحمہ اللہ تعالٰی نے مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالٰی سے دربارۂ قبلہ چھ قول نقل فرمائے بنات نعش صغرٰی کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دا ہنے کان پر لے کر قدرے بائیں کو پھرنا ستارۂ قطب کو سیدھے کان کے پیچھے لینا مسقط راس العقرب کی طرف مونھ کرنا آفتاب جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اُس کی سمت دیکھ کر ملحوظ رکھنا مسقط دو نسر طائر و واقع کے درمیان بین المغربین کے فاصلے سے دو ثلث دا ہنے ایک بائیں کو رکھنا اور فرمایا کہ یہ سب اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا مبنٰی وہی ہے کہ اعتبار جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی بیچارہ آلات کا پشتارا خیالات کا پشتارا کھول کر بیٹھے تو ہرگز نہ اُن شہروں کا قبلہ ایک پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہرا سکتا ہے مگر وہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقیق آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دین سمح سہل ہے والحمد للہ رب العلمین قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب فتاوٰی خانیہ میں ہے جہۃ الکعبۃ تعرف بالدلیل والدلیل فی الامصار والقری المحاریب التی نصبھا الصحابۃ والتابعون رضی اللہ تعالٰی عنہم فحین فتحوا العراق جعلوا قبلۃ اھلھا بین المشرق والمغرب ولذلك قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کان بالعراق جعل المغرب عن یمینہ والمشرق عن یسارہ وھکذا قال محمد رحمہ اللہ تعالٰی وانما قال ذلك لقول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا جعلت المغرب عن یمینك والمشرق عن یسارك فما بینھما قبلۃ لاھل العراق وحین فتح خراسان جعلوا قبلۃ اھلھا مابین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فعلینا اتباعھم عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ قال فی قبلۃ اھل الری اجعل الجُدَیَّ[عہ] علی منکبك الایمن واختلف المشائخ رحمہم اللہ تعالٰی فیما سوی ذلك من الامصار قال بعضھم اذا جعلت بنات النعش الصغری علی یمینك وانحرفت قلیلا الی شمالك فتلك القبلۃ وقال بعضھم اذا جعلت الجدی خلف اذنك الیمنی فتلك القبلۃ عن عبداللہ المبارك وابی مطیع وابی معاذ وسلم بن سالم وعلی بن یوسف رحمہم اللہ تعالٰی انھم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضھم اذا کانت الشمس فی برج الجوزا ففی اٰخر وقت الظھر اذا استقبلت الشمس بوجھك فتلك القبلۃ عن الفقیہ ابی جعفر رحمہ اللہ تعالٰی قال اذا قمت مستقبل المغارب فالنسر الواقع سقوطہ یکون بحذاء منکبك الایمن والنسر الطائر سقوطہ فی وجھك بحذاء عینك الیمنی فالقبلۃ ما بینھما قال قبلۃ بخارا علی قبلتنا وعن القاضی الامام صدر الاسلام قال القبلۃ ما بین النسرین وعن الشیخ الامام ابی منصور الماتریدی رحمہ اللہ تعالٰی انظر الی مغرب الشمس فی اطول ایام السنۃ ثم فی اقصر ایام السنۃ ودع الثلثین عن یمینك والثلث عن یسارك فالقبلۃ عند ذلك وھذہ الاقاویل بعضھا قریب من بعض اھ مختصرا معراج الدرایہ وفتح القدیر وحلیہ میں ہے

عہ بضم الجیم وفتح الدال وتشدید الیاء ای جُدَیّ الفرقد اسم النجم الثاقب السابع فی اٰخر النعش الصغرٰی ۱۲ العلامۃ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی

ولہذا وضع العلماء قبلۃ بلد و بلدین وبلاد علی سمت واحد فجعلوا قبلۃ بخاری وسمرقند ونسف وترمذ وبلخ ومرو وسرخس موضع الغروب اذا کانت الشمس فی اٰخر المیزان او اول العقرب کما اقتضت الدلائل الموضوعۃ لمعرفۃ القبلۃ ولم یخرجوا الکل بلد سمتا لبقاء المقابلۃ والتوجہ فی ذٰلک القدر ونحوہ من المسافۃ منتقی وحلیہ وبحر ورد المحتار وغیرہا میں ہے الجدی اذا جعلہ الواقف خلف اذنہ الیمنی کان مستقبل القبلۃ بناحیۃ الکوفۃ وبغداد وھمدان وقزوین وطبرستان وجرجان وما والاہ الی نھر الشاش ویجعلہ من بمصر علی عاتقہ الایسر وبالعراق علی کتفہ الیمنی وبالیمن قبالۃ المستقبل ممایلی جانبہ الایسر وبالشام وراءہ فتاوٰی خیریہ میں ہے وذکر بعضھم ان اقوی الادلۃ القطب فیجعلہ من بالشام وراءہ والرملۃ ونابلس وبیت المقدس من الشام کدمشق وحلب وجوز للکل الاعتماد علی القطب وجعلہ خلفہ ولا بد فی ذٰلک من نوع انحراف لاھل ناحیۃ منھا لکنہ لایضر کما قررناہ

اسی حکم کی بنا پر ہندوستان میں ستارۂ قطب داہنے شانے پر لیا گیا اور قدیم سے عام مساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب اعتدال تھا اور اُس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اور اُس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر[عہ] مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا یہ مدعیان ہیأت سمجھے کہ عام بلاد ہندیہ یا شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے ہندوستان آٹھ درجے عرض شمالی سے سینتیس درجے تک آباد ہے اور طول شرقی چھیاسٹھ درجے سے بانوے تک یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد ہیں اسم جلالت اللہ کے اور ۹۲ نام پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہم نے اپنے رسالہ کشف العلۃ عن سمت القبلۃ (۱۳۰۴ھ) میں براہین ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندیپ وغیرہا سے تیئیس ۲۳ درجے چونتیس ۳۴ دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس حاطہ بمبئی حیدرآباد کا علاقہ وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ نقطۂ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے ستارۂ قطب داہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انتیسویں ۲۹ درجۂ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی بریلی مرادآباد میرٹھ پنجاب بلوچستان شکارپور قلات پشاور کشمیر وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے قطب سیدھے کندے سے پشت کی طرف میلان کرے گا دلیل کی رو سے یہ عام حکم ساڑھے بتیس ۳۲ درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد سے ۳۲ تک عدم انحراف کے لیے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس عرض وطول پر آبادی نہیں ۲۳° - ۳۴' سے ۲۸° تک جتنے بلاد کثیرہ ہیں اُن میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی کسی کا خاص نقطۂ مغرب کی طرف علی گڑھ اسی قسم دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے ہم نے اُس رسالے میں عرض التحول سے عرض ۲۹ تک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا اُس کے ملاحظہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور کے مطابق ہے بایںہمہ عام عملدرآمد اُسی حکم واجد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدود شرع سے باہر نہیں بالجملہ یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذات قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں تو جہت اب بھی حاصل بہرحال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل غرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنیے ہم اصل حکم شرع بتوفیق اللہ تعالٰی واضح کریں کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدود

عہ ھہنا سقط ۱۲ العلامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی

شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف **فاقول وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**
افادۂ اولیٰ جہت قبلہ کی حد کیا ہے کہ جب اس سے باہر ہو جہت سے باہر ہو اس بارے میں عبارات علما متعدد وجہ پر پائی گئیں
اوّل جب تک مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی فتح القدیر و بحر الرائق و خیریہ و طحطاوی و رد المحتار وغیرہا کتب کثیرہ میں بیان اور
نیز مسئلۂ اقتداء بالشافعی میں ہے الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب وفی الخیریۃ بعد ماقدمناعنہ فی
الایراد السابع وعند تحققھا بالحظ زال الغطاء وھو فی اختلاف الجھۃ بحیث یکون متجاوز المشارق الی المغارب اور اسکی
تائید اُس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے
حاکم نے کہا بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مابین المشرق والمغرب قبلۃ مشرق و مغرب کے
درمیان قبلہ ہے امام مالک مؤطا اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق مصنفات اور بیہقی سنن اور ابو العباس اصم اپنے جز حدیثی میں
راوی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مابین المشرق والمغرب قبلۃ جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابۂ کرام
مثل امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور کہا عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں اذا جعلت المغرب عن یمینک والمشرق عن یسارک فما بینھما قبلۃ اذا استقبلت القبلۃ
جب تو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں پر تو ان دونوں کے اندر قبلہ ہے اس وقت رو بقبلہ ہو لیا **اقول** عبارت مذکورہ
علما سے ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک مونھ کرنے کے عوض پیٹھ کرنا نہ ہو کہ قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو مونھ کرے یا بالعکس اُس
وقت تک استقبال فوت نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو مونھ کرکے کھڑا ہو یعنی کعبۂ معظمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کروٹ
پڑے تو جہت ہنوز باقی رہے اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی مونھ کرنا نہ کہے گا یہ **فَوَلِّ وَجْهَكَ** کے عوض **وَلِّ جَنْبَكَ**
ہوگا اور وہ بالاجماع باطل ہے ولہذا قول ظہیریہ اذا تیامن او تیاسر یجوز کی تاویل کی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا ردالمحتار میں اسکی
شرح کی یعنی لیس المراد ان یجعل الکعبۃ عن یمینہ او یسارہ اذ لاشک حینئذ فی خروجہ عن الجھۃ بالکلیۃ بل المراد الانتقال
عن عین الکعبۃ الی الیمین او الیسار اھ اگرچہ یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ اپنے یہاں کے نقاط اربعہ جہات اربعہ کے اعتبار سے افق بلد
کے دو نصف کیے جائیں قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اُس کا قبلہ میزاب رحمت ہے) تو جنوبی شمالی
اور مشرق یا غرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں کہ اُس کا قبلہ باب کعبہ و مقام ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہے) تو شرقی غربی باہم
جس نصف میں کعبہ ہے مصلی اُس میں کسی طرف مونھ کرے استقبال ہوجائے گا اور دوسرے نصف کی طرف منہ کیا تو جہت سے
نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ اس پر استقبال قبلہ میں نماز فاسد اور استدبار قبلہ میں
صحیح ٹھہرتی ہے فرض کرو ا ب ح ء شہری کا دائرۂ افق ہے جس میں ا نقطۂ مغرب ء نقطۂ مشرق ہے
تو ب ا ح قوس غربی ہوئی ہ کعبۂ معظمہ اسی نصف میں واقع تو مصلی نقطۂ ط کی طرف مونھ کرے تو اُس کی توجہ
اسی نصف کی طرف واقع ہوئی مگر قطعاً اُس کی پشت کعبہ کو ہے اور حٓ کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعاً

استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خط مستقیم موضع مصلی ومحل کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرۂ افق تک ملا دیا جائے اس عمود سے جو افق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے
پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خط ی ک خط قبلۂ تحقیقی اور ح ط اُس پر عمود قوس ح ک ط
میں قبلہ ہے اس قدر سے وہ استحالے تو اُٹھ گئے مگر ایراد اول ہنوز باقی ہے کہ ظاہر یہ کہ نقطتین ح ط کے
اندر اندر ساری قوس جہت ہے اور شک نہیں کہ ح ط درکنار ا ل کی طرف مونھ کرنا بھی یقیناً تیامن تیاسر ہے
نہ استقبال ولہذا علما نے اُسے مشکل جانا اور تاویل و تقلید کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس سے مراد صرف وہ
حصۂ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوائے کعبہ سے کچھ بھی محاذات ومسامتت باقی ہے اگرچہ تقریباً نہ یہ کہ جس نقطے کو چاہو مونھ کرلو
منحۃ الخالق میں ہے قولہ وفی الفتاوی الانحراف المفسد ان یتجاوز المشارق الی المغارب کذا نقلہ فی فتح القدیر وھو
مشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذا لم یوصلہ الی ھذا القدر لایفسد الخ حلیہ میں فرمایا مر قبلۃ اھل المشرق المغرب
عند ناش ھذا فی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم الظاھر ان ھذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجہ من المشرق الی المغرب
وبالعکس مسامتا لھواء الکعبۃ اما تحقیقا او تقریبا علی ما ذکرنا لاعلی ای وجہ کان ذلک التوجہ من احدی الجھتین
الی الاخری فتنبہ لہ وکانہ للعلم بہ لم یفصحوا بہ یونہیں ردالمحتار میں اُسے مؤول کیا کما سیأتی وللعبد الضعیف فیہ کلام
ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی **دوم** کہ عامۂ کتب میں شہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں مونھ یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ
معظمہ رہے دو سطح چیزوں میں مقابلہ تھوڑے انحراف سے زائل ہو جاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل وعلا نے
انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے تو جب تک کوئی حصۂ رخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور **فَوَلِّ وَجْهَكَ
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ** کا امتثال ہو جائے گا **اقول** اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں سگے
سب کی سمت ایک ہوگی جب اُن میں ایک مقابلہ سے منحرف ہوا سب منحرف ہوگئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خط مماس پر نقطۂ
تماس سے جو عمود قائم ہوگا جدا جہت رکھے گا تو اس کا مقابلہ زائل ہوا دوسرے کا ہوگا اُس کا نرہا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہو جائے
معراج الدرایہ وفتح القدیر وزاد الفقیر وحلیہ وغنیہ وبحر الرائق وفتاوی خیریہ ودرمختار وردالمحتار
وغیرہا میں ہے وھذا لفظ الاخیرۃ اعلم انہ ذکر فی المعراج عن شیخہ ان جھۃ الکعبۃ ھی الجانب الذی اذا توجہ الیہ
الانسان یکون مسامتا للکعبۃ او ھواء تحقیقا او تقریبا ومعنی التقریب ان یکون منحرفا عنھا او عن ھوائھا بما لاتزول بہ المقابلۃ
بالکلیۃ بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا لھا او لھوائھا **جامع الرموز** میں ہے لاباس بالانحراف انحرافا لاتزول بہ المقابلۃ
بالکلیۃ بان یبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ **درر** میں ہے فیعلم منہ انہ لو انحرف عن العین انحرافا لاتزول بہ
المقابلۃ بالکلیۃ جاز ویؤیدہ ما قال فی الظھیریۃ اذا تیامن او تیاسر یجوز لان وجہ الانسان مقوس فعند التیامن او التیاسر
یکون احد جانبیہ الی القبلۃ **ردالمحتار** میں ہے نعلم ان الانحراف الیسیر لایضر وھو الذی یبقی معہ الوجہ او شیئ من

جوانبہ مسامتا لعین الکعبۃ وھواءھا بان یخرج الخط من الوجہ او من بعض جوانبہ الی القبلۃ او ھواءھا مستقیما ولا یلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامۃ خارجا من جبھۃ المصلی بل منھا او من جوانبھا کما دل علیہ قول الدرر من جبین المصلی فان الجبین طرف الجبھۃ وھما جبینان وعلی ما قررناہ یحمل ما فی الفتح والبحر عن الفتاوی من ان الانحراف المفسد ان یجاوز المشارق الی المغارب **اقول** وباللہ التوفیق تمام کتب مذکورہ میں شیئ من سطح الوجہ کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطح وجہ ہے ولہذا ما بین العذار والاذن کا دھونا بھی وضو میں فرض ہوا اور قطعاً معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ افق کی محاذات پر کھڑا ہو تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف دائرہ افق کو گھیر لے گی تو ربع دور تک پھر تا رہا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو مونھ کیے سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطح وجہ یعنی کنپٹی کا حصہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بداہۃً متیامن یا متیاسر نہ کہ مستقبل تو اس قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعاد شدید لازم جو عبارت اولٰی پر تھا اور حلیہ و ردالمحتار کا اول کو اس دوم کے ساتھ تاویل کرنا حیث قال فی الحلیۃ او تقریبا علی ما ذکرناہ وما ذکر ھو ھذا القول الثانی من بقاء شیئ من سطح الوجہ مسامتا وتبعت انفا قول الشامی اصلا نافع نہ ہوا کہ یہ کلام بھی اپنے ظاہر پر اتنا ہی وسیع ہے جتنا قول اول تھا اور یہ زنہار نہ قابل اعتبار نہ مراد علماء ہونے کا سزاوار مثلاً جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب وشمال کو مونھ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھرا ہی مانیے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقیناً یہی کہا جائے گا کہ اس کا مونھ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبہ معظمہ کو حالانکہ اس کی سطح کی وجہ سے بعض جز بلاشبہ مسامت کعبہ ہے نعم رأیت الفاضل عبد الحلیم الرومی من علماء الدولۃ العثمانیۃ ذکر فی حاشیتہ علی الدرر تقیید عبارتھا حیث قال **قولہ** یکون احد جوانبہ الی القبلۃ لایرید بہ زوال الطرف الاخر عن المقابلۃ بالکلیۃ کما ظن بل المراد منہ مقابلۃ طرف بکلہ ومقابلۃ شیئ من سطح الاخر مسامتا کما ھو المفہوم من المنبع اھ **اقول** لم یذکر عبارۃ المنبع حتی ینظر فیھا وھو مع مخالفتہ لظاہر الدرر لا یلائمہ نص عامۃ الکتب المذکورۃ من الاجتزاء ببقاء شیئ من سطح الوجہ مسامتا فانہ صریح فی عدم الحاجۃ الی مسامتۃ ما فی الباقی اصلا بل **اقول** لعلک ان امعنت النظر لم تر ہ یرجع الی صحۃ فان المسامتۃ لابد لھا من مقابلۃ حقیقیۃ فی الحقیقیۃ لوسط الجبھۃ وفی التقریبیۃ شیئ من الاطراف اما اذا فاتت المقابلۃ الحقیقیۃ اصلا فلا مسامتۃ فلا استقبال فلا صلٰوۃ والمقابلۃ انما تکون باتصال الخط علی قوائم الا تری ان ح ک ان سطح ایقابل ب و ح یواجہ ء اماہ فلا یسامت ر لعدم الاتصال علی قوائم ب ء ر وھو لا یکون لمقوس قط مع مسطح الا من نقطۃ واحدۃ تحقیقا وبعض نقاط مجاورۃ اخری تقریبا **فاولا** لا امکان لمقابلۃ طرف بکلہ الا مجازا **وثانیا** اذا تقابل طرف من قوس مسطحا استحال ان یقابلہ شیئ من طرفھا الاخر لما قدمنا ان الاعمدۃ الخارجۃ من مماسات القوس لا یکون اثنان منھا الی جھۃ واحدۃ قط الم تعلم ان تلک الاعمدۃ کلھا ھی الخطوط الخارجۃ من المرکز الی نقاط القوس وعلی سمتھا وکلھا تلتقی علی المرکز فان اتصل اثنان منھا بمقابل کالکعبۃ او الخط المار بھا عرضا الی الافق واحدث کل علیہ قائمتین ووصلنا بینھما اجتمع فی مثلث قائمتان وھو محال فتبصر سوم وسط راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گذرتے دو خط نکلیں

یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علامہ تفتازانی نے شرح کشاف پھر علامہ مولی خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسط سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو درر میں ہے اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کرکے فرمایا او نقول ھو ان تقع الکعبۃ فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ فیخرجان الی العینین کساقی مثلث کذا قال النحریر التفتازانی فی شرح الکشاف شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے معنی التوجہ الی جھۃ الکعبۃ ھو ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین یلتقی طرفاھما داخل الراس بین العینین علی زاویۃ قائمۃ کذا ذکرہ الامام الغزالی فی الاحیاء ثم قال البرجندی فعلی ھذا لو وصل الخط الخارج من العین الی جدار الکعبۃ یقع علی حادۃ او منفرجۃ لم یکن مقابلا للکعبۃ وھو لایخلو عن بعد اھ **اقول** ھذا عجیب من مثل ذلک الجھبذ المبرز فی الفنون الھندسیۃ **فاولا** انما قال الامام ان تقع الکعبۃ بین الخطین لا ان یصل شیئ منھما الی جدار الکعبۃ **وثانیا** انما قال یلتقیان بین العینین علی قائمۃ لا ان یتصل احدھما بالکعبۃ فیحدث ھنالک قائمتین ولذلک افرد القائمۃ **اقول** وبما قررنا ظھر قلق ما قال الفاضل الحلیمی افندی فی حاشیۃ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلا کما ھو المشاھد عند انحراف التوجہ اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مساغ ثمہ لطول وقصر ولا داعی الی قطعھما علی حد وانما النظر الی الفضاء الحاصل بینھما ان تقع الکعبۃ فیہ **اقول** اس قول پر یہ خط جو وسط دماغ محاذی عینین سے زاویہ قائمہ بناتے نکلے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصول جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گزرے اب اگر یہاں یہ معنی لیے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہت کعبہ ہے اُس کی طرف توجہ توجہ بجہت کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا ولم ارہ فیہ ولا فی شرحہ اتحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلاۃ کہ ان دونوں خطوں کا بیان کرکے فرمایا فما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فھو داخل فی الجھۃ تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اُتنی ہی وسعت بعیدہ رکھے گا کہ جب زاویہ قائمہ ہے اور اُس کے ایک خط سے کعبہ متصل ہوسکتا ہے تو دونوں طرف تقریباً نوّے درجے انحراف جائز ہوا اور وہی ایک خفیف ناقابل احساس مقدار کم ایک سو اَسّی[۱۸۰] درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نص واجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ معظمہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵ - ۴۵ درجے انحراف تک کہ ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تنصیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہوا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہوجائے گا کما لایخفی بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آیندہ پنجم کی طرف راجع ہوجائے گا اور طرفین میں پینتالیس[۴۵] پینتالیس[۴۵] درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف وصحیح بے غبار ہے **چہارم** کہ نہایت تحقیق طلب ہے قال فی الدرر جھتھا ان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبۃ علی استقامۃ بحیث یحصل قائمتان اھ وھذا ھو الوجہ الاول واختلف الانظار فی محلہ **فحمله** العلامۃ الشامی فی ردالمحتار علی بیان المسامتۃ

الحقیقیۃ حیث ذکرا ولاعن المعراج عن شیخہ ان معنی التحقیق انہ لوفرض خط من تلقاء وجہہ علی زاویۃ قائمۃ الی الافق یکون مارا علی الکعبۃ اوھوائھا اھ ثم نقل کلام الدر ثم قال قول فی الدر علی استقامتہ متعلق بقولہ یصل لانہ لووصل الیہ معوجا لم تحصل قائمتان ثم الطریقۃ التی فی المعراج ھی الطریقۃ الاولی التی فی الدر الا انہ فی المعراج جعل الخط الثانی مارا علی المصلی علی ما ھو المتبادر من عبارتہ وفی الدر جعلہ مارا علی الکعبۃ اھ ثم صور الذی فی المعراج ھکذا
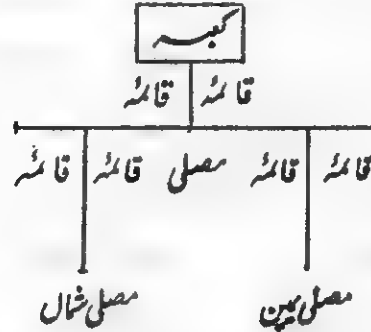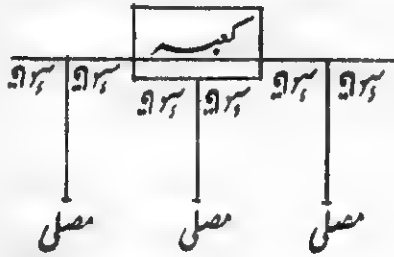
والذی فی الدر من الوجہ الاول ھکذا

قلت وقد یؤید ھذا الحمل ان اصل الکلام للامام حجۃ الاسلام وھو کما فی شرح النقایۃ ھکذا معنی التوجہ الی عین الکعبۃ ھو ان یقف المصلی بحیث لوخرج خط مستقیم من جبھتہ بحیث یساوی بعدہ عن العینین الی جدار الکعبۃ تحصل من جانبیہ زاویتان متساویتان اھ ثم ذکر معنی التوجہ الی الجھۃ بما قد منا فی القول الثالث **اقول اولا** لکن یلزم العلامۃ المحشی بھذا الحمل حمل الجبین فی عبارۃ الدر علی الجبھۃ ولاغروففی تاج العروس عن شیخہ قد ورد الجبین بمعنی الجبھۃ لعلاقۃ المجاورۃ فی قول زھیر کما صرحوا بہ فی شرح دیوانہ ثم ذکر شعرا مثلۃ للمتنبی لکن العلامۃ المحشی رحمہ اللہ تعالی قد استدل بوقوع لفظ الجبین فی عبارۃ الدر علی انہ لایلزم خروج الخط من وسط الجبھۃ فان الجبین طرفھا وھما جبینان کما تقدم فیکون ھذا منافضا لذلک **واقول ثانیا** زاد فی التصویرین مصلیین عن یمین وشمال غیر محاذیین للجدار الذی بازائہ المصلی الوسطانی واقام اعمدتھما فی التصویر الاول علی المار بذلک المصلی عرضا ولاشک انھما لاینتھیان الی الکعبۃ بل تیزاوران عنھا ذات الیمین وذات الشمال کما صوروا ثم کان شرط فی المعراج ان یمر الخط بالکعبۃ وفی التصویر الثانی اقامھما علی الخط المار فی امتدادہ بالکعبۃ غیر واقعین علی نفس البیت بل متزاورین عنھا کما مرولم یرم الدر خطا یمر علی الکعبۃ ممتدا عن جنبیھا الی الافق انما اراد خطا مقتصرا علیھا لیقع مرور خط الجبین علی نفس الکعبۃ کما فی المعراج والا کیف تکون مسامتۃ حقیقیۃ مع کون المصلی بمعزل عن محاذاتھا فھذان المصلیان لامدخل لھما فی تصویر الحقیقیۃ وکانہ رحمہ اللہ تعالی اراد ان یزید مع تصویر الحقیقیۃ تصویر التقریبیۃ وقد کان سھلا علینا ان نفرض المصلیین المزیدین منتقلین بعدۃ فراسخ بحیث لاتزول المقابلۃ لکنہ رحمہ اللہ تعالی سبق الی خاطرہ ان الشرط فی التقریب ان یقف المصلی علی ذلک الخط المار عرضا بالمصلی الوسطانی او نقول یقوم بحذاء ذلک الخط العرضی المار

فی امتدادہ بالکعبۃ بحیث یکون خط جبہتہ عمودا علی احدھما ای فی التصویر وعلیہما جمیعا فی التقدیر وبعد تحقق ھذا الشرط لاتقدیر بمسافۃ فلیحفظ وجھتھما وینتقلا ما بدالھما فاذن یکون الخط القائم علیہ اوالیہ المصلیان غیر محدود علی مازعم کما یاتی تنصیصہ وھاتان زلتان عظیمتان یجب التنبہ لھما فان الامردین وحاش للّٰہ لایزری بالعلماء وقوع بعض زلات من اقلامھم لاسیما مثل ھذا المحقق الذی استنار مشارق الارض ومغاربھا بنور تحقیقاتہ السنیۃ وتطفل الوف مثلی علی موائد عوائد فوائدہ الھنیئۃ جزاہ اللّٰہ تعالٰی جزاء العزو الاکرام جمع بیننا وبینہ فی دارالسلام بفضل رحمتہ بہ وبسائر العلماء الکرام علٰی سیدھم ومولاھم وعلیھم وعلیہ وعلینا الصلٰوۃ والسلام اٰمین اٰمین یا بدیع السمٰوات والارض یا ذاالجلال والاکرام فانا اذکر فی سیاق ذلک ما عرض للمحشین من الوھم والایھام فی فھم کلام المدقق العلائی العلام لیتضح المرام وینجلی بدر السداد من تحت الغمام **فاعلم** ان الجہبذ المدقق الذی قلما اکتحل عین الزمان بمثلہ فی الاخیرین اعنی العلامۃ علاء الدین محمد الحصکفی عاملہ اللّٰہ تعالٰی بلطفہ الوفی اثرھھنا عن المنح کلاما قصر مبناہ واستترمعناہ فقال اصابۃ جہتہا بان تبقی شیئ من سطح الوجہ مسامتا للکعبۃ اولھوائھا بان یفرض من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد خط علی زاویۃ قائمۃ الی الافق مارا علی الکعبۃ وخط اٰخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین یمنۃ ویسرۃ منح قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر فی عبارۃ الدرر فتبصر اھ **اقول** اراد العلامۃ الغزی من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی ای بلد کان فعبر ھذا التنکیر بتنکیر بعض ولوقال کقول المعراج فی ھذا البلد ای البلد والمطلوب الجھۃ لکان اولی قال العلامۃ السید احمد المصری الطحطاوی فی حاشیۃ **قولہ** منح اختصر عبارتھا وھی فلو فرض خط من تلقاء وجہ المستقبل للکعبۃ علی التحقیق فی بعض البلاد وخط اٰخر یقطعہ علی زاویتین قائمتین من جانب عین المستقبل وشمالہ لاتزول تلک المقابلۃ بالانتقال علی ذلک الخط بفراسخ کثیرۃ ولھذا وضع العلماء قبلۃ بلد وبلدین وبلاد علی سمت واحد **قولہ** قلت فھذا معنی الخ لیس کما فھمہ فان المتیامن والمتیاسر فی عبارتہ ھوالخط وفی عبارۃ الدرر الشخص الخ وعزاہ للعلامۃ السید ابراھیم الحلبی محشی الدرر وقال السید العلامۃ محمد الشامی فیہ ان عبارۃ المنح ھی حاصل ماقدمناہ عن المعراج ولیس فیہا قولہ مارا علی الکعبۃ بل ھوالمذکور فی صورۃ الدرر ویمکن ان یراد انہ مار علیہا طولا لاعرضا فیکون ھو الخط الخارج من جبین المصلی والخط الاٰخرالذی یقطعہ ھوالمار عرضا علی المصلی اوعلی الکعبۃ فیصدق بما صورناہ اولا وثانیا ثم ان اقتصارہ علی بعض عبارۃ المنح ادی الی قصر بیانہ علی المسامتۃ تحقیقا وھی استقبال العین دون المسامتۃ تقدیرا وھی استقبال الجھۃ مع ان المقصود الثانیۃ فکان علیہ ان یحذف قولہ من تلقاء وجہ مستقبلہا حقیقۃ فی بعض البلاد اھ فھذا کل ما اوردوہ وتمام ماارادوہ **اقول** وباللّٰہ التوفیق شرح نظم الدرر ھکذا (یفرض من تلقاء وجہ) ای وسط جبہتہ (مستقبلہا حقیقۃ) بحیث لورفعت الحجب لرئیت الکعبۃ بین عینیہ (فی بعض البلاد) ای ای بلد یراد (خط) مستقیم قائم

(علی) الخط المار بجبهته معترضا من وسطه الی یمینه او شماله بحیث یحدث معه (زاویة قائمة) عند الجبهة ولم یقل قائمتین لانه لا یجب فرض المعترض مارا الی الجهتین بل یکفی ادنی خط الی ایة جهة منهما فلا یحدث بالفعل الا قائمة واحدة وذلك من ایجازات هذا الفاضل المدقق فان زاویة قائمة اخصر من زاویتین قائمتین وفیها الکفایة فاختار ما قل وکفی (الی الافق) مقابل من فی قوله من تلقاء وجه ای یبتدئ من وسط الجبهة وینتهی الی الافق ویکون فی امتداده هذا (مارا علی) نفس (الکعبة) الی ههنا تم بیان المسامتة الحقیقیة ثم شرع فی بیان التقریبیة فقال (و) یفرض (خط اخر) مستقیم (یقطعه) عند جبهة المستقبل (علی زاویتین قائمتین) مارا بالعرض (یمنة ویسرة) ای یمین المستقبل ویساره ولم یکتف بالخط الاخر المشار الیه فی قوله علی زاویة قائمة لان ثمه کان یکفی ادنی ما ینطلق علیه اسم الخط فی احد الجانبین وان لم یستوعب نصف جبین ذلك الجانب ولا ربعه والان یحتاج الی خط ممتد یمینا وشمالا الی فراسخ کثیرة لیکون محل الانتقال یمنة ویسرة ولذا اتی ههنا بتثنیة القائمة فاذا انتقل المصلی علی هذا الخط فی ای جهة الی فراسخ کثیرة حسب ما یقتضیه بعد البلد من الکعبة لا یخرج عن الجهة واشار الی ذلك **بقوله** (قلت فهذا معنی التیامن والتیاسر) المسوغین للمصلی (فی عبارة الدرر) فان الدرر انما ذکر تیامن المصلی وتیاسره وکان یحتمل ان معناه یجعل الکعبة علی یمینه او یساره ولیس مرادا قطعا فرسم الخط یمنة ویسرة واشار بطرف خفی کعادته رحمه الله تعالی فی غایة الایجاز الی ان ذلك التیامن والتیاسر للمصلی انما هو علی هذا الخط المخرج یمنة ویسرة لا ما یتوهم (فتبصر) کیلا تزل وقد ظهر لك من هذا الشرح بتوفیق الله تعالی **اولا** سقوط ما زعموا ان بیانه قاصر علی الحقیقیة کیف ولو کان کذلك لما احتاج الی قوله وخط اخر الخ لان بیان الحقیقیة قد تم الی قوله مارا علی الکعبة **وثانیا** سقوط ما اعترض به العلامتان الحلبی والطحطاوی من التخالف بین کلامی الدرر والدرر فی معنی التیامن والتیاسر کما علمت **وثالثا** سقوط ما زعم العلامة الشامی من التغایر فی تصویره وتصویر المنح ومن العجب انه رحمه الله تعالی معترف بان عبارة المنح حاصل ما قدمناه عن المعراج وقد تقدم فی المعراج مروره علی الکعبة فمن این نشأ التغایر وانما عبارته عین عبارة المعراج لا تفاوت بینهما الا بان المعراج ذکر المرور علی الکعبة فی الجزاء والدرر اورده حالا لانه کان بصدد بیان التقریبیة فاخذ الحقیقیة فی الفرض والتصویر **ورابعا** اعجب منه قوله کان علیه ان یحذف قوله من تلقاء وجه الی اخر الخ ولا ادری کیف یتم بیان التقریب باسقاط هذه الکلمات مع عدم ذکره عند کم الانتقال علی ذلك الخط یمینا وشمالا وان استنبط هذا من قوله فهذا معنی التیامن کما فعلت فلیت شعری ماذا یضره ذکر الاخراج من تلقاء وجه المستقبل حقیقة فلیس الا بفرض التحقیق اولا ثم تقدیر الانتقال عنه **وخامسا** لئن اسقط هذا کله لبقی مخرج الخط مهملا لم یتبین ولم یتعین فلا تقریب ولا تحقیق والله الهادی الی سواء الطریق **قال الشامی قوله قلت الخ**

قد علمت انہ لوفرض شخص مستقبلا من بلدہ لعین الکعبۃ حقیقۃ بان یفرض لخط الخارج من جبہتہ واقعا علی عین الکعبۃ فھذہ الساعۃ لھا تحقیقا ولوانہ انتقل الی یمینہ او شمالہ بفراسخ کثیرۃ فرضنا خطا مارا علی الکعبۃ من المشرق الی المغرب (**قلت قالہ** بالنظر الی بلدہ الشامی لان قبلۃ الشام الجنوب ویقال فی بلادنا من الشمال الی الجنوب وبالجملۃ المراد الخط المعترض قال) وکان الخط الخارج من جبین المصلی یصل علی استقامتہ الی ھذا الخط المار علی الکعبۃ فانہ بھذا الانتقال لاتزول المقابلۃ بالکلیۃ لان وجہ الانسان مقوس فمھما تاخر یمینا اویسارا عن عین الکعبۃ یبقی شیئ من الوجہ مقابلا اھ **اقول** فھم رحمہ اللہ تعالٰی ان وصول خط الجبھۃ عمودا علی الخط المعترض المار بالکعبۃ عند الانتقال للیمین والشمال شرط بقاء الجھۃ عندھم وقد افصح عنہ بُعَید ھذا حیث قال بل المفھوم مما قدمناہ عن المعراج والدرر من التقیید بحصول زاویتین قائمتین عند انتقال المستقبل لعین الکعبۃ یمینا اویسارا انہ لایصح لوکانت احدھما حادۃ والاخری منفرجۃ بھذہ الصورۃ کعبہ مصلی اھ وفیہ **اولا** لیس فی عبارۃ الدرر ذکر الانتقال ھھنا اصلا فضلا عن حصول قائمتین بعد الانتقال وما ذکر بعد فی التفریع من التیامن والتیاسر فلیس فیہ ایضا اثر من ذلک بل ولاھو یستلزم الانتقال یحصلان لک بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامک وبہ عبر فی الدرر حیث قال فیعلم منہ انہ لوانحرف عن العین انحرافا الخ **وثانیًا** المعراج وکل من ذکرنا من متابعیہ انما فرضوا خطا من جبین مستقبل العین مارا الی الکعبۃ۔ واخر قاطعا لہ علی قائمتین ثم فرضوا الانتقال یمینا ویسارا بفراسخ کثیرۃ علی ھذا القاطع ولم یشترط ھو ولا احد منھم حدوث القائمتین بعد الانتقال **وثالثًا** لوشرط ذلک لم یصح لان الانتقال لایمکن علی خط مستقیم فان القاطع انما یمر فی جانبی المستقبل بعد موضع قدمہ فی الھواء لکون الارض کرۃ وانما ینتقل المنتقل علی دائرۃ فھوان حفظ توجہہ حین استقبالہ عین الکعبۃ وانتقل علی تلک الدائرۃ یمینا وشمالا فلاشک ان الخط الخارج من جبہتہ لایقطع الخط المار بالکعبۃ عرضا علی قائمتین کما لایخفی **ورابعًا** یصح ذلک اولایصح فلن یصحح قولہ مھما تاخر یمینا اویسارا وانما ذکر المعراج ومن معہ بقاء الجھۃ بالانتقال علیہ بفراسخ کثیرۃ وھذا صحیح ولم یدعوا انہ مھما انتقل ثم یتبدل کیف والواغل فی الانتقال علیہ لایبقی مواجھا للکعبۃ لاشک وسیستبین لک **وخامسًا** لما ارتکز فی ذھنہ رحمہ اللہ تعالٰی ان شرط بقاء المواجھۃ وصول خط الجبھۃ الی ذلک الخط المعترض بالکعبۃ عمودا توھم ان لوترک المنتقل تلک الوجھۃ وانحرف قلیلا یمینا اوشمالا لم یصح لکون الزاویتین اذذاک حادۃ ومنفرجۃ کما قدم فزعم ان کلام المعراج والدرر ھذا مخالف لاجازۃ الانحراف القلیل المصرح بھا فی غیر ما کتاب وصرح بہ اذ قال والحاصل ان المراد بالتیامن والتیاسر الانتقال عن الکعبۃ الی جھۃ الیمین اوالیسار لا الانحراف لکن وقع فی کلامھم مایدل علی ان الانحراف لایضر ثم نقل کلام القھستانی وشرح العلامۃ الغزی لزاد الفقیر ومنیۃ المصلی عن امالی الفتاوٰی والعجب انہ نسی ما نقل بنفسہ من الدرر فان الذی نقل ھھنا عن القھستانی عین ما قدما عن الدرر من ان الانحراف الیسیر الذی لاتزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ لایضر فکیف یکون کلام الدرر مخالفا لہ **وسادسًا** لیس الامر کما فھم بل انحراف وسط جبھۃ المستقبل عن مسامتۃ الکعبۃ لازم الانتقال والخروج عن سطح الجدار الشریف ولوحفظ فی انتقالہ تلک الوجھۃ

لاقى على ما يخرجه عن الجهة بالكلية ولو انحرف عن تلك الوجهة انحرافا مناسبا لحفظ التوجه الى الكعبة فكلامه منقوض طردا وعكسا وليكن لبيان ذلك موضع شرقی مكة المكرمة بين طوليهما نحو من ثلثمائة وخمسين ميلا اعنى خمس درج وعرضها كاَ الط نحوا من عرض مكة المكرمة على ما ثبت بالقياسات الجديدة **كاله** فاذن تكون قبلته نقطة المغرب سواء بسواء كما لا يخفى على المهندس وذلك لان فی اللوغارثميات ظل عرض مكة ۹٫۵۹۳۵۴۲۳ جيب تمام ما بين الطولين ۹٫۹۹۹۸۳۴۲ = ۹٫۵۹۵۱۵۸۱ ظل عرض موقع العمود الواقع من نقطة المغرب على نصف نهار البلد المار بسمت راس مكة المكرمة قوسه كاَ الط مساوية لعرض البلد فيكون العمود نفسه دائرة سمتية مرت بسمت راس البلد ومكة ثم نقول ظل ما بين الطولين ۸٫۹۴۱۹۵۱۸ + جيب تمام عرض موقع العمود ۹٫۹۶۶۲۷۶ = ۱۰٫۹۶۰۶۷۶۹۴ نجعله محفوظا وننتقل على نصف النهار هذا يمينا وشمالا مع حفظ الوجه اعنى بقاء القطب الشمالی على المنكب الايمن فليكن **اولاً** موضع على خط الاستواء فعرض الموقع هو الفضل بينه وبين عرض البلد لانتفائه جيبه ۹٫۵۶۳۷۵۴۶ ويبقى بتفريقه من المحفوظ ظل الانحراف الشمالی ۹٫۳۴۶۹۸۴۲ قوسه مـ لب تمامها عز لح فمن حفظ الوجهة فقد انحرف عن القبلة اكثر من سبع وسبعين درجة وهو بان يسمى مجانبا احق من ان يسمى مواجها اذ لم يبق بين جنبه الحقيقی وبين الكعبة الا اقل من ثلث عشرة درجة بينها وبين وجهه اكثر من ۷۷ درجة وان انحرف عن تلك الوجهة الى يمينه اعنى الشمال اكثر من ۷۷ درجة فقد اصاب القبلة بهذا الانحراف العظيم فانتقض ذلك طردا وعكسا فی انتقال اقل من اثنتين وعشرين درجة وليكن **ثانيا** موضع عرضه مـ نح شماليا ليكون انتقال الشمالی مثل ذلك جنوبی فتفاضله مع عرض الموقع مثله فجيبه جيبه والعمل العمل يكون انحراف القبلة هنا من نقطة المغرب الى الجنوب عز لح ولزمه ما لزم وليكن **ثالثا** عرضه الجنوبی مـ نح فمجموعه مع عرض الموقع مثل الرجيبه ۹٫۹۵۵۳۷۰۳ مفروقا من المحفوظ = ۸٫۹۵۵۳۷۲۱ قوس ذا الظل كاَ ط تمامها **فد نا** فقد انحرف القبلة من نقطة المغرب خمس وثمانين درجة ولم يبق الى نقطة الشمالی الا خمس درج فان حفظ الوجهة بطلت صلاته قطعا وان توجه الى القطب الشمالی صحت يقينا وان اخذنا ما بين الطولين اصغر من ذلك يظهر التفاوت اكبر من ذلك وبالجملة فتلزم استحالات لا تحصى فالحق ان ليس فی عبارة الدر ولا المعراج ولا شیء مما ذكر ما فهم من جواز الانتقال على ذلك الخط مهما شاء ولا ما فهم من مخالفتهما لتجويز الانحراف اليسير ولا ما فهم من اشتراط حفظ الوجهة لبقاء الجهة ولا ما فهم من افادتهما فساد الصلوة ان احدث الخطان زاويتين مختلفتين بل الامر فيه كما **اقول** انهما انما فرضوا الانتقال على القاطع له على قائمتين ای على نصف نهار الموضع المفروض المسامت حقيقة ليحصل بالانتقال الانحراف على عكس ما فهم العلامة المحشی رحمه الله تعالى وذلك لانه لو جعلت الكعبة مركزا ورسمت ببعد مستقبلها دائرة وانتقل هو عليها حتى طاف الدنيا وعاد الى مقامه الاول ای على الفرض لم يزل الاستقبال الحقيقی ولم يحصل انحراف ما

اصلا ومقصودهم ان ینبهوا علی جواز الانحراف الیسیر ففرضوا الخط کما مر وذکروا انه لا یجاوز الجهة بالانتقال علیه الی فراسخ کثیرة وقد صدقوا فی ذلك ولم یقدروا الفراسخ لانها تتبدل بتبدل البعد کما تقدم ولو رامواتسویغ الانتقال مطلقا لما قیدوا بفراسخ وقالوا لا یزول بالانتقال کما کان قلتم فهذا ما کان یجب التنبه له وبالله التوفیق ولیرجع الی ماکنا فیه **فاقول ثالثا** بقی فی شرحه عبارة الدر رشیٔ وهو جعل علی استقامته متعلقا بیصل وانت تعلم انه کما یجب الاستقامة بهذا المعنی فی الخط الخارج من الجبهة کذلك فی الخط المار بالکعبة عرضا وعلی جعله متعلقا بیصل لایبقی ایماء الی استقامة المار ویصیر قوله بحیث تحصل قائمتان مجرو بیان لقوله علی استقامة فالاصوب عندی جعله متعلقا بالمار لیتم البیان ولیصیر تاسیسا ولیتعلق بالقریب هذا ما کان یتعلق بالحمل الاول **وحمله** الفاضل الحلیمی فی حواشی الدر علی بیان التقریبیة حیث قال قوله بحیث تحصل قائمتان اطلقه فشمل ان تینك القائمتین یتساوی بعدهما عن العینین الی جدار الکعبة اولا فالاول هو المراد فی التوجه الی العین والثانی فی التوجه الی الجهة و هو المراد هنا فقط ثم قال حاصله ان تقع الکعبة بین خطین الی اخرما قدمنا عنه فصرح بالمراد وجعل حاصل الوجهین واحدا اقول وهذا اولی بوجوه لقوله فی صدره استقبال عین الکعبة للمکی وجهتها لغیره ان یصل الخ فافاد انه الآن بصدد بیان التقریبیة لا الحقیقیة الواقعة علی العین ولانه قال بعده اونقول هو ان تقع الکعبة الی اخرما تقدم فی القول الثالث ولاشك انه للتقریب وظاهر قوله اونقول ان محصلهما واحد ولان الجبین یکون علی هذا بمعناه الحقیقی وکذلك فهم العلامة الطحطاوی قصور بیان الدر وهکذا **اقول** ولیس المراد حدوث الخطین فی حالة واحدة حتی یرد علیه انه مع حمل الجبین علی طرفی الجبهة عدل الی جعله لبیان التحقیق حیث اوصل الخطین الی الکعبة عمودین وانه قد علمت مما قدمنا ان الخط الخارج من الجبین لا یخرج علی استقامة الجبهة بل منحرفا من الجبین الایمن یمینا و من الایسر یسارا وانه لا یمکن ان یکون کلا الخطین الخارجین من الجبینین عمودا علی خط مستقیم بل المراد عندی تصویر التیامن والتیاسر فالاول مثلا

الکعبة

جبین المصلی جبین المصلی

جبین المصلی الایمن عند انحرافه عن الکعبة یسارا والثانی جبینه الایسر حین انحرافه یمینا وایضاح تصویره هکذا ینبغی ان یفهم هذا المقام اما قوله رحمه الله تعالی فی بیان تصویره نقلا عن بعض الافاضل فقد حصل من الخط المار بالکعبة

الکعبة

جبین المتیامن جبین المتیاسر

قائمة ومن الخط الخارج من جبین المصلی قائمة اخری وحدث منهما زاویتان متساویتان اھ **فاقول** هذا وان کان فی حکایته غنی عن نکایته لکن لا ازراء فیه بهم فانهم رحمهم الله تعالی لم یکن لهم اشتغال بتلك الفنون وقد کانوا معتنین بما یهم ویعنی فرحمهم الله تعالی ورحمنا بهم رحمة تکفی وتغنی امین **ثم اعلم** ان الجبینین منتهیان فی الجانبین الی محاذاة الحاجبین قال فی القاموس الجبینان حرفان مکتنفا الجبهة من جانبیها فیما بین الحاجبین مصعدا

الی قصاص الشعر ۃ بالجملۃ ہماری تحقیق پر قول چہارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذات حقیقیہ سے دونوں طرف جھک سکتا ہے کہ جبین یعنی کنارۂ پیشانی محاذی کنارۂ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر افق کی طرف جائے سطح کعبۂ معظمہ پر زاویہ قائمہ بناتا گذرے **اقول** ظاہر ہے کہ اس معنی پر جبین سے دوسری تک یعنی مابین دوابرو اگر سر کو مدوّر فرض کیا جائے تقریباً ربع دور ہوگا تو وسط جبہہ سے ہر طرف ثمن دور ہے صفت مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذات حقیقیہ ہوتی اب اُس سے ثمن دور پھرنا صحیح ہوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵۔ ۴۵ درجے آئے قول سوم کا بھی یہی محصل تھا اور کیوں نہ ہو کہ عبارت در رسے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر کما قدمنا و باللہ التوفیق **پنجم** اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے اہل مغرب کا مشرق اہل جنوب کا شمال اہل شمال کا جنوب تو جب تک ایک جہت دوسری سے نہ بدلے مثلاً ربع مغرب میں قبلہ ہے یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف مونھ کرے جہت قبلہ باقی رہے گی **اقول** اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلی سے محاذات حقیقیہ کا خط کعبۂ معظمہ پہ گذرتا ہوا دونوں طرف کرکے افق تک ملادیں اور وہیں سے دوسرا خط اُس پر عمود گرائیں کہ افق کے چار حصے مساوی ہوجائیں پھر ہر حصے کی تنصیف کرکے ہر دو نصف متجاور میں خط وصل کردیں ان اخیر خطوط سے جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وہ ربع جس کے منتصف پر کعبۂ معظمہ ہے جہت استقبال ہے اور اُس کے مقابل جہت استدبار اور باقی دو ربع جہات یمین وشمال بایں صورت ﮦ مصلی ہے اور ر کعبۂ معظمہ ا ب خط محاذات حقیقیہ ء ء اُس پر عمود ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی پھر ربع ا ء کو ح اور ربع ا ء کو ط پر تنصیف کرکے خط ح ط ملادیا یونہیں ط ک ‍ = ک ی ‍ ـ ی ح تو قوس ح ا ط جہت قبلہ ہے اور ی ب ک جہت استدبار ی ء ح جہت یمین ک ء ط جہت شمال ـ ﮦ اگر ا کی طرف مونھ کرے عین کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور روا ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہت قبلہ باقی رہے گی جب قوس ح ا ط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو وہی دونوں جانب ۴۵ ـ ۴۵۔ درجے تک انحراف روا ہوا یہ قول نفیس خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول فتاوی خیریہ میں ہے عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی المشرق قبلۃ اھل المغرب والمغرب قبلۃ اھل المشرق والجنوب قبلۃ اھل الشمال والشمال قبلۃ اھل الجنوب شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے قال الزندویسی ان المغرب قبلۃ اھل المشرق وبالعکس والجنوب لاھل الشمال وبالعکس فالجھۃ قبلۃ کالعین حلیہ میں ہے قد قطع الزندویسی فی روضتہ بالتفریع المذکور الخ قالہ بعد ماذکر انہ بناہ علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردد فی ثبوتہ ثم ایدہ بکلام الامام الرازی فی التفسیر وانہ من القضایا المتلقاۃ بالقبول اقول لا محل للتردد فان الارض کرۃ فلك ان تقدر ایۃ نقطۃ منھا شئت وسطا والکعبۃ احق بذلك فان اللہ تعالٰی جعلھا مثابۃ للناس ثم الفرع لایتوقف علیہ الاتری انا صورناہ بفرض موضع المصلی وسطا **نظم** زندویسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں ہے قبلۃ اھل المشرق الی المغرب عندنا وقبلۃ اھل المغرب الی المشرق وقبلۃ اھل المدینۃ الی یمین من توجہ الی المغرب وقبلۃ اھل الحجاز الی یسار من توجہ الی المغرب اھ **اقول** کانہ اراد بالحجاز نحو الیمن والا فالمدینۃ السکینۃ سیدۃ الحجاز وسیدۃ بلاد العالم ثم من المعلوم قطعا ان

قبلتها الی یسار من توجہ الی المغرب اعنی الجنوب فکانہ انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من ھذا القبیل واللہ تعالٰی اعلم ماوقع فی الخانیۃ من ان القبلۃ لاھل الھند مابین الرکن الیمانی الی الحجر وکتبت علیہ **اقول** ھذا جھۃ الجنوب ولایصح الالبعض بلاد الھند الی عرض کح تقریبا الاان یقرء الحجر بالکسر وھو الحطیم ویراد بالرکن الیمانی الجدار الیمانی تماما ویخرج الغایتان فیبقی الجدار الشرقی الذی فیہ الباب الکریم اویقر الرکن علی معناہ ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلۃ الھند متوزعۃ بین الجنوب والشرق والشمال وھذا البعید بعد قولہ ثم تعین لکل قوم منھا ای من الکعبۃ مقام فلاھل الشام الرکن الشامی ولاھل المدینۃ موضع الحطیم والمیزاب لاھل الیمن الرکن الیمانی ولاھل الھند الخ فلیتامل واللہ تعالٰی اعلم **اقول** یہی قول نقل وعقل وشرع وعرف سب سے مؤید اور یہی اضبط الاقوال واعدل واصح واظہر واسد **اولاً** یہ خود امام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام۔ اذا قال الامام فصدقوہ؎ فان القول ما قال الامام؎ **ثانیاً** امام احمد وبخاری ومسلم وابوداود وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا اتی احدکم الغائط فلایستقبل القبلۃ ولایولھا ظھرہ ولکن شرقوا اوغربوا جب تم میں کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو مونھ کرے نہ پیٹھ ہاں پورب پچھم مونھ کرو مدینہ طیبہ کا قبلہ جانب جنوب ہے لہٰذا شرقاً غرباً مونھ کرنا فرمایا ہمارے بلاد میں جنوباً شمالاً ہوگا حدیث میں جنوب شمال کے کسی حصے کو رو یا پشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق ومغرب کے کسی حصے کا استثنا نہ فرمایا تو دائرہ افق کے صاف چار حصے ظاہر ہوئے جن میں ایک جہت استقبال ہے **ثالثاً** عرف عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال اور بدن انسان بھی چار ہی رخ وپہلو رکھتا ہے قدام خلف یمین شمال انھیں میں فوق وتحت ملاکر تمام جہان میں جہات ستہ مشہور ہیں ان چاروں میں ایک کو دوسری پر کوئی ترجیح نہیں کوئی وجہ نہیں کہ مثلاً ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دوسری کا صرف ۴۰ تک تو دائرہ افق چار ربع متساوی ہی پر منقسم ہونا چاہیے **رابعاً** دائرہ افق میں چار نقطے مفروض ہوئے اُن میں ایک نقطہ استقبال حقیقی ہے دوسرا استدبار حقیقی دو باقی یمین وشمال حقیقی توجوان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم راجح بقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب لاجرم ہر ایک کے پہلو پر وہی تین تین دور اُس کا حصہ پڑے گا **خامساً** تمام اقوال مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دوسری طرف راجح نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں اور قاعدہ مستمرہ ہے کہ توفیق ابقائے خلاف سے اولٰی ہے اور محتمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے قول سوم وچہارم کا یہی محصل ہونا توہم اوپر بیان کرچکے ہیں اور قول اول میں عبارت منیہ قبلۃ اھل المشرق المغرب عندنا کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم وجہ سے جبہہ سے مراد لینا چاہیے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں تو جہتین یمین وشمال بھی داخل استقبال ہوئی جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کنپٹیوں کی جہت یقیناً جہت چپ وراست ہے دو شخص کہ برابر برابر ایک سمت کو جارہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ اُن میں ایک کا مونھ دوسرے کی

طرف ہے غرض کعبے کو اپنی دہنی یا بائیں کنپٹی پر لینا لغۃً عرفاً شرعاً کسی طرح استقبال نہیں **سادسا** یہ تو قطعاً معلوم کہ قول اول و دوم اور ایک توہم پر سوم کا جوارسال و اطلاق ہے ہرگز مراد نہیں ہوسکتا اب اگر تقیید میں اسی تربیع جہات کی طرف رجوع کیجیے تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ میں کوئی حد فاصل معین و مرجح لائق اعتبار نہیں اور ترجیح بلا مرجح باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف روا اور اُس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط الاقوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ اُن سب کا بھی ارجاع مناسب **سابعا** اس میں وسعت جہت اُن سب سے تنگ تر تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوال مذکورہ پر یقیناً جہت قبلہ ہے اور جو اُس کے مفاد سے باہر ہے وہ مختلف فیہ و مشکوک و نامنضبط ہے تو اخذ متفق و ترک مشتبہ و اختلاف ہی مناسب لاجرم اسلامی علمائے ہیأت نے بھی شرع سے اخذ کر کے جہت قبلہ کے لیے یہی ضابطہ باندھا فتاوی خیریہ کے ایک سوال میں ہے من القواعد الفلکیۃ اذا کان الانحراف عن مقتضی الادلۃ اکثر من خمس واربعین درجۃ یمنۃ او یسرۃ یکون ذلک الانحراف خارجا عن جھۃ الربع الذی فیہ مکۃ المشرفۃ من غیر اشکال علی ان الجھات بالنسبۃ الی المصلی اربعۃ **اقول** اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ قول امام زندویسی ہرگز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے مقید کیجیے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اُسے اس سے مقید کرنا چاہیے فما وقع من الامام الحلبی فی الحلیۃ مما قد منا نقلہ لیس فی موضعہ وھذا تمام انجاز ما وعدناک فی القول الاول رہی حدیث مرفوع مابین المشرق والمغرب قبلۃ اور اُس کے مثل ارشادات امیر المومنین فاروق اعظم و عبداللہ بن عمر وغیرہما صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم **اقول** اُس کا یہ مفاد ہونا ہرگز مسلم نہیں نہ ممکن التسلیم کہ شرق سے غرب تک نصف دور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر میں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انھیں دو جہتوں نے گھیر لیا اب ارشاد اقدس ولکن شرقوا او غربوا کا کیا محل رہے گا مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنٰی ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھے یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط ساتھ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تعیین نقاط سے قاصر ہیں اگر کہیے عرفاً جہاں تک جہت مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنٰی ہے فان بین اذا اضیف الی غیر الاعداد لم یدخل فیہ الغایتان کما فی الفتح **اقول** اب ٹھکانے سے آگئے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وہ اُسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۱۸۰ درجے سے ۴۵ - ۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں اُن کے حصے میں رہ کر مستثنٰی ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کے وسط میں کعبہ واقع ہے جہت قبلہ رہیں گے وھو المطلوب معھذا ایک جماعت علما نے یہاں بین بمعنی وسط لیا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے **اقول** اور اُس کے مؤید قول مذکور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا مونھ قبلے کو ہے وکانہ رضی اللہ عنہ لذا زاد قولہ اذن استقبلت بعد قولہ فما بینھما قبلۃ لکون ھذا محتملا لخلاف المراد ھذا وحملہ الامام الاجل عبداللہ بن المبارک علی ان ھذا لاھل المشرق وکذا قال الشیخ البغوی فی المعالم انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اراد بقولہ مابین المشرق والمغرب قبلۃ فی

حتی اهل المشرق اھ ولا ادری ما الحامل علی ذلك بل الاظهر كما افاد الامام الحلبی فی الحلیه وعلی القاری فی المرقاۃ ان المراد لاهل المدینة ما والاها **اقول** ومعلوم ان للمدینة السكینة علی شمالیتها من مكة المكرمة مائلة قلیلا الی المغرب دون الشرق ثم ان البغوی فی التفسیر والرازی فی الكبیر والمناوی فی التیسیر حملوا المشرق علی اقصر یوم فی الشتاء قال فی المناوی وهو مطلع قلب العقرب **اقول** ولا یستقیم الا بفرق عدۃ درج ولا فی زمانه اذ كان اذ ذاك بعد القلب[1] اله لو جنوبیا والمغرب علی مغرب اطول یوم فی الصیف قال وهو مغرب السماك الرامح **اقول** هذا ابعد وابعد فان[2] بعد السماك اذ ذاك لو ک شمالیا زائدا علی المیل الكلی بنحو ۱۳ درجة قال البغوی فمن جعل مغرب الصیف فی هذا الوقت عن یمینه ومشرق الشتاء عن یساره كان وجهه الی القبلة اھ قال الرازی و ذلك لان المشرق الشتوی جنوبی متباعد عن خط الاستواء بقدر المیل والمغرب الصیفی شمالی متباعد عن خط الاستواء بمقدار المیل والذی بینهما هو سمت مكة اھ **اقول** ولا ادری كیف یحمل المطلقان علی هذین المقیدین وای قرینة علیه بل وای حاجة الیه فان الظاهر من الاطلاق ارادۃ مغرب الاعتدال ومشرقه ولا شك ان بینهما قبلة المدینة السكینة وما یلیها بل ان ارید زیادۃ التقریب كان العكس اولی وهو اخذ مغرب الجدی ومشرق السرطان لان القبلة المدینة الكریمة علی جنوبیتها میلا ما عن نقطة الجنوب الی الشرق بعدۃ درج ثم **اقول** فی قول الامام الرازی متباعد عن خط الاستواء بمقدار المیل تسامحا ظاهرا فان ذلك انما هو فی الافق المستوی اما فی غیرہ فسعة المشرق والمغرب لراسی الجدی والسرطان اكبر دائما من المیل الكلی كیف وهی وتر القائمة من مثلث كروی یحدث من قوس المعدل بین الافق والمیلیة وقوس من المیلیة واخری من الافق كلتاهما بین المعدل والجزء وزاویتاه الباقیتان حادتان اما كون هذه قائمة فلانها من میلیة وقعت علی المعدل واما حدۃ البواقی فلان وتر القائمة وهی السعة والمیل كلاهما اقل من الربع واحدی الزوایا غیر حادۃ فتمت شرائط ا من اولی اكر وجب ا عظمیة و تر العظمی بالسابع منها وهی السعة فهی اعظم من المیل الاعظم ومن قوس المعدل الباقیة ایضا اما فی افق المستوی فتنطبق المیلیة علی الافق فلا مثلث ولم یكن بین الجزء ونقطة الاعتدال حینئذ الا میله وذلك ما اردناه

---

[1] طول القلب كان فی زمان المناوی ح ه تقریبا فالبعد عن الاعتدال الاقرب مه جیبه فی اللوغارثمیات ۹٫۹۵۲۷۵۴ × ظل المیل الكلی ذلك الی الط تقریبا ۹٫۶۳۶۹۵۶۳ = ۹٫۵۹۵۲۳۲۰ قوسه كا الطل هو المیل الثانی للقلب ثم بعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب له جیبه ۹٫۶۲۵۹۴۸۳ + جیب المیل الكلی الی الط ۹٫۶۰۰۴۰۹۰ = ۹٫۲۲۶۳۵۷۳ قوسه ط ما محو المیل الكلی المنكوس له وعرضه ع ل كمیله الثانی جنوبی فمجموعهما اله نظل حصة البعد جیبه ۹٫۹۴۴۱۱۲۴ + جیب تمام المیل المنكوس ۹٫۹۹۳۰۵۲۴ = ۹٫۹۳۵۴۶۴۸ قوسه اله لو بعد القلب ای میله الاول ومعلوم ان المیل الاعظم كان اصغر منه باكثر من درجتین فكیف یساوی سعتا مشرقهما ۱۲ منه [2] طول السماك اذ ذاك ونط تقریبا بعده عن الاعتدال الاقرب لط جیبه ۹٫۵۱۲۶۴۱۹ + ظل المیل الاعظم ۹٫۶۳۷۵۰۵۹۸۲ = ۹٫۱۵۰۵۹۸۲ قوسه ح ح هو میله الثانی وبعد درجته عن راس الجدی عا جیبه ۹٫۹۷۵۶۷۰۱ + جیب المیل الاعظم ۹٫۶۰۰۴۰۹۱ = ۹٫۵۷۶۰۷۹۲ قوسه الح میله المنكوس وعرضه لح شمالیا + ح ح = لط مو حصة البعد جیبه ۹٫۸۰۵۹۵۱ + جیب منكوس ۹٫۹۶۶۵۶۲ = ۹٫۷۷۲۶۰۷۳ قوسه لو ك بعد السماك ۱۲ منه

واللہ تعالٰی اعلم **تذییل** کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادۂ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورۃً بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلا صالح عموم نہیں بلکہ انھیں علامات خاصہ سے ہے جو بلاد مخصوصہ کے لیے اقوال فقیہ ابوجعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جاڑوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن دونوں موضع غروب کے اندر سمت قبلہ ہے ردالمحتار میں بحوالہ شرح زادالفقیر للعلامۃ الغزی بعض کتب معتمدہ سے اور شرح الخلاصہ للعلامۃ القہستانی میں ہے ینظر مغرب الصیف فی اطول ایامہ ومغرب الشتاء فی اقصر ایامہ فیدع الثلثین فی الجانب الایمن والثلث فی الایسر والقبلۃ عند ذلك ولولم یجتھد بکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز حلیہ میں ملتقط وتجنیس ملتقط سے ہے وقال ابومنصور ینظر الی اقصر یوم واطول یوم فیعرف مغربیھما ثم یترك الثلثین عن یمین قال صاحب الملتقط ھذا استحباب والاول للجواز اھ وھذا ما وعدناك صدر الکلام فی الایراد الخامس ظاہر ہے کہ جو بلاد مکۂ معظمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلا متعلق نہیں ہوسکتا آخر نہ دیکھا کہ قبلۂ مدینۂ سکینہ قبلہ قطعیہ یقینیہ ہے بین المغربین درکنار خود جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلاد شرقیہ وغربیہ کو بھی عام نہیں ہوسکتی آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چہارم مکالمۂ علامہ شامی میں جو شہر مکہ معظمہ سے پانچ درجے طول شرقی زائد خاص خط استواء پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین سے ۶۴ درجے شمالی کو ہٹا ہوا ہے لان السعۃ العظمی فی الافق المستوی کج الروقد کان انحراف قبلۃ عن نقطۃ المغرب عج لح تو قبلہ تقریبًا ننانوے ۹۹ درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے لاجرم امالی الفتاوی میں اس قول کو اپنے بلاد سمرقند وغیرہ سے خاص کیا منیہ میں ہے ذکر فی امالی الفتاوی حد القبلۃ فی بلادنا یعنی فی سمرقند ما بین المغربین مغرب الشتاء ومغرب الصیف انھیں بلاد شرقیہ سے ہراۃ ہے علامہ برجندی فرماتے ہیں ہم نے اُس کا قبلہ تحقیق کیا بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا اور اُسی کے مطابق امام عبداللہ بن المبارک مروزی وامام ابومطیع بلخی کا ارشاد آیا شرح نقایہ میں ہے نحن قد حققنا بتلك القواعد سمت القبلۃ ھراۃ فظھر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصر ایام السنۃ حیث تغرب کواکب العقرب وھو الموافق لما ذکرہ عبداللہ بن المبارك وابو مطیع فما وقع فی تجنیس الملتقط انہ لو صلی الی جھۃ خرجت مما بین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع **اقول** حقیقت امر یہ ہے کہ معظم معمورہ میں اکثر بلاد شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سرطان سے مغرب جدی تک ہے اور بہ نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضایقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت وقرب بحقیقت دونوں منافع حاصل لہذا علما نے اُن بلاد میں عامہ کو ما بین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلا نہیں اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز فاسد ہو مگر شرح خلاصہ قہستانی اور شرح زادالفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتمدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اُس میں پائی بعد عبارت مذکورہ ہے واذا وقع توجہ خارجا منھا لایجوز بالاتفاق دونوں کتابوں میں یہ عبارت بلفظ منھا بضمیر مؤنث ہے نہ منھما بضمیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع اور شک نہیں کہ

جہت سے خروج مفسد صلاۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہۃ ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوال خمسہ مذکورہ المشہورہ دوارہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یوں ہے فان صلی الی جھۃ خرجت من المغربین فسدت صلاتہ اور تجنیس الملتقط کی نقل گزری علامہ برجندی کا ارشاد سُن چکے کہ انھوں نے ہراۃ کے لیے یہ حکم نہ مانا بلکہ اُس کا قبلہ تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کیا **اقول** بلکہ اصلا کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دو چار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالباً سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطۂ اعتدال ہو اور عرض تقریباً چھپن ۵۶ درجے کہ اُن کی سعۃ المغرب ۴۵ درجے ہوگی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہوا تو سعۃ المغرب ۴۵ درجے سے کم ہوگی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کما بیش خروج روا ہوگا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احد السعتین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہوگا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض انحراف مفسد نماز ہوگا کما لایخفی پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دُنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورت عام میں بیان کرنا کیونکر روبصحت ہوگا خصوصاً وہ مواضع بھی اتنے دور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمورہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں ۵۰ ۲۰ تک ختم ہوگئیں ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اُس قول پر کتنے نقض وارد ہیں **اولاً** عرب و عجم و ہند و سندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعۃ المغرب ۴۵ درجے نہیں اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہاں تک انحراف باجماع جمیع اقوال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے تنگ تر قول ہے تو عامہ معمورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطۂ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں ما بین المغربین سے بھی انحراف روا ہوگا اور نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو **ثانیاً** وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطۂ اعتدال ہو اکثر میں کم یا زیادہ انحراف ہے اب تین حال سے خالی نہیں یا تو انحراف اعنی تمامہ ای من نقطۃ الاعتدال الی الجنوب او الشمال سعۃ المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد برتقدیر اول جس سمت انحراف ہے اُدھر کی سعۃ المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۲۴ درجہ سعت ہے اگر انحراف نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا اب فرض کیجیے ۲۰ درجے انحراف ہے تو بین المشرقین ۴۱ درجے عدول صحیح ہوگا **ثالثاً** جس سمت سے انحراف ہو اگر انحراف و سعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک انحراف مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا **رابعاً** فرض کیجیے ۲۰ درجے جانب جنوب انحراف ہے اور سعت ۲۴ تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے انحراف جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴۴ درجے تک انحراف روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالاجماع غلط ہے قبلہ حقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجہہ نہیں جاتا واجب کہ دوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرۂ انسان کے دونوں رُخ یکساں ہیں یہ چار چوالیس کا تفرقہ کدھر سے آیا **خامساً سادساً** برتقدیر ثانی استحالے ظاہر تر ہیں فرض کیجیے سعت و انحراف جنوب دونوں رخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت داں کو عمل تعکیس کا اجرا بتادے گا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سعت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جھکنا مفسد نماز ہوگا

اور اس قول پر اس کے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھر ہٹا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعت مطہرہ کا ہوسکتا ہے ہرگز نہیں **سابعاً** تقدیر ثالث تو خود استحالۂ حاضرہ ہے کہ جب انحراف سعت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفسد نماز ہوا **ثامناً** دنیا میں کوئی سعت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۹۰ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جو فساد نماز کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہوئی اور جو جواز بلکہ اعلیٰ استحباب کی تھی وہ فساد کی ٹھہری اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ ہوگا **تاسعاً** فرض کیجیے ایک شہر مکہ معظمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض تو قطعاً اول کی سعۃ المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھیاسٹھ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمت قبلہ بہت دور والے شہر کی سمت سے ہزارہا میل زیادہ دور تک پھیلی ہو یہ عکس قضیہ معقول و منقول ہے **عاشراً** ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں بہ نسبت دیگر اقوال کے تضییق ہے کہ معظم معمورہ میں سعت ۴۵ درجے سے بھی کم ہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجیے تو اس کی وسعت ظاہر قولین اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ ۶۶-۳۳ کے عرض کا مجموع ستین کے پورے ایک سو اسی درجے ہیں **اقول** والبرھان علیہ تساوی المیل الکلی وتمام عرض البلد فتساوی جیوبھا وفی المثلث الکروی نسب جیوب الزوایا الی جیوب اوتارھا متساویۃ فیتساوی جیوب السعۃ والقائمۃ وبہ یظھر فی الکلام المدقق الرومی فی شرح الجغمینی حیث قال سعۃ المشرق والمغرب تزید بزیادۃ العرض الی ان تبلغ قریبا من الربع مالم یبلغ العرض ربعا اھ بلکہ حسم مناقشہ کے لیے ساٹھ ہی درجے کا عرض لیجیے کہ وہاں سعت ۵۲° ۴۴ ہوا اور فرض کیجیے کہ انحراف جنوبی ۱۰ ۱۷ ۸۶° ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۵۲° ۴۴ شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے قولین اولین کے ظاہر پر تو قبلے کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اس سے بھی گزر کر پیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود بالجملہ اس پر وہ استحالات ہائلہ وارد ہیں جن کا شمار دشوار تو یہ قول اس طور پر نقلاً عقلاً اصلاً قابل قبول نہیں اور خود اسی قدر اس کی غرابت و ناسموعی کو بس تھا کہ تمام کتب معتمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقض ہے ہاں اس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی ضرور صحیح و نجیح ہے وباللہ التوفیق الحمدللہ کہ جہت قبلہ کا کافی وافی شافی صافی بیان اس جلالت شان وایضاح صواب و احاطۂ تحقیق و کشف حجاب کے ساتھ واقع ہوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صلحا ترضہ واجعلنی من التائبین وادخلنی برحمتك فی الصلحین امین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین امین

افادۂ ثانیہ علی گڑھ میں انقلابین کی سعۃ المغرب کیا ہے الحمدللہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہوگئے اور معلوم ہولیا کہ جب تک حدود جہت کے اندر ہے جواز و اباحت ہے حتی الوسع اصابت عین صرف مستحب ہے اب یہ دیکھنا رہا کہ ایام عیدگاہ متنازعہ فیہ کا انحراف حدود جہت کے اندر ہے یا نہیں اس کے لیے اس ظاہری وسعت

اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول پنجم جسے ہم محقق و منقح کر آئے اُس سے بھی تنزل کریں اور راس بین المغربین ہی کی تحدید کو لیں کہ ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فتوی دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس کے لیے اولاً علی گڈھ میں راس الجدی یا راس السرطان کی سعۃ المغرب معلوم کرنی ضرور ہے **فنقول** ا ب ح ء افق علی گڑھ ہے ا ء قوس معدل ہ قطب شمالی ح راس الجدی وقت غروب ہ ح دائرہ میلیہ ر ح میل کلی ۲۳° ۲۷′ ۲″ ا ح سعۃ المغرب مثلث ا ر ح قائم الزاویہ میں زاویہ ا تمام عرض البلد یعنی ۶۲° ۴ہ′ ہے کہ زاویہ تقاطع معدل و افق ہمیشہ تمام عرض بلد ہوتا ہے الا تری ان قیاسہا قوس ط ح و ی سمت راس البلد نکان ی ط ع ضہ و ط ع ضہ و ط ح تمامہ بحکم شکل مغنی جیب میل : جیب تمام عرض :: جیب ا ح مجہول : ع :: بلوگارثم جیب اول ۹٫۵۹۹۸۱۷۰ - جیب دوم ۹٫۹۴۶۲۰۳۲ = جیب سوم ۹٫۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ ۲۶° ۴۶′ تو معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطہ مغرب سے ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے شمال کو اور راس الجدی اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے **افادہ ثالثہ** یہ عیدگاہ نقطہ مغرب سے کس قدر منحرف ہے اب وضوح مقصد میں صرف اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا اگر ثابت ہو کہ اُس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس سب سے تنگ تر قول پر بھی جہت قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز مکروہ تحریمی بتانا اور اُسے ڈھانا فرض ٹھہرانا سب جہل : افترا اس کے ادراک کو عیدگاہ مذکور کی دیوار قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا دریافت کیے پر تحریر آئی کہ ساڑھے بیاسی گز ہے اگر یہ پیمائش اور معترضوں کا وہ دعوی کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے نوّے فٹ جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف معلوم کرنا مشکل نہیں **فاقول** ء نقطہ قطب ہے اور ا ب دیوار قبلہ بحالت موجودہ ب سے ٹھیک سمت ء پر خط ب ح غیر محدود کھینچا اور ب کو مرکز فرض کرکے ا کے بعد پر قوس ا ر ح رسم کی جس نے خط کو نقطہ ح پر قطع کیا تو ب ح اُس حالت پر دیوار ہو گی جس پر معترضین اُسے لانا چاہتے ہیں وتر ا ح وصل کیا کہ حسب بیان معترضین ۹۰ فٹ یعنی ساٹھ ذراع شرعی ہے اور ا ب، ح ب دونوں ضلعیں یعنی نصف قطر کہ ایک مرفوع ہے حسب بیان سائلان ایک سو پینسٹھ[۱۶۵] ذراع شرعی ۱۶۵ : ۶۰ :: ۶۰ : درجات وتر ا ح ۶۰ × ۶۰ = ۳۶۰۰ ÷ ۱۶۵ = ۲۱٫۸۱۸۱۸۱۸ یعنی ۲۱° ۴۹′ الر مقدار وتر ہوئی اُس کا نصف ی ندلہ مد جدول جیب میں اُس کی قوس ی الط تو قوس ا ح یعنی زاویہ ا ب ح = کا نح یعنی اس کی سمت قبلہ قطب شمالی سے دو دقیقے کم اکیس[۲۱] درجے جانب غرب ہے **وبوجہ اٰخر** کہ بیان میں رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سے سمت ء پر خط غیر محدود کھینچا اور ب ح مساوی ا ب قطع کرکے اور بحکم شکل ہشتم بلکہ پنجم و چارم مقالہ اولی زاویہ ب کا منصف ہوا اور بحکم حدود ا ح پر عمود ا ہ حسب بیان معترضان ۳۰ ذراع شرعی ہے تو بحکم شکل نافع لو ۳۰ × ع = ۱۱٫۴۷۷۱۲۱۳ - لو ۱۶۵ یعنی ۲٫۲۱۷۴۸۳۹ = ۹٫۲۵۹۶۳۷۴ لوجیب زاویہ ا ب ہ یعنی ی ند لہ مد - قوس ی الط تو کل زاویہ دہی ۲۰° ۵۸′ ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمالی

---

[۱] زیرا کہ تحویل لوگارثم مذکور بجیب اصل عشری ۱۸۱۸۲ ۰٫۱ و تحویلش بستینی ی ند لہ مد ۱۲ منہ

جانب غرب سے ہے اُتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً ح ۔ ا ب پر اُس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب وشمال پر ر ب خط اعتدال عمود ہے تو ا ب ح ح ب ر قائمتین سے ا ب ر مشترک ساقط کیا ح ب ر برابر ا ب ح کے رہا پس دلائل ساطعہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر قول پر بھی عیدگاہ مذکور پونے چھ درجے سے زیادہ حدود قبلہ میں داخل ہے اور قول محقق ومنقح پر ۲۶ درجے سے بھی زائد اندرونِ حد ہے کما سیظھر ان شاء اللہ تعالٰی یعنی شرعاً جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد حد میں رہتی تو روشن ہوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان وفتوے سب ظلمت جہل واہوا ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی **افادۂ رابعہ علی گڑھ کا قبلہ تقریبی** کتب متداولہ ہیأت میں جو طریقہ معرفت سمت کا لکھا جسے سید المحققین علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر یہاں معرفت سمت یوں ہے۔

ہ مرکز دائرۂ ہندیہ ہے افق علی گڑھ میں ا ح خط اعتدال ل ب خط جنوب وشمال ا ر آنجا کہ علیگڈھ مکہ معظمہ سے شرقی شمالی ہے اور طول مکہ معظمہ مصری طول علی گڑھ عج ومابین الطولین لز نو عرض مکہ کا الہ عرض علیگڈھ الز نو مابین العرضین وکا لہذا نقطتین جنوب وشمال سے نقطہ مغرب کی طرف ل ء ب ح بقدر لز نو لے کر ء ح وصل کیا اور نقطتین شرق ومغرب سے نقطہ جنوب کی طرف ا ح بقدر وکا ر ح ملایا جس نے ء ح کو ط پر قطع کیا ہ سے ط پر گزرتا خط ہ سہ کھینچا کہ سمت قبلہ ہے یعنی نقطہ مغرب سے بقدر قوس ا سہ جانب جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظمہ ہو کتب ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود دائرۂ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اس قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ہ سہ سمت قبلہ ہوئی ہ ف اُس پر عمود گرایا یہ شانۂ راست کی جہت ہوگی تو ء کہ قطب شمالی ہے دہنے شانے سے جانب پشت ہی مائل ہوگا یا یوں سمجھیے ہ قہ دیوار قبلہ بحالت موجودہ ہے اور قہ صہ محاذات قطب سے تفاوت کے فیٹ۔ خیر یہ تو استخراج خط تھا مگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجوں دقیقوں میں اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی **اقول** ر ک یعنی بحکم توازی مرط جیب تفاضل عرض ہے اُس کی مقدار وکا لد ط مربع مولہ ما ب الح ا۔ ح ی یعنی م ہ جیب تفاضل طول مقدار لز نو ء مد مربع الخ م لح لی ی والد نو مجموع مربعین الح لو ہ مط مح ب ر اس کا جذر لز ل لح لط کہ بحکم عروسی مثلث قائم الزاویہ ہ مط میں مقدار و تر ہ ط ہے اب بحکم شکل نافع ہ ط : ع :: مط : جیب م ہ ط مجہول ∴ وکا صح لد مط ÷ لہ ل لح لط منحط = ی نح لد لہ قوس ی لح یعنی دس درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہیے وباللوغارثمیات خط م ہ یعنی فرق طول ۳۷° ۵۶′ کی جیب لوگارثمی ۹٫۷۸۸۶۹۴۴ ∴ لومربع ۹٫۵۷۷۳۸۸۸ یعنی ۱̅٫۵۷۷۳۸۸۸ ∴ مربع ۰٫۳۷۷۹۱۳۳ خط مط یعنی فرق عرض ۶° ۳۱′ کی جیب لوگارثمی ۹٫۰۵۴۹۶۶۱ ∴ لومربع ۸٫۱۰۹۹۳۲۲ یعنی ۲̅٫۱۰۹۹۳۲۲ ∴ مربع ۰٫۰۱۲۸۸۰۵ مجموع مربعین

۳۸ ۹۰۷۹۳ ۰۰۲ لوگارثم ۱۹۴۷۶ ۵۹ ۱۷ لو جذر ۳۸ ۹۵۹۷ ۷۶ ۰: لو مط ۹۶۶۱ ۰۵۴ ۹/ - ۳۸ ۹۵۹۷ ۹/۷ =
۹/۲۵۸۹۹۲۳ قوس وہی ۲۰۸۰۹۰۰ **افادۂ خامسہ** علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی **اقول** ا ب ح ء افق شمالی
علی گڑھ ب نقطۂ مغرب ء معدل النہار ح قطب شمالی ط سمت راس مکہ مکرمہ ح ط ک نصف نہار ا ح ر
نصف نہار علی گڑھ ہ سمت راس علیگڈھ ہ ط ل خط سمت قبلۂ علی گڈھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف
از نقطۂ مغرب بجنوب اُس کی معرفت مقدار کے لیے **اولاً** نقطۂ مغرب سے سمت راس مکۂ معظمہ پر گذرتا
ہوا نصف النہار علی گڑھ پر عمود ب ط م ڈالا کہ سمت راس علی گڑھ ہ سے جنوب گذرا لما ستعرفه ان شاء الله
تعالی م ر عرض موقع العمود ہوا مثلث ط ک ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلیة والمعدل اور سب ضلعیں
ربع سے کم ہیں لان کلا قطعة من ب ر ب م ح ک الارباع اور زاویۂ ب کا قیاس قوس م ر ہے فان کل زاویة
علی کرة من عظیمتین قیاسها قوس غایة الفصل بینهما اور ط ک عرض مکہ ب ک تمام فرق طول ہے تو بحکم ظلی
ظل ب مجہول : ظل ط ک :: ع : جیب ب ک ؞ لو ظل عرض مکہ ۹/۵۹۳۵۴۲۳ - لو حم ما بین الطولین لر نو
۹/۸۹۶۹۲۶۵ = ۹/۶۹۶۶۱۵۸ قوس ابن ظل الو الو لح عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ عرض علی گڑھ الر نو سے بقدر آ ا ط
لب کم ہے لہذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہٹے گا اور ازانجا کہ علی گڑھ بھی شمالی العرض ہے
لو جیب تفاضل لیں اور ازانجا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم بشدت ہے بعض تعدیل ما بین السطرین مساہلت کثیرہ لاتی ہے
اُسے بطریق دقیق نکالیں ۸/۴۱۵۶۶۱۸ یا اسے محفوظ رکھیں **ثانیاً** مثلث ح م ط قائم الزاویہ میں زاویۂ ح کا قیاس قوس
ک ر ما بین الطولین ہے اور ح م تمام عرض عمود سحہ لے لب ؞ ظل ح : ظل ط م مجہول :: ع : جیب ح م ؞ لو ظل
تفاضل طول ۹/۸۹۱۷۶۷۹ + لو حسم عرض عمود ۹/۹۵۲۰۱۳۴ = ۹/۸۴۳۷۸۱۳ = ظل ط م **ثالثاً** مثلث ط م ہ
قائم الزاویہ میں زاویۂ ہ کا قیاس قوس ا ل ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطۂ جنوب سے غروب کو اور ظل زاویہ ہ مجہولہ : ظل ط م ::
ع : جیب ہ م محفوظ ؞ ۹/۸۴۳۷۸۱۳ - ۸/۴۱۵۶۶۱۸ = ۱۱/۴۲۸۱۱۹۵ جدول ظل میں اس کی قوس ثونہ اُس کا
تمام ب ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی دو درجے آٹھ دقیقے نقطۂ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبۂ معظمہ
کے مواجہ ہوں **وبوجہ اٰخر** فرق الطول لر نو کی جیب ۹/۷۸۸۶۹۴۴ + لو جم عرض حرم محترم یح لہ ۹/۹۶۸۹۲۶۲
= ۹/۷۵۷۶۲۰۶ قوسہ لرند لے تمامها نہ ہ الف محفوظ اول جیبش ۹/۹۱۳۸۳۸۴ ؞ لو ج عرض مکہ مکرمہ ۹/۵۹۲۴۶۸۵ -
لو ج محفوظ اول = ۹/۶۴۸۶۳۰۱ قوسہ الو الو لح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڈھ سہ = مح ل لے محفوظ سوم جیبہ ۹/۹۹۸۵۲۴
+ لو ج محفوظ اول = ۹/۹۱۳۶۹۱ قوسہ نہ ح ہ محفوظ چہارم تمامہ لر نو مح بعد علی گڈھ از مکہ معظمہ یعنی تقریباً ۲ ہزار چار سو میل کا
فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب ۹/۷۵۷۹۲۲۹ ؞ لو حم محفوظ اول ۹/۷۵۷۶۲۰۶ - لو ج بعد = ۹/۹۹۹۶۹۷۷ قوسہ فر نہ
تمامہا ب ح وہی دو درجے آٹھ دقیقے جنوب کو آئے وذلک ما اردناہ ان کو انحراف دیوار کے نخ سے تفریق کیا تو قبلۂ تحقیقی سے

صرف مح ۹ انصراف رہا اسے ۵۴° سے کم کیا باقی الوی یعنی ابھی چھبیس درجے سے بھی کچھ زیادہ اور انحراف ہوتا ہے جب بھی حدود قبلہ کے اندر تھی یا یوں سمجھیے کہ قبلہ حقیقی قطب شمالی سے دو درجے ۸ دقیقے غرب کو ہے اور قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے تک انحراف روا تو قطب سے ۴۷° ۸' ہوگا ۸ دقیقے چھوڑ کر ۴۷ ہی درجے انحراف رکھیے (شکل) میں وتر ا ح کی مقدار ۳۸۸۸۹۸۴۸، ۴۷° کہ ۲۳° ۳۰ کی جیب نحے نہ الطوں نو ہے اعشاریہ میں کسور درجہ کی تحویل سے ۱۴ ۴۴ ۴۹ ۹۲، ۳°۲۳ ہوئی جس کا دو چند یہ وتر ہے اور ضلع ا ب کی ۱۶۵ ذراع شرعی ہے = ۹۰° پس تناسب یہ ہوا ۹۰° : ۱۶۵ :: ۳۸۸۸۹۸۴۸، ۴۷° : مجہول ∴ سطح وسطین ۲۳۱۵۶۹۵، ۶۸۹۵ ÷ ۹۰ = ۱۳۱،۵۸۶ یہ ا ح کے ذراع شرعی ہوئے ۱½ میں ضرب دیے سے ۱۹۷،۴ فٹ آئے یعنی نوے فٹ یہ اور ۱۰۷ فٹ اور یہ جملہ ۱۹۷ فٹ بھی اگر یہ دیوار قطب شمالی سے پھری ہوتی حدود سے باہر نہ تھی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالی ولی التوفیق **تنبیہ** قول محقق و منقح کہ کعبہ معظمہ کے دونوں جانب ۴۵ درجے تک انحراف روا ہے اس پر عمل قبلہ تحقیقی برہانی نکال کر کرنا چاہیے کہ طریق تقریبی میں خود کئی کئی درجے کا تفاوت آتا ہے اب یہیں دیکھیے کہ ۸ درجے بیس دقیقے کا تفاضل ہے واللہ الہادی الی الصواب الحمد للہ کہ اس تحریر میں افادہ اولی غایت نفع و افاضت پر واقع ہوا مناسب اس کے لحاظ سے اس کا تاریخی نام **هداية المتعال فی حد الاستقبال** (۱۳۲۴) ہو کہ اس کی تصنیف اواخر ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی اور اگر یہ لحاظ کریں کہ تبییض میں اوائل محرم ۱۳۲۵ھ کی تاریخیں آئیں گی تو حد الاستقبال کے عوض جہۃ الاستقبال کہنا مناسب وصلی اللہ تعالی علی سیدنا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

باب اماکن الصلوۃ

مسئلہ ۶: از شہر کہنہ ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز مسجد کی در میں جائز نہیں ہے چاہے اکیلا ہو چاہے امام ہو عمرو کہتا ہے کہ در میں بلا کراہت جائز ہے اکیلا ہو یا امام البتہ صفوں کا دروں میں قائم کرنا مکروہ ہے یا مسجد کے محراب میں اکیلا ہو یا امام اس مسئلہ میں زید کا قول سچا ہے یا عمرو کا بینوا توجروا حکم اللہ اور نقشہ مسجد کا واسطے ملاحظہ کے لکھ دیا ہے۔

الجواب

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا در میں کھڑا ہونا یہ بھی مکروہ مگر اسی طرح کہ پاؤں باہر اور سجدہ در میں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ در کی کرسی بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چارگرہ سے زیادہ اونچی ہوئی تو سرے سے نماز ہی نہیں ہوگی اور چارگرہ یا کم بلندی ممتاز ہوئی تو کراہت سے خالی نہیں اور بے ضرورت مقتدیوں کا در میں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ یہ باعث قطع صف ہے اور قطع صف ناجائز ہاں اگر کثرت جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لیے مقتدی در میں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں یونہی اگر مینہ کے باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات رہا اکیلا اس کے لیے ضرورت بے ضرورت محراب میں در میں مسجد کے کسی حصہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا درمختار میں ہے کرہ قیام الامام فی المحراب لاسجودہ فیہ وقدماہ خارجہ لان العبرۃ للقدم ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے فی الولوالجیۃ وغیرھا اذا لم یضق المسجد بمن خلف الامام لاینبغی لہ ذلک لانہ یشبہ تباین المکانین انتہی یعنی وحقیقۃ اختلاف المکانین تمنع الجواز فشبہۃ الاختلاف توجب الکراھۃ والمحراب وان کان من المسجد فصورتہ وھیأتہ اقتضت شبہۃ الاختلاف اھ ملخصا اُسی میں معراج الدرایہ سے ہے حکی الحلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم اُسی میں کتاب مذکور سے ہے الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین تنویر الابصار میں ہے لوکان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار لبنتین منصوبتین جاز وان اکثر لا درمختار میں ہے مقدار ارتفاعھما نصف ذراع ثنتا عشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی ردالمحتار میں ہے قولہ جاز سجودہ الظاھر انہ مع الکراھۃ لمخالفتہ للماثور من فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنن ابن ماجہ میں ہے عن معویۃ بن قرۃ عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نھی ان نصف بین السواری علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونطرد عنھا طردا یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دوستونوں کے بیچ میں صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے۔ مسند امام احمد وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی وسنن نسائی وصحیح حاکم میں ہے عن عبد المجید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس فصلینا بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نتقی ھذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی ایک تابعی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دوستونوں میں نماز پڑھنی ہوئی انس بن مالک نے فرمایا ہم زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قبیل باب الصلاۃ الی الراحلۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا لاتصفوا بین الاساطین واتموا الصفوف ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کرو اور اسکی

وجہ قطع صف ہے اگر تینوں دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صف کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کردے اور اگر بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دیے جب بھی قطع صف ہے کہ صف ناقص چھوڑ دی کاٹ دی پوری نہ کی اور اُس کا پورا کرنا لازم ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتموا الصفوف اور اگر اس وقت اور زائد لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان مہیا کرنا ہے اور وہ بھی ممنوع ہے قال اللہ تعالٰی تلک حدود اللہ فلا تقربوھا اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صف نہ سمجھنا محض خطا ہے علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اُس میں قطع صف ہے صحیح بخاری میں ہے الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ امام علامہ محمود عینی کہ اجلۂ ائمۂ حنفیہ سے ہیں اُس کی شرح میں فرماتے ہیں قید بغیر جماعۃ لان ذلک یقطع الصفوف وتسویۃ الصفوف فی الجماعۃ مطلوبۃ بعینہ اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہما میں ہے نیز فتح الباری میں محب طبری سے ہے محل الکراھۃ عند عدم الضیق عمدۃ القاری میں ابن حبیب سے ہے لیس النھی عن تقطیع الصفوف اذا ضاق المسجد وانما نھی عنہ اذا کان المسجد واسعا اُسی میں ہے قال مالک فی المدونۃ لاباس بالصلاۃ بینھما لضیق المسجد اھ ثم ذکر قول ابن حبیب اول ولا یخفی انہ مستقیم علی قواعد مذھبنا درمختار میں ہے ھذا کلہ عند عدم العذر کجمعۃ وعید فلو قاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ عمدۃ القاری میں ہے اذا کان منفردا لاباس فی الصلاۃ بین الساریتین اذا لم یکن فی جماعۃ اس بیان سے واضح ہوا کہ زید وعمرو دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید نے در میں نماز ناجائز بتائی یہ زیادت ہے ناجائز نہیں ہاں امام کو مکروہ ہے یوہیں منفرد کا اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ معظمہ میں تشریف لے گئے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی کما ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنہم عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلاکراہت جائز ماننا صحیح نہیں یوہیں منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جاننا کہ یہاں جو وجوہ کراہت علماء نے لکھے ہیں یعنی شبۂ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال امام یا تشبہ اہل کتاب ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لیے متحقق نہیں۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ — از دہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسئولہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی، شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم اسلام حصہ ۲ کے صفحہ ۵ پر جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر ہیں اس میں تفصیلی بحث چاہتا ہوں آج کل اس کی جملہ مسائل کی اہل اسلام کو سخت ضرورت ہے جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے ج چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہوکر پڑھ سکے چکر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہوکر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نمازی کا

مونھ قبلہ کی طرف نہ رہے تو فوراً قبلہ کی طرف پھر جانا چاہیے ورنہ نماز نہ ہوگی بلفظہٖ اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا ایک حکم ہے یا فرق ہے بینوا توجروا

الجواب

فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنت فجر چلتی ریل میں نہیں ہوسکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور وقت نکلتا دیکھے پڑھ لے پھر بعد استقرار اعادہ کرے تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہو ان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر ولہذا دابہ پر بلاعذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دابہ تابع زمین نہیں ولہذا گاڑی پر جس کا جوا بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہ ہوا ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اُترنا میسر ہو کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عند التحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور یہ کنارے پر اُتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی کہ اُس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہوسکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں بخلاف کشتی رواں جس سے نزول میسر نہ ہو کہ اُسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر لہذا سیر و وقوف برابر لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہوجائے گی انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لیے روکی جاتی ہے اور نماز کے لیے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے درمختار میں ہے لوصلی علی دابۃ فی شق محمل وھو یقدر علی النزول بنفسہ لاتجوز الصلاۃ علیہا اذا کانت واقفۃ الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحتہ خشبۃ واما الصلوۃ علی العجلۃ ان کان طرف العجلۃ علی الدابۃ وھی تسیر اولا تسیر فھی صلاۃ علی الدابۃ فتجوز فی حالۃ العذر المذکور فی التیمم لا فی غیرھا وان لم یکن طرفۃ العجلۃ علی الدابۃ جاز لو واقفۃ لتعلیلھم بانھا کالسریر ھذا کلہ فی الفرض والواجب بانواعہ وسنۃ الفجر بشرط ایقافھا للقبلۃ ان امکنہ والا فبقدر الامکان لئلا یختلف بسیرھا المکان واما فی النفل فتجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا خود ردالمحتار میں ہے الحاصل ان اتحاد المکان شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لا یسقط الا بعذر فلو امکنہ الایقاف فلا کلام فی لزومہ لما ذکرہ الشارح من العلۃ اُسی میں ہے الفرض والواجب بانواعہ لایصح علی الدابۃ الا ضرورۃ فیومی علیہا بشرط ایقافھا ان امکنہ واذا کانت تسیر لاتجوز الصلاۃ علیہا اذا قدر علی ایقافھا والا بان کان خوفہ من عدو یصلی کیف قدر کما فی الامداد وغیرہ اھ اقول فثبت ان المانع شیئان الاول کون الصلاۃ علی الدابۃ ولو بواسطۃ عجل طرفھا علی دابۃ والثانی السیر واختلاف المکان الا تری انھم اوجبوا الایقاف وابطلوا بالسیر الا لمن یخاف فلو لم یکن المانع الا الاول فقد وجد عذر یبیح الصلاۃ علی الدابۃ لکان واجبا ان تجوز من دون فرق بین سیر ووقوف لکنھم فرقوا فتبین ان السیر بنفسہ مفسد الا بعذر یمنع الایقاف ولا یکفی مجرد عذر یمنع النزول لا الایقاف فان کانت العجلۃ کلھا علی الارض وجرھا دابۃ بحبل فھھنا

انما فقد المانع الاول دون الثانی فوجب الفساد الابعذر فلا نظر الی ما اراوش استنباطه من مفهوم لیس علی عادة ذلك الزمان بمفهوم فافهم وتثبت نیز اُسی میں غنیہ سے ہے ہذا بناء علی ان اختلاف المکان مبطل مالم یکن لاصلاحها اُسی میں بحوالہ بحرالرائق فتاوی ظہیریہ سے ہے ان جذبته الدابة حتی ازالته عن موضع سجوده تفسد اُسی میں ہے ظاہر مافی الملتقی وغیرها الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولا وصرح فی الایضاح بمنعه فی الثانی حیث امکنه الخروج الحاقا لها بالدابة نھر واختاره فی المحیط والبدائع بحر وعزاه فی الامداد ایضا الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم به فی نور الایضاح وعلی ھذا ینبغی ان لاتجوز الصلاة فیها سائرة مع امکان الخروج الی البر وھذه المسألة الناس عنها غافلون شرح المنیہ فتح القدیر میں ہے فی الایضاح فان کانت موقوفة فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما جاز لانها اذا استقرت علی الارض فحکمها حکم الارض فان کان مربوطة ویمکنه الخروج لم تجز الصلاة فیها لانها اذا لم تستقر فھی کالدابة انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانها حینئذ کالسریر محیط امام سرخسی پھر فتاوی ہندیہ میں ہے لوصلی فیها فان کانت مشدودة علی الجد مستقرة علی الارض فصلی قائما اجزاه وان لم یکن مستقرة ویمکنه الخروج عنها لم تجز الصلاة فیها اھ اقول واطلاق الھدایة واجب الحمل علی ھذه النصوص الصریحة المقیدة وکم له من نظیر کما صرح به الحبر الغفیر۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالت مجبوری ومعذوری میں بیٹھ کر پڑھی گئیں جیسے سفرحج میں جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خوف جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں اُن کا اعادہ حالت قرار واقامت میں واجب ولازم وضروری ہے یا نہیں نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شغدف وغیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بڈھے آدمی کو اتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خوف جان ومال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالت طغیانی میں جہاز پر بیٹھ کر مجبوراً پڑھی گئیں اُن سب کا اعادہ بصورت اقامت واطمینان کرنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اُن کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

صِفَةُ الصَّلَاة

مسئلہ — از خیرآباد مرسلہ شیخ حسین بخش صاحب رضوی فاروقی ۲۹ رجب ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند عالمان شرع شریف وحاکمان صدرنشین دارلطیف دریں امر کہ بمذہب حنفیہ لطیفہ مردمان بحکم حدیث دستہا زیر ناف می بندند وزنان بالائے ناف می بندند آیا ایں عمل دست بندی زناں حین نماز موافق شرع نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است یانہ یا اتفاق علمائے کرام ومفتیان عظام است اگر از احادیث رسول انام علیہ الصلٰوۃ والسلام ثابت است یا باتفاق امامان حنفیان رائج است برایں استفتا مہر ودستخط بحوالہ کتاب ثبت نمایند واجور مہنی از خدائے تعالٰی شانہ یابند بینوا توجروا بحوالۃ الکتاب بجواب الصواب۔

الجواب

زناں را نزد حنفیہ کرام عمھم اللہ باللطف والاکرام حکم آنست کہ دست در نماز برسینہ بندند وایں مسئلہ باتفاق ائمہ ما ثابت است جمِ غفیر از علما در تصانیف خودہا بروبے حکایت خلافے تنصیص کردہ اند علامہ محمد ابن محمد ابن محمد الشہیر بابن امیر الحاج الحلبی رحمہ اللہ تعالٰی در شرح منیہ فرمود الموضع الثالث فی محل الوضع فقال اصحابنا محلہ تحت السرۃ فی حق الرجل والصدر فی حق المرأۃ ملخصا ونیز فرمود والمرأۃ تضعھما علی صدرھا کما قال الجم الغفیر لاجرم علامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالٰی درغنیہ ایں مسئلہ را متفق علیہا گفت وحدیث اگر بموافقت معلوم نیست بمخالفت ہم وارد نیست ومن ادعی فعلیہ البیان ولہٰذا محقق حلبی درحلیہ فرمود ثم انما قلنا ان المرأۃ تضع یمناھا علی یسرھا علی صدرھا لانہ استرلھا فیکون ذلک فی حقھا اولی لما عرف من ان الاولی اختیار ما ھو استرلھا من الامور الجائزۃ کل منھا لھا من غیر منع شرعی عنہ وخصوصا فی الصلٰوۃ ایں است انچہ دربادی النظر رونماید وانما اقول وباللہ التوفیق میرسد کہ ایں مسئلہ را بحدیثے جید الاسناد رنگ اثبات دہیم تقریرش آنچناں کہ در محل وضع از سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دوصورت مروی است یکے زیر ناف بستن دررو ئے احادیث عدیدہ وارد است اجلھا ماروی ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلاۃ تحت السرۃ امام علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالٰی در تخریج احادیث اختیار شرح مختار فرماید سندہ جید ورواتہ کلھم ثقات دوم برسینہ نہادن ودریں باب ابن خزیمہ را حدیثے است در صحیح خودش ہم از وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسری علی صدرہ وازانجا کہ تاریخ مجہول است وہر دو روایت ثابت ومقبول ناچار کار بترجیح افتاد چوں نیک نگریم مبنائے ایں امر بلکہ تمامہ افعال صلاۃ بر تعظیم است ومعہود ومعلوم عند التعظیم دست زیر ناف بستن است ولہٰذا امام محقق علی الاطلاق در فتح فرماید فیحال علی المعھود من

وضعها حال قصد التعظیم فی القیام والمعهود فی الشاهد منه تحت السرة پس دربارۂ مرداں روایت ابن ابی شیبہ راجح تر آمد و در امر زناں شرع مطہر را کمال نظر بر ستر و حجاب است ولہذا فرمودند خیر صفوف الرجال اولها وشرها اخرها وخیر صفوف النساء اخرها وشرها اولها اخرجه الستة الا البخاری عن ابی هریرة والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة وعن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهم وفرمودند صلاة المرأة فی بیتها افضل من صلاتها فی حجرتها وصلاتها فی مخدعها افضل من صلاتها فی بیتها اخرجه ابوداؤد عن ابن مسعود والحاکم عن ام سلمة رضی الله تعالٰی عنها بسند صالح وعبداللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اخّروهن من حیث اخرهن الله اخرجه عبدالرزاق فی المصنف ومن طریقه الطبرانی فی المعجم و زناں را حکم شد کہ در سجدہ بزمین چسپند با آنکہ سنت در مرداں خلاف آنست ابوداؤد فی المراسیل عن یزید بن حبیب ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی بعض الارض فان المرأة لیست فی ذلك کالرجل ویروی موصولا بوجهین قال البیهقی هو احسن منهما و سنت مرایشاں را تورک شد رواه الامام ابوحنیفة عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما وفی الباب عن علی کرم الله تعالٰی وجهه قال اذا صلت المرأة فلتحتفز قال الجوهری تتضام اذا جلست واذا سجدت و اگر جماعت خواہند امام آنہا میاں آنہا ایستد قال الامام محمد فی الاٰثار اخبرنا ابوحنیفة عن حماد بن ابی سلیمٰن عن ابراهیم النخعی ان عائشة رضی الله تعالٰی عنها کانت تؤم النساء فی شهر رمضان فتقوم وسطا عبدالرزاق فی المصنف والدار قطنی ثم البیهقی فی سننهما واللفظ لعبدالرزاق عن ریطة الحنفیة ان عائشة رضی الله تعالٰی عنها امتهن و قامت بینهن فی صلاة مکتوبة وفی الباب عن ام سلمة وابن عباس رضی الله تعالٰی عنهم ویروی فیه حدیث مرفوع لیس بذلك بالجملہ زناں را عورتے مستورہ داشتہ اند و بنائے کار آنہا بر ستر نہادہ الترمذی بسند حسن عن ابن مسعود رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم المرأة عورة و شک نیست کہ در حق آنہا دست بر سینہ بستن استر و اقرب بحیاست از دست زیر ناف نہادن و تعظیم نیز در ایشاں ہم بتستر و احتجاب باشد اذ لا تعظیم الا بالادب ولا ادب الا بالحیاء ولا حیاء الا بالتستر پس درباب زناں حدیث ابن خزیمہ ارجح برآمد و ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیثے جید استناد دارد و اصحاب ما ہر دو جا بحدیثے و ترجیح عمل فرمودہ اند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بہر دو وجہ از نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منقول علمائے ما در مرداں نصب یمنی و جلوس علی یسری اختیار کردند لانه اشق وافضل الاعمال احمزها و در زناں بتورک رفتند لانه استر وایسر ومبنی امرهن علی الستر والیسر بخلاف مسلك شافعیة ومن وافقهم کہ دست بر شکم بستن است نہ بر سینہ کما فی المنهاج والمیزان وغیرهما کہ ہرگز دریں باب حدیثے یافتہ نمی شود و خود ائمہ ایشاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم در خلاصہ و منہاج و امام و بلوغ المرام حدیثے موید مذہب خودشاں نیاوردند جز حدیث ابن خزیمہ و من فقیر در عجبم از استدلال ایشاں بآنچہ ساسے ندارد بمذہب ایشاں کہ در تحت الصدر و علی الصدر فرقے ہست کہ پیدا است وقد فصلنا الکلام فی محل اٰخر وفی ما ذکرنا کفایة لمن امعن النظر والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشت شہادت سے التحیات میں اشارہ کیسا ہے اور ہمارے فقہا سے ثابت ہے یا نہیں ـ بینوا توجروا

الجواب

اخرج مسلم فی صحیحہ عن سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال فیہ وضع (یرید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کفہ الیمنی علی فخذہ الیمنی وقبض اصابعہ کلہا واشار باصبعہ التی تلی الابہام یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دہنا ہاتھ دہنی ران پر رکھا اور سب اُنگلیاں بند کرکے انگوٹھے کے پاس کی اُنگلی سے اشارہ فرمایا واخرج ابن السکن فی صحیحہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاشارۃ بالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھار دار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے وعنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضاً عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھی مذعرۃ للشیطان یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے واخرج ابوداود والبیھقی وغیرھما عن سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عقد فی جلوس التشھد الخنصر والبنصر ثم حلق الوسطٰی بالابہام واشار بالسبابۃ یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اُس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی اُنگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا و بمعناہ اخرج ابن حبان فی صحیحہ اور اس باب میں احادیث وآثار بکثرت وارد ہمارے محققین کا بھی یہی مذہب صحیح ومعتمد علیہ ہے صغیری میں ملتقط وشرح ہدایہ سے اُس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولٰینا کمال الدین محمد بن الہمام وعلامہ ابن امیر الحاج حلبی وفاضل بہنسی وباقانی وملا خسرو وعلامہ حسن شرنبلالی وفاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر نے اعتماد فرمایا اور انھیں کا صاحب درمختار وفاضل مدقق علاء الدین حصکفی وفاضل اجل سید احمد طحطاوی وفاضل ابن عابدین شامی وغیرہم اجلہ نے اتباع کیا علامہ بدر عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحب محیط وملا قہستانی نے سنت کہا ففی الدرالمختار لکن المعتمد ماصححہ الشراح ولاسیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبہنسی والباقانی وشیخ الاسلام الجد وغیرھم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن درر البحار وشرحہ غرر الافکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر الخ وفی الشرنبلالیہ عن البرہان الصحیح انہ یشیر الخ واحترز بالصحیح عما قیل لایشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ الخ وفی العینی عن التحفۃ الاصح انہا مستحبۃ وفی المحیط سنۃ انتہی ملتقطا اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں ائمہ کرام سے روایتیں وارد جس نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اُس میں عدم روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض ناواقفی یا خطائے بشری پر مبنی تھا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کتاب المشیخۃ میں دربارہ اشارہ ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرکے فرماتے ہیں فنصنع ما صنع النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ونصنع ما صنعہ وھو قول ابی حنیفۃ وقولنا ذکرہ العلامۃ الحلبی فی الحلیۃ عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے ابوحنیفہ کا اور ہمارا ویروی عنہ رحمہ اللہ تعالٰی ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ اثرہ العلامۃ عن الذخیرۃ وشرح الزاھدی صاحب القنیۃ یعنی پھر امام محمد نے فرمایا اشارہ کرنا میرا قول ہے اور قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا حلیہ مذکورہ اور کبیری اور ردالمحتار میں اسے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا یہاں تک کہ شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی ھو منقول عن ائمتنا الثلثۃ اور اسی میں ہے ھذا ما اعتمدہ المتأخرون لثبوتہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالاحادیث الصحیحۃ ولصحۃ نقلہ عن ائمتنا الثلثۃ فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارۃ) خلاف الدرایۃ والروایۃ وفیہ عن القھستانی وعن اصحابنا جمیعا انہ سنۃ فیحلق ابھام الیمنی ووسطاھا ملصقا راسھا براسھا ویشیر بالسبابۃ کبیری میں ہے قبض الاصابع عند الاشارۃ وھو المروی عن محمد فی کیفیۃ الاشارۃ وعن کثیر من المشائخ انہ لایشیر اصلا وھو خلاف الدرایۃ والروایۃ فعن محمد ان ماذکرہ فی کیفیۃ الاشارۃ ھو قولہ وقول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ملخصا اور اسی طرح محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید بعد اس کے اگر کتب متاخرین مثل تنویر الابصار و والوالجیہ وتجنیس وخلاصہ وبزازیہ وواقعات وعمدۃ المفتی ومنیۃ المفتی وتبیئین وکبری ومضمرات وہندیہ وغیرہا عامہ فتاوٰی میں عدم اشارہ کی ترجیح وتصحیح منقول ہو تو قابل اعتماد نہیں ہوسکتی علما نے ان اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلاف عقل ونقل ٹھہرایا کما سمعت مرارا۔ والحمد للہ لیلا ونہارا وجہرا واسرارا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ ـ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا۔ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے فرمایا اور مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا نہیں مکمل ارشاد فرماکر مشکور وممنون فرمائیے۔ فقط

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہرگز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے نہ احادیث میں اس کی مدت مذکور ہاں حدیثیں اس کے فعل وترک دونوں میں وارد ہیں سنن ابی داؤد وسنن نسائی وجامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے ہے جس کے رجال صحیح مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی قال الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد یعنی انھوں نے فرمایا کیا میں تمھیں خبر نہ دوں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے یہ کہہ کر

نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھائے پھر نہ اُٹھائے ترمذی نے کہا حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء منجملہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتابعین کرام وامام سفیان وعلمائے کوفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا۔ مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے حدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لایرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوۃ ثم لایعود لشیئ من ذلک یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اُٹھاتے امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدثنا ابوبکرۃ حدثنا مؤمل ثنا سفیان عن المغیرۃ قال قلت لابراھیم حدیث وائل انہ رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلاۃ واذا رکع واذا رفع راسہ من الرکوع فقال ان کان وائل رأہ مرۃ یفعل ذلک فقد رأہ عبداللہ خمسین مرۃ لایفعل ذلک یعنی مغیرہ کہتے ہیں میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انھوں نے حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ کیا ہوا کہ میں تمھیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمھارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا اور حاظر مبیح پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیہ کو اُن کی تقلید چاہیے شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ کی پیروی کریں کوئی محل نزاع نہیں ہاں وہ حضرات کہ تقلید ائمہ دین کو شرک و حرام جانتے ہیں اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعدا اپنے لیے منصب اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین واثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعۂ شہرت وناموری سمجھتے ہیں اُن کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دُور رہنا چاہیے مانا کہ احادیث رفع ہی مرجح ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امر مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا نہ کیا تو کچھ بُرائی نہیں مگر مسلمانوں میں فتنہ اٹھانا دو گروہ کر دینا نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا اللہ عزوجل فرماتا ہے والفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے خود ان صاحبوں میں بہت لوگ صدہا گناہ کبیرہ کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ھدایت فرمائے آمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از اُجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں یہ میں نے کعبۃ اللہ میں دیکھا اس کی کیا وجہ ہے اور مذہب حنفیہ میں چار انگشت کے فاصلہ پر ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہیے بینوا توجروا۔

الجواب

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہیے یہی ادب اور یہی سُنّت ہے اور یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول ہے قال فی رد المحتار ینبغی ان یکون بینہما مقدار اربع اصابع الید لانہ اقرب الی الخشوع ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انہ کان یفعلہ کذا فی الکبری اھ **اقول** بل فی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی یسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع لانہ اقرب الی الخشوع اھ قال السید الطحطاوی فی حاشیۃ نص علیہ فی کتاب الاثر عن الامام ولم یحک فیہ خلافا اھ امام علامہ ابو یوسف اردبیلی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتمدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی حیث قال یکرہ الصاق القدمین ویستحب التفریق بینہما بقدر اربع اصابع ہاں سیدی علامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا حاشیہ الکمثری علی الانوار میں ہے قولہ بقدر اربع اصابع لعلہا متفرقۃ لان فی شرح الروض بقدر شبر مگر ایک ہاتھ کا فرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرا نہ کسی طرح قابل قبول ہوسکتا ہے کہ بداہۃً طرز و روش ادب وخشوع سے جدا ہے جن شافعیہ نے ایسا کیا غالباً کوئی عذر ہوگا یا شاید ناواقفی کی بنا پر کہ مکہ معظمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال وافعال علما کا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اٹھیں یا نہیں درصورت مخالفت نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد۔ بینوا توجروا۔

الجواب

رکوع میں قدر واجب تو اسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اس کا درجہ کمال وطریقہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وہ عبث و بیجا میں داخل ہوجائے گا فی الحاشیۃ الشامیۃ فی حاشیۃ الفتال عن البرجندی ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبھتہ قدام رکبتیہ لیحصل الرکوع اھ قلت ولعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصل طأطأۃ الراس ای مع انحناء الظھر تامل انتھی اور نماز میں جو ایسا فعل کیا جائے گا لا اقل ناپسند و مکروہ تنزیہی ہوگا وفی الدر المختار ویکرہ ترک کل سنۃ انتھی ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مرسلہ محمود حسین ۵ محرم الحرام ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز کھڑے ہوکر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا لیکن اس قدر طاقت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر باندھ لیوے اور باقی نماز بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ ادا کرسکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہوکر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کرلے دوسری شق میں نماز اُس کی ادا ہوجائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہوکر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے یہی صحیح ہے بلکہ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے اس کا خلاف اصلاً منقول نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے ان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدر مایقدر ولو قدر اٰیۃ او تکبیرۃ علی المذہب لان البعض معتبر بالکل تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامۃ الزیلعی میں ہے ولو قدر علی بعض القیام دون تمامہ بان کان قدر علی التکبیر قائما او علی التکبیر وبعض القراءۃ فانہ یؤمر بالقیام ویاتی بما قدر منہ ثم یقعد اذا عجز خانیہ میں ہے ولو قدر علی ان یکبر قائما ولا یقدر علی اکثر من ذلک یکبر قائما ثم یقعد غنیہ شرح المنیہ للعلامۃ ابراہیم الحلبی میں ہے لو قدر علی بعض القیام لاکلہ لزمہ ذلک القدر حتی لوکان لایقدر الا علی قدر التحریمۃ لزمہ ان یحرم قائما ثم یقعد خلاصہ وغیرہ میں ہے قال سراج الائمۃ الحلوانی ہو المذہب الصحیح بحرالرائق پھر حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے لایروی عن اصحابنا خلافہ پس اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی لقول الغنیۃ لزمہ وقول الدر لزوما مع قول العلامۃ الشرنبلالی عبرت باللزوم لکونہ اقوی لان ہذا یفوت الجواز بفوتہ الخ ولقول المحقق العلائی وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ تحقیق حق القا کرے علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہرگز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرط نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل تو جبکہ تحریمہ کے لیے قیام کرسکتا ہے اور نہ کیا شرط تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذا فات الشرط فات المشروط درمختار میں شرح الوہبانیہ للعلامۃ حسن بن عمار سے ہے شروط لتحریم خطیت بجمعہا ؛ مہذبۃ حسنا ملی الدہر تزہر ؛ دخول لوقت واعتقاد دخولہ وستر وطہر والقیام المحرر۔ ردالمحتار میں ہے المحرر بان لاتنال یداہ رکبتیہ کما مر فلو ادرک الامام راکعا فکبر منحنیا لم تصح تحریمتہ اھ شرح التنویر للعلائی میں ہے من فرائضہا التی لاتصح بدونہا التحریمۃ قائما حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے قولہ قائما ہو احد شروطہا العشرین الآتیۃ آج کل بہت جہال ذراسی بے طاقتی مرض یا کبرسن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اوّلاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہوکر ادا کرسکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت وتکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ وہی لوگ جنھوں نے بحیلہ ضعف ومرض فرض بیٹھ کر پڑھے وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ

اُتنی دیر میں رکعت دس بارہ ادا کرلیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔ کافی شرح وافی میں ہے ان لحقہ نوع مشقۃ لم یجز ترك القیام **ثانیًا** مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی و آرام طلبی پر مبنی نہ ہو بظن غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقینًا طاقت رکھتے ہیں تو اُن پر فرض تھا کہ جتنی قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہوکر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبۂ ظن کی حالت پیش آتی بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا اب بھی ان کی نماز کا مفسد ہوا۔ **ثالثًا** ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار پر تکیہ لگا کر کُل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کرسکے بجالائے کل تو کل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی فقد مر من الدر ولو متکئا علی عصا او حائط تبیین الحقائق میں ہے لوقدر علی القیام متکئا الصحیح انہ یصلی قائما متکئا ولا یجزیہ غیر ذلك وکذلك لوقدر علی ان یعتمد علی عصا او علی خادم لہ فانہ یقوم ویتکئ یہ سب مسائل خوب سمجھ لیے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام وتحقیق تمام ہمارے فتاوی میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور واہم کہ آج کل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیان علم بھی ان احکام کا خلاف کرکے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب گناہ تارک الصلاۃ ہوتے ہیں وباللہ العصمۃ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ـــ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ الحمدللہ کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اُس پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں پڑھنا ناجائز ہے اس لیے کہ ضم سورت واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہوا فصل ہوگیا یہ قول ان کا کیسا ہے۔

الجواب

ہمارے علمائے محققین رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین کتب معتمدہ میں روشن تصریحیں فرمارہے ہیں کہ ابتدائے سورت پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی مطلقًا مستحب و مستحسن ہے خواہ نماز سریہ ہو یا جہریہ اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالی عنہم میں سے کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خوب و بہتر جانتے ہیں اختلاف صرف سنیت میں ہے کہ جس طرح سر فاتحہ پر بسم اللہ شریف بلاشبہہ سنت ہے یوں ہی سر سورت پر بھی سنت ہے یا مستحب امام محمد کے نزدیک سریہ میں سنت ہے محیط و مضمرات و عتابیہ و مستصفی وغیرہا میں اسی کی تصحیح فرمائی اور مذہب امام نفی استنان ہے اور اسی پر فتوی اور یہی کلمات متون لایاتی ولا یسمی سے مراد بہرحال اس کی خوبی و حُسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید و عمرو کو اپنی رائے لگانے اور اتفاق ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش اور وہ بات بھی تو کچھ ٹھکانے کی ہو جس نے چند حرف فقہ کے پڑھے یا کسی عالم کی صحبت پائی وہ خوب جانتا ہے کہ ضم سورت جو واجب ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خاص سورت ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ

بعد فاتحہ وسط سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا ناجائز وموجب ترک واجب ٹھہرے کہ سورت بمعنی معروف کا ملانا اُس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآن عظیم کی بعض آیات ملانا ہے کہ خواہ سورت ہو یا نہ ہو بسم اللہ شریف خود ایک آیت قرآن عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآن عظیم ہی کا ملانا ہوا نہ کسی غیر کا جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں اُنھیں احکام شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے۔ اب تصریحات علمائے کرام سُنئے درمختار میں ہے (لا) تسن (بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا) ولو سریۃ ولا تکرہ اتفاقا ردالمحتار میں ہے صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ المقرؤۃ سرا او جہرا کان حسنا عند ابی حنیفۃ ورجحہ المحقق ابن الھمام وتلمیذہ الحلبی لشبھۃ الاختلاف فی کونھا اٰیۃ من کل سورۃ بحر طحطاوی میں ہے قولہ ولا تکرہ اتفاقا بل لاخلاف فی انہ لوسمی لکان حسنا ۔ امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں عن الذخیرۃ عن المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم روایت فرمایا انہ اذا قرأھا مع کل سورۃ فحسن بحرالرائق میں ہے لاتسن التسمیۃ بین الفاتحۃ والسورۃ مطلقا عندھما وقال محمد تسن اذا خافت لا ان جھر وصحح فی البدائع قولھما والخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ والمجتبی الی اٰخر ما مر علامہ حسن شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں المراد نفی سنیۃ الاتیان بھا بعد الفاتحۃ وھذا عندھما وقال محمد یسن الاتیان بھا فی السریۃ بعد الفاتحۃ ایضا للسورۃ واتفقوا علی عدم کراھۃ الاتیان بھا بل ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ کان حسنا سواء کانت الصلاۃ جھریۃ اوسریۃ مراقی الفلاح میں ہے لاکراھۃ فیھا ان فعلھا اتفاقا للسورۃ سواء جھر او خافت بالسورۃ رحمانیہ برجندی وغیرہا میں محیط سے ہے ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا قرء مع کل سورۃ فحسن وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از اٹاوہ متصل کچہری منصفی مرسلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

حامدا ومصلیا مخلص نواز زادکم اللہ مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب مثل حیات الموات وشاح الجید النہی الحاجز۔ ازالۃ العار وغیرہا کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی۔ شکریہ اس کا حوالہ قلم نہیں ہوسکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا اوروں سے نرالا ہے اور بہمہ وجوہ سب سے اعلٰی ہے آپ نے پایۂ تحقیق مسائل نزاعیہ میں مراتب عالیہ کو پہنچا دیا ہے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ اس عریضہ کی تسطیر کی بالفعل یہ ضرورت درپیش ہے کہ وقت رکوع درمختار میں الصاق کعبین کو مسنون دو مقام پر تحریر کیا ہے شامی نے ثبوت مسنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور لحاظ نہیں فرمایا صاحب مفتاح الصلوۃ نے احادیث اور ظاہر الروایہ میں وارد ہونا تحریر کرکے الصاق کو بمعنی قرب واتصال تصریح کرکے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا دریافت طلب امر صرف امور ذیل ہیں (۱) مسنونیت الصاق کعبین فی الرکوع کہاں سے ثابت ہے کون حدیث دلیل قول صاحب درمختار ہے اور وہ کہاں تک قابل عمل اور اعتماد ہے۔ صاحب مفتاح الصلوۃ کا بیان نسبت اس مسئلہ کے بجمیعہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متون معتمدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے تساہل

بعض فقہا نے کیوں گوارہ فرمایا۔ عبارت فتاوی درمختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوۃ بقید صفحہ ذیل میں درج ہے
غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار صفحہ ۲۱۳ سنن نماز و طریق ادائے نماز وتکبیر الرکوع وکذا الرفع منہ بحیث یستوی قائما والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق
کعبیہ وینصب ساقیہ مفتاح الصلوۃ صفحہ ۹۴ مجتبی کہ تصنیف امام زاہدی است از مسنونات رکوع الصاق کعبین باستقبال انگشتاں بسوئے قبلہ
مسنون گفتہ است لیکن در حدیث صحیح در کتب ظاہر الروایۃ ظاہر نمی شود ظاہر مراد امالہ کعب بسوئے کعب دیگر باشد چنانکہ صاحب قاموس معنی لصوق گفتہ است
زیراکہ اگر الصاق در وقت رکوع کند حرکت کثیر لازم می آید باآنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند وسنت قیام می رود کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است ومؤید امالہ قول
نحویین است الباء للالصاق یعنی القراب و در حدیث نیز الصاق الکعب بمعنی القرب والمقابلہ واقع است پس مقابلہ کعب بکعب
نیز ارادہ می تواں نمود چنانکہ تحقیق ایں مسئلہ در حواشی بحرالرائق کاتب بتفصیل مذکور نمودہ واللہ اعلم

الجواب

مکرمی کرم فرمایا اکرم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاتمۃ المدققین علامہ علائی دمشقی صاحب درمختار اعلی اللہ تعالٰی مقامہ
اس مسئلہ میں متفرد نہیں اُن سے بھی پہلے علما نے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین وناظرین نے تقریر وتوضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم
حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں السنۃ ایضا فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع القبلۃ شرح نقایہ للعلامۃ
الشمس القہستانی میں ہے ینبغی ان یزاد مجافیا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانہا سنۃ کما فی الزاہدی
بعینہ اسی طرح علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں علامہ سید حموی سے نقل کیا علامہ بحر الفقہ زین الفقہا بحرالرائق میں شرح
قدوری سے نقل فرماتے ہیں والسنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع للقبلۃ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے
وسن ابعاد مرفقیہ عن جنبیہ والصاق کعبیہ فیہ واستقبال اصابعہ القبلۃ ای اصابع رجلیہ کذا فی القہستانی
عن الزاہدی طحطاوی علی الدر میں ہے والصاق کعبیہ حالۃ الرکوع ھذا ان تیسر لہ والا فکیف تیسر لہ علی الظاہر
ردالمحتار میں ہے والصاق کعبیہ ای بحیث لاعذر مسائل ظاہر الروایہ میں محصور نہیں نہ ظاہر الروایہ خواہ متونوں میں عدم ذکر ذکر
عدم متون مختصرات ہیں اور غالباً نقل ظواہر پر مقتصر زیادت۔ شراح معتمدین اگر مسلم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے
تتبع بتائے گا کہ سنن در کنار بعض واجبات وفرائض ومفسدات ونواقض تک عامہ متون میں نہیں۔ رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے نہ ہمارا
عدم وجدان وجدان عدم ہمارے لیے نصوص فقہیہ بس ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول اور جب تک حقیقت بنے مجاز کی طرف عدول
نامقبول الصاق کے معنی حقیقی وصل وچسپانیدن چیزے بچیزے ہے نہ مجرد محاذات یا امالہ قاموس میں فقیر نے اس معنی کا نشان نہ پایا وان
کان فھو من المجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کما ذکرہ العلامۃ الزرقانی فی عدۃ مواضع من شرح المواھب وغیرہ فی
غیرہ انہ یذکر المعانی المجازیۃ ای فیوھم الوضع لھا لان موضوع کتب اللغۃ بیان المعنی الموضوع لہ اللفظ زبان عرب میں استعمال
(ب) مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح۔ وامسحوا برؤسکم میں اپنی حقیقت پر ہے یونہی مررت بزید میں تو الباء للالصاق کا
بطریق عموم مجاز معنی قرب پر حمل واجب یونہی حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما کان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدمہ میں دربارہ کعاب واقدام
ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہوسکتا کہ قیام میں سنت تقریب قدمین ہے خود صاحب مفتاح رحمہ الفتاح کو مسلم کہ فرجہ چار انگشت مسنون است
اگر اس تجدید کی بھی سند پوچھیے تو کتاب الاثر میں امام سے روایت ملے گی یا امام اقطع کا قول : بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ و متون
کی تصریح بہرحال ایسی تفریج کہ زید کا کعب ادھر عمرو اُدھر بکر کے کعب سے ملصق ہو صراحۃً شان ادب کے بھی خلاف و مستبشع ہے تو قیام
دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہرگز تجوز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہوسکتا یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل ہی نہیں یہ علما اسے خاص
سنت رکوع بتاتے ہیں اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں قیام خواہ سجود میں کب چاہیے کہ ایک پاؤں آگے یا پیچھے ہو اور صرف امالہ
مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے بالفرض اگر قیام میں تفریج تام مسنون ہوتی جب بھی
الصاق میں کثیرہ نہ تھی علما تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صف کی قدر چلنا بھی حرکت قلیلہ ہے نہ کہ صرف قدمین کا ملا لینا کثیرہ ہو ھذا
عجیب جدا در مختار میں ہے مشی مستقبل القبلۃ ھل تفسد ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی و وقف کذلک وھکذا
لا تفسد وان کثر مالم یختلف المکان الخ و تمام تفصیلہ و تحقیقہ فی ردالمحتار اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہیہ مراد نہ لیجیے تو وہاں ہرگز کثیرہ
لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفی سنیت پر اس سے استدلال از قبیل مصادرہ ہوگا کہ تحصیل سنت کے لیے حرکت قلیلہ قطعاً مطلوب اگرچہ
بالاضافہ لغت کثیرہ ہو تو اس فعل پر بوجہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنیت مصرحہ فقہا باطل ہوکر فعل عبث و خارج عن افعال
الصلوۃ قرار پائے اور حقیقت امر پر نظر کیجیے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں
فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہرگز نہ مسنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلقی کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح
طولاً ہرگز ہموار نہیں تو پنجوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر متصور بلکہ قطعاً مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے
اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرجہ حاصل کرنے کے لیے انھیں دہنے بائیں ہٹائے پاؤں کی
تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنجوں میں فصل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے جتنا فصل پنجوں میں رکھیے اور پاؤں
وضع فطری پر رہنے دیجیے تو ایڑیوں میں یقیناً اس سے فصل کم ہوگا اور کعبین میں کہ بلند و برآمدہ ہیں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے
خود جمے رہنے کے ساتھ ایک خفیف امالہ کعبین میں ٹخنے بلاتکلف مل جائیں گے جس پر کم از کم ہر روز بتیس بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر تصریحات
مذکورہ علما دیکھیے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنیت لکھ رہے ہیں ان میں تنافی ہوتی تو کیا متنافیین کو معاً
مسنون بتاتے ہاں جسے فربہی مفرط وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنجوں ہی میں چار انگل فصل نہ رکھ سکے بلکہ معتدبہ زیادت پر مجبور ہو
مثلاً بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملاسکے گا جب تک پنجوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب
بیشک تحریک بھی پائی جائے گی اور استقبال اصابع بھی نہ رہے گا غالباً یہی صورۃ خاصہ اس وقت صاحب مفتاح کے خیال مبارک میں
ہوگی ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لیے الصاق کعبین مسنون کہیں علامہ طحطاوی کا ارشاد سن چکے
کہ ھذا ان تیسر علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ ای حیث لاعذر اس قدر کلام کا جواب تو یہ بتوفیقہ تعالٰی بنگاہ اولیں معاحاضر خاطر

فاتر ہوا باقی ان کا حاشیہ بحر اگر ملے دیکھنا رہا مگر بعونہ تعالیٰ امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ التوفیق واللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

بعض مقلدین اور غیر مقلدین عموماً قومہ وجلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں یہ کیسا ہے۔

الجواب

قومہ وجلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انھیں مسنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلاف سنت ہے اور امام کے لیے تو قطعاً ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو ہاں منفرد بعض کلمات ماثورہ بڑھالے تو حرج بھی نہیں یونہیں امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباع امام کرے گا اگر امام کہے کہے ورنہ نہیں فی الدر المختار یجلس بین السجدتین مطمئنا ولیس بینھما ذکر مسنون وکذا لیس بعد رفعہ من الرکوع دعاء و کذا لایاتی فی رکوعہ وسجودہ بغیر التسبیح علی المذھب وما ورد محمول علی النفل محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جامع صغیر میں فرماتے ہیں قال ابو یوسف سألت ابا حنیفۃ عن الرجل یرفع راسہ من الرکوع فی الفریضۃ ایقول اللھم اغفر لی قال یقول ربنا لک الحمد ویسکت وبین السجدتین یسکت حلیہ میں زیر قول متن ولایزید علی ھذا فرمایا ان اراد الزیادۃ فما ورد فی السنۃ فینبغی ان یکون ھذا فی حق الامام اذا خاف التثقیل علی القوم وفی حق المقتدی اذا لم یفعل الامام ذلک اما المنفرد او الامام اذا کان لایثقل علی القوم اتیانہ بذلک او المقتدی اذا کان امامہ قد اتی بہ فلیسوا بممنوعین من زیادتھم بہ علی ذلک ولاسیما المنفرد فی النوافل ومن ادعی ذلک فعلیہ البیان اسی میں دو ورق بعد ہے صرح مشائخنا بحمل ما فی حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی النوافل علی انہ ثبت فی المکتوبۃ فلیکن فی حالۃ الانفراد وفی حالۃ کونہ اماما والماموموں محصورون لایتثقلون بذلک کما نصت علیہ الشافعیۃ ولاضیر فی التزامہ الخ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از مدرسہ مصباح التہذیب مسئولہ مولوی محمد سلطان الدین صاحب بنگالی ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور راجح کون ہے اور اس کی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح وضعیف ہونے کی کیا دلیل مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جاوے۔ بینوا توجروا عند الجلیل۔

الجواب

باجماع امت دونوں سجدے فرض ہیں اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی وراجح بتایا جائے اس کا منکر اجماع امت کا منکر ہے۔ دو روز ہوئے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا فقیر نے عرض کی دونوں فرض ہیں مات مسموع ہوا کہ مدرسین مدرستین

مصباح التہذیب واشاعت العلوم سے مولوی محمد عثمان صاحب ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدہ اولٰی کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اور اس کی سند شرح وقایہ وہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نئے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبندی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل فقیر کا اپنا اجتہاد علیل قرار دیتے ہیں یہ سُن کر نہ صرف تعجب بلکہ نام علم پر سخت افسوس انا للہ و انا الیہ راجعون فقیر غفرلہ اللہ بلامبالغہ دوسو کلمات علمائے کرام سے اس کی سندیں پیش کرسکتا ہے جن سے ثابت ہو کہ مخالفین مسئلہ کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب ملالت لہذا صرف دس نصوص صریحہ پر قناعت **نص اوّل** بحر الرائق میں کنز الدقائق کے قول فرضہا التحریمۃ والقیام والقراءۃ والرکوع والسجود کی شرح میں فرمایا ارکعوا واسجدوا وللاجماع علی فرضیتہما ورکنیتہما والمراد من السجود السجدتان فاصلہ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع **نص ثانی** امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں م والخامسۃ السجدۃ ش ای والفریضۃ الخامسۃ من الفرائض الست المشتمل علی فرضیتہا الصلاۃ السجدۃ والاولی السجدتان فی کل رکعۃ ثم اصل السجدۃ ثابت بالکتاب والسنۃ والاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع ولاخلاف فی کونہما من ارکان الصلاۃ ایضًا یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکنار دونوں سجدے بالاجماع رکن نماز ہیں **نص ثالث** مبسوط امام شیخ الاسلام بحر حلیہ میں دو سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی ھذا ماروی فی الاخبار ان اللہ تعالٰی لما اخذ المیثاق من ذریۃ اٰدم علیہ الصلاۃ والسلام حیث قال عزوجل واذ اخذ ربک من بنی اٰدم من ظہورھم ذریتہم الایۃ امرھم بالسجود تصدیقا لما قال فسجد المسلمون کلہم وبقی الکفار فلما رفع المسلمون رؤسہم رأوا الکفار لم یسجدوا فسجدوا ثانیا شکرا لما وفقہم اللہ تعالٰی علی السجود الاول فصار المفروض سجدتین لھذا والرکوع مرۃ **نص رابع** مراقی الفلاح میں تما یفترض السجود علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا المراد منہ الجنس ای السجدتان **نص خامس** درر الحکام شرح غرر الاحکام للعلامۃ مولٰی خسرو میں ہے فان قیل فرضیۃ الرکوع والسجود ثبتت بقولہ تعالٰی ارکعوا واسجدوا والامر لایوجب التکرار ولذا لایجب تکرار الرکوع فیماذا ثبت فرضیۃ تکرار السجود قلنا قد تقرر ان اٰیۃ الصلاۃ مجملۃ وبیان المجمل قد یکون بفعل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد یکون بقولہ وفرضیۃ تکرارہ ثبتت بفعلہ المنقول تواترا اذ کل من نقل صلاۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نقل تکرار سجودہ **نص سادس** نقایہ میں تما فرضہا التحریمۃ (الی قولہ) والسجود جامع الرموز میں ہے ای السجدتان فان اسم الجنس یدل علی العدد الخ **نص سابع** اسی کے واجبات میں ہے (ورعایۃ الترتیب) بین ارکان کل رکعۃ فوجب ان یکون السجود بعد الرکوع والسجدۃ الثانیۃ بعد الاولی یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں **نص ثامن** فتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں ہے السجدتان فرضان فی کل رکعۃ **نص تاسع** علامہ شرنبلالی اپنے متن نور الایضاح اور اس کی شرح میں فرماتے ہیں (د) یفترض (العود الی السجود) الثانی لان السجود الثانی کالاول فرض باجماع الامۃ **نص عاشر** مجتبی شرح قدوری پھر ہندیہ میں ہے السجود الثانی کالاول باجماع الامۃ۔ ہدایہ کی طرف اس زعم باطل و

وہم عاطل کی نسبت تو محض غلط وبے منشا ہے اور شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھنا عدم تدبر وسوء فہم سے پیدا امام صدر الشریعۃ کی عبارت یہ ہے فی الھدایۃ ومراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال وذکر فی حواشی الھدایۃ نقلا عن المبسوط کالسجدۃ فانہ لوقام الی الثانیۃ بعد ما سجد سجدۃ واحدۃ قبل ان یسجد الاخری یقضیہا ویکون القیام معتبرا لانہ لم یترك الا الواجب قلت فہم نے یہ سمجھا کہ لم یترك الا الواجب میں واجب سے سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفساد ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرما دیا یقضیہا آگے فرمایا ویکون القیام معتبرا جب سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ اس کی قضا کرچکا سجدہ متروك کب ہوا موخر ہوا ترك وتاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے ترك فرض مبطل صلاۃ ہے اور تاخیر موجب سجود بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ وتقدیم قیام ثانیہ متروك ہوئی یہ خود نفس کلام سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتدا میں بشمار واجبات فرمایا تھا ورعایۃ الترتیب فیما تکرر کلام مذکور کے بعد فرمایا اقول قولہ فیما تکرر لیس بقید یوجب نفی الحکم عما عداہ فان مراعاۃ الترتیب فی الارکان التی لم تتکرر فی رکعۃ واحدۃ کالرکوع ونحوہ واجبۃ ایضا اخیر میں اس تمام کلام پر تفریع فرمائی فعلم ان رعایۃ الترتیب واجبۃ مطلقا دیگر علمائے کرام نے مراد کو خوب واضح کردیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا نہ کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اکمل الدین بابرتی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں مراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا یعنی فی الرکعۃ الواحدۃ کالسجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی فان من ترکہا ساھیا وقام واتم صلاتہ ثم تذکر فان علیہ ان یسجد السجدۃ المتروکۃ ویسجد للسہو لترك الترتیب حلیہ میں ہے لو ترك السجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی سھوا وقام الی الرکعۃ الثانیۃ ثم تذکرھا فی اٰخر صلاتہ لم تفسد صلاتہ بل یسجد المتروکۃ ثم یسجد للسہو لترك الترتیب لان ترك الواجب الاصلی ساھیا یوجب سجود السہو بالاتفاق جوہرہ نیرہ میں ہے لو ترك السجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی ساھیا وقام وصلی تمام صلاتہ ثم تذکرھا فعلیہ ان یسجد المتروکۃ ویسجد للسہو لترك الترتیب فیما شرع مکررا فتح القدیر وغنیہ شرح منیہ وبحر الرائق وحاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے وھذا لفظ الغنیۃ مختصرا اعلم ان المشروع فرضا فی الصلاۃ اربعۃ انواع ما یتحد فی کل الصلاۃ کالقعدۃ او فی کل رکعۃ کالقیام والرکوع وما یتعدد فی کلہا کالرکعات او فی کل رکعۃ کالسجود فالترتیب شرط بین ما یتحد فی کل الصلاۃ وبین جمیع ما سواہ من الثلثۃ الاخری حتی لو تذکر بعد القعدۃ قبل السلام او بعدہ قبل ان یاتی بمناف رکعۃ او سجدۃ صلبیۃ او سجدۃ تلاوۃ فعلہا واعاد القعدۃ وسجد للسہو والترتیب بین ما یتکرر فی کل رکعۃ کالسجود وبین ما بعدہ واجب حتی لو ترك سجدۃ من رکعۃ ثم تذکرھا فیما بعدھا من قیام او رکوع او سجود فانہ یقضیہا ولا یقضی ما فعلہ قبل قضائہا مما ہو بعد رکعتہا من قیام او رکوع او سجود بل یلزمہ سجود السہو فحسب لکن اختلف فی لزوم قضاء ما تذکر فقضاھا فیہ کما لو تذکر وھو راکع او ساجد انہ لم یسجد فی الرکعۃ التی قبلہا فانہ یسجدھا وھل یعید الرکوع او السجود المتذکر فیہ ففی الھندیۃ انہ لا یجب اعادتہ بل تستحب معللا بان الترتیب لیس بفرض بین ما یتکرر من الافعال وفی فتاوی قاضی خان انہ یعیدہ ولو لم یعدہ فسدت صلاتہ معللا بانہ ارتفض بالعود الی ما قبلہ من الارکان لانہ قبل الرفع منہ یقبل الرفض بخلاف ما لو تذکر السجدۃ بعد ما رفع من الرکوع لانہ بعد ما تم بالرفع

لایقبل الرفض ان عبارات میں اُس فائدے کے علاوہ دو فائدہ زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا معلوم ہوا کہ دونوں سجدے فرض ہیں دوم وہ تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ معاً اس کی قضا کرلی تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کان لم یکن ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ سجدہ ثانیہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف مستحب جانا اور یہی راجح ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جو فرض ایک رکعت میں مکرر ہے یعنی سجدہ اُس میں اور اس کے بعد فرائض مثلاً قیام و رکوع و سجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی سجدۂ سہو حاصل غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مدرسین سے بنظر خیر خواہی گذارش کہ فرض قطعی و اجماع امت کا انکار سہل نہیں لہذا اگر مناسب جانیں کلمہ اسلام و نکاح کی تجدید فرمالیں آئندہ اختیار وما التوفیق الا باللہ العزیز الغفار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ مرسلہ منظہر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسپور سی۔پی دوکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرچنٹ، ۲ محرم ۱۳۳۲ھ

زید نماز میں صرف بحالت رکوع و سجود الصاق کعبین کرتا ہے عمرو کہتا ہے کہ یہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب الترک ہے حنفی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی۔

الجواب

حاشا للہ نہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب الترک بلکہ رکوع میں الصاق کعبین غنیہ شرح منیہ و جامع الرموز و مجتبی شرح قدوری و بحر الرائق و درمختار و حاشیہ حموی و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی مراقی الفلاح و علی درمختار وغیرہا میں سنت لکھا وقد ذکرنا نصوصھا جمیعًا فی فتاونا درمختار میں ہے سننھا تکبیر الرکوع والتسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ اُسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے یفرج اصابعہ ویسن ان یلصق کعبیہ اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سید ابو السعود ازہری نے حواشی کنز میں سنت بتایا سنن میں فرمایا (الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ) صفۃ الصلاۃ میں فرمایا کما یسن الصاق الکعبین فی الرکوع فکذا فی السجود ایضا ہاں دربارہ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اُن کا اتباع کیا اور شرح علائی کا حوالہ سہواً واقع ہوا اُس میں صرف دربارہ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محل کلام ہے طحطاوی علی الدر میں ہے قولہ یسن ان یلصق الخ ای فی الرکوع والسجود ابو السعود رد المحتار میں ہے قال السید ابو السعود کذا فی السجود وسبق فی السنن اھ۔ والذی سبق ھو قولہ الصاق کعبیہ فی السجود سنۃ و اھ ولا یخفی ان ھذا سبق نظر فان شارحنا لم یذکر ذلک لا فی الدر المختار ولا فی الدر المنتقی ولم ارہ لغیرہ ایضا فافھم نعم ربما یفھم ذلک من انہ اذا کان السنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین ولم یذکروا تفریجھما بعدہ فالاصل بقاؤھما ملتصقین فی حالۃ السجود ایضا تأمل اھ ما فی الشامی ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ (اقول) تاملنا فلم نجدہ وافیا فان الحرکۃ الانتقالیۃ الی السجود ان خلی فیھا الطبع اتی بالتفریج الا ان یحافظ علی الالصاق بالمقصد الخاص ومثل ھذا لایحتاج الی البیان بل الاقتصار علی ذکرہ فی الرکوع دلیل علی انہ لایطلب الا فیہ والا لذکروہ وفی السجود ایضا فاعرفہ فان الامر واضح اور بعض متاخرین علما نے دربارہ رکوع بھی سنیت میں کلام کیا ولہ فی ذلک

رسالۃ عندی واقصی مایقال ھنا ان عامۃ الکتب المذھبیۃ خالیۃ عنہ وانما انہ للزاھدی والباقون انما تبعوہ وقد بلینت فی کتابی کفل الفقیہ الفاھم ان الغرابۃ لاتندفع بکثرۃ الناقلین اذالم یکن مرجعھم الاواحدا لاسیما مثل الزاھدی

بہرحال اسے حرام وفعل وہابیہ کہنا نادانی ہے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ مسئولہ از نجیب آباد ضلع بجنور ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

نماز میں سبحانک اللھم پڑھنا فرض ہے یا واجب مقتدی سبحان ختم کرنے نہ پایا تھا کہ امام نے قرأت شروع کردی اس کو ناتمام چھوڑکر خاموش ہوجانا پڑے یا فوراً ختم کرکے خاموش ہوجانا چاہیے ایک وہابی واعظ نے سبحان کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر امام نے قرأت شروع کردی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رُکے اس وقت ایک ایک بول کرکے سبحان کو پڑھ لیا جائے مثلاً جب اول مرتبہ رکا تو فوراً کہے سبحانک اللھم پھر جب دوسری مرتبہ ٹھہرا تو کہے وبحمدک پھر جب تیسری بار سانس لیا تو کہنا چاہیے وتبارک اسمک غرض اسی طرح ختم کرلیا جائے ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحان تیسری رکعت میں اور عشا میں تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے بغیر سبحان کے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سبحنک اللھم اُسی وقت تک پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرات بآواز نہ شروع کرلے جب قرات جہری شروع کردی اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف وغیر مختار اور وہ جسے استثنا کیا کہ ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اس کا اپنا ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اُس کی اجازت نہیں نہ مغرب وعشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہوا ہو وہ تیسری یا چوتھی میں سبحنک پڑھ سکتا ہے سبحنک اللھم کی جگہ ابتدائے نماز ہے جب دوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے نماز کب ہے کہ اُس میں سبحنک پڑھے ہاں وہ جو ایک رکعت اس کی رہ گئی بعد سلام امام جب اُسے پڑھنے کھڑا ہو اس کی ابتدا میں پڑھے کہ یہ اُس کی پہلی رکعت ہے سبحنک پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز ہوجاتی ہے مگر بلاضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گنہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعت جہریہ میں ملا اور قرات شروع ہوجانے کی باعث سبحنک نہ پڑھ سکا اُس پر الزام نہیں کہ اُس نے یہ ترک ادائے فرض خاموشی کے لیے بحکم شرع کیا واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ ازموضع منصورپور متصل ڈاک خانہ قصبہ شیش گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ پڑھنا چاہیے امام کو یا مقتدی کو یا دونوں کو یا امام ومقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے ادا کریں۔

الجواب

اللھم اغفر لی کہنا امام ومقتدی ومنفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از امرتسر دفتر پولیس مرسلہ عبدالعزیز ہیڈ کانسٹبل ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اُس کی یا کسی دوسری درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا میں عام طور پر راستہ میں چلتا ہوا و دیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں حضور برائے مہربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا یہ اس لیے کہ محبت خدا و رسول کی پورے طور پر حاصل ہوجائے جناب مہربانی کرے ضرور بالضرور جلد مجھے آگاہ کردیں درود شریف یا کلمہ شریف استغفار کی نسبت ضرور بالضرور تحریر فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالٰی تحریر حضور پر عمل درآمد ہوگا۔

الجواب

سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہے وہاں رک جائے اور بہتر یہ ہے کہ ایک وقت معین کرکے ایک عدد مقرر کرلے کہ اس قدر باوضو دوزانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف مونھ کرکے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر نباہ سکے بہتر ہے علاوہ اس کے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے وضو بے وضو ہر حال میں درود جاری رکھے اور اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضور قلب میں فرق نہ ہو درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب مطلوب ہے کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزوجل تک اُس کے پہنچنے میں کوئی روک نہیں اور استغفار کے لیے فرمایا شادمانی ہے اسے جو اپنے نامۂ اعمال میں استغفار بکثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کردینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا
واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از کاہنور ضلع روہتک محلہ سیان مرسلہ بھورے خاں ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۶ہجری

امام کے پیچھے مقتدی سورۂ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے (۲) آمین بآواز بلند کہنا درست ہے یا نہیں (۳) بجائے بیس رکعت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے (۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مجھے تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے مونھ میں آگ ہو عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں قدرت پاتا تو اس کی زبان کاٹ دیتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) آمین بآواز بلند کہنا نماز میں مکروہ وخلاف سنت ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں واذا قال ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الامام یقولہا واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ۔ سنت مؤکدہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیہا بالنواجذ۔ دوسری حدیث میں ہے انہ سیحدث بعدی اشیاء وان من احبہا الی لما احدث عمر واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) ایک رکعت وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخر فعل تین رکعت وتر ہے وانما یوخذ بالاٰخر فالاٰخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں انھیں ایسے فرعی مسائل اسلامی میں دخل دینے کا کیا حق ان سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے یا آہستہ تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس وتر ایک رکعت ہو یا تین۔ یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے وہ ان مسائل میں اس طرف عمل کرے تو اس کی نماز باطل اس طرف عمل کرے تو باطل پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہیے کہ نہ ان سے ملنا جائز نہ ان کی بات سننی جائز نہ ان کے پاس بیٹھنا جائز اللہ عزوجل فرماتا ہے واما ینسینک الشیطن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظلمین نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از نرسنگڈھ سنٹرل انڈیا براہ سیہور مرسلہ میرزا محمد بیگ عرف محمد میاں صاحب وکیل ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامدا ومصلیا ومسلما۔ ہدیہ تسلیم بالوف التعظیم قبول ہو! مزاج عالی۔ الحمد للہ علٰی احسانہ راقم بخیریت دعاگوئے عافیت مزاج سامی ہے نرسنگڈھ میں انگریزی تعلیم کے مخدانہ اثر کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نیاز مند نے اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامیہ جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ماہوار کا ایک مدرس نوکر رکھا ہے جو وقت

بہت سے لوگ کی درخواست آئی تھیں میں نے دیوبند کے متعلق کی درخواست بالکل نامنظور کی ایک صاحب مولوی شفاعت رسول خلف مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کیے گئے ہیں مگر حیرت ہے اُن کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ اشارہ بسبابہ التحیات میں نہیں کرتے میں نے کہا ہاں میں اشارہ نہیں کرتا ہوں فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں میں نے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربانی موجود ہے چنانچہ جناب والا نے مجھ کو جب میں ۱۸۹۹ء میں حاضر خدمت ہوا تھا دو رسالہ عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا قاضی ریاض الدین جو مارہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خاں صاحب ظلہ العالی انگلی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے بواپسی مستفید فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحی مرحوم کا رسالہ نفع المفتی والسائل اور دیگر کتب مشکوٰۃ شریف وہدایہ سب دیکھا ہے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور امت کا جس پر اجماع واتفاق ہے وہی میرا مسئلہ مختار ہے جناب والا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہوجائے گی اور یہ تعجب جو اجتماع نقیضین کے قبیل سے ہے رفع ہوجائے گا کہ جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اس کے خلاف ہو۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشارہ ضرور سنت ہے۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ واصحابنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے امام ملک العلماء نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آبا واساتذہ ومشائخ کرام قدست اسرارہم سب اس پر عامل رہے مارہروی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کوکبہ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی کہ اسمٰعیل دہلوی نے معاذ اللہ حضرت شیخ مجدد کو بھی مشرک ٹھہرادیا ہے جو وجوہ انہوں نے یہاں لکھے اسمٰعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقض سے کیا علاقہ مولوی شفاعت رسول صاحب میرے ایک خالص دوست مرحوم ومغفور کے صاحبزادے ہیں اُن کو یہاں بعیت نہیں ہے میرے مدرسہ میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے اُن کا قرآن مجید سُنا ممکن کہ جس طرح آج کل اکثر علماء وحفاظ غلط پڑھتے ہیں اُن پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو وحسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ رشعبان ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ سمع اللہ لمن حمدہ کو سجدہ کے قریب جاکر ختم کرکے بوصل اللہ اکبر کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ سمع اللہ لمن حمدہ کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور

وہاں سے اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام سجدہ کے قریب سمع اللہ لمن حمدہ کو ختم کرتا ہے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہاں تک کہیں کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جاکر کہیں اگر اسی طرح کریں گے تو ان جاہلوں کی عادت پڑجائے گی اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں تو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

الجواب

سنت یہ ہے کہ سمع اللہ کا سین رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ کہیں اور حمدہ کی ہ سیدھا ہونے کے ساتھ ختم اسی طرح ہر تکبیر انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتدا کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلاف سنت ہے سمع اللہ لمن حمدہ کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سجدہ کو جھکنے کی ابتدا سے شروع نہ کرنا ان وجوہ سے نماز دو کراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے اُسے سمجھایا جائے کہ خلاف سنت نہ کرے اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام سنی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلاف سنت میں اس کی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اُٹھانے کے ساتھ اللھم ربنا لک الحمد کا الف اور جو صرف ربنالک الحمد پڑھتا ہو وہ ربنا کی رے شروع کریں اور سیدھے ہوجانے کے ساتھ حمد کی دال ختم ہوجائے پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ اللہ اکبر کا الف شروع کریں اور اللہ کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں اللہ کی ہ اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت اکبر کی ر ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لیے کہ یہ راستہ طے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو یا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے پہلے ختم ہوجائے گا اور یہ خلاف سنت ہے یا راستہ پورا کرنے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا ر بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلاف سنت واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از موضع میمونڈی بزرگ مسئولہ سید امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ نماز فریضہ بجماعت جو شخص ادا کرلے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام کے دعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام ہو خواہ نماز فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشا اگر امام سے پہلے دعا مانگ کر مقتدی اٹھ جائے گا تو وہ گناہگار ہوجائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائے گا عمرو کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ وہ انتظار دعائے امام کرے یا نہ کرے اگر انتظار کیا تو فبہا ورنہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعت امام سے دور اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کا پورا پورا ثبوت کیوں نہ دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عمرو کا اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں اور غیر مقلد و وہابڑا و تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند یہ کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

عمرو کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اُس کے لیے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جاسکتا ہے کوئی حرج نہیں ورنہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کتابیں تصنیف ہوچکیں

جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ و رسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو اگر اللہ و رسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد وہابی و دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض والتفصیل فی حسام الحرمین والنہی الاکید وغیرہما واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ عورتوں کو نیت نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہیے اور بوقت قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہیے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہیے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے اب علمائے دین فرمادیں کہ عورتوں کی نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہیے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھتے اور زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رہتی ہیں اُسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے اب حضور سے امیدوار ہیں کہ اس کا پورا پورا ثبوت حوالہ کتب و آیت و حدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہیے۔

الجواب

زید کا قول صحیح ہے سب کتابوں میں اسی طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گٹے ستر عورت ہیں اُن کا کھلنا جائز نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از گوڑا ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مرسلہ حمید اللہ صاحب پیر المعروف بہ نعمان ملا۔ ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

رفع سبابہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے۔

الجواب

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام ومشائخ عظام واساتذہ اعلام قدست اسرارہم کا ہمیشہ معمول باتباع احادیث متواترہ وارشادات کتب متکاثرہ رفع سبابہ رہا اور اسے سنت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلماء وفتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین وفتاوی فقیر میں ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبد اللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دعا کرنا درست ہے یا نہیں اور ہندوستان کے لیے ان چاروں جہت میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں۔

الجواب

جہت قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لیے کہ بعد سلام اُسے قبلہ رو رہنا مکروہ ہے دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقتدیوں کی طرف مونھ کرلے اگر سامنے کوئی نماز پڑھتا نہ ہو۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۶۰: از قلعہ لنڈی کوتل ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور بمعرفت شیر جان صوبیدار میجر خیبر رائفل مرسلہ داد خان شنواری ۱۴ صفر ۱۳۳۵ھ

بخدمت جناب مولوی صاحب دام اقبالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں اُنگلی کی اشارت کرنا منع ہے یا جائز ہے آپ مہربانی کرکے بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں اُنگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے۔

الجواب

التحیات میں اُنگلی کا اشارہ سنت ہے جب اشھد پر پہنچے چھنگلیا اور اس کے برابر کی اُنگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹھے اور بیچ کی اُنگلی کا حلقہ بنائے اور لَا پر کلمے کی اُنگلی اُٹھائے اور اِلّا پر گرا کر ہاتھ کھول دے محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو قول ابی حنیفۃ واصحابنا یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا تو ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۱: مرسلہ سید احمد حسین صاحب از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۹ رجمادی الاخر ۱۳۳۸ھ

آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں ۱؎ جمعہ کے فرض کی نیت کس طرح کرنا چاہیے اور بعد نماز جمعہ دو رکعت کے کیا کیا نماز پڑھنا چاہیے کل مفصل نماز لکھنا ۲؎ اور درمیان نماز میں ہر الحمد شریف سے پہلے اور قل ھو اللہ شریف سے بسم اللہ شریف پڑھنا چاہیے؟ الحمد شریف سے پہلے کی بسم اللہ کافی ہوگی یا قل ھو اللہ سے پہلے بھی پڑھنا چاہیے۔

الجواب

(۱) اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرض جمعہ اور چاہے دو رکعت بھی کہے اور بعضے یہ بھی بڑھاتے ہیں کہ واسطے ساقط کرنے ظہر کے اس میں بھی نہ حرج نہ حاجت فرض جمعہ کے بعد چھ رکعت سنّت پڑھیں چار پھر دو اور ان میں سنت بعد جمعہ کی نیت کریں اور پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سنتیں پڑھ کر دو یا جتنے چاہیں نفل پڑھیں ان سے زائد عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) سورۂ فاتحہ کی ابتدا میں تو تسمیہ پڑھنا سنت ہے اور بعد کو اگر کوئی سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا مستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۲: از شہر گلی ملاناں محلہ ذخیرہ مسئولہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم جملہ اہل اسلام محلہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملاناں نے تارکان صلٰوۃ کی تہدید و تاکید کے لیے اصحاب ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے ان حضرات کو تارکان صلٰوۃ کے ساتھ ان کے عذرات پورا کرنے کے بعد کسی قسم کی کارروائی از روئے شرع مطہر عمل میں لانا چاہیے۔ اسمائے گرامی ممبران۔ ہادی حسین۔ شیخ مختار احمد۔ قرب محمد محبوب حسن مشتاق علی سید حسین۔ عنایت حسین۔ سید اظہر علی ہر شخص کے نام کے نیچے انگوٹھے کا نشان ہے۔

الجواب: بہ نرمی سمجھائیں ترک نماز و ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سُنائیں

جن کے دلوں میں ایمان ہے اُنھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے و ذکر فان الذکری تنفع المؤمنین اللہ کے کلام و احکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا اور جو کسی طرح نہ مانیں اُس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اُس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام وکلام میل جول یک لخت ترک کردیں قال اللہ تعالٰی واما ینسینك الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از فیض آباد محلہ کوکی علی بیگ مسؤلہ سید عبداللہ صاحب سب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی نماز پنج وقتی و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قراءت نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان کو تالو سے لگا کر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے قرآن شریف وکتاب درود شریف وغیرہ سب دل وخیال سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا بایں وجہ بمقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل وموجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگا کر بالکل معطل اور بیکار کردیتا ہے زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہل ذوق اور اصفیائے کرام کے ہیں۔ ظاہر بین ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلٰی درجے کی ہوتی ہے یا نہیں اگر اعلٰی درجے کی ہوتی ہے تو ہم لوگ بھی اس طریقہ سے کیوں نہ پڑھا کریں کہ مستحق ثواب عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوتی ہے اور فاسد ہوتی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کرچکا ہے کیا کرنا چاہیے زید اگر امامت بھی کرتا ہے بس ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہیے کیا لوٹانا واجب ہے؟

الجواب

زید نے شریعت پر افترا کیا صوفیہ کرام پر افترا کیا اپنی نمازیں سب برباد کیں اُس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی نہ اس کے پیچھے دوسروں کی ہوئی اُس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں اُن پر فرض ہے کہ ان کی قضا کریں۔ قرآن عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کے لیے قال اللہ تعالٰی وقراٰنا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علٰی مکث۔ اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو نماز میں قرآن عظیم کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالٰی فاقرؤا ما تیسر من القراٰن نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قراءت سے اور قراءت پڑھنا اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے دل میں تصور کرنے کو پڑھنا نہیں حالت جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصور منع نہیں۔ نماز میں قراءت کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف جہنم کا خیال ہے قال اللہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولّی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر محلہ ملوکپور مسؤلہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے۔

الجواب

التحیات، درود، دعا اگر اسے اول سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہوا تو امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام کے وقت ختم ہو اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلمہ شہادت بار بار پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ۔ از دھوراجی کاٹھیاوار مدرسہ سرمایہ فخر عالم مرسلہ مولینا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۷، صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نماز فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائیں تو سجدے میں پاؤں سے سُرین کو نہ اُٹھائے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی چنانچہ طحاوی وعینی وہدایہ وجواہر نفیسیہ و کنز العباد وعنایہ وکفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے بینوا توجروا

الجواب وھو الموفق للصدق والصواب والیہ المرجع والماٰب

طحاوی وعینی، ہدایہ وکفایہ وعنایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تصحیح نقل ضروری ہے۔ جواہر نفیسہ و کنز العباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اول غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہوا ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف وخلاف تحقیق وغلط مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلا وجہ ترجیح مجوز ولا مجوز کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل وکفن دفن قبر وغیرہ کے متعلق مسائل بیان کیے ہیں اور دوسری کا مصنف علی بن لقمہ غوری ہے اس کو ضعیف کہا ہے علامہ ملا علی قاری نے وجمال الدین مرشدی نے مفید المفتی ص۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ بعض کتابوں کے بیاض یا وقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے من صلی قاعدا فسجد لا یرفع الیتیہ وان رفع الیتیہ فسدت صلاتہ فکذا الیتیہ کذا فی المحیط الحلبی والاصل ان المریض اوغیرہ اذا صلی قاعدا لا یرفع الیتیہ کما لا یرفع رجلیہ فی السجود و اذا رفع رجلہ واحدا والیتہ واحدۃ لا تفسد کذا فی چلپی ابن الملک والمختار ان یقعد کما یقعد فی حالۃ التشہد وھو الذی اختارہ الفقیہ ابو اللیث وشمس الائمۃ السرخسی وقال ابو یوسف رحمہ اللہ اذا حان وقت الرکوع والسجود یقعد کما یقعد فی التشہد کذا فی العینی شرح الہدایۃ ص۱۱۶ اھ حالانکہ عینی وچلپی میں اس عبارت کا پتہ بھی نہیں اور محیط متعدد ہیں معلوم نہیں کہ کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے معلوم ہوتا ہے یہ عبارتیں مصنوعی ہیں کہ جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں ان کا نشان تک نہیں **ایضاً** یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو مساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولیٰ میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیہ فی صلاۃ القاعد الخ وہ دعوی مذکور پر منطبق نہیں ہوتی کیونکہ اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے واذا رفع قدمیہ فی صلاۃ القائم کے رفع قدمیہ فی السجود ہوتا ورنہ قید فی صلاۃ القائم سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں رفع قدمین فی السجود مفسد صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل متفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فسجد ناقل

یا کاتب کی غلطی ہے پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالت قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ وہ مفسد صلاۃ ہے پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے جدا ہے اور عبارت ثانیہ میں لا برفع الیتیہ کے ساتھ قید فی السجدہ کی بھی مذکور نہیں لہذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ لا یرفع الیتیہ فی القیام الحکمی اور آگے جو شبہ بہ کے ساتھ فی السجدۃ مذکور ہے سو وہ متحمل ہے کہ صرف لا یرفع رجلیہ کے ساتھ متعلق ہو اور تشبیہ محض فساد میں ہو اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہو تاہم مستدل کو مضر ہے لانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال **ایضًا** متون و شروح و فتاوی مشہورہ متداولہ بین ایدی العلما میں جو مطلقاً سجدہ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب معتبرہ کا خالی ہونا اسی پر مشعر ہے کہ یہ مسئلہ عدیم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول صفحہ ۱۵۲ میں ہے عدم الذکر لیشعر باختیار عدمہ اھ اُسی جلد ص ۱۷ میں ہے عدم الذکر کذکر العدم **ایضا** سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا شامی جلد اول صفحہ ۳۰۰ طبع خورد میں ہے ھذا ایعلم ولا یعمل علیہ لما فیہ من مخالفۃ السلف **ایضًا** جواہر نفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ مجہولہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں اُن کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علم فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاوی سے نہیں لیا جاتا اُسی شامی اُسی جلد میں ہے الفقہ لا ینقل من الھوامش المجہولۃ وان قال معتمد انہ بخط ثقۃ اھ برخلاف استصحاب کے کہ وہ نقل کرنا حواشی مجہولہ سے بھی درست ہے لانہ لتائید ابقاء ما کان علی ما کان فیکفی الدفع وان لم یکف للرفع فان الرفع اسھل من الدفع فافھم وتثبت ولا تھبت **ایضًا** یہ قول مخصص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول صفحہ ۵۱۵ میں تخصیص القول یفید انہ خلاف المعتمد اھ **ایضًا** اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد سنتوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتوی بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اُسی شامی جلد اول صفحہ ۱۱۴ میں المرجح بقوۃ الدلیل ہو الارجح وان صرح بان الفتوی علی غیرہ اھ ص ۵۱۶ میں ہے لیس للمفتی الافتاء بالضعیف ولا ینفی الضعف بافتاء کثیر من الائمۃ خوارزم **ایضًا** اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترکہ اولی۔ شامی جلد اول ص ۳۳ بحرالرائق جلد دوم ص ۱۰۱ میں ہے ما تردد بین بدعۃ وواجب یوتی بہ او بین سنۃ وبدعۃ فلا یوتی بہ اھ اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہو سکے گا تو لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے شامی جلد ثالث ص ۲۳۹ میں ہے فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ اھ لوگوں کے ساتھ یہی ارفق و اوفق ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہو جائے شامی جلد پنجم ص ۳۴۶ میں ہے وھو ارفق باھل الزمان لئلا یقع فی العصیان اھ اُسی جگہ میں ہے یقدم اطلاق المتون لموافقتہ لاطلاق الادلۃ ولکونہ ارفق بالناس اھ فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف و اوراد کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کنز العباد اوراد و وظائف کی کتاب ہے اور تکلیفیہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدۂ فقہیہ ہے کہ جو مسئلہ مذکور ہو فی بابہ وہ اولی بالعمل ہوتا ہے اس سے جو کہ مذکور فی غیر بابہ ہو شامی جلد ثالث میں ہے المسئلۃ المذکورۃ فی بابہ ھو اولی من المذکورۃ فی غیر بابہ اھ مسائل فقہ کے لیے کنز العباد کی مثل کتابیں غیر مظنہ ہیں قال الحموی ما فی غیر المظنۃ والکتب الحزبیۃ یتوھم ان یکون ضعیفا اھ ص ۱۳ کلام ائمہ بھی اسی کا مقتضی ہے

کہ سجدہ میں رفع الیتین کا کیا جائے ابوالحود حاشیہ منلا مسکین علی الکنز میں ہے مایقتضیہ کلام الائمۃ یوخذ بلاتوقف اھ ص۳۲۴ یہ مسئلہ کسی فقیہ کا قول نہیں اگر ہو بھی تو بمقتضائے کلام ائمہ کے متروک ہوجائے گا المسلک المتقسط میں ہے مقتضی کلام ائمۃ المذھب اولی من کلام بعض المشائخ یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہوسکے تو عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل اسی مسلک المتقسط میں ہے الاصل ھو نفی مالم یثبت اھ غرض کہ یہ مسئلہ غلط ہے آداب نماز سے بھی نہیں ہوسکتا ہے اور ذکر بھی اس کا ایک آدھ رسالہ بے سروپا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک شخص کو غلطی ہوجاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی بظن صحت نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ شامی جلد ۴ ص۳۵۱ میں ہے یقع کثیرا ان مخطی مولف خیتدا ولہ الناس فیکثرون اور اگر مدعی اس امر کا بعد عرق ریزی کے ثابت بھی کردے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا بر تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول مخطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابوعبید اللہ فی صلاۃ النافلۃ قاعدا ثلثۃ اقوال۔ قول الروافض وقول اھل السنۃ والجماعۃ وقول المخطی اما قول الروافض فھم یقولون ان المصلے اذا صلے النافلۃ قاعدا فصلاتہ کصلاۃ القائم الا اذا رکع وسجد یرفع الالیتین فی الرکوع والسجود لانھم قالوا صلاتہ علی صلاۃ القائم واما قول المخطی فھو یقول لا یرفع الالیتین لا فی الرکوع ولا فی السجود لان النبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعل کذلک واما قول اھل السنۃ والجماعۃ فھم یقولون بعدم الرفع فی حال الرکوع وبالرفع فی حال السجود والمخطی رأی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من بعید ولم یقف بحالہ علیہ الصلوۃ والسلام اولعلہ صلے فی حالۃ المرض بالایماء کما ھو شان الرکوع والسجود للمومی فی الصلاۃ وسجدا خفض قریبا من الرکوع قریبا من الارض ولم یرفع الیتیہ لان فی ھذہ الصلاۃ لایحتاج المصلی الی رفعھما فظن الرائی انہ علیہ الصلاۃ والسلام صلی فی حالۃ الصحۃ قاعدا وسجد بوضع الجبھۃ علی الارض ولم یرفع الیتیہ فحکم علی الاطلاق کما فی مسح العمامۃ اخطأ الرائی حیث مسح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی راسہ ثم وضع العمامۃ علی الراس وظن ان مسح العمامۃ یجوز بدلا عن مسح الراس والحال انہ علیہ الصلاۃ والسلام لم یمسح علی العمامۃ **ھذا** کتبہ العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان اللہ لہ ولمشائخہ امین بحرمۃ النبی الامین الامین۔

الجواب

الحمدللہ وحدہ فاضل سلمہ القریب المجیب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح وحق صریح ہے اور سجدہ قاعد میں رفع الیتین مفسد صلاۃ ہونا زعم باطل ومردود وقبیح ہے اور جن معتبر معتمد کتابوں کا مدعی نے نام لیا اُن سب پر محض افترا ہے اور جو وہم ذلیل بنام دلیل ذکر کیا یکسر باد رہوا ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابی داؤد ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعۃ اعظم علی الجبھۃ والیدین والرکبتین واطراف القدمین۔ مجھے میرے رب نے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے نیچے اُن میں

دونوں سرین ملانا زیادت فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجہ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ عنہا اور زیادت بھی اس ادعا سے کہ فرض ہے اور اس کا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث آحاد بھی ناکافی ہوتیں کما تقرر فی مقرہ وعلم من صنیع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنہم فی سورۃ الفاتحۃ وغیرھا نہ کہ وہ کہ جس کا پتا نہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شبہہ تک نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت حکم رکھتا ہے فھل انتم منتھون اول تو الیتین کے بجائے قدمین ہونے پر کیا دلیل اور بفرض غلط ہو بھی تو قعود میں کہ صلاۃ القاعدین بجائے قیام ہے اور مفہوم قعود میں کہ الصاق الیتین داخل کما فی بدائع ملک العلماء سجود کہ نہ قیام ہے نہ قعود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اُس میں مقصود بلکہ سجدہ رجال میں احادیث متواترہ قولیہ وفعلیہ ونصوص متظافرہ متون وشروح وفتاوی فقہیہ میں صراحۃً اس کی نفی موجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت ومخالفت سنت بھی قطعاً مردود نہ کہ ادعائے فرضیت کہ اشنع باطل واخنع مطرود ونسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الغفور الودود واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہیے۔

الجواب

رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ - از کلکتہ بلگچھیا مدرسہ عظیمیہ مسئولہ تصدق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دعا مانگ کر ہاتھوں کو منہ پر ملتے ہوئے زور کی آواز کے ساتھ چومنا کیسا ہے بینوا توجروا

الجواب

نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اور ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا اور بعد دعا منہ پر ہاتھوں کو پھیر لینا یہ بھی سنت سے ثابت ہے مگر چومنا کہیں ثابت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از مدرسہ منظر الاسلام، بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ الحمد شریف کے بعد آمین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ امام سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہے یا نہیں اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آمین کہنا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدہ سہو ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز کی ہر رکعت میں امام ومنفرد کو ولا الضالین کے بعد آمین کہنا سنت ہے۔ جہری نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت جہری میں کہیں اور غیر جہری رکعت یا سری نماز میں اگر نماز میں ولا الضالین ایسی خفی آواز میں کہا کہ اُس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آمین کہے ورنہ

نہیں اور آمین سے سجدہ سہو کسی وقت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر محلہ گڑھیا مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ہجری

عالی جاہ دام ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر کوئی شخص ٹھہری ہوئی ریل میں قبلہ رخ ہو کر اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی دونوں پٹلیوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور کوتاہی جگہ سے ایک پٹلی پر سرین رکھ کر دوسری پٹلی پر سجدہ کرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں یونہیں پیچھے کی پٹلی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں ٹکا کر جلسہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

مولٰنا اکرمکم اللہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرح سجدہ ہرگز ادا نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور ایسا قعدہ بھی محض خلاف سنت اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ میں بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کے لیے سر زاخم کرکے سامنے کی پٹلی کے نیچے داخل کرکے بخوبی ادا کر سکتا ہے میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولٰنا عبدالقادر رحمہ تعالٰی کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں سفر کرنا ہوتا تھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مرسلہ مولوی سید غلام امام صاحب سہوانی ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ

بخدمت مولوی صاحب مرجع اہل فضل وکمال مسلم الشرف والعلا ابقاہم اللہ دائم البقاعلی الطریق المسنون۔ السلام علیکم وبطریقہ ومرادے ہزاروں دعا وثنائے خلق عالم نواز وسلام مخلصانہ کے بعد کچھ تصدیع ہے آپ کے روبرو ایک جمعہ کی نماز کے بعد میں نے ذکر فضیلت عمامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح ہے تو اُس کو لکھ کر عنایت فرمائیں میں نہایت ممنونی موروثی کے ساتھ شکر عنایت عالی کا اچھا ضمیمہ کروں گا۔ فقط

الجواب

جناب من ادام اللہ تعالٰی کرامتکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فضل صلوۃ بالعمامہ میں احادیث مروی وہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر دربارہ فضائل ضعاف مقبول اور عندالتحقیق اُن پر حکم بالوضع محل کلام **حدیث اول** اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ یعنی بیشک اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں اقتصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریجی احادیث الاحیاء والرافعی علی تضعیفہ قال السیوطی فی اللألی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزما ان لایورد فیہ موضوعا **حدیث دوم** ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نمازِ بے عمامہ کی برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر فیہ مجاھیل **قلت** ولیس فیھم کذاب ولاوضاع ولامتھم بہ ولافیہ مایردہ الشرع اویحیلہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر **حدیث سوم** الدیلمی

عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلٰوۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کی برابر ہے ھذا ضعیف جدا فیہ ابان متروک واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ - از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو پنجوقتہ نماز میں داہنے بائیں پھر کے دعا مانگنا چاہیئے یا صرف فجر وعصر میں۔

الجواب

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہیے کہ روبقبلہ بیٹھا رہے انصراف مطلقا ضرور ہے صرح بہ فی الذخیرۃ والحلیۃ وغیرھما البتہ ظہر ومغرب وعشاء کے بعد دعا میں زیادہ اطالت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تا فراغ دعا پابند امام رہتے ہیں ایسی تطویل کہ کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے وتحقیق المسألۃ فی فتاوی الفقیر غفر اللہ تعالٰی لہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد وعورت عاقل بالغ پر جیسے کہ نماز کا پڑھنا فرض ہے ویسے ہی نماز کے معنی اپنی زبان میں یاد کرلینا بھی فرض ہیں پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جاوے اُس کے معنی بغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاقت ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غوری کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا وآخرت میں۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دونوں باتوں سے کچھ فرض نہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اُتر جانے کا پھل حاصل ہے فی الاشباہ لا تستحب اعادتھا لترک الخشوع وفی الغمز عن الملتقط قول بعض الزھاد من لم یکن قلبہ فی الصلٰوۃ لاقیمۃ لصلاتہ لیس بشیئ الخ ہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خوبی فہم وتدبر وحضور قلب پر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر فرائض پنجگانہ کے بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر وفجر کے فرائض سہ گانہ کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں۔

الجواب

بعد سلام قبلہ رو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے شمال وجنوب ومشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی مسبوق اُس کے محاذات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق کو یعنی جانب مقتدیان مونھ نہ کرے بہرحال پھرنا مطلوب ہے اگر نہ پھرا اور قبلہ رو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت وتارک سنت ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از اردہ نگلہ ڈاک خانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان شریف ۱۳۳۰ھ

اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اُٹھتے ہیں کونا مصلی کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعًا ثبوت ہے یا نہیں۔

الجواب

ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الشیاطین یستعملون ثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیہا انفاسہا فان الشیطان لایلبس ثوبا مطویا شیطان تمھارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اُتار کر تہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہوجائے کہ شیطان تہ کیے کپڑے کو نہیں پہنتا معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں اطووا ثیابکم حتی ترجع الیہا ارواحہا فان الشیطان اذا وجد ثوبا مطویا لم یلبسہ وان وجدہ منشورا لبسہ کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لیے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اُسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اُسے پہنتا ہے ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی قال مامن فراش یکون مفروشا لاینام علیہ احد الانام علیہ الشیطان جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اُس پر شیطان سوتا ہے ان احادیث سے اُس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف زانو اور سجدہ کی جگہ ہو تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

نماز ہوجائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہٰذا اگر انگرکھا یا کرتا بچھا کر نماز پڑھے تو چاہیے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دامنوں پر سجدہ کرے کہ گریبان بہ نسبت دامن احتمال نجاست سے زیادہ دور ہے۔

مسئلہ - ۲۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقًا مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑنا چاہیے اور درحالیکہ دس آدمی سے زیادہ جو مقتدی ہیں سے اگر اخیر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کو پیٹھ نہ کرے لیکن اس صورت میں اگر مقتدیوں کی مقتدیوں کو پیٹھ ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضًا مطلقًا مکروہ کے کیا معنی ہیں بینوا توجروا

الجواب

کراہت کا اثر ناپسندی اور اُس کا اوسط درجہ اساءت ہے یعنی بُرا کیا اور اعلٰی درجہ کراہت تحریم اُس کا اثر گنہگار ومستحق عذاب ہونا مطلق مکروہ غالبًا کراہت تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص بمعنی کراہت تنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے مقتدیوں کے لیے شرعًا اتنا مستحب ہے کہ نقض صفوف کریں اور نماز کے بعد اُس انتظام پر نہ بیٹھے رہیں جیسے نماز میں تھے پھر بھی سب کو پھر کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اُس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریک نماز ہوئے تھے اُن میں کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود ومطلوب ولازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر

واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اُس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد کو پہنچے اُنھوں نے بعد کی صف میں اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی صف میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو وہی بعد کی صف میں ہوتے اُن کا بیٹھنا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھنا کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصدًا والتزامًا اُن میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں۔ بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور اُنھیں پیٹھ کرتا ہے اور یہی واجب ولازم اور متعین ہے تو اُسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از پیلی بھیت مرسلہ جناب مولٰنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلاعمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلاعمامۃ محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟ اور اگر کوئی شخص بسبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ فقہیہ کی عبارات جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثل علمگیریہ وکنز وفتاوی حجہ وآداب اللباس مولفہ شیخ محدث دہلوی وقنیہ وغیرہا تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن وطعن کرے اور مفتری علی الاحادیث تصور کرے اور لوگوں کو تاکید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصدًا عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں جامع الرموز میں الفاظ ذیل کی حدیث ملی ونص عبارتہ ینبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ بالعمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ اس حدیث کے حال سے بھی آگاہ فرمایئے اور یہ منیہ جس کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلی مروج ہے یا اور کوئی منیہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

عمامہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت متواترہ ہے جس کا تواتر یقینًا سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولہذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسال عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنت غیر مؤکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرخی علامتہ احیانا بین کتفیہ واحیانا یلبس العمامۃ من غیر علامۃ فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلك الامور سنۃ اس کے ساتھ استہزاء کو کفر ٹھہرایا کما نص علیہ الفقہاء الکرام وامروا بترکہ حیث یستہزئ بہ العوام کیلا یقعوا فی الھلاك بسوء الکلام تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ ہے یہاں تک کہ علما نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس پر حمل کیا علامہ علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا لم یروانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا زی المشرکین یعنی اصلا مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے اُسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقا نعم مع القلنسوۃ افضل ولبسھا وحدھا مخالف للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ وکذا المبتدعۃ فی بعض البلدان یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقًا ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے

اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا مُس کا سنت ہونا متواتر ہے اور سنت متواترہ کا استخفاف کفر ہے وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے لولم یرالسنۃ حقا کفر لانہ استخفاف عمامہ کی فضیلت میں احادیث کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیش نظر ہیں مذکور ہوتی ہیں **حدیث اول** سنن ابی داؤد وجامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں فرق مابیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ وفوقہا العمامۃ اما لبس القلنسوۃ وحدھا فزی المشرکین فالعمامۃ سنۃ مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ سنت ہے یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا العمامۃ علی القلنسوۃ فصل مابیننا وبین المشرکین یعطی بکل کورۃ یدورھا علی راسہ نورا ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روز قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا **حدیث ۲ و ۳** قضاعی شہاب میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولٰی علی وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العمائم تیجان العرب عمامے عرب کے تاج ہیں **حدیث ۴** مسند الفردوس میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم وفی لفظ وضع اللہ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامہ چھوڑیں تو اپنی عزت اُتار دیں گے **حدیث ۵** ابن عدی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایتوا المساجد حسرا ومعصبین فان العمائم تیجان المسلمین مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامے باندھے اس لیے کہ عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں **حدیث ۶** طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا تزدادوا حلما عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا صححہ الحاکم **حدیث ۷** ابن عدی کامل وبیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں وروی عنہ الطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ **حدیث ۸** دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وان اسلم حصین فعنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمہا وضعت عزھا عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اُتار دیں اپنی عزت اُتار دیں گے **حدیث ۹** وہی رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تزال امتی علی الفطرۃ مالبسوا العمائم علی القلانس میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں **حدیث ۱۰** ابوبکر بن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی وابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملٰئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان بیشک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے

میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر و ایمان میں فارق ہے **حدیث ۱۱** دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی بن عدی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا هکذا فاعتموا فان العمامۃ سیماء الاسلام وھی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے **حدیث ۱۲** ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: هکذا تکون تیجان الملئکۃ فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں **حدیث ۱۳ و ۱۴** طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمر اور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملئکۃ وارخوا لھا خلف ظھورکم عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور اُن کے شملے اپنے پس پشت چھوڑو **حدیث ۱۵** ابو عبداللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلاً راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ تعالٰی اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب الحدیث بیشک اللہ عزوجل نے اس امت کو عماموں سے مکرم فرمایا **حدیث ۱۶** بیہقی شعب الایمان میں انھیں سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصارٰی کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے **حدیث ۱۷** معجم کبیر طبرانی میں ہے حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا ایوب بن مدرک عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ تعالٰی اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے دن عمامہ والوں پر **حدیث ۱۸** دیلمی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلٰوۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ الاف حسنۃ عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے فیہ ابان **حدیث ۱۹** رامہرمزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادوا حلما ومن اعتم فلہ بکل کور حسنۃ فاذا حط فلہ بکل حطۃ حطھا خطیئۃ عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اُس کے لیے ہر پیچ پر ایک نیکی ہے اور جب (بلاضرورت یا ترک کے قصد پر) اُتارے تو ہر اُتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلاقصد ترک بلکہ بارادۂ معاودت) اُتارے تو ہر پیچ اُتارنے پر ایک گناہ اُترے دونوں معنی محتمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم والحدیث اشد ضعفا فیہ ثلثۃ متروکون متھمون عمرو بن الحصین عن ابی علاثۃ عن ثور **حدیث ۲۰** مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رکعتان بعمامۃ خیر من سبعین رکعۃ بلا عمامۃ۔ عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں **زہی حدیث مذکور سوال** اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بطریق عدیدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر ح والدیلمی بطرق الحسین بن اسحٰق العجلی حدثنا اسحٰق بن یعقوب القطان حدثنا سفین بن زیاد المخرمی حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن

ابی حبیب عن میمون بن مہران قال دخلت علی سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرك بحدیث تحبہ وتحملہ عنی وتحدث بہ قلت بلی قال دخلت علی ابی عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہما وھو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامۃ قلت بلی قال احبہا تکرم ولا یراك الشیطان الاولی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع اوفریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ ای بنی اعتم فان الملئکۃ یشھدون یوم الجمعۃ معتمین فیسلمون علی اھل العمائم حتی تغیب الشمس یعنی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو میں نے عرض کی کیوں نہیں فرمایا اُسے دوست رکھو عزت پاؤگے اور جب شیطان تمھیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نماز نفل خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کی برابر ہے پھر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اُس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلا مخالفت لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا ترکت القشر واخذت اللباب وصنتہ عما تفرد بہ وضاع اوکذاب میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اُسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے اما ابن النجار فاخرجہ من طریق محمد بن مھدی المروزی انبانا ابوبشیر بن سیار الرقی حدثنا العباس بن کثیر الرقی عن یزید بن حبیب قال قال لی مھدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم وھو یعتم فقال لی یا ابا ایوب الا احدثك بحدیث تحبہ وتحملہ وترویہ فذکر مثلہ وقال لایزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس قال الحافظ فی اللسان ھذا حدیث منکر بل موضوع ولم ار للعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیلہ لابن الطحان واما ابوالبشر بن سیار فلم یذکرہ ابواحمد الحاکم فی الکنی وما عرفت محمد بن مھدی المروزی ولا مھدی بن میمون الراوی لھذا الحدیث من سالم ولیس ھو البصری المخرج فی الصحیحین ولا ادری ممن الاٰفۃ اھ **اقول** رحم اللہ الحافظ من این یاتیہ الوضع ولیس فیہ ما یحیلہ عقل ولا شرع ولا فی سندہ وضاع ولا کذاب ولا متھم ومجرد جھل الراوی لایقضی بالسقوط حتی لایصلح للتمسك بہ فی الفضائل فضلا عن الوضع ولما اورد الحافظ ابوالفرج ابن الجوزی حدیث قزعۃ بن سوید عن عاصم بن مخلد عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرۃ لم تقبل لہ صلاۃ تلك اللیلۃ فی الموضوعات واعلہ بان عاصما فی عداد المجھولین وقزعۃ قال احمد مضطرب الحدیث وقال ابن حبان کان کثیر الخطاء فاحش الوھم فلما کثر ذلك فی روایتہ سقط الاحتجاج بہ اھ قال الحافظ

نفسہ فی القول المسدد ولیس فی شیئ من ھذا ما یقضی علی ھذا الحدیث بالوضع الخ ولما حکم ابن الجوزی علی حدیث ابی عقال عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العسقلان احد العروسین یبعث منہا یوم القیامۃ سبعون الفا لاحساب علیہم ویبعث منہا خمسون الفا شہداء وفودا الی اللہ عزوجل وبہا صفوف الشہداء رؤسہم مقطعۃ فی ایدیہم تثج اوداجہم دما یقولون ربنا واٰتنا ما وعدتنا علی رسلک ولا تخزنا یوم القیٰمۃ انک لاتخلف المیعاد فیقول صدق عبیدی اغسلوھم بنہر البیضۃ فیخرجون منہا نقاۃ بیضا فیسرحون فی الجنۃ حیث شاءوا) بالوضع محتجا بان جمیع طرقہ تدور علی ابی عقال واسمہ ھلال بن زید بن یسار قال ابن حبان یروی عن انس اشیاء موضوعۃ ما حدث بہا انس قط لایجوز الاحتجاج بہ بحال اھ وقال الذھبی فی المیزان باطل قال الحافظ نفسہ فیہ وھو فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط فی سبیل اللہ ولیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لایتجہ وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی روایۃ احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام اھ فلیت شعری لم لا یقال مثل ھذا فی حدیث العمامۃ مع انہ ایضا فی فضائل الاعمال والتحریض علی التأدب فی حضرۃ اللہ ولیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل بل ولا فیہ احد رمی بروایۃ الموضوعات کابی عقال فکیف یتجہ الحکم علیہ بالبطلان بل الوضع بمجرد کون بعض رواتہ ممن لم یعرفہم الحافظ اولم یذکرھم فلان وفلان علا ان مھدی بن میمون عندی وھم من بعض رواۃ ابن النجار لان عیسی بن یونس عند ابی نعیم وسفین بن زیاد عند الدیلمی انما یرویانہ عن العباس عن یزید عن میمون بن مھران کما تقدم ومیمون ھو ابو ایوب الجزری الرقی ثقۃ فقیہ من رجال مسلم والاربعۃ کما قال الحافظ فی التقریب لاجرم لم یمنع کلام الحافظ ھذا خاتم الحفاظ السیوطی عن ایرادہ فیما وعد بتنزیھہ عن الموضوع اما قول تلمیذہ الحافظ السخاوی حدیث صلاۃ بخاتم تعدل سبعین صلاۃ بغیر خاتم ھو موضوع کما قال شیخنا وکذا ما رواہ الدیلمی عن حدیث ابن عمر مرفوعا بلفظ صلاۃ بعمامۃ الحدیث المذکور ومن حدیث انس مرفوعا الصلاۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ اٰلاف حسنۃ اھ فلم یذکر وجہہ وانما تبع شیخہ وقد علمت ما فیہ وکذا حدیث انس انما فیہ ابان متروک وترک الراوی لایقضی بوضع الحدیث کما بینتہ فی الہاد الکاف فی حکم الضعاف واللہ تعالٰی اعلم جاہل اگر حدیث کو محض بہوائے نفس موضوع کہے واجب التعزیر ہے اور کتب معتمدۂ فقہیہ کو نہ ماننا جہالت وضلالت اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اُس کے لیے سخت آفت کہ بحکم احادیث صحیحہ جو لعنت غیر مستحق پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ آتی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی اور مسلمانوں کے عمامے قصداً اُتروا دینا اور اُسے ثواب سمجھنا قریب ہے کہ ضروریات دین کے انکار اور سنت قطعیہ متواترہ کے استخفاف کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سرِ نو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدید نکاح کرے حدیث کہ جامع رموز میں ہے۔ حدیث سیتم مذکور کے قریب قریب ہے۔ اور تعدیہ بقصد تحدید ہو تو اُسی کی نقل بالمعنی۔ یہ منیہ منیۃ المصلی نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاذ زاہدی کی منیۃ الفقہا جس کی تلخیص قنیہ ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از کاسگنج محلہ ناتھورام گلی چورامن مرسلہ محمد مصطفٰی ۲۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

عامل نبیل فاضل جلیل وفقہ اللہ الجمیل بمتابعۃ سید الانبیا صاحب الکوثر والسلسبیل السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض خدمت یہ کہ

قبل اس کے ایک عریضہ دربارۂ حصول فتوی مسئلۂ ذیل روانہ کیا تھا جواب سے مشرف نہیں ہوا مغموم ہوں امید کرتا ہوں کہ امرحق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمائیے گا اور بندہ کے استقامت وحسن خاتمہ کی واسطے داعی بدرگاہ خدا ہوجیے گا۔ **مسئلہ** پاک (جس کی طہارت میں قطعی یقین حاصل ہو جیسے نیا) جوتا پہن کر کوئی سی نماز نوافل یا فرائض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں فقہ وحدیث کی مطولات کا حوالہ دیں تو بہت خوب ہے۔

الجواب

جناب من وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس سے پہلے کاسگنج سے یہ سوال بصورت دیگر مرسل عباد اللہ خاں کا آیا اور جواب گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جوتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کی پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اُس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے اور یہی امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی سنت ہے کہ دو جوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارۂ مسجد پر آتے اُسے اُتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز ہی نہ ہوگی کما حققناہ فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از رام نگر ضلع نینی تال مرسلہ عنایت اللہ خاں ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

قبلہ وکعبہ دارین دام ظلکم کلمہ طیبہ شریف جب ورد کرکے پڑھا جائے تو اُس میں ہر کلمہ پر جب نام نامی حضور اقدس صلعم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا آوے درود پڑھنا چاہیے یا ایک مرتبہ جبکہ وہ جلسہ ختم کرے۔ بینوا توجروا

الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجیے سوال میں نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلعم لکھا ہے یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ۲ اور یہ سب بیہودہ ومکروہ وسخت ناپسند وموجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہیے اگر تحریر میں ہزار جگہ نام پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علما نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے علامہ طحطاوی حاشیۂ درمختار میں فرماتے ہیں ویکرہ الرمز بالصلاۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلک کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع من التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالہمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف وتخفیف الانبیاء کفر بلاشک ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر وکون لازم الکفر کفرا بعد تسلیم کونہ مذھبا مختارا محلہ اذا کان اللزوم بینا نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام والشبھۃ۔ اب جواب مسئلہ لیجیے نام پاک حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت وعیدوں میں گرفتار ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نام پاک لیا یا سنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے بہت علما قول اول کی طرف گئے اُن کے نزدیک تو ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھا جائے

اگر ایک بار بھی چھوڑا گنہگار رہا مجتبٰی و درمختار وغیرہما میں اسی قول کو مختار واصح کہا فی الدرالمختار اختلف فی وجوبہا علی السامع والذاکر کلما ذکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والمختار تکرار الوجوب کلما ذکر ولو اتحد المجلس فی الاصح اھ بتلخیص دیگر علما نے بنظر آسانی امت قول دوم اختیار کیا اُن کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کے لیے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثواب عظیم وفضل جسیم سے بیشک محروم رہا کافی وقنیہ وغیرہما میں اسی قول کی تصحیح کی فی ردالمحتار صححہ الزاھدی فی المجتبٰی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلاۃ مرۃ فی کل مجلس کسجود التلاوۃ للحرج الا انہ یندب تکرار الصلاۃ فی المجلس الواحد بخلاف السجود وفی القنیۃ قیل یکفی فی المجلس مرۃ کسجدۃ التلاوۃ وبہ یفتی وقد جزم بھذا القول المحقق ابن الھمام فی زاد الفقیر اھ ملتقطا بہر حال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں ہیں اور نہ کرنے میں بلاشبہہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ ومعصیت عاقل کا کام نہیں کہ اُسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ - ۶ رجمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا یہ جائز ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے اُس کا وظیفہ اُس کے مونھ پر مارا جائے گا ایسوں ہی کو حدیث میں فرمایا رب تال القراٰن والقراٰن یلعنہ بہتیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی

مسئلہ - از ملک بنگالہ ۱۹ رمحرم الحرام ۱۳۱۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ در ملک بنگالہ یک گروہ نو پیدا شدہ کہ آں را محمدی گویند وایشاں یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ در چند امور زائد اندیکے اینکہ می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستن درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ واصول وغیرہ ایں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می دہند وفحش ناسزا می گویند ومی گویند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گاہے دعا نہ کردہ پس اگر ایشاں از قرآن شریف وصحاح ستہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواہد شد۔ والسلام

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حمدا لک اللھم یا عظیم صل علی نبیک الکریم واٰلہ وصحبہ اولی التکریم ومجتھدی دینہ القویم اٰمین الحمدللہ سلسلہ سخن درازست و درفیض الٰہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہمانا نامہ گرد آوردن باید لاجرم ایک آیت وہفت حدیث بسندہ می نماید آیہ قال اللہ عزوجل فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب ۵ قول اصح درتفسیر کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز ونصب نصب در دعاست یعنی چل

از نماز فارغ شوی در دعا جہد ومشقت نما وبسوئے پروردگار خود بزاری وتضرع گرا فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی ربک فارغب تضرع ہمدرخطبہ اوست ھذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترک التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ اھ ملخصا علامہ زرقانی در شرح مواہب لدنیہ فرماید ھو الصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال **حدیث اول** مسلم[1] ابوداؤد[2] وترمذی[3] ونسائی[4] وابن ماجہ[5] واحمد[6] ودارمی[7] وبزار[8] وطبرانی[9] وابن السنی[10] ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ مولائے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روایت کنند قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا انصرف من صلاتہ استغفر ثلثا وقال اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام یعنی چوں حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین از نماز برگشتے وسلام دادے سہ بار از حق سبحانہ وتعالٰی مغفرت خواستے وایں دعا گفتے خدایا توئی سلام (کہ ہیچ عیب ونقصے را گرد سرا پردہ عز وجلال تو بار نیست) واز تست سلام (کہ سلامت ما بندگاں از ہمہ آفات وبلیات ہمیں بقدرت وارادت ولطف رحمت تست) برکت وعظمت مرتراست اے صاحب بزرگی وبزرگی دہے یارب مگر ایں حدیث در صحاح مشہور ومتداول نیست یا از خدا طلب مغفرت وسوال سلامت دعا نباشد آرے جہل بلائیست نہ سہل وچوں مرکب شود دوائے ندارد والعیاذ باللہ تبارک وتعالٰی **حدیث دوم وسوم وچہارم** بخاری[1] ومسلم[2] وابوداؤد[3] ونسائی[4] وابوبکر ابن السنی[5] وابوالقاسم[6] طبرانی از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وبزار وطبرانی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ونیز بزار از جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کنند وھذا حدیث المغیرۃ واللفظ للنسائی قال کتب معویۃ الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا قضی الصلٰوۃ قال لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد یعنی امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ را نوشت کہ مرا آگہی دہ بچیزے کہ از رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شنیدہ باشی مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں نماز ختم نمودے چناں فرمودے ہیچکس سزائے پرستش نیست جز خدائے یکتائے بے ہمتا مر اوراست پادشاہی ومر اوراست ستائش واو بر ہرچہ کہ خواہد تواناست خدایا ہیچ باز دارندہ نیست چیزے را کہ تو دہی وہیچ دہندہ نیست چیزے را کہ تو باز داری وسود نہ دہد خداوند بخت ودولت را از قہر وعذاب تو آں بخت ودولتش اللھم لا مانع لما اعطیت الخ اگر دعا نیست آخر چیست بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعاست ترمذی ونسائی وابن حبان وحاکم اول بتحسین وآخر بتصحیح از جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما آوردند کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للہ بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ وبہترین دعا الحمد للہ گفتن ست **حدیث پنجم** در سنن نسائی از عطاء ابن ابی مروان از پدرش مروی ست ان کعبا حلف لہ باللہ الذی فلق البحر لموسی انا لنجد فی التوراۃ ان داؤد نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلاتہ قال اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیہا معاشی اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بعفوک من نقمتک واعوذ بک منک لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع

ذالجد منك الجد قال وحدثنی کعب ان صہیبا حدثہ ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقولھن عند انصرافہ من الصلاۃ یعنی کعب احبار پیش ابی مروان بحلف گفت کہ سوگند بخدائیکہ دریا را بہر موسٰی علیہ الصلاۃ والسلام شگافت ہر آئینہ ما بتوریت مقدس می یابیم کہ داؤد نبی اللہ علیہ الصلاۃ والسلام چوں ز نماز برگشتے ایں دعا کردے الٰہی بیارا بہر من دین مرا کہ اورا پناہ من کردۂ و بیارا بہر من دنیائے مرا کہ در وسامان زندگی من نہادۂ خدایا پناہ می برم بخوشنودی تو از خشم تو و پناہ می برم (وایں جا کلمہ گفت کہ معنیش چنیں باشد) بہ درگزشتن تو از سخت گرفتن تو و پناہ می برم بتو از تو ہیچ باز دارندہ نیست دادہ ترا و نہ دہندہ باز داشتہ ترا و سود نکند بختور را از تو بخت و ابو مروان گوید کعب بمن حدیث گفت کہ صہیب رضی اللہ تعالٰی عنہ اورا حدیث کرد و خبر داد کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز ایں دعا دم برگشتن از نماز میکرد **حدیث ششم** در صحیح مسلم از براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت است گفت کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابك یوم تبعث او تجمع عبادك بودیم کہ چوں پس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز می گزاردیم دوست می داشتیم کہ از دست راست او باشیم تا پس از سلام دادن روئے مبارک بسوئے ماکند پس شنیدم اورا کہ می گفت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اے پروردگار من نگاہدار مرا از عذاب خودت روزیکہ برانگیزی یا فرمود گرد آری بندگان خود را **حدیث ہفتم** بزار در مسند و طبرانی در معجم اوسط و ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ و خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی وفرغ من صلاتہ مسح بیمینہ علی راسہ وقال بسم اللہ الذی لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں از نماز فارغ شدے دست راست بر سر مبارک خودش سودے وایں دعا نمودے بنام خدائیکہ جز او ہیچکس سزائے پرستیدن نیست بخشایندہ مہربان خدایا پریشانی و غم از من دور کن طرفہ تر آنکہ ایں ہوشمنداں را از قول امام وقت و مجتہد العصر و صاحب الزمان خود شاں خبرے نیست تا بدرک احادیث و ادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نہ ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا بعد از نماز فتوائے نوشت امام ایناں میاں نذیر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آوردہ ائمہ دین خدا را بجوئے نشمرند و فقہا را دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد حدیثے عجیب لکھنوی آوردہ بود حدیثے دگر ایں کس افزود فتوی اینست۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ دیار ماست ہر چند فقہا مستحن می نویسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد دریں خصوص ہم حدیثے وارد ست یانہ بینوا توجروا۔ ھو المصوب دریں خصوص نیز حدیثے وارد ست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلۃ می نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلاۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتك فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین واللہ تعالٰی اعلم | ابوالحسنات محمد عبدالحی | حاصل ایں حدیث کہ

حدیث ہشتم باشد آنست کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امت را دعائے می آموزد کہ ہر کہ بعد ہر نماز ہردو دست خود برداشتہ ایں دعا کند بحضرت حق جل وعلاحق باشد دستہائے اورا نومید باز نگرداند باز تصدیق امام الطائفہ خود بینید می سراید الجواب صحیح ویؤیدہ مارواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث فثبت بعد الصلاۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما لایخفی علی العلماء الاذکیاء سید محمد نذیر حسین لیکن ایں حدیث نہم کہ ابوبکر بن ابی شیبہ در مصنف از اسود عامری از پدر او رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردہ است کہ من باحضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز فجر گزاردم چوں سلام داد برگشت وہردو دست پاک برداشتہ دعا فرمود امام ایشاں گوید کہ پس خود از سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد نماز فریضہ دست بہر دعا برداشتن بثبوت پیوست چنانکہ برعلمائے اذکیا پوشیدہ نیست من میگویم مگر مجتہدین اغبیا شمارا درماں چیست الحمد للہ کفی اللہ اہل السنۃ القتال ہفت حدیث را وعدہ کردیم وبجا آوردیم کہ ہفت از افضل اعداد بود حالا بتقریب ذکر ایں فتوی دو حدیث دیگر مذکور شد می خواہم کہ حدیث دگر خوانیم وعدد بہ تلک عشرۃ کاملۃ رسانیم وباللہ التوفیق حدیث دہم امام احمد درمسند ونسائی در مجتبی وابن حبان در صحیح از حارث بن مسلم وابوداؤد درسنن از پدرش مسلم بن حارث رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو الصواب کما افادہ الحافظ المنذری فی الترغیب روایت کنند سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مرا فرمود اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار سبع مرات فانک ان مت من یومک ذلک کتب اللہ لک جوارا من النار واذا صلیت المغرب فقل قبل ان تکلم احدا من الناس اللھم اجرنی من النار سبع مرات فانک ان مت من لیلتک کتب اللہ لک جوارا من النار چوں نماز بامداد ادا کنی پیش از آنکہ باکسے سخن گوئی ہفت بار ایں دعا کن خدایا مرا از دوزخ پناہ دہ کہ اگر آں روز میری حق جل وعلا برائے تو پناہ از دوزخ نویسد وچوں نماز شام گزاری ہمچناں کن اگر آں شب میری ہمچناں شود اللھم اجرنا من النار برحمتک یا عزیز یا غفار وصلی اللہ تعالٰی علی نبیہ المختار والہ الاطہار وبارک وسلم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ازندی پاربتی علاقہ ریاست گوالیار گوتا باور ریلوے ڈاکخانہ ندی مذکورہ مرسلہ سید کرامت علی صاحب محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولٰنا ومرشدنا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب دام اقبالہ السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں۔ وظیفہ یا درود شریف بآواز بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں ان معاملات میں کچھ شبہہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے لہذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

الجواب

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جبکہ اُس کے باعث کسی نمازی یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عند التحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے لما

فی الحدیث خیر الذکر الخفی۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ادھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام اول تسبیحات پڑھ کر دعا مانگتے ہیں اور وہاں بعد سلام فوراً دعا ان میں کونسا طریقہ سنت ہے اور کیا ثبوت ہے۔

الجواب

نماز کے بعد دعا ثابت ہے اور تسبیح حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے صبح اور عصر کے بعد سنتیں نہیں اُن کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑگئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دعا مانگتے ہیں اور اگر وہ دعا میں دیر کرے منتظر رہتے ہیں اُن کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ اُن میں کسی ایک فرد پر بھی ثقیل نہ ہوگی تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی طریقہ بہتر ہے کہ خفیف دعا مانگ کر فارغ کردے پھر جس کے جی میں آئے تسبیحات میں شامل رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از راموچکما کوں ضلع چٹاگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید معنیض الرحمن ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ

درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں برتقدیر ثانی مطلقاً ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔

الجواب

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریا ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف یونہیں درود شریف بھی جہراً جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قرات حدیث و ذکر نام اقدس میں سلفاً خلفاً تمام ائمہ و علما و مسلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی آواز سے کہتے ہیں جتنی آواز سے قرات حدیث وکلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی محلہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

جس فرض کے بعد سنت ہے اُس کے فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں یا بغیر مناجات کے سنت ادا کرے یا مختصر مناجات کے بعد سنت شروع کرے دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہیے مع نشان باب و نام کتاب۔ بینوا توجروا

الجواب

جائز و درست تو مطلقاً ہے مگر فصل طویل مکروہ تنزیہی و خلاف اولٰی ہے اور فصل قلیل میں اصلاً حرج نہیں درمختار فصل صفۃ الصلاۃ میں ہے یکرہ تاخیر السنۃ الابقدر اللھم انت السلام الخ قال الحلوانی لاباس بالفصل بالاوراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان اریدبالکراھۃ التنزیھیۃ ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملہ علی القلۃ فتح القدیر میں ہے قول الحلوانی لاباس المشھور فی ھذہ العبادۃ کون خلافہ اولٰی فکان معناھا ان الاولٰی ان لایقرأ (ای الاوراد) قبل السنۃ ولوفعل لاباس اھ مختصرا نقلہ ثم قال وتبعہ علی ذلک تلمیذہ فی الحلیۃ فال فتحمل الکراھۃ علی التنزیھیۃ لعدم دلیل التحریمیۃ حتی لوصلاھا بعد الاوراد تقع

سنۃ مؤادۃ لکن لا فی وقتھا المسنون ردالمحتار میں ہے مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یقعد الا بمقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ قال وقول عائشۃ بمقدار لا یفید انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد بقدر ما یسعہ ونحوہ من القول تقریبًا فلا ینافی ما فی الصحیحین من انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقول دبر کل مکتوبۃ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد وتمامہ فی شرح المنیۃ وکذا فی الفتح من الوتر والنوافل اھ مختصرًا غنیہ میں ہے وکذا ما روی مسلم وغیرہ عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سلم من صلاتہ قال بصوتہ الاعلی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع احد من ھذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینہا الخ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے باید دانست کہ تقدیم روایت منافی نیست بعضے راکہ درباب بعض ادعیہ واذکار در حدیث واقع شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر ومغرب دہ بار لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس بار کلمۂ توحید پڑھنا فصل قلیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ محلہ روہیلہ ٹولہ مسئولہ مولوی رحیم اللہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ ہجری

زید بعد ہر نماز جماعت فریضہ قبل از مانگنے دعا روز ایک مرتبہ کلمۂ توحید روز بعد مانگنے دعا کلمہ طیبہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ کلمہ شہادت بآواز بلند بنیت مع حاضرین جماعت پڑھا کرتا ہے یہ فعل اس کا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جائز ہے مگر حاضرین کو ان کی خوشی پر رکھا جائے مجبور نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

بابُ القِرأۃ

مسئلہ ۔ از بریلی مسئولہ سید احمد علی ساکن نوادہ شیخان ۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تلاوت کلام مجید مصلی پر یا غیر مصلی پر با ترتیب پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب اور امام نماز میں بے ترتیب سورہ پڑھے تو اس پر کیا حکم ہے۔

الجواب

نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود ہو دونوں میں لحاظ ترتیب واجب ہے اگر عکس کرے گا گنہگار ہوگا سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزوجل اس کا دل اُلٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہے کہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وہ پڑھ لی اور یہ اس سے اوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے یٰسین شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح کو بخشا ہوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورۂ واقعہ شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا۔ محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورۃ تبارک الذی شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے۔ مگر اس غرض کے لیے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جدا عمل ہے۔ اسے اختیار ہے جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔

امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں۔ قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا۔ نماز میں کچھ خلل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سورۂ فاتحہ یا اور کسی سورت کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مذہب حنفیہ در بارۂ قرأت مقتدی عدم اباحت وکراہت تحریمہ ہے۔ نماز سری میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد رحمہ اللہ تعالٰی کما قالہ فی الدر المختار خود تصانیف امام محمد میں جابجا عدم جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث واخبار دار واور فرمایا ایک جماعت صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین قرأت مقتدی کو مفسد نماز کہتی ہے اور اقوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔ موطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدم جواز ثابت قالہ الشیخ المحقق مولٰنا عبدالحق المحدث الدھلوی قدس اللہ تعالٰی سرہ العزیز فی اللمعات بااین ہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مرجوحہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت اُن کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل ووہم عاطل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ وتابعین کا ہے حتی کہ صاحب ہدایہ امام علامہ برہان الملۃ والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی نے دعوی اجماع صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ احادیث وآثار کہ اس باب میں وارد بیحد وشمار یہاں بخوف طوالت بیان بعض پر اقتصار صحیح مسلم شریف میں سیدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا یعنی جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت

کرے پس جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت شروع کرے تم چپ رہو۔ ابوداؤد ونسائی اپنی اپنی سنن میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا ھذا لفظ النسائی یعنی امام تو اس لیے ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب قراءت کرے تم خاموش رہو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالٰی اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القراٰن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھے اُس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ ھکذا رواہ مالک فی موطاہ موقوفا اور امام ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے معانی الآثار میں اُسے روایت کیا اور ارشادات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرار دیا واللہ تعالٰی اعلم۔ حافظ ابوعیسٰی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ باحسان روایت فرماتے ہیں حدثنا ابوالحسن موسٰی بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستہ ہیں ورواہ محمد ھکذا مرفوعا من طریق اُخر حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا اس کے لیے کفایت کرتا ہے ھکذا روی عنہ محمد رحمہ اللہ تعالٰی مختصرا ورواہ الامام تارۃ اخری مستوعبا قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالناس فقرأ رجل خلفہ فلما قضی الصلٰوۃ قال ایکم قرأ خلفی ثلث مرات قال رجل انا یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قراءت کی سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہوکر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا تھا لوگ بسبب خوفِ حضور کے خاموش ہورہے یہاں تک کہ تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا آخر ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اُسکے لیے امام کا پڑھنا کافی ہے۔ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضا عن حماد عن ابراھیم ان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یقرأ خلف الامام لا فی الرکعتین الاولیین ولا فی غیرھما یعنی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امام کے پیچھے قراءت نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں۔ فقیر کہتا ہے عبداللہ بن مسعود اور کون عبداللہ بن مسعود جو افاضل صحابہ ومومنین سابقین سے ہیں حضر وسفر میں ہمراہ رکاب سعادت انتساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رہتے اور بارگاہ نبوت میں بے اذن لیے جانا اُن کے لیے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ وروش سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے جو چال ڈھال ابن مسعود کی ملتی پائی کسی کی نہ پائی حدیث میں ہے خود حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رضیت لامتی مارضی لھا ابن ام عبد وکرھت لامتی ماکرہ لھا ابن ام عبد میں نے اپنی امت کے لیے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اُس کے لیے پسند کرے اور اپنی امت کے لیے ناپسند کیا جو اُس کے لیے عبداللہ بن مسعود

ناپسند کرے گویا ان کی رائے خود حضور والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا محمد فی موطاہ من طریق سفیانین عن منصور بن المعتمر وقال الثوری نا منصور وھذا لفظ ابن عیینۃ عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن القرأۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلٰوۃ لشغلا سیکفیک ذلك الامام خلاصہ یہ کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دربارہ قرأت مقتدی سوال ہوا فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کرے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں اور جب امام کی قرأت بعینہٖ اُس کی قرأت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے **فقیر کہتا ہے** یہ حدیث اعلٰی درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ ائمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں واما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمد انا محمد ابن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس ان عبداللہ بن مسعود کان لایقرأ خلف الامام فیما یجھر وفیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئًا۔ حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جب مقتدی ہوتے تو کسی نماز میں جہریہ ہو یا سریہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم انہ قال لم یقرأ علقمۃ خلف الامام حرفا لا فیما یجھر فیہ القرأۃ ولا فیما لایجھر فیہ ولا قرأ فی الاخریین بام الکتاب ولا غیرھا خلف الامام ولا اصحاب عبداللہ جمیعا یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین و اعاظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے جہر کی قرأت ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبداللہ بن مسعود سے قرأت کی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین محمد فی الموطا اخبرنا بکیر بن عامر ثنا ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرأ خلف الامام یعنی حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کروں۔ محمد ایضا اخبرنا اسرائیل بن یونس ثنا منصور عن ابراھیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل متھم یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ رؤسائے تابعین وائمہ دین متین سے ہیں تحدیث و فقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرأت ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی **فقیر کہتا ہے** رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں امام مالک اپنی موطا میں اور امام حنبل رحمہما اللہ تعالٰی اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں وھذا سیاق مالك عن نافع ان عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کان اذا سئل ھل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال وکان عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لایقرأ خلف الامام یعنی سیدنا و ابن سیدنا عبداللہ بن امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے جب دربارۂ قرأت مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اُسے قرأت امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرأت کرے نافع کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما خود امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے **فقیر کہتا ہے** کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتی کہ مالک عن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین

اسانید کما محمد اخبرنا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال من صلّی خلف الامام کفتہ قرأتہ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے **فقیر کہتا ہے** یہ سند بھی مثل سند سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں بلکہ بعض علمائے حدیث نے روایات نافع عن عبیداللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی محمد اخبرنا عبدالرحمٰن بن عبداللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ سئل عن القرأۃ خلف الامام قال یکفیك قرأۃ الامام یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دربارۂ قرأت استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں حدثنا ابن وھب نساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سمعہ یقول لایقرأ المؤتم خلف الامام فی شیئ من الصلاۃ یعنی سیدنا زید ابن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے یعنی نماز جہریہ ہو یا سریہ **محمد** اخبرنا داؤد بن قیس ثنا عمر بن محمد بن زید عن موسی بن سعد بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جدہ قال من قرأ خلف الامام فلاصلاۃ لہ یعنی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اُس کی نماز جاتی رہی **فقیر کہتا ہے** یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعاً روایت کیا الحافظ بن علی بن عمر الدارقطنی عن ابی حاتم بن حبان ثنی ابراھیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان الدوری عن عبدالرحمن المخزومی عن سفین بن عیینہ عن ابن طاؤس عن ابیہ عن زید بن ثابت عن رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من قرأ خلف الامام فلاصلاۃ لہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ افاضل صحابہ وعشرۂ مبشرہ ومقربان بارگاہ سے ہیں منقول ہے انہوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت کرنے والے کے مونھ میں انگارہ ہو محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا یعنی حضرت امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اُس کے مونھ میں پتھر ہو **فقیر کہتا ہے** رجال اس حدیث کے برشرط صحیح مسلم ہیں **الحاصل** ان احادیث صحیحہ ومعتبرہ سے مذہب حنفیہ بحمداللہ ثابت ہوگیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ اُن میں عمدہ ترین دلائل جسے اُن کا مدار مذہب کہنا چاہیے حدیث صحیحین ہیں یعنی لاصلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے **جواب** اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمہارے مفید نہ ہمارے مضر ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع وسجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُس کے لیے امام کی قرأت کافی اور امام کا پڑھنا بعینہٖ اُس کا پڑھنا ہے کما مرسابقاً پس خلاف ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اُس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہوجائیگی **دُوسری دلیل** حدیث مسلم۔ من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القراٰن فھی خداج ھی خداج ھی خداج حاصل یہ کہ جس نے

کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے اس کا جواب بھی بعینہٖ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلم اور قرأت امام ماموم سے مغنی خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگرچہ لاکھوں ہوں تھیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے ام الکتاب رہتی ہو وھو ممنوع اور آخر حدیث میں قول حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اقرأ بھا فی نفسک یا فارسی کہ شافعیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر بتوفیق الٰہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں **تیسری دلیل** حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتفعلوا الا بام القرآن امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے **اولاً** یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی ونسائی وموطائے امام مالک وموطائے امام محمد وغیرہا صحاح ومعتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کرسکتی ہے امام احمد بن حنبل وغیرہ حفاظ نے اُس کی تضعیف کی یحیٰی بن معین جیسے ناقد جن کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا جس حدیث کو یحیٰی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے **ثانیاً** خود شافعیہ اس حدیث پر دو وجہ سے عمل نہیں کرتے ایک یہ کہ اُس میں ماورائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضم سورت بھی جائز صرح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باآواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع صرح بہ الشیخ فی اللمعات ویفیدہ کلام النووی فی الشرح پس جو حدیث خود اُن کے نزدیک متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں **بالجملہ** ہمارا مذہب مہذب بحمداللہ حجج کافیہ ودلائل وافیہ سے ثابت اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذاللہ باطل یا مضمحل کرسکے مگر اس زمانہ پُرفتن کے بعض جہال بے لگام جنھوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا ہے اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لیے تقلید ائمہ کرام میں خدشات واوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز وسامان پر ائمہ مجتہدین خصوصاً امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد وفقاہت ہے عقلائے منصفین کو معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیان خام کا رنے کہہ دیا اُنھوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجب ذلت وباعث فضیحت ہوں اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وساوس شیطان سے امان بخشے آمین ھذا واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ عند واھب العلوم العالم بکل سر مکتوم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو حافظ نماز میں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقاف لازمہ پر وقف کرتا ہے اور ماضی جمع متکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مؤنث غائب کا شبہہ ہوتا ہے اور اکثر جگہ حروف وکلمات بھی فروگذاشت ہوجاتے ہیں تو اس کے سننے میں کچھ ثواب کی اُمید ہے یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترک جماعت کے لیے مقبول ہوگا یا نہیں یا دوسری مسجد میں جماعت کے لیے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

خطائی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف۔ قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا فتوٰی تو یہ ہے

کہ علی الاطلاق اُس سے نماز نہیں جاتی فی الدرالمختار وزلۃ القاری لوفی اعراب لاتفسد وان غیرالمعنی بہ یفتی بزازیہ ردالمحتار میں ہے لاتفسد فی الکل وبہ یفتی بزازیہ وخلاصہ اگرچہ علمائے متقدمین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقوی اور اسی پر عمل احوط واحری فی شرح المنیۃ الکبیر ھوالذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امرالصلاۃ التی ھی اول ما یحاسب العبد علیہا اور وقف وصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہانتک کہ اگر وقف لازم پر نہ ٹھہرا بُرا کیا مگر نماز نہ گئی فی العلمگیریہ ان وصل فی غیرموضع الوصل کما لولم یقف عند قولہ اصحب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لاتفسد لکنہ قبیح ھکذا فی الخلاصۃ حلیہ میں ہے صرح غیرواحد منھم صاحب الذخیرۃ علی ان الفتوی علی عدم الفساد بکل حال لان فی مراعاۃ الوقف والوصل والابتداء ایقاع الناس فی الحرج خصوصًا فی حق العوام والحرج مدفوع شرعًا یوہیں ضمیرنا میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں لما صرح بہ القنیۃ ان من العرب من یکتفی عن الالف بالفتحۃ والیاء بالکسرۃ والواو بالضمۃ تقول اعذُ باللہ مکان اعوذباللہ قلت وعلیہ یخرج ما صرح بہ فی الغنیۃ ان حذف الیاء من تعالٰی فی تعالٰی جد ربنا لاتفسد اتفاقًا اسی طرح حروف وکلمات کا فروگذاشت ہوجانا بھی دوامًا موجب فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغییر معنی کرے کما ھو ضابطۃ الائمۃ المتقدمین رحمہم اللہ تعالٰی بالجملہ اگر حافظ مذکور سے وہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اس کے پیچھے درست اور ترک جماعت کے لیے یہ عذر نامسموع اور اگر خطایائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بیشک وہ نماز نماز ہی نہیں نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ العیاذ باللہ عکس کا خوف ہے نہ اہل محلہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ یہی مسجد جو ان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاج نماز وجماعت ہے نماز فاسد کا تو عدم ووجود شرعًا یکساں پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حق مسجد ادا ہو کما افادہ فی الفتاوی الخانیۃ وفیہا ایضا موذن مسجد لا یحضر مسجدہ احد قالوا ھو یوذن ویقیم ویصلی وحدہ وذاک احب من ان یصلی فی مسجد اٰخر اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطایائے مفسدہ صرف تراویح میں بوجہ عجلت وبے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں وہی حکم ہے ورنہ درصورت فساد فرضوں میں بھی اقتدا درست نہیں۔ کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۷ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرأت جہر سے پڑھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یانہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر امام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر وعصر کی سب رکعات اور عشا کی پچھلی دو اور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرض قرأت ادا ہوسکے (اور وہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر باٰواز پڑھ جائیگا تو بلاشبہہ سجدہ سہو واجب ہوگا اگر بلاعذر شرعی سجدہ نہ کیا یا اس قدر قصدًا باٰواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے اور اگر اس مقدار سے کم مثلًا

ایک آدھ کلمہ بآواز بلند نکل جائے تو مذہب راجح میں کچھ حرج نہیں ردالمحتار میں ہے الاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسر فیہ وھو صلٰوۃ الظھر والعصر والثالثۃ من المغرب والاخریان من العشاء وصلٰوۃ الکسوف والاستسقاء کما فی البحر الخ درمختار میں ہے تجب سجدتان بترك واجب سھوا کالجھر فیما یخافت فیہ وعکسہ والاصح تقدیرہ بقدر ما تجوز بہ الصلٰوۃ فی الفصلین اھ ملخصا غنیہ میں ہے الصحیح ظاھر الروایۃ وھو التقدیر بما تجوز بہ الصلٰوۃ من غیر تفرقۃ لان القلیل من الجھر فی موضع المخافۃ الخ حاشیہ شامی میں ہے صححہ فی الھدایۃ والفتح والتبیین والمنیۃ الخ وتمامہ فیہ تنویر الابصار میں ہے فرض القرأۃ اٰیۃ علی المذھب بحر الرائق وعلمگیری میں ہے لا یجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادۃ جبرا لنقصانہ یہ حکم امام کا ہے اور منفرد کے لیے بھی زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس فعل سے عمداً بچے اور سہواً واقع ہو تو سجدہ کرلے وذلك لان العلماء اختلفوا فیہ اختلافا شدیدا فمنھم من لم یوجب علیہ الاسرار فیما یسر کما لا یجب علیہ الجھر فیما یجھر بالاتفاق وعلیہ مشی فی الھدایۃ والمحیط والتتارخانیۃ وغیرھا ونص فی النھایۃ والکفایۃ والعنایۃ ومعراج الدرایۃ وغیرھا من شروح الھدایۃ والذخیرۃ وجامع الرموز شرح النقایۃ وفی کتب اخر یطول عدھا انہ ھو ظاھر الروایۃ وان خلافہ روایۃ النوادر ومنھم من جعلہ فیما یسر کالامام بہ جزم فی الحلیۃ والمنیۃ والبحر والنھر والمنح والملتقی الابحر والیہ اشار فی کنزالدقائق ونور الایضاح وصححہ فی البدائع والتبیین والفتح والدرر والھندیۃ وقال فی البحر والدرر انہ المذھب یظھر کل ذلك بالمراجعۃ للبعض الی ردالمحتار ولبعض اخر الی ماسمینا من الاسفار فکان الاحوط ما قلنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مسئولہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب دوم جمادی الاولی ۱۳۱۰ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام معین کیا ہے جمعہ وجماعات میں گروہ مسلمین کی امامت کرتا ہے اور سورۂ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد والرحمٰن والرحیم کے الھمد والرھمٰن والرھیم بہائے ہوز پڑھتا ہے ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اُس کے پیچھے نادرست کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بیخیالی یا بے پرواہی سے کلمات مذکورہ میں ھ پڑھتا ہے تو خود اس کی نماز فاسد وباطل اوروں کی اس کے پیچھے کیا ہوسکے اور اگر بالفعل ح پر قادر نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اس کی نماز محض اکارت اور اُس کے پیچھے ہر شخص کی باطل اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش کرچکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی اور اُس کے صدقہ میں سب کی گئی اور اگر برابر حد درجہ کی کوشش کیے جاتا ہے مگر کسی طرح ح نہیں نکلتی تو اس کا حکم مثل اُمی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتدا نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے تو بھی اس کی نماز باطل پھر امام بننا تو دوسرا درجہ ہے اور ظاہر ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً ہر طرح کے بندگان خدا موجود ہو۔تے ہیں پھر اُس کا اُن کی اقتدا نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اس کی نماز کا مبطل ہوا اور جب اسکی گئی سب کی گئی۔

بہرحال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اس کے پیچھے کسی اور کی تو ایسے کو امام بنانا حرام اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال

اپنے سرلیتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی البتہ اگر ایسا ہو کہ تا حد اد نی امید کہ یہ شخص ہمیشہ ہمیشہ برابر رات دن تصحیح حرف میں کوشش بلیغ کیے جائے اور باوصف بقائے امید واقعی محض طول مدت سے گھبرا کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اول نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ھ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی وہ سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورۂ کافرون وسورۂ ناس اور ثنا و تسبیحات رکوع وسجود وتشہد ودرود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آئی ہے اُن کے مرادفات ومقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے سبحنك اللھم وبحمدك اقدسك اللھم متثنيا عليك وعلی ھذا القیاس اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی کی طرح ح کو ھ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب تک کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہوگی اور اُن سب اس کے مانندوں کی بھی اس کے پیچھے صحیح ہوگی اور جس دن باوصف امید تنگ آکر کوشش چھوڑی یا صحیح القراۃ کی اقتدا ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اُسی دن اس کی بھی باطل اور اُس کے پیچھے سب کی باطل اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ وغیر جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اس کے پیچھے کسی کی درست یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح یہی مختار یہی مفتی بہ اسی پر عمل اسی پر اعتماد واللہ الھادی الی سبیل الرشاد درمختار میں ہے لایصح اقتداء غیر الالثغ بہ وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جھدہ دائما حتما کالامی فلایؤم الا مثلہ ولاتصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ اوترک جھدہ اووجد قدر الفرض مما لالثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف اھ ملتقطا فتاوی محقق علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے الراجح المفتی بہ عدم صحۃ الامامۃ الالثغ لغیرہ ردالمحتار میں ہے من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف کالرھمن الرھیم والشیتان الرجیم والآلمین وایاك نابد وایاك نستئین، السراط، انأمت فکل ذلك حکمہ ما مر من بذل الجھد دائما والا فلا تصح الصلوۃ بہ ملخصاً حاشیہ طحطاویہ میں زیر قولہ بذل جہدہ دائما ہے قولہ دائما ای اٰناء اللیل واطراف النہار کما مر عن القھستانی ردالمحتار میں ہے قولہ دائما ای فی اٰناء اللیل واطراف النھار فما دام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیہ فصلاتہ جائزۃ وان ترك جھدہ فصلاتہ فاسدۃ کما فی المحیط وغیرہ قال فی الذخیرۃ وانہ مشکل عندی لان ما کان خلقۃ فالعبد لایقدر علی تغییرہ تمامہ فی شرح المنیۃ غنیہ میں ہے قال صاحب المحیط المختار للفتوی انہ ان ترك جھدہ فی بعض عمرہ لایسعہ ان یترك فی باقی عمرہ ولو ترك تفسد صلاتہ قال صاحب الذخیرۃ انہ مشکل عندی الخ وذکر فی فتاوی الحجۃ ما یوافق المحیط فانہ قال علی جواب الفتاوی الحسامیۃ ما داموا فی التصحیح والتعلم باللیل والنھار جازت صلاتھم واذا ترکوا الجھد فسدت اھ وبمعناہ فی فتاوی قاضی خاں فالحاصل ان اللثغ یجب علیھم الجھد دائما ھذا ھو الذی علیہ الاعتماد اھ ملخصا خلاصہ میں ہے اذا کان یجتھد اٰناء اللیل والنھار فی تصحیحہ ولا یقدر علی ذلك فصلاتہ جائزۃ وان ترك جھدہ فصلاتہ فسدت الا ان یجعل العمر فی تصحیحہ ولا یسعہ ان یترك جھدہ فی باقی عمرہ اسی طرح فتح القدیر فصل القرأت اور اسی کے قریب مراقی الفلاح میں ہے حلیہ میں ہے الا ان ھذہ الشق الثانی کما قال صاحب الذخیرۃ مشکل لان ما کان خلقۃ فالعبد لایقدر علی تغییرہ قلت وکذا اذا کان لعارض

لیس ممایزول عادۃ واذا کان کذالک فلایعول فی الفتوی علی مقتضی ھذا الشرط ومن ثمہ ذکر فی خزانۃ الاکمل فی سیاق النقل عن فتاوی ابی اللیث لوقال الحمد للہ اوکل ھواللہ احد جاز اذا لم یقدر علی غیر ذلک او بلسانہ عقلۃ قال الفقیہ فان لم تکن بلسانہ عقلۃ ولکن جری علی لسانہ ذلک لاتفسد انتھی فلم یذکر ھذا الشرط وان کان بعد ذلک ذکرہ عن ابراھیم بن یوسف والحسین بن مطیع۔ اسی میں ہے قد عرفت انفا انہ لاینبغی اشتراط الاجتھاد فی ذلک لمن ھو فیہ خلقۃ او لعارض لیس مما یزول عادۃ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے کلام ابن امیر الحاج یفید ان ھذا الشرط فیہ خلاف والاکثر لم یذکروہ لان فیہ حرجا عظیما اھ اقول ورأیتنی کتبت علی ھامش حاشیتہ علی المراقی مانصہ اقول رب ما کان خلقۃ یتبدل بالتکلف ورب مالایتوقع یاتی الجھد فیہ بالفرج ولعل القول الفصل ایجاب الجھد ما کان یرجی التعلم ولو رجاء ضعیفا فاذا ایس تحقیقا لاتبرما وسعہ الترک لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا وفیہ رعایۃ الجانبین ویؤید عدم اشتراط ادامۃ الجھد مافی الحلیۃ عن خزانۃ الاکمل اذا قرأ مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلک تبطل صلاتہ عالما کان او جاھلا وان جری علی لسانہ اولم یکن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ھی جازت صلاتہ وھو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاھد لان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراک غیر طائفۃ فی مخارج ھذہ الحروف ففی ذلک حرج عظیم والظاھر ان ھذا مجمل مافی جمیع الفتاوی اھ باختصار فقد عذرھم بعجزھم ولم یلزمھم ادامۃ جھد ولئن تتبعت فعساک تجد شواھدہ بوفور وکثرۃ واللہ یحب الیسر ویقبل العذر وھو سبحنہ وتعالی اعلم صغیری میں ہے لوقرأ الحمد للہ بالھاء مکان الحاء الحکم فیہ کالحکم فی الالثغ علی مایاتی قریبا اھ ملخصا پھر فرمایا المختار فی حکمہ انہ یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولایعذر فی ترکہ وان کان لاینطلق لسانہ فان لم یجد اٰیۃ لیس فیھا ذلک الحرف الذی لایحسنہ تجوز صلاتہ بہ ولایؤم غیرہ فھو بمنزلۃ الامی فی حق من یحسن ما عجز ھو عنہ واذا امکنہ اقتداؤہ بمن یحسنہ لاتجوز صلاتہ منفردا وان وجد قدر ماتجوز بہ الصلاۃ مما لیس فیہ ذلک الحرف الذی عجز عنہ لاتجوز صلاتہ مع قرأۃ ذلک الحرف لان جواز صلاتہ مع التلفظ بذلک الحرف ضروری فینعدم بانعدام الضرورۃ ھذا ھو الصحیح فی حکم الالثغ ومن بمعناہ ممن تقدم انفا ولوالجیہ میں ہے ان کان یمکنہ ان یتخذ من القراٰن اٰیات لیس فیھا تلک الحروف یتخذ الا فاتحۃ الکتاب فانہ لایدع قرأتھا فی الصلاۃ انتھی اقول ولامنشأ لاستثناء الفاتحۃ الا الاخلال فی رکنیتھا فیتراءی لی تقیید ذلک فی المکتوبات بالاولیین حتی لوقرأ فی الاخریین فسدت واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از سہسرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ ہجری

خلاصہ فتوی مرسلہ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقیر آمدہ

ماہرین شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظائے معجمہ کے جملہ کتب تفسیر وفقہ وصرف وتجوید سے ثابت ہے بخلاف دال کے کہ ضاد اور دال میں سات صفتوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتب فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حرفوں میں فرق بآسانی ممکن ہے اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دو حرف میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا

معتدل وپسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظا پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولاالضالین کی جگہ دالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظا پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی اور اسی پر فتوی ہے۔ حاصل یہ کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آدے وہ ظا پڑھے ھذا ھوالحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہیے کہ بہت جلد اس کے عامل ہوجائیں واللہ اعلم بالصواب فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ ظا پڑھے گا یا ذال نماز فاسد نہ ہوگی واللہ اعلم ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس قدر تجوید جس کے باعث حرف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس وتبدیل سے احتراز حاصل ہو واجبات عینیہ واہم مہمات دینیہ سے ہے آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا قصد واہتمام لازم کہ قرآن مطابق ماانزل اللہ تعالٰی پڑھے نہ معاذاللہ مداہنت وبے پرواہی کہ آج کل کے عوام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کرلیا فقیر نے بگوش خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سنا قل ہواللہ ابد حالانکہ نہ ہرگز اللہ الاحد نے فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلاۃ والسلام نے ابد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابد پڑھا یا پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فانا للہ وانا الیہ راجعون حاشا فتوی متاخرین پروانہ بے پروائی نہیں باوصف قدرت تعلیم تعلم نہ کرنا اور براہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مصر ومتمادی رہنا کون جائز رکھے گا اتقان شریف میں ہے من المھمات تجوید القراٰن وھو اعطاء الحروف حقوقھا ورد الحرف الی مخرجہ واصلہ ولاشك ان الامۃ کما ھم متعبدون بفھم معانی القراٰن واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القراءۃ المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغیر تجوید لحنا اور احسن الفتاوی فتاوی بزازیہ وغیرہا میں ہے ان اللحن حرام بلاخلاف غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہو تو اُس کی تصحیح وتعلم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت علماء نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز وشب ہمیشہ جد کیے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں یجب علیہ بذل الجھد دائما فی تصحیح لسانہ ولایعذر فی ترکہ۔ قہستانی وطحطاوی وغیرہما میں ہے دائما ای اٰناء اللیل واطراف النھار اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے تو کیونکر جائز کہ جد وسعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اُسے متروک ومہجور۔ اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اُس کی جگہ قائم کردیں فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن اسم نظم ومعنی جمیعا بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علی ہذا الترتیب المعروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جز قطعاً مستلزم تبدیل کل کہ مؤلف من مباین یقیناً غیر مؤلف من مباین آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عمداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے **اقول** ولاحاجۃ الی استثناء (وماھو علی الغیب بضنین) فان ھھنا لیس اقامۃ الظاء مقام الضاد

لان المقام لیس مقام الضاد خاصۃ بل مقامھما جمیعا لان اللفظ قرئ بھما فی القراٰن فکان مثل صراط وسراط وبسطۃ وبصطۃ ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباہ ذلک بخلاف ضالین وظالین وتبجیل وتضجیل فانہ تبدیل محیط میں ہے سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ اوعلی العکس فقال لاتجوز امامتہ ولوتعمد یکفر منح الروض میں ہے کون تعمدہ کفرا لاکلام فیہ الخ پس جزمًا لازم کہ ہرحرف میں خاص حرف منزل من عنداللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیں پھر بوجہ عسر حرف وقصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مثل ض میں کہ اعسر الحروف ہے تیسیرا علی الامۃ فتوی بعض متاخرین پر عمل کرکے صحت نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو یسرو آسانی مطلوب ومرغوب ہے قال المولی سبحنہ وتعالی یرید اللہ بکم الیسر ولایرید بکم العسر وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا اخرجہ الائمۃ احمد والشیخان عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص ارادہ احد الاغلاط کا حکم دیجیے تو یہ وہی تعمد غلط ہے کہ یقینًا ممنوع ولہذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت تاتارخانیہ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقربہ الا ان فیہ بلوی العامۃ کالذال مکان الضاد اوالزاء المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ نقل کرکے فرمایا قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لایمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء ولاسیما علی قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار وھذا کلہ قول المتاخرین وقد علمت انہ اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیۃ وھوالذی صححہ المحققون وفرعوا علیہ فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلوۃ التی ھی اول مایحاسب العبد علیھا اس تحقیق انیق سے ظاہر ہوا کہ تعمد نہ ظا کا جائز نہ دُوادُ کا کہ نہ وہ ظاہے نہ دال معجم اور بعد قصد ض وارادہ حرف صحیح واستعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیرًا صحت نماز پر فتوی لتعسر المرعی وتکثر البلوی ھذا ماعندی فلتنظر نفس ماذا تری ہندیہ وحلیہ وخزانۃ الاکمل میں ہے ان جری علی لسانہ اولایعرف التمیز لاتفسد ھو المختار وجیز کردری میں ہے ھو اعدل الاقاویل وھو المختار واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عزشانہ احکم۔

مسئلہ ۔ مرسلہ جناب نواب مولوی سید سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالی از بریلی ۲۳ رمضان المبارک سنہ ۱۳۱۳ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ درصور ذیل حکم نماز چیست عام ازانکہ فرض بود یا نفل کہ در ہر رکعت ہماں سورت تکرار کردن۔

الجواب

بے ضرورت در فرائض مکروہ تنزیہی است پس نشاید در ادائے قرأت ناس راتعمد کردن تاحاجت بتکرار نیفتد اما اگر خواند بسہو یا عمدًا ناچار در ثانیہ نیز ہموں باید خواند کہ قرأت معکوسہ سخت تر از تکرار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ اورا باید در رکعت اولی تاناس خواندن ودر ثانیہ از الم تا مفلحون لحدیث الحال المرتحل کذا فی النھر ورد المحتار اقول وانچہ مراد نیست کہ بحالت ختم قرآن مجید ایں خود نکس وعکس نیست بلکہ از سر گرفتن باشد چنانکہ لفظ حال ومرتحل نیز برآں دلیل است فافھم واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ دریک رکعت چند سورت خواندن

الجواب

در رکعتے زیادہ بریک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروہ نباشد بشرط اتصال سور واگر سور متفرقہ در رکعتے جمع کند مکروہ باشد کما فی الغنیہ ثم ردالمحتار اول وبحالت امامت شرطے دیگر نیز است وآں عدم تثقیل بر مقتدی ورنہ کراہت تحریمی است واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ یک سورت فروگذاشتہ خواندن ۔

الجواب

سورت متروکہ اگر مدید است کہ بر تقدیر قرأتش در ثانیہ اطالت بینہ ثانیہ براولی لازم آید پس ازاں گذشتہ سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ دراولٰی والتین ودر ثانیہ قدر ورنہ در فرائض مکروہ چنانچہ نصر واخلاص واگر دوسورت درمیان باشد مضائقہ نے ہمچو نصر وفلق واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۔ دریک رکعت یک سورت یا یک آیت چند بار خواندن ۔

الجواب

چوں تکرار یک سورت در دو رکعت ودوسورت دریک رکعت ہر دو در فرائض نابائستہ بود تکرار یک سورت دریک رکعت اولٰی نابایستگی باشد وہمچناں تکرار آیت خاصہ موجب اطالت ثانیہ براولی باشد وکل ذلک خلاف الماثور المتوارث فی الفرائض فاما کراہت تحریمیہ را وجہے نیست جز در فاتحہ کہ در رکعتین اولیین بیش از قرأت سورت اعادہ کل یا اکثر او کند اول لتفویت واجب الضم پس اگر عامد است اعادہ نکند واگر ساہی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ در اخریین اول لعدم الضم فیہما یا بعد سورت در اولیین اول لحصول الضم من قبل و لا یجب الرکوع اثر السورۃ بل کلا تلا من القرأن کان لہ ان یتلوہ اول واز صورت تثقیل بر مقتدی غافل نباید بود کہ ہمچو سور زائد بر قدر مسنون است پس اگر گرانی آرد مطلقاً ناجائز ومکروہ تحریمی باشد وایں حکم عام است مر فریضہ ونافلہ ہمہ را پس ہر جا از صورت جواز مستثنٰی بایدش فہمید واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولی آیت الکرسی ودر ثانیہ آمن الرسول ۔

الجواب

ایں چنیں قرأت در دو رکعت جائز است وکراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند لانہ یوھم الاعراض عن بعض والعیاذ باللہ تعالٰی واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا ابتدأت سورۃ فاتمہا علی نحوھا قالہ لما سمعہ یتنقل فی التھجد من سورۃ الی سورۃ کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا کما کان نہیا عن الانتقال من سورۃ الی سورۃ کذلک افاد النھی عن الانتقال من اٰیۃ الی اخری ایضا یالاولی ولکن لی فیہ کلام سیاتی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ سورت معکوس خواندن ۔

الجواب

بالقصد ناجائز وممنوع است در حدیث براں تہدید شدید فرمودہ اند واگر سہواً باشد چنانکہ در اولی نصر خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے قل اعوذ کلمہ قل یا برزبان رفت انگاہ ہمیں سورت کافرون با تمام رساند ونکند ایں راگذاشتہ بسورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکروہ است پس ایں رجوع باشد از عدم کراہت بکراہت وھو کما تری سخن گفتنی ماند از آنکہ ایں معنی درنفل ہم مکروہ باشد یا خیر درمختار بتبعیت خلاصہ ایں را وچیزے چند از جنس ایں راکہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ میگوید ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلک اما امام محقق حیث اطلق فرید عندی فی ہذہ الکلیۃ نظر علامہ حلبی محشی درہم درمسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرأت منکوس بیروں نماز مکروہ وممنوع است درنفل چساں مکروہ نباشد **اقول** وھو حسن ظاھر وما اجاب عنہ العلامۃ الطحطاوی واقرہ العلامۃ الشامی وبالجملۃ فالاحوط الاحتراز واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ـ کمی وبیشی در قرأت رکعات کردن ۔

الجواب

اطالت ثانیہ براولی در فرائض مکروہ است بالاتفاق ودر نوافل علی الاصح وعکس آں را در نوافل کراہتے نیست ودر صبح نیز جائز است بالاتفاق والاطلاق یعنی ہرچہ تطویل کنہ باک نباشد وبقدر ثلث خود مستحب است وبعضے تا نصف گویند وزیادہ برآں با وصف جواز خلاف اولی است ودر غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولی باید وشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسویہ رفتہ اند وفتوی مختلف است باید کہ ارجح واوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ـ پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد ۔

الجواب

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال واستعاذہ نزد آیات ترغیب وترہیب ودر نوافل نیز لتغییر نظم الصلاۃ وانچہ وارد وثابت باشد کما فی صلاۃ التسبیح قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبھا بان فیہا تغییر النظم الصلوۃ انما یاتی علی ضعف حدیثہا فاذا ارتقی الی درجۃ الحسن اثبتہا وان کان فیہا ذلک اھ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ـ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب اور اہل محلہ نے جو نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں امام کیا اور زید حرفوں کو مخارج سے ادا کرتا ہے اب اُس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ تم ضاد نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھتے ہو اور زید کہتا ہے کہ میں مخارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگا کر نکالتے ہو وہ (د) ہے اور میں ڈاڑھ سے زبان کی نوک لگا کر نکالتا ہوں وہ ضاد ہے اور ایک شخص کبھی نماز پڑھا دیتا ہے ضاد کو مخارج دسے ادا کرتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صاف صاف

فرمائیے کلام اللہ وحدیث رسول اللہ سے۔ بینوا توجروا

الجواب

ظاد اور دواد دونوں محض غلط ہیں اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگا کر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اوپر کو اٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی وقوت ہونا ہے اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا جو عزوجل کی طرف سے اترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحت نماز پر فتوی دیا جائیگا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ضاد کو مشتبہ بظا پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور اس شخص کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حروف سے ہے اور اس کی ادا خصوصًا عجم پر کہ ان کی زبان کا حرف نہیں سخت مشکل مسلمانوں پر لازم کہ اس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو اپنی طرف سے نہ ظاد کا قصد کریں نہ دواد کا کہ دونوں محض غلط ہیں اور جب اس نے حسب وسع وطاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا خصوصًا ظا سے اس حرف کا جدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امر عظیم ہے لایخرج الانسان من الاسلام الا جحود ما ادخلہ فیہ اور جمہور متاخرین کے نزدیک فساد نماز کا بھی حکم نہیں ردالمحتار ان کان الخطأ ابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینھما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء فاتفقوا علی انہ مفسد وان لم یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد فاکثرھم علی عدم الفساد لعموم البلوی اھ ملخصا وفی الدر المختار الا ما یشق تمییزہ کالضاد والظاء فاکثرھم لم یفسدھا اور ائمہ متقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات یہ ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان وامہات عقائد میں جو فتنے طوائف جدیدہ پھیلا رہے ہیں ان سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وہ جہال جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ظاد اور دواد پر کٹے مرتے ہیں اللہ تعالٰی ہم اہل اسلام کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند بدباطن بقصد تغییر کلام اللہ وتبدیل وحی منزل من اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بیشک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکم کفر کا مستحق ہوگا اس میں ظاد و دواد وسین وصاد سب برابر ہیں وھذا ھو المحمل المعتمد المذکور فی کلام الامام الفضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لقد صدق اللہ رسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھ لیا آیت پارہ ۲۲ کا متشابہ لگا اس کے بعد یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب تک پڑھی پھر جب یاد آیا اسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا

اور نماز ختم کی اور سجدہ سہو نہ کیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدۂ سہو لازم آیا تھا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو ہاں اگر بھولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموش رہا جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہوسکتا ہے تو سجدہ سہو لازم آیا کما فی الدر المختار وغیرہ اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہوئی پھیرنا واجب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہو کر قرأت شروع کرے اگر اس وقت بعذر یعنی قرأت بند ہونے کی وجہ سے گلا صاف کرنے کے لیے کھانسا تو نماز جائز ہوجائے گی عمرو کہتا ہے کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلا عذر اگر پے در پے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہوجائے گی اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کچھ خلل نہ آیا کھانسنا کھنکارنا جبکہ بعذر یا کسی غرض صحیح کے لیے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہرگز مفسد نماز نہیں فی الدر المختار فی المفسدات (والتنحنح بلا عذر) اما به بان نشأ من طبعه فلا (او) بلا (غرض صحیح) فلو لتحسین صوته او لیھتدی امامه او للاعلام انه فی الصلاة فلا فساد علی الصحیح واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۵ ہجری

بیضاوی میں قرأت بضنین کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظا کا اس سے محشی اشارہ بتاتا ہے قرأتین واحدہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حاشیے یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلا و اطباق میں ایک ہونے کے مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظواد یا دواد صحیح ہوسکتا ہے فقہا نے دواد مفخم اور ظواد دواد مستھجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ض وظ کا قدرے مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذ مفخم ہے ظ جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت استعلا و اطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بض ہوگی یہاں تک کہ اگر استطالہ واقع ہو ض ہوجائے دواد نہ مستحسن ہے نہ مستھجن بلکہ محض غلط اسی طرح دواد اور صحیح ظواد بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی نماز فاسد جیسے مغضوب، مغدوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین دوالین کما فی الغنیہ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از شہر کٹک ضلع اڑیسہ بخشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد بن عثمان صاحب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آنریری مجسٹریٹ کی امامت جائز ہے یا نہیں اور جو ترتیل سے نہ پڑھے اُس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز ترتیل کی حد معلوم ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلٰی میں اُس کے بعد کی حد ماخوذ و ملحوظ ہے **حد اول** یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر بآہستگی تلاوت کرے
کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے کما قال تعالٰی ورتلنٰہ ترتیلا ای انزلنٰہ نجما نجما علی حسب ما تجددت الیہ حاجات
العباد ومثلہ قولہ تعالٰی وقراٰنا فرقنٰہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلنٰہ تنزیلا۔ الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو اُن کی صفات شدت
وجہر وامثالہما کے حقوق پورے دیے جائیں اظہار واخفا وتفخیم وترقیق وغیرہا محسنات کا لحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اس کا ترک مکروہ وناپسند
اور اس کا اہتمام فرائض وواجبات میں تراویح سے زیادہ اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ جلالین میں ہے رتل القراٰن تثبت فی تلاوتہ کمالین میں ہے
ای تأن واقرأ علی تؤدۃ من غیر تعجل بحیث یتمکن السامع من عدّ اٰیاتہ وکلماتہ اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے کمال
الترتیل تفخیم الفاظہ والابانۃ عن حروفہ وان لایدغم حرف فی حرف وقیل ھذا اقلہ اُسی میں ہے یسن الترتیل فی قرأۃ
القراٰن قال اللہ تعالٰی ورتل القراٰن ترتیلا وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا نعتت قرأۃ النبی صلی اللہ
تعالٰی علیہ وسلم مفسرۃ حرفا حرفا الخ حدیث میں ہے لاتنثروہ نثر الدقل ولاتھذوہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ
القلوب ولایکن ھم احدکم اٰخر السورۃ یعنی قرآن کو سوکھے چھواروں کی طرح نہ جھاڑو (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد
جھڑ جھڑ پڑتی ہیں) اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ
سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہ کہیں جلد اسے ختم کریں رواہ ابوبکر الاجری فی کتاب حملۃ القراٰن وعن طریقہ البغوی
فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ والدیلمی مثلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ والعسکری فی المواعظ من
حدیث امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قولہ ورتل القراٰن ترتیلا قال فذکرہ
درمختار میں ہے یقرأ فی الفرض بالترتیل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما
یفہم اُس کے بیان تراویح میں ہے ویجتنب ھذرمۃ القراءۃ **دوم** مد ووقف ووصل کے ضروریات اپنے اپنے موقع پر ادا ہوں
کھڑے پڑے کا لحاظ رہے حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہو ان کے بعد غنہ نہ نکلے مثلاً انّا کنّا کو اں کن یا انّاں کنّاں نہ پڑھا جائے با و جیم
ساکنین جن کے بعد تے ہو بشدت ادا کیے جائیں کہ پ اور چ کی آواز نہ دیں جہال جلدی میں ابتر اور تجتنبوا کو اپتر اور تچتنبوا پڑھتے ہیں
حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہال جب صراط وقاطعہ میں ص وط کو اطباق کرتے ہیں حرکت تابع حرف ہو کر کسرہ
مشابہ ضمہ ہو جاتا ہے کوئی حرف بے محل اپنے مجاور کی رنگت نہ پکڑے ت وط کے اجتماع میں مثلاً یستطیعون لاتطع بے خیالی کرنے والوں سے
حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے عتو میں بھی بوجہ تفخیم عین وضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حرف وحرکت بے محل دوسرے
کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود مقصور ہو نہ ممدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف
جو بعض جہال واستبقا الباب دعوا اللہ وقال الحمد للہ ذاقا الشجرۃ کے قیاس پر کلتا الجنتین قیل ادخلوا النار میں نکالتے ہیں
حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل وکاسد ہے واجب واجماعی مد متصل ہے منفصل کا ترک جائز ولہذا اُس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس

حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے ضالین الم وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے العالمین، الرحیم، العباد، یوقنون بحالت وقف یا قال الملھم بحالت ادغام وہاں مد وقصر دونوں جائز اس قدر ترتیل فرض واجب ہے اور اس کا تارک گنہگار مگر فرائض نماز سے نہیں کہ ترک مفسد صلاۃ ہو مدارک التنزیل میں ہے ورتل القراٰن ترتیلا ای علی تؤدۃ بتبیین الحروف و حفظ الوقوف واشباع الحرکات ترتیلا تاکید فی ایجاب الامر بہ وانہ لابد منہ للقاری ردالمحتار میں ہے یمد اقل مد قال بہ القرأ والاحرم لترک الترتیل المامور بہ شرعا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھا رہے تھے اُس نے انما الصدقٰت للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا فرمایا ماھکذا اقرأنیھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھایا عرض کی آپ کو کیا پڑھایا فرمایا انما الصدقٰت للفقراء مد کے ساتھ ادا کرکے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سننہ والطبرانی فی الکبیر بسند صحیح۔ اتقان میں ہے قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل وذی الساکن اللازم وان اختلفوا فی مقدارہ واختلفوا فی مد نوعین الاخریین وھما المنفصل وذوالساکن العارض وفی قصرھما ہندیہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقف اوابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا لحوان قرأان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ووقف ثم ابتدأ بقولہ اولئک ھم خیر البریۃ لاتفسد بالاجماع بین علمائنا ھکذا فی المحیط وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لولم یقف عند قولہ اصحب النار بل وصل بقولہ الذین یحملون العرش لاتفسد لکنہ قبیح ھکذا فی الخلاصۃ وان تغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا لحوان قرأ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ انہ لا الٰہ ووقف ثم قال الا ھؤلاء تفسد صلاتہ عند عامۃ علمائنا وعند البعض تفسد صلاتہ والفتوی علی عدم الفساد بکل حال ھکذا فی المحیط جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اُس کی امامت نہ چاہیے مگر نماز ہوجائے گی اگرچہ بکراہت عالمگیریہ میں ہے من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القرأۃ کثیرا **سوم** جو حروف وحرکات کی تصحیح ا ع، ت ط، ث س ص، ح ہ، ذ ز ظ وغیرہا میں تمیز۔ غرض ہر نقص وزیادت وتبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اس کا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پرواہی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے ائمہ کرام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اُس کی نماز باطل اور اُس کی امامت کے بطلان اور اُس کے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظر تیسیر جو توسیعیں کیں وہ عند التحقیق صورت لغزش وخطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ادا ہوگیا نہ کہ معاذ اللہ فتوی بے پروائی: اجازت غلط خوانی و ترک تعلم وکوشش جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہوا ہے اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لیے وہی علماء جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلان امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے کچی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء ومشائخ تک غافل ہیں فقیر غفراللہ

تعالٰی لہ کے فتاوی میں ہے درمختار میں ہے لایصح اقتداء غیر الالثغ بہ علی الاصح بحر وحور الحلبی وابن الشحنۃ انہ بذل جھدہ دائما حتی کالامی فلایؤم الامثلہ ولاتصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جھدہ او وجد قدر الفرض مما لالثغ بہ فیہ ھذا ھوالصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف اور جو شخص خلاف شریعت مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالٰی ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون۔ غنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیہ والعلامۃ الشرنبلالی فی المراقی وغیرھا فی غیرھما فقد بیناہ فی غیر موضع من فتاونا وھو قضیۃ الدلیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

رسالہ نعم الزاد لروم الضاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

مسئلہ ۔ از ریاست رام پور محلہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ مولوی محمد یحیٰی صاحب ۲۴ شوال مکرم ۱۳۱۵ ہجری

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ در قرأت غیر المغضوب علیھم ولا الضالین درچند اشخاص نزاع می مانند واکثر رسائل وفتاوی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد را بدال تورات بین الناس دلیل می آرند وبعضے برائے تبدیل ظا وزا تشابہ صوت را دلیل می گردانند وقاری عبدالرحمٰن مرحوم پانی پتی در رسائل وفتاوی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یا حرفے خواندن محض غلط است ہر حرف خصوصا ضاد را از مخرج خود مع صفاتش ادا کردن بر ہمہ شخص واجب است ودریں ہنگام شور وشغب بعضے خواص وعوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش درچند امور خلجان واقع گردید ترصد از علمائے ماہرین ومعتبرین کہ از جواب رافع خلجان احقاق حق وابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالٰی فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ وخلجان مخصوص ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظاء معجمہ دریافت طلب از علمائے دین ۔ **اوّل** فصل زلۃ قاری کہ در کتب فقہ علیحدہ ذیل حکم قرأت فی الصلوۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلا قصد وارادہ حرفے بجائے حرفے فجأۃً بر زبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است قاری وتالی بالقصد وارادہ حرفے بجائے حرفے خواندہ باشد بر تقدیر تسلیم شق عموم ہرگاہ حکم قرأت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث معنون کردن فصل بہ زلۃ القاری چیست حالانکہ در زلزلہ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است **دوم** در صورت عموم صرف بر اتحاد مخرج یا قرب مخرج وتشابہ صورت عموم وسہولت ادا اکتفا کردہ خواہد شد یا لحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد وبصورت تبدیل معنی وفساد آں حکم فساد نماز دادہ خواہد شد ودریں صورت کسیکہ مر ابدال ضاد بذال توارث بین الناس را مطلقاً دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد **سوم** چنانکہ صاحب غنیۃ المستملی

شرح منیہ در فصل زلۃ القاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار بر صحت وفساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشتہ وجائیکہ
ازبدل فساد معنی شدہ حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند وہرجا کہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم
فساد نماز دادہ خواہد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ وبصوت دال خواندن عموماً ومطلقاً چگونہ صحیح خواہد شد واگر شق ثانی
است مخصص آں وموجب تخصیص کدام دلیل است **چہارم** کسیکہ از عبارت شرح کبیر ولا الضالین بالظاء المعجمۃ اوالدال المہملۃ لاتفسد الخ خواندن
دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف وتباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیہ کریمہ ہل ندلکم علی رجل الخ
صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ حکم صحت نماز دادہ وممکن است کہ بدیگر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد
تباہ شوند یا دراکواب موضوعۃ کہ معنی بہ ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ مودوعۃ خواندہ شود معنی آں پدرود کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر بانقطاع آں ست
علی ہذا بسیارے آیات ہستند کہ حالش بر متفحص خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد وہرگاہ مدار حکم صحت
وفساد نماز بصورت ابدال ضاد بظاء ودال خود حسب تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت وفساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص
عدم فساد صلاۃ چنانکہ درحق عوام است کہ ہیچ امتیاز در صحت لفظ وفرق معنی نمیدارند ہمچناں درحق خواص کہ امتیاز ہرگونہ دارند جاری خواہد شد
یا نہ **پنجم** ہرگاہ از عبارت تمہید جزری وشرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری وہم از شرح ملا علی قاری برآں ثابت است
کہ السنہ ناس در ادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ وبعضے دال مہملہ وبعضے ذال معجمہ وبعضے باشمام زائے معجمہ می خوانند وایں ہمہ
حضرات از قرائے عرب معدود اند دریں صورت دعوی توارث ادائے ضاد بصوت دال مہملہ چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ ص والصلاۃ والسلام علی افصح من نطق بض وعلی الہ وصحبہ الذین اقتدوھم لسفر الاخرۃ
زاد صلی اللہ تعالی وبارك وسلم علیہ وعلیہم وزاد حق جل وعلا وتبارك قران عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم فرستاد وبرائے تلاوت واستماع واستفاضہ وانتفاع عباد آں صفت کریمہ قدیمہ خود را کسوت حروف واصوات تجلی داد سید عالم صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم کما انزل الیہ بصحابہ کرام رسانید وصحابہ بتابعین وتابعین بہ تبع وہمچناں قرناً بقرن وطبقۃ فطبقۃ ہر ہر حرف وحرکت وصفت وہیأت
باقصے غایات تواتر کہ مافوق آں متصور نیست بمارسید والحمد للہ العلی المجید وذلك قولہ تعالی انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون پس بحمد اللہ
چنانکہ در ہیچ کلمہ از کلمات کریمہ اش احتمال توہمے نیست کہ شاید بجائے الحمد الشکر نازل شدہ باشد ہمچناں بمنت مولی عزوجل در ہیچ حرفے
از حروف طیبہ اش زنہار جائے ترددے نیست کہ مگر بجائے لام تعریف میم تعریف بودہ باشد پس ہنچنیکہ بیقین قاطع میدانیم کہ اوع وق در
زبان عربی جداگانہ است ودر قرآن عظیم الا وعلا وفلا بمعانی مختلف برہماں وجہ بیقین جازم می شناسیم کہ ض وظ ود نیز در لسان عرب
سہ حرف متباین است ودر فرقان کریم ضل وظل ودل بمدلولات متخالفہ پس ض را ظ یا د خواندن بعینہ ہماں ماند کہ کسے ا را ع یا ف
خواند وعائے توارث در ادائے د بجائے ض سخنے است بس غلط وبیہودہ۔ توارث اگر در علمائے متمہرین قرأت مقصود خود باطل ومردود

واگر درعوام ہند مراد ازیں چہ کشاد سکتات سورۂ فاتحہ از صدہا سال درعامیاں رائج است وجملہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان درشے تراشیدہ اند دلل ہرب کیوکنج کنس تعلی بعلی وبعض دیگر فزودند مما ومصرادکذلك کان ینبغی علی مزعومہم شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر وفزودتر از تحفظ بر واجبات اجماعیۂ تجوید می بینیم وہرکہ مراعات آنہاں نکند ایں ناداناں اورا از تجوید قرآن جاہل وغافل دانند فانظر کیف صار فیہم المعروف منکرا والمنکر معروفا۔ ایں اختراعات باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ ان ھی الا اسماء سمیتموھا علماء ایں سکتات باطلہ را تقبیح کردہ اند وبطلان آنہا تصریح علامہ ابراہیم حلبی درغنیۃ المستملی فرماید قال فی فتاوی الحجۃ المصلی اذا بلغ فی الفاتحۃ ایاك نعبد وایاك نستعین لاینبغی ان یقف علی قولہ ایاك ثم یقول نعبد وانما الاولی والاصح ان یصل ایاك نعبد وایاك نستعین انتہی فلا اعتبار بمن یفعل ذلك السکتۃ من الجہال المتفقہین بغیر علم اھ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری درمنح الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجۃ می فرمایند اقول وما اشتہر علی لسان بعض الجہلۃ من القراٰن ان فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل ہذہ التراکیب من البناء لخطاء فاحش واطلاق قبیح ثم سکتہم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك و امثالہما غلط صریح علامہ محمد عمر بن خالد قرشی حنفی دررد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الوسائل۔ من فقیر درعنفوان امر خودم پیش از وقوف بریں کلمات علماء ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم ومنشاء اختراع آنہا می دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم علماکہ اختلاف السنۂ ناس درادائے ض بیان فرمودہ اند حاشا مراد نہ آنست کہ ایں طریق ادا قرائے عرب بست بلکہ مقصود بیان غلط وخطائے عوام درادائے ایں حرف وتنبیہ بربطلان وتحذیر ازآن ہست عبارت مولٰنا قاری درشرح مقدمۂ جزریہ زیر قول ماتن والضاد باستطالۃ ومخرج میز من الظاء وکلہا تجی ؎ فی الظعن ظل ظہر عظم الحفظ ؎ ایقظ وانظر عظم ظہر اللفظ چناں است قد انفرد الضاد بالاستطالۃ حتی تتصل مخرج اللام لما فیہ من قوۃ الجہر والاطباق والاستعلاء ولیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والسنۃ الناس فیہ مختلفۃ فمنہم من یخرجہ دالا مہملۃ او معجمۃ ومنہم من یخرجہ طاء مہملۃ کالمصریین ومنہم من یشمہ ذالا ومنہم من یشربہا بالظاء المعجمۃ لکن لما کان تمییزہ عن الظاء مشکلا بالنسبۃ الی غیرہ امر الناظم بتمییزہ عنہ نطقا ثم بین ما جاء فی القراٰن بالظاء لفظا الخ ایں شدت تحفظ علماء است برتمایز حروف وآنچنانکہ امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی کلمات قرآنیہ واردہ بظائے معجمہ راضبط فرمودہ تا بدانند کہ ایں حرف بقرآن عظیم درہمیں مواد است وانچہ غیر اینہاست ہمہ بضاد است ہمچناں فاضل ادیب حریری درمقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب واردہ بظاء را مضبوط نمود جائیکہ فرمود۔ ایہا السائلی عن الظاء والضاد؎ ولکیلا تضلہ الالفاظ ؎ ان حفظت الظاءات یغنیك فاسمعہا استماع امرأ لہ غیر طائفۃ فی مخارج ہذہ الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاہر ان ہذا محل ما فی جمیع الفتاوی باز فرمود ثم فی الخزانۃ ایضا لو قرأ ولا الضالین بالظاء فسدت صلاتہ وعلیہ اکثر الائمۃ منہم ابو مطیع ومحمد بن مقاتل ومحمد بن سلام وعبداللہ بن الازہری وعلی ہذا القیاس فی جمیع القراٰن لو قرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاتہ الا فی قولہ تعالٰی وما ہو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فہما قرأتان بیں چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا از کج مج زبانی ہائے کردہا وترکیاں ودہقانیاں کوفہ وغیرہم عوام واعجام است ولہذا اکثر

علمائے متاخرین کہ درمحل مشقت رو بہ تیسیر کردہ اند ایں ترخیص راہم بحق عامیاں مقصود داشتند باز حکم جمہور ائمہ نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام
فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند وہمین است ائمہ مذہب ائمہ ثلثہ سیدنا الامام الاعظم والامام ابی یوسف والامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین
علی خلاف بینھم فی ما اذا کان مثلہ فی القراٰن اولا کما فصلہ فی الغنیۃ باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجزاء الجلیل درخانیہ و
خلاصہ و بزازیہ وغنیہ وحلیہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ مذہب بکثرت فروع ایں تبدیلہا است کہ عدوے حکم بفساد نماز دادہ اند من
شاء فلیراجعہا فان فی نقلہا طولا کبیرا وخود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء فبیان کل منہا
لازم ولا یجوز الادغام لبعد مخرجہما قال الیمنی فلو قرأ بالادغام تفسد الصلٰوۃ وقال ابن المصنف وتبعہ الرومی ولیتحرز
من عدم بیانہما فانہ لو ابدل ضادا بظاء او بالعکس بطلت صلاتہ لفساد المعنی وقال بحری فلو بدل ضادا بظاء فی
الفاتحۃ لم تصح قرأتہ بتلک الکلمۃ باز کلام ابن الہمام وکلام مذکور منیہ آوردہ گفت قال الشارح وھذا معنی ماذکر فی فتاوی الحجۃ
انہ یفتی فی حق الفقہاء باعادۃ الصلٰوۃ وفی حق العوام بالجواز اقول وھذا تفصیل حسن فی ھذا الباب واللہ تعالٰی اعلم
بالصواب وفی فتاوی قاضی خاں ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ او بالدال
المہملۃ لا تفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد در شرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء
فبیان احدہما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدہما بالاخر فتبطل صلاتہ سبحٰن اللہ اگر ایں ہیچ اداء قرائے عرب رابودے
حکم فساد را چہ گنجائش بود بلکہ قطعاً اوغام روا بودے ونماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ در ماھو علی الغیب بضنین وہمچنیں در قول او
تعالٰی انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم حصب وحضب وحطب وخطب لعباد وضاء وطاء وظاء ہرچہ خواند
نماز قطعاً صحیح است کہ ایں کلمہ بہر چہار حروف مطبقہ در قرأت آمدہ ست کما فی المنح الفکریۃ وغیرہا **اقول** وباللہ التوفیق بتحقیقنا
ھذا ظہر لک انخساف ما زعمہ بعض النحاۃ وھو ابن الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد
والظاء فلا یخطئ من یجعل ھذہ فی موضع ھذہ وینشد ؎ الی اللہ اشکو من خلیل اودہ ٭ ثلث خصال کلہا لی غائض
بالضاد ویقول ھکذا سمعتہ من فصحاء العرب نقلہ ابن خلکان فی وفیات الاعیان وذلک لانہ لو کان ما زعمہ صحیحا لما
حکم ائمۃ الفقہ وھم ما ھم فی جمیع فنون العربیۃ وغیرہا من العلوم الدینیۃ بفساد الصلٰوۃ فی غیر المغضوب وامثالہ
مما یفسد بہ المعنی ولما فرقوا بینہ وبین ضنین وظنین فاین ھذا مما مر عن الحلیۃ عن الخزانۃ عن الائمۃ ان فی
جمیع القراٰن تفسد بہ الصلٰوۃ ما خلا ضنین ومن سوغ فانما نظر الی التیسیر علی العوام لا انہ صحیح فی فصیح الکلام اما البیت
فلا حجۃ لہ فیہ فقد یکون من غاضہ اذا نقصہ قال الاسود بن یعفر ؎ اما تریني قد فنیت وغاضنی ٭ ما نیل من بصری
ومن اجلادی ٭ قال فی تاج العروس معناہ نقصنی بعد ما تمامی وھذا وھذا ابن الاعرابی قد انشد بنفسہ ولو قد عض
معطسہ جریری ٭ لقد لاقی شریکہ وغاضا ٭ وفسرہ فقال اثر فی انفہ حتی یزل وقد قال ابن سیدہ فی ذلک البیت یجوز
عندی ان یکون غاظنی غیر بدل ولکنہ من غاض ای نقص ویکون معناہ حینئذ انہ ینقصنی وینقصنی نقلہا فی التاج الضاد عن

هذا حکم علمائنا بعدم الفساد فیما لو قرأ لیغیظ بہم الکفار بالضاد مکان الظاء کما فی الخانیۃ قال فی الغنیۃ لان معناہ مناسب ای لینقص بہم الکفار اھ وکذا قال فی قولہ تعالٰی قل موتوا بغیظکم وبالجملۃ فالفقہ لایوخذ من قول نحوی خالف نصوص الائمۃ بل الانصاف عند من نوّر اللہ بصیرتہ فقد یقدم قولہم علی اقوال النحاۃ فی العربیۃ ایضا فان الاجتہاد لایاتی الا لمتضلع منہا مقذوف فی قلبہ النور الالٰہی فاعرف ذلک فانہ نفیس مہم۔ آرے مارا انکار نیست کہ در کلام عرب معاقبہ میان ض وظ اصلا نیامدہ کلمات عدیدہ بہر دو حرف وارد شدہ چوں عض الحرب والزمان وعظ زمان وجنگ گزید وگزند رسانید وتضاوا وتظاوا باہم بجنگ افتادند و بریکدگر زبان گفتن کشادند وفاض فلان وفاظ بمرد وبظ الضارب اوتارہ وبض چنگ زن اوتار را برائے زدن جنبانید ومہیا نمود وتقریظ وتقریض مدح وبیض وبیظ خایہ مور ونظر وبصر خروسہ الٰی غیر ذلک مما عداہ ابن مالک فی کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد امّا ایں معنی مستلزم آں نباشد کہ ہر جا ابدال روا بود چنانکہ میان لام وراجا ہا معاقبہ است در مجمع بحار الانوار آورد فیہ کان یکرہ تعطر النساء وتشبہن بالرجال اراد عطرا یظہر ریحہ کما یظہر عطر الرجل وقیل اراد تعطل النساء باللام وھی من لاحلی علیہا ولاخضاب واللام والراء یتعاقبان[2] وزنہار جائز نبود کہ ہر جا خواہند یکے بجائے دیگرے خوانند علما تصریح فرمودہ اند کہ در یوم تبلی السرائر سرائیل یا در یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال جبار خواند نماز فاسد شود کما فی الخانیۃ والمنیۃ وغیرہما باز ایں جملہ کہ گفتہ آمدیم در خصوص نطق ہائے معجمہ است وحاشا کہ جاہلے وکنیزے ودہقانے از عرب بجائے ض دیا ظا مہملتین یا ذیا ز معجمتین بر زبان راند سخن در عرب خالص است نہ در قومے کہ با عجم مخالط شدہ در زبان نیز خائض وخالط شدند رجعت قہقری را گہگری گویند وثلثۃ عشر را تلتعش وخذ کذا خذ کدا بکسر کاف ودال مہملہ الٰی غیر ذلک من التغیرات المہملۃ وبا بعضے از اعراب واطراف یمن ملاقی شدم کہ ہکذا را ہچاہی گفتند ومنک خطاب بانثی را منچ بجیم فارسی و بعضے دیگر دیدم کہ جیم را کاف فارسی مسجد را مسگد وجمال را گمال میگفتند قال الرضی الباء التی کالفاء قال السیرافی ھی کثیرۃ فی لغۃ العجم واظن ان العرب انما اخذوا ذلک من العجم لمخالطتہم ایاھم باز اخراج ز معجمہ بجائے ض خالص یا اشمام در کلام علما نقلش از عوام جہال نیز بیاد نیست البتہ بعض عامیان زمان کہ تشابہ صوت شنیدہ اند بجائے ض ظ برآوردن می خواہند وبعض دیگر کہ تحفظ کنند ونتواں چیزے بین الضاد والظاء برمی آرند واولئک امثلہم طریقا نسأل اللہ ان یرزقنا الحق فی کل باب تحقیقا۔

بالجملہ حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ حروف باہم متباین است وہر ہمہ را مخرج جدا ابدال ض باہر حرفیکہ باشد مردود ونارواست ایں حرفے است کہ حق جل وعلا اورا تنہا آفرید وہیچ حرفے را قرینش نگردانید ولہذا سیبویہ گفت در صفت لولا الاطباق فی الصاد لکان سینا وفی الظاء کان ذالا وفی الطاء کان دالا ولخرجت الضاد من الکلام لانہ لیس لشیئ من الحروف من موضعہا غیرہا اھ نقلہ الرضی وآنکہ از قاری پانی پت نقل کردند

اقول تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضے صفات لازمہ است کہ فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق در ط وانفتاح در ت وقطعا واجب المراعات ست وبعضے نہ چناں ست اگر بجا نیارند ذات حرف در ہم نخورد چوں تنوع در ہمزہ وتفشی در ش وھو کما فی المنح انتشار الصوت عند خروجہا حتی تتصل بحروف طرف اللسان منہا مخرج الظاء المثالۃ والحال ان مخرجہا حافۃ اللسان من محاذات وسطہ پس مراعات صفات مطلقا واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است وآں صفت تکریر در رائے مخفف

مطلقاً و در مشقلہ بیش از یکبار معنی ایں صفت در را آنست کہ (قابل تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید بایں معنی بتوفیق اللہ تعالٰی بخاطرم خطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولٰنا علی قاری چہرہ کشود حیث قال تحت قول الماتن والراء بتکریر جعل معنی قولھم ان الراء مکرر ھو ان الراء لہ قبول التکرار لارتعاد طرف اللسان بہ عند التلفظ کقولھم لغیر الضاحک انسان ضاحک یعنی انہ قابل للضحک وفی الجعل اشارۃ الی ذلک وتکریرہ لحن فیجب معرفۃ التحفظ عنہ للتحفظ بہ کمعرفۃ السحر لیتجنب عن تضریرہ ویعرف وجہ رفعہ قال الجعبری وطریقۃ السلامۃ ان یلصق اللافظ ظہر لسانہ باعلی حنکہ لصقا محکما مرۃ واحدۃ ومتی ارتعد حدث من کل مرۃ راؤ قال مکی لابد فی القرأۃ من اخفاء التکریر وقال واجب علی القاری ان یخفی تکریرہ ومتی اظہر فقد جعل من الحروف المشددۃ حروفا ومن المخفف حرفین اھ اھ ببعض اختصار و در وجوب ادا از مخرج بر معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویۃ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض را نیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق در د اعسر از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت در وے بنسبت سائر حروف رو بتخفیف است فان المشقۃ تجلب التیسیر وما ضاق امر الا اتسع ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا وما جعل علیکم فی الدین من حرج یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر والحمد للہ رب العلمین آرے خصوصیت ض بوجہ عسر مراد در شدت احتیاج باہتمام در آں تحفظ و تیقظ در ادائے آنست۔

الجام الصّاد

عن سنن الضاد

مسئلہ ۔ از دربھنگہ محلہ اسمٰعیل گنج ڈاک خانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد یٰسین صاحب ۱۰ رجادی آخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض معجمہ کو قصداً ظ یا ذ بلکہ ز معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہل ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ فتوٰی دکھلاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام ومحصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکم فساد اور اُس پر ان دو وجہ سے استناد ہے اولاً فی فتاوٰی قاضی خاں ولو قرأ الظالین بالضاد او بالذال لاتفسد صلاتہ ولو قرأ الدالین بالدال تفسد۔ ثانیاً ضاد مشابہ ظا کے نہ دال کے میان ضاد و دال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و ذال میں صوتاً تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔ فتوٰی ندوہ کی عبارت یوں ہے۔ "ایسی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی اس لیے کہ ضاد و دال دو حرف متغایر المعنی ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہا فساد نماز کو لکھتے ہیں شامی میں اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینھما بلا مشقۃ تفسد والا کالظاء مع الضاد فقال اکثرھم لاتفسد پانچ فتووں کا حاصل تو صرف اس قدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظالین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں

تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہا کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ ان غوؤں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق دمویدہیں یا نہیں اور جو لوگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدم قدرت صاف ادا نہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہوگی یا نہیں۔ اور جو قصداً ض کو ز پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے اور ہنگام تغیر حرف و تفاوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی سے خاص ہے یا باقی حروف مثل ا ع ت ط س ث ص ح ہ کو بھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صاد واوعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد وآلہ الاسیاد وصحبہ الامجاد ما اھملت صاد وا عجمت الضاد کشف صواب وایضاح جواب کو چند مجمل جملے ملحوظ ہیں اول ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متباینہ متغائرہ ہیں ان میں کسی کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اُسے پڑھنا نماز میں ہو خواہ بیرون نماز حرام قطعی وگناہ عظیم افترا علی اللہ وتحریف کتاب کریم ہے فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد لروم الضاد میں اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کیے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابو بکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ وعلامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے محیط برہانی میں ہے سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمۃ مکان الضاد المعجمۃ اوعلی العکس فقال لاتجوز امامتہ ولو تعمد یکفر منح الروض الازہر میں ہے کون تعمدہ کفرا لاکلام فیہ عالمگیری ض کی جگہ ز عمداً پڑھنے کو کفر لکھا حیث قال سئل عمن یقراء الزاء مقام الضاد و قراء اصحاب الجنۃ مقام اصحب النار قال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفراہ فی النسخۃ الھندیۃ الضاد معجمۃ وفی المصریۃ الصاد وکلاھما محتمل والحکم واحد لایتبدل اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا دوم قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین دا ہوا تو اس پر مطلقاً فساد نماز کا حکم غلط وفاسد ہے عبارت امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ بربنائے تباین صوت وسہولت تمییز حکم مطلق حنفیہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ جماہیر محققین نے اُسی کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا خود واضح دآشکار کہ اس میں صرف صلاح وفساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ د پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا مثل افیدا بتضمین معنی المن والانعام فی قولہ تعالٰی افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب موودعۃ موضع موضوعۃ وراذیۃ مردیۃ مکان راضیۃ مرضیۃ کما بیناہ فی نعم الزاد یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لیے عسر ویسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگرچہ معنی متغیر نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت وگرانی نہیں۔ اُن کا حکم قطعاً اُس صورت میں مقصور جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو دیکھنے والے اگر کلمات علماء پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے یہی امام اجل قاضی خاں اپنے اس فتاوی میں فرماتے ہیں اذا اخطاء بذکر حرف مکان حرف ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون

ان الظالمون وما اشبہ ذلک لم تفسد صلاتہ لانہ لایغیر المعنی وان ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصلحت تفسد صلاتہ عند الکل وان لم یمکن الفصل الا بمشقۃ قال اکثرھم لاتفسد صلاتہ اھ مختصرا اسی طرح فتاوی ہندیہ میں فتاوی خانیہ سے منقول ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فی الخانیۃ والخلاصۃ انہ ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لاتفسد سوم قطع نظر اس سے کہ دال ومشابہ دال میں فرق بدیہی دعوی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔ اور قطع نظر اس سے کہ عبارت خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلا نہیں تو سند دعوی سے بے علاقہ صاف ہمیں عبارت قاضی خاں سے بحث کرنی ہے جس سے فتوی ندوہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال وذال کے صرف اسما لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ ومعجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصا مطابع میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولنا علی قاری مکی نے منح فکریہ شرح مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خاں بتصریح اہمال واعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃ مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بدال مہملہ پڑھے تو نماز جائے گی اور ذالین بذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی اول نے فرمایا ہے ھذا فصل ابدال احد ھذہ الاحرف الثلثۃ اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنورد ما ذکرہ فی فتاوی قاضی خاں من ھذا القبیل قرأ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ اوالدال المھملۃ لاتفسد لوجود لفظھما فی القرأن وقرب المعنی ولو قرأ بالذال معجمۃ تفسد لبعد معناہ ملتقطا ثانی نے فرمایا فی فتاوی قاضی خاں ان قرأ غیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ اوالدال مھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خاں ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف وعکس مراد ہے ندوے کی دار الافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیق بالغ وتنقیح بازغ کے لیے بحمد اللہ تعالی فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے چہارم ض وظ میں دشواری تمیز اس طائفہ حادثہ کو اصلا مفید نہیں وہ ایک گروہ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش وخطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذ اللہ قصدا تبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغظوب معذوب مغزوب پڑھے اُس کی نماز بلا شبہہ فاسد اور وہ پڑھنے والے مغضوب ومفسد تو یہ سب فتوی اس کے حق میں بیکار ونامویہ۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلاۃ اما اذا کان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر الحاج حلیہ میں ہے ثم ماسنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتاخرین فی ھذا علی ما فی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذا لم یتعمد فتنبہ لہ پانچویں فتوی کی عبارت سوال میں مذکور اس میں تو صراحۃ تعمد ظ پر حکم فساد مسطور پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل وفہم سے دور اس خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول غیر المغضوب بالظاء والظلمین بالذال او بالضاد قال بعضھم لاتفسد ھم ابو القاسم الصفار ومحمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابو المحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد ذلک تفسد وان جری علی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین لاتفسد وھو المختار اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے اذا قرأ مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد

ذلك تبطل صلاتہ عالماً کان اوجاھلاً امالوکان مخطئاً اراد الصواب فجری ھذا علی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کماھی فغلط جازت صلاتہ وھو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمٰعیل الزاھد وھو احسن لان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراك غیر طائعۃ فی مخارج ھذہ الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاھر ان ھذا محمل ما فی جمیع الفتاوی **اقول** انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العمد انہ مطمح انظارھم جمیعا فالا فاطلاق عدمہ فی الخطأ لایمکن ان یحمل علیہ مافی جمیع الفتاوی فان منھم من یفصل بعسر الفصل ومنھم من یفرق بقرب مخارج منیہ میں ہے اما اذا قرأ مکان الذال ظاء او مکان الظاد او علی القلب تفسد صلاتہ وعلیہ اکثر الائمۃ وروی عن محمد بن سلمۃ لاتفسد لان العجم لایمیزون بین ھذہ الاحرف وکان القاضی الامام الشہید المحسن یقول الاحسن فیہ ان یقول ان جری علی لسانہ ولم یکن ممیزا وفی زعمہ انہ ادی الکلمۃ علی وجہھا لاتفسد وکذا روی عن محمد بن سلمۃ والشیخ الامام الزاھد بزازیہ میں دربارۂ مغضوب و والین وظالین ہے قال القاضی ابوالحسن والقاضی ابوالعاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانہ اوکان لایعرف التمیز لایفسد وھو اعدل الاقاویل وھو المختار اسی طرح ہندیہ میں اُس سے منقول **اقول** والظاھر ان ھذہ الاختیارات ترجع الی شق الجواز عند الخطأ اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیہ کما تقدم مایفیدہ عن الحلیۃ والتصریح بہ عن الطحطاوی وھو معنی استظھار الاکمل انہ محمل مافی جمیع الفتاوی کیف واذا جعلوا التعمد من الردۃ فما بقاء الصلوۃ ھذا واضح جدا **پنجم** ضاد ودال میں فرق صفات کا ذکر لغو وفضول اور محل بحث سے یکسر معزول متقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ وعدم تشابہ پر اصلا نظر نہیں اور متاخرین قرب مخرج یا عسر تمیز پر لحاظ کرتے ہیں صفات سے انھیں بھی بحث نہیں نہ صفات خواہی نخواہی آسانی تمیز کو مستلزم نہ اُن کا تشارک دشواری پر حاکم ط حطہ دال حملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تائے مثناۃ سے متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری فصل منصوص اعلام ط مجہورہ مستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ خانیہ وخلاصہ وحلیہ وہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے ان کان لایمکن الفصل بین الحرفین الابمشقۃ کالطاء مع التاء الخ شرح جزریہ میں ہے قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء والالانہ لیس بینھما فرق الا الاطباق **ششم** فتوٰی ندوہ کا قول کہ ضاد ودال دو حرف متغایر المعنی عجیب الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمی مراد تو ان کے یہ معنی کہاں بھلا بتائیے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے اور اگر اسماء مقصود یعنی ضاد و دال تو نہ وہ حرف نہ اُن میں مقال شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض د دال دو حرف جدا گانہ ہیں کسی کلمے میں اُن کا تغیر معنی کے لیے مستلزم تغایر معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اولاً اطلاق ممنوع ثانیاً ہر تغیر میں تغیر بحد فساد مدفوع دیکھو ضالین ودالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا ابیداھتہ غنی عن ابانۃ **ہفتم** دو حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لیے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح و خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو اُن میں تمیز سخت دشوار غنیہ میں ہے ذکر محمد بن الفضل فی فتاوٰہ ان الترك لایمکنہ اقامۃ الحاء الابمشقۃ الخ ان سے زیادہ ہمزہ وق کی آوازوں کا تباین ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے ردالمحتار میں ہے فی التتارخانیۃ اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربۃ

الا انہ فیہ بلوی العامۃ کالدال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لا تفسد عند بعض المشائخ اھ قلت ینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال القاف ھمزۃ کما ھو لغۃ عوام زماننا فانھم لا یمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء وھذا کلہ قول المتاخرین اھ باختصار ان عبارات سے واضح ہوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لیے اُس کا حال معتبر ہے۔ قرب مخرج یا تشابہ آواز وغیرہ کچھ ضرور نہیں تو عوام ہند اگر ض د د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لیے اُسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض ظ ذ ث وط کا شمار ہوا اب عبارت شامی منقولہ فتوی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پڑھنے پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً مغضوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین ومتاخرین حکم بطلان نماز ہشتم یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جان برادر عربی عبارت میں مِنْ عَلٰی فِیْ کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد ومراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست ؛ تا نہ بخشد ولی حمد ورضا ؛ مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلا تعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورت خطا وزلت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہرگز ادائے ض پر قادر نہیں جس طرح خزانۃ الاکمل وحلیہ کی عبارت گزری کہ ان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراک غیر طائعۃ فی مخارج ھذہ الحروف فتاوی امام قاضی خاں وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف میں ذکر فرمایا اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجلے سنیے فتح میں فرماتے ہیں اما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطأ واما عجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لا تفسد وان غیر فسدت فالعبرۃ فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقۃ تفسد وان کان بمشقۃ قیل تفسد واکثرھم لا تفسد ھذا علی رأی ھؤلاء المشائخ ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصۃ ما ظاھرہ التنافی للمتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھو الاقامۃ عجزا کالحمد ﷲ الرحمن الرحیم بالھاء فیھا اعوذ بالمھملۃ الصمد بالسین ان کان یجھد اللیل والنھار فی تصحیحہ ولا یقدر فصلاتہ جائزۃ ولو ترک جھدہ ففاسدۃ ولا یسعہ ان یترک فی باقی عمرہ اھ مختصرا دیکھو خطا وعجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورت عجز میں اس تفرقے کا اصلا نام نہ لیا بلکہ س و ص و د و ذ کی مثالوں سے حروف متشابہ الصوت وغیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرمادیا تو بحالت عجز مغضوب مغدوب بلکہ بالفرض مغکوب منوب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف دو ن حرف کا فرق باطل نہم ماناکہ نہ طائفہ جدیدہ کی تصدیت پر نظر ہوئی نہ دال عوام پر نہ اقوال علما میں فرق عجز وخطا وغیرہ پر اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصحح ومختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا یہ سب مسلم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے ازانجملہ امام قاضی ابوعاصم وامام محمد ابن مقاتل وامام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت باوقعت تھا جس پر امام زاہد نے فتوی دیا امام محسن وصاحب خزانۃ الاکمل نے احسن کہا خزانۃ الفتاوی وحلیہ وغیرہما میں مختار بتایا وجیز کردری وہندیہ وغیرہما میں اعدل الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات نیر امر چہارم گزریں یعنی اگر خطأً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف

خطاً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ و د کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعمد صحت نماز پر فتوی دیا جائے کونسی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قول متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ شانے دارد پھر جس مصلحت کے لیے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی وہ بھی اسی میں اتم وازید ہاں اگر منظور یہی ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران منظمین کی نماز میں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد جائیں اس لیے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار رہے وہم بلکہ یہاں ایک اور قول باقوت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار و امام محمد بن سلمہ وغیرہما اجلہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتوی دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوی دیں گے اسی شامی میں یہیں تھا وفی التاتارخانیۃ عن الحاوی حکی عن الصفار انہ کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیہ بلوی عامۃ الناس لانھم لایقیمون الحروف الا بمشقۃ اھ وفیہا اذا لم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربۃ الا ان فیہ بلوی العامۃ لاتفسد عند بعض المشائخ اھ مختصراً وقد مر تمامہ حلیہ میں ہے قال بعضھم لاتفسد منھم ابوالقاسم الصفار و محمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف۔ اس قول پر تو صراحۃً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیامشاہد میں عام ابتلا خود انھیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلا عام اس زمانے میں یہ ہوگئی ہے کہ ض کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان ظائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کہتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح الحمدللہ تلک عشرۃ کاملۃ وقد بقی خبایا فی زوایا ولولا ان السائل اوصی بالاجمال لاتینا بھا یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں امور مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم ض کا دشوار ترین حروف ہونا تو ظاہر ادا نہ ہو سکنے میں وہ علما اور یہ جہلا برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذاللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزوجل نے اُتارا ہے اُسی کو پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے ہیں کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہو سکتا ہے اُس کی یہی آواز ہے۔ مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سُنیں دقتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری پر ہے۔ تراویح کی آٹھ وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود ہی آرام نفس ہے جاڑا لگتا ہے تیمم کرلو جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو۔ تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالے نجو۔ چھ چیز کے سوا سب میں سود روا۔ خون و مردار و خنزیر وہ ایک چیزیں ناپاک باقی تمام اشیا حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی بھتیجی۔ سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لیے بھی یہی خیال انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اوپر ہی سے مسح کرلو مولی سبحنہ وتعالٰی نے وامسحوا رؤسکم فرمایا۔ تم بعمائمکم سمجھو وہ تو مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لیے حکم غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستینیں دھونا دشوار تر کر پہنے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر ورنہ اُنھیں ایدیکم کی جگہ آستینکم بنالینا کیا دشوار تھا یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں لگالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھلی تکیے پر ہاتھ مار کر موںھ پر پھیر لیے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دبک رہے مسلمانو کہ یہ لم تجدوا ماء کے معنی سمجھے یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا کٹورا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار ولاحول

ولا قوۃ الا باللہ الواحد القہار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف تو وہی احق بالانکار ہے اور عوام کا اُنکے علما سے اعلم ہونا واضح و آشکار اصل اس قدر ہے آگے افراط و تفریط واجب الحذر یہ جواب امور مسؤلہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولٰی عزوجل و تبارک وتعالٰی نے قرآن عظیم اُتارا اور ہمیں بحمد اللہ تعالٰی اُس کے نظم و معنی دونوں سے متعبد کیا ہر مسلمان پر حق ہے کہ اُسے جیسا اُترا ویسا ہی ادا کرے حرف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں یہانتک کہ معاذ اللہ کفر و اسلام کا فرق ہوجاتا ہے آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے اُن کا اعتقاد صریح کفر تو معاذ اللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا آج کل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں مداہنت و بے پرواہی اپنا شعار کرلی فقیر نے بگوش خود مولوی صاحبوں اصحاب وعظ و درس و فتوی کو خاص پنچایت میں برملا پڑھتے سُنا قل ھواللہ اھد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا احد کے معنی ایک اکیلا شریک و نظیر سے پاک نرالا اور اھد کے معنی معاذ اللہ بزدل کم دل فی القاموس الاھد الجبان زاد فی تاج العروس الضعیف۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف دوسرے سے ممتاز اور تبدیل و تلبیس سے احتراز ہو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح مخارج و اقامت حروف کا اہتمام فرض محتم علمائے متاخرین کا فتوی معاذ اللہ پروانہ بے پرواہی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور خلاف ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب باوصف قدرت تعلم تعلم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہلکا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر جمے رہنا کون جائز کہے گا اس سہل انکاری کی ایک نظیر سُن چکے اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذ اللہ اھد کہنا صریح دشنام مانا کہ انھیں قصد دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی تعریف کیجیے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتاگئے ہیں۔ کلّا۔ واللہ حاشا للہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذا صلی وھو ناعس لایدری لعلہ یذھب یستغفر فیسب نفسہ جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سورہے یہانتک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لیے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بددعا نکلے رواہ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لیے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصد دعا ہے تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ بتجربہ بارہا مونھ سے نکالنا کیونکر گوارا ہوسکے اگرچہ قصد ثنا ہے اتقان شریف میں ہے من المھمات تجوید القران وھو اعطاء الحروف حقوقھا ورد الحرف الی مخرجہ واصلہ ولا شك ان الامۃ کما ھم متعبدون بفھم معانی القران واقامۃ حدودہ ھم متعبدون بتصحیح الفاظہ واقامۃ حروفہ علی الصفۃ المتلقاۃ من ائمۃ القراءۃ المتصلۃ بالحضرۃ النبویۃ وقد عد العلماء القراءۃ بغیر تجوید لحنا دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قراءت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاوی فتاوی بزازیہ میں فرمایا ان اللحن حرام بلاخلاف لحن سب کے نزدیک حرام ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اُس کی تصحیح و تعلم میں اُس پر کوشش واجب اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی بلکہ جمہور علما نے اس

سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کیے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف و امام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتوی فرمایا خانیہ و خلاصہ و فتح القدیر و مراقی الفلاح و فتاوی الحجۃ و جامع الرموز و درمختار ورد المحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اُس کو مشکل بتایا امام ابن امیر الحاج نے اسی پر تعویل کی علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بینا کل ذلك فی فتاوٰنا تو کیونکر جائز کہ جہد و سعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اُسے متروک و مہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں ھذا مما لا یبیحہ شارع ولا دین والعیاذ باللہ رب العالمین فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ۔ بعد اس کے کہ عرش تحقیق مستقر ہوچکا۔ کہ قرآن نظم و معنی جمیعا بلکہ نظم دال علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بترتیب معروف اور باہم متبائن اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مبائن مبائن للمولف من مبائن اٰخر میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی وتحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا یہی منشا ہے امام فضلی و امام محمود و علامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا کہ جو قرآن مجید میں ض عمداً ظ سے بدلے کافر ہے **اقول** ولا حاجۃ الی استثناء وماھو علی الغیب بضنین فان ھھنا لیس اقامۃ الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانھا خاصۃ بل مکانھما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بھما فی القراٰن فکان مثل صراط وسراط وبسطۃ وبصطۃ ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباہ ذلك بخلاف مغضوب وبخلاف سجیل وصجیل تبدیل۔ پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اُسے نکالنا چاہیے

مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کی طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہوا کچلیوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوئی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اس میں کچھ حصہ نہیں وہ اُن قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارۂ سانس کا اُن کے ساتھ جدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک اُن کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحَثَّہٗ شَخْصٌ سَکَتَ ہے یا سَتَشْحَثُكَ خَصَفَہٗ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثثث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جُدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو شروع تلفظ کے وقت موجود ہو انھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفظ ختم نہ ہو دوسری نہیں آتی جیسے ذذذ ظظظ یوں ہی ضضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی پائے دم بھی حابس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اُس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی۔ پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اٹھائی یا اٹھانا چاہی مگر حرف کی

دشواری و غرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کما ینبغی اطباق نہ ہوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہوا یہ بیان دل پر رکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے۔ کہ ان شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار رہے وباللہ التوفیق اب بعد اس کے کہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا قصد کرے اور اس کا مخرج و طریقہ استعمال جان بھی لے اداکرنے والے مشابہت دے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی تاآخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات میں بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہوجائے تو یقیناً اب جو حرف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سننے والا اپنی ناشنائی کے باعث اُسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے برتنے میں کمی بھی نہ کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحت نماز کا فتوٰی دیں گے کہ عسر متحقق ہولیا اور عذر واضح ہوچکا اور عسر جالب یسر ہے قال تعالٰی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعها وقال تعالٰی یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وقال تعالٰی ماجعل علیکم فی الدین من حرج وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ جو براہ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قدمنا فی جل الاثراث ابحاء خاء وعوام عصر العلامۃ الشامی القاف ہمزہ اس تحقیق انیق سے واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ظاد پڑھنا ٹھہرالیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین واتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولا الضالین تک نہیں پہنچنے پاتی پہلے ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مظلوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کیے جاؤ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمداً اُس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرالے اس کی نماز بھی مغدوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخرج و طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص پر لازم جو کچھ ادا ہوا فتوٰی تیسیر صحت پر حاکم۔ نسأل اللہ تیسیر کل عسیر انہ ولیہ وعلیہ قدیر وصلی اللہ تعالٰی علی البشیر النذیر وآلہ وصحبہ بالجملہ عمداً ظا یا دال دونوں حرام جو قصد کرے کہ بجائے ضٗ ظ یا دال پڑھوں گا اُن کی نماز کبھی تمام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی مغدوب مظلوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہوجائے گی اور جو حرف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اُسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہ لغزش زبان یا جہلا یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی ومحرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہوکر اجماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔

مسئلہ۔ از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جہلا کو قواعد تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں۔

الجواب

تجوید بنص قطعی قرآن و اخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والسلام و اجماع تام صحابہ و تابعین و سائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق و واجب و علم دین شرع الٰہی ہے قال اللہ تعالٰی ورتل القراٰن ترتیلا اُسے مطلقاً ناحق بتانا کلمہ کفر ہے

والعیاذ باللہ تعالیٰ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی خاص قاعدے پر انکار کرے وہ اُس کا جہل ہے اُسے آگاہ و متنبہ کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی محلہ ذخیرہ مرسلہ محبت حسین یکم ربیع الاول ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی معنی نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنی جانتے ہیں پس جاننا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اور پر عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے پس اگر اہل عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہل زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کرکے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اُردو والے اُردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

گمراہی کہہ کر نہیں آتی گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام امت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہی عجمی لوگ مشرف باسلام ہوئے حضرت بلال حبشی تھے حضرت صہیب رومی حضرت سلمان فارسی و ابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیعا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے لاکھوں عجمی مشرف باسلام ہوئے کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوجھی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہام رحمٰن نہیں بلکہ وسوسۂ شیطان ہے قرأت قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر زبان میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماورا میں گنہگاری ہے ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جُدا ہے واللہ سبحٰنہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نماز مغرب میں باقرأت ایک یا نصف رکوع یا سورۂ والضحیٰ یا اَلْہٰکُمُ یا والشمس حالت امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو پسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہ طوالت ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سورتیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں ہیں ایک روز نماز مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۲ رکوع افحسب الذین کفروا اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع ان المتقین فی ظلل پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکی ہوئے اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنہگار ہوتے ہیں اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہیے منع آیا ہے پست ہمت مقتدیوں کی شکایت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور امام صاحب پر شرعاً کیا الزام اور گناہ ہے سو آدمی کی جماعت میں دو مقتدی علیل بپیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو بُرا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گنہگار ہیں یا نہیں ۔

الجواب

نماز حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں **اوّل** فجر و ظہر میں طوال مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشا میں اوساط مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے مفصل قرآن عظیم کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جو سورۂ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال. بروج سے لم یکن تک اوساط. لم یکن سے ناس تک قصار۔ دوم فجر و ظہر میں

سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرأت چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیات سے سو تک اور عصر و عشا کی
دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔ سوم کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضیٰ ہو
ویسا پڑھے مثلاً نماز فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں
یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اُس کا کام حرج ہوتا ہے اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے
خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز فجر میں ایک بچّے کے رونے کی آواز سُن کر اس خیال رحمت سے کہ اُس کی ماں جماعت میں حاضر ہے
طول قرأت سے اُدھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بے چین ہوگا صرف قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے نماز پڑھا دی صلی اللہ تعالٰی
علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم اجمعین اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کام ی تو بقدر سنت قرأت ان
روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار ومعمول بہ ہے واناا قول لااخلاف بینھما وانما الثالثۃ تقیید الاولٰی کما لایخفی تو حاصل مذہب معتمد یہ
قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف وحاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدر گنجائش پر عمل کرے ورنہ وہی طوال واوساط و قصار کا حساب
ملحوظ رکھے اور قلت گنجائش کے لیے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یا کام کا ضرورتمند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک
کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی
سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورتمند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اُسے تکلیف پہنچے گی تو امام کو حرام ہے کہ
تطویل کرے بلکہ ہزار میں اُس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اس کے بچے کے
خیال سے نماز فجر معوذتین سے پڑھا دی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک
کہ رخسارہ مبارک شدت جلال سے سرخ ہوگئے اور فرمایا افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ افتان انت یا معاذ کیا تو لوگوں کو فتنہ
میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیا تو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ کما فی الصحاح وغیرھا و
فی الھدایۃ مرفوعا من اَمّ قومًا فلیصل بھم صلاۃ اضعفھم فان فیھم المریض والکبیر وذوالحاجۃ اس بیان سے واضح ہوا
کہ امام کا مغرب میں سورۂ والشمس یا والضحٰی یا اوّل میں ام حسب الذین کفروا دوسری میں ان المتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلاف سنت اور
تینوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصار مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا ایسی حالت میں مقتدیوں
کی شکایت برمحل ہے اور امام پر ضرور الزام ہے ہاں الھٰکم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلے میں القارعہ یا دوسری میں والعصر پڑھنا
مطابق سنت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اس حالت میں کہ کوئی بیمار یا بوڑھا ناتواں اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس سے
بھی تخفیف کا حکم ہے فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل ھو الزیادۃ علی القرأۃ المسنونۃ فانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھٰی
عنہ وکانت قرأتہ ھو المسنونۃ فلابد من کون ما نھٰی عنہ غیر ما کان دابہ الا بالضرورۃ اھ وباقی ماذکرنا من المسائل معروفۃ
فی الدرالمختار وردالمحتار وغیرھما من الکتب المتداولۃ فلاحاجۃ بایراد العبارات۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ــــ ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ ہجری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمد للہ اور تین یا زائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کردیا یا قرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں اور سجدۂ سہو کی حاجت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معاً نماز کا خیال آگیا خاموش ہورہا یا ابتداءً کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعل ممنوع کرتے دیکھا اُسے حدیث ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہوجائیگی کما نصوا علیہ فیما ھو ذکر وثناء محض کلا الہ الا اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ وانا للہ وانا الیہ راجعون وغیر ذلك اذا قصد به الجواب او الخطاب فکیف مالیس کذلك اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول اللہ نکلا تو نماز فاسد ہوگئی لانہ من کلامہ ولیس ثناء اودعاء بل اخبار اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے قال اللہ تعالٰی فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیٰھا بحرالرائق و درمختار وغیرہما میں ہے لوجری علی لسانہ نعم ان کان ھذا الرجل یعتاد فی کلامہ نعم تفسد صلاتہ و ان لم یکن عادۃ لہ لاتفسد لان ھذہ الکلمۃ فی القراٰن فتجعل منہ اور سجدۂ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہوسکے تو اس سکوت کے باعث سجدۂ سہو لازم آئے گا۔ کما فی التنویر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

۱۰ رجمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اللہ کے الف کو حذف کرکے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں (۲) اللہ کے لام کو پُر کرنا سُنّت ہے یا نہیں (۳) الف اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کرکے پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) قعدہ اولٰی میں شک ہوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۵) جس نماز میں سہو نہ ہوا اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں (۶) ہاتھ ملاکر دعا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کرکے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز جائز ہے مگر قصداً کرے تو حرام وگناہ (۲) ہاں سنت متوارثہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو (۳) تھوڑا دراز کرنا تو مستحب ہے اسے مدِّ تعظیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ حدِ اعتدال سے خروج فاحش ہو مکروہ اور اگر معاذ اللہ تان کے طور پر ہو کہ کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثلاً اا تو مفسد نماز ہے (۴) جائز ہے (۵) بے حاجت سجدہ سہو نماز میں زیادت اور ممنوع ہے مگر نماز ہوجائے گی۔ ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی مسبوق تھا یعنی بعض رکعات اُس نے نہیں پائی تھیں وہ اگر اس سجدہ بے حاجت میں اس کا شریک ہوا تو اس کی نماز جاتی رہے گی لانہ اقتدی فی محل الانفراد (۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو فی الدر المختار یبسط یدیہ حذاء صدرہ نحو السماء لانھا قبلۃ الدعاء ویکون بینھما فرجۃ فی ردالمحتار ای وان قلت قنیہ۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ — از شہر کہنہ بانس بریلی کانکر ٹولہ ۱۰ شوال ۱۳۱۹ھ

نماز چار رکعت میں زید اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورۂ فاتحہ سورۂ یسین شریف دوسری میں سورۂ دخان شریف تیسری میں سورۂ تنزیل چوتھی میں سورۂ ملک اس طرح سے یہ نماز پڑھنا خلاف ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل کس صورت سے مراد ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ نماز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظ قرآن کے لیے ارشاد ہوئی ہے جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے سورۂ تنزیل سورۂ الم تنزیل السجدہ ہے روایت ترمذی میں یہی پورا نام آیا ہے اس میں خلاف ترتیب اصلاً نہیں کہ نفل کا ہر شفع نماز جداگانہ ہے اور شک نہیں کہ ترتیب قرآن عظیم میں یسین شریف حم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک سے تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہوگئی اگرچہ چاروں کے لحاظ سے سب میں پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر یسین پھر دخان پھر ملک یہ مخالف ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ — ۲ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سورۂ فاتحہ میں لفظ نستعین اور مستقیم کی جگہ نسعین اور مسقیم بدون تا کے پڑھے تو اُس کی نماز باطل ہوگی یا مکروہ یا نہیں جواب دیجیے موجب ثواب ہے۔

الجواب

نماز ہوجائے گی لاجل الادغام مگر کراہت ہے لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما نص علیہ فی غنیۃ النفع۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ — ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین ان مسائل میں کہ سورۂ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا نماز میں فرض ہے یا اُس کے ماسوا دوسری سورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے نماز پڑھی اور فقط الحمد ﷲ رب العالمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع وسجود کیا اور سجدہ سہو کیا سلام پھیرا اس حالت میں نماز زید کی ہوئی یا نہیں اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے نماز پڑھائی اور وہ تشہد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دو مرتبہ کھڑے ہونے امام سے پیشتر کہا التحیات ﷲ مگر امام صاحب کھڑے ہوگئے اور قرأت بالجہر پڑھی اور فقط سورۂ فاتحہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدہ سہو کیا اس صورت میں مقتدی کی نماز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قرأت میں بھول گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو نماز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں اور وقت ظہر میں اگر جماعت ہو رہی ہو تو شریک ہوجاوے اور چار رکعت سنت جو ہیں ان کا پڑھنا کس وقت اولیٰ ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار۔ بینوا توجروا

الجواب

قرآن مجید کی ایک آیت سورۂ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی....

جو فقط الحمد للہ رب العٰلمین پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کر دیا نماز کا فرض ساقط ہو جائے گا مگر نماز ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہوا الحمد شریف تمام وکمال پڑھنا ایک واجب ہے اور اس کے سوا کسی دوسری سورت سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے اگرالحمد بھولا تھا اور واجب اول کے ادا کرنے سے باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت کر کے رکوع کر دینے میں قصداً ترک واجب ہوا علی ماھو الظاھر وترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کما ان ترک الفصل بینھما باجنبی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لایظھر فیما یظھر واللہ تعالٰی اعلم۔ اور جو واجب قصداً چھوڑا جائے سجدہ سہو اُسکی اصلاح نہیں کر سکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں اور ناچار رکوع کر دیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ وآیات یاد نہ آئیں تو اب سجدہ سہو کافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ قومہ بعد الرکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرأت پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرأت پوری نہ کی تو اب پھر قصداً ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرأت بعد الرکوع پوری کر لی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہوا وذلک لان الرکوع یرتفض بالعود الی القرأۃ لانھا فریضۃ وکل ما یقرأ ولو القراٰن العظیم کلہ فانما یقع فرضا کما نصوا علیہ۔ (۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اُٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہیے ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پورا کھڑا ہو جائے تو اس کے بعد اسے بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائے گی کہ پورا کھڑا ہو جانے کے بعد قعدہ اولٰی کے لئے لوٹنا حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلاضرورت کلام ہوا اور وہ مفسد نماز ہے قرأت میں صحیح لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے نماز فرض ہو خواہ نفل امام تین آیات زائد پڑھ چکا ہو خواہ کم تو اس صورت میں لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی مغیر معنی مفسد نماز تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اُسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مفسد نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہوگئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہوا کہ اُس نے غلط بتایا تو اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو علماء کے دونوں قول ہیں اور دونوں باقوت ہیں ایک یہ کہ فرض کے بعد دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار پڑھے اور دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر دو اور پہلا قول زیادہ قوی ہے لمطابقۃ نص الحدیث الصریح واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۱۴؍ شوال ۱۳۲۱ ہجری۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز فجر وعشا میں سورہ طوال پڑھنا مسنون ہے یا نہیں اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طوال باَسانی پڑھی جائے گی نہ پڑھے اور والعصر وغیرہ سے پڑھا دے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنت اور مخالفت سے جماعت مکروہ ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب ۔ قرآن عظیم سورہ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل

بروج سے لم یکن تک اوساط مفصل لم یکن سے ناس تک قصار مفصل سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشا میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا زیادہ بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف و حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اُسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں انا اعطینا و قل ہواللہ احد ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا اور صبح یا عشا میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت و مکروہ ہے مگر نماز ہوجائے گی۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ ۲۱ ربیع الاخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے مقتدی لفظ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اُس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سُنے تو کوئی حرج ہے یا نہیں (۲) سوائے لفظ آمین کے اور جو کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہیے (۳) حقہ تنباکو پینے والے کے مونھ کی بو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱-۲) آمین سب کو آہستہ کہنا چاہیے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنت ہے اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہیے آمین ہو خواہ تکبیر خواہ تسبیح خواہ التحیات و درود خواہ سبحنک اللھم وغیرہ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے کہ یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی غل شور ہو رہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلا پیدا نہ ہوئی صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض و واجب و سنت و مستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار رہا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی۔ پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز ہونی چاہیے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں مونھ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اُس سے ملا ہوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سنے گا مگر اُسے آہستہ ہی کہیں گے واللہ تعالی اعلم (۳) مونھ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک مونھ صاف نہ کرلے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملئکہ کو ایذا پہنچتی ہے حدیث میں ہے ان الملئکۃ تتاذی بما یتاذی بہ بنوا دم۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نماز میں کیوں واجب کی گئی اور سورت کا ملانا کیوں فرض رکھا گیا اور اگر مصلی الحمد بھول جائے تو اُس پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اُس کے بدلے میں سجدہ سہو نہیں رکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ٹھہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا ہے اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے تو اُس مقتدی کی نماز بغیر سجدہ سہو کیے ہوئے کیونکر صحیح ہوجاتی ہے۔

الجواب ۔ سورۃ ملانا بھی فرض نہیں نہ اُس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اسکے ترک کی

بھی سجدۂ سہو سے اصلاح ہوجاتی ہے جبکہ بھول کر ہو یہی حال فاتحہ کا ہے تو یہ مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر طالب فرق ہے فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورہ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے قال اللہ تعالی فاقرؤا ما تیسر من القرآن سورہ فاتحہ اور فرضوں کے پہلے دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث آحاد قولیہ سے ثابت ہوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لزوم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی سے اُس پر سجدہ لازم آئے اگرچہ دس واجب ترک ہوں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ ۲۶ صفر ۱۳۱۱ھ

امام نے نماز جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اُس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلاکراہت یا سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ بمجبوری سہو تھا کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے کما فی الدرالمختار واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورۂ واللیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہواً ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولی میں والشمس اور رکعت ثانیہ میں والضحی پڑھی۔

الجواب

فرضوں میں قصداً چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہواً اصلاً کراہت نہیں واللیل والشمس سے پانچ آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں فی الدرالمختار یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اھ وفی ردالمحتار اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ شرح المنیۃ الخ وفی الدر اطالۃ الثانیۃ علی الاولی یکرہ تنزیہا اجماعا ان بثلث ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف والکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لاعدد الآیات واستثنی فی البحر ما وردت بہ سنۃ واستظہر فی عدم الکراہۃ مطلقا وان باقل لا یکرہ لانہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلی بالمعوذتین واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں میں دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہے اور سنت اور نفلوں میں چاروں بھری

الجواب

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوت قرآن مجید ضرور ہے سنت و نفل کی ہر دو رکعت نماز جداگانہ ہے لہذا ہر دو رکعت میں قراءت لازم ہو کر چاروں بھری ہو گئیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ زید نے اول وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت نفل جماعت سے بالجہر سوا پارے سے پڑھے پھر

اُس کے متصل نماز عشا کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو مابین عشا و مغرب با جماعت جہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر اس جماعت نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قرائت طویل گراں تکلیف دہ نہ تھی تو یہ جماعت و قرائت جائز بلا منع و کراہت ہوئی ورنہ مکروہ و ممنوع بحرالرائق میں ہے قال شمس الائمۃ الحلوانی ان کان سوی الامام ثلثۃ لایکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلاف والاصح انہ یکرہ اھ هکذا فی شرح المنیۃ اُسی میں ہے والظاھر انما فی تطویل الصلوۃ کراھۃ تحریم للامر بالتخفیف وھو للوجوب الالصارف لادخال الضرر علی الغیر اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بنارس تھانہ بھلوپورہ محلہ احاطہ روہیلہ مرسلہ عبدالرحمٰن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذاجاء کے آخر میں جو پڑھا کرتے تھے انہ کان توابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولینا امجد علی صاحب تو وہ ذرا سا لکھ دیجئے گا۔ فقط

الجواب

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نام الٰہی ہے جیسے سورہ اذاجاء میں انہ کان توابا تو اس پر وقف نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اللہ اکبر کا ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اللہ سے ملادے جیسے اذاجاء میں توابا للہ اکبر ب قیام کی حالت میں کہے اور دونوں لام سے ملتا ہوا رکوع کے لیے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی رختم ہوجائے یوہیں سورہ والتین میں احکم الحاکمین کے نون کو زبر دے کر اللہ اکبر کے لام میں ملادے اور جس سورہ کے آخر میں نام الٰہی نہ ہو اور کوئی لفظ نام الٰہی کے منا سب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف جیسے الم نشرح میں فارغب اللہ اکبر اور جہاں کوئی لفظ اسم الٰہی کے نامناسب ہو جیسے سورۂ کوثر کے آخر میں ہو الابتر وہاں وصل ہی چاہیے وصل نہ چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے کس قدر پہلے ہونا چاہیے اور کتنی آیتیں پڑھنا چاہیے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہوجائے تو کیا اُسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہیے یا کم۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز صبح میں بحال گنجائش وقت و عدم عذر چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہیے اور طلوع آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہوجانا چاہیے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبل طلوع اعادہ ہوسکے اور اس کے لیے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدر گنجائش وقت آیات پڑھے اگرچہ سورہ کوثر و اخلاص ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین میں الا پڑھ کر وقف کیا پھر الا الذین آمنوا سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں وقیل من (سکتہ) راق وظن انہ الفراق میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ من کے نون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے۔

الجواب

نماز ہوگئی ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت لا ہو ہماری یعنی امام حفص کی قرأت میں نون پر سکتہ ہے کہ ادغام سے کلمہ واحدہ نہ مفہوم ہو۔ مراق بر وزن براق اور تمام باقی قراء ادغام کرتے ہیں۔ تو دونوں ہیں مگر یہاں عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از موضع گھوڑنی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع ندیا ۶ رجمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

ض را شابہ صوت ظ معجمہ باید خواند یا مماثل صوت دال مہملہ وہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یا نہ و دریں ملک ما تقریباً ہمہ خواص وعوام مشابہ دال می خوانند و خوانندۂ ض مشابہ ظ از بس قلیل بینوا توجروا

الجواب

صوت ایں حرف را خالق عزوجل از ہمہ حروف جدا آفریدہ است حقیقۃً ہیچ حرف باو ماننا نیست فرض قطعی آنست کہ مخرجش آموزد طرز ادایش یادگیرد و قصد حرف منزل من اللہ کند واز پیش خویش نہ ظا خواند نہ دال کہ ہر دو میاین اوست وشبانہ روز سعی موفور بجائے آورد تا آنکہ می کوشد ہرچہ برآید روا باشد لایکلف اللہ نفسا الا وسعہا فاما اگر بر صحیح قادر نہ شود امامت صحیح نتواں کرد در فتاوٰی خیریہ است امامت الثغ بالصحیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح وبراو فرض باشد کہ تا پس صحیح خواندن نماز تواں یافت تنہا نہ گزارد کہ در اقتدا از قرأت بے نیاز باشد وآنکہ مخرج نیاموخت یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود ہرچہ با فساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے واگر بہر دو فساد معنی رو نماید چنانکہ مغضوب ومغدوب بہر دو فاسد شود ایں ہم آنگاہ ہست کہ قصد حرف منزل من اللہ کند زبان یاوری دہد ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ در عوام ہند وبنگالہ است واگر بالقصد بجائے او حرفے دیگر نشاندن خواہد حکم او سخت تر شود زیرا کہ تبدیل کلام اللہ سکند چنانکہ بعض نامقلداں تصریح کردہ اند کہ ضاد نتواں ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد ابن الفضل رحمہ اللہ تعالٰی علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کما فی منح الروض الازہر ومارا دریں مسئلہ رسالہ ایست مختصرہ جامعہ الجام الصاد عن سنن الضاد آنجا ایں را رنگ تفصیل دادہ ایم وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۱۱ رجمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

جمعہ کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہو کر سورہ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی ان پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورۂ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آئے ہیں وہ نفل پڑھ کر سنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورہ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہمارے نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورۂ کہف پڑھنے کا بعد ختم ہونے سورہ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مذکور مولوی صاحب فرماتے ہیں زور سے ہرگز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے آیا سورۂ کہف کو بلند آواز سے پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز کو چھوڑدیں۔

الجواب

حدیث صحیح میں قرآن مجید بآواز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے

کہ جب قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو یا زیادہ آدمیوں کا بآواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے ان لوگوں کو چاہیے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی رکوع سجود بھی واللہ تعالی اعلم

مسئلہ از کھنوڑہ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خاں صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب متعلم مدرسہ اہلسنت ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

زید کہتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے ہاں باوجود کوشش کے اگر ما ینبغی ادا نہ ہوئے تو اس قدر میں معذور رہے گا اور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہرگز نہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑ دیں یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو ان کے اس فعل سے ساقط یا حلال نہ ہو جائے گا یوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور جو پڑھتے ہیں اُن میں اکثر مواظبت نہیں کرتے سو میں ننانوے یا اس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قول زید صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوا اتنے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتیرے ہیں کہ سن سن کر صحیح پڑھتے ہیں اگر اُن سے پوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والا ہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور مخرج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی مرسلہ حضرت محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ ہر حرف اپنے غیر سے ممتاز رہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صریح تصریح کس کتاب کی ہے اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیش نظر ہو تو اسکا ارشاد ہو

الجواب

تمام کتابوں میں تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں اور خطاءً ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے قال تعالی ولا تبطلوا اعمالکم مقدمہ امام جزری میں ہے اذ واجب علیهم محتم قبل الشروع اولا ان یعلموا مخارج الحروف والصفات لینطقوا بافصح اللغات۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مرسلہ صاحبزادہ حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب دامت برکاتہم

والا نامہ میں متعلق تجوید ارشاد جناب ہے وہ ایک حرف کہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الخ مجھے اس میں یہ تامل ہے کہ الثغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تقیید مفسد معنی یا غیر مفسد معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ مباحث امامت میں نہیں زائد فرمائی۔

الجواب ۔ الثغ کی نماز جبھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حرف میں کوشش کیے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن یہی تعلیم تجوید ہے تو اسکی

فرضیت قطعاً ثابت اگر صحیح کو نہ سیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم وعمل دونوں فرض ہوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھیزہ ضلع آگرہ

حرف ضاد کو بصورت دواد یعنی دال پر پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں اور اکثر لوگ ض اور ظ میں بسبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کرسکتے ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں تین ہیں (۱) قصداً حرف منزل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواد والوں میں نہیں وہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اُس سے ہٹ کر دال مفخم اُس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظا والوں میں ایسا ہے اُن کے بعض نے تصریحاً لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہوجاؤ یہ حرام قطعی ہے اور اشد اخبث کبیرہ بلکہ امام اجل ابوبکر فضلی وغیرہ اکابر ائمہ کی تصریح سے کفر ہے کما فی منح الروض الازھر والفتاوی العلمگیریہ وغیرھا ان کی نماز پہلی ہی بار مغضوب پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے دوم خطأً تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اُسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ ومضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر فساد معنی ہو تو نماز فاسد ورنہ صحیح سوم یہ کہ عجزاً تبدیل یعنی قصد تو ض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کرسکتا د یا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان میں اکثر دُوَاد والے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اس کا طریقہ ادا سیکھیں اور شبانروز حد درجے کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتدا پر قادر نہ ہوں اور اس وقت تک اپنے مثال کی امامت بھی ہوسکے گی اور جب کوشش اُکتا کر چھوڑیں یا سرے سے کوشاں نہ ہوں اُن کی اپنی بھی باطل اور اُن کے پیچھے اوروں کی بھی باطل یہی حکم ظائیوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صابر جیلانی صاحب ۔

کیا سورۂ تبت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے ۔

الجواب

سورۂ تبت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں ۔

مسئلہ ۔ از شہر بریلی محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام مولوی محمد افضل صاحب ۶ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ ہجری

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ در لمّا یتفجر منہ الانھر خواندہ شد لمّا نماز شد بغیر کراہت یا نہ

الجواب

نماز درست باشد وبحال سہو وزلت کراہت نیست وحذف جزبرائے دلالت برعظمت شانش شائع است قال تعالٰی فلما اسلما وتلہ للجبین ونادینہ جزا ذکر نفرمود ہمچناں ایں جا تادلیل شود کہ وان منھا مایکون منہ شیئ عجیب لما یتفجر منہ الانھر بالجملہ درصورت فساد معنی نیست ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از الٰہ آباد محلہ نخاس کہنہ بر مکان دھوم شاہ صاحب مرسلہ محمد ناظم آزاد حقانی مظفر پوری مقیم حال الٰہ آباد ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں الحمد کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرأت سے رک گیا ہو پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا جس آیت پر رکا تھا اُس آیت کو نکال کر سورت کو پورا کیا بعدہ رکوع و سجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمہاری نماز باطل ہوگئی اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور ایسی صورت میں امام کو لقمہ لینا جائز ہے یا نہیں اور صورت مسئولہ میں مقتدی کی نماز ہوگئی یا نہیں ۔

الجواب

مقتدی و امام سب کی نماز ہوگئی مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سو آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے امام نے جس خیال پر نماز مقتدی باطل مانی امام کی خود کب ہوئی اگر وہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجازت شرع جائز رکھا گیا اگر تین آیتوں کے بعد اجازت شرع منتہی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آگیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پاکر آیت پڑھی اور اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یاددہانی کو باطل نہیں کرسکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی رہا یہ کہ صرف اُس مقتدی کی نماز باطل ہوئی امام و جماعت کی ہوگئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہوگئی درمختار میں ہے فتحہ علی امامہ لایفسد مطلقا لفاتح وآخذ بکل حال الا اذا سمعہ المؤتم من غیر مصل ففتح بہ تفسد صلاۃ الکل ردالمحتار میں ہے قولہ بکل حال ای سواء قرأ الامام ما تجوز بہ الصلاۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نہر قولہ الا اذا سمعہ المؤتم الخ فی البحر عن القنیۃ یجب ان تبطل صلاۃ الکل لان التلقین من خارج اھ واقرہ فی النہر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ضلع سیونی چھپرہ محلہ قاضی قریب مسجد خفیہ مرسلہ محمد ظہور الحسن طالب علم ۔
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرأت بدعت ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آ ہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بتائیے کہ کون حق پر ہے ۔ فقط محمد ظہور الحسن طالب علم ۔

الجواب

بلاشبہہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حروف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے بزازیہ وغیرہ میں ہے اللحن حرام بلاخلاف جو اسے بدعت کہتا ہے اگر جاہل ہے اُسے سمجھا دیا جائے اور دانستہ کہتا ہے تو کفر ہے کہ فرض کو بدعت کہتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرتا ہو یعنی زیر کا زبر جیسے غیر المغضوب کے غ پر زیر پڑھتا ہو اور ایاک کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہ تحریمی ہوسکتی ہے یا نہیں اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں اور داڑھی بھی کترواتا ہے اور مغرور و متکبر ہو جس ہ پر کھڑا زیر ہو جیسے رَبّہٖ اس کو آیت آجانے پر رہاد کے وقت ربہ پڑھے یا رَبّہٖ ۔

الجواب ۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز باطل غیر المغضوب کے

غین کو لوگ زیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب بوئے کسرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ مفسد نماز نہیں۔ داڑھی کتروانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور مغرور متکبر اس سے بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبر سے معروف و مشہور ہو۔ وقف کی حالت میں ربہ پڑھا جائے گا اور ربہ کوئی چیز نہیں اور ربہ میں سنت یہ ہے کہ محض کسرہ نہ ہو بلکہ خفیف بوئے یا پیدا ہو نہ یہ کہ بالکل ی اس کا فرق ادا زبان سے سن کر معلوم ہو سکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم نواں رکوع تیسری آیت یعنی کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً میں واحدۃً کو باظہار تنوین پڑھنا چاہیے یا وقف کے ساتھ یعنی واحدۃً یا واحدہ

(۲) اول رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکور کو پوری اول رکعت میں پڑھی اور دوسرے میں ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ سے دو آیتیں وما تفعلوا من خیر فان اللہ بہ علیم تک تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت قف ہے اور وصل اولٰی ہے (۲) بیشک جائز بلا کراہت ہے اور یہ صورت خاص ان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں لکھی عین عدل ہے کہ یہ دو آیتیں اُس آیت کے تقریبًا بالکل مساوی ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت ما یجوز بہ الصلاۃ کتنی مقدار ہے۔

الجواب

وہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو تو ان کے نزدیک مدھامتٰن اگرچہ پوری آیت اور چھ حرف سے زائد ہے جواز نماز کو کافی نہیں اسی کو منیہ و ظہیریہ و سراج وہاج و فتح القدیر و بحر الرائق و درمختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام اجل اسبیجابی و امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صرف مدھامتٰن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا درمختار میں ہے اقلھا ستۃ احرف ولو تقدیرا کلم یلد الا اذا کانت کلمۃ فالاصح عدم الصحۃ ہندیہ میں ہے الاصح انہ لا یجوز کذا فی شرح المجمع لابن ملک وھکذا فی الظھیریۃ والسراج الوھاج وفتح القدیر۔ فتح القدیر میں ہے لو کانت کلمۃ نحو مدھامتٰن ص ق ن فان ھذہ اٰیات عند بعض القراء الاصح انہ لایجوز لانہ یسمی عادا لا قارئا بحر الرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا کذا ذکرہ الشارحون وھو مسلم فی ص ونحوہ اما فی مدھامتٰن فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انہ یجوز علی قول ابی حنیفۃ من غیر ذکر خلاف بین المشائخ بدائع میں ہے فی ظاھر الروایۃ قدر ادنی المفروض بالاٰیۃ التامۃ کقولہ تعالٰی مدھامتٰن وما قالہ ابوحنیفۃ اقیس **اقول** ظاہر یہ

مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصاً اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت تشدید نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے مدّ ھامّتٰن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے جس کا ترک حرام ہے ہاں جسے یہی یاد ہو اس کے بارے میں وہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مسئولہ احسان علی مظفرپوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت ۵ؕ پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر ۵ؔ ہے اس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں مثلاً اوپر سے پڑھتا آیا اور صم بکم عمی فھم لا یرجعون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے۔

الجواب

ہر آیت پر وقف مطلقاً بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے رہا رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیت مذکورہ میں کہ اس کے بعد دوسری مستقل تمثیل ارشاد ہے جب تو اصلا حرج نہیں اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہیے خصوصاً امثال فویل للمصلین ۵ؔ میں کہ نہایت قبیح ہے اور ثم رددنٰہ اسفل سافلین ۵ؔ میں قبیح اس سے کم ہے نماز بہرحال ہو جائے گی۔

مسئلہ ۔ از مانیا والہ ڈاکخانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھائی دوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھائی اور آخر میں سجدہ سہو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سہو نہ چاہیے تھا اور قصداً ایسا کیا تو گنہگار ہوگا نماز ہوگئی سجدہ سہو اب بھی نہ چاہیے تھا توبہ کرے پہلی میں اگر سورہ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورۂ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھنا صرف خلاف اولٰی ہے اور ترتیب اُلٹا کر پڑھنا حرام۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی تمیز الدین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

میں نے ایک معلم صاحب کی زبانی سنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جاویگا یعنی دو آیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز کو دُہرانا چاہیے ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون وماھو الا ذکر للعلمین تو قبلہ وکعبہ یہ دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وہ میں نے لکھا ہے یہ صرف دو آیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا دوہرانا پڑے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً الحمد للہ رب العٰلمین اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پوری سورۂ فاتحہ اور اس کے بعد

متصلاً تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت کہ تین چھوٹی کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے اگر اس میں کمی کرے گا نماز ہو تو جائے گی یعنی فرض ادا ہو جائے گا مگر وہ مکروہ تحریمی ہوگی بھول کر ہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور قصداً ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی اور بلاعذر ہے تو گنہگار بھی ہوگا مثلاً تین آیتیں یہ ہیں ثم نظر ثم عبس ثم ادبر واستکبر یا یہ الرحمن ۵ علم القراٰن ۵ خلق الانسان ۵ ظاہر ہے کہ وہ دو آیتیں وان یکاد الذین کفروا بلکہ اُس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نماز مع واجب ادا ہوگئی دوہرانے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) امام کو قرأت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ چکا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتائے تو امام کو لقمہ دینے میں یا مقتدی کو لقمہ لینے میں کوئی نماز میں فساد یا نقصان نہ آئے گا (۲) امام کو متشابہ لگا اور اوپر کی دو ایک آیت کو لوٹا اور دوہرایا تو اس صورت میں دوہرانے سے نماز میں کچھ خلل تو نہ آئے گا اور آئے گا تو کیا سجدہ سہو کرنے سے جبر نقصان ہو جائے گا یا نہیں۔

الجواب

(۱) کسی کے نماز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دوہرانے سے کچھ نقصان نہیں ہاں اگر تین بار سبحٰن اللہ کہنے کی قدر چپکا کھڑا سوچتا رہا تو سجدہ سہو آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ریاست رامپور دوکان ملا حمید محلہ کنڈہ مرسلہ محمد اسحاق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قل ھو اللہ احد میں دال پر تنوین ہے اس کو حرکت کسرہ دے کر مابعد سے وصل کرکے نماز میں پڑھے ہوگی یا نہیں اور گناہ تو نہیں ضروری ہے یا جائز یا منع۔

الجواب

نون تنوین کو کسرہ دے کر لام میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں نہ اس سے نماز میں کوئی خلل اور یہاں وقف بھی ج کا ہے جو وصل کی اجازت دیتا ہے۔ وھو اللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از سرائے چھیپا ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرأت میں مما قالوا وکان عند اللہ وجیھا کی جگہ وکان الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اول مما قالوا پڑھا پھر خیال ہوا کہ کا نوا ہے۔

الجواب

نماز ہر طرح ہوگئی کہ فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں راجکوٹ میں الرحمٰن پڑھتے ہیں اور رکعت تراویح سورۂ رحمٰن میں ہی ختم

کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیات اور دوسری میں دو آیات تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

یوں سولھویں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی فبای الاء ربکما تکذبان ذواتا افنان بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائی جائے کہ ان میں صرف ستائیس حرف ہیں اور ردالمحتار میں ہے کم از کم تیس حرف درکار بتائے وان کان فیہ کلام بیناہ علی ہامشہ مع ان المقروات فیہما ثلثون واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از نوشہرہ تحصیل جاپور ضلع ڈیرہ غازی خان مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز ظہر وعصر میں جو قرأت بالجہر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشا اور فجر کی نماز میں بالجہر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمائیے۔

الجواب

یہ احکام ہیں بندی کو حکم ماننا چاہیے حکمت کی تلاش ضرور نہیں اس کے دو سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرآن عظیم سن کر بیہودہ بکا کرتے ظہر وعصر دونوں وقت اُن کی بیداری و بیکاری کے تھے اس لیے ان میں قرأت خفی ہوئی کہ وہ سن کر کچھ بک نہیں فجر و عشا کے وقت وہ سوتے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول لہذا اُن میں قرأت بالجہر ہوئی مگر یہ سبب چنداں قوی نہیں دوسرا سبب صحیح و قوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالے انہار الانوار میں ذکر کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

قرأت کتنی فرض ہے اور واجب اور سنت اور مستحب کہاں تک۔

الجواب

قرأت ایک آیت فرض ہے اور الحمد اور اس کے بعد اُس کے متصل ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب اور فجر و ظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دو سورتیں اور عصر و عشا میں بروج سے لم یکن تک اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنت یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ تطویل سے مشقت ہوگی تو اس کے حالت کی رعایت واجب اور نوافل میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو مستحب ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہیے۔

الجواب

سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سنت ہے اور اُس کے بعد اگر کوئی سورت اول سے پڑھے تو اُس پر بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں سے پڑھے تو اُس پر کہنا مستحب نہیں اور قیام کے سوا رکوع و سجود و قعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آیہ قرآنی ہے

اور نماز میں قیام کے سوا اور جگہ کوئی آیت پڑھنی ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از شہر محلہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی مرحوم طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہوجائے تو اس کو پڑھے یا موخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اُس کو چھوڑ کر اگر پڑھ کر نماز تمام کرلی تو ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اُسی کا پڑھنا لازم ہوگیا مقدم ہو خواہ مؤخر ہاں قصداً تبدیل ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از تحصیل اتروئی ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد حسین محرر جوڈیشل ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث درپیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقت نماز مغرب رکعت اول میں سورۂ دہر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سہو ہوگیا پھر رکوع کردیا ویطاف علیھم بانیۃ من فضۃ واکواب کانت قواریرا ۵ قواریرا من فضۃ تا آیت پر حرف لا موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

نماز بے تکلف بلاکراہت ہوگئی تین آیات کی قدر سے واجب ادا ہوجاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہوگئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اُس میں قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اُس سے زائد ہوگیا تنویر و درمختار میں ہے یسن فی الحضر طوال المفصل فی الفجر والظہر واوساطہ فی العصر والعشاء وقصارہ فی المغرب فی کل رکعۃ سورۃ درمختار میں ہے من الحجرات الی اٰخر البروج ومنھا الی اٰخر لم یکن اوساطہ وباقیہ قصارہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از شہر محلہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی معنی بگڑ گئے جبکہ سورۂ یوسف شریف میں چار آیات کے بعد رَاَیْتُھُمْ کی جگہ رَاَیْتَھُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہوگئی یا نہیں۔

الجواب

فساد معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی مگر یہاں رأیتھم میں ت کا زبر پڑھنا مفسد نماز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از بروگ مسئولہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۲۹ھ

قبلہ وکعبہ جناب مولوی صاحب دام اظلالکم السلام علیکم بعد ادائے آداب دست بستہ تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نماز ظہر وعصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسب معمول پڑھنا چاہیے یا سکوت واجب ہے (۲) نماز مغرب وعشا کے فرضوں کے ادائگی میں مقتدی کو چاروں

رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اول کی دو میں اور آخر کی دو میں نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مطلقاً کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قرأت اصلاً جائز نہیں قطعاً خاموش کھڑا رہے صرف سبحٰنک اللّٰھم شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قرأت جہر شروع نہ کی ہو درمختار میں ہے المؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحۃ فی السریۃ اتفاقا بل یستمع اذا جھر وینصت اذا اسر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ہزارہ ضلع بلذانہ اسٹیشن بسوہ متعلق ملکہ پور مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے کرکے نماز میں پڑھنے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے (۲) سورۂ یٰسین شریف میں سلٰم قولا کی جگہ سلام قولا پڑھنا یا سلام پر آیت کرنا صحیح کس طرح پر ہے۔

الجواب

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبوراً وقف کرے گا موقع موقع پر ٹھہرتا ہوا چلا جائے گا ہاں بلاضرورت بے موقع ٹھہرنا خلاف سنت ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از جے پور بیرون اجمیری دروازہ مکان عبدالواحد خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نماز میں اللہ اکبر کی را کو اس قدر کھینچتے ہیں کہ اس کی وجہ سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی را کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے ر کے دال محسوس کریں کیسا ہے۔

الجواب

اکبر میں را کو دال پڑھنا مفسد نماز ہے کہ فساد معنی ہے اور یہ بات کہ وہ را پڑھتا ہے اور سب سننے والے د سنتے ہیں بہت بعید ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر ممباسہ ضلع مشرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورۂ کفرون پڑھی دوسری میں کوثر کی ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز تو ہوگئی مگر ایسا کرنا ناجائز تھا جس سورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اسی کا پڑھنا لازم ہوجاتا ہے خواہ وہ قبل کی ہو یا بعد کی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از مانا دوار کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں الم تر۔ دوسری میں قل ھو اللہ تیسری میں لایلٰف چوتھی میں پھر قل ھو اللہ مکروہ تنزیہی ہے

یا نہیں حالانکہ الم تر کے بعد لایلف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے ۔

الجواب

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از دھمی پور ضلع بہیڑی مرسلہ مستقیم خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں تراویح میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دوسرا کوئی حافظ اس کو بہکانے کو آجاوے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اُس نے دھوکہ دینے اور نماز خراب کرنے کے لیے قصداً غلط بتایا تو سخت گناہ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے ایسے لوگ جو مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل مچائیں اور بلا وجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا موذی ہیں اور موذی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے کمانص علیہ العلامۃ البدر العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری وعنہ فی الدرالمختار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہ می فرمایند جوہر شناسان نکات فرقانی و دقیقہ رسان علم حبیب رحمانی اندریں باب کہ امام در قرأت نماز مغرب وعشاء و فجر وجمعہ وعیدین درمیان قرأت سہ آیہ یا زائد از سہ آیہ سہو کرد ومقتدی اور امیان نماز مذکورہ بالا لقمہ داد و او لقمہ مقتدی خود گرفت نماز امام ومقتدی درست شد یا نہ ۔ بینوا توجروا

الجواب

صحیح است مطلقاً در ہر نماز و بہر حال اگرچہ بعد سہ آیت باشد ہمین است قول صحیح فی الدرالمختار فتحہ علی امامہ لایفسد مطلقاً بفاتح واٰخذ بکل حال الخ فی ردالمحتار ای سواء قرأ الامام قدر ما یجوز بہ الصلاۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر ۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ان شانئك کو نماز میں انا شانئك یا لہ کولاۃ یا لھم کولاھم مغفرۃ باشباع فتحہ یا الحمد للہ کو الحمدلیلہ باشباع کسرہ یا قل کو قول باشباع ضمہ پڑھنا عمداً یا سہواً مفسد صلاۃ ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

عمداً گناہ عظیم ہے اور سہواً معاف اور فساد نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغۃ قوم من العرب کالاکتفاء عن المدۃ بالحرکۃ کمانص علیہ فی الغنیۃ وغیرھما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مسئولہ احمد شاہ صاحب از موضع نگریا سادات ضلع بریلی یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگرامام نماز پڑھاتا ہو اور وہ کسی سورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگران کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں پھر اگر یہ سورۃ سورۂ فاتحہ ہے تو اس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے سجدۂ سہو واجب ہوگا جبکہ سہواً ہو ورنہ اعادہ۔ اور اور کسی سورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مسئولہ مولوی عبدالجلیل صاحب متوطن بنگال ۱۵ رصفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں اگر اس کو بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر اور لوگ آکر اقتدا کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

لفظ کے تکرار کرنے سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے ان کی نماز نہ ہوگی لانہم مفترضون خلف متنفل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ بکس ۳۳ مرسلہ ایم داؤد احمد موسیٰ جی سالوجی ۱۴ رمضان ۱۳۳۲ھ

اولاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتا ہوں کہ اسولہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومت کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفار ہیں ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجر وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہروں میں تخمیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس بیس کسی جگہ تیس چالیس کسی جگہ اسی سو سوا ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چار سو پانسو کا مجمع نہ ہوگا مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو کرایہ میں مکان لیا ہوا ہے اور اس میں نماز جمعہ وعید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ ایک مسجد ہے مگر بوجہ قلت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تخمیناً پانسو سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ وعید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمان وہ شریک نماز ہوکر تعداد بڑھاتے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نماز جمعہ وعید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لیے یہ تحریر کی جاتی ہے وہ بھی شہر ہے اور ایک مسجد بھی ہے تعداد مسلمانان ساٹھ ستر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھر سکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں اور مسجد بھر جاتی ہے (۱) جمعہ کی ادا کے لیے شہر شرط ہے یا نہیں (۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف روایت مذہب سے ہے یا نہیں (۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں۔ تو توانی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے (۴) علمائے حنفیہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاطی تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق تحقق شرط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت

دونوں جگہ موجود ہے یعنی وہاں بھی جمعہ اور احتیاطی پڑھ لینا چاہیے (۵) کل موضع لہ امیر وقاض الخ سے استدلال عدم جواز جمعہ دارحرب پر ہوسکتا ہے یا نہیں (۶) کیفیت مذکورہ کی رو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں (۷) جہاں ناجائز ہے اُنھیں منع کیا جائے یا نہیں اور اُن کی ظہر کا کیا حکم ہے (۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز (۹) یہ ملک دارحرب ہے یا نہیں (۱۰) دارحرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دارحرب دارالاسلام بنتا ہے اور دارالاسلام دارحرب (۱۱) جہاں شروط جمعہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہوجائے گا (۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے مصلی باشندے اُسے بھر نہیں سکتے یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ کے لیے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اتفاق واجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب حنفی میں یہ ہے جو خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمائی۔ وہ آبادی جس میں متعدد محلے اور دوامی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اُسکے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں کوئی حاکم با اختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہا اور امام ملک العلما ابوبکر مسعود نے بدائع میں اسی کی تصحیح فرمائی غنیہ شرح منیہ میں ہے صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق وفیہا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح کتب جلیلہ معتمدہ میں ظاہر الروایہ یعنی مذہب مہذب حنفی سے بالفاظ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مآل یہی ہے مثلاً ہدایہ و متن کنز میں فرمایا ھو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود اس میں سکک واسواق ورساتیق کا ذکر نہیں اور عبارت آتیہ غیاثیہ میں بجائے سکک جماعات ہیں اور رساتیق مذکور نہیں اُسی کی دوسری عبارت میں فتاوٰی سے رساتیق کا ذکر فرمایا سکک واسواق کو ترک کیا کہ فی الفتاوی لو صلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لہا قری وفیہا وال وحاکم جازت الجمعۃ بنوا المسجد اولم یبنوہ وان کان بخلاف ذلک لایجوز وفی قول ابی القاسم الصفار ھذا اقرب الاقاویل الی الصواب اور محصل ایک ہے کہ عادۃً والی وقاضی ایسی ہی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے تعدد محلہ ووجود اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ معہود ہے نہ متیسر بلکہ گرد و پیش کے دیہات آبادی کبیر کے حاکم کے متعلق کردیے جاتے ہیں اُسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم غنیہ میں ہے صاحب الھدایۃ ترک ذکر السکک والرساتیق بناء علی الغالب اذ الغالب ان الامیر والقاضی شانہ القدرۃ علی تنفیذ الاحکام واقامۃ الحدود لایکون الا فی بلد کذلک فالحاصل ان اصح الحدود ماذکرہ فی التحفۃ لصدقہ علی مکۃ والمدینۃ وانما ھما الاصل فی اعتبار المصریۃ پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفید واقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلاف حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا ولہذا علامہ محقق ابراہیم حلبی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا الحد الصحیح مااختارہ صاحب الھدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود والمراد القدرۃ علی ماصرح بہ

فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ امام اکمل نے عنایہ میں فرمایا المراد بالامیر وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم اسی طرح درمختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اُس کی تصریح گزری لہذا امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یوں تعبیر فرمایا فی ظاہر المذہب عندنا ان یکون فیہ سلطان وقاضی لاقامۃ الحدود وتنفیذ الاحکام پھر ہدایہ وغیرہا میں امیر وقاض اور مبسوط میں سلطان وقاض دو لفظ ہیں کہ عادۃً والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے ولہذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتصار فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد اربع الی الولاۃ منہا الجمعۃ جواہر اخلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ وفیہا وال اونائبہ یقدر علی انصاف المظلوم الی قولہ وھوالاصح اور علامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی نے درمنتقی پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا یکتفی بالقاضی عن الامیر یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ اُن زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء، ردالمحتار میں ہے لم یذکر المفتی اکتفاء بذکر القاضی لان القضاء فی الصدر الاول کان وظیفۃ المجتہدین اور بعض نے شرط مفتی اضافہ کی جامع الرموز میں ہے ظاہر المذہب انہ ما فیہ جماعات الناس وجامع واسواق ومفت وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام وقریب منہ ما فی المضمرات وفیہ انہا الاصح اکابر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم غیاثیہ میں ہے قال شمس الائمۃ السرخسی ظاہر المذہب ان المصر الجامع ما فیہ جماعات الناس واسواق التجارات وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلک ویکون فیہ مفت ان لم یکن القاضی اوالسلطان بنفسہ مفتیا امام طاہر بخاری نے فرمایا قال امام السرخسی فی ظاہر المذہب عندنا ان یکون فیہ سلطان وقاض لاقامۃ الحدود وتنفیذ الاحکام ویشترط المفتی اذا لم یکن القاضی اوالوالی مفتیا امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ لعلمہ اوعلم غیرہ فتح میں فرمایا اذا کان القاضی یفتی ویقیم الحدود اغنی عن التعداد بالجملہ عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد۔ ان تمام عبارات اور ان کے امثال صدہا اور خود نص صریح امام مذہب سے جس طرح جمعہ کے لیے اشتراط مصر ظاہر یوں ہیں احکام وحدود ومفتی کے الفاظ اور اُن کی تقاریع مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ مثلاً بت پرستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہ بت پرست اور دس لاکھ کی آبادی سب بت پرست۔ چار پانچ مسلمان وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اور اُن پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہوجائے جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو ہرگز شرع مطہر سے اُس کا کوئی ثبوت نہیں عمومات قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر الروایہ واصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وہ ضعیف روایت نادرہ مرجوحہ مہجورہ ما لایسع اکبر مساجدہ اھلہ کہ محققین کے نزدیک اصلاً وجہ صحت نہیں رکھتی اور بعذر توانی فی الحدود اُس کے اختیار کی راہ اُسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الروایۃ ونص صریح امام اعظم مصحح ومرجح کے ہوتے ہوئے روایت نوادر کی طرف رجوع بوجوہ ممنوع ومدفوع کما حققنا کل ذلک فی فتاونا اس سے زیادہ اُس کی غلطی کیا ہوگی کہ اُس پر مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ ہی گاؤں ہوجاتے ہیں اور ان میں زمانۂ اقدس سے آج تک جمعہ ناجائز وباطل قرار پاتا ہے مجمع الانہر میں ہے قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین غنیہ میں ہے الفصل فی ذلک ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھما الجمعۃ من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الیوم فکل تفسیر لا یصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعۃ من المتاخرین وھو ما اکبر مساجدہ لا یسعھم لان منقوض

بھا اذ مسجد کل منھما یسع اھلہ وزیادۃ اُسے ابن شجاع ثلجی نے امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی سے روایت کیا ہدایہ میں تعریف ظاہرالروایۃ بیان کرکے فرمایا ھذا عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وعنہ انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدھم لم یسعھم والاول اختیار الکرخی وھوالظاھر والثانی اختیار الثلجی خود امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلماء نے بدائع پھر امام ابن امیرالحاج نے حلیہ میں ذکر کیے یہ ہیں کہ فرمایا اذا اجتمع فی قریۃ من لایسعھم مسجد واحد بنی لھم جامعا ونصب لھم من یصلی بھم الجمعۃ بدیہی ہے کہ بنی اونصب کی ضمیریں سلطان اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وہ حدیث ناطق جس سے طبقۃً فطبقۃً ہمارے ائمہ وعلما اسی باب شرائط جمعہ استدلال فرماتے رہے کہ لہ امام عادل اوجائر مبسوط امام سرخسی میں ہے لنا مارویناہ من حدیث جابر رضی اللہ عنہ ولہ امام جائر اوعادل فقد شرط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامام لالحاق الوعید تبارک الجمعۃ فتح القدیر میں ہے الحدیث رواہ ابن ماجۃ شرط فی لزومھا الامام کما یفیدہ قید الجملۃ الواقعۃ حالا غرض بوجوہ ظاہر ہوا کہ محلیت جمعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم ومن ادعی خلافہ فعلیہ البیان شہر کی نسبت عرفا بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا بلحاظ سلطنت مثلاً جس شہر میں نہ سید آباد ہیں نہ اُس میں سیدوں کی عملداری ہے نہ تھی اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے یونہیں جبکہ وہاں عام آبادی کفار ہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر کہ حکام کی طرف سے مسلمانوں کو پناہ اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں امان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعم منتفی ہے چہ جائے اخص لہٰذا محل جمعہ وعیدین نہیں ہوسکتے عیدین کے لیے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار ودرمختار باب العیدین میں ہے تجب صلاتھما علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمۃ سوی الخطبۃ ہاں جہاں ثابت ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خود مختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیرمسلم نے مسلط ہوکر شعائر اسلام بند نہ کیے وہ بدستور اسلامی شہر وملک رہے گا جیسے تمام بلادِ ہندوستان اور وہاں حسب سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امامت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب ٹھہرا کر امام بنائے جہاں یہ صورت میسر نہ ہے وہاں بضرورت مسلمان جمع ہوکر جسے ان تین نمازوں کا امام مقرر کرلیں گے پڑھائے گا اور یہ فرض وواجب ادا ہوجائے گا متن کنز میں ہے شرط ادائھا السلطان اونائبہ غنیہ میں ہے الشرط الثانی کون الامام فیھا السلطان اومن اذن لہ السلطان جامع الرموز میں ہے اقامۃ الجمعۃ حق الخلیفۃ الا انہ لم یقدر علی ذلک فی کل الامصار فیقیم غیرہ نیابۃ درمختار میں ہے ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ جامع الفصولین میں ہے کل مصر فیہ وال مسلم من جھۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واما فی بلاد علیھا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ایسی ہی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شبہ ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ بربنائے مراعات خلاف فی المذہب کافی ومحیط وعلمگیریہ میں ہے فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر وغیرہ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات الخ فتح القدیر وبحرالرائق میں ہے قد وقع شک فی بعض قری مصر مما لیس فیھا وال وقاض نازلان بھا بل لھا قاض یسمی قاضی الناحیۃ وھو قاض یولی باصلھا فیاتی القریۃ احیانا فیفصل ما اجتمع فیھا من التعلقات وینصرف ووال کذلک ھل ھو مصر نظرا الی ان لھا والیا وقاضیا اولا نظرا الی عدمھما بھا واذا اشتبہ علی

الانسان ذٰلک ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعۃ الخ شہر میں متعدد جمعے ہوں اور سابق نامعلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنہوں نے دیا وہ بھی مجرد رعایت خلاف کے لیے نہیں کہ ایک امر مستحب ہے بلکہ بشدت قوت خلاف کے باعث جس کے سبب برأت عہدہ بالیقین نہیں انکے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے حلیہ میں ہے قد یقع الشک فی صحۃ الجمعۃ بسبب فقد شروطہا ومن ذٰلک ما اذا تعددت فی المصر الواحد وجہل اسبق اوعلمت المعیۃ علی القول بعدم جواز التعدد وھی واقعۃ اھل مرو فیفعل ما فعلوہ قال المحسن امرا ھتھم باداء الاربع بعد الجمعۃ حتما احتیاطا غنیہ میں ہے اما من حیث جواز التعدد وعدمہ فالاولٰی ھو الاحتیاط لان الخلاف فیہ قوی اذ الجمعۃ جامعۃ للجماعات ولم تکن فی زمن السلف تصلی الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورۃ للفتوی لایمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی منحۃ الخالق میں ہے ھو مبنی علی ان ذٰلک الاحتیاط ای الخروج عن العھدۃ بیقین لان العلۃ اختلاف العلماء فی جوازھا اذا تعددت وفیہ شبہۃ قویۃ ظاہرًا عیدین کی نماز مذہب امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شہر نہ گاؤں میں اگرچہ اسلامی ہو ہاں سنت ہے اور غیر اسلامی آبادی اُن کے نزدیک بھی محل جمعہ وعیدین نہیں اور سب سے قطع نظر ہو تو رعایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد وناجائز محض۔ ایک گناہ تو یہ ہوا پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہوئے اور یہ بدعت ہے پھر جہاں ظہر فرض ہے اور جماعت واجب اگر جمعہ کے سبب ظہر اصلًا نہ پڑھیں تارک فرض ہوں اور تنہا تنہا مثلًا بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے سبب تارک واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بعد تکرار کبیرہ ہے درمختار میں ہے یندب للخروج عن الخلاف لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہبہ بااین ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ ورسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت کی جائے اگر عدم شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بہ نیت نفل مشارکت ممکن کہ اختار اھون ھما درمختار میں ہے کرہ تحریما وکل ما لایجوز مکروہ صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولٰی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا ردالمحتار میں ہے وعزاہ صاحب المصفی الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی والی شمس الائمۃ الحلوانی وعزاہ فی القنیۃ الی الحلوانی والنسفی نیز درمختار باب العیدین میں ہے لایکبر فی طریقہا ولا یتنفل قبلہا مطلقا وکذا بعدھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عند العامۃ وھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحر وفی ھامشہ بخط ثقۃ ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیر المؤمنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھی عبدا اذا صلی دار حرب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہوجاتی ہے اور عیاذًا باللہ عکس کے لیے فقط حکومت کفر کافی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم یا ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعائرِ اسلام اُس سے بالکل بند کردیے جائیں والعیاذ باللہ تعالٰی جب شعائرِ اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی تنویر میں ہے لاتصیر دارالاسلام دار حرب الا باجراء احکام الشرک وباتصالہا بدار الحرب وبان لایبقی فیہا مسلم او ذمی بالامان الاول ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیہا وان بقی فیہا کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام جامع رموز میں ہے لاخلاف ان دار الحرب

تصیر دار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیہا واما صیرورتہا دار الحرب نعوذ باللہ منہ فعندہ بشروط احدہا اجراء احکام الکفر اشتہارا بان یحکم الحاکم بحکمہم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کما فی الحیرۃ والثانی الاتصال بدار الحرب والثالث زوال الامان الاول وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ان الدار محکومۃ بدار الاسلام ببقاء حکم واحد فیہا کما فی العمادی وغیرہ طحطاوی علی الدر میں ہے ذکر الاستروشنی فی فصولہ عن ابی الیسر ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب مالم یبطل جمیع ما بہ صارت دار الاسلام وذکر الاسبیجابی فی مبسوطہ ان دار الاسلام محکوم بکونہا دار الاسلام فیبقی ھذا الحکم ببقاء حکم واحد فیہا ولا تصیر دار حرب الا بعد زوال القرائن ودار الحرب تصیر دار الاسلام بزوال بعض القرائن وھو ان تجری فیہا احکام اھل الاسلام وذکر الامشی فی واقعاتہ انما صارت دار الاسلام بہذہ الاعلام الثلثۃ فلا تصیر دار حرب ما بقی شئ منہا وذکر الامام ناصر الدین فی المنشور ان دار الاسلام صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقیت علقۃ من علائق الاسلام تیرجح جانب الاسلام انتہی وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از قلعہ چھرہ ضلع علی گڑھ مسئولہ مقبول احمد صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمۃ للمؤمنین ولا یزید نون کو ساکن پڑھا اور سانس توڑی پورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کیے پر اصرار کیا دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمداً غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمداً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو جانکر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہے ارشاد فرمائیے کہ اعادہ درست ہوا یا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پورا پتہ تحریر ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

وقف ووصل میں اتباع بہتر ہے مگر اُس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصاً ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصداً وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصد مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت تر حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ مسلمان سے متوقع نہیں عالمگیریہ میں ہے اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر بہ المعنی تغیرا فاحشا نحو ان قرأ ان الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت ووقف ثم ابتداء بقولہ اولئک ھم خیر البریۃ لا تفسد باجماع بین علمائنا ھکذا فی المحیط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ککرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

درمیان میں ایک سورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں۔ امام نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک کرکے پھر قرأت شروع کی اور دس بارہ آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا۔؟

الجواب ۔ چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذا جاء کے بعد قل ھو اللہ اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں

جیسے والتین کے بعد انا انزلنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس سے نماز میں حرج نہیں جبکہ سہواً ہو اور قصداً دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو مصلے پر جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے۔ ردالمحتار میں ہے الفتح علی امامہ غیر منھی عنہ بحر اُسی میں ہے سواء قرأ الامام قدر ما یجوز بہ الصلوۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر تراویح کی دو یا زائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز سے دوسرے کو اشتباہ نہ ہو دور دور زیادہ فاصلے پر ہوں جیسی مکہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورۂ بقرہ پڑھا اور بجائے ربنا لا تؤاخذنا ربنا ولا تواخذنا یعنی با زیاد حرف واو سہواً پڑھ گیا تو نماز اُس کی درست ہوئی یا نہیں۔

الجواب

ہوئی لانھا لم تؤثر خللاً فی المعنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ امام نے غیر المغضوب پڑھا اور علیہم ازراہ سہو چھوٹ گیا نماز صحیح ہوئی یا فاسد۔

الجواب

نماز صحیح ہوگئی یعنی فرض اُتر گیا لصحۃ المعنی فان حذف امثال الصلات شائع کثیرا ومنہ المغفور بمعنی المغفور لہ کما فی طبل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر واجب کہ قرأت سورۂ فاتحہ بتمامہا تھی اُس کی ادا میں قصور ہوا سجدۂ سہو چاہیے تھا اگر نہ کیا اعادۂ نماز چاہیے ردالمحتار میں علامہ رحمتی سے ہے بترک شیئ منہا اٰیۃ او اقل ولو حرفا لایکون اٰتیا بکلھا الذی ھو الواجب واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ ۱۶ رجمادی الاخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس لفظ کے بارے میں کہ اگر یرزقکم کو یرزکم پڑھا جائے تو کیا خرابی اور کس قسم کا گنہگار ہوگا خطبۂ اولیٰ میں لکھا ہے یرزقکم اور قاری صاحب پڑھتے ہیں یرزکم اس لیے میں غلطی پکڑا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو اُن پر کیا۔ لفظ فاطمۃ الزہراء مد چار الف ہے قاری صاحب نے بے مد کے ادا کیا یہ لفظ نے کیا خطا کیا ہے اس کے اول لفظ شداکد میں چار الف اُس نے دراز نہیں کیا اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب ۔ اگر خطبہ میں اُس نے یرزقکم کی جگہ یرزکم بلا تشدید کاف پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطبہ میں ایسی

غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہوجائے گی اور یوز کُمْ بہ تشدید کاف پڑھا تو غلطی بھی نہیں کقولہ تعالٰی الم نخلقکم من ماء مھین واللہ تعالٰی اعلم یہ مدمتصل ہے اور مدمتصل واجب ہے تلاوت میں اُس کا ترک حرام ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار مگر خطبہ کا حکم تلاوت کا سا نہیں ہوسکتا وہ ایک بات چیت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از جوناگڑھ سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیرالدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک مسجد کا امام آیہ اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ کو جوعۃ مع الواو صاف پڑھتا ہے اور فی لیلۃ القدر کو بی لیلۃ الکھدر صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہیے یا نہیں - بینوا توجروا -

الجواب

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل مسئلہ اولٰی اشباع حرکات کہ اُن سے حروف پیدا ہوجائیں مثلاً فتحہ سے الف ضمہ سے واو کسرہ سے یا۔ اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں عین الائمہ کرابیسی وجاراللہ زمخشری نے کہا اگر والصلوات کی جگہ والصلاوات پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی عین الائمہ نے کہا نؤمن کو نوٗمین پڑھنے میں فساد نہیں زمخشری نے کہا ھدیت کو ھادیت پڑھنا مفسد نہیں اور انھیں عین الائمہ نے کہا لم یلد کو لم یالد پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے انھیں نے کہا اگر نشکرك یا نکفرك یا نترك میں اشباع کرکے نشکروك، نکفروك ، نتروك پڑھا نماز کا اعادہ کرے قنیہ میں ہے عك وجاراللہ والصلاوات لاتفسد عك ولو قرأ نستعینك او نوٗمین بك لاتفسد جاراللہ قرأنی من ھادیت لاتفسد لانہ اشباع للفتحۃ عك فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط وفی قولہ نشکروك ونکفروك ونتروك یعید انتہی مختصراً اور ہمارے ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قضیۂ مذہب پر تفصیل ہے اگر وہ محل محل اشباع ہے جیسے مقامات وقف مثلاً نعبدُ کی جگہ نعبدوٗ (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللہ اکبر میں اللہٗ باشباع ہا کہ وقف ووصل کی تبدیل اصلاً مفسد نہیں کما فی الھندیۃ والدرالمختار وغیرھما یا فیہ ، عنہ ، منہ یدخلہ ، تشکروہ وانہٗ میں اشباع ہا تو قطعاً مفسد نہیں ورنہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہوجائیں جیسے ربنا کی جگہ رابّنا یا اللہ اکبر میں کلمہ جلالت کے عوض آللہ یا اکبر کی جگہ اکبار یا قول اصح میں اکبار یا کلمہ مہمل ہوجائے جیسے بجائے نعبد نَاعبود یا الحمد کی جگہ الحامدٗ بسکون میم تو فساد ہے ورنہ نہیں خانیہ میں ہے لو قرأ ایاك نعبد واشبع ضم الدال حتی یصیر واوا لم تفسد صلاتہ وجیز کردری میں ہے لو زاد حرفا لایغیر المعنی لاتفسد عندھما وعن الثانی روایتان کما لو قرأ وانھی عن المنکر بزیادۃ الیاء ویتعدی حدودہ یدخلھم ناراً وان غیر افسد الخ درمختار میں ہے کبر بالحذف اذمد احد الھمزتین مفسد وتعمدہ کفر وکذا الباء فی الاصح ردالمحتار میں ہے المد فی اللہ ان کان فی اولہ لم یصربہ شارعا وافسد الصلاۃ لو فی اثنائھا وان فی وسطہ کرہ وفی اٰخرہ خطأ ولایفسد والمد فی اکبر فی اولہ مفسد وفی وسطہ افسد وقال صدر الشھید یصح وفی اٰخرہ قد قیل یفسد حلیہ ملخصا اقول وینبغی الفساد بمد الھاء لانہ یصیر جمع لاہ کما صرح بہ بعض الشافعیۃ تامل اھ ما فی ردالمحتار ملخصا ورأیتنی کتبت علی قولہ قد قیل یفسد مانصہ **اقول** لایظھر الفرق بین مد الراء من اکبر والھاء من الجلالۃ وقد قال فی البحر عن المبسوط

لومدھاء اللہ فھو خطأ لغۃ وکذا لومد راءہ اھ **اقول** ویؤیدہ ما یاتی فی المفسدات عن البزازیۃ شرحًا ان القراءۃ بالالحان تفسد ان غیر المعنی والا لا اھ وکتبت علی قولہ تامل ما نصہ فانہ خلاف المنقول عندنا کما علمت وغایتہ ان یکون مترددا بین الاشباع وھو غیر مفسد للمعنی کما قدمنا عن الخانیۃ وبین جمع اللاھی وھو مغیر وبالاحتمال لم یثبت التغیر کما تدل علیہ فروع جمۃ لا تکاد تحصی وسیصرح بہ المحشی فی المفسدات حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطاء اھ فالوجہ ما ھو المنقول اُس میں ہے قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلھا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعاۃ النغم قولہ ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد للہ رب العلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ رابنالک الحامد بالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس اھ **اقول** ذکر اتیان الواو بعد الدال والیاء بعد الھاء وقع فی غیر موقعہ لما علمت انھما محل الاشباع ولا یتغیر فیہ المعنی وانما مشی المحشی رحمہ اللہ تعالٰی علی ما ظن سابقا فی اشباع ھاء الجلالۃ وقد علمت انہ خلاف المقصود مختار محققین قول ائمہ متقدمین ہے کما بینہ فی الغنیۃ اور ظاہر الفاظ جموعۃ شق ثانی سے ہے کہ اُس کے معنی معلوم نہیں واللہ تعالٰی اعلم **مسئلہ ثانیہ** حروف کو کچی زبان سے ادا کرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فساد معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقھر کی جگہ لا تکھر تو امام اعظم وامام محمد کے نزدیک مطلقاً مفسد نہیں ورنہ معتمد ائمہ مذہب مطلقاً فساد ہے اور پ یا گ یا چ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ کلام عرب ہی میں نہیں قنیہ میں سألت استاذنا برھان الائمۃ المطرزی عمن قرأ فی صلاتہ کلمۃ فیھا جیم بالجیم او الباء یاء ھل تفسد فتأمل فیہ کثیرا ثم تقرر رأیہ علی انہ لحن مفسد قلت ینبغی ان لا تفسد علی ما اختارہ المتاخرون انہ اذا تقارب المخرج لا یکون لحنا مفسدا الخ ملخصا یہ مسئلہ مسئلہ الثغ ہے اور اُس کی تفصیل وتحقیق ہمارے فتاوی میں ہے اور عامہ ائمہ کا مفتی بہ یہی ہے کہ اُس کی امامت صحیح نہیں اور نماز اُس کے پیچھے فاسد ہے فی الخیریۃ امامۃ الالثغ بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح تو پی لیلۃ الکھد پڑھنے والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اُسے امام کرنا حرام ھذا جملۃ الکلام وللتفصیل غیر ذلک من المقام واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

بَابُ الاِمَامَۃ

مسئلہ ۔ اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین پکارتا ہے اور سب مقتدی حنفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے اور مقتدی اُس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اُس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں کیا حکم شرع شریف دیتی ہے۔

الجواب ۔ ان بلاد میں آمین بالجہر ورفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بددین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز کما حققنا

فی النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید اور اگر بالفرض کوئی سُنی صحیح العقیدہ شافعی المذہب بھی آگیا ہو تو اُسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت جمیع جماعت ونفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر اُن کی امامت کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے بالشت بھر اوپر نہیں اٹھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی واحد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون اُن میں ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں۔

مسئلہ ۔ ایک شخص حافظ قرآن ہے مگر آدھا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر عورتوں مردوں کو نصف کلمہ پڑھاتا ہے اور محمد رسول اللہ بظاہر اس کی زبان سے نہیں سُنا جاتا ہے اور وہ امامت بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز امت محمدیہ حنفیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

صوفیہ کرام نے تصفیہ قلب کے لئے ذکر شریف لا الٰہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حرارت پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلمہ طیبہ کا یہ جز گرم جلالی ہے اور دوسرا جزء کریم سرد خنک جمالی ہے اگر ایسے ہی موقع پر صرف لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلمہ طیبہ پڑھنے میں صرف لا الٰہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور معاذ اللہ محمد رسول اللہ کہنے سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معاذ اللہ بے پرواہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اُسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اُسے مکروہ وناگوار ہے تو صریح کافر و مستوجب تخلید فی النار والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۱۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ آواز سے کہے اور اکبر نہ کہے کہ کسی مقتدی کو نہ سنائی دے جائز یا ناجائز۔

الجواب

اللہ اکبر پورا بآواز کہنا مسنون ہے سنت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہو گئی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از درڈ ضلع نینی تال ڈاکخانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وہ شخص قعدہ اولٰی کے واسطے دوسری رکعت میں قعدہ کرے گا یا اُس کو چاہیے کہ دوسرے میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدہ اولٰی کیا تو اُس پر سجدہ سہو آئے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قول ارجح میں اُسے یہی چاہیے کہ سلام امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدہ اولٰی کرے پھر دوسری بلا قعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدہ اخیرہ کرے درمختار میں ہے یقضی اول صلاتہ فی حق قرأۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلھا مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو پڑھ کر بیٹھا پہلی پر قعدہ

ذکیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یوں بھی نماز جائز ہوگی سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا ردالمحتار میں ہے قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمہ سجود السھو لکون الرکعۃ اولی من وجہ **اقول** یہ فیصلہ بعینہا فتوی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کما ذکرہ محرر المذہب محمد رحمہ اللہ تعالی واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ـ ۱۷ جمادی الاولی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور مسائل روزہ نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیات قرآن مجید کا ترجمہ کرسکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلہ میں نہیں ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر جماعت میں سب سے زیادہ مستحق امامت وہی ہے جو اُن سب سے زیادہ مسائل نماز وطہارت جانتا ہے اگرچہ اور مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے کم علم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بدمذہب نہ ہو جو شخص ان صفات کا جامع ہو اُس کی امامت افضل اگرچہ اندھا ہو کہ زیادت علم کے باعث کراہت نابینائی زائل ہوجاتی ہے ہاں فاسق و بدمذہب کی امامت بہر حال مکروہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں یوں ہیں اگر حرف ایسے غلط ادا کیے کہ نماز گئی تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ عالم ہی ہو درمختار میں ہے الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلاۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ اھ ملخصا کافی میں ہے الاعلم بالسنۃ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ بحرالرائق میں ہے قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی ردالمحتار میں ہے اما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ فانہ لایھتم لامر دینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ولایخفی انہ اذا کان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بھم بغیر طہارۃ فھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال الخ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ـ از چھاؤنی کامٹی ضلع ناگپور مرسلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹ شعبان ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی در جے ہوں اور ہر درجہ سہ درہ پنجدرہ تو امام کو اُن کی ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دروں میں ۔ بینوا توجروا

الجواب

محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیام امام کی علامت کے لیے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دو ستون کے درمیان ہوتے ہیں در ہیں اور امام کو بلاضرورت تنگی مسجد ہر محراب و در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے پھر اطراف کے دروں میں قیام نافی کراہت نہیں بلکہ بار ہا اوقات اور کراہتوں کا باعث ہوگا کہ امام راتب کو محراب چھوڑ کر ادھر اُدھر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صف پوری ہوئی تو اس صورت میں امام وسط صف کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کے لیے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو تنویر الابصار میں ہے کرہ قیام الامام فی المحراب مطلقا اھ ملخصا بحرالرائق میں ہے مقتضی ظاھر الروایۃ الکراھۃ مطلقا

ردالمحتار میں ہے فی معراج الدرایۃ من باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین او زاویۃ او ناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اھ وفیہ ایضا السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاتری ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام اھ وفی التاتارخانیۃ ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الالضرورۃ اھ ومقتضاہ ان الامام لوترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولوکان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھو ظاھر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد فاغتنم ھذہ الفائدۃ اھ اُسی میں ہے عن المعراج عن الحلوائی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان صاحب ۳۰ رجب ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ نہ حافظ قرآن ہے نہ مسائل داں نہ علم قرأت سے واقف ایک معمولی اردو خواں بلکہ بازار میں کتب فروشی ونعلین فروشی کی دوکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بننا چاہتا ہے حالانکہ دو عالم متقی ومحتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور مہتمم مسجد واکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اور ان علما کی اقتدا کی نسبت کیا ارشاد ہے بینوا توجروا

الجواب

صورت مسئولہ میں اُس شخص کو امام بننا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنہگار رہوگا کہ جب لوگ اُس کی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اُس سے زیادہ علم والے موجود ہیں تو اُسے امامت کرنا شرعاً منع ہے درمختار میں ہے لوام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک تحریما الخ پس شخص مذکور ہرگز امامت نہ کرے بلکہ جو سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حروف بقدر صحت نماز ٹھیک ادا کرتا اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا علم رکھتا ہو اُسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحب حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوبی و خوش اسلوبی پائے حدیث میں ہے ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم علماؤکم اگر تمھیں اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہیے کہ تمھارے علما تمھاری امامت کریں رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الباب عن ابی عمرو عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ کیا یہ شخص جس کے جہل کے باعث اکثر نمازی اُس کی امامت سے ناراض ہیں اُن سخت وعیدوں سے خوف نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلاۃ من تقدم قوما وہم لہ کارہون تین شخص ہیں جن کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے ہوں اخرجہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی الباب عن ابن عباس وعن عمرو بن حارث وعن جنادۃ بن امیۃ وعن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہم دوسری حدیث میں ہے من ام قوما وفیھم اقرؤ منہ لکتاب اللہ واعلم لم یزل فی سفال الی یوم القیامۃ جو کسی قوم کی امامت کرے اور اُن میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاری قرآن وذی علم ہے وہ قیامت تک پستی وخواری میں رہے گا اخرجہ العقیلی عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل

کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ یہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز یہی پڑھائے امام قدیم سے پوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں اُس نے انکار کیا مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کردیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مواخذہ دار ہوئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر امام قدیم میں مثل غلط خوانی قرآن بحد افساد نماز یا بد مذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی یا فسق ظاہر مانند شراب خواری وزنا کاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعاً ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اُس کے ہوتے دوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم وفضل رکھتا ہو بے اُس کی اجازت کے امام بنانا شرعاً ناپسندیدہ وخلاف حکم حدیث وفقہ ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمن الرجل فی سلطانہ رواہ احمد ومسلم عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے من زار قوما فلا یؤمھم ولیؤمھم رجل منھم رواہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی عن مالک بن الحویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ درمختار میں ہے صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا اھ ردالمحتار میں ہے ای وان کان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأ منہ پس صورت مستفسرہ میں اگر اُس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلاشبہ باوصف اُس کی ممانعت کے اس مسافر کا امام بننا ناحق اُس کے حق میں دست اندازی کرنا ہوا اور یہ خود اور وہ چند آدمی جنھوں نے ایسی حالت میں اُسے امام بنایا مبتلائے کراہت ومخالف حکم شریعت ہوئے۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از سیتاپور محلہ تامس گنج مرسلہ حضور نور العارفین صاحب دام ظلہم المعین ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ ہجری

بخدمت علمائے متبحرین ملتمس ہوں مثلاً کوئی لڑکا کہ عمر اُس کی تیرہ ۱۳ یا چودہ ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصداً نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جیسے کہ میلہ کنبھ اور میلہ رد نا وغیرہ میں جاتا ہے اور عورتیں اُس کے گھر کی دھوبلا پوش ہیں اور پرستش رسم ہنود کی کرتی ہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور اگر ایسا لڑکا نماز جنازہ پڑھائے تو درست ہے یا نادرست۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پُوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف وہ بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حد فسق وگناہ سے متجاوز نہیں گو اہل تشدد انھیں بنام شرک وپرستش غیر تعبیر کردیں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر ومرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر اس تقدیر پر وہ بالغ ہو خواہ نابالغ کسی بچے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہوسکتی نہ اُس کے پڑھے سے نماز جنازہ کا فرض ساقط ہو فان الکافر لیس من اھل العبادۃ اصلا اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ اُن پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو بالغین کی نماز اُس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نماز جنازہ ہی ہو ہاں جنازہ میں امامت کرے گا تو ظاہراً نماز فرض کفایہ بھی ادا ہوجائے گی کہ گو اوروں کی نماز اُس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی تو ہوگی سقوط فرض کیلئے اسی قدر بس ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں ولہذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ساقط ہوجاتا ہے فی الدر المختار لا یصح

اقتداء رجل بامرأۃ وصبی مطلقا ولو جنازۃ اُسی کے صلاۃ الجنائز میں ہے لوام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت وبعکسہ لا کما لو امت امراۃ ولو امۃ لسقوط فرضہا بواحد ردالمحتار میں ہے صرح الاستروشنی ان الصبی اذا غسل المیت جاز اھ ای یسقط بہ الوجوب فسقوط الوجوب بصلاتہ علی المیت اولی لانہا دعاء وھو اقرب للاجابۃ من المکلفین اُسی میں ہے نقل فی الاحکام عن جامع الفتاوی سقوطہا بفعلہ کرد السلام اھ وتمام تحقیقہ فیہ من الامامۃ ومن الجنائز اور اگر بالغ ہے تو ہر نماز یہانتک کہ فرائض پنجگانہ بھی اُس کے پیچھے ہو جائیں گے کہ داڑھی مونچھ شرط صحت امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہور آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں میں بارہ۱۲ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وہ تارک الصلاۃ اور بلا تاویل تارک جمعہ ہے بد بے عذر صحیح ترک جماعت و ترک مسجد اور ہنود کے میلوں میں جانے اور اپنی عورات کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجوہ کثیرہ فاسق ہے کہ ان میں سے ہر امر فسق کے لیے کافی تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے تو شرعاً اُس کا اعادہ مطلوب لما صرحا بہ من کراھۃ الصلاۃ خلف الفاسق وان کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ فانہا تعاد وجوبا لو تحریمۃ وندبا لو تنزیھۃ وقد اختار المحقق الحلبی کراھۃ التحریم فی الفاسق وھو قضیۃ الدلیل لاسیما اذا کان معلنا اور نماز جنازہ میں ایسے امام کرنا اور بھی زیادہ معیوب کہ یہ نماز بغرض دعا وشفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کے لیے مقدم کرنا حماقت تاہم اگر پڑھا دے گا تو جواز نماز و سقوط فرض میں کلام نہیں۔ کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ — ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلام امام وہ اپنی رکعات باقیہ ادا کرتا ہے اس صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نہ۔ فی تنویر الابصار المسبوق منفرد فیما یقضیہ الا فی اربع لایجوز الاقتداء بہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ — یکم جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور اسے امام مقرر کرنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سود خوار فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکروہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو و لہذا اُسے ہرگز امام نہ کیا جائے جہاں امامت کرتا ہو بشرط قدرت معزول کرکے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ مقرر کریں اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لیے دوسری مسجد میں جائیں یوہیں پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کرلیں صغیری میں ہے یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم مراقی الفلاح میں ہے کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا طحطاویہ میں ہے تبع فیہ الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ حاشیہ درمختار میں فرمایا فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ومفاد ھذا الکراھۃ التحریم فی تقدیمہ اھ ابو السعود کبیری میں ہے لو استویا فی العلم والصلاح واحدھما

اقرأ فقدموا الاخرا ساءوا ولایاثمون فالاساءۃ لترک السنۃ وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانھم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ و تساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیھا بل ھوالغالب بالنظر الی فسقہ ولذالم تجز الصلوۃ خلفہ اصلا عند مالک وروایۃ عن احمد الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۴ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو در میں یعنی دو ستون کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مکروہ ہے فی مکروھات الصلاۃ من ردالمحتار عن معراج الدرایۃ باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین (الی قولہ) لانہ خلاف عمل الامامۃ انتھی واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از اُجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان سنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ زید مسائل فقہ سے محض ناواقف اور نہ عبور حدیث وتفسیر باوجودان اوصاف کے بلادلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مردم اپنی بی بی سے قربت کرے اور جب تک نہ نہادے مورد لعنت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازہ مسجد کو بحفاظت مسجد بعد نماز عشا مقفل کرے اُس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وہ آدمی سنگسار کیا جاوے اور بغیر علم احادیث وتفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنت اور واجب کو مستحب بیان کرکے جھوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ منسوخہ سے نماز جنازہ پڑھائے اور بلا وقفیت مسائل وارکان نماز پیش امامی کرے نماز اُس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں اور جائز کو ناجائز کہے اُس کے حق میں اور اُس کے مددمعاون کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے۔ احکموا اللہ بحوالۃ الکتاب۔

الجواب

زید جاہل سخت جری، بیباک ہے **اولاً** اس کا علی الاطلاق کہنا کہ جو اپنی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نہائے معاذ اللہ مورد لعنت ہے شریعت مطہرہ پر سخت افترائے ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ مہما امکن، نہانے میں تعجیل مندوب ومحبوب ہے اگر نہ نہائے تو وضو کر رکھے کہ جہاں جنب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعجیل نہ کرنے والا معاذ اللہ مورد لعنت ہونا درکنار سرے سے گنہگار بھی نہیں جب تک تاخیر باعث فوت نماز یا دخول وقت کراہت تحریمی نہ ہو خود صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیم جواز کے لیے بعض اوقات بلکہ خاص شبہائے ماہ مبارک رمضان میں صبح تک تاخیر غسل فرمائی ہے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فعل سے امت کو دو مسئلہ تحقیق ورحمت معلوم ہوں ایک یہی کہ غسل میں تعجیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں نماز تک تاخیر کا اختیار رکھتا ہے دوسرے یہ کہ بحالت جنابت صبح کرنے سے روزے میں کوئی خلل یا نقص نہیں آتا۔ احمد وبخاری ومسلم ام المومنین صدیقہ وام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصبح جنبا من جماع ثم یغتسل ویصوم زاد فی روایۃ فی رمضان **ثانیاً وثالثاً** مسئلہ مسجد میں خدا ورسول پر

دو افترا اور کیے ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے پہلے افترا سے وہ ان لوگوں میں داخل ہوا جنھیں قرآن عظیم نے فرمایا ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور اُن کی ویرانی میں کوشش کرے۔ اور دوسرے سے وہ بیگناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتوی دینے والا ہوا علما صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لیے دروازہ مسجد بند کرنا جائز ہے کرہ غلق باب المسجد الا لخوف علی متاعہ بہ یفتی درمختار ھذا ھوالصحیح تبیین الحقائق والمسألۃ فی الفتح والبحر والنھر وغیرھا عامۃ کتب المذھب ہاں بے حاجت یا غیر وقت حاجت خصوصاً اوقات نماز میں بند کرنا ممنوع اور بند کرنے والا گنہگار مگر نہ ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل اور یہ سخت جہالت فاحشہ دیکھیے کہ اُس مسجد میں نماز حرام۔ سبحٰن اللہ اُس نے تو ایک آدھ وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تیغا کیے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہوا یہ کس سزا کے لائق ہوگا **رابعاً** بے علم و فہم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے خود قرآن مجید فرماتا ہے ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار جو بغیر علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر جہنم میں بنالے رواہ الترمذی وصححہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما **خامساً سادساً سابعاً** بے سمجھے بوجھے مسائل شرعیہ میں مداخلت کرنا غلط سلط جو مونھ پر آیا فرض کو سنت واجب کو مستحب ناجائز کو جائز بتادینا بھی گناہ عظیم ہے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار جو تم میں فتوی پر زیادہ بیباک ہے آتش دوزخ پر زیادہ جری اخرجہ الدارمی عن عبید اللہ بن ابی جعفر مرسلا **ثامناً تاسعاً عاشراً** کتابوں کے جھوٹے حوالے دینا کذب وافترا اور وہ بھی علماء پر اور وہ بھی امور دین میں یہ سب سخت گناہ ہیں مسائل میں علماء پر افترا شرع پر افترا اور شرع پر افترا خدا پر افترا قال اللہ تعالیٰ لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون اور جنازہ کی نماز جب ایک بار ہوچکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اُس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحب حق یعنی ولی میت کے بے اذن دیے عام لوگوں سے کسی نے پڑھادی اور ولی شریک نہ ہوا تو اُسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہ ملیں کہ اس کی تکرار مشروع نہیں فی الدرالمختار فان صلی غیر الولی ممن لیس لہ حق التقدم علی الولی ولم یتابع الولی اعاد ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقہ لا لاسقاط الفرض ولذا قلنا لیس لمن صلی علیھا ان یعید مع الولی لان تکرارھا غیر مشروع وان صلی من لہ حق التقدم او تابعہ الولی لا یعید وان صلی الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیہ لا یصلی غیرہ بعدہ اھ ملخصا اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر یوسف بن عبد البر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہوگیا ولہذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہرگز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں یہی صحیح ہے اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کہے تو یہ سلام پھیردیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہوجائے فی الدرالمختار لو کبر امامہ خمسا لم یتبع لانہ منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معہ اذا سلم بہ یفتی ردالمحتار میں ہے وروی عن الامام انہ یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفۃ اھ زید کی یہ حرکت بھی ویسی ہی جہل وجہالت ہے یا غیر مقلدی کی آفت وعلت۔ بہرحال اُس کے اقوال مذکورہ دلیل شاہد عدل کہ وہ فاسق و بیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ و ناقص وخراب ہوتی ہے صرح بہ فی الغنیۃ شرح المنیۃ والیہ اشار

فی فتاوی الحجۃ و بما جنح الیہ فی ردالمحتار واوضحناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید پس حتی الامکان ہرگز اسکی اقتدا نہ کریں اور جتنی نمازیں اُس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے مدد و معاون ہیں وہ بھی جرم و گناہ میں اُس کے شریک ہیں قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظ قرآن ہے مگر نوکری خانساماں (بیرا گیری) کی کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اُس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے سے کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جا ہے یا بیجا ہے صاف صاف کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائیے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کرلی تو اُن کی کراہت بیجا ہے کہ کوئی گناہ بعد توبہ باقی نہیں رہتا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ ۔ از علی گڑھ کارخانہ مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب ٹھیکیدار ۶ رجب الاولی ۱۳۱۱ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیہ کو ذریۃ الشیطان اور کتاب وسنت کا منکر لکھے اور غیر مقلدی کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو اور مسائل خلافیہ مقلدین کا سخت مخالف اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور مسائل حنفیہ کو مثلاً آمین بالخفا کو اپنی تحریرات میں خرافات لکھے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتدا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائے گا یا نہیں دوم جب امام شہر سے شہر کے مسلمان بوجہ شرعی ناراض ہوں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھیں تو اس حالت میں اس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم انا نعوذ بک من الشیطان الرجیم

جو ذریۃ الشیطان کتاب وسنت کا منکر حنفیہ کرام خصھم اللہ تعالٰی باللطف والاکرام کا نام رکھتا ہے بر ظاہر کہ وہ گمراہ خود کاہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال واقوال مذکورہ سوال اُس کی صریح تکذیب پر دال منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے نشھد انک لرسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں مگر ان طاغنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو اُن کے منہ پر مارا واللہ یعلم انک لرسولہ واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں ایسے شخص کی اقتدا اور اسے امام بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ مبتدع گمراہ بد مذہب ہے اور بد مذہب کی شرعاً توہین واجب اور امام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتراز لازم علامہ طحطاوی حاشیہ در مختار میں نقل فرماتے ہیں

من شذ عن جمہور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ فی النار فعلیکم معاشر المومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار۔ یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہوجائے وہ ایسی چیز میں تنہا ہوا جو اُسے دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہ مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ وکارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالٰی اُن سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے اور ان لوگوں کے بدعتی ہونے کا روشن بیان ہم نے اپنے رسالہ النھی الاکید میں لکھا من شاء فلیرجع الیھا اور حدیث میں ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اُس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد کی رواہ ابن عساکر وابن عدی عن ام المومنین الصدیقۃ وابو نعیم فی الحلیۃ والحسن بن سفین فی سندہ عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانۃ عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابو نعیم فی الحلیۃ عن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنھم موصولا والبیھقی فی الشعب عن ابراھیم بن میسرۃ المکی التابعی الثقۃ مرسلا تو ایسے شخصوں کا امام کرنا گویا دین اسلام ڈھانے میں سعی کرنا ہے العیاذ باللہ تعالٰی سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایؤمن فاجر مومنا الا ان یقھرہ بسلطانہ یخاف سیفہ اوسوطہ ہرگز کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُسے اپنی سلطنت کے زور سے مجبور کردے کہ اُس کی تلوار یا تازیانہ کا ڈر ہو صغیری شرح منیہ میں ہے یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع [illegible] تجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے الکراھۃ فیہ تحریمیۃ علی ماسبق محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے لاتجوز خلف المبتدع فقیر غفر اللہ تعالٰی نے ان حضرات غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز وممنوع ہونے کے باب میں ایک مفصل رسالہ مسمّٰی بہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید لکھا اور اس میں مقدمات مذکورہ کو اس وجہ پر تحقیق اور متعدد دلائل قاہرہ سے ان کے پیچھے نماز ممنوع ہونے کا ثبوت دیا انا نجملہ یہ کہ اُنھوں نے نماز وطہارت وغیرہا کے مسائل میں آرام نفس کی خاطر وہ وہ باتیں ایجاد کی ہیں جو مذاہب اربعہ عموماً مذہب مہذب حنفی خصوصاً کے بالکل خلاف ہیں مسح سر کے عوض پگڑی کا مسح کافی مانتے ہیں لوٹے بھر پانی میں تولہ بھر پیشاب پڑ جائے اُس سے وضو جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہ مسائل اور ان کے امثال ان کی کتب میں منصوص ہیں پھر دین میں ان کی بیباکی وسہل انگاری وبے احتیاطی وآرام جوئی مشہور ومشہود عام گروہ اہل حق بالخصوص حضرات حنفیہ کے ساتھ ان کا تعصب معروف ومعہود تو ہرگز مظنون نہیں کہ یہ برعایت مذہب حنفیہ اپنے ان مسائل پر عمل سے بچیں

بلکہ بالعکس امامت بنظر تعصب وعداوت اس کا خلاف ہی مظنون۔ پھر جمہور ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتدا بھی اسی حالت میں صحیح ہوسکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیہ کی رعایت کرتا ہو حنفیہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصلا جائز نہیں تو یہ بد مذہب کہ چاروں مذہب سے خارج ومہجور اور رعایت مذہب حنفیہ سے سخت نفور اور بغض وتعصب میں معروف ومشہور ان کے پیچھے نماز کیونکر روا ہوسکتی ہے فتاوی عالمگیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذاکان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصد ولا یکون متعصبا ولا یتوضأ فی الماء الراکد القلیل ویغسل ثوبہ من المنی ویفرك الیابس منہ ویمسح ربع راسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوی قاضی خاں اھ ملخصا اسی طرح جامع الرموز ومجمع الانہر وحاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں ہے والتفصیل فی رسالتنا المذکورۃ واللہ الموفق سبحنہ وتعالی اعلم۔ **جواب سوال دوم** صورت مسئولہ میں اُسے امام ہونا حلال نہیں جو اسے امام بنائے گا گنہگار ہوگا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلاۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون تین شخصوں کی نماز اللہ تعالی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اُسے ناپسند رکھتے ہوں رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن ابن عمرو وابن خزیمۃ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامۃ وابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس وفی الباب عن طلحۃ التیمی رضی اللہ تعالی عنہم عند الطبرانی فی الکبیر درمختار میں ہے لوام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلك تحریما واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۔ از بدایوں مردہی محلہ مرسلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہوکر مسح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بال چھو لینے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ پگڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اُس [illegible] نماز کیسی ہے۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر یہ شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی نہ کہ ایسے آزاد لوگ کہ کسی ہی میں نہیں فی الہندیۃ الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذاکان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یمسح ربع راسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوی قاضی خاں ولا بالماء المستعمل ھکذا فی السراجیۃ اھ ملخصا اور اس کی اپنی نماز بھی ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے طور پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلا شبہ یہی حکم دیں گے فانا انما نفتی بمذھبنا وان کان مذھب غیرنا ماکان کما نص علیہ فی الخلاصۃ والاشباہ وفی الدر المختار ورد المحتار وغیرھا من الاسفار مگر یہاں اور مذاہب پر بھی خیر نہیں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ اُن کے یہاں پورے سر کا مسح فرض ہے یونہی سیدنا امام احمد رضی اللہ تعالی عنہ کہ اُن سے بھی اظہر الروایات فرضیت استیعاب ہے کما نقلہ الامام المولی الاجل القطب سیدی عبدالوہاب الشعرانی قدس سرہ الربانی فی المیزان رہا مذہب سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ اُس پر صحت نماز سمجھ لینا نری ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق سہی پھر کیا اُن کے یہاں ایک ہی مسئلہ ہے صدہا مسائل طہارت وصلاۃ خلافیہ میں جن پر اطلاع تام اُسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصًا ان

بلاد میں کہ نہ اُس مذہب کے علما نہ کتب بھلا یوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقض وفرائض وضو وغسل وفرائض داخلی وخارجی ومفسدات نماز بتفصیل صور وشقوق وتنقیح اقوال قدیم وجدید ونصوص ووجوہ وتصحیح وترجیح شیخین وغیرہما کبرائے مذہب کس قدر ہیں اور جب نہیں بتا سکتا اور بیشک نہ بتا سکے گا تو مجہول شئی کی مراعات کیونکر ممکن پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ اُن کے مذہب پر نماز صحیح ہی ہوگی نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف وتکثر حوادث موقعہ فی الاختلاف عادۃً کہیں نہ کہیں وقوع مخالفت ہی مظنون کما لایخفی علی المتدرب ومن لم یقنع فلیجرب اور جب ایسا ہوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سو راندہ ازاں سو ماندہ نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہوئی درمختار میں ہے لاباس بالتقلید عند الضرورۃ لکن بشرط ان یلتزم جمیع ما یوجبہ ذلک الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع غرض لا اقل اس بیباکی کا اتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کرلی اور چوتھے پر صحت کی خبر نہیں فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولٰی تعالٰی جنھیں توفیق خیر رفیق فرماتا ہے وہ ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلاً محتاط حنفی وشافعی ہرگز مسح کل راس و دِلاؔ و دَلک ترک نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت ونماز ہی باطل تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے موںھ موڑے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ولہذا علمائے مذاہب اربعہ رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ الخروج عن الخلاف بالاجماع مستحب مگر بے باک لوگوں کے نزدیک سنت مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک اپنے امام مذہب کی مخالفت تین مذاہب حقہ پر نماز تین کا بطلان چوتھے پر صحت میں شک وجہالت یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندھی ہوئی پگڑی کے پیچ ذرا سُست ہوجانا دشوار۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے آمین۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وحکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ — از شہر کہنہ بریلی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن وحدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہوسکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوند کریم میری اس فکر کو دُور کردے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ وغیرہ کا اس زید کو نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمٰن صاحب سے مرید ہوا ہے اس درجہ کا شوق راگ وغیرہ کا اس کو ہوگیا ہے کہ بیان سے باہر یعنی رنڈی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہوجاتا ہے اور ستار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے ۹ بجے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اس وقت سے لے کر دو بجے رات تک بلکہ بعض روز تمام رات ستار بجاتا ہے اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوند کریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے اور اگر دریافت کرو کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے تو کہتا ہے کہ نہیں ؎

مبادا ہیچ دل بے عشق بازی ٭ اگر باشد حقیقی یا مجازی

اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر لوگ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز اس شخص کے پیچھے اگرچہ بلاشبہ صحیح ہے لما تقرر فقہا وحدیثا وکلاما من جواز الصلاۃ خلف کل بروفاجر مگر کراہت کچھ ہم

لہٰذا دوسرے شخص کو جو ایسے امور سے خالی اور باوجود اس کے سُنی صحیح العقیدہ وقاری صحیح القرأت ہو امام مقرر کرلیں ہاں اگر یہ بیان سچ ہے کہ وہاں اس شخص کے علاوہ سب غلط خواں ہیں یعنی حروف میں تمیز نہیں رکھتے اور قرأت میں وہ غلطیاں کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے جب تک کوئی سُنی صحیح القرأت نہ ملے اسی شخص کی اقتدا کریں فان تصحیح الصلاۃ اھم من دفع الکراھۃ واللہ تعالٰی اعلم

سوال مکرر

مکرر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہٰذا بعض امر پوشیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد کا بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقلدی وغیرہ کا رکھتا ہے سنی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو تحریر فرمائیے کہ نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا نہیں اور یہ جو اس نے لکھا ہے وہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو ہاں قاری پورے طور سے نہیں جیسا کہ حق قاری ہونے کا ہے۔

الجواب

فاسد العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصاً غیر مقلد کہ اُن کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید پس اگر حال یوں ہے تو صورت مستفسرہ میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امامت سے معزول کریں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہو کر روزہ نہ رکھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اسکے پیچھے نہ پڑھے یہاں تک جمعہ بھی لانہ بسبیل من التحول کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق فی الفتح ورنہ پڑھ لے فانہ اولی من الانفراد کما فی ردالمحتار عملا بقول من یقول ان الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ اور پڑھ کر پھیرے لما ذھب الیہ کثیر من العلماء ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ وھو الذی حققہ فی الغنیۃ وغیرھا وھو الاظھر کما بیناہ فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کلکتہ دھرم تلہ ۶۱ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اُن امور میں جو حنفی کو جائز نہیں جیسے آمین بالجہر کہنا اور رفع یدین اور قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے اور ایسے مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف امور میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہیے یا نہیں اور اگر متابعت کرے تو اس کی نماز کا کیا حال۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حنفی جب دوسرے مذہب والے کی [illegible] اگر امام ایسے کسی امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقص طہارت یا مفسد نماز ہے جیسے آب قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چہارم سر سے کم کا مسح یا خون فصد وریم زخم وقئ وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو

نہ کرنا یا قدرِ درم سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحبِ ترتیب ہو کر با وصف یادِ فائتہ و وسعتِ وقت بے قضائے فائتہ نماز وقتی شروع کردینا یا کوئی فرض ایکبار پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امام ہوجانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اُس کی اقتدا جائز ہی نہیں اور اُس کے پیچھے نماز محض باطل کما نص علیہ فی عامۃ کتب المذھب بل فی الغنیۃ اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منہ ما یفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع انما اختلف فی الکراھۃ اھ غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اُس کی اقتدا صحیح ہو اس وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت نہ کرے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پاچکی ہیں اگر متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں ردالمحتار میں ہے تکون المتابعۃ غیر جائزۃ اذا کانت فی فعل بدعۃ او منسوخ او مالا تعلق لہ بالصلوۃ عنایہ پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے انما یتبعہ فی المشروع دون غیرہ مجمع الانہر و حاشیہ طحطاویہ میں ہے ما کان مشروعا یتابعہ فیہ وما کان غیر مشروع لا۔ اسی طرح ترکِ سنت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ موجبِ اساءت و کراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بجالائے جبکہ اس کی بجا آوری سے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوٹے ولہٰذا علماء فرماتے ہیں اگر امام وقتِ تحریمہ رفع یدین یا تسبیح رکوع و سجود یا تکبیر انتقال یا ذکر قومہ ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے کما نص علیہ فی نظم الزندویسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والھندیۃ وخزانۃ المفتین وفتح القدیر والغنیۃ والدر المختار وحاشیۃ الدرر للعلامۃ الشرنبلالی وغیرھا وھذا نص البزازیۃ ملخصا تسعۃ اشیاء اذا ترکہا الامام اتی بھا الماموم رفع الیدین فی التحریمۃ وتکبیرۃ الرکوع او السجود والتسبیح فیھما او التسمیع الخ یوہیں تکبیرات عیدین میں رفع یدین فی الدر رفع یدیہ فی الزوائد ان لم یرامامہ ذلک الخ اور اگر رکوع و سجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر سر اٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنتِ تثلیث ترک کرے ورنہ قومہ و جلسہ کی متابعت میں خلل آئے گا ھو الصحیح کما فی الخانیۃ والخلاصۃ والخزانۃ والوجیز والفتح والبحر وغیرھا من الاسفار الغر وھذا نظم الدر انہ مما یبتنی علی لزوم المتابعۃ فی الارکان انہ لو رفع الامام راسہ من الرکوع او السجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلث وجب متابعتہ شرح منیہ علامہ ابراہیم حلبی و حاشیہ سید ابن عابدین میں ہے الاصل عدم وجوب المتابعۃ فی السنن فعلا فکذا ترکا وکذا الواجب القولی الذی لایلزم من فعلہ المخالفۃ فی واجب فعلی کالتشھد وتکبیر التشریق بخلاف القنوت وتکبیرات العیدین اذ یلزم من فعلھا المخالفۃ فی الفعل وھو القیام مع رکوع الامام الخ اھ ملخصا جب یہ اصول معلوم ہولیے تو اُن تینوں فروع کا حکم بھی انھیں سے نکل سکتا ہے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک منسوخ ہوچکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع تو اُس میں متابعت نہیں امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں لو اقتدی بمن یرفع یدیہ عند الرکوع او بمن یقنت فی الفجر او بمن یری تکبیرات الجنازۃ خمسا لایتابعہ لظھور خطیئتہ بیقین لان ذلک کلہ منسوخ اھ نقلہ فی عید ردالمحتار۔ جلالی پھر شرح المقدمۃ الکیدانیۃ للقہستانی پھر جنائز حاشیہ شامی میں ہے لاتجوز المتابعۃ فی رفع الیدین فی تکبیرات الرکوع قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شافعیہ کے نزدیک نماز فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ اور وتر کی تیسری میں صرف نصف اخیر شہر رمضان المبارک میں ہے کہ وہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں قنوتِ فجر تو ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت بہر حال یقیناً نامشروع ہے لہٰذا اُس میں پیروی ممنوع اور جب اصل قنوت میں متابعت نہیں تو ہاتھ اُٹھانے میں کہ اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قومہ

رکوع فی نفسہٖ مشروع ہے لہذا وہ جب تک نماز فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپکا کھڑا رہے درمختار میں ہے یاتی المامومر بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتھد فیہ لا الفجر لانہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظھر مرسلا یدیہ علامہ شرنبلالی نور الایضاح میں فرماتے ہیں اذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معہ فی قنوتہ ساکتا علی الاظھر ویرسل یدیہ فی جنبیہ اور نماز وتر میں اگر شافعی کے پیچھے اقتدا باقی رہے (کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھیر کر اخیر رکعت اکیلی پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے پہلے ہی اُس کی اقتدا قطع ہوگئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی نہ اس کے وتر صحیح کہ اُس کی وسط نماز میں عمداً سلام واقع ہوا فی الدرالمختار صح الاقتداء فیہ بشافعی لم یفصلہ بسلام لا ان فصلہ علی الاصح اھ ملخصا جب ایسا نہ ہوا اور اقتدا قائم رہے) تو اگرچہ شافعیہ قنوت وتر میں پڑھتے ہیں اور ہمارے مذہب میں اُس کا محل قبل رکوع مگر ہمارے علماء نے تمام متون وشروح وفتاوی میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے اور اس کا منشا وہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے والمسئلۃ منصوص علیھا بدلیلھا فی الھدایۃ والکافی وسائر الشروح رہا یہ کہ مقتدی اس حالت میں اتباع امام مذہب کرے یا اتباع مذہب امام یعنی ہاتھ باندھے چھوڑے دعا کی طرح ہاتھ اُٹھائے کیا کرنا چاہیے اس کی تصریح نظر فقیر سے نہ گذری نہ اپنے پاس کی کتب موجودہ میں اس سے تعرض پایا ظاہر یہ ہے کہ مثل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار وصاحب ذکر مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً وشرعاً سنت اور عقلاً وعرفاً ادب حضرت اور ترک سنت میں امام کی پیروی نہیں وقد یؤید ذلک اطلاقھم قاطبۃ سنیۃ الوضع فی حالۃ القنوت کما فی عامۃ الکتب المذھبیۃ فیکون متناولا لھذا القنوت المخصوص ایضا بلکہ درمختار میں ہے ھو ای الوضع سنۃ قیام لہ قرار فیہ ذکر مسنون فیضع حالۃ الثناء وفی القنوت لا فی قیام بین رکوع وسجود وتکبیرات العید مالم یطل القیام فیضع سراجیۃ اھ ملخصا حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے ظاھرہ یعم ای قیام کان وعلیہ فیضع فی قیام صلاۃ التسبیح الذی بین الرکوع والسجود یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنت اخفا ہے اور اس کی بجا آوری میں امام کے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے **اقول** وتحقیق المقام علی ماعلمنی الملک العلام ان السنن لاحظ لھا فی المتابعۃ الا بالتبع وذلک لان معنی متابعتک غیرک جعلک نفسک تابعا لہ والتبعیۃ انما تتصور بشیئین احدھما فی نفس اتیان شیئ بمعنی انہ ان فعلہ فعلت وان ترکہ ترکت والاخر فی وقتہ فلا تتقدم علیہ ولا تسبقہ الیہ وان لم یکن فعلک متوقفا علی فعلہ ولا متقیدا بتقدمہ بل تفعلہ وان لم یفعل وتبادر الیہ وان لم یاخذ فیہ بعد ففیم انت تابع لہ بل انت مستقل بنفسک غیر تابع ولا متابع وھذا ظاھر جدا واذ قد علمت ان اتیان الماموم بالسنن غیر متقید باتیان الامام بل یاتی بھا وان ترکھا کما اسمعناک علیہ نصوص الائمۃ ومن لازم ذلک جواز التقدم علیہ مع الندب الیہ لجواز ان یرجع الامام بعد الترک الی الفعل کما اذا رکع فصوب راسہ وطبق الکف اوضم اصابعہ او بقی صامتا غیر مسبح والماموم قد فعل کل ذلک بطلب الشرع ثم عاد الامام فسوی واخذ وخرج وسبح فقد تقدم فعل الماموم وھو فیہ غیر ملوم بل الیہ مندوب وھو منہ معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل للمتابعۃ فی السنن والمستحبات بل الماموم مستبد فیھا غیر داخل تحت حکم الامام ولم یبنا ولہ تحکیمہ ایاہ علی ذاتہ والتزامہ ان یصلی بصلاتہ فیما ھو محجور فیہ عن التقدم علیہ والاستبداد دونہ وما ھو حقیقۃ الا الواجبات الفعلیۃ اذ ھی موضوع الاقتداء اصالۃ کما نص علیہ فی الغنیۃ واشار الیہ فی المرقاۃ تحت قولہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤتم بہ فیفیھا القدوۃ حقیقۃ ومنہا یسری الی غیرھا وان سری کوجوب ترك سنۃ یلزم من فعلہا مخالفۃ الامام فی واجب فعلی فلیس ذلك للمتابعۃ فی ترك السنۃ بل فی الواجب المذکور کعدم جواز ان یاتی لبسنن الرکوع قبل رکوع الامام فانہ لایفعلہا الا فی الرکوع ولارکوع لہ قبل رکوعہ فمن ھذا امتنع تقدیمہا علی رکوعہ لاعلی فعلیۃ السنن کما علمت وھذا معنی قولنا لاحظ لہا من المتابعۃ الابالتبع واذ قد تبین ھذا وللہ الحمد ظہر ان المقتدی یاتی بالسنن علی مذھب نفسہ دون مذھب الامام فان المستبد انما یعمل برأی نفسہ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق اتقن ھذا فانك لاتجدہ فی غیر ھذا التحریر وھو علم عزیز فی کلم یسیر و لہذا حرمین طیبین زادہما اللہ تعالٰی شرفا وتکریما میں مرئی ومشاہد ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذہب والے نماز پڑھتے اور ان امور میں سب اپنے اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں حنفی امام حنفی کے پیچھے زیر ناف ہاتھ باندھے ہے اُس کے دہنے بازو پر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے بائیں بازو پر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا اور کیوں ہو کہ بحمد اللہ ہم چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارا اسلام ماں ہماری سنت سنیہ سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام انکار تو ان گمراہوں پر ہے جو تقلید ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو معاذ اللہ شرک وحرام بتاتے اور مذاہب حقہ راشدہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وعلماء حزبہ اجمعین رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہیے یہ علمائے شافعیہ سے پوچھا جائے خلاصہ ودرمختار میں ہے ولوقیل للحنفی مامذھب الامام الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفۃ کذا اھ **اقول** ولاشك ان الرجل بمذھبہ ادری وامر الفتیا امر واد ھی فترك اجتراء علی مذھب غیرہ احق واحری واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ - از ملک آسام ضلع جوہاٹ ڈاکخانہ گنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بلاشبہ جائز ہے مگر اولٰی نہیں مکروہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے زائد یا اس کے برابر مسائل نماز وطہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولٰی وافضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اس علم میں زائد ہو ہندیہ میں ہے الاولی بالامامۃ اعلمہم باحکام الصلاۃ ھکذا فی المضمرات وھو الظاھر ھکذا فی البحر الرائق ھذا اذا علم من القرأۃ قدر ما تقوم بہ سنۃ القرأۃ ھکذا فی التبیین ولم یطعن فی دینہ کذا فی الکفایہ وھکذا فی النھایۃ ویجتنب الفواحش الظاھرۃ وان کان غیرہ اورع منہ کذا فی المحیط وھکذا فی الزاھدی وان کان متبحرا فی علم الصلاۃ لکن لم یکن لہ حظ فی غیرہ من العلوم فھو اولی کذا فی الخلاصۃ اسی میں ہے تجوز امامۃ الاعرابی والاعمی والعبد الا انھا تکرہ اھ ملخصا بحر میں ہے کراہۃ تنزیہ خانیہ میں ہے غیرھم اولی حضرت عتبان بن مالك انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ باجازت حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے فی الصحیحین واللفظ لمسلم عن ابن شہاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثہ ان عتبان بن مالك وھو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممن شھد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ انی قد انکرت بصری

وانا اصلی لقومی الحدیث فی اتیانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی بیتہ وصلاتہ فیہ لیتخذہ مصلی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لے جاتے دوبار مدینہ طیبہ پر نیابت عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے عزاہ فی البحر الی صحیح ابن حبان **قلت** اخرج احمد وابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینۃ مرتین یصلی بھم وھو اعمی علماء فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے یہی افضل تھے بحرالرائق میں ہے قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی وعلی ھذا احمل تقدیم ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال المصلحین للامامۃ فی المدینۃ احد افضل منہ حینئذ ولعل عتبان بن مالک کان افضل من کان یؤمہ ایضا اھ **قلت** وقد سمعت انہ کان من الاصحاب البدریین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین فان لم یکن فی من کان یؤمھم من ھو بدرا کان افضلھم بالیقین واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شاہجہانپور محلہ بابوزئی مرسلہ شاہ فخر عالم صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں بحکم والی ملک (زید) جو حافظ قرآن ومتشرع ہے قدیم سے خدمت امامت بجا لاتا ہے اور اُس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکر جو دوسرے سررشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم فسخ امامت زید کا نہیں ہے اور نہ بکر کو حکم امامت کا والی ملک کے یہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے بوجوہات ذیل ناراضامند ہیں (۱) یہ کہ بکر بعض اوقات رقص طوائف دیکھ لیتا ہے (۲) کفار ومشرکین کے میلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت لچھمن کی ہوتی ہے اور خبائث دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہوکر وہ بھی سب کے ساتھ صورت کا روپیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے (۳) محفل میلاد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یازدہم حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی کرنے اور پڑھنے والے کو بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیرینی محفل میلاد کو بُرا جانتا ہے (۴) شرفا و نجبا کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابوالمنصور صاحب دہلوی کی نسبت جو امام وقت کہے جاتے ہیں اُن کی کسی تصنیف پر جو سب علما دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتوی کفر کا دیدیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے بوجوہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارک جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا ہے اور اس کے امام حکمی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امامت کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خود امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا۔ فقط بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب وخاسر ہونا تو بداہۃً ظاہر اور اگر لچھمن کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت بھینٹ چڑھاتا ہے تو قطعاً یقیناً مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق وفجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہرحال اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اُسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اُسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامہ اہل مسجد انھیں کے ساتھ

ہیں تو جماعت اولٰی انھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اُس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں بدرجہ اولٰی جائز ہے کہ جس وقت امامت کر رہا ہو اسی وقت اسی مسجد میں نہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہیے فوراً نیت توڑ کر اس میں آملیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یونہی آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ وخواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کرسکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اُس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کرسکتے ہیں تو انھیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جاکر شریک جماعت ہوں مراقی الفلاح میں ہے کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامہ بالدین فتجب اهانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرها غنیہ میں ہے فی فتاوی الحجۃ اشارۃ الی انھم لو قدموا فاسقا یاثمون اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے بقی لو کان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لاکراهۃ فیہ هل یقطع ویقتدی بہ استظهر ط ان الاول لو فاسقا لا یقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاتہ یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی کراهۃ تنزیهۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانہ استظهر فی شرح المنیۃ انها تحریمیۃ لقولهم ان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا اهانتہ بل عند مالك وهو روایۃ عن احمد لا تصح الصلاۃ خلفہ اھ **قلت** والحکم فیما نحن فیہ ابین واظهر علی کلا الاستظهارین کما لا یخفی من حال ذلك الافسق الاطغی درمختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراهۃ التحریم تجب اعادتها بکر مبیاکہ اپنے دیگر اقوال وافعال مذکورۂ سوال کے باعث خاطی وبزہ کار اور اس پلینٹ کے سبب بدترین وناپاک ترین اشراریوں ہی اس امامت میں بھی کہ بنارضی مقتدیان ہے مخالف شرع وگنہگار ہے **حدیث** میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لعنهم اللہ من تقدم قوما وهم لہ کارهون وامرأۃ باتت وزوجها علیها ساخط ورجل سمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہوجائے اور وہ اس سے ناخوش ہوں دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اُس کا شوہر اُس سے ناراض ہے تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلاۃ وحی علی الفلاح سُنے اور نماز کو حاضر نہ ہو رواہ الحاکم فی المستدرك خصوصاً ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امام معین کا منصب چھین کر جبراً لوگوں کی امامت کرے ائمہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں الکبیرۃ السادسۃ والثمانون امامۃ الانسان لقوم وهم لہ کارهون عد هذا من الکبائر مع الجزم بہ وقع لبعض ائمتنا وکانہ نظر الی ما فی هذہ الاحادیث وهو عجیب منہ فان ذلك مکروہ نعم ان حملت تلك الاحادیث علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فصلی فیها قهرا علی صاحبها وعلی المامومین امکن ان یقال حینئذ ان ذلك کبیرۃ لان غصب المناصب اولی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ اھ ملخصا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نوکر ہے اُس کی اقتدا کی جائے یا جماعت ترک کی جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

قطعاً اقتدا کی جائے اس عذر پر ترک جماعت ہرگز جائز نہیں متقدمین کے نزدیک جو اُجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نماز میں کراہت

بھی اس بنا پر کہ اُن کے نزدیک امامت پر اُجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترک جماعت کا حکم دیا جائے اب کہ فتوٰی جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحطاوی میں زیر قول درمختار تکرہ خلف من امر باجرۃ قہستانی فرمایا ھذا مبنی علی بطلان الاستیجار علی الطاعات وھی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلبی وابوالسعود اسی طرح ردالمحتار وغیرہا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب ۱۱ رجادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھاتا ہے مگر اُسے کھڑے پڑے مدوشد وقف رہاؤ پر چنداں خیال عبور نہیں اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے کہ حافظ یا قاری کو سُنا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم بڑے رکوع یا سورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی و قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتا ہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبور رہ سکتا ہے مگر صبح و عشاء وغیرہ میں جو طوال اوساط کا حکم ہے اُس کی رعایت نہ ہوگی زید سین و صاد میں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امور قرأت حسب قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں معلن ہونے کے امامت سے انکار کرکے زید کو جو بوجہ غلطی سین و صاد و عدم رعایت امور مذکورہ معذور ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اُس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور (۱) وقف کی غلطی کہ وصل کی جگہ وقف وقف کی جگہ وصل کرے یہ اصلاً مفسد نماز نہیں اگرچہ وقف لازم پر نہ ٹھہرے کما نص علیہ فی الھندیۃ وفی المنیۃ وشرحہا للعلامۃ الحلبی الوقف فی غیر موضعہ والابتداء من غیر موضعہ لایوجب فساد الصلاۃ عند عامۃ علمائنا الی ان قال بعد ذکر الامثلۃ) فالصحیح عدم الفساد فی ذلک کلہ ولما تقدم لانہ نظم القران اھ ملخصا (۲) جن حروف مدہ پر مد ہے جیسے جآء۔ تنوٓء۔ جآئ۔ یآیھا۔ قالوآ انا۔ فی ایام۔ دآبۃ۔ آمین وہاں مد نہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں فان ذلک من محسنات التجوید ولادخل لہ فی المعنی بل فی اللفظ ایضا بحیث یتغیر بترکہ اللفظ فضلا عن المعنٰی (۳) جن حروف مد یا لین پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر۔ اُن پر مد کرنا بھی موجب فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ نہ ہوں ہاں حد سے متجاوز ہو جیسے گانے میں زمزمہ کھینچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو فی الخانیۃ لو قرأ القراٰن فی صلاتہ بالحان ان غیر الکلمۃ تفسد صلاتہ لما عرف فان کان ذلک فی حروف المد واللین وھی الیاء والالف والواو لایغیر المعنی الا اذا فحش اھ فی ردالمحتار قولہ بالالحان ای بالنغمات وحاصلہا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعاۃ النغم (۴) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں فی القنیۃ قرأ وتعالٰی جدک بغیر یاء لا تفسد وعن جار اللہ مثلہ لان العرب تکتفی بالفتحۃ عن الالف اکتفاء ھم بالکسرۃ عن الیاء ولو قرأ امنا باللہ لا تفسد صلاتہ ایضا لاکتفائھم بالضمۃ عن الواو۔

عک وجار اللہ والصلوات لاتفسد وکذا لو قرأ وطورسنین بحذف الیاء لاتفسد عک ولو قرأ نستعینُکَ او ونؤمنُ بک لاتفسد اھ وفی الغنیۃ اذا کان الحذف علی وجہ الترخیم الجائز فی العربیۃ نحو ان یقرأ یا مال بحذف الکاف فلا تفسد اجماعا وکذا اذا لم یکن من اصول الکلمۃ کما اذا قرأ الواقعۃ بغیر ھاء وکذا ان کان من الاصول ولم یتغیر المعنی کان یقرأ تعالی جد ربنا باللام مع حذف الیاء فی تعالی لاتفسد بالاتفاق اھ ان چاروں باتوں سے اگرچہ فساد نماز نہیں مگر کراہت ضرور ہے کہ آخر قرآن عظیم کا غلط پڑھنا ہے یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا مد کا ترک حرام ہے تو کھڑے کو پڑا پڑھنا بدرجہ اولٰی حرام ہوگا کہ اس میں تو جوہر لفظ میں کمی ہوگئی بخلاف مد کہ امر زائد تھا فی الدر عن الحجۃ فی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفھم اھ قال السیدان العلامتان الطحطاوی والشامی قولہ کما یفھم ای بعد ان یمد اقل مد قال بہ القراء والاحرم لترک الترتیل المامور بہ شرعا یوں ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص وقف و وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اُسے امام نہ ہونا چاہیے فی الھندیۃ عن المحیط من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم (۶) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہوں جیسے اتلُ ادعُ یرضہ لم یخش وانہ لاتأس علیہ لا تمشِ یعباد کو اتلُ ادعُ یرضہ لم یخشٰ وانہ لاتاسُ علیہ لا تمشِ یعبادِ پڑھنا تو نماز فاسد نہ ہوگی فی الغنیۃ ان زاد حرفا ان لم یغیر المعنی بان قرأ وأمر بالمعروف وانھی عن المنکر بزیادۃ الالف فی اللفظ بعد الھاء لاتفسد اھ ملخصا ورنہ فاسد کما قدمنا عن الخانیۃ وفی الدر ومنھا ای من المفسدات القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی الخ فی ردالمحتار قولہ ان غیر المعنی کما لو قرأ الحمد للہ رب العلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال و بیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ رابنالک الحامد بالف بعد الراء لان الراب ھو زوج الام کما فی الصحاح والقاموس وابن الزوجۃ یسمی ربیبا اھ اقول ھذا ھو الموافق لکلام اصحابنا المتقدمین وقاعدتھم الغیر المنخرمۃ المختارۃ للمحققین فلا علیک مما یوجد من خلاف ذلک فی بعض الفروع المنقولۃ عن المتاخرین نعم ما ذکر فی الراب فعندی فیہ وقفۃ فانہ القیاس فی اسم فاعل الربوبیۃ وان کان فی الاستعمال بمعنی اخر واھل اللغۃ لایذکرون المشتقات القیاسیۃ ولاھی موقوفۃ علی السماع والا لم تکن قیاسیۃ والقیاس لایرد الا بالنص علی ھجرانہ لاجرم قال فی تاج العروس ھو اسم فاعل من ربہ یربہ ای تکفل بامرہ اھ وصحۃ الصلاۃ تعتمد احتمال معنی صحیح ولو کان ثم احتمالات فاسدۃ کما نص علیہ ھو وغیرہ ففی ردالمحتار عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ اھ وفی الغنیۃ التحقیق فیہ العمل بصحۃ المعنی بوجہ محتمل وعدمھا کما قررنا انہ قاعدتھم الغیر المنخرمۃ اھ فافھم (۷) یوں ہی مشدد کو مخفف مخفف کو مشدد پڑھنا فساد معنی میں فلاں نازہے جیسے ظللنا بتخفیف لام ایاک بتشدید کاف مدھامتین جیسے ھما ودعک بتخفیف دال اکبر بتشدید را فی الغنیۃ تخفیف المشدد الاصل فیہ انہ ان کان لایغیر المعنی کان قرأ وقتلوا تقتیلا لاتفسد وان غیر بان ترک التشدید فی رب الفلق ونحوہ فاختیار عامۃ المشائخ انھا تفسد کذا فی الخلاصۃ وذلک التفصیل علی قول المتقدمین وتقدم انہ الاحوط وحکم تشدید المخفف کحکم عکسہ وکذلک اظھار المدغم وعکسہ فالجمیع فصل واحد اھ ملخصا اقول ھکذا فی کتب اخری حکم الفساد بتخفیف الرب وعندی فیہ وقفۃ فقد قال فی القاموس قد یخفف اھ ونقلہ الصاغانی عن ابن الانباری وانشد المفضل ؎ وقد علم الاقوام ان لیس فوقہ ؎

رب غیرمن یعطی الحظوظ ویرزق نقلہ فی لسان العرب وغیرھا کمافی التاج (۸) س ص وغیرہما حروف کی باہم تبدیل میں بھی فساد معنی ہی پر لحاظ ہے بحالت عدم فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبان عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط وسراط وہ تبدیل کسی قاعدۂ عرب کے موافق ہو جیسے ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو اُس میں سین کو ص پڑھنا صحیح ہے بعض نے قبل وبعد کی قید نہیں لگائی اور ت کی میت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی بعض نے کہا جس کلمہ میں ص کے بعد ط مہملہ یا غ معجمہ یا سین کے بعد ق یا خ معجمہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز معجمہ بھی جائز اور جس ص کے بعد د مہملہ ہو اگر ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز روا اور متحرک ہے تو ناجائز ومفسد نماز قنیہ میں ہے متی سألت جاراللّٰہ عمن قرأ وصطا اصبغ اوصقر وصخرات بالصاد مکان السین فقال لاتفسد لان کل کلمۃ وقع فیھا بعد السین طاء اوغین اوقاف اوخاء جازان یبدل السین صادا اھ اسی طرح حلیہ میں اُس سے نقل فرمایا وضبط الحروف فقال کل کلمۃ وقع فیھا بعد السین طاء مھملۃ اوغین معجمۃ اوقاف اوخاء معجمۃ جازان یبدل فیھا السین صادا اُسی میں ہے وفی المبتغی ومن قرأ مکان الصاد سینا ینظران کان صاد بعدھا طاء کالصراط وبعدھا غین کقولہ واصبغ اوسین بعدھا قاف کقولہ سلقوکم اوبعدھا خاء کقولہ یسخرون یجوز مکان السین صادا اوزاء واما التی بعدھا دال ان کانت الصاد ساکنۃ کقولہ یصدر یجوز بالسین والزاء واما التی تکون متحرکۃ کقولہ الصمد لایجوز قرأتہ بالسین ولو قرأ بالسین تفسد صلاتہ وعلی ھذا یخرج کثیر من المسائل انتہی خانیہ میں ہے عن ابی منصور العراقی کل کلمۃ فیھا عین اوحاء اوقاف اوطاء اوتاء وفیھا سین اوصاد فقرأ السین مکان الصاد اوالصاد مکان السین جاز اھ **اقول** ھکذا ھو فی الخانیۃ طابع کلکتہ ۱۸۳۵ء المیلادیۃ باھمال العین والحاء جمیعا وکذا ھو فی الغنیۃ طابع استامبول ۱۲۹۵ھ الھجریۃ ومثلہ فی البزازیۃ طابع مصر سنۃ ۱۳۱۰ھ وفی الخانیۃ طابع مصر من تلك السنۃ باعجام الخاء واھمال العین وھو الموافق لما فی عنایۃ القاضی حاشیۃ العلامۃ الخفاجی علی البیضاوی طبع مصر ۱۲۸۳ھ تحت قولہ تعالٰی الصراط المستقیم حیث قال لغۃ قریش ابدال السین صادا ھنا وفی کل موضع بعدھا عین اوخاء اوقاف باطراد اھ والظاھر مما مر عن القنیۃ والحلیۃ مفسرا اعجامھا جمیعا فلیحرر پچھلے تین مسائل میں کہ بحالت فساد معنی فساد نماز کا حکم مذکور ہمارے امام اعظم صاحب مذہب اور ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تھا اور وہی احوط ومختار ہے اجلہ محققین نے اُسی کی تصحیح فرمائی ومعلوم ان الفتوی متی اختلف وجب الرجوع الی قول الامام کما نص علیہ فی البحر والدر وحواشیہ وغیرھا من اسفار الکرام غنیہ میں ہے الاولی الاخذ فیہ بقول المتقدمین لانضباط قواعدھم وکون قولھم احوط واکثر الفروع المذکورۃ فی کتب الفتاوی منزلۃ علیہ اُسی میں ہے ھذا ابناء علی مختار المتقدمین وھو المختار اُسی میں ہے ھذا ملخص قاعدۃ المتقدمین وھو الذی صححہ المحققون من اھل الفتاوی کقاضی خان وغیرہ وفرعوا علیہ الفروع فافھم تو شدا اگرچہ علمائے متاخرین ان تین میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جواز نماز گئے اور بکثرت فروع میں ان کے اقوال خود مختلف ومضطرب رہے کما یظھر بالرجوع الی الغنیۃ والنظر الی اقوالھم المنقولۃ فی الفتاوی مع سیر الفروع وردھا الی الاصول (۹) س، ص وغیرہما حروف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور عجز ہو یعنی ص کہنا چاہیں تو س ہی ادا ہو

ص نہ نکال سکیں جیسا کہ یہاں عوام کا جنھوں نے قواعد ادا نہ سیکھے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ
ان کی اپنی نماز ہوجانے پر فتوی ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کیے جائیں اور جو حرف نہیں نکال سکتے اُس سے خالی کوئی سورت یا آیت پاتے ہوئے
سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وہ حرف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہوئے جدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز
ان شرطوں کے ساتھ جائز ہوجانے کے لیے ہے صحیح خواں کی امامت نہیں کرسکتے نہ اُس کی نماز اُن کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی
قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاوی خیریہ میں ہے۔ الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ
لثغۃ اسی میں ہے امامۃ الالثغ للفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح اسی میں ہے قد اباہ اکثر الاصحاب لما لغیرہ من
الثواب۔ بزازیہ میں ہے ان امکنہ ان یتخذ اٰیات خالیۃ عن تلک الحروف فعل والا سکت وان وجد اٰیات خالیۃ عن لثغۃ
ومع ذلک قرأ ما فیھا اللثغۃ لایجوز وعلی قیاس ما ذکرنا فی المسئلۃ الاولی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر لا یفسد۔ بہ ناخذ،
وکذا المسقین مکان المستقیم الا ان غیرہ لایقتدی غنیہ میں محیط، فتاوی حجہ، فتاوی خانیہ وغیرہا کی عبارات لکھ کر فرمایا الحاصل
ان اللثغ یجب علیھم الجھد دائما وصلواتھم جائزۃ ماداموا علی الجھد ولکنھم بمنزلۃ الامیین فی حق من یصحح الحروف الذی
عجز واعنہ لایجوز اقتدائہ بھم ولا تجوز صلاتھم اذا ترکوا الاقتداء بہ مع قدرتھم وانما تجوز صلاتھم مع قراءۃ تلک الحروف
اذا لم یقدروا علی قراءۃ ما تجوز بہ الصلاۃ مما لیس فیہ تلک الحروف واما لو قدروا مع ھذا قرأوا تلک الحروف فصلاتھم
فاسدۃ ایضا ھذا ھو الذی علیہ الاعتماد (۱۰) فجر وظہر میں طوال مفصل، عصر وعشاء میں اوساط کا پڑھنا اگرچہ سنت ہے کما نص علیہ
فی المتون مگر نہ ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ ایک بچہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں۔ اس کے
رونے کی آواز سُن کر حضور پُرنور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف معوذتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں منجملہ اعذار ملال قوم
و بد آوازیِ امام تک شمار کرتے ہیں۔ کہ کریہ الصوت ہو تو چھوٹی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ درمختار میں ہے۔ اختار فی
البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام ردالمحتار میں ہے قولہ والامام ای من حیث حسن صوتہ وقبحہ تو
قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو اعظم اعذار اور اہم کار ہے۔ (۱۱) فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے
بحرالرائق و درمختار و معراج الدرایہ و مجتبٰی وغیرہا میں اس کراہت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاوی حجہ و مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وغیرہا میں
تحریمی ٹھہرایا۔ اور یہی کلام امام زیلعی کا مفاد کما بیناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید، وغیرھا من تحریراتنا
ردالمحتار میں ہے ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لما ذکرنا
(۱۲) جماعت اہم واجبات اور اعظم شعائر اسلام سے ہے۔ تو فسق امام کے سبب ترک جماعت نہ چاہیے۔ ادائگی جماعت کے لئے اس کے
پیچھے پڑھ لیں۔ اور دفع کراہت کیلئے اعادہ کرلیں فی الفتح عن المحیط وفی البحر عن الفتاوی وفی الدر عن النھر عن المحیط صلی خلف
فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اھ فی ردالمحتار افاد ان الصلاۃ خلفھما اولی من الانفراد الخ، ومثلہ فی البحر عن السراج
فی الفاسق وفی الفتح، الحق التفصیل بین کون تلک الکراھۃ کراھۃ تحریم فتجب الاعادۃ او تنزیہ فتستحب بلکہ جب اس کے سوا

نہ کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ رہے گی فی الدر ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ، بحر بحثا اھ قال الشامی قد علمت انہ موافق للمنقول عن الاختیار وغیرہ جب یہ مسائل معلوم ہوگئے۔ تو حکم مسئلہ منکشف ہوگیا۔ زید وبکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابل امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر چھوٹی چھوٹی بعض سورتیں جو زید کو خوب صاف وصحیح یاد ہوں۔ انھیں پر اکتفاء کرنے میں زید سے وہ خرابیاں واقع نہ ہوتی ہوں، ان سین وصاد وغیرہما حروف بھی ٹھیک ادا کرلیتا ہو۔ تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انھیں سورتوں پر قناعت کرے ان کے سوا اور ہرگز ہرگز نہ پڑھے۔ جن میں کراہت درکنار نوبت تا بہ فساد نماز پہونچے، اور جب اس تدبیر سے وہ خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پر زید ہی کی امامت رکھیں کہ ہر نماز میں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترک سنت سہی مگر بعذر قوی ہے۔ اور عذر دافع کراہت، بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسبب فسق کراہت بلکہ سخت کراہت ہے۔ تو زید ہی اولی بامامت ہے۔ اور اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یاد قصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں۔ اگرچہ کم ہوں تو اسے ہرگز امام نہ کیا جائے۔ کہ جب پڑے کو کھڑا مخفف کو مشدد، مشدد کو مخفف، س کو ص، ص کو س پڑھنے کی عادت ہے۔ تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالی عنہم کے نزدیک نماز بالکل باطل ہوجائے گی۔ اس کے کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنی نہ بدلیں۔ اور جہاں فساد معنی ہوتا ہو وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد واختیار کی نہیں کہ جہاں چاہی کی جہاں نہ چاہی نہ کی، نہ بے علم آدمی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ کہاں معنی بگڑیں گے کہاں نہیں۔ خصوصاً جبکہ س وص کی تبدیلی بربنائے عجز ہو کہ عاجز لاجرم کہیں ٹھیک نہ پڑھے گا۔ اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح ائمہ محققین پر فاسد وباطل ہے۔ اور بحالت عجز تو جمہور ائمہ کے نزدیک امامت صحیح خواں کی اس میں اصلا لیاقت نہیں۔ بلکہ صحیح کے ہوتے ہوئے اس کی خود اپنی نماز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے اس کی اقتدا چھوڑدی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں ہے تو اس کے پیچھے نماز باتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اس کا علاج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی قابل امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عذر وضرورت نافی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن و اہم یہ کہ بکر اپنے رب جل وعلا سے ڈرے اپنے حال پر رحم کرے فسق ونافرمانی بادشاہ قہار سے تائب ہو کہ اس کے پیچھے نماز بے وقت محجوب مناسب ہو اگر روز قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلامی میں صدارت نہ ملنے کی غیرت چاہئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو کوشش کرے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ بٹھانے کے قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا دیا جائے کس قدر غیرت آئے گی ندامت ہوگی۔ تو یہ اللہ عزوجل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائیے کہ کارکنان بارگاہ سلطانی صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھا نہ دیں، اللہ تعالی توفیق خیر رفیق عطا فرمائے۔ آمین واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ریاست رامپور مولوی امداد حسین برادر مولنا ارشاد حسین صاحب ۱۲۹۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس کا ترک بحکم متابعت واجب ہوتا ہے اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب اور قاعدہ کلیہ ہے کہ مستحب مزاحم فرض نہیں ہوسکتا۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ متابعت امام ہر فعل وترک میں علی الاطلاق فرض وواجب کیا معنی مسنون اور مستحب بھی نہیں بلکہ بعض صورتیں خلاف اولی

اور بعض میں محض ناجائز ہوتی ہے فی الدرالمختار، والمتابعۃ لیست فرضا بل تکون واجبۃ فی الفرائض والواجبات الفعلیۃ وتکون سنۃ فی السنن وکذا فی غیرھا عند معارضۃ سنۃ وتکون خلاف اولٰی اذا عارضھا واجب اخر اوکانت فی ترك لا یلزم من فعلہ مخالفۃ الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحریمۃ ونظائرہ وتکون غیر جائزۃ اذا کانت فی فعل بدعۃ او منسوخ اومالا تعلق لہ بالصلاۃ اصلا[۱] الخ

پھر اگر اس مستحب متروک الامام کے فعل سے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے۔ تو اس کا فعل ہی اولٰی اور انسب ہوگا۔ اور وہ مستحب درجہ استحباب سے بھی نہ گرے گا۔ چہ جائیکہ بسبب ترک متابعت، حرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہوجائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے۔ تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوار قبلہ کو دیکھتے رہیں، کیا اگر امام بحالت قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو بحکم متابعت تارک واجب وآثم وگنہگار ہوں گے۔ لایقول بہ عاقل فضلا عن فاضل اسی قبیل سے ہے عمامہ باندھنا مسواک وغیرہ کرنا وغیر ذالك من الادب والحسنات التی لا یستلزم فعلھا مخالفۃ الامام فی واجب فعلی اور یہیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شناعت، اور یہ قاعدہ مسلمہ تعارض واجب وفرض ومستحب ما نحن فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کی صریح ناقص، نظم زندویسی کی وہ روایت ہے، جیسے علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے شرح منیہ میں نقل فرمایا حیث قال تسعۃ اشیاء اذا لم یفعلھا الامام لایترکھا القوم رفع الیدین فی التحریمۃ والثناء ما دام الامام فی الفاتحۃ وتکبیر الرکوع والسجود والتسبیح فیھما والتسمیع وقرأۃ التشھد والسلام وتکبیرات التشریق اھ (ملخصا) کہ اگر ہر فعل و ترک میں متابعت امام فرض ہوتو جس طرح مستحب مزاحم فرض نہیں ہوسکتا۔ سنن بھی بلکہ واجبات بھی صلاحیت مزاحمت نہیں رکھتے تو ان نو چیزوں میں ائمہ کا یہ حکم کہ اگر امام نہ کرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کیونکر صحیح ہوتا، قلت والاستقراء یمنع الحصر والعد ولا ینفی الزائد ولعبارۃ اخری متابعت امام صرف افعال نماز میں منحصر ہے یا جو بات نماز سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے۔ برتقدیر ثانی اگر امام کھجلائے تو مقتدیوں میں بھی خارش مچ جائے، یا اگر امام احیانًا ٹھنڈی سانسیں لے تو مقتدیوں کو بھی دھونکنی لگ جائے۔ اور برتقدیر اول کیا ترک مستحب بھی افعال نماز میں معدود ہے جس میں متابعت حتمًا مقصود ہے۔ **ثم اقول** بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصت تدقیق دی جائے۔ تو اس لزوم متابعت کی سلب کلیت درکنار کلیت سلب واضح اور آشکار لما ذکرنا من انہ لا متابعۃ فی مالا تعلق لہ بالصلوۃ وترك المستحب لذالك وما یتراأی من النقض بما اذا استلزم فعلہ مخالفۃ الامام فی واجب فعلی فانہ یجب متابعۃ الامام فی ترکہ کما صرح بہ العلماء فلیس بنقض فی الحقیقہ لانھا انما ھی فی فعل ذالك الواجب ولزم من اتیانہ ترك ھذا المستحب فالامام ترکہ قصدًا او سہوًا والمقتدی لا یترکہ لمحض ان الامام ترکہ بل لانہ لو فعلہ فاتہ ما ھو اھم والزم فصح قولنا لا یلزم المتابعۃ فی ترك المستحب مطلقا ای من حیث ھو ھو فافھم فانہ احری بہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا۔ بینوا توجروا

الجواب

ان دیار میں وہابی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمٰعیل دہلوی کے پیرو اور اُس کی کتاب تقویۃ الایمان کے معتقد ہیں یہ لوگ مثل شیعہ خارجی معتزلہ

وغیرہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حدکفر تک نہ ہو یہ اُس وقت تک تھا اب کبرائے وہابیہ نے کھلے کھلے ضروریات دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اُس میں اُن کے موافق یا کم از کم اُن کے حامی یا اُنھیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد نسأل اللّٰه العفو والعافیة نماز اُس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتدا اُس کی اصلا صحیح نہیں شرح عقائد نسفی میں ہے ما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلاۃ خلف المبتدع فمحمول علی الکراهة اذ لا کلام فی کراهة الصلاۃ خلف الفاسق والمبتدع هذا اذا لم یؤد الفسق والبدعة الی حد الکفر اما اذا ادی الیه فلا کلام فی عدم جواز الصلاۃ خلفه اور اسی طرح بحرالرائق میں محیط اور خلاصہ اور مجتبٰی سے منقول ہے حیث قال وقیدہ فی المحیط والخلاصة والمجتبٰی وغیرها بان لا تکون بدعة تکفرہ فان کانت مکفرۃ فالصلاۃ خلفه لا تجوز اور جب امام مسجد وہابی المذہب ہو اور اُسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ ہو تو اُس مسجد کو چھوڑ کر چلا جائے اور دوسری مسجد میں جس کا امام ایسے خبائث سے پاک ہو نماز پڑھے بحرالرائق میں ہے وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعه یصلی الجمعة خلفه وفی غیرها ینتقل الی مسجد اٰخر وعلل له فی المعراج بان فی غیر الجمعة یجد اماما غیرہ فقال فی فتح القدیر یکرہ الاقتداء به فی الجمعة اذا تعددت اقامتها فی المصر علی قول محمد هو المفتی به **قلت** فاذا کان هذا حکم الفاسقین فی الاعمال فما ظنك بالفاسقین فی العقائد واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی غلام مصطفٰی صاحب پنجابی ۸ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروب شمس کے پاس مسجد کے موجود ہوا اور وہ جنازہ اہل سنت وجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میت کے من کل الوجوہ جاہل تھے حتی کہ نماز سے اور امام اُس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید سے پڑھاتا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم وتعلم رکھتا ہے اور خالص سنت وجماعت ہے اور خالص حنفی ہے اور اُس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اُس کے متصور نہیں ہوسکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ ہیں اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اُس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ اعلم بالصواب مگر دعوٰی ہے اور تعلیم وتعلم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اور اُس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں برابر ہیں اور بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیہ بنانے کو بھی اچھا کہتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں کو وارثوں میت نے بلایا تھا اور دونوں کو حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سوا امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام بننے کا اولٰی امامت جنازہ کے کیں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اُس وقت میں نہیں ہیں اور یہی بات شرح وقایہ اور ہدایہ اور سب کتاب میں موجود ہے عبارت مسئلہ مذکورہ کی یہ ہے والاحق بالامامة السلطان ثم القاضی ثم

امام الحی ثم الولی کما فی العصبات اھ وہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام الحی نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اُس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام الحی نے اس کے پیچھے نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نماز جنازہ کا امام الحی مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو اور نماز کا ترک کرنا امام الحی کا ایسے شخص کے پیچھے مناسب تھا یا نہ اور سب نماز میں یعنی نماز پانچ وقتی اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی وقاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں اور اولیائے میت حسب تصریح سائل محض جاہل تھے تو صورت مستفسرہ میں امام مسجد کو سب پر تقدیم اور اسی کو امام کرنا مستحب وبہتر تھا تنویر الابصار ورد المحتار یقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان (ثم نائبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی ومثلہ فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام الحی اھ ملتقطا وفی الدر تقدیم الولاۃ واجب وتقدیم امام الحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والا فالولی اولی الخ شخص دیگر کا ترک جماعت تو صرف گناہ تھا کہ بعد تعود گناہ کبیرہ موجب فسق ہوا اور تعزیہ رائجہ بنانے کو اچھا جاننا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المومنین سیدنا مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل بتانا رفض وبدمذہبی یہی وجوہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت مکروہ ہونے کو کافی تھے خلاصہ وفتح القدیر وہندیہ وغیرہا میں ہے ان فضل علیا علیہما فمبتدع ارکان اربعہ میں ہے اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیہما اصلا کالزیدیۃ فتجوز خلفہم الصلاۃ لکن تکرہ کراھۃ شدیدۃ۔ مگر بیان سائل اگر سچا ہے تو حضرات آل عبا رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسر وہمرتبہ بتانا تو خود کفر صریح اور دوسرے کفر صریح یعنی آل عبا کو انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم پر تفضیل کو مستلزم اس تقدیر پر تو امامت کیسی وہ شخص اصلاً وقطعاً کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود لیاقت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقۃً اُن سے صدور عبادت معقول نہیں اس صورت میں اُس کے پیچھے ترک نماز نہ صرف مناسب بلکہ فرض قطعی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسائل نماز سے جاہل اور مخارج وصفات وقواعد قرات سے محض ناواقف اور اس پر غیر عامل ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی سُنّی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویج مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور ان کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی وبیباکی اور عوام کو مغالطہ دہی گو ارتکاب حرام ہو بے تکلف کرتا ہے اور اس مذہب کے علماء وعمائد کی مدح وستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور اُن کے مذہبی مشوروں میں شریک ہوتا ہے اُس مذہب والے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حد کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول ومسلم اور اس کی ترویج میں بجان ودل ساعی اور اس مذہب کے اہل علم کے پاس مسافت دور ودراز قطع کرکے جاتا ہے اور اگر کوئی سُنّی عالم مسجد میں وعظ کہے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علمائے اہلسنت کی اہانت اور ان پر افترا وبہتان اور خلق کو اُن کی عقیدت سے باز رکھنا اُس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صدہا وہزارہا اہلسنت واقف ہوگئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سُنّیوں میں

ملا کر عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلائے اس درجہ تقیہ کرتا ہے کہ سُنیوں کے مجامع ومجالس میں بظاہر شریک رہتا ہے اور سنیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبرا اور اُن کے علما وعمائد کو خاص مسجد میں فحش گالیاں برملا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر تو فی الواقع اس مذہب میں نہیں تو ان کے مسائل تجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کے عوام کے سامنے کیوں تعریف اور ان کی طرف راغب اور متوجہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو قال اللہ وقال الرسول سے غرض ہے نہ اُن کے مسائل سے گویا اُس کے نزدیک سُنی علما جو مسجد میں وعظ کہتے ہیں وعظ اُن کا قال اللہ وقال الرسول کے خلاف ہے جو اُسے نہیں سنتا اور جب اُن کے مجامع میں شریک ہونے اور اس مذہب کی تائید وتقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا ہے مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار توبہ کی اور ہر بار اُنھیں افعال کا مرتکب رہا تیسری بار توبہ کے بعد ایک سُنی واعظ کو کہ بعد نمازِ جمعہ کے وعظ کے لیے منبر پر بیٹھ لیے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث عوام کو مغالطہ دہی اور انھیں دام فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اُس میں وہ عیاری وچالاکی کی ہے جس کی حقیقت عوام اور ناواقفوں کی سمجھ میں نہیں آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنت پہلے سے اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہذا واعظ سُنی کو اُٹھا کر اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کے اسی کی مثنوی پڑھانا باعث برہمی اہلسنت کا ہوا اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے اُن پر حال اس کا منکشف ہوگیا اور نماز اُس کے پیچھے چھوڑ دی اور جو واقف ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا روز بروز جماعت میں کمی اور مسجد کی ویرانی اور خرابی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اُس کی چالاکیوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کے پیچھے نماز پڑھتے آتے ہیں اور بعض اشخاص جنھیں نماز سے کام نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے مسلمانوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کرکے اُس کی حمایت بیجا اور امامت قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اس شخص کو سُنی کہا جائے گا یا دوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں نہیں اور باوجود ان سب امور اسکے اُس کی توبہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کرکے کسی شخص سُنی صحیح العقیدہ واقف مسائل وقواعد قرأت کو جس کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی ویرانی نہ ہو اس کی جگہ مقرر کرنا اور اُس کی حمایت کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضرور ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اُس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد وخرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوا کریں جن سے نماز فاسد ہوجائے گی یا اُس میں نقصان آئے گا اور وہ بسبب جہالت کے اُن پر مطلع نہ ہوگا نہ ان کی اصلاح کر سکے گا اسی طرح جو شخص مخارج وصفات حروف وقواعد تجوید سے آگاہ نہ ہو عجب نہیں کہ اُس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیر واقع ہوجائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر موجب فساد نماز کا ہو کیا بلاضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کہ عماد اسلام وافضل اعمال ہے بے احتیاطی اور امر شرع میں مداہنت وسہل انگاری نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکم ان یقبل اللہ صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم رواہ الحاکم فی المستدرک اگر تمھیں خوش آئے کہ خدا تمھاری نماز کو قبول کرے تو چاہیے کہ تمھارے بہتر تمھاری امامت کریں کہ وہ تمھارے سفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان۔ زید کے اکثر افعال مذکورہ فی السوال فسق وگناہ کبیرہ ہیں اور خدا ورسول کی نافرمانی و

ناراضی کے باعث خلق خدا کو گمراہ کرنا راہِ حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اہانت وتحقیر اُن پر افترا و بہتان خدا ورسول جن کی تعظیم کا حکم دیں خلق خدا کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں خود کبیرہ ہیں موجب فسق مسقط شہادت خصوصاً جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دُنیا کا مباح کلام بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کما ورد فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وعظ علما سے ناخوش ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو رُوکے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ اُن میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کوشش کرے اُن کے ویران ہونے میں اسی طرح وعظ علما کو مکروہ سمجھ کے نہ سُننا اور وہاں سے چلا جانا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ فاعرض عنھا ونسی ماقدمت یداہ انا جعلنا علی قلوبھم اکنۃ ان یفقھوہ وفی اذانھم وقرا اور کون زیادہ ستمگار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں سے تو اُن سے مونھ پھیر لیا اور بھول گیا جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے بیشک ہم نے کردیے ہیں ان کے دلوں پر پڑے اُس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ٹینٹ مسلمانوں کے ساتھ عیاری وچالاکی اور انھیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کرکے جن کے سبب لوگوں کی نماز اُن کے پیچھے خراب ہو اُن کی تسکین کے لیے بظاہر توبہ کرنا اور انھیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے کہ اللہ کے نزدیک قتل ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذاب جہنم کا موجب قال اللہ تعالی والفتنۃ اکبر من القتل وقال تعالی ان الذین فتنوا المؤمنین والمؤمنات ثم لم یتوبوا فلھم عذاب جھنم ولھم عذاب الحریق حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرش خدا کانپ جاتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ اس کی طرف سے مونھ پھیر لیتا ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالک وابن عدی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنھما جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو رؤسائے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہوگی بدل اہل بدعت سے محبت وعقیدت دور دور سے ان کے پاس جانا اُن کی ترویج مذہب میں ساعی رہنا اور سنّیوں کی تحقیر کو انھیں گالیاں دینا اُس مذہب پر تبرا کہنا ذوالوجہین ہونا ہے جس پر وعید شدید وارد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ذوالوجہین کو قیامت میں دو زبانیں آگ کی دی جائیں گی۔ قرآن مجید اس حرکت شنیعہ کی مذمت سے مشحون ہے قال اللہ عزوجل یخدعون اللہ والذین اٰمنوا ومایخدعون الا انفسھم وما یشعرون یعنی دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں تمہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں خبر نہیں اور فرماتا ہے اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلوا الی شیٰطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون جب مسلمانوں سے ملیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ٹھٹھا کرتے ہیں الغرض زید کے فاسق ہونے میں کوئی شُبہہ نہیں اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علما حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد میں چلا جائے اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ میں اُس کی اقتدا روا رکھتے ہیں اگر کسی طرح اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے امام علامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں جبکہ قول مفتی بہ یہ ٹھہرا کہ جمعہ بھی چند مسجدوں میں ہوجاتا ہے تو نماز جمعہ میں بھی اُس کی اقتدا مکروہ ہے کہ دوسری مسجد میں چلا جانا میسر ہے فی بحرالرائق

وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اٰخر وعلل لہ فی المعراج بان فی غیر الجمعۃ یجد اماما غیرہ فقال فی فتح القدیر وعلی ھذا فیکرہ الاقتداء بہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد وھو المفتی بہ لانہ سبیل من التحول ۔ معہذا تکثیر جماعت شرع کو مطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال لوگوں کی قلت رغبت وکمی جماعت کا تھا اُن کی اقتدا مکروہ ٹھہری مثل اعرابی وغلام وولد الزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کی وجہ سے تنفر تام رکھیں اور جو اس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑتا جائے اُس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی فی البحر الرائق واما الکراھۃ فمبینۃ علی قلۃ رغبۃ الناس فی الاقتداء بھؤلاء فیؤدی الی تقلیل الجماعۃ المطلوب تکثیرھا تکثیرا للاجر علاوہ بریں افعال مذکورہ زید مجرد فسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکلب اور مذہب حق کا دشمن اور خلق خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تو اب کراہت بہ نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگئی کہ فسق فی الاعمال وفسق فی العقائد میں زمین وآسمان کا فرق ہے کبیری شرح منیہ میں ہے ویکرہ تقدیم المبتدع لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئا بخلاف مایعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ یہاں تک تو مجرد کراہت تھی اب جبکہ اُس کے حالات سے معلوم ہوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہل بدعت جو بات کہہ دیں وہ اُسکے نزدیک مسلّم ہوتی ہے حتی کہ اُن کے کفریات کو مسلّم رکھتا ہے اور اُس کی ترویج میں بجان ودل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ بدعت اُس کی حدکفر تک پہنچی ہے اور انتہا اُس کے عقیدہ زائغہ کی نہیں معلوم ہوسکتی بلکہ جب اپنے اُن پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور اُن کے مذہب سے تبرّا کرتا ہے تو ظاہر اُس کے حال سے یہ ہے کہ وہ محض زندیق ملحد بے دین ہے جسے خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دین اسلام ومذہب اہل سنت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعا باطل وحرام ہے فی البحر الرائق قیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبی وغیرھا بان لایکون بدعۃ تکفرہ فان کانت مکفرۃ فالصلاۃ خلفہ لاتجوز کبیری میں ہے وانما یجوز الاقتداء مع الکراھۃ ان لم یکن مایعتقدہ مؤدیا الی الکفر اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلا تجوز اصلا اور بعد امتحان وتجربہ کے ظاہر کہ فریب مسلمانان کے لیے توبہ کرتا ہے اور ان عقائد ومکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصاً امرِ نماز میں کہ تمام اعمال سے افضل واتم ہے۔ جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں اُن سے پوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا تمھیں یقین ہوگیا ہو اور وہ بار بار توبہ کرکے پھر چوریاں کرتا ہو آیا اُس کی توبہ پر مطمئن ہوکر پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کردو گے افسوس مالِ دنیوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر وذلیل ہے تمھاری نگاہ میں ایسا عزیز ٹھہرا کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہم بھی ہو اُس سے پرہیز کرو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں یہ مداہنت اگر بالفرض اس کی توبہ سچی اور صدق باطن سے ہوتا ہم جب حال اس کا مشتبہ ہوچکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے فرض وواجب کیا۔ کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان معائب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلا اشتباہ درست ہو۔ اور جو لوگ ایسے شخص کی حمایت کرتے ہیں نماز کے دشمن۔ اور مسجد کی ویرانی اور اہل اسلام کے عمدہ شعار یعنی نماز کی بربادی چاہنے والے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از رنگون مرسلہ سید انتظام علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان دو مسئلوں مندرجۂ ذیل میں (۱) ایک شخص کا دہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے نیت باندھتے وقت ہاتھ بناگوش تک نہیں پہنچتا کہ اُس کو مس کرے اس سبب سے بعض لوگ اُس کے پیچھے اقتدا کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق خیال ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔

الجواب

خیال مذکور غلط ہے اُس کے پیچھے جواز نماز میں کلام نہیں ہاں غایت یہ ہے کہ اُس کا غیر اولٰی ہے وہ بھی اُس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز وطہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق واولٰی ہے فی ردالمحتار تحت قولہ تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وابرص الخ وکذلک اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیہ وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ اھ وفی الدر یکرہ امامۃ الاعمی الا ان یکون اعلم القوم فہو اولی اھ ملخصا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلتی ہے بلکہ بازار میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے بس اس شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر باہر نکلنے میں اُس کے کپڑے خلاف شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چمکے یا اوچھے کہ ستر عورت نہ کریں جیسے اونچی کرتی پیٹ کھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکا یا کچھ حصہ بالوں کا کھلا یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمال فتنہ ہو یا اُس کی چال ڈھال بول چال میں آثار بدوضعی پائے جائیں اور شوہر ان باتوں پر مطلع ہوکر باوصف قدرت بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ فان الدیوث من لایغار علی امرأتہ اومحرمہ کما فی الدرالمختار وھو فاسق واجب التعزیر فی الدر لو اقر علی نفسہ بالدیاثۃ اوعرف بھا لایقتل مالم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ الخ والفاسق تکرہ الصلاۃ خلفہ اور اگران شناعتوں سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں فان المرأۃ نفسہا لاتفسق بمجرد کونہا برزۃ تخالط الرجال حتی انما تصلح مزکیۃ معدلۃ للشھود فلا شنعتہ بذلک علی زوجہا فی الھندیۃ یقبل تعدیل المرأۃ لزوجہا وغیرہ اذا کانت امرأۃ برزۃ تخالط الناس وتعاملھم کذا فی محیط السرخسی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۔ از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مدظلہم الاقدس ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) توتلے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۲) ہکلے کے پیچھے نماز کیسی ہے (۳) ایک شخص تھوڑی سی افیون بغرض دوا کھاتا ہے اور اس کے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتلے کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہے خیریہ میں ہے امامۃ الالثغ للفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح
(۲) اگر ہکلا نماز میں نہ ہکلائے جیسے بعض لوگوں کا ہکلانا وقت غضب سے مخصوص ہوتا ہے صرف غصہ میں ہکلانے لگتے ہیں ویسے صاف

بولتے ہیں یا بعض کا ہکلانا بے پرواہی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ و احتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہو ایسے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز و تلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام ہی نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جو ہر جگہ ہکلائے اُس کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا چ یا پ کہ جہاں رُکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھبرا کر ایں ایں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے تو فساد نماز بدیہی ہے دوسرے وہ کہ جس کلمہ پر رُکتے ہیں اُسی کے اوّل حرف کی تکرار کرتے ہیں اس صورت میں اگرچہ حرف خارج نہیں بڑھتا بلکہ اُسی کلمہ کا ایک جزو مکرر ادا ہوتا ہے مگر از انجا کہ حرف بوجہ تکرار لغو و مہمل و خارج عن القرآن رہ گیا ان کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے درمختار میں توتلے کے پیچھے فساد نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف او لایقدر علی اخراج الفاء الا بتکرار نورالایضاح و مراقی الفلاح میں ہے لایصح اقتداء من بہ الفاء فاءۃ بتکرار الفاء والتمتمۃ بتکرار التاء فلا یتکلم الا بہ اھ ملخصا تیسرے وہ کہ ہکلاتے وقت نہ کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ صرف رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے ہیں تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے ہندیہ میں ہے الذی لایقدر علی اخراج الحروف الا بالجھد ولم یکن لہ تمتمۃ او فأفأۃ فاذا اخرج الحروف اخرجھا علی الصحۃ لایکرہ ان یکون اماما ھکذا فی المحیط رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اُن کا رُکنا اتنی دیر نہ ہوتا ہو جس میں ایک رُکن ادا کرلیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو۔ اس قدر سکوت موجب سجدۂ سہو ہے اور بلا عذر کراہت تحریم کما یظھر من التنویر والدر والغنیۃ وردالمحتار اور اگر ان کا رُکنا بعذر ہے جس طرح جماہی یا چھینک یا کھانسی وغیرہا اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رُکن ہوجاتا ہے تو ظاہراً یہاں وہ حکم نہیں ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولٰی ہے جبکہ بسبب حاضرین سے اعلم باحکام طہارت نماز نہ ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۳) نشہ جو ہمارے محاورہ میں سکر و تفتیر دونوں کو عام ہے اور بنص حدیث دونوں حرام اُس کے یہی معنی نہیں کہ زمین و آسمان یا مرد و عورت میں امتیاز نہ رہے یہ تو اُس کی انتہا ہے اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر اس افیون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتور یا حواس میں اختلال پیدا ہوتا ہو تو کسی وقت پینک آتی ہو بیٹھے بیٹھے اونگھ جاتا ہو یا کسی وقت گردن ڈھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں اُن میں لال ڈورے پڑتے ہوں جسے یہ لوگ اپنی اصطلاح میں کیف و سرور کہتے ہیں تو یہ سب صورتیں حرام ہیں اور ان کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہ بلکہ اگر صرف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن کھائے جمائیاں آئیں اعضا شکنی ہو دوران سر ہو تاہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خمار پیدا ہونا صاف بتا رہا ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں نفس اس کا خوگر ہوگیا ہے اور بلا غرض مرض اپنی طلب و شوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقۃً یہ حالت اُسی کو پیدا ہوگی جس دماغ میں افیون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خمار نہیں لاتا ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالت مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اس کے کھانے سے سُرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے خمار تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ردالمحتار میں ہے البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منہ حرام مطلقا واما قلیل فان کان للھو حرم و

ان للتداوی فلا انتھی ملتقطا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - ۲۴ صفر المظفر ۱۳۱۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین اپنی بنام مسجد وقف کی ایک زمانے تک مہتمم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوائے بعض ہنود زید نے ایک کچہری میں کرایہ دار پر خود کرایہ پانے کا دعوی کیا مہتمم مسجد جس کے تعلق اس زمین کا اہتمام تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اُس کے پاس تھے اس کچہری میں موافق مسجد رہا کہ دعوی خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچہری میں دعوی مالکیت کیا اب وہ مہتمم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدم پیروی کی وجہ مقدمہ خلاف مسجد تجویز ہوا مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچہری میں کاغذات سے مہتمم نے صاف انکار کردیا کہ زمین قبضہ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں مہتمم مذکور مسجد کا مہتمم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں اُسے امام مقرر کرنا کیسا ہے اور اب کہ مسلمان اس کی اس حرکت کے باعث ناراض ہیں اُسے امام بنانا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ مہتمم خائن مجرم فاسق ہے اُسے مہتمم رکھنا حرام امام بنانا گناہ اُسے امام بننا ناجائز اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی درمختار میں ینزع وجوبا بزازیہ لو لواقف درر فغیرہ اولی غیر مامون غنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی من ام قوما وھم لہ کارھون ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اُس کی امامت سے راضی نہ ہوں یعنی جبکہ یہ ناراضی اُس میں کسی نقص شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از مونڈیا ضلع بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۱۴ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کراتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

رشوت لینا حرام ہے اور رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے اور اگر عورت بے ستر نکلتی ہے جیسے بلاد ہندیہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع وقدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس سے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ مولنا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

میں بعد فرض ظہر ومغرب وعشا کے سلام پھیرتے ہی یمین یا یسار کی جانب رخ کرکے اللھم انت السلام ومنک السلام پڑھ کر سنتیں پڑھا کرتا ہوں مولوی حبیب الرحمن سہارنپوری نے مجھ سے کہا کہ فقہا بعد ان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان فرضوں کے بعد اُسی ہیأت پر رہے اور فوراً تطوع میں مصروف رہے اُس پر خلیل الرحمن نے یہ کہا کہ تعامل حرمین میں بھی یہی ہے میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں ممانعت نہ ملی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقدار اللھم انت السلام سے زیادہ توقف

ذکر ہے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہو افادہ فرمائیے تاکہ میں اُس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبند فرمائیے۔

الجواب

الحمد للہ وحدہ السنۃ المتوارثۃ للامام من لدن امام الانام سید الرسل الکرام علیہ وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام ھو الانصراف من القبلۃ من ارادمکثا ما بعد السلام کل الصلوت فی ذلک متساویۃ الاقدام وصرح بذلک وبکراھۃ بقائہ مستقبل القبلۃ بعد التمام غیر واحد من العلماء العظام فالحق محکم وما زعم مخالفکم فقد افتری فیہ علی الفقہاء الفخام قال المولی المحقق محمد بن محمد بن محمد الشھیر بابن امیر الحاج فی الحلیۃ شرح المنیۃ ناقلا عن الذخیرۃ اذا کان فرغ الامام من صلاتہ اجمعوا علی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ سائر الصلوات فی ذلک علی السواء قال وقد صرح غیر واحد بانہ یکرہ لہ ذلک اھ وقد اخرج الامام ابوداؤد فی سننہ والحاکم فی المستدرک عن ابی رمثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال صلیت ھذہ الصلاۃ او مثل ھذہ الصلاۃ مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال وکان ابوبکر وعمر یقومان فی الصف المقدم عن الامام وکان رجل قد شھد التکبیرۃ الاولٰی من الصلاۃ یشفع فوثب الیہ عمر فاخذ بمنکبیہ فھزہ ثم قال اجلس فانہ لم یھلک اھل الکتاب الا انھم لم یکن بین صلاتھم فصل فرفع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بصرہ فقال اصاب اللہ بک یا ابن الخطاب قلت فھذا النص عن صاحب الشریعۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی انفتالہ عن القبلۃ بعد صلاۃ یتبعھا تطوع فلا وجہ للنھی عنہ وان خص بعض کراھۃ المکث مستقبلا بما لا تطوع بعدہ کما فی الغنیۃ عن الخلاصۃ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آکولہ ملک برار مرسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم ولد تاج محمد صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم عارضۂ برص سے سفید ہوگیا ہو اس کی امامت کے لیے کیا حکم ہے اور اس ملک دکن میں اکثر لوگ ماہ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھالیتے ہیں اور اس کو فلاں صاحب کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے فی الدر المختار تکرہ خلف ابرص شاع برصہ سواری مذکور بٹھانا اور اس سے منتیں مانگنا بدعت جہال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہل بدعت وفساق کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے فی ردالمحتار الفاسق کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بدایوں مدرسہ قادریہ ۶ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہر نے اس مسئلہ میں کہ بخشش ولد الحرام المومن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نماز میں امام بنایا جائیگا

یا نہیں اور طریقہ ازروئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پا سکتا ہے یا نہیں اور استخلاف اس کا طریقۃً جائز ہے یا نہیں یعنی شیخ اپنے کا درصورت حصول قابلیت جانشین ہو سکتا ہے یا نہیں اور شیخ کو سند خلافت اُس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عنداللہ وہی قابل مغفرت ہے اور اُس کا انجام یقیناً جنت کما نطقت بہ النصوص اجمعت علیہ علماء السنۃ والجماعۃ ولدالزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولٰی ہے جبکہ وہ سب حاضرین میں مسائل طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو فی الدرالمختار کرہ امامۃ عبد واعرابی وولد الزنا الی قولہ الا ان یکون اعلم القوم پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ دوسرا قابل امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائق امامت ہے تو اُسے امام بنانا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہل حق کے نزدیک وہبی ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء ولدالزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے وقد سئل سید الطائفۃ جنید البغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل یزنی العارف فاطرق ملیا ثم قال وکان امراللہ قدرا مقدورا اس کا استخلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظر شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلائق اُس سے نفور ہوں اور سمجھے کہ کار دعوت الی اللہ اور ہدایت خلق اللہ بسبب تنفر ناس منتظم نہ ہوگا تو احتراز فرمائے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو بیبیاں صغرٰی وکبرٰی منکوحہ ہیں زید عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلالحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم وحجاب اپنے ہمسروں اور بھتیجوں کے مباشر اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس کا زانی ہونا ثابت ومتحقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے غنیہ میں ہے لوقدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان الکراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیھا بل ھوالغالب بالنظر الی فسقہ اور اگر وہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہیے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقلیل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے کما کرھوا امامۃ ولد الزنا لاجل ذلک وان لم یکن الاثم منہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از گورکھپور محلہ شاہ معروف، مکان مولوی محمد مسعود العاقبۃ محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

بہرے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لامانع ہاں غیر بہرا کہ مرجحات راجحات امامت میں بہرے سے کم نہ ہو افضل واولٰی ہے کہ نماز میں جس طرح حفظ طہارت بدن وثوب ومصلی وتصحیح جہت قبلہ کے لئے حاسہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کو اندھے بلکہ ضعیف البصر پر ترجیح دی گئی

فی الدر یکرہ امامۃ الاعمی ونحوہ الاعشی نہر فی رد المحتار ھو سیئ البصر لیلا ونہارا قاموس فھذا ذکرہ فی النہر بحثا اخذا من تعلیل الاعمی بانہ لا یتوقی النجاسۃ یوں ہی حاسہ سمع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دواماً مگر نادر بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر نہیں اور وقت سہو امام اصلاح مقتدیوں کے بتانے سے ہوتی ہے اور وہ سمع پر موقوف جب اس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوجائے مثلاً قعدہ آخیرہ چھوڑ کر اٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سُنا زائد کا سجدہ کرلیا فرض باطل ہوگئے یا اولی چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہو کر سلام پھیر دیا سجدہ سہو کے لیے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم کر بیٹھا نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فتح مقتدین سُن کر صحیح کا ارادہ کرلیتا تو اصلاح ہوجاتی علی ماذکر فی الحلیۃ من احد قولین وھو الایسر الارفق کما لایخفی اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کرلی الی غیر ذٰلک من وجوہ کثیرۃ تو امامت کے لیے اصلح واولی وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا کل من کان اکمل فھو افضل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ایک شخص کریہ الصوت اور بہرا ہے دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کریہ الصوت نہیں ہے اور بہرا بھی نہیں ہے یعنی حواس خمسہ اس کے صحیح ہیں تو بحالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعاً مرجح لائق امامت کون ہوسکتا ہے۔ بینوا بالبراھین والکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد کہ یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر وبا پھیلی ہے ا۔ع۔ ہ۔ح۔ت۔ط۔ث۔س۔ص۔ذ۔ز۔ظ میں تمیز نہیں کرتے جب تو اس بہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر باوصف قدرت کے سیکھے تو ادا کرسکے مگر نہ سیکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی اور اگر عاجز ہے جیسے تو تلا وغیرہ تو اس کی اپنی ہوجائے گی جبکہ کسی صحیح خواں کے پیچھے اقتدا نہ پا سکے نہ ایسی کوئی آیت ملے جسے وہ صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر ہیں تاہم صحیح مذہب پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں کما حققناہ فی فتاوٰنا درمختار لایصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ او ترک جھدہ اووجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف خیریہ وغیرہا میں ہے الراجح المفتی بہ عدم صحۃ امامۃ الالثغ لغیرہ ممن لیس بہ لثغۃ اور اگر یہ معنی کہ صحیح وہ بھی پڑھتا ہے مگر اس کی قرأت وتجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں کو نفرت پیدا کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے فان من المسائل کراھۃ الامام مفرعۃ علی ھذا الاصل وھو ان من کان فیہ تنفیر الناس وقلۃ رغبتھم فامامتہ مکروھۃ کولد بغی وابرص شاع برصہ وغیرھما ولہذا تبیین میں فرمایا کل من کان اکمل فھو افضل لان المقصود کثرۃ الجماعۃ ورغبۃ الناس فیہ اکثر اور اگر یہ بھی نہیں تاہم بحالت تساوی علم یہ غیر بہرا اُس سے احق واولی ہے اولاً تجوید قرأت میں اُس سے زائد ہے درمختار میں ہے الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلوٰۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ

ثانیاً اُس کا بہرا ہونا بھی اس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے کما بیناہ فی المسئلۃ الاولی **ثالثاً** بہ نسبت اسکے خوش آوازی اور زیادہ مؤید ہے ولہذا وہ بھی مرجحات امامت سے شمار کی گئی نورالایضاح مراقی الفلاح میں ہے ثم الاحسن صوتا للرغبۃ فی سماعہ للخشوع لوگ اگر اسکے ہوتے ہوئے اُس بہرے کو امام کریں گے شرعاً بُرا کریں گے درمختار میں ہے لوقدموا غیرالاولی ساء وابلا اثم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از براہم پور ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو فقط ظہر و عشا کی پھیری جائے گی یا فجر و عصر و مغرب کی بھی اور افیون کھانی کیسی ہے افیونی فاسق و مستحق عذاب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ضرور فاسق و مستحق عذاب ہے صحیح حدیث میں ہے نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن کل مسکر و مفتر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی رواہ الامام احمد و ابو داود عن ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔ اگر افیونی پینک کے زور میں ہو جب تو اُس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے لا تقربوا الصلوۃ وانتم سکری حتی تعلموا ما تقولون اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اُس کے پیچھے نماز ممنوع ہے لان الصلوۃ خلف الفاسق تکرہ کراھۃ تحریم کما حققہ فی الغنیۃ وغیرھا اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضرور ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو فان کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ تحریم تعاد وجوبا کما فی الدر وغیرہ بل وکذا علی قول من قال بالتنزہ فان الاعادۃ اکمال لا تنفل کما لا یخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلکتہ مسجد دھرم تلا مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲ جمادی الاولی ۱۳۱۵ھ

تسلیم بعد تکریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں آپ کے اوصاف حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کے خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتوی پر آپ کے دستخط اور مہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رساہوں کہ عنداللہ وعندالرسول اپنے خاص دستخط اور مہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدمبوسی کی از حد تمنا ہے دعا فرمائیں فتوی یہ ہے: ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ بامامت[۱] کدام شخص اولی است وامامت[۲] حرامزادہ مکروہ تحریمی است یا نہ وامامت[۳] شخص بدپنداشتہ قوم مکروہ تحریمی ست یا چہ واگر کسے[۴] در مسجد از امام حی افضل باشد بامامت کدام اولی است۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ہر کہ عالم تر درسنت نماز بود در امامت آں اولی است پس ازآں اقرأ ثم اورع ثم مسن است کما فی الھدایۃ والعلمگیریۃ وملتقی الابحر وجامع الرموز (۲) امامت حرامزادہ مکروہ تحریمی است لما فی الھدایۃ یکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمی وولد الزنا لانہ لیس لہ اب یثقفہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ وفی العلمگیریۃ ویجوز امامۃ الاعرابی والاعمی والعبد وولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصۃ الا انھا تکرہ وفی شرح الوقایۃ امامۃ بندہ و

اعرابی وفاسق واعمی ومبتدع وولد الزنا جائز بود مکروہ باشد وفی جامع الرموز فان ام عبد او اعرابی او فاسق او اعمی او مبتدع وولد الزنا (ای ولد یحصل من حرام لعینہ) کرہ وفی ملتقی الابحر تکرہ امامۃ العبد والاعرابی والاعمی والفاسق والمبتدع وولد الزنا الخ (۳) اگر بدپنداشتن بباعث امر شرعی باشد امامت شخص بدپنداشتہ قوم مکروہ تحریمی ست لما فی العلمگیریہ وقاضی خان رجل ام قوما وھم لہ کارھون فان کانت الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلک (۴) امامت امام حی اولی بود اگرچہ غیرش در مسجد افضل است لما فی العلمگیریۃ دخل مسجدا من ھو اولی بالامامۃ من امام المسجد فامام المحلۃ اولی وفی المنیۃ لو دخل فی المسجد من ھو اولی بالامامۃ فامام المحلۃ اولی ھکذا حکم الکتاب والیہ المرجع والمآب واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابو نعیم محمد نقی عفی عنہ اسلام آبادی۔ المجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنہ۔ صح من اجاب حررہ الفقیر ابو البرکات غازیپوری۔ ما فیہ حق امام الدین عفی عنہ۔

الجواب

اولی بامامت کسے است کہ مسائل نماز وطہارت داناتر است در تنویر است الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ در درمختار است بشرط اجتنابہ للفواحش الظاھرۃ در ردالمحتار از کافی وغیرہ است الاعلم بالسنۃ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ **جواب سوال دوم** ہمچنیں غلام ودہقانی وکور اگر در حاضرین غیر اینان کسے صالح امامت نیست خود واجب بود تقدیم اینان زیرا کہ اگر نکند جماعت از دست رود وواجب فوت شود وایں ناروا بود واگر دیگرے نیز حاضر است اما اینان در علم مسائل نماز وطہارت بر رجحان وزیادت دارند ہم اینان احق واولی بامامت باشند چہ جائے کراہت بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد کہ کمتر از ایشان ست آرے اگر آں دیگر از ایشاں داناتر یا ہر دو در علم مذکور ہمسر وبرابر اند آں گاہ امامت ایشاں مکروہ باشد واز مکروہے تنزیہی بیش نیست یعنی خلاف اولی است واگر امام نا یند روا باشد وباک ندارد در تنویر الابصار ودرمختار است یکرہ تنزیھا امامۃ عبد واعرابی واعمی الا ان یکون غیر الفاسق واعلم القوم فھو اولی (وولد الزنا) ھذا ان وجد غیرھم فلا کراھۃ بحر بحثا۔ در بحر الرائق از مجتبٰی شرح قدوری ومعراج الدرایہ شرح ہدایہ ست ھذہ الکراھۃ تنزیھیۃ لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی ہمدراں بازد فتاوی السعدیہ وغیرہ است فالاصل انہ یکرہ لھؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بھم کراھۃ تنزیھیۃ ان وجد غیرھم والا فلا کراھۃ در ردالمحتار از اختیار شرح مختار وشرح الملتقی للبہنسی وشرح درر البحار است لو عدمت ای علۃ الکراھۃ بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولد الزنا من ولد الرشدۃ والاعمی من البصیر فالحکم بالضد در جامع الرموز است فان ام عبد او اعرابی او ولد الزنا کرہ ذلک کراھۃ تنزیھۃ وفی الاختیار لو کانوا افضل من ضدھم فالحکم بالضد در خانیہ است تجوز امامۃ الاعرابی والاعمی والعبد وولد الزنا وغیرھم اولی در شرح نقایہ علامہ برجندی است المراد بالکراھۃ التنزیھۃ علی ما صرح بہ فی الزاھدی در حاشیہ درر وغرر للعلامۃ الشرنبلالی است وکرہ امامۃ ولد الزنا اقول الکراھۃ

تنزیھیۃ کما فی البحر درحاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی بر مراقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراھۃ الاقتداء بالعبد وماعطف علیہ تنزیھیۃ ان وجد غیرھم والافلا باوصف ایں تصریحات جلیہ بکراہت تحریم چانہ زدن چنانکہ ازدو ملایان گنگوہی وغازی پوری برخلاف رشد امامت سرزدہ باطل محض است واصلے ندارد وکانھما اغترا باطلاق الکراھۃ فی الھدایۃ وغیرھا جاھلین بما صرح بہ الشراح فی خصوص المسألۃ وغیرھا من ان حمل المطلق علی المنع غیر کلبی بل کثیرا ما یطلقون والمراد خصوص التنزیہ وربما یطلقون والمقصود الاعم اعنی ما یشتمل النوعین الاتری انھم لیسردون مکروھات الصلاۃ سردا ویدخلون الکل تحت قولھم کرہ وفیھا من کلا النوعین ولذا قال فی الدر المختار ھذہ تعم التنزیھیۃ التی مرجعہ خلاف الاولی فالفارق الدلیل فان نھیا ظنی الثبوت ولاصارف فتحریمیۃ والافتنزیھیۃ اھ قال الشامی نقلا عن البحر المکروہ تنزیھا مرجعہ الی ماترکہ اولی وکثیرا ما یطلقونہ کما ذکرہ فی الحلیۃ فحینئذ اذا ذکروا مکروھا فلابد من النظر فی دلیلہ الخ **جواب سوال سوم** کراہت قوم اگر بلاوجہ شرعی ست چنانکہ امامت عالمی صالح را بسبب بعض منازعات دنیویہ خود شاں مکروہ دارند یا امامت عبد واعمی وامثالھارا با نکہ افضل واعلم قوم باشند بدپندارند نگاہ کراہت ایشاں باشد در حق امامت اثرے ندارد واگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع ست یا بحالِ عدم اعلمیت یکے از اربعہ مذکورین اعنی عبد واعرابی وولد الزنا واعمی است یا آنکہ در قوم کسے ست بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم وجودت قرأت وغیرہما احق واولیٰ ازدست دریں حالت ہیچ کس را با وصف مکروہ داشتن قوم بامامت پیش رفتن ممنوع ومکروہ تحریمی ست در متن محقق غزی وشرح مدقق علائی ست ولوام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامت منہ کرہ لہ ذلک تحریما لحدیث ابی داؤد لایقبل اللہ صلاتہ من تقدم قوما وھم لہ کارھون وان ھو احق لاوالکراھۃ علیھم درمراقی الفلاح علامہ شرنبلالی از کتاب التجنیس والمزید للامام صاحب الھدایہ ست۔ لوام قوما وھم لہ کارھون فھو علی ثلثۃ اوجہ ان کانت الکراھۃ لفساد فیہ اوکانوا احق بالامامۃ منہ یکرہ وان کان ھو احق بھا منھم ولافساد فیہ ومع ھذا یکرھونہ لایکرہ لہ التقدم لان الجاھل والفاسق یکرہ العالم والصالح

اقول تحقیق مقام آنست کہ اینجا دو چیز ست یکے فعل آنکس کہ بجودی خود بناگواری قوم پیش رفت وایشاں را مکروہا نہ بر اقتدائے خود داشت دوم نماز وایس او علما کہ درصورت مذکورہ حکم بکراہت تحریم فرمودہ اند بر اطلاق خودش ناظر باول ست یعنی آنکس را ایں چنیں کردن روا نیست اگر میکند گناہگار می شود ونماز خود او خالی از ثواب رود وہذا معنی قولھم کرہ لہ ذلک ویکرہ لہ التقدم والثانی پس تابع آں وجہ شرعی است کہ در آنکس حاصل وایشاں را بروجہ حق برکراہت حامل است کما عددناہ بعضہ آں وجہ اگر درنماز موجب کراہت تحریم ست کالفسق والبدعۃ وغیرہما نماز نیز مکروہ تحریمی باشد ورنہ مجرد تنزیہی کما فی العبد ونظرائہ الاتری انھم یصرحون بکراھۃ امامۃ ھؤلاء تنزیھا ویرسلون ذلک ارسالا ولایقیدونہ بتقدمھم برضی القوم بل یعللونہ بان فیہ تنفیرا لجماعۃ وانما النفرۃ تنشؤ عن کراھتھم ذلک فدل ان الصلاۃ لاتکرہ الاتنزیھا وان کان التقدم مکروھا لہ تحریما لانھم لہ کارھون ولوان التنزیھۃ کان مقیدا برضاھم حتی لوکرھوا کرھت الصلاۃ ایضا تحریما لکانت کراھتھم التی نشأت عن وجہ شرعی ایضا عائدۃ علیھم بالوبال حیث

وقعتهم فی ارتکاب ماثم لم یکن لولم تکن وهو کما تری وانما العود علیهم فی کراهة لاعن مستند صحیح کما علمت بالجملہ موجب کراہت دو گونہ است یکے ذاتی کہ خود در آنکس وجہے باشد کہ شرعا امامت او مطلقاً یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف اولی بود چنانکہ امثلہ اش گزشت دوم خارجی و آں مکروہ پنداشتن قوم است مر تقدم او را باز ذاتی بر دو صنف است یکے لحق الشرع چوں فسق و ابتداع و جہل دوم لحق الغیر چوں حضور صاحب البیت یا امام الحی یا قاضی یا سلطان کہ خلو اینکس از مزیتے کہ دیگرے دارد حامل بر کراہت شد ازیں رو ذاتی است و وجہ او مراعات حق غیر است پس گو یا ایں صنف برزخ است میان ذاتی و خارجی و نسبت میان اینها اعنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم و خصوص من وجہ است جائے ذاتی یافتہ شود نہ خارجی چوں رضائے قوم بتقدم غلامے عامی و جائے بالعکس چوں کراہت قوم تقدم عالمے تقی را بعداوت نفسانی و جاہا ہم آیند و تاثیر ذاتی در نفس نماز است و اثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز و وقوع اثرش بر امام مشروط بوجود اول ست ورنہ خود بر قوم باز گردد بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بر وجہ ثانی نیست اگر قوم بتقدیم فاسق و ولد الزنا جاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود ہمچناں اگر مہماناں برضائے خود شاں یکے از ایشاں را بامامت برگیرند بے رضائے صاحب خانہ کراہت نرود و حکم اول متنوع بتحریم و تنزیہ است و حکم دوم در حق امام دائما تحریم و او مندفع میشود برضائے قوم لارتفاع العلۃ بخلاف اول کہ در صنف اول او رضائے و عدم رضائے کسے را دخلے نیست لکونہ حقا للشرع المطہر آرے در صنف ثانی رضائے صاحب حق نافی کراہت شود گو رضائے دیگراں نباشد لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الا باذنہ وفی ردالمحتار عن التتارخانیۃ اضیاف فی دار یرید ان یتقدم احدهم ینبغی ان یتقدم المالك فان قدم واحدا منهم لعلمه وکبره فهو افضل الخ اغتنم هذا التحریر فانك لاتجده هذا التحبیر غیر هذا التحریر پس اعمی مثلا اعلم قوم نباشد و قوم ہم بتقدیم او راضی نے آنگاہ تقدم مر او را مکروہ تحریمی بود و نماز پس او مکروہ تنزیہی و اگر قوم بتقدم او راضی کراہت اولی مرتفع شود و ثانیہ باقی و اگر اعلم قوم است پس بحال رضائے قوم ہیچ کراہتے نیست و حال کراہت خود بر کار ہمیں است و امام و امامت بری مثلہ فی ذلك نظرائه الثلثة علی ما بحثه فی البحر واختارہ فی الدر وقد ثبت منصوصا فی الاختیار وغیرہ کما مر وان خالفه فی النهر فلیس مع النص لاحد مقال واللہ تعالی اعلم بحقیقۃ الحال **جواب سوال چہارم** اگر امام الحی از وجوہ خلل خالی است ہموں اولی است مگر در حضرت سلطان مسلمین و قاضی شرع و والی اسلام کہ ایناں را بر و تقدیم ست فی الدرالمختار اعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیرہ مطلقا الا ان یکون معه سلطان او قاض فیقدم علیه لعموم ولایتهما وصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب اھ قال العلامة الطحطاوی فی حاشیة المراقی قال فی النهایة هذا فی الزمن الماضی لان الولاۃ کانوا علماء وغالبهم کانوا صلحاء واما فی زماننا فاکثر الولاۃ ظلمة جهلة اھ ورأیتنی کتبت علی هامشه ما نصه **اقول** نعم ولکن الفتنة اکبر من القتل بل ان رضوا بتقدیم غیرهم فلا کلام وان کانوا علماء صلحاء کما اذا اذن صاحب البیت لغیرہ واللہ تعالی اعلم اھ ما کتبت علیه واللہ سبحنه وتعالی اعلم

مسئلہ ۔ مرسلہ حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۴ر شعبان ۱۳۱۵ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حفظ قرآن شریف کیا اور عمر اس کی تقریباً ۱۵ برس کے ہے یعنی ۳ ماہ کم ہیں اور احتلام

نہ ہونا ظاہر کرتا ہے ولا اکثر حکمہ الکل حدبلوغ میں داخل ہوکر امامت تراویح بغرض ختم رجال کی کراسکتا ہے اور بالغین کی درصورت عدم بلوغ امامت تراویح کراسکتا ہے مثلاً زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کو کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس اجیر نے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس حیلہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یانہیں اکثر نابالغین امامت تراویح حسب تجویز مشائخ بلخ کرتے ہیں درصورت عدم جواز کیا ان کا حکم یعنی اُن رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یانہیں درصورت اعادہ ان پر کوئی اساءت ہے یانہیں خصوصاً یہ مقتدی حافظ ہوکر جماعت نابالغ کرے بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اس پر کیا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وہ احتلام ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں قول اُس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں ولا اکثر حکمہ الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہوجائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہوسکتا فی الدر المختار فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی نابالغوں کی امامت تو تراویح درکنار فرائض میں بھی کرسکتا ہے فی رد المحتار غیر البالغ ان کان ذکرا تصح امامتہ لمثلہ من ذکر او انثی وخنثی مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کرسکتا حتی کہ تراویح ونافلہ میں بھی فی رد المحتار لایصح اقتداء الرجل بصبی مطلقا ولو فی نفل علی الاصح ہدایہ میں ہے المختار انہ لایجوز فی الصلوات کلھا اُس حافظ بالغ پر اس حیلہ میں بربنائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لاشتغالہ بما لایصح درمختار میں ہے صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لایصح مذہب اصح میں اُن بالغین پر اعادہ میں اساءت کیا ہوتی بلکہ ترک اعادہ میں اساءت ہے استاذ وغیر استاذ سب اس حکم میں برابر ہیں ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوا نابالغ کے نہ ملتا ہو تو باتباع مشائخ بلخ سنت ختم حاصل کریں فان الاداء علی قول خیر من الترک مطلقا درمختار میں ہے الاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا پھر مناسب یہ ہے کہ بلحاظ مذہب اصح اعادۂ تراویح کرلیں لیحصل الاحتیاط بالمقدور المیسور، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز علیحدہ رہی اب اُس نے زید کو چھوڑ کر بکر سے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جاکر دوچار روز رہی اُس سے طلاقنامہ لکھوالائی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں اُن کو طلاقنامہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سُنایا اور سب نے مع مادر ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہوسکتا پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہوجائے گا چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جاکر نکاح پڑھ دیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلانے سے بھی نہیں آئی نکاح بطمع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دوچار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتوی بھی دیتے رہتے ہیں مسجد کے اندر بوجہ پمپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھڑے لوٹے فرش مسجد پر پڑتی ہیں دوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو بُرا کہتے ہیں اور مارنے کو

اُس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے دو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کہتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں پشم پر مارتا ہوں اور جن لوگوں کی عورتیں باہر کی پھرنے والی ہیں اُن کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں فقط جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

جس شخص کے وہ حالات وعادات واقوال وافعال ہوں وہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ کھُلا گمراہ بددین ہے عدت کے اندر نکاح ناجائز وحرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآن عظیم ناطق قال اللہ تعالی والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ جب اس کے فسق وبیباکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار کہ بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا جاڑے کے دنوں میں خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کرلیتا ہو آخر بے غسل کے نماز پڑھا عدت میں نکاح جائز کردینے سے زیادہ نہیں ہے غنیہ شرح منیہ میں ہے انھم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینا فیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلوۃ خلفہ اصلا عند مالک وھو روایۃ عن احمد اور خود معاملہ نماز میں اُس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پرواہی اُسی بیان سے ظاہر جو سائل نے لکھے کہ ناپاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بُرا کہتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو جس کی یہ حالت ہے اُس کے پیچھے نماز کی اصلا اجازت نہیں ہوسکتی واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از بنارس محلہ کندی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچہری دیوانی جس میں نماز وقتیہ وجمعہ ہوتا ہے عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایمائے حاکم ضلع بغرض انہدام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا منجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاوضہ مکان دیگر از روئے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بعوض اُس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کردی جائے گی حالانکہ مسجد کا کھودنا از روئے فقہ جائز نہیں ہے عالمگیریہ میں ہے لوکان فی المسجد فی محلۃ ضاق علی اھلہ ولا یسعھم ان یزیدوا فیہ فسألھم بعض الجیران ان یجعلوا ذلک المسجد لہ لیدخل ھو فی دارہ ویعطیھم مکانا عوضا ماھو خیر لھم فیسع فیہ اھل المحلۃ قال محمد رحمہ اللہ تعالی لایسعھم ذلک اُس جلسہ میں بعض وہ بھی شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انھوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کیے بلکہ مولوی صاحب موصوف سے لوگوں نے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے نہ دیتا تو کیا بیڑیاں اپنے پیروں میں ڈالتا حالت اکراہ میں تو خدا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکم ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہل اسلام سے امر مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی

مولوی صاحب نے اکراہ کو قَطعَ اَوْ قَتلَ کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ توریہ کو کما حبس کی قید کتب فقہ میں ہے الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہوجانے کا خیال ہے حنفیوں پر اکثر طعنے بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں مولوی صاحب کو امام نماز کا ازروئے شرع و مصلحت بنانا چاہیے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

یہ شخص بنص قطعی قرآن شریف فاسق و فاجر ہے قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو بازرکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا لیے جانے سے اور کوشش کرے اُن کی ویرانی میں عذر اکراہ محض جھوٹا ہے جو کمیٹیاں رائے زنی کے لیے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکام کی طرف سے گلے پر چھری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یوں رائے نہ دی یوں دی تو قتل کردیے جاؤ گے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کردیے جائیں گے بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے ہاں دنیا پرست جیفہ خور خوشامد میں آکر دین و ایمان گنوا کر حکام پر جبر و اکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلہ کاذبہ اکراہ چاہیں مسجد ڈھائیں چاہے خدا و رسول کو گالیاں سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ٥ ایسے لوگ نہ عنداللہ معذور ہوسکتے ہیں نہ عند الحکام مجبور ؎

مباد دل آں فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

خردمند انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فروش نہایت ذلیل و خوار ہوتا ہے کہ جس نے ذرا سی خوشامد کے لیے دین جیسی عزیز چیز کو خیرباد کہی اُس سے جو ہو جائے تھوڑا ہے جس نے ادنٰی طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ سے روگردانی کی اُس سے حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خسر الدنیا والاٰخرۃ ذٰلک ہو الخسران المبین اور مسئلہ اکراہ میں یوں بے قید الفاظ جو خدا و رسول کی جناب میں مونھ بھر کر اس شخص نے کہے وہ بھی اس کے سوئے ادب و قلت دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوف جان کے وقت بھی حکم عزیمت یہی ہے کہ کسی طرح اصلا کلمۂ کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت یہ کہ حتی الامکان توریہ کرکے پہلودار بات سے جان بچائے اگر توریہ پر قادر تھا اور اُسے چھوڑ کر صریح کلمۂ کفر بولا قطعًا یقینًا کافر ہوجائے گا درمختار میں ہے ان اکرہ علی الکفر باللہ تعالٰی او سب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقطع او قتل رخص لہ ان یظہر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان وان خطر ببالہ التوریۃ ولم یور کفر دیانۃ وقضاء نوازل وجلالیہ ویوجر لو صبر لترکہ الاجراء المحرم الخ باختصار، ایسے شدید فاسق کو افضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرأت ہے جب وہ ادنٰی طمع یا خوشامد کے لیے مسجد ڈھانے کے لیے موجود ہے تو ادنٰی تکلیف یا کاہلی کے باعث بے نہائے یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا لگتا ہے ایسے کو امام بنانے والے گنہگار ہوں گے مسلمانوں کو چاہیے ہرگز ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اگر ناواقفی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں غنیہ شرح منیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یا ثمون بناء علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم لعدم اعتنائہ باموردینہ وتساہلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینافیہا بل ہو الغالب بالنظر الی فسقہ امام بنانا درکنار رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایسے کی صحبت سے دور بھاگو اُسے اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں

بھکا نہ دے فتنہ میں نہ ڈال دے صحیح مسلم شریف میں ہے ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت وتوفیق بخشے آمین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ملک ابر برہما چھاؤنی مشکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خاں ۷ صفر ۱۳۱۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیان دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دوکان کرتی ہیں اور باہر نکلتی ہیں سر کھول کر اور بجائے پاجامہ کے تہمد باندھتی ہیں چلنے میں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو۔ اور مردان کے منع نہیں کرتے اور جب اُن کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں نکاح پڑھا لیتے ہیں اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہوئے ہیں جن کی عورتوں کا ذکر ہوچکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے۔

الجواب

ران کھولنا حرام ہے اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے اللہ تعالٰی فرماتا ہے یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا اے ایمان والو بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم سب اپنے متعلقین کے سردار وحاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اُس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا تو یہ مرد کہ اُنھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اُسے امام بنانا گناہ ہے غنیہ میں ہے لوقدموا فاسقا یاثمون بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیّوث ہے فی الدرالمختار دیوث من لایغار علی امرأتہ او محرمہ ہاں اگر یہ منع کرے روکے حسب قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے بے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا قال اللہ تعالٰی لاتزروازرۃ وزر اخری واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کارہائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے۔ مُردہ کا نہلانا اور اُس کی اُجرت لینا سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اُس کی اُجرت لینا مُردے کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا اور سود کھانا خفیہ طور سے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

سود لینا گناہ کبیرہ ہے یوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہوگا یا بعد عادت کے کبیرہ ہوجائے گا ناخواندہ لوگوں سے پڑھوا کر اجرت لیتا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کیے کہ بے پڑھوں کو بُلاتا ہے اور براہ فریب اُن کی قرآن خوانی ظاہر کرکے اُجرت لیتا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوت قرآن کریم پر اُجرت لینا ہی ناجائز ہے کما

حققہ السید المحقق الشامی فی ردالمحتار وشفاء العلیل اور مُردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اُجرت لینے میں دو صورتیں ہیں اگر یہ فعل اسی شخص پر موقوف نہ ہو اور لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کرسکتے ہیں جب تو اُن پر اُجرت لینی جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اُٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا تو اُجرت لینی حرام ہے فی الھندیۃ عن الخلاصۃ رجل استاجر قوما یحملون جنازۃ او یغسلون میتا ان کان فی موضع لا یجد من یغسلہ غیر ھؤلاء ومن یحملہ غیر ھؤلاء فلا اجر لھم وان کان ثم اناس لھم الاجر وحفر الحفار علی ھذا وفی موضع لا اجر لھم لو اخذ واالاجر لا یطیب لھم اور مردے کے کپڑے وغیرہ جو بہ نیت تصدق دیے جاتے ہیں اگر یہ لینے والا محتاج ہے یا غنی ہے اور دینے والے کو اس کا غنی ہونا معلوم ہے یا وہاں بطور رسم امام نماز یا ملائے مسجد کو یہ چیزیں دی جاتی ہیں خواہ وہ محتاج ہو یا نہیں تو لینا جائز ہے اگرچہ غنی کے لیے کراہت سے خالی نہیں اور اگر یہ شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اُس سے لے لیے تو حرام ہے کما لا یخفی وقد نبہ فی الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ علی ادق من ھذا اور ہر گناہ کبیرہ خواہ ابتدأً کبیرہ ہو یا بعد عادت کبیرہ ہوجائے موجب فسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اُسے امام بنانا گناہ ہے کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ ہاں گناہ کبیرہ خفیہ ہو یا علانیہ فاسق کردیتے ہیں۔ برابر ہے مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں بندے اس پر حکم نہیں کرسکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن کما اوضحہ فی الدرالمختار من الشھادۃ فی بیان تقییدھم شرب الخمر بالادمان اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوت شرعی نہ ہو واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کو حق جانتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اس کے ضلالات وکفریات پر آگاہی ہو کر اُسے اہل حق جانتا ہو تو خود اُس کی مثل گمراہ بددین ہے اور اُس کے پیچھے نماز کی اجازت نہیں اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب اطلاع ہو اعادہ واجب ہے کما ھو الحکم فی سائر اعداء الدین من المبتدعین الفسقۃ المردۃ المفسدین اور اگر آگاہ نہیں تو اُسے اُس کے اقوال ضالہ دکھائے جائیں اُس کی گمراہی بتائی جائے رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ بطور نمونہ مطالعہ کرایا جائے اگر اب بعد اطلاع بھی اُسے اہل حق کہے تو وہی حکم ہے اور اگر توفیق پائے حق کی طرف فاخوانکم فی الدین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بغرض پیشہ کے جو شخص تصاویر دیوتائے اہل ہنود کی مثل ٹیسو و راون و رام چندر وسیتا وغیرہ کی بناتا ہے اور فوٹوگرافر اور مغلم اور حرامی اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ سربازار پھرتی ہیں تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھ لی ہو تو اعادہ اُس کا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو خواہ عکسی حرام ہے اور معبودان کفار کی تصویریں بنانا اور سخت تر حرام واشد کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روز قیامت مصوروں پر ہوگا رواہ الائمۃ والشیخان عن عبداللہ بن مسعود عن ام المومنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا۔ یوں ہی مغلم فاسق فاجر مرتکب کبائر ہے حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ملعون من یعمل عمل قوم لوط ملعون ہے جو قوم لوط کا کام کرے رواہ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما جس کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلا یا پیٹ یا سر کے بال یا پنڈلی کا حصہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حد مقدور تک نہ روکتا ہو بندوبست نہ کرتا ہو وہ بھی فاسق و دیوث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیوث اور مردوں کی صورت بننے والی عورت رواہ الحاکم والبیہقی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما درمختار میں ہے دیوث من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ جو اپنی عورت یا اپنے کسی محرم پر غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے اسی طرح اگر عورت جوان اور محل فتنہ ہے اور اس کے باہر پھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کر باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوث ہے اگرچہ پورے ستر کے ساتھ باہر نکلتی ہو ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے کما حققہ فی الغنیۃ وفصلناہ فی فتاو ٰنا اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلاف اولی ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز وطہارت نہ جانتا ہو اگر امام اور نہ ملے تو ضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے اس عذر سے ترک جماعت جائز نہیں فان الواجب لا یترک لاجل خلاف اولی اور دفع کراہت کے لیے اعادہ مستحب کما بینہ فی الدرالمختار واللہ سبحنہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ـ از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور مسّے کثرت سے ہوگئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے ونیز کثرت مسّوں سے اخراج ریح نفضلہ براز کا دھبا بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ جو ہجوم مسّوں کی وجہ سے وقت اجابت کسی جگہ اندر الجھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا دو یا تین پاجامے رکھنا اور ان کا وقتاً فوقتاً دھو کر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہو سکا خاصکر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے درگذر کرتا ہے مگر اس صورت میں وہ کیا کر سکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہوا اور بعد کو اور نمازی آکر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے ان دقتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہیے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے۔ بینوا توجروا

الجواب ـ اگر حالت ایسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بدلے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہوجائے گا یعنی براز ساڑھے چار ماشہ سے

زائد یا دہ زرد پانی روپیہ بھر کی ساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ورنہ بے دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی اور جبکہ وہ حالتِ معذوری میں ہے یعنی کسی وقت کامل نماز کا ایسا گزر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہ ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگرچہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کرسکتا لوگ اگر آکر شامل ہوں جہرنہ کہے تکبیر آواز سے نہ کہے وہ لوگ خود الگ ہوجائیں گے اور اس پر بھی جدا نہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کردے کہ میں معذور ہوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو فی الدر المختار ان سائل علی ثوبہ فوق الدرھم جازلہ ان لایغسلہ ان کان لو غسلہ یتنجس قبل الفراغ منھا الی الصلٰوۃ والا یتنجس قبل فراغہ فلا یجوز ترک غسلہ ھو المختار للفتوی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص قواعد تجوید سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حرف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ ا ت س ہ ز پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروف مدہ ہوجائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں جس طرح بعض جہال نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں کہ بے معنی ہے یا لاالی اللہ تحشرون بلام تاکید کو لاالی اللہ تحشرون بلائے نافیہ کہ تغیر معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح و معتمد محققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کما حققہ ورجحہ المحقق فی الفتح والحلبی فی الغنیۃ وغیرھما فی غیرھما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی تو قواعد داں وغیر قواعد داں کسی کی اس کے پیچھے نہ ہوسکے گی فان صلٰوۃ المأموم مبتنیۃ علی صلٰوۃ الامام اور اگر وہ غلطی یوں ہے کہ حرف بروجہ صحیح ادا نہیں کرسکتا جس طرح آج کل عام دہقانیوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتوی اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل کما افادہ العلامۃ الغزی والعلامۃ الخیر الرملی وغیرھما اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر عجز یوں ہے کہ سیکھنے کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کرکے چھوڑ دی اگر لپٹا رہتا تو اُمید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی ان کے نزدیک بھی خود اس کی اپنی نماز کو بھی باطل کرے گی کما فی الخلاصۃ والفتح وغیرھما عامۃ الکتب غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں وقد فصلنا القول فی تلک المسائل فی عدۃ مواضع من فتاونا اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فسادِ معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تجوید کے امور ضروریہ واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے مدّ متصل بقدر ایک الف وغیرہ فما فصلنا فی فتاوی لنا فی خصوص الترتیل ۔ جب بھی اُسے امام نہ بنایا جائے گا نماز اس کے پیچھے بشدت مکروہ ہوگی لاشتمالھا علی امر مؤثم وکونہ فاسقا بتمادیہ علی ترک واجب متحتم اور اگر ضروریات سب ادا ہو لیتے ہیں صرف محسنات زائدہ مثل اظہار اخفا وروم واشمام وتفخیم وترقیق وغیرہا میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں ہاں قواعد داں کی امامت اولٰی ہے لان الامام کلما کان اکمل کان افضل واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ـ از بنگالہ سلہٹ موضع پیام مرسلہ جناب سورج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدین صاحب ۱۳ شعبان ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید نے دربارۂ جائداد مشترک فیہ بینہما نزاع مقدمہ کچہری گیا عمرو فتحیاب ہوا زید اس گاؤں کا امام ہے اب عمرو نے بوجہ تعصب و مخاصمت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچہری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کے جھوٹ بولا تم لوگ اب اُس کے پیچھے نماز مت پڑھو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اُس کے جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد نہیں پیش کیا گیا ہے دعوی بلادلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا اور نہ کسی نے اُس پر دروغگوئی کا کبھی شک کیا اگر بالفرض اُس کی کذب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہوجائے تو زید قابل امامت رہے گا یا نہیں اُس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں ـ بینوا توجروا ـ

الجواب

نماز اس کے پیچھے ہوجانے میں تو اصلاً شبہ نہیں بحدیث صلوا کل بر وفاجر اور کچہری میں مقدمہ ہارجانے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا کچہریوں میں ہزاروں بار جھوٹے سچے اور سچے جھوٹے ٹھہرتے ہیں انگریزی کچہریاں تو شرع مطہر سے علاقہ رکھتی ہی نہیں بلکہ یہاں کے اسلامی محکمے ہی پوری پابندی شرع سے صراحۃً کنارہ گزیں جہاں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی باآنکہ قاضی شرع جس کے خلاف حکم فرمادے اُسے فقہاء دفع تناقض کے لیے صار مکذبا شرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بنا پر کاذب وفاسق ومرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے کہ حکم حاکم بنظر ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی نحو ما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیئ من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع قطعۃ من النار رواہ الشیخان عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہ یا سہو یا جہل کے باعث اپنے آپ کو حق پر جان کر دعوی یا جوابدہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصد کذب نہ کیا حکم فسق اس پر نہ ہوا ومثل ذلک کثیر فی خصومات الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم بل ہو المتعین فیہم علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وہ بغیر کسی ایسے اظہار کے جو بظاہر خلاف واقع ہے حاصل نہ ہوسکتا ہو تو اپنے احیائے حق کے لیے ایسی بات کا بیان شرعاً جائز ہے اگرچہ سامع اُسے کذب پر محمول کرے درمختار میں ہے الکذب مباح لاحیاء حقہ ودفع الظلم عن نفسہ الخ وتمام تحقیقہ فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن الامام حجۃ الاسلام بالجملہ صورت مذکورہ میں صرف بیان مدعا علیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے دعوی یا تائید دعوی میں کوئی بات خلاف کہی تو اُس سے واقعی کاذب وفاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا ہاں اگر شہادات شرعیہ سے زید کا کذاب فاسق بے حرمت ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچے تو بیشک اُسے امام بنانا ممنوع اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا گروہ ہوگا کما ہو حکم الفاسق واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم ـ

مسئلہ ـ از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۱۰ھ

عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی مصلے پر فرض نماز پڑھنا بایں صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی کیا حکم رکھتا ہے ـ

الجواب

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اُس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہوجائے گی اور اگر برابر ہے کہ نہ بیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہوسکے اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اُس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد اور اگر مرد نے وقت تحریمہ نیت امامت زن کی تھی تو دونوں کی گئی فتاوی امام قاضی خاں میں ہے الامرأۃ اذا صلت مع زوجها فی البیت ان کان قدمها بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلاتهما بالجماعۃ وان کان قدماها خلف قدم الزوج الا انها طویلۃ تقع راس المرأۃ فی السجود قبل راس الزوج جازت صلاتهما لان العبرۃ للقدم ردالمحتار میں ہے الزیلعی قال المعتبر فی محاذاۃ الساق والکعب فی الاصح وبعضهم اعتبر القدم اھ فعلی قول البعض لو تأخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان کان ساقها وکعبها متأخرا عن ساقه وکعبه وعلی الاصح لا تفسد وان کان بعض قدمها محاذیا لبعض قدمه الخ درمختار میں ہے حاذته مشتهاۃ ولا حائل بینهما اقله قدر ذراع فی غلظ اصبع او فرجۃ تسع رجلا فی صلاۃ مطلقۃ مشترکۃ تحریمۃ واداء واتحدت الجهۃ فسدت صلاته لو مکلفا ان نوی الامام وقت شروعه لا بعده امامتها والا بنوها فسدت صلاتها اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سود خوار اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز پڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں جواز وعدم جواز کی کیا دلیل ہے۔

الجواب

سود خوار اور رشوت خوار اور جھوٹی گواہی دینے والا اور قصداً بعض اوقات نماز چھوڑنے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کما فی الغنیۃ عن الحجۃ واقرہ فی ردالمحتار وتفصیله فی رسالتنا النهی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضا کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصہ خواہ یوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ ہو یا ہو تو باریک کہ ستر نہ کرسکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وہ خود دیوث ہے فاسق ہے فان الدیوث کما فی الحدیث وکتب الفقه کالدر وغیرہ من لایغار علی اهله اور اگر ایسا نہیں بلکہ تمام بدن کے پورے ستر عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلاً جیٹھ دیور بہنوئی یا اپنے چچا خالہ ماموں پھوپھی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورات جو خوب موٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لیے باہر آتی جاتی ہے یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اُسے اپنی حد قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی تو ان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہوسکتی۔ قال اللہ تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخرٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں (۲) کونسی صورت میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز۔

الجواب

(۱) بہت لوگ ہیں از انجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وہ وہابی جن کی بدعت حد کفر تک پہنچی ہے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز جو قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے فساد معنی ہو جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ معذوری کے وجہ مثلاً جیسے معاذ اللہ سلس البول یا ہر وقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارت صحیح کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کر لیا یا فصد لگوا کر وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی ان کے سوا اور بکثرت صورتیں ہیں کہ کتب مذہب میں اس کی تفصیل ہے (۲) نابینا کے کپڑے پر اگر نجاست بقدر منع نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اسکے پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے جبکہ سب حاضرین سے علم زیادہ نہ رکھتا ہے ورنہ وہی امام کیا جائیگا واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ - از گورا بازار ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گورا بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے میں شریک ہوئے اور اقرار بھی کیا اور ماسوا اسکے اور کچھ بھی اس سبب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب امام اول ایک مولوی کو بلا کر لایا اور کچھ دے کر اور یہ بھی سنا گیا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس میں کچھ حق بھی بیان کیا اور کچھ طرفداری بھی کی آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا اور مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے یتیموں کی حق تلفی جو کی وہ بھی معاف ہوئی یا نہیں یا امام اول کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا اور دلوانا پڑے گا یا نہیں اور ایک آدمی خوش الحانی کو ضروریات سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے از روئے شرع شریف کے یا نہیں اور ایک شخص پابندی نماز کی نہیں کرتا ہے فارسی میں دخل بہت ہے وہ امام اول کو چاہتے ہیں کہ یہ رہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے اور امام دوسرے کی حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث وتفسیر وفقہ واصول عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی آیا اس کا ثبوت شرع شریف میں ہے کہ نہیں اور امام اول کی اقتدا ابھی تک بعض لوگ مکروہ جانتے ہیں۔ بینوا توجروا مع حوالہ کتاب۔

الجواب - پرایا مال بے اذن شرعی خفیہ لینا چوری ہے اور چوری گناہ کبیرہ ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایسرق

السارق حین یسرق وھو مومن چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوتا ہے اور یتیموں کا مال ناحق لینا سخت تر کبیرہ ہے اللہ تعالٰی فرماتا ہے ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما انما یاکلون فی بطونھم نارا وسیصلون سعیرا جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے یتیموں کا حق کسی کے معاف کیے معاف نہیں ہوسکتا یہانتک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں یا کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کردیں ہرگز معاف نہ ہوگا فان الولایۃ للنظر لا للضرر بلکہ خود یتیم نابالغ بھی معاف نہیں کرسکتے نہ ان کے معافی کا کچھ اعتبار ہے للحجر التام عما ھو ضرر محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہیے کہ ضرور دلاوے ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہوسکے گا مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات ناشائستہ کے باعث امام اول کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا کما حققہ فی الغنیہ عن فتاوی الحجۃ واقرہ فی ردالمحتار وقد تکرر بیانہ فی فتاو منا جس شخص نے کچھ لے کر بعض ناحق باتیں امام اول کی طرفداری کے حق میں ملادیں وہ ضرور آیہ کریمہ لاتشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا اور آیہ کریمہ لاتلبسوا الحق بالباطل کا مورد ہوا امام کے لیے خوش الحانی کچھ ضرور نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے شرع مطہر پر افترا کرتا ہے بلکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اتراتا ہے یا کم سے کم اتنا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کے بدلے اپنے الحان بنانے کا خیال رہتا ہے فتاوی قاضی خاں و فتاوی عالمگیری میں ہے لاینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ولکن یقدموا الدرستخوان فان الامام اذا قرأ بصوت حسن یشغلہ عن الخشوع والتدبر والتفکر امامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خواں و صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم علماؤکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم اگر تمھیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہیے کہ تمھارے علما تمھارے امامت کریں کہ وہ تمھارے واسطہ و سفیر ہیں تمھارے اور تمھارے رب عزوجل کے درمیان۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن مرثد بن ابی مرثد الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزری ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ العلماء ورثۃ الانبیاء علما انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے وارث ہیں اور ہدایہ میں ہے من صلی خلف عالم تقی کانما صلی خلف نبی جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی لکن لم یعرفہ المخرجون وقال الزیلعی ھو غریب امام اول اپنی اس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے جبکہ سچی توبہ نہ کرے اور مال لینے کی توبہ بغیر مال واپس دیے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یتیموں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ

مسئلہ ۔ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ

ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکران ضروریات دین رافضی یہ بالاجماع کافر مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل کچھ غیر کافر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بدمذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنھوں نے اب ندوہ جما کے اپنے دین کی بیخ کنی کی ندوے کی

روداد وں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مضال گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل ناجائز جیسے عامہ غیر مقلدین کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید یا گناہ و مکروہ تحریمی کما بیناہ فی غیر موضع من فتاونا یوں ہی وہ خود نہ پہلے بدمذہب تھے اور نہ اب کلمات بدمذہبی کے مگر ان لکچراروں کے اقوال ضلالت سنے پسند کیے اور ان پر راضی ہوئے ان کی اشاعت کی حمایت کی یہ سب کل بوجہ رضا و نصرت باطل اہل باطل و ارباب ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریک حال ہوگئے کچھ وہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کہا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سن کر شریک ہوگئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور ہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ فتاوی حجہ و غنیہ شرح منیہ وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بریلی محلہ سرخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہ وہابیین یعنی فرقہ غیر مقلدین داخل ہے اہل سنت و جماعت میں یا خارج ان سے اور فرق ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوف فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل

الجواب

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے ان سے مخالطت آگ ہے صورۃ مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہرگز ہرگز نہ آنے دیا جائے قال اللہ تعالٰی و عھدنا الی ابراھیم و اسمٰعیل ان طھرا بیتی حدیث میں ہے امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف و تطیب نجاستیں کیا قاذورات مثل آب دہن و آب بینی باآنکہ پاک ہیں مسجد سے اُن کا دُور کرنا واجب تو بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ بدمذہب تمام مخلوق سے بدتمام جہان سے بدتر ہیں دوسری حدیث میں ہے اصحاب البدع کلاب اھل النار بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کُتّے ہیں تو ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکر آنے دیا جاسکتا ہے قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے عینی شرح بخاری و درمختار وغیرہما میں تصریح ہے کہ مسجد سے موذی نکال دیا جائے ولو بلسانہ اگرچہ صرف زبانی ایذا دیتا ہے نجاستیں دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں اور بدمذہب ؏ ہرچہ شوئی پلید تر باشد۔ اعاذنا اللہ منھم ومن حالھم وعقائدھم واعمالھم بجاہ نبیہ الکریم علیہ وعلٰی الہ افضل الصلاۃ والتسلیم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عوام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اس کو منع نہ کرتا ہو تو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دیوث کہنا جائز ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کر ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں یا سر کے بالوں کا کوئی حصّہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از جائس ضلع رائے بریلی محلہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابند صوم وصلاۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امامت وغیرہ میں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

امامت میں بعد اس کے کہ وہ شخص جامع شرائط امامت سنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق مجاہر ہوں قرآن عظیم صحیح پڑھتے حروف مخارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز وطہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شبہات سے زیادہ بچتا ہو پھر جو عمر میں بڑا ہو پھر خوش خلق ہو پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں جب ان سب باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے فی التنویر والدر الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلاۃ بشرط اجتناب للفواحش الظاہرۃ ثم الاحسن تجویدا ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس ثم اکثرھم تہجدا ثم الاشرف نسبا اھ مختصرا ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اسکی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہیے لان التنفیر من اشد مایحترز عنہ ھھنا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقا بشروا ولا تنفروا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

مجلس مبارک کی عدم حاضری اور قیام سے کراہت اگر بربنائے وہابیت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امر اہم میں مصروف ہے یا وہاں پڑھنے والا روایات بے اصل یا نظم ونثر خلاف شرع پڑھے گا یا صاحب مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعاً اسی صاحب مکان پر ہے وغیر ذلک من الموانع اور قیام سے کراہت صرف اس مسئلے میں کہ خطا کے باعث ہے نہ اصول وہابیت مان کر تو ان صورتوں میں اُس کے پیچھے نماز درست بلاکراہت ہے مگر ان بلاد میں صورت انکار وکراہت بے ضلال اصول وہابیت پائی نہیں جاتی مجلس مبارک وقیام مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو وہابی گمراہ خاسر ہیں اور وہابیہ کے پیچھے نماز ناجائز وگناہ۔ کما حققناہ فی عدۃ مواضع من فتاونا ورسالتنا النہی الاکید وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ نوربافت نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اُسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کُل مسائل نماز سے واقف ہے مگر وہ گاہ گاہ مسجد میں آتا ہے اس کی موجودگی میں اسی امام معین کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے ـ

الجواب

تعزیوں کی تعظیم اور آج کل کے ناجائز مرثیوں کا پڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور وہ دوسرا حافظ اگر بلا عذر شرعی جماعت مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترک جماعت بھی فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدۃً پورا سُنّی ہو قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو فاسق نہ ہو مسائل نماز و طہارت سے خوب واقف ہو اور اگر یہ دوسرا حافظ سنی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں اُس کے ہوتے ہوئے وہ امام مقرر نماز نہ پڑھائے ـ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ـ ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امام مقررہ موجود ہو اُسکی بغیر اجازت دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

بے اُس کی اجازت کے دوسرے کو امامت نہ چاہیے جبکہ وہ امام معین صالح امامت ہو یعنی سُنّی صحیح العقیدہ کہ قرآن عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو درمختار میں ہے امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا الخ وفی ردالمحتار من التتارخانیۃ ما یفید المنع ان ام بلا اذن واللہ تعالی اعلم ـ

مسئلہ ـ ۲۸ رجب ۱۳۲۱ھ ـ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امرد لڑکوں سے محبت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا تجویز کرلیتا ہے خلوت میں بھی وہ لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں بعض وقت اُنھیں پیار کرتے بھی دیکھا گیا ہے اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچنا ہوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے اب دوسری مسجد میں آیا یہاں بھی وہی حال ہے ایسی صورت میں اُسے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ـ بینوا توجروا

الجواب

ایسے شخص کو کہ متہم ہے امام بنانا نہ چاہیے لان التھمۃ توجب تقلیل الجماعۃ وھو عکس مقصود الشریعۃ مسلمانوں کو چاہیے کہ دوسرے شخص سُنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق و غیر متہم کو کہ قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو اور نماز و طہارت کے مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام

مقرر کریں اور یہ شخص کہ کسی طرح اُس عادت سے باز نہیں آتا امامت سے جُدا کر دیا جائے نہ مسجد میں سکونت کرے لان الخلوۃ القبیحۃ بالامرد اخبث من الخلوۃ بالاجنبیۃ فینزہ المسجد عنہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از حیدر آباد دکن یاقوت پورہ مسجد کمیلہ مکان نمبر ۲۹۰ مرسلہ سید عبداللطیف صاحب بتوسط مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب مہتمم تحفہ حنفیہ ۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و مستفیدان شریعت مصطفوی و تابعین مذہب حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نوجوان خوبصورت لائق امامت فن قرأت سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور مسائل ماتجوز بہ الصلاۃ سے واقف مذہب حنفی کے تابع ہیں دوسرے صاحب حال میں مذہب حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار فرمائے ہیں فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اوّل کے ناواقف ہیں مگر مسائل ماتجوز بہ الصلاۃ اور قدرے ریش بھی رکھتے ہیں پس حالت مندرجہ بالا میں حسب قواعد حنفیہ بغرض امامت بلاکسی علت وکراہت کے ہر دو صاحب میں سے کس کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس مقام پر کثرت سے مقتدی تابعین مذہب حنفی کے بوقت جماعت موجود ہوں۔ السائل حسین خان حنفی

الجواب

عبارت سوال ابہام و اجمال و تعدد احتمال رکھتی ہے دوسرے صاحب فن قرأت سے بمقابلہ صاحب اول کے ناواقف ہیں ممکن کہ یہ ناواقفی صرف امور زائدہ میں ہو جن پر صحت و فساد نماز مبنی نہیں اگرچہ واجبات تجوید بلکہ واجبات شرع سے بھی ہوں یا شرعاً خواہ تجویداً بھی صرف محسنات و مستحسنات ہوں جیسے وقف و وصل و مد و قصر و اظہار و اخفا و تفخیم و ترقیق و روم و اشمام وغیرہا کہ اکثر ان میں واجبات تجوید سے ہیں اور امثال و مدمتصل کی رعایت شرعاً بھی واجب اور ترک حرام مگر ان میں کسی کا ترک اصلاً مفسد نماز نہیں اور ممکن کہ امور لازمہ میں ہو جیسے تمایز حروف جہاں تغیر موجب فساد معنی ہو صورت ثانیہ میں صاحب دوم کے پیچھے نماز باطل و فاسد ہوگی بخلاف صورت اولٰی اور دوسرے صاحب قدرے ریش بھی رکھتے ہیں اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے تھوڑی داڑھی نکلی ہے پہلے صاحب محض امرد ہیں اس تقدیر پر پہلے صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی فی الدرالمختار تکرہ خلف امرد فی ردالمحتار الظاھر انھا تنزیھیۃ والظاھر ایضا کما قال الرحمتی ان المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ دوسرے یہ کہ دوسرے صاحب قدرے ریش باقی رکھتے ہیں اگرچہ زیادہ کتروا دیتے ہیں بخلاف صاحب اول کہ اصلاً نہیں رکھتے اس تقدیر پر دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور انھیں امام بنانا گناہ کہ داڑھی منڈانا اور کتروا کر حد شرع سے کم کرانا دونوں حرام و فسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے مونھ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسق معلن کی امامت ممنوع و گناہ ہے کما نص علیہ فی الغنیۃ عن الحجۃ وحققناہ فی فتاونا اور مذاہب اربعہ حقہ سے کسی دوسرے مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتدا میں چند صورتیں ہیں۔

(۱) اس خاص نماز میں معلوم ہو کہ امام نے کسی فرض یا شرط وضو یا نماز یا امامت مطابق مذہب حنفی کی رعایت نہ کی وقد المسنا ببیان بعضہ مع مالہ وعلیہ فی فتاونا اس صورت میں اُس کے پیچھے حنفی کی نماز محض باطل (۲) خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ غالباً امور مذکورہ میں مذہب حنفی کی مراعات نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے (۳) عادت بھی معلوم نہیں تو اس کی

امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں (۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخف ہے مگر ایک گونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں (۵) خاص اس نماز کا حال معلوم ہے کہ اس میں اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عندالجمہور کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتدا کرے فی الدر المختار تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہا لم یصح وان شک کرہ اھ وقد فصلنا القول فیہ فیما علقناہ علی رد المحتار رد المحتار میں ہے قولہ فی وتر البحر الخ ھذا ھو المعتمد لان المحققین جنحوا الیہ و قواعد المذھب شاھدۃ علیہ وقال کثیر من المشائخ ان عادتہ مراعاۃ مواضع الخلاف جاز والا فلا قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلک الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کما ھو ظاھر سیاق کلام البحر وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملا علی قاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلا والمعنی انہ یجوز فی المراعی بلا کراھۃ وفی غیرہ معہا اھ مختصرا امام بحر الرائق مجتبٰی سے ہے اذا کان مراعیا فالاقتداء صحیح علی الاصح ویکرہ والا فلا یصح اصلا اھ **اقول** والتوفیق بنفی کراھۃ التحریم فی المراعی واثبات کراھۃ التنزیہ نیز بحر میں ہے الاقتداء بالشافعی علی ثلثۃ اقسام الاول ان یعلم منہ الاحتیاط فی المذھب الحنفی فلا کراھۃ الثانی ان یعلم منہ عدمہ فی خصوص ما یقتدی بہ او فی الجملۃ صح فی النہایۃ الاول وغیرہ اختار الثانی وفی فتاوی الزاھدی الاصح انہ یصح وحسن الظن اولی الثالث ان لا یعلم شیئا فالکراھۃ پس صورت مستفسرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مفسد نماز ہے مثلاً قرآن عظیم کی غلط خوانی بحد افساد معنی یا اس خاص نماز کے وقت طہارت وغیرہا کسی شرط نماز یا شرط امامت کا فوت جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بوجہ اجتماع امردیت وحسن صورت اولیٰ یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کریں جس میں اصلاً کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتدا کریں اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلاً داڑھی حد شرع سے کم کرنا یا فرائض وشرائط نماز میں مذہب حنفی کی پرواہ نہ کرنا اگرچہ یہ دو ہی ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی وجہ تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحب اول سے بہتر امام نہ ملے تو اُسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امامت نظیف ملے تو اُسی کی اقتدا کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اُس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہب حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہت تحریم نہیں تو اگر معلوم ہے کہ صاحب دوم خاص اس وقت جامع شرائط حنفیہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملنے کی حالت میں اُسی کی امامت اولیٰ کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلا کراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں بوجہ امردیت وحسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاۃ معلوم نہیں تو اور کوئی امام نظیف نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہیے کہ اب مذہب جمہور ومشرب منصور پر کراہت تنزیہ میں

دونوں شریک ہوئے اور مخالف المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقاً نماز مکروہ تحریمی ہے اگرچہ مراعات شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اس کی اقتدا پر تنہا نماز پڑھنے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی ردالمحتار میں ہے خالفھم العلامۃ الشیخ ابراھیم البیری بناء علی کراھۃ الاقتداء بھم لعدم مراعاتھم فی الواجبات والسنن وان الانفراد افضل ولم یدرك امام مذھبہ وخالفھم ایضا العلامۃ الشیخ رحمۃ اللہ السندی تلمیذ ابن الھمام فقال الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ ولو مراعیا۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ - از بالوگا چہ ملک پیرا گ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع اہل اسلام شافعی مذہب ہیں عام جن میں ایک مرتبہ اور چند مرتبہ حج بھی کر آئے ہیں مگر تارک نماز سنت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نماز سنت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کرلیتے ہیں ان کی امامت واسطے پیرو امام حنفی کے کیسی ہے۔

الجواب

شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں دو صبح سے پہلے اور چار ظہر سے پہلے اور دو بعد اور دو مغرب وعشا کے بعد جو ان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحق ملامت وعتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گنہگار وفاسق ومستوجب عذاب ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کو امام بنانا گناہ ہے صرح بہ فی الغنیۃ عن الحجۃ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از مالوگا چہ ملک پیرا گ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستورات باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پالکی کا دستور ہے نہ جانتی ہیں غرضکہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضروریات کو پا پیادہ جانا پوشش ان کی بجائے پاجامہ ایک تہبند مثل غلاف تکیہ کمر سے گھٹنوں تک بدن پر مثل ہندوستان چھوٹے کپڑے یا دوپٹہ کے استعمال میں نہیں ایک چغہ کے مثل پہنتی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے رہا سر کا پردہ جب گھر سے باہر نکلنا ہوا تو ایک تہبند مثل بالا تحریر کے اندر جسم میں پہن لیا سر اور کمر تک کا پردہ ہو جاتا ہے مگر چہرہ کھلے رکھنے کی عادت ہے ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں ان کا نکلنا عام وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب ان لوگوں کی امامت کیسی ہے۔

الجواب

عورت اگر کسی نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال اور گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں اور ان کے شوہر اگر اُس پر راضی ہوں یا حسب مقدرت بند وبست نہ کریں تو دیوث ہیں اور ایسوں کو امام بنانا گناہ اور اگر تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے کپڑے میں خوب چھپا ہوا ہے صرف موں کی ٹکلی کھلی ہوئی جس میں کوئی حصہ کان کا یا ٹھوڑی کے نیچے کا یا پیشانی کے بال کا ظاہر نہیں تو اب

فتوی اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضا سے ہو تو اُن کی امامت سے بھی احتراز انسب کہ سدِ فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از مانوگاچہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجا کلوخ سے نہیں کرتے اُسی وقت پیشاب کیا اور فوراً پانی سے استنجا لے لیا اُن کی امامت کیسی ہے۔

الجواب

اس صورت میں ترک سنت ضرور ہے مگر صرف پانی سے اگر انقطاع قطرہ ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان مل جاتا ہے تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک پر ان کی امامت کو ناجائز کہا جائے جب کہ اُن کا منشا کوئی امر قبیح مثل استخفاف سنت حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از حیدرآباد دکن مرسلہ حسین خاں بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مصطفوی اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے مذہب حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وفات حضرت جناب سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمائے اس لیے میں نے بھی تبدیل مذہب کیا بس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسب اصول حنفیہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائق اقتدار موجود ہوں۔

الجواب

ان بلاد میں کہ جہاں نہ حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتابیں حنفیت چھوڑ کر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں انتقال کرنے والا اگر مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحۃً مراد شرع کے مضاد ہوگا کہ شرع نے طلب علم کا حکم فرمایا اور یہ ترک علم وطلب جہل کرتا ہے حاشا للہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق وہدی ورشاد ہیں مگر جہاں نہ جس مذہب کے عالم نہ کتابیں وہاں اس کا اختیار صراحۃً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے لیے علم وعمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکام حنفیت سے آگاہ نہ تھا تو فاسئلوا اھل الذکر کے امتثال پر تو قادر تھا اب کہ وہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہل ذکر بھی یہاں نہیں تو صراحۃً جہل کے ساتھ عجز ملاتا اور اپنے منہ پر شریعت مطہرہ کا دروازہ بند کرتا ہے۔ واللہ الھادی۔

مسئلہ ۔ از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی ۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پاکر پندرہ بیس مردمان اہل اسلام نے مشورہ کرکے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر مواہیر علمائے دین چھپاں تھیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مدت درازسے امامت کرتے ہیں اور نماز جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کاروں کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور

حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کرلی ہیں اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں وارد حال مقیم ہیں کہ جو غیر اللہ کا جانور ذبح کرنے ہیں مولوی صاحب بھی ان کے یہاں کھانا کھاتے ہیں جمعہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اُٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو اور جو لوگ کہ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا کہ منبر پر سے تم اُترو یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے جن مردمان اہل اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقرر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے اُن کے روبرو اذان کہی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاق ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے پیش امام نے اُسی وقت مسئلہ باجازت نماز بمواہیر علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں یہ کلام مولوی صاحب کا سُن کر جن اہل اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر مواہیر علمائے دین موجود اور چسپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو مواہیر علمائے دین کیونکر اس پر چسپاں کرتے اگر تمھاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوسکتی ہے تو نہ ہو ہماری نماز تو ہوسکتی ہے یہ کلام اہل اسلام کا سُن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہوجانے نماز جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہوجانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی جماعت ہوسکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال امامت کے لائق ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ کے لئے امام وہی ہوسکتا ہے جس کا تقرر بادشاہ اسلام سے چلا آتا ہے یا وہ کہ جسے بضرورت عام مسلمان مقرر کرلیں نماز جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بعد ختم جماعت اپنے چند آدمیوں کو لاکر اُسی مسجد میں دوبارہ خطبہ و نماز قائم کرنا ہرگز جائز نہیں یہ پچھلی نماز نہ ہوئی اور یہ دوسرا شخص گنہگار ہوا اور فتوی شرعی کو زمین پر پھینک دینے سے اُس کا حکم بہت سخت ہوگیا عالمگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے، یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلی ناگر پرگنہ پورنپور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ رجادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدت دراز سے امامت کرتا ہے اور بہ مشورہ اہل اسلام پیش امام ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا اور ایک عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر میں گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کروایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح ساعی ہوا یا اس پر راضی ہوا تو وہ فاسق ہے اُسے ہرگز امامت نہ کرنی چاہیے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلکہ کوئی عورت کسی طرح معاذ اللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اُسے حمل رہا اس نے اس کی پردہ پوشی کے لیے اسقاط کرایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلکہ پردہ پوشی امرحسن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلی ناگر پرگنہ پورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ رجادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ بولا اور یہ کہا کہ میرے گھر کو آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام امامت کے لائق ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکہ دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے معزول کیا جائے اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اس کا جواب دیا جائے ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا نادانی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت محلہ منیر خاں مرسلہ جناب مولنا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالٰی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) کیا امامت میں شرعاً وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام ہونا ضرور ہے غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو (۲) کیا اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُسکے خاندان سے باہر جانا اُن کی حق تلفی ہے (۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا (۴) اگر امامت کے شرعاً احق والیق علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین صالح متدین جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنانا چاہیں یا اُس میں کوشش کریں اُن پر شرعاً الزام ہے یا نہیں (۵) امامت پنجگانہ و امامت جمعہ وعیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے (۶) اگر کسی گھرانے میں سابق سے امامت رہی ہے پھر اُن کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہوکر اُسے امامت سے معزول کیا ہو اور باآنکہ اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالم دین کو امامت کے لیے انتخاب کیا اور برسوں اُس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلانزاع اُس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفعۃً وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بنا پر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود ہے یا مذموم وممنوع اور یہ دعوٰی مسموع ہے یا ممنوع ومدفوع اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سند مہری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعاً مستند ہے یا نہیں (۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر عالم دین کی ترجیح دفع کرنے کو حدیث صلوا خلف کل بر وفاجر پیش کریں تو اُن کا یہ استدلال صحیح ہے یا باطل۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سہام فرائض پر تقسیم ہو اور بحکم آیہ کریمہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین دوہرا حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو اور بحکم آیہ کریمہ ولھن الثمن مما ترکتم ان کان لکم ولد آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلکہ پیٹ کے بچے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعاً وارث تو وہ بھی ہیں عورات و اطفال کا اصلاً اہل امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شے میں جاری ہوسکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلکہ سب کو حصہ پہنچنا لازم اور امامت میں تعدد محال تو کس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے یہ صریح جہل مبین ہے ردالمحتار میں ہے اعتقادھم ان خبز الاب لابنہ لایفید لمافیہ من تغییر حکم الشرع واعطاء وظائف من تداریس وامامۃ وغیرھا الی غیر مستحقیھا وکذلک اعتقادھم ان الارشاد ان فوض فی مرض موتہ لمن اراد صح لان مختار الارشاد ارشد فھو باطل لان الرشد صفۃ قائمۃ بالرشید لاتحصل

لمجرد اختیار غیرہ لہ کما لا یصیر الجاھل عالما بمجرد اختیار الغیر لہ فی وظیفۃ التدریس وکل ھذہ امور ناشئۃ عن الجھل واتباع عادۃ المخالفۃ لصریح الحق بمجرد حکم العقل المختل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں بھی جاہل رافضیوں کا خیال ہے اسی بنا پر اُن کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ تھی۔ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ ناحق پہنچی کہ مولٰی علی حضور کے خاندان اقدس میں تھے نہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین آج تک اُن کے جہال عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی صدیق و فاروق کیونکر اس کے مستحق ہوگئے اور اہلسنت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اس میں وہی مستحق مقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) امامت اصل حق حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امت کا امام ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی انی جاعلک للناس اماما اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء و امام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرما نہ ہو وہاں اُس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبان حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ کہ جہال تو امامت خاص حق علماء ہے اس میں جہال کو اُن سے منازعت کا اصلاً حق نہیں ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامت اعلم قوم ہے تنویر الابصار و درمختار وغیرہما میں ہے الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانھر الاعلم باحکام الصلوۃ واللہ تعالٰی اعلم (۴) بیشک جو عالم دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعت مطہرہ کا مخالف اور اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کا خائن ہے حاکم و عقیلی طبرانی و ابن عدی و خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمومنین جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کرے اور اُن میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اُس نے اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی واللہ تعالٰی اعلم (۵) امامت جمعہ و عیدین و کسوف، امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر معذور امامت کرسکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔ **اوّل** وہ سلطان اسلام ہو **ثانی** جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے **ثالث** جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری، عام مسلمان جسے مقرر کرلیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سُنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بحکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ و عیدین و کسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر

عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو، اُسکے ہوتے ہوئے ان کی قرارداد کوئی چیز نہیں تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے یشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء الاول المصر وفناءہ والثانی السلطان اوما مورہ باقامتھا فتاوی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴۲ میں ہے اذا خلی الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم اللہ عزوجل فرماتا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواہب وغیرہ فی غیرہ درمختار میں ہے نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکرا ما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ فتاوی قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہما میں ہے خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز الا ان یکون الامام امرہ بذلک واللہ تعالٰی اعلم (۴) عالم سے اُن کی منازعت مذموم وممنوع اور ان کا دعوٰی مردود و نامسموع جوابات سابقہ میں واضح ہولیا کہ امامت میں وراثت نہیں نہ وہ کسی کا حق خاندانی ہے بلکہ حق علمائے دین ہے اور انھیں کو تقدیم وترجیح ہے خصوصاً امامت جمعہ وعیدین کہ یہاں سبب اُن کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہا سال تک عالم کا امامت کرنا اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیانہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ اُن کے خاندان سے باہر کوئی امام نہ ہو نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہا سال دوسرے کو اُس میں تصرف کرتے دیکھ کر ساکت نہ رہتے اب کہ منازعت کرتے ہیں تازی بات ہے جس طرح ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شے میں برسوں تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعوٰی کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعوٰی ہرگز مسموع نہ ہوگا عقود الدریہ میں فتاوی علامہ غزی سے ہے سئل عن رجل لہ بیت فی دار یسکنہ مدۃ تزید علی ثلث سنوات ولہ جار بجانبہ والرجل المذکور یتصرف فی البیت المذکور ھدما وعمارۃ مع اطلاع جارہ علی تصرفہ فی المدۃ المذکورۃ تسمع دعواہ ام لا اجاب لا تسمع دعواہ علی ما علیہ الفتوی اسی میں ہے مجرد الاطلاع علی التصرف مانع من الدعوی اور مجرد سند اگرچہ مہری ہو کوئی حجت شرعی نہیں نہ ہرگز ثبوت میں پیش ہونے کے قابل۔ فتاوی امام قاضی خاں میں ہے احضر صکا فیہ خطوط العدول والقضاۃ الماضیین وطلب من القاضی القضاء بذلک الصک قالوا لیس للقاضی ان یقضی بذلک الصک لان القاضی انما یقضی بالحجۃ والحجۃ ھی البینۃ او الاقرار واما الصک فلا یصلح حجۃ لان الخط یشبہ الخط اشباہ والنظائر میں ہے لا یعتمد علی الخط ولا یعمل بہ فتاوی علمگیری میں ہے الکتاب قد یزور ویفتعل والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم واللہ تعالٰی اعلم (۵) زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فساق وفجار بھی ہوں گے کہ ستکون علیکم امراء یؤخرون الصلاۃ عن وقتھا اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتدا سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف، آتش فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء فاسق سے اہم واعظم تھا قال اللہ تعالٰی والفتنۃ اکبر من القتل لہذا دروازۂ فتنہ بند کرنے کے لیے ارشاد ہوا۔ صلوا خلف کل بر وفاجر یہ اس باب سے ہے من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما

اور فقہا کا قول تجوز الصلاۃ خلف کل بر وفاجر اسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگران مدعیوں کے لیے اس حدیث و مسئلہ فقہ میں کوئی حجت و سند نہیں نفس جواز وصحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو اللہ تعالی فرماتا ہے ام نجعل المتقین کالفجار یہی فقہا برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم تو تم کہ ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ وعیدین وکسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ بمعنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہو سکتی کما تقدم بیانہ پھر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لیے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لیے محصور کردیں کہ خاندان سے باہر کسی عالم دین کو بھی اس کا استحقاق نہ مانیں اور عالم دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل بر و فاجر کے عموم کا دامن تھامیں اور اسی امامت کو ہر نیک و بد کا مساوی حق قرار دیں جب ہر صالح وطالح اس میں یکساں ہیں تو تمھارے خاندان کی خصوصیت کہاں ہے اور جب ہر فاسق و بدکار کے پیچھے روا بتاتے ہو تو عالم دین صالح ثقہ متقی سے کیوں الجھتے ہو معلوم ہوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی بس اللہ تعالی اتباع شرع و اطاعت علمائے دین کی توفیق بخشے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزاوار ہے یا نہیں اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے ؎ در شریعت ہست مکروہ اے کیا ؛ در امامت پیش کردن کور را ؛ گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ ؛ چشم روشن بہ دگر باشد سفیہ ۔

الجواب

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القراءت صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق معلن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلا دوسرا قابل امامت ہی نہیں درمختار میں ہے یکرہ تنزیھا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولی اھ مختصرا حضرت مولوی قدس اللہ تعالی اسرارنا بسرہ النوری ان آنکھوں میں کلام فرماتے ہیں جن سے انھیں کام ہے جس کی چشم باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے افضل و احق بالتقدیم ہے کہ علم لدنی علم رسمی سے بدرجہا اجل واکمل ہے قال تعالی واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ وقال تعالی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از گندہ نالہ مرسلہ وزیر احمد ۹ جمادی الآخرہ یوم شنبہ ۱۳۲۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید تمسکات میں سود لکھو الیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف

لکھوالیتا ہوں اور چار پانچ برس ہوئے کہ اُس نے مع سود نالش کرکے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہرگز نہیں جس طرح سود لینا حرام ہے یونہی سود لکھوانا حرام ہے بلکہ حدیث میں دوسرے کے لیے سود کا کاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سود لینے والا دونوں برابر ہیں تو خود اپنے لیے سود لکھوانا کیونکر موجب لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی نالش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرضکہ وہ فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب معلوم ہو جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دُہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دُہرانا جدا واجب اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علاوہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - ۹ رجب المرجب یوم یکشنبہ ۱۳۲۳ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وہ شخص لائق امامت ہے یا نہیں۔ (۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اُس میں کبھی نیچے کی آیت اوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھوٹ جاتی ہے (۲) فجر کی نماز اکثر قضا پڑھا کرتے ہیں (۳) ظہر کا وقت کبھی سونے میں گزر جاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آجاتا ہے (۴) مغرب کا وقت سیر بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتے ہیں جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو پڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نماز کا میں کچھ پابند نہیں ہوں (۵) اپنے وضو کا لوٹا اور گھڑا نہانے کا علیحدہ رکھتے ہیں (۶) ایک رافضی سے بے تکلفی ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد میں باہم دونوں کے مذاق بے تکلفانہ اور معشوقانہ ہوا کرتا ہے (۷) نماز کے مسائل نہیں معلوم ہیں۔

الجواب

سہواً کسی آیت میں تقدیم وتاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادراً ہو تو مضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہو تو ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولیٰ ہے جبکہ دوسرا صحیح خواں صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معلن قابل امامت موجود ہو نماز فجر اتفاقاً قضا ہو جانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو۔ مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا اگر کوئی علت صحیح شرعی قابل قبول نہ رکھتا ہو تو بے پرواہی ضرور اُسے حد فسق تک پہنچائے گی اور فاسق کو امام بنانا منع ہے جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا ماندگی کے سبب اتفاقاً ایسا سو جائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ سونے میں تصور نہیں قصور جاگنے میں ہے اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرۂ نصف النہار سے ڈھل گیا اُس کے بعد سویا اور وقت بالکل گزار دیا تو اُس پر الزام ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار اور جبکہ اس کا عادی ہو بارہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اور اُسے امام بنانا گناہ اور یونہی اگر اتنے سونے کا عادی ہو کر فرض ظہر پڑھتے ہی وقت عصر داخل آجاتا ہے سنت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترک سنت مؤکدہ کی عادت کے سبب آثم وگنہگار اور امام بنانے کا ناسزاوار ہے مغرب کا وقت سیر بازار میں تنگ کر دینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی

ظاہر ہو جائیں کہ حقیقۃً تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ و ممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل درجہ جماعت اولیٰ ضرور متروک ہوئی وقد حققناہ فی فتاوٰنا ان الواجب ھو ادراك الجماعة الاولی تو اُس کے ترک کی عادت بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع اور وہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہوں اپنے ظاہر پر بدتر و شنیع تر فسق ہے اپنے وضو اور نہانے کے برتن علیحدہ رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو سخت کبیرہ اور براہ وہم و وسوسہ ہو جب بھی ممنوع اس کا مرتکب فاسق افسق ہے یا وہمی احمق دین اسلام میں نہ چھوت ہے نہ وساوس پروری۔ روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں کما حققنا فی رد الرفضہ اور مرتدین سے میل جول حرام اور مسجد میں ایسا مذاق سنّی صحیح العقیدہ سے بھی حرام لاجرم شخص مذکور سخت فاسق و فاجر مرتکب کبائر ہے اور اس کی امامت ممنوع اُسے امام بنانا حرام اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ اور نماز کے مسائل ضروریہ کا نہ جاننا بھی فسق ہے بہرحال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از فیض آباد ڈاکخانہ شہزاد پور مرسلہ عبداللہ طالب علم ۱۳۲۴ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزرگئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہو گیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب ہے، ردالمحتار میں ہے مشی فی شرح المنیة علی ان کراھة تقدیمہ یعنی الفاسق کراھة تحریم، درمختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراھة التحریم تجب اعادتھا۔

مسئلہ - از گونڈہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانان گونڈہ عموماً و حافظ عبدالحفیظ صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈہ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

زید کہ صاحب علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سید معمر و پابند صوم و صلاۃ ہے مگر اکثر جماعت سے نماز ادا نہیں کرتا اپنے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اُس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اُس کے پیچھے نماز پڑھنے سے اعتراض کرتے ہیں الا اعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم رتبہ ہیں اور محتاط و متقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت وضد بھی ہے اور پیشتر یہ معترض بھی اُسکے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورۂ بالا کی درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زید کا ترک جماعت کرنا اگر کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اس کے پیچھے ہر نماز بلا کراہت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکورین کا اُس کی اقتدا سے احتراز اس صورت میں محض جہالت و بیجا ہے اور اگر وہ بلا عذر شرعی ترک جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اُس کی اقتدا سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارک جماعت ہے ترک جمعہ کی اجازت نہیں ہو سکتی ردالمحتار میں ہے فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی جمعة لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد

المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول درمختار میں ہے الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال وقیل واجبۃ وعلیہ عامۃ مشائخنا وھوالراجح عند اھل المذھب فتسن او تجب ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکھا مرۃ اھ ملتقطا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۱۵ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابح البقر کی امامت کیسی ہے۔

الجواب

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بدمذہبی یا فسق وغیرہا موانع شرعیہ نہ ہوں ذبح بقر کوئی مانع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ حیات النبی ہونے سے خالد کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی، حافظ قرآن مذکور کو انکار ہے یہانتک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے لوٹالایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

خالد گمراہ بددین ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات قرآن وحدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لوٹالانا کارِ شیطان وخلاف راہِ مسلمانان ہے قال تعالٰی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مسئولہ عبدالرحیم صاحب ٹھٹیا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت بہرا ہے تکبیر اولٰی کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے بیوی اس کی بے پردہ دوکان پر چونے فروخت کرتی ہے دوپٹہ موسم سرما میں گاڑھے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ وتنزیب کا اوڑھتی ہے اور کرتی دس گیارہ گرہ لانبی پہنتی ہے مگر کلائیاں ہر دو کھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اُس کے شوہر کو کلیًّا حال معلوم ہے بچشم خود دیکھتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے اگر وہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اُس کی حالت بہرے ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں علاوہ گذارش مندرجہ بالا کے نہایت بدآواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اُس سے حجت وتقریر جہالت کے ساتھ کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جب کہ اُس کی عورت کلائیاں کھولے باہر پھرتی دوکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے جن سے بدن چمکتا ہے اور اُس کا شوہر ان احوال سے واقف ہوکر حسب مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اُسے اپنا امام بنانا گناہ ہے اور اگر وہ عورت کو ہدایت بھی کرے اور اس الزام سے توبہ کرکے پاک ہوجائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہے تو اُس کی امامت بالکل باطل ہے اور اُس کے پیچھے نماز اصلاً نہ ہوگی مگر یہ الزام وہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں ورنہ اُن کی خود بھی نماز نہیں ہوسکتی وہ سب ایک سے ہوئے اُن سب پر فرض ہے کہ حرفوں کی اتنی صحت کرلیں جس سے نماز صحیح ہوجائے جب تک ایسا نہ کریں گے اُن سب کی

نماز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے نماز فاسد ہو اور اُس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور بہرا ہونے کی پروا نہ کی جائے گی جبکہ وہ عورت کا بندوبست کرلے اور اگر اور بھی صحیح العقیدہ غیر فاسق صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بندوبست بھی کرلے اُس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولیٰ ہوگی کہ جب یہ ایسا بہرا ہے کہ تکبیر کی آواز نہیں سنتا تو نماز میں اگر اس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ سُنے گا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ - از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے جو صرف حافظ قرآن وفارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بازار میں مسلمان سے لڑتا اور مغلظات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں مؤذن سے سخت کلامی اور اس کی حسب ونسب پر بمجمع مقتدیان میں الزام لگاتا ہو مؤذن وبعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت وکینہ رکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے ہو اور میری روزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور مؤذن سے سلام علیک ترک کردی ہو ایسے امام کی اقتدا بلاکراہت جائز ہے یا کچھ کراہت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسلمان سے بلاوجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلامصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام وکلام بھی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق الثلث اور فحش بکنا خصوصاً برسر بازار معصیت وفسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المومن بالطعان ولا الفحاش دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحیاء من الایمان والبذاء من النفاق خصوصاً اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے قال اللہ تعالیٰ یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب فتاوی حجہ پھر غنیہ پھر ردالمحتار میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از سیتاپور ذی الحجہ ۱۳۳۷ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر رفض کا شبہ ہے اُس کی نشست اُن لوگوں کے پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اُسے دیکھا اور اس سے توبہ کو کہا جائے تو توبہ بھی نہیں کرتا اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی سُنّیوں میں سُنّی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لڑکوں کا معلم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شبہ کے واجب ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کس دلیل سے حالانکہ وہ اہلسنت کے سامنے کوئی بات عقیدہ روافض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب - جبکہ ثابت ومحقق ہو کہ رافضیوں میں رافضی اور سُنّیوں میں سُنّی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی

اور اس کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے کما بیناہ فی النھی الاکید بلکہ تبرائی روافض زمانہ اُن سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافر اصلی ہیں اور یہ مرتد اور مرتد کا حکم سخت تر واشد کما حققناہ فی المقالۃ المسفرۃ اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک ومشتبہ ہے جب بھی اُسے امامت سے معزول کرنا بدلائل کثیرہ واجب ہے **فاقول** وباللہ التوفیق **دلیل اول** علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت وسنت ہونے میں تردد ہو تو وہاں سنت ترک کی جائے بحرالرائق پھر ردالمحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ مختصراً المحیط پھر فتح القدیر اواخر سجود السھو میں ہے ماتردد بین البدعۃ والسنۃ ترکہ لان ترک البدعۃ لازم واداء السنۃ غیر لازم ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سنّی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے امام کرنا حرام قطعی جب سنت ومکروہ کے تردد میں ترک سنت کا حکم ہوا تو جائز وحرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب الترک ہوگا **دلیل دوم** علما فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب وبدعت ہونے میں تردد ہو تو وہ ترک نہ کی جائے فتح وحلیہ وبحر وردالمحتار وغیرہ میں ہے واللفظ لھذا فی النوافل قد تقرران مادار بین وقوعہ بدعۃ اوواجبا لایترک ظاہر ہے کہ یہ شخص سنی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اُسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت وواجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز وفرض قطعی کے تردد میں اُسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا **دلیل سوم** شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام جب ایک چیز میں حلت وحرمت دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ حرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی کما فی الاشباہ والنظائر یہ سنی ہو تو امامت حلال اور رافضی ہو تو حرام تو غلبہ حرمت ہی کو دیا جائے گا **دلیل چہارم** عبادات میں احتیاط مطلقًا واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم واعظم عبادات ہے جس کے لیے علما فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت وفساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہوتی ہو اور متعدد وجوہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کرکے اُس کے فساد ہی کا حکم دیں گے فتح القدیر صلاۃ المسافر میں ہے ھذہ مسائل الزیادات مسافر ومقیم ام احدھما الاخر فلما شرعا شکا فی الامام استقبلا لان الصلوۃ متی فسدت من وجہ وجازت من وجوہ حکم بفسادھا وامامۃ المقتدی مفسدۃ واحتمال کون کل منھما مقتدیا قائم فتفسد علیھما ظاہر ہے کہ برتقدیر سنیت اُس کے پیچھے نماز صحیح اور برتقدیر رفض فاسد تو اُس کی امامت کیونکر جائز ہوسکتی ہے **دلیل پنجم** علما فرماتے ہیں قاضی محض تہمت وحصول ظن پر تعزیر دے سکتا ہے بحر ونہر ودرمختار وغیرہا میں ہے للقاضی تعزیر المتھم ان لم یثبت علیہ جب تہمت ایسی چیز ہے جس کے سبب بے ثبوت صریح ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہوجاتی ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لیے احتیاط کرنی کیوں نہ واجب ہوجائے گی جس کی اصل فرضیت ہے جس شخص نے اُس کے حال سے مطلع ہوکر اُسے مسلمانوں کا امام یا اپنے لڑکوں کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف وپاک امام ومعلم بکثرت مل سکتے ہیں اُس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اُس پر اپنے فعل سے توبہ اور اپنے مقرر کیے ہوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی وعقیلی وطبرانی وخطیب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اور ان میں وہ شخص موجود تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اُس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی

شرح میں ہے ای نصبہ علیھم امیرا او قیما او عریفا او اماما بالصلاۃ پھر اگر یہ شخص توبہ بھی کرلے تو بمجرد توبہ اُسے امام نہیں بنا سکتے بلکہ لازم ہے کہ ایک زمانۂ ممتد تک اُسے معزول رکھیں اور اس کے احوال پر نظر رہے اگر خوف وطمع وغضب و رضا وغیرہا حالات کے متعدد تجربے ثابت کردیں کہ واقعی یہ سُنّی صحیح العقیدہ ثابت قدم ہے اور رد رفض سے اصلاً میل جول نہیں رکھتا بلکہ اُن سے اور سب گمراہوں بددینوں سے متنفر ہے اس وقت اسے امام کرسکتے ہیں فتاوی قاضی خاں پھر فتاوی عالمگیری میں ہے الفاسق اذا تاب لایقبل شہادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذٰلک مفوض الی رای القاضی امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریں بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں تعمیل حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سَو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہوجاتے جب ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرضی بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہوگیا اس وقت اجازت فرمائی اخرج نصر المقدسی فی کتاب الحجۃ وابن عساکر عن ابی عثمان النھدی عن صبیغ انہ سأل عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عن المرسلات والذاریات والنازعات فقال لہ عمر الق ما علی راسك فاذا لہ ضفیرتان فقال لو وجدتك محلوقا لضربت الذی فیہ عیناك ثم کتب الی اھل البصرۃ ان لا تجالسوا صبیغا قال ابو عثمٰن فلو جاء ونحن مائۃ تفرقنا عنہ **واخرج** ابوبکر بن الانباری فی کتاب المصاحف وابن عساکر عن محمد بن سیرین قال کتب عمر بن الخطاب الی ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہما ان لا تجالسوا صبیغا وان یحرم عطاءہ ورزقہ **واخرج** المقدسی فی الحجۃ عن اسحٰق بن بشر القرشی قال اخبرنا ابن اسحٰق او ابو اسحٰق قال کتب الی امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ الی ابی موسی اما بعد فان الاصبغ بن علیم التمیمی تکلف ما کفی وضیع ما ولی فاذا جاءك کتابی ھذا فلا تبایعوہ وان مرض فلا تعودوہ وان مات فلا تشھدوہ قال فکان الاصبغ یقول قدمت البصرۃ فاقمت بھا خمسۃ وعشرین یوما وما من غائب احب الی ان القاہ من الموت ثم ان اللہ الھمہ التوبۃ وقذفھا فی قلبہ فاتیت اباموسی وھو علی المنبر فسلمت علیہ فاعرض عنی فقلت ایھا المعرض انہ قد قبل التوبۃ من ھو خیر منك ومن عمر وانی اتوب الی اللہ عزوجل مما اسخط امیر المومنین وعامۃ المسلمین فکتب بذٰلك الی عمر فقال صدق اقبلوا من اخیکم **واخرج** الدارمی ونصر والاصبھانی کلاھما فی الحجۃ وابن الانباری فی المصاحف واللالکائی فی السنۃ وابن عساکر فی التاریخ عن سلیمٰن ابن یسار ان رجلا من بنی تمیم یقال لہ صبیغ بن عسل قدم المدینۃ وکان عندہ کتب فکان یسئل عن متشابہ القراٰن فبلغ ذٰلك عمر رضی اللہ فبعث الیہ وقد اعدلہ اعراجین النخل فلما دخل علیہ قال من انت قال انا عبداللہ صبیغ قال عمر رضی اللہ تعالٰی وانا عبداللہ عمر واومأ الیہ فجعل یضربہ بتلك العراجین فمازال یضربہ حتی شجہ وجعل الدم یسیل علی وجھہ فقال حسبك یا امیر المومنین واللہ فقد ذھب الذی اجد فی راسی **واخرج** الدارمی وابن عبدالحکیم وابن عساکر عن مولی ابن عمر ان صبیغ العراقی جعل یسأل عن اشیاء عن القراٰن فی اجناد المسلمین (وساق الحدیث الی ان قال)

فارسل عمر الی یطلب الجرید فضربہ بھا حتی ترك ظھرہ دبرۃ ثم ترکہ حتی برئ ثم عادلہ ثم ترکہ حتی برئ ثم دعا بہ لیعود بہ فقال صبیغ یا امیر المومنین ان کنت ترید قتلی فاقتلنی قتلا جمیلا وان کنت ترید تداوینی فقد واللہ برأت فاذن لہ الی ارضہ وکتب لہ الی ابی موسی الاشعری ان لا یجالسہ احد من المسلمین فاشتد ذلك علی الرجل فکتب ابو موسی الاشعری الی عمر ان قد حسنت ھیأتہ فکتب ان ایذن للناس فی مجالستہ بلکہ اگر اس کا مکروزور وکذب وفریب ظاہر ومشہور ہو توبعد توبہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اُسے امام کرنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر ہمیں اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصاً روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصاً جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خوف کا قدم درمیان ہو۔ امام ملك العلماء ابو بکر مسعود کاشانی قدس سرہ کی کتاب بدائع پھر فتاوی عالمگیری میں ہے المعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شھادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا او ابتلی بہ مرۃ ثم تاب اھ ونسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ بعینہ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتداد مبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ اُن لوگوں سے میل جول رکھتا، اُن کی مجالس وعظ میں جاتا ہے اُس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اُسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سُنّی کہتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ زید وہابیہ عقیدہ رکھتا ہے اور اُس کا لڑکا نابالغ بعمر تخمیناً ۱۲ سال ۱ سال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنفیہ اہلسنت وجماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکور بالا کے پیچھے قرآن شریف سُن لیا جائے اس کے پیچھے تراویح وغیرہ درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کرسکتا اور اگر وہ بھی عقیدہ وہابیہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہابی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از شہر کہنہ محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ جناب ہدایت اللہ خاں صاحب ۱۹ رشوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابند شریعت نہیں ہیں ایك حافظ ہے اور مسائل سے بھی واقف ہے مگر داڑھی اُس کی کسی قدر کتری ہوئی ہے موافق شرع شریف نہیں دوسرے کا لباس ووضع تو موافق شریعت ہے اور کچھ مسائل سے بھی کسی قدر واقفیت رکھتا ہے۔ مگر قرآن مجید بمقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں ہے مگر مسائل نماز سے واقف ہے قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمت پولیس کرچکا ہے پنشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب

اُن میں جو شخص وضو وغسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں فاسد ہوں اُس کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سُنّی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی

کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت واصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی پنشن پائے اُسے امام بنانے میں حرج نہیں اور جو داڑھی حد شرع سے کم کرتا ہو وہ فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے سُنّی ہونا جو ہم نے جواز امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحت نماز کی اُس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بدمذہب بھی نہ ہو جس کی بدمذہبی حدکفر تک پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا اور جس کی بدمذہبی حدکفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی وہابی نیچری قادیانی غیرمقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پادری کے پیچھے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از مورہنج ضلع بریسال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کے گھاؤ ہوگیا ہو لیکن لنگڑا یا انگلیاں گرا نہ ہو اچھی طرح اُٹھ بیٹھ سکتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور جس کو سوزاک ہو یا مونھ بانکا ہوگیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کہ اُٹھنے بیٹھنے میں دیر لگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اُس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا گذرا کہ وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ ملی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ایک ہی بار ٹپکنا پایا جاوے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اُسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہوجائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہوسکتی یہی حکم سوزاک کا ہے اگر پیپ بہتا ہو، اور اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں جس کا مونھ معاذاللہ ٹیڑھا ہوگیا ہو اگر اس کے سبب قرأت صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اگر حروف صحیح تو نکلتے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بدنمائی پیدا ہوگئی ہو تو اُس کی امامت اولٰی نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں جو ضعف کے سبب دیر میں اُٹھتا بیٹھتا ہو اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اُٹھ کر بقدر تین بار سبحٰن اللہ کہنے کے بیٹھا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد اہلسنت وجماعت کا امام اور وہ بھی مدعی ہے کہ میں سُنّی ہوں مگر اس کی رشتہ داری وقرابت روافض سے ہوتی ہے اس کی بھتیجیاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہمشیرگان کے روافض سے نکاح ہوئے اور اس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعوٰی قبول ہوگا یا نہیں تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائع کرنا باعث نجات خیال کرتے ہیں محمول ہوکہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں بفرض محال اس کے دعوٰی کو سچ سمجھا جائے اور اس کو سُنّی خیال کیا جائے تو نکاح اُس کا اور اس کی ہمشیرگان کا صحیح ہوا یا نہیں اور

جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اُن کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگرچہ رافضیوں کے یہاں بیاہت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نہ خواہی رافضی ہونا واضح نہیں ہوتا کہ بعض احمق نادان جاہل سنی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وہ بھی ہیں کہ اسے بُرا سمجھتے ہیں اور پھر اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہا بیہودہ وجوہ کے سبب اُس میں مبتلا ہوتے ہیں اور بھیجیوں بہنوں کے نکاح میں وہ بھی عذر کرسکتا ہے کہ یہ فعل اُس کے باپ دادا کا ہے بلکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کردیا اور ایسی وجوہ سے کسی کے قلبی عقیدہ پر حکم نہیں لگاسکتے اور جب وہ اپنے آپ کو سُنّی کہتا ہے اور اُس کی کوئی بات عقیدۂ اہلسنّت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کرکے رافضی ٹھہرا دینے کی اجازت نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں افلا شققت عن قلبہ مگر امام بنانے کے لیے فقط سنی تصوّر کرنا ہی کافی نہیں بلکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دیکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلاملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب کما فی فتاوی الحجۃ والغنیۃ وغیرھما من الاسفار الکثیرۃ وقد حققناہ فی النھی الاکید اور اگر با وصف ان بیاہتوں کے ان لوگوں سے بالکل جدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کافر مرتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اُس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے یوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ رد الرفضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب معتمدہ کی صاف تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمرد سرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زناکار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلکہ جانتا ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا پھر اس عورت کو جدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق وزانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق درکنار خود کفر ہے بزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا میں ہے من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از ڈاکخانہ چوکہ تحصیل وضلع سرپور موہرہ کنھیا لال مسئولہ غلام محمد صاحب ۲۸ صفر ۱۳۲۱ ہجری

مسند نشین شریعت غرا جناب مولنا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قدمبوسی عرض یہ ہے کہ جو کمترین کے آباؤ اجداد تھے وہ سب گاؤں کے امام تھے اور قدیم ایام سے امامت کرتے چلے آئے ہیں اور کمترین کے جناب دادا صاحب بھی خود گاؤں کے استاد تھے اور کمترین کے جناب والد بزرگوار بھی استاذی اور امامت کرتے تھے اور ان کے بعد میں بھی استاذی طریقہ رکھتا ہوں کہ گاؤں کے بہت سے لڑکوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی بھی دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم امام ہو کر پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاؤں کے ایک شخص زمیندار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام رکھیں ورنہ نہ رکھیں کہ امام نوکر کی جگہ ہوتا ہے خواہ نوکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرضکہ ایسے بہت بیہودہ گالی بھی نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کمترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت

فتوی حدیث اور شریعت کے تحریر کرکے ارسال فرمادیں کہ اُس کی تعزیر لگائی جاوے از حد مہربانی ہوگی اور کمترین کا حق گاؤں پر ہے یا نہیں اور شریعت میں اُس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتوی مع آیات واحادیث کے ارسال فرمایا

الجواب

کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں توکسی وقت حلال نہیں ہوسکتیں اور ان کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اسی کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے اُن سے ہلکی گالی بھی بلا وجہ شرعی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور علم دین کے اُستاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے اُسے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت بے جا اور بلا وجہ ایذا ہے ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں بلا وجہ خلل ڈالیں اللہ قادر مطلق اُن کی روزی میں خلل ڈالے اُن کا رزق تنگ کردے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کما تدین تدان جیسا تو اوروں کے ساتھ کرے گا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ کرے گا ان لوگوں پر لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں اُستاد سے خطا بخشوائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اُسے موقوف نہ کریں ہاں اگر سبب شرعی ہو تو بہ نرمی اُس سے کہیں اگر وہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کرسکے تو نرمی کے ساتھ الگ کردیں اس وقت اس امام کو بھی بیجا ہٹ مناسب نہیں امامت کسی کا حق وراثت نہیں اور وجہ شرعی کے سبب اہل جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اُسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمشیرہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس رہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب وہ بالغ ہوا اُس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

یہ لڑکا ولدالحرام ہے ولدالزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی ولدالزنا کو کہتے ہیں اور یہ شرعاً اپنے اُسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں ہاں اگر جماعت کو اس کے ولد حرام ہونے کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وجہ تقلیل جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز وطہارت کا علم رکھتا ہو تو اُسی کی امامت اولٰی ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو انھیں سمجھایا جائے کہ اُن کی یہ نفرت خلاف حکم وبے محل وبیجا ہے یہ تو یہ اگر کوئی ولدالزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں زائد ہو وہی مستحق امامت ہے عالمگیریہ میں ہے ان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسدۃ ویجب علیہ ان یفارقھما فان فارقھا بعد الدخول فعلیھا العدۃ ویثبت النسب ہدایہ میں ہے یکرہ تقدیم العبد لانہ لایتفرغ للعلم والاعرابی لان الغالب فیھم الجھل وولد الزنا لانہ لیس لہ اب یثقفہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ اختیار شرح مختار میں ہے

ان کان الاخر ابی افضل من الحضری والعبد من الحر و ولد الزنا من ولد الرشدۃ والاعمی من البصیر فالحکم بالضد ردالمحتار میں ہے نحوہ فی شرح الملتقی للبہنسی وشرح درر البحار ولعل وجہہ ان تنفیر الجماعۃ بتقدیمہ یزول اذا کان افضل من غیرہ بل التنفیر یکون فی تقدیم غیرہ درمختار میں ہے الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولی اسی میں ہے لو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ ذلک تحریما وان ھو احق لا والکراھۃ علیہم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ ۱۳۳۱ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاتحہ وعلم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلکہ سجدہ میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صف والے بخوبی سن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی کچھ سن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح با جماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے ۔

الجواب

گر علم غیب بعطائے الٰہی کثیر و وافر اشیاء واسماء وصفات واحکام و برزخ ومعاد واشراط ساعت وگزشتہ وآئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بددین ومنکر قرآن عظیم واحادیث متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ملنا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً کافر یوں ہی تلبیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور وہابیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بددین ہے اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر ومرتد ہے یونہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں درمختار و مجمع الانہر و بزازیہ وغیرہا میں ہے من شك فی کفرہ فقد کفر ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر و وافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان ومایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاتحہ کا انکار خاص وہابیہ ہی کا شعار ہے اور وہابیہ اہل اہوا سے ہیں اور اہل اہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے فتح القدیر میں ہے لا تجوز الصلاۃ خلف اھل الاھواء تو اگر امام میسر ہو بہتر ورنہ تنہا پڑھی جائے ہاں اگر وہاں وہابیت نہ ہوتی تو فقط اتنی بات پر کہ تسبیحات رکوع وسجود بآواز کہتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر اور امام نہ ملتا تو اسی کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا جاتا مگر بحال وہابیت ہرگز اقتدا جائز نہ ہوگی ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) ایک شخص اس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقۂ فطر لیتا ہے حتی کہ وہ خود صاحب زکوۃ ہے اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہو جائے تو ناراض ہو جاتا ہے ایسی جگہ سے نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) دائم المریض اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحت الفاظ کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی شمولیت جماعت سے اجتناب چاہیے یا نہیں (۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور مدرسین رئیس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترک جماعت جائز ہے یا نہیں (۴) وہ

شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اُس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لیوے تو جائز ہے یا نہیں اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفسدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہیے آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پر ادا کرے (۵) وہ امام جو اس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اُس کے مقتدی ہمیشہ فحش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اس کے پیچھے اُن کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں (۶) اندر مسجد کے جمع ہو کر دنیاداری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطاوار ہیں یا نہیں۔ (۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات، سنن کے پوری ہو جاوے فقط۔

الجواب

(۱) غنی کو صدقۂ فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اُسے معزول نہ کر سکیں تو وہاں ترک جماعت کا یہ عذر صحیح ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً ا ع یا ت ط یا ث س ص یا ح ہ یا ذ ز ظ میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترک جماعت نہیں کہ وہ جماعت کیا نماز ہی نہیں یونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترک جماعت جائز نہیں اُن کے گناہ اُن کے گناہ ہیں اور ترک جماعت اس کا گناہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم (۴) اگر امام مسجد فاسق معلن یا بدمذہب یا بے طہارت یا غلط خواں ہے اسے آگے پیچھے یا اُس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلکہ فتنہ اُٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اُسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو واللہ تعالٰی اعلم (۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وہ امامت کر سکتا ہے اور ان کی نماز اسکے پیچھے روا ہے واللہ تعالٰی اعلم (۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لیے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہو کر دنیا کی بات کرنا ضرور خطا ہے واللہ تعالٰی اعلم (۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اولاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ ا ع یا ت ط یا ث س ص یا ح ہ یا ذ ز ظ میں فرق نہیں کرتے دوسرے وضو غسل طہارت صحیح رکھتا ہو سوم سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ہو تفضیلی وغیرہ بدمذہب نہ ہو نہ کہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وہ بھی انھیں کی مثل ہے شفا شریف و بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر چہارم فاسق معلن نہ ہو اسی طرح اور امور منافی امامت سے پاک ہو انکے بعد ذی علم ہونا شرط صحت و حلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط مذکورہ رکھتا ہے اُسکے پیچھے نماز ہو جائیگی اگرچہ اولٰی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ جو شخص داڑھی اپنی مقدار شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ ترشواتا ہے اس کا امام کرنا نماز میں شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔

الجواب

وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی غنیہ میں ہے لوقدموا فاسقا یاثمون

اور دلائل مسئلہ لحیہ کی تفصیل ہمارے رسالہ لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از سیتاپور ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۶ رشوال ۱۳۳۲ھ ہجری

ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضا ہوگئی ہو اُس کے پیچھے نماز امامت درست ہوگی یا نہیں۔ اتفاق سے قضا ہوگئی ہو۔

الجواب

بلاقصد جس کی نماز قضا ہوجائے اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۔ ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیویں ایسی حالت میں امامت ہوگی یا نہیں کیونکہ بعض بعض جگہ بوجہ کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہوجاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہوکر نماز ادا کریں۔

الجواب

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لیے نماز قضا کر دینا سخت حرام و گناہ کبیرہ ہے جو ایسا کرتے ہیں سب فاسق ہیں سب پر فوراً توبہ فرض ہے کیا نہیں جانتے کہ کھیتی بھی اُسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تمھاری کھیتی برباد کردے تو تم کیا کرسکتے ہو نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لیے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تمھاری کھیتیوں میں بہت برکت دے جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں اُن سب پر توبہ تو فرض ہے ہی جب توبہ کرلیں اُن میں سے جو قابل امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ نہ پڑھیں ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر، تو جماعت ہوسکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج کی ظہر، تو جماعت نہیں ہوسکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضا ہوگئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہوئے۔ بینوا توجروا

الجواب

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے تو فاسق ہوگیا اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا نماز اُس کے پیچھے درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر حسین و جمیل خوبصورت ہو کہ فساق کے لیے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلاف اولٰی ہے ورنہ نہیں درمختار میں ہے تکرہ خلف امرد ردالمحتار میں ہے قال الرحمتی المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ دھام پور ضلع بجنور محلہ بند و قچیان مرسلہ محمد سعید صاحب ۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک جامع مسجد کا پیش امام جو ابدی نماز پڑھاتا ہے و جماعت کثیرہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور جملہ قصبہ والے اور دیہات والے خوش ہوں اور دس پانچ آدمی بسبب خصومت نفسی کے اُس پیش امام کے پیچھے نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور وہ مسجد کے صحن میں یا دیوار کے پاس کھڑے رہیں اس انتظار میں کہ جماعت ہوجائے تو ہم دوسری جماعت اپنی کرکے نماز پڑھیں اور اگر وہ لوگ قبل آجاویں تو امام کے مصلّے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ کر چلے جاویں یہ فعل جائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

اگر امام سُنّی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ومخالف عقائد غیر مقلدین ووہابیہ دیوبندیہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابل جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق معلن نہیں غرض اگر کوئی بات اُس میں ایسی نہیں جس کے سبب اُس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ براہ نفسانیت اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گناہگار ہیں اُن پر توبہ فرض ہے اور اسکی عادت ڈالنے سے فاسق ہوگئے لیکن اگر امام میں ان عیوب میں سے کوئی عیب ہو اور اس کے سبب یہ لوگ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کرتے ہوں تو درست وبجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بیلپور ضلع پیلی بھیت محلہ درگاہ رشاد مکان فخر الدین صاحب مرسلہ حافظ شمس الدین صاحب ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

جو شخص کہ سودی دستاویز لکھتا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ مثل تھانہ دار یا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چونگی اگر پنجوقتہ نماز کے پابند نہیں وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں۔ امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پوری ہو۔ فقط

الجواب

سودی دستاویز لکھنا سود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں جب اُس کا تمسک لکھنا موجب لعنت اور سود کھانے کے برابر ہے تو خود اُس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث و بدتر ہے ایسے شخص کو امام نہ کیا جائے ہر وہ نوکری جس میں خلاف شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اُس میں سودی تمسکوں کا لکھنا اور ان کی تصدیق کرنا پڑتی ہے تھانہ دار اگر رشوت لے یا جھوٹ مقدمے بنائے جھوٹی گواہیاں دلوائے لوگوں سے دبا دھمکا کر مال حاصل کرے جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں ورنہ چالان میں خلاف شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں ہاں چونگی کا ملازم اگر چونگی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ جو دباؤ ڈال کر زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں اُس سے بچالے تو اس میں حرج نہیں کمافی ردالمحتار وہ اگر قابل امامت ہو تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔ امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو

مقتدی اُس کے پیچھے ہے اُس کا سجدہ بطور مسنون بآسانی ہوجائے بلاضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو منع ہے یونہیں فاصلہ کثیر عبث چھوڑنا خلافِ سنت مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - سرکڑہ ضلع مراد آباد مسئولہ سید عبدالعزیز صاحب ۵ محرم شریف ۱۳۳۲ھ ہجری

باپ نے بیٹے کو عاق کردیا اور پھر اُس کی خطا معاف بھی کردی تو اس کی خطا معاف ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی؟

(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالت مرض میں پے درپے ساقط ہوگئے تو پانچویں جمعہ میں نماز اُس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطا معاف ہوگئی اور اب اُس کے پیچھے نماز جائز ہوجائے گی اور اگر وہ نافرمانی وایذائے پدر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی جس کا پھیرنا واجب ہے اور اُسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی مہربانی سے ہزار بار خطا معاف کردے کہ یہ صرف باپ کی خطا نہیں اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت گناہ شدید کبیرہ ہے تو فقط باپ کے معاف کیے کیونکر معاف ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابل حاضری جمعہ نہ تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر حاضر ہوسکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بیتھو ضلع وڈا کخانہ بیتھو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولدالزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اُس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

ولدالزنا کا بیٹا کہ نکاح صحیح سے پیدا ہوا ہو ولدالزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہاں اگر اہل جماعت اُس سے نفرت کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وہ خود بے قصور ہے جیسے معاذاللہ برص وجذام والے کی امامت مکروہ ہے جبکہ باعث تنفیر جماعت ہو اگرچہ مرض میں اس کا کیا قصور ہے درمختار میں ہے تکرہ خلف ابرص شاع برصہ ردالمحتار میں ہے کذا اجزم برجندی والظاھر ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع لیکون ظاھرا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از قصبہ نیٹھور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عنایت اللہ خاں صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لیے یا کسی وارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لیے روپیہ سودی تمسک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہب حنفیہ میں کیسا ہے خصوصاً جمعہ وعیدین کا امام بنانا۔ عنایت اللہ صاحب نصاب ہے۔ فقط

الجواب

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالتِ اضطرار ومجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں

دینے لینے والے دونوں ملعون صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اسکا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا وہ سب برابر ہیں ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ، کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ سؤلہ علاؤ الدین صاحب عرضی نویس کچہری دیوانی بریتاب گڈھ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخوشی اپنے شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کی شیرینی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اُس کے پیچھے نماز کی اقتدا کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے۔ فقط

الجواب

قیام وقت ذکر ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین ومصر وشام وسائر بلاد اسلام میں رائج ومعمول ہے ضرور مستحسن ومقبول ہے علامہ سید جعفر برزنجی رحمہ اللہ تعالٰی جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین ودیگر بلاد عرب وعجم میں پڑھا جاتا ہے اُس رسالہ میں فرماتے ہیں قد استحسن القیام عند ذکر ولادتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذو روایۃ ودرویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ. بیشک ذکر ولادت اقدس کے وقت قیام کرنا اُن اماموں نے مستحسن جانا جو اصحاب روایت وارباب درایت تھے تو خوشی اور شادمانی ہو اُس کے لیے جس کی نہایت مراد وغایت مقصود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو یہاں آج کل اس قیام مبارک کو بدعت وناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذلھم اللہ تعالٰی اور وہابیہ زمانہ اب بدعت وضلالت سے ترقی کرکے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں بہرحال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام یوں ہی ختم قرآن عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امر حسن ومحمود ہے اُسے بدعت بتانا اُنھیں اصول ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب وممانعت کی یہ معیار بتائی تھی ما اٰتکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا رسول جس بات کا تمھیں حکم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو مگر وہابی صاحبوں نے معیار ممانعت یہ رکھی ہے کہ جسے ہم منع کردیں اُس سے بچو اگرچہ اللہ ورسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو غرض یہ اسکا شرک فی الرسالۃ ہے اُس کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھی جائے والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ضلع بھنڈارہ محلہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد ۲۰ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے اور جبراً پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعت مسلمین اس کی ذیل کی باتوں سے ناخوش ہیں اور اپنا پیش امام نہیں بنانا چاہتے حافظ صاحب پہلے گورنمنٹی ملازم تھے

رشوت کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی (۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنہ لے کر رسید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر رسید جلا دی کچہری میں انکار کیا کہ آٹھ آنہ نہیں لیا جس سے اُس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب لے چکے تھے اور صاف انکار کر دیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے (۳) حافظ صاحب اپنے پیر و مرشد پر طعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص اُن کے پیر و مرشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ اُن کے باپ دادا کا میراث ہے کیا اور اپنے پیر کی بات پر فتویٰ بلواتا ہے حالانکہ پیر مرحوم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری بعد اس طعنہ تشنیع کے پیر مرحوم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہوئی یا خلافت سے نکل گئے۔ (۴) حافظ صاحب نے چرم قربانی کا جو کہ صاحب نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کر اپنے صرف میں لے آئے (۵) اور سید کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں۔ اتنی باتیں حافظ بنوعلی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلہ کا بخوبی جانتا ہے تس پر بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً۔ اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے اس لیے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیلوار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حد ادب۔

الجواب

جس سے مقتدی اُس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی حدیث میں ارشاد فرمایا ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا وعد منھم من امر قوما وھم لہ کارھون تین شخصوں کی نماز اُن کے کانوں سے بالشت بھر بھی اونچی نہیں ہوتی یعنی بارگاہ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصور شرعی کے سبب والا فالوبال علیھم کما فی الدر المختار وغیرہ اور ظاہر ہے کہ صورت مستفسرہ میں اُس شخص میں متعدد قصور ہیں رشوت لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے حدیث میں فرمایا الراشی والمرتشی کلاھما فی النار رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں پیسے لے کر مکر جانا اور اُس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانا اور رسید جلا کر مسلمان پر جھوٹا دعویٰ کرنا اور اُسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں ان وجوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ اور جبراً امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعال شنیعہ سے علانیہ توبہ نہ کرے قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکہ دے کر اپنے صرف میں کر لی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہ کبیرہ ہے اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کہی تھی پھر نہ دی تو بیجا ہے مگر چنداں الزام نہیں جبکہ کسی عذر شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے قال اللہ تعالٰی فاعقبھم اللہ نفاقا فی قلوبھم الٰی یوم یلقونہ بما اخلفوا اللہ ما وعدوہ وما کانوا یکذبون پیر پر طعنہ و تشنیع ارتداد طریقت ہے اس سے خلافت درکنار بیعت سے بھی خارج ہو جاتا ہے۔ سید حاجتمند کو زکوٰۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح و معتمد و ظاہر الروایہ عدم جواز کما بیناہ فی الزھر الباسم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہ کبیرہ میں مبتلا رہتا ہو اور وہ حسب ہدایت گناہ سے باز آکر اکمل الفضلاء دین واسلام کے رو برو توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہ تعالٰی نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا۔ (۲) اس کی امامت جائز ہے (۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں اُن کے واسطے کیا حکم ہے۔ فقط

الجواب

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے توبہ کے بعد اُس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ وفی روایۃ بذنب تاب منہ وبہ فسر ابن منیع جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کرچکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از میرٹھ چھاؤنی ویلر کلب مرسلہ عمر بخش خانساماں ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث وجوہات ذیل کے معزول کردیا گیا ہے (۱) اتہام زنا (۲) اتہام سرقہ دریہائے مسجد وغیرہ اسباب مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا (۳) فعل عمل قوم لوط۔ جس کے مشاہدہ ومعائنہ کے چند اشخاص معتبران شاہد ہیں وغیرہ وغیرہ اب وہ شخص بغیر اجازت بانی مبانی مسجد ومتولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنان غیر محلہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی ومتولی مسجد نے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمیع وجوہات بالا کے جائز ہے یا نہ۔ فقط

الجواب

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقات بتائے جاتے ہیں وہی ممانعت امامت کو بس ہیں بلکہ جو ایسے افعال شنیعہ سے متہم ہوچکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگیں اگر ثبوت نہ بھی ہو تاہم اسکی امامت میں تقلیل جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ وہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی کما فی الدر وغیرہ بہرحال وہ عالم متقی صحیح خواں کے مقابل کسی طرح مستحق امامت نہیں ہوسکتا خصوصاً جبکہ بانی مسجد واہل محلہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مفوض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ للاجانب تو غیر اہل محلہ کا اسے مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں ہوسکتا نہ حالت مذکورہ میں کہ قوم بوجہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے خود اسے امام بننا

ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا وعد منھم من ام قوما وھم لہ کارھون واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از کانپور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سہ منارہ ۲۰ ، ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ وحدیث وتفسیر بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لنگڑا کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں اور دہنا پیر درست ہے قیام رکوع سجود بخوبی کرسکتے ہیں یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کرسکتے ہیں یا نہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں باعبارت ودلائل کے تحریر فرمائیں کہ سامعین کو کسی قسم کا شبہہ نہ رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلاشبہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اُس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہیے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے یہ سب اُس صورت میں کہ دونوں شخص شرائط صحت وجواز امامت کے جامع ہوں صحیح خواں صحیح الطہارۃ سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ورنہ جو جامع شرائط ہوگا وہی امام ہوگا درمختار میں ہے صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدبہ الرکوع علی المعتمد وکذا باعرج وغیرہ اولی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از تحصیل چونیاں ضلع لاہور مسئولہ انوارالحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ ہجری

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت سستی ہے خاصکر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری میت کو غسل دے سکے یا نکاح پڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں چنانچہ ایک گاؤں بنام تیرتھ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا صبح کو گیا اور وہیں وفات پائی اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہر کہارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہابی مذہب رہا بعد ازیں چند سال سے چکڑالوی مذہب ہے اب مذکورہ امام مسجد کی فوتیدگی پر اُس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلقہ گھروں کی آمدنی میرے کام آوے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکڑالوی مذہب سے توبہ کی مجھے امام مسجد مقرر کرو چنانچہ اسکے ہمخیال چند دوستوں نے اس کو پگڑی پہنائی اور اس کو امام مسجد مقرر کر دیا اب چند مسلمان اُس کے مخالف اُٹھے جن کو اُس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا اُنھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اُس نے کہا کہ میں نے توبہ خالص کر دی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کنارے ہوجاؤں گا چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کافری توبہ منظور ہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی پکے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اُس کے موافق ہوجائیں گے پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتوی دیا جائے کہ اس کو نکالا جاوے اور اس کے فتنہ سے بے فکر ہوجاویں۔ فقط

الجواب

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لیے غایت احتیاط درکار ہے یہانتک کہ ہمارے علمائے نے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک وجہ سے فاسد تو اُسے فاسد ہی قرار دیں گے امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں الصلاۃ اذا صحت من وجوہ وفسدت من وجہ حکم بفسادھا جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں کوئی عذر نہیں کہ اگر تونے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمانے والا ہے نیز اسی سنیت حنفیت کا اظہار کرتے ہوئے اگر وہ مرجائے گا ہم اُس کے جنازہ کے ساتھ وہ طریقہ برتیں گے جو ایک سُنی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے لانا انما نحکم بالظاھر واللہ یتولی السرائر مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام بھی بنالیں اگر واقع میں وہ سچے دل سے تائب ہوا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اور اگر امامت لینے کے لیے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل و فاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم و احتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اُسے امام کیا جادے دو پیسہ کے معاملہ میں گواہی کے لیے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کرلے اُس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک زمانہ اُس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ و صلاح و تقوی کے آثار اُس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گواہی قبول کرا دینے کے لیے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاوی علمگیری و فتاوی قاضی خاں میں ہے الفاسق اذا تاب لاتقبل شھادتہ مالم یمض علیہ زمان یظھر علیہ اثر التوبۃ والصحیح ان ذلک مفوض الی رای القاضی بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ سو بار توبہ کرے بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی پھر فتاوی ہندیہ میں ہے والمعروف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شھادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا او ابتلی بہ مرۃ ثم تاب جب دو پیسے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اُس کے لیے کس درجہ احتیاط واجب شریعت مطہرہ ہرگز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ و رسول و مسلمانوں سب کے خائن ہوں گے حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اور ان میں وہ ہو جو اس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بیشک اُس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی رواہ الحاکم وصححہ وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از صدر بازار اسٹیشن و ڈاک خانہ رانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ ہجری

ما قولکم رحمکم اللہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن و امام یعنی دونوں کام پر معمور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زد و کوب کرتا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمہاری نماز وظیفہ کرنا تمہارا اللہ تعالٰی کے روبرو کیا کام دیں گے در جواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں و شراب پیتے ہیں اُسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھ کے وظیفہ و نماز کرنا ہے تو زید مذکور نے نماز وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے تو اس صورت میں زید کا

مسجد میں اذان کہنا و نماز اس کے عقب پڑھنا عند الشرع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کیسے ہوئے اور کس درجہ میں شمار ہوگا آیا گناہ کبیرہ میں یا کہ درجۂ کفر میں درصورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجۂ کفر میں تو زید کی زوجہ اس کے عقد سے خارج ہو جائے گی یا نہیں اور زید مذکور کو بعد تائب ہونے کے زوجہ سے از سرِنو ضرورت درستگی عقد کی پڑے گی یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق و فاجر مرتکب کبائر مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے نہ کہ مارنا جس سے مسلمان تو مسلمان کافر بھی پرہیز کریگا اور گھن کھائیگا حدیث میں ارشاد ہوا ثلثۃ لایدخلون الجنۃ وعد منھم العاق لوالدیہ تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اُن میں سے ایک وہ جو اپنے ماں باپ کو ستائے ایسا شخص قابل امامت نہیں ہوسکتا فتاوی حجہ و غنیہ میں ہے لوقدموا فاسقا یاثمون۔ تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب جب وہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا نہانے کی ضرورت ہو جاڑے کے سبب بے غسل پڑھادے اور وہ جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بیہودہ و بے معنی ہے مگر اس سے تکفیر نہیں ہوسکتی اُس میں تاویل ممکن ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ مسئولہ سید اشرف علی صاحب ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اُس جماعت میں شریک ہو یا نہیں ۔ فقط

الجواب

اگر شافعی طہارت و نماز میں فرائض و ارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اُس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل ہے اور اگر حال رعایت و عدم رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اُس کی اقتدا جائز نہیں اُس کے پیچھے نماز نہ ہوگی صورت اول و دوم میں شریک ہو جائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ مرسلہ مظفر حسین صاحب از بداؤں محلہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی اول ۱۳۳۲ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اُس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز ہرگز نہ آئے اُس شخص کو امام کرنا چاہیے یا نہیں اور مقتدی اُس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ زیادہ حد ادب ۔ فقط

الجواب

والدین اگر بلاوجہ شرعی ناحق ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضا میں حد مقدرت تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اسکے پیچھے

نماز میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ اور اگر ناراضی تو اُن کی بلا وجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پرواہ نہ کی وہ کھنچے تو یہ بھی کھنچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اُسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ اُن کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا گیا واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ بچھادے ماں اور باپ کے لیے ذلت و فروتنی کا بازو رحمت سے اس کے خلاف و اصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ جناب استاذی مولوی رحم اللہ صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۷ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہراً و باطناً کدورت رکھتا ہے حتیٰ کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام علیک کہتا ہے خالد جواب سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں اور زید جماعت ترک کرکے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

محض دنیوی کدورت کے سبب اُس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام خالد کی زید سے کدورت اور ترک سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمے الزام نہیں زید خود مجرم ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از قصبہ بی بردہ اسٹیشن سر ہند گورنمنٹ پٹیالہ مسئولہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۷ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کی نسبت یہ مشتہر کیا گیا ہے کہ ہر دو باہم فاعل و مفعول تھے یعنی اغلام کرتے تھے زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثل پدر و برادر قصبہ ہذا میں امامت کرتے ہیں زید کے افعال قبیحہ کی خبر اُسکے پدر و برادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جس کی اطلاع اُن کو بذریعہ تحریرات کے دی گئی مگر باینہمہ اُنھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر و توبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وہ خود بھی فائدہ اُٹھاتے تھے فاعل و مفعول کو ہنگام اختلاط کسی شخص نے بچشم خود نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پایۂ ثبوت پر پہنچائے ہیں مثلاً برادر بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جا دیکھنا اور بکر کی گوشمالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا اور رہا یہاں پولیس کے روبرو زید کا اقبالی بیان تحریر کرانا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زیب و زینت اس درجہ رکھنا اور اس کے پدر و برادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا بس دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو شخص خلاف وضع و حرام فعل کریں یا کرائے اُن کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں اور اگر مفعول کے پدر و برادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کرکے ان کو ممتنع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے امید کہ قول مفتی بہ بحوالۂ کتب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں ۔

الجواب

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل ومفعول بھی اگر بالغ وغیر مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات وسوئے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے لولا اذ سمعتموہ ظن المومنین والمومنات بانفسھم خیرا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث اس پر لحاظ وکارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت ومعروف ہو تو فاسق معلن ہیں اُن کو امام بنانا گناہ اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب اور اگر ثبوت شرعی واقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اڑ گئی ہو جن کے سبب اُن سے نفرت اور ان کی امامت میں جماعت کی قلت ہو تو اس حالت میں اُن کی امامت مکروہ تنزیہی ہے وان لم یثبت الذنب بل ولو لم یکن لان المناط النفرۃ کمن شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی پدر وبرادر اگر اُس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں تو وہ بھی فاسق ہیں قال اللہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ وقال تعالٰی کانوا لایتناھون عن منکر فعلوہ۔ اُن کی یہ حالت اگر معروف ہو تو اُن کا بھی وہی حکم ہے کہ اُنھیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی فتاوی حجہ وغنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اُسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے، یہ کوئی چیز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بئس مطیۃ الرجل زعموا رواہ احمد وابوداؤد عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ تو حرام خوار بھی ہیں اور اول سے سخت تر دور کرنے کے سزاوار اور اگر بقدر قدرت منع کرتے ہوں اور وہ باز نہیں آتا اور یہ اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں قال اللہ تعالٰی لاتزر وازرۃ وزر اخری لیکن افواہ عام کی بنا پر نفرت وتقلیل جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہ تحریمی اور گناہ نہیں یہاں بحمد اللہ تعالٰی فتوی پر کوئی فیس نہیں لی جاتی بفضلہ تعالٰی تمام ہندوستان ودیگر ممالک مثل چین وافریقہ وامریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتے آتے ہیں اور ایک ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں بحمد اللہ تعالٰی حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے بعونہ تعالٰی اکاون برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس برس چھ مہینے گزرے اس نو کم سو برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں بحمد اللہ تعالٰی یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائیگا بعونہ تعالٰی ولہ الحمد معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت دنی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی بھائیو ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ــ از بمبئی محلہ قصابان پوسٹ ۳۰ مرسلہ مولوی عبدالرزاق ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند ماہ تک پہلے ایک مسجد میں امامت کرتا رہا اور وہاں پر زید کی کئی حرکتیں معلوم ہوئیں کہ پیشاب کرکے ڈھیلا نہ لینا بلکہ پیشاب وپاخانہ کرکے اُسی وقت اُسی جگہ پانی سے استنجا کرکے اور لنگوٹ باندھ کر نماز پڑھنا اور بازاری عورتوں کے ساتھ خلاملا مزاح ومتسخر کرنا ان باتوں کا چرچا اہل جماعت میں ہونے کو تھا کہ زید دوسری مسجد میں منتقل ہوگیا وہاں بھی اس کی وہی حرکتیں بدستور قائم رہیں جب لوگوں نے اُس کو لنگوٹ باندھنے اور ڈھیلا نہ لینے کی نسبت پوچھا تو کہا میں معذور ہوں ڈھیلا نہیں لے سکتا اور لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں اور خلاملا عورتوں سے بدستور، لوگ اس کی ایسی حرکتوں سے سخت بیزار ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی سخت ناراض ہیں بلکہ لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا چند لوگ اپنی نفسانیت سے اُس مکار کی حمایت پر اڑے ہیں باوجود اس کے معذور ہونے اور یہ حرکتیں معلوم ہونے کے بھی اس کو علیحدہ اس منصب سے نہیں کرنا چاہتے اب زید نے اپنی سفاکی اور بے دینی کی وجہ ان کو یہ سبق پڑھا رکھا ہے کہ حدیث میں ہے دع ما یریبك الی ما لایریبك وان افتاك المفتون کہ تجھے کسی چیز میں شک یا شبہ آجاوے تو اس کو چھوڑدے اگرچہ مفتی لوگ فتوی دیں تو تو اس کو نہ مان غرض اس کی اس بیان سے یہ ہے کہ میری نسبت اگر کوئی شخص فتوی طلب کرے تو اُس فتوے کو قبول مت کرو اور چھوڑدو اور اثنائے بیان میں یہ افترا اہل اسلام پر مجلس وعظ میں کیا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا کوئی گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو اب بتلائیے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو کہ ڈھیلا نہ لیتا ہو معذور ہو نجس کپڑوں سے نماز پڑھاتا ہو دروغ گو ہو مفتری ہو اور مسلمانوں کو ٹھگنے والا فریبی ذکر خیر سے مانع ہو ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو اس کی حمایت کرے اُس کا کیا حکم ہے اور ایسے کو اس منصب سے خارج کرنا چاہیے یا نہیں اور اس حدیث دع ما یریبك الخ کا کیا مطلب ہے جو ایسے مسئلے اپنی گڑھت لگا کر لوگوں کو گمراہ کرے اُس کا کیا حکم ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

یہاں چند امور قابل لحاظ (۱) مرد کو پیشاب کے بعد استبرا کہ اثر بول منقطع ہوجانے پر اطمینان قلب حاصل ہوجائے فرض ہے یعنی عملی کہ واجب کی قسم اعلیٰ ہے جس کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا ولہذا بعض نے فرض بعض نے واجب بعض نے لازم فرمایا کہ فرض وواجب دونوں کو شامل ہے پھر اس میں طبائع مختلف ہیں بعض کو وہ نم کہ سوراخ ذکر پر بعد بول زائل ہوتے ہی اطمینان ہوجاتا ہے کہ اب کچھ نہ آئے گا بعض کو صرف دو تین بار کھنکھارنا کافی ہوتا ہے بعض کو ذکر کا دو ایک بار اوپر سے نیچے کو مل دینا اور بعض کو ٹہلنے کی حاجت ہوتی ہے دس قدم سے چار سو قدم تک بعض کو بائیں کروٹ پر لیٹنا بعض کو ران پر ران رکھ کر ذکر کو دبانا غرض کہ مختلف طریقے ہیں اور ہر شخص اور اُس کی طبیعت، درمختار میں ہے یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر ویختلف بطبائع الناس ردالمحتار میں ہے فی الغزنویۃ المرأۃ کالرجل الاانہ لااستبراء علیہا بل کما فرغت تصبر ساعۃ لطیفۃ ثم تستنجی ومثلہ فی الامداد وعبر بالوجوب تبعا للدرر وغیرہا وبعضہم عبر بانہ فرض وبعضہم بلفظ ینبغی وعلیہ فہو مندوب کما صرح بہ بعض الشافعیۃ ومحلہ اذا امن خروج شیئ بعدہ فیندب ذلك مبالغۃ فی الاستبراء او المراد الاستبراء بخصوص ہذہ الاشیاء من

نحوالمشی والتنحنح امانفس الاستبراء حتی یطمئن قلبہ بزوال الرشح فھو فرض وھو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثرالبول ویطمئن قلبہ وقال عبرت باللزوم لکونہ اقوی من الواجب لان ھذا یفوت الجواز بفوتہ فلایصح لہ الشروع فی الوضوء حتی یطمئن بزوال الرشح اھ زید اگر ایسا ہو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھنکارنے یا ملنے سے اُسے اطمینان صحیح ہوجاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجا کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہوجاتا ہے اور اگر مثلاً ٹہلنا وغیرہ اسے درکار ہے بے اسے ادا کیے پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اُس کی نماز باطل امامت تو دوسری چیز ہے تو حالت زید مشکوک ہوئی بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبرا کی حاجت ہے کرلیتا ہوں زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی معذوری کا عذر پیش کرنا اُس کی حالت کو مشتبہ تر کرتا ہے اور وہ خود حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتوی دیں تو اُس نے خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس کی امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اس کی امامت پر فتوی بھی دے تو نہ مانا جائے (۲) یہاں تک تو اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہوئی حدیث سے اُس کے چھوڑنے کا حکم ہوا مگر اگلا بیان صراحۃً اُس کی امامت کو باطل محض کررہا ہے وہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتاتا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محل استنجا پر زخم ہو یا دانے پکّے یا پکنے پر ہیں جن میں ریم ہے اُن کے سبب ڈھیلے کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر تھی کہ اُس سے نہ وضو رہتا نہ کپڑے پاک دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب و ریم نہ دیتے ہوں مگر اس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں صاف دلیل روشن ہے کہ وہ دانے آب و ریم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا انجس ہوتا ہے جب تو نماز کے وقت اُسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذور شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معذوروں کے لیے یقیناً باطل محض ہے کما نص علیہ فی الکتب کلھا (۳) اس شناعت کبری کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں ورنہ اُس میں اور بھی وجوہ ہیں جن پر شرع مطہر اُسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلا ملا مزاح تمسخر۔ اشباہ وغیرہ میں ہے الخلوۃ بالاجنبیۃ حرام تو یہ حرام کا مرتکب پھر اس پر مُصر پھر اُس میں مشتہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ فتاوی حجہ وغنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما فی الغنیۃ وغیرھا واقرہ فی ردالمحتار تو جتنی نمازیں اُس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب مقتدیوں پر اُن سب کا پھیرنا واجب اگر نہ پھیریں گے گنہگار رہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہو کما حکم کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم کما فی الدرالمختار وغیرہ (۴) مقتدیوں کا اُس کے عیوب کے باعث اُس کی امامت سے ناراض ہونا۔ ایسے کی نماز اُس کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اُس کے مونھ پر ماردی جاتی ہے اور اُس کی امامت مکروہ تحریمی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق رؤسھم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان رواہ ابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں

ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلٰوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون ورجل یاتی الصلٰوۃ دبارا والدبار ان یاتیھا بعد ان تفوتہ ورجل اعتبد محررا رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما رجل ام قوما وھم کارھون لم تجز صلاتہ اذنیہ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن طلحۃ ابن عبید اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لایقبل اللہ منھم صلٰوۃ ولا تصعد الی السماء ولاتجاوز رؤسھم رجل ام قوما وھم لہ کارھون ورجل صلی علی جنازۃ ولم یؤمر وامرأۃ دعاھا زوجھا من اللیل فابت علیہ رواہ ابن خزیمۃ عن عطاء ابن دینار وبسند اٰخر عن انس بن مالک متصلا رضی اللہ تعالٰی عنہ پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لاتجاوز صلاتھم اذانھم العبد الاٰبق حتی یرجع وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط وامام قوم وھم لہ کارھون رواہ الترمذی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال حسن غریب تنویر الابصار ودرمختار میں ہے ولو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکراھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ ذٰلک تحریما (۵) اُس کے سبب تفریق جماعت کہ سوال میں ہے لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا جس کے سبب تفریق جماعت ہو اُسے امام بنانا منع ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والا نہ کہ وہ خود فساد رکھتا ہے درمختار میں ہے کذا تکرہ خلف ابرص شاع برصہ اھ واستظھر فی ردالمحتار ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص بالشیوع ولیکون ظاھرا اھ اقول لیس محل الاستظھار بل العلۃ ھی ھی لاشک ثم الذی یظھرلی ان کراھۃ الصلٰوۃ خلفہ تنزیھیۃ کما ھو قضیۃ کلام الشامی اذ یقول تحت قول الدر ھذا وکذٰلک اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیۃ وکذا اجذم برجندی اھ وان لم ارہ فی امامۃ البرجندی من شرحہ للنقایۃ لکن کراھۃ تقدیمہ اذا بلغ التنفیر الی ترک الناس الجماعۃ کما فی السؤال ینبغی ان تکون کراھۃ تحریم لما فیہ من النقض الصریح لمقصود الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من شرعیۃ الجماعۃ وایجابھا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا والتنفیر المعلل بہ فی الھدایۃ کراھۃ تقدیم العبد والاعمی والاعرابی لایبلغ عشر ھذا بل ھو نادر محتمل وھذا غالب متحقق فافترقا فھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی عزوجل (۶) اُس کا کہنا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا جس میں شبانہ روز زنا نہ ہوتا ہو اگر وہ تعمیم وتصمیم کرتا تو بمبئی کے لاکھوں مسلمان مردوں، مسلمان پارسا بیبیوں پر صریح تہمت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذف گناہ کبیرہ ہے اور قذف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعمیم کو روکا اور "نہ ہوگا" کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اُس نے وہاں کے عام مسلمان مردوں، بیبیوں کی حرمت پر دھبا لگایا اور اسے خاص مجلس وعظ میں کہہ کر مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور اُن میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی ایذا دی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند

حسن اللہ عزوجل فرماتا ہے ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بیحیائی کی بات کا چرچا پھیلے اُن کے لیے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے جب اُس پر دونوں جہان میں عذاب شدید کی وعید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہوا اور مرتکب کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان برسرِ مجلس وعظ ہوا تو اس وجہ سے بھی وہ شخص فاسق معلن ہوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی (۷) ظاہر ہے کہ وہ جاہل ہے اور باوصف جہل اُس نے فتوے پر اقدام کیا اور ارشادِ اقدس حدیث کو اُلٹا اور مفتیان شریعت مطہرہ کے فتووں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو رد فتاوئے شریعت پر دلیر کیا تو بلاشبہہ وہ ضال مضل ہوا خود گمراہ اور اوروں کو گمراہ کرے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اتخذ الناس رؤساجھالا فاسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور اُن سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بے علم فتوٰی دیں گے آپ بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اس صورت میں اس کی امامت درکنار اس کے پاس بیٹھنا منع ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم ان سے دُور رہو اور انھیں اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں رواہ مسلم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں، اور ان کی نمازوں کی خرابی بلکہ تباہی و بربادی چاہنے والے اور اللہ و رسول کے خائن، اللہ عزوجل فرماتا ہے ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من مشی مع ظالم وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام جو دانستہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی صحیح المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمؤمنین جو کسی جماعت میں ایک شخص کو اُن پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی رواہ الحاکم وابن عدی والعقیلی والطبرانی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اُسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لیے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تقلید اُس پر نہیں یا اہل ورع کے لیے ان خاص امور دقیقہ میں ہے جن پر ظاہر شریعت مطہرہ سے فتوٰی جواز ہوگا اور متورع محتاط کا قلب اس پر مطمئن نہ ہوگا وہ اس سے بچے گا نہ اس لیے کہ فتوٰی معتبر نہیں بلکہ اس لیے کہ ایسی جگہ مقام تقوٰی فتوٰی سے اعلٰی ہے ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہ اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سوئی میں ڈورا ڈال سکتی ہوں امام نے ان کی طرف نظر اُٹھائی اور فرمایا آپ کون ہیں کہا میں بشر حافی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا ایسا ورع تمھارے گھر سے نکلا ہے وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ - از چوپرا ڈاک خانہ بانسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روز جمعہ بعد نماز فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز پیش مصلی پر خواہ اشراق ہو

یا قبل الجمعہ عزہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں بعض علما فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ مصلی اگر واقف نے صرف امامت کے لیے وقف کیا ہے تو امام وغیر امام کوئی اُسے دوسرے کام میں نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلالۃً ممانعت اور اگر صرف امام کے لیے بطور مذکور وقف ہوا ہے تو امام اس پر نوافل بھی پڑھ سکتا ہے دوسرا کچھ نہیں اور اگر عام طور پر وقف ہوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلالۃً تو غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض ونوافل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس وتدریس کے بھی کما فی القنیۃ واللہ سبحنہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔از حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القوی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ہجری

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور اگر اپنی نماز پڑھ بھی لی تو نماز جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں اور عیدین بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نماز تراویح بھی پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں گے تو حضور ہم بے نمازہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہوئی اور سنی بس ہم دو تین شخص ہیں اول حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے اُن کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہوجائے کیونکہ ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے پنج وقتہ نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہو وہ تو معاف ہونی چاہیے کیونکہ بے خبری میں ایسی خطا ہوئی اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے کیونکہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ہوگی ہی نہیں فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم وامام ابویوسف وامام محمد رضی اللہ تعالی عنہم سے نقل فرماتے ہیں لاتجوز الصلاۃ خلف اھل الاھواء اس میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح کوئی نماز ان کے پیچھے ہوسکتی ہی نہیں بلکہ اگر (ان کو قابل امامت یا مسلمان جاننا بھی درکنار) ان کے کفر میں شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ علمائے کرام حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں من شك فی عذابہ وکفرہ فقد کفر جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں انھیں علمائے کرام مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دس برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہو رہے ہیں) دکھائیے اور رسالہ تمہید ایمان پڑھ پڑھ کر سنائیے الحمدللہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز جانیں یا اُسے مسلمان

مانیں ان شاء اللہ تعالیٰ اللہ عزوجل ضرور ہدایت و اثر بخشے گا اور مسلمان ہوشیار ہوکر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سنی امام اپنے لیے پنجگانہ و جمعہ و عیدین و جنازہ سب کے لیے مقرر کریں گے اور اگر بالفرض کوئی نہ سنے تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ، وعید و جنازہ وغیرہ میں جماعت کرسکتے ہیں ایک اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لیے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجیے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہوجائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ و عیدین اعلان کے ساتھ ہوں ظاہر کردیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ وعید فلاں جگہ ہوگی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا شریک ہوجائے گا ان کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں اُن کا علاج ایک تو توبہ ہے دوسرے یہ ضرور ہے کہ اُن نمازوں کی قضا پڑھی جائے اندازہ اتنا کرلیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں۔ اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بسے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کہے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا یہ بتاؤ کہ فوری ضرورت کے مسئلہ کس سے پوچھوں تو کیا اُس سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از موضع سرا ڈاکخانہ تیلوتھو ضلع شاہ آباد آرہ مرسلہ شیخ مدار بخش ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اردو خواں موذنی بھی کرتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقۂ فطر مال زکوۃ و کھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلہ اور پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وہ بھی لیتا ہے اور اس کا پیشہ یہی ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں امام کے لیے کون کون شرائط ہے کیسے شخص کو امام ہونا چاہیے اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ فقیر ہے صاحب نصاب نہیں نہ سید ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اُسے جائز ہے اور اس وجہ سے اُس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کے لیے صحیح الاسلام صحیح الطہارت صحیح القرأۃ سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن درکار ہے جس میں ان باتوں سے کوئی کم ہوگی اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں یا مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے تو اس کی امامت جائز نہیں۔ واجب ہے کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور اگر یہ سب باتیں اُس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں پھر دوسرا اگر نماز و طہارت کے مسائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی اولیٰ ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از کراچی گاڑی احاطہ محلہ رام باغ مرسلہ نور احمد مولیڈنہ واکانی ہمیز ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ ہجری

جس امام کو اس کے عقائد پوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ (۲) جو امام وقت مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہے کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرش اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا حالانکہ مصلیوں کی آسانی کے لیے جماعت نے وقت مقرر کیا اُس کو کیا سمجھنا چاہیے۔ (۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتدا کرنا جائز ہے یا نہیں (۴) جس امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ یعنی سیدھا ہاتھ نکما ہو اور بائیں ہاتھ سے آبدست لیتا ہو استنجا کرتا ہو وضو کرتا ہو

اور کھانا کھاتا ہو امام ہوسکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اپنا عقیدہ و مذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اُس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے اُس کی اقتدا ہرگز نہ کی جائے کہ بطلان نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرائض اسلام سے ہے اُس کے لیے سخت احتیاط مطلوب یہاں تک کہ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا اذا فسدت الصلاۃ من وجہ وصحت من وجوہ حکم بفسادھا واللہ تعالٰی اعلم (۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدد اس قدر ہوتا ہے کہ وہ چند منٹ کا آگا پیچھا روا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اُس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلا وجہ شرعی تکاسل ہے اور اس جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اُس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اُسے امام بننا گناہ ہے اور بحکم حدیث اُس کی نماز مقبول نہ ہوگی ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا الی ان قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن ام قوما وھم لہ کارھون اور اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج رکھنے والوں پر وبال ہے کما نص علیہ فی الدرالمختار واللہ تعالٰی اعلم (۴) ہوسکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہو تو وہی امام کیا جائے گا کما نصوا علیہ فی المتون والشروح والفتاوی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کراچی بندر صدر بازار دوکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام صدر را باعث افتادن از ستور در یک دست تشنج واقع شدہ است ازیں وجہ دست ماؤفہ او بوقت تکبیر تحریمہ مس نرمۂ گوش نمی شود آیا دریں صورت امامت او بلا کراہت جائز است یا نہ۔

الجواب

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہموں احق بامامت است واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از سیتا پور محلہ تقیپارہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ ہجری

جب ایک عالم اور شریف ہے مگر سید نہیں ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم نجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحق ہے صرف سید ہی کو استحقاق ہے ؟

الجواب

عالم بہر حال زیادہ مستحق امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق معلن نہ ہو اور دونوں عالموں میں جسے علم نماز و طہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے اور اس میں مساوی ہوں تو قرأت و ورع وسن وغیرہا مرجحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا ہو اگر عالم دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے قال اللہ تعالٰی قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہوسکتا اُس میں کوئی تخصیص نسب

وغیرہ کی نہ فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ ہجری

ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چار اماموں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبلی حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۲) اگر حنفی کا شافعی امام بنے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہر ترک کرے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے۔

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتدا حرام اور نماز باطل اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض و شرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتدا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت و احتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کیے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ سنی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتدا مکروہ تنزیہی واللہ تعالیٰ اعلم (۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے کہ نہیں اور اس وقت تک جتنی نمازیں اُن کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے اُنھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہوگئیں یا نہیں۔

الجواب

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمّے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اُس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے کہا سوا آٹھ بجے ہیں اور بجے تھے سوا نو یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز چھوڑ دی جائے سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بھی بج چکے عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی چیز دس روپیہ کو خریدی اور پوچھنے پر کہا پانچ کو لی ہے تو یہ کوئی جھوٹ قابل مواخذہ نہیں یونہیں سوا نو میں سوا آٹھ داخل ہیں مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترک جماعت کرتا ہے دُہرا گنہگار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا قال اللہ تعالیٰ یا یھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ بات کہ کہو اور نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از قصبہ زنگ۔ لاہور مسئولہ ابو رشید محمد عبد العزیز۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شوئی کرے تو کیا اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب ۔ میت مسلم کو نہلانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے

نہلانے پر اُجرت لینا بھی جائز ہے بہرحال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرض عین ہے اور اس پر اجرت لینا حرام ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از روپئی ڈیہہ ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسلہ سید علی ناریل فروش ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۶ ہجری

زید نے بکر کی زوجہ سے زنا کیا بکر یہ حالات کما حقہ معلوم کرکے زوجہ مذکور کو طلاق بائن دیا اور خود بھی تائب ہوا بکر یہاں کی جامع مسجد کا پیش امام بھی ہے اب بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وہ بوجہ صحت مذہب وصحت طہارۃ وصحت قرأۃ وغیرہا شرعًا قابل امامت ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از موضع کوتانہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد ومحمد عبداللہ خاں ومحمد اسمٰعیل خاں ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی ومفتیان شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی فرقہ کا حنفی المذہب اہل سنت وجماعت کے محلہ کی مسجد کا ایک ماہ وچند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ وہابیہ میں مرگئے حسن اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسول مقبول محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمد وثنا بیان فرمائی اور امام مسجد نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اسی روز شب کو ایک شخص اہل محلہ نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان نووارد سے مجلس مولود شریف کرائی امام مسجد شامل نہ ہوا صبح کو بوقت ظہر دریافت کیا کہ تم مجلس مولود شریف کے نسبت کیا کہتے ہو جواب دیا کہ اچھا کہتا ہوں پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہوئی تھی اُس میں شامل کیوں نہ ہوئے جواب دیا کہ وہاں پر قیام ونعت ہوتی ہے اس لیے میں شامل نہیں ہوا پھر کہا گیا کہ نعت کے معنی حمد وثنا وتعریف کے ہیں حضرت رسول کریم رحمۃ للعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ مقدسہ کو بعد نماز فجر بمواجہہ جملہ نمازیان مسجد امام سے کہا کہ جناب مولٰنا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب تجلی الیقین موجود ہے تمام وکمال انبیا علیہم الصلاۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف ونعت سے کیوں گریز کرتے ہو جواب ندارد خاموش رہا اس مبارک کتاب تجلی الیقین کے چند موقع پڑھ کر سنائے مگر کچھ اثر نہ ہوا آپ حضور والا مفصل وشرح تحریر فرمادیں کہ حنفی المذہب اہلسنت وجماعت کی نماز ایسے بدعقیدہ وہابی مذہب کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے بدلائل وبراہین قرآن شریف وحدیث شریف جواب مرحمت فرمادیں اللہ جل شانہ تعالٰی حضور والا کی ذات ستودہ صفات کو مثل آفتاب وماہتاب کے روشن ومنور کیا ہے اسی طرح تا یوم القیام روشن رکھے مکرر عرض ہے کہ کمترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے نہ کسی کا کوئی عزیز امامت کے لائق ہے صرف لبغض للہ وحب للہ پر عمل ہے۔

الجواب ۔ بیان سوال سے ظاہر کہ وہ شخص وہابی بلکہ وہابیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے وہابیہ کا اصل عقیدہ فضائل اقدس سے جلنا ہے

مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لیے یوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کہی کہ "وہاں نعت ہوتی ہے اس لیے شامل نہ ہوا" رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل اگر مسلمان ہوتا نعت اقدس کو دوست رکھتا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من احب شیئا اکثر من ذکرہ جو کسی سے محبت رکھتا ہے اُس کا ذکر زیادہ کرتا ہے رواہ ابو نعیم ثم الدیلمی عن مقاتل ابن حیان عن داؤد ابن ابی ھند عن الشعبی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا ثلاثتھم من رجال مسلم والاربعۃ جسے محبت درکنار نفرت ہو ظاہر ہے کہ اُسے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر وہ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین تم میں کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اُسے اُس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں رواہ الائمۃ احمد والبخاری و مسلم والنسائی وابن ماجۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ تجلی الیقین کے کلمات سُن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے اُن سوالوں پر خاموش رہنا اُس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کر رہا ہے قال اللہ تعالٰی قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر قد بینا لکم الاٰیات ان کنتم تعقلون دشمنی ان کے مونھوں سے ظاہر ہوگئی اور وہ جو ان کے سینوں میں چھپی ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمھیں عقل ہو بالجملہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز فتح القدیر میں ہے روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز نماز درکنار بنص قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا حرام قال اللہ تعالٰی واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین - واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ادہل ڈاک خانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدا بخش صاحب ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جہلا لوگوں کو صوم وصلاۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انھوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیہ دار قبر پرست اور بعضے صرف جمعہ کے نمازی رمضان شریف کے نمازی عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بدظن کرتے ہیں اور ان کے سامنے یہ بات پیش کرتے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھلی ہیں لیکن پُتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے دوسری تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انھوں نے ویسے ہی رکھا ہے حالانکہ یہ سب محض لغو اور جھوٹ بیان ہے انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے کے نکاح ہوئے جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہوئے ہیں اگر یہ ثابت کر دیں تو میرا حقہ ترک ورنہ تہمت لگانے والوں کا حقہ ترک ہونا چاہیے۔

الجواب

آنکھ میں پھلی ہونا جبکہ وہ پتلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہو نماز میں اصلاً کسی کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ اُس کے دو نکاح ہوئے اور ایک عورت بے نکاحی رکھی اول تو ایک مسلمان کی طرف نسبت زنا بلاتحقیق ہے اور یہ سخت حرام وکبیرہ ہے اور تہمت رکھنے والے پر شرعاً اسّی کوڑے کا حکم ہے **ثانیاً** سائل پر اس کا کیا الزام جب تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اُس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے مستحق سزائے شدیدہ کے ہیں جب تک توبہ نہ کریں اُن کا حقہ پانی بند کیا جاوے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کوچین ضلع ملیبار محلہ مٹانچیری مکان سیٹھ سلیمان قاسم مرسلہ میمن حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ رجادی الاولی ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خدا کو مجسم ٹھہرادے اُس کی اقتدا کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے

الجواب

اُس کی اقتدا حرام ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از دہلی چاندنی چوک متصل گھنٹہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالمنان صاحب ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا اب بعض اہل محلہ نے اس سے برخلاف ہوکر ایک دوسرے امام کو کھڑا کردیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہوسکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اول کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں ۔

الجواب

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بدمذہب نہ اس کی طہارت یا قرأت یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت تو بلا وجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتّٰی کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا ردالمحتار میں ہے لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ اور اگر واقعی اُس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول صحاح احادیث میں ہے ثلثۃ لا ترفع صلاتھم فوق اٰذانھم شبرا (وعد منھم) من ام قوما وھم لہ کارھون اور اگر اُس میں کوئی وجہ فساد نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القرأۃ ہونا جب تو ظاہر ہے کہ اُس کی امامت فاسد اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض اُس کا معزول کرنا فرض ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۔ از باندی کوئی مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ملازم ڈاک سفری ۸ رشعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بسبب ہونے حافظ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امامی و برائے تعلیم قرآن طفلان اہل اسلام سنت والجماعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ تک بظاہر کسی قسم کا فرق نہ معلوم ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کی معتقد و مطیع زید ہوگئے جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کراچکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جماچکا تو اپنے منصب امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا غرض زید کا ایک شاگرد رشید بکر نامی جس کا حافظہ ختم ہوچکا تھا اس کی شادی ہوجانے کے بعد اُسکے والد نے زید ہی کو زوجہ بکر کی تعلیم قرآن کے لیے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی یہاں تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طول ہو کر ظاہر ہوا تو بکر سے طلاق دلایا گیا اور زید نے مطلقہ کو خود نکاح میں لاکر فخریہ کہتا ہے اب تو موافق شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جوان زید سن رسیدہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ منش اختیار کرکے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلا ملا رہنے لگا چونکہ زید دیکھنے والا نواب صدیق حسن بھوپالی کا ہے ہر موقعہ پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بتا کر جاہلوں کو سیدھا کیا تھا اس پر

جو تھوڑے لوگ حق شناس تھے اُن سے الگ رہنے لگا اس درمیان ایک لڑکا ولد الزنا پیدا ہوا اُس کا عقیقہ کیا گیا یہی زید پیش امام صاحب شریک عقیقہ ہو کر بکرے کی کھال کی غرض سے خوب پلاؤ پر ہاتھ مار کر پکارنے لگے کہ عقیقہ کھانا جائز تھا ہرگز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ ان کی پیش امامی پر معترض ہوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ و غضب میں آکر چلا اُٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی پڑھا دیں قہر درویش برجان درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رُکے رہے آخر جھک مار کر خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہوئے معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد نکاح کہنا اب تو حرام نہیں ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرار حرام ہوا اگرچہ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زن زید کی نسبت جو لکھا گیا ہے اگر برضائے زید ہے یا زید بقدر قدرت بند وبست نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث سخت اخبث فاسق اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اُسے امام بنانا حلال نہیں اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنا واجب سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہردار ہے شوہر نے اُسے اپنا بچہ ٹھہرا کر عقیقہ کیا تو بیشک اُس میں کوئی حرج نہ تھا نہ اُس کے کھانے میں کوئی حرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں الولد للفراش وللعاھر الحجر اور عورت بے شوہر تھی اور اس نے عقیقہ کیا تو ازانجا کہ اس سے نسب قطعاً ثابت ہے اور نسب فی نفسہ نعمت ہے جعلہ نسبا وصھرا اگرچہ جمع سبب سے یہ صورت سخت بلا ہے اس عقیقہ کی تحریم یا اُس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصاً جبکہ علما نے تصریح فرمائی ہے کہ شراب پینے پر بسم اللہ کہے تو کافر اور پی کر الحمد للہ کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ سخت بلا ہے مگر اس کا حلق سے اُتر جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ نکال دینا اس شدید عصیان کی حالت میں رب عزوجل کی نعمت ہے۔ فصول عمادی و فتاوی ہندیہ میں ہے من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکم الامام المعروف بخواھر زادہ انہ یکفر ولو قال عند الفراغ الحمد للہ قال بعض المتاخرین لا یکفر البتہ اگر زانی نے عقیقہ کیا تو وجہ نعمت اصلاً منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اُس سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت جہال یہ جانتے بھی نہیں کہ عقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں اُس میں شرکت اور اس کا کھانا ضرور معیوب و شنیع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اُس سے یہ مقصود ہو سکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے زید کی امامت نامناسب خصوصاً اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کہ ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اُسے امام بنانا حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ زید کچہری میں جاکر مقدمہ دائر کرتا ہے اور اُس کی کوشش اور پیروی میں مصروف رہتا ہے اُس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے ایک اور اس کا لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے زید نے لڑکے کا نکاح ثانی بھی کر لیا آیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اُس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے۔

الجواب

عورت کو بلانا نان ونفقہ دینا اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمہ ہے اس کے باپ کے ذمہ نہیں اللہ تعالی ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا ہاں اگر بلا وجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریک ظلم ہے اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے مشہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معلن ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از قطب پور ڈاک خانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسئولہ محمد رحمت اللہ ۵ ۔ رمضان المبارک ۱۳۳۹ہجری

سود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

سود خوار کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اُس پر الزام نہیں درمختار میں ہے یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ اور نماز کا وہی حال وھو تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں جمعدار مسئولہ عبدالرؤف خاں ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے سجد میں آنا چھوڑدے اور حسد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اُسکے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں (۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام و قاضی شہر ہو خود سب سے مسائل بیان کرے اور سب کو سُنائے اور سب کے پہلے جاکر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہوا گوشت کھاوے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی بات کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہوسکتا وہ کیسا عالم ہے اور وجہ حسد کیا تاوقتیکہ تفصیل نہ معلوم ہو اجمالی بات کا جواب نہیں دیا جاسکتا عالم علمائے دین ہیں اور وہابیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور وجوہ منازعت بھی مختلف ہوتی ہیں واللہ تعالی اعلم (۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبیحہ کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اُسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع واللہ تعالی اعلم (۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق مانعت امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ حد فسق کو پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لیے بالقصد مسجد میں نہیں جاتا نماز کے لیے بیٹھا ہے اور کوئی آیا دنیا کی باتیں بھی کرلیں جن میں فحش وغیرہ معاصی نہ ہوں تو اگرچہ ایسا بھی نہ چاہیے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از موضع سہادن پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈرہ ڈاکخانہ ڈرہ تحصیل گنڈہ ضلع پرتاب گڈھ مسئولہ نجود شاہ، رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے (۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع

کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں اُن کے پیچھے حنفی کی نماز ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اُس کے پیچھے نہیں ہوسکتی اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز میں کسی فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اس کے پیچھے ضرور ہوسکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولٰی ہے اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اُس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولٰی ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اسکے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کراہت شدیدہ ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی تو وہ نماز پھر پڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہے کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہوگئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اُس کی اقتدا مکروہ ہے مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہور حال کا حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۲) اب مجلس میلاد مبارک مطلقاً ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ مرتدین ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسؤلہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین (۱) زید نصاری کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوتی ہے کن لوگوں کی نہیں (۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں۔ (۴) زید حاکم وقت کی چوری میں گرفتار ہوا ہو تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں (۵) زید باطنی غیر مقلد ہو اور اہلسنت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر بھی کر ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں۔ (۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دو چار مسلمانوں کے منحرف کردینے سے ایک شخص اس پر الزام لگائے کہ یہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نااتفاق کرائیں تو اُن کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصاری کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی حلال میں حلال ہے حرام میں حرام ہے کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ اور جو حلال میں اطاعت کرے اُس پر الزام نہیں نہ اس وجہ سے اُس کی امامت میں کچھ حرج واللہ تعالٰی اعلم (۲) جو امامت کے لائق ہے اُس کے پیچھے سب کی نماز ہوسکتی ہے اس صورت میں خاصہ کو یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک قسم خاص کے لوگوں کی امامت کرسکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کرسکتا ہے اوروں کی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) مجمل سوال ہے بارہا مسئلہ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بد دین لوگ اسے نفاق ڈالن

کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہوسکتا۔ سائل مفصل لکھے کہ کیا کہتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۴) اگر توبہ کرچکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز اور جب اُس کا غیر مقلد ہونا ثابت و تحقیق ہے تو اس کا براہ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں قال اللہ تعالٰی اذا جاءك المنفقون قالوا نشھد انك لرسول اللہ واللہ یعلم انك لرسولہ واللہ یشھد ان المنفقین لکذبون جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اُس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں واللہ تعالٰی اعلم (۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے قال اللہ تعالٰی واستغفر لذنبك وللمؤمنین والمؤمنات اگر انھوں نے بیجا الزام لگایا ہے سخت گنہگار و حق العبد میں گرفتار نفاق ڈالنے کا جواب ۳ میں ہوچکا مجمل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتوٰی کو کسی غرض نفسانی کا موید نہیں کرسکتے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷: از تحصیل سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسی کسبی زادہ کے پیچھے جو حافظ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاصکر تراویح ادا کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مکروہ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علم مسائل طہارت و صلاۃ میں زائد نہ ہو ورنہ وہی اولٰی اگر جملہ شرائط امامت کا جامع ہو کما فی الدر المختار وغیرہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸: از بریلی کانکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئولہ عبدالغنی صاحب ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں دیگر یہ کہ گاؤں کے کارندے کے پیچھے جو حال میں کارندگی کررہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حضور کو خوب روشن ہوگا کہ جس طرح کارندے اپنی گذر اوقات کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ہر سُنّی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لیے باعث نفرت اور جماعت کے لیے وجہ قلت ہو اُس کے پیچھے نماز بلاکراہت جائز ہے گاؤں کے کارندے جن کا غبن اور اسامی وغیرہم سے ناجائز پیسہ لینا ظاہر و معروف ہو اُن کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ورنہ کارندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹: از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز علی ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجودیکہ مسجد میں جماعت ہورہی ہے شامل نہیں ہوتے بعد ختم جماعت کثیر پانچوں آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں امام مسجد جو عرصے سے امامت کررہا ہے اور اپنا

عقیدہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ بُرا کہتے ہیں ایسے کے لیے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے (عقیدہ پیش امام مسجد کا یہ ہے) میں مذہب اہلسنت وجماعت پر عمل کرتا ہوں میرا یہی مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل واعلٰی جانتا ہوں کرامت اولیاء وبزرگان دین کا قائل ہوں ایسا امام اگر وہابی "جو فی زمانہ مشہور کردیے گئے ہیں" کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صورت مسئولہ میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہ صحیح ودرست ہے جب پیش امام اپنا حنفی ہونا بیان کرتا ہے اور عقیدہ مطابق اہلسنت وجماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول وفعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالفرض کسی پاٹ شالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحت امامت کے لیے قادح نہیں ہوسکتا کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم شق قلب پر مامور نہیں وہ اشخاص جو متخلف عن الجماعۃ ہیں اگر کوئی عذر شرعی رکھتے ہوں تو معذور رہیں گے اور اگر محض عصبیت ونفسانیت کی جہت سے شریک جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابل تعزیر ہیں اہل محلہ کو ان سے سلام وکلام ترک کردینا چاہیے۔

العبد المجیب محمد عبداللہ کان اللہ لہ۔ صحیح ہے محمد منور العلی غفرلہ۔ الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ۔

الجواب

یہ فتوٰی محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلو تہی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کردیں اس پر انھیں لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتے وہ تو ایسا کہا ہی چاہیں حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتوٰی دے چکے کہ گنگوہی ونانوتوی وانبیٹھی وتھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ بزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ عقائد اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ کو حنفی کہنا یا توحید ورسالت افضلیت وکرامت کا اپنے آپ کو قائل بتانا ان میں سے کون سی بات کا وہابیہ ودیوبندیہ اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر بلکہ ان چاروں باتوں کے تو قادیانی تک ہیں اور اپنے آپ کو مقلد امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے انکا کفر اُٹھ گیا شریعت شریعت بیشک ظاہر پر حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے گا اُس سے علم دین نہ پڑھے گا پاٹ شالہ اور اسکول کی مثال جہالت ہے کیا کوئی پنڈتوں، پادریوں سے قرآن عظیم وحدیث وفقہ پڑھنے جاتا ہے اور بفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا عقائد وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہو اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انھیں استاذ بنانا اُن کی تعظیم کرنا تو ہے اور ائمہ دین نے فرمایا جو کسی مجوسی کو تعظیماً "یا استاذ" کہے وہ کافر ہوجاتا ہے فتاوٰی ظہیریہ والاشباہ والنظائر وتنویر الابصار ومنح الغفار ودرمختار وغیرہا میں ہے ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر جب صرف تعظیماً یا استاذ کہنے پر یہ حکم ہے تو مرتد کو حقیقۃً استاذ بنانا اور اقسام تعظیم بجالانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اُسے امام نہ بنائے گا نہ اُس کے پیچھے نماز پڑھے گا ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اپنی نمازیں برباد نہ کریں ہم اس کی ایک آسان پہچان بتاتے ہیں اس

فتوی پر جن جن لوگوں کے دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ حسام الحرمین شریف میں تمام علمائے حرمین شریفین نے جن جن وہابیوں کو نام بنام کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو دیکھو ہرگز نہ کہیں گے تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی تہم ہیں تو ان سے فتوی لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل کونسی شریعت نے جائز کیا۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ـ از بالسک مسئولہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ ہجری

اگر حنفی مذہب کا امام اس برات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے کا نکاح اُس عورت سے پڑھالیا ہو جس کے کہ طلاق ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھالیا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس برات یا ولیمہ میں شامل ہو جاوے جس میں کہ مرزائی وغیرہ کا رکن ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں آیا اس کے لیے کوئی تعزیر وغیرہ ہے یا نہیں اور جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورالعین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

الجواب

فقط اتنی بات کہ جس برات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اُس میں قادیانی مرتد یا اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی شریک تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کردی ہاں اگر صاحب خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہو کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل اور اگر اس کو کافر جان کر ہی شریک ہوا تو گنہگار رہوا اور اس سے توبہ لی جائے اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کرچکا ہو تو اُسے امام بنانا گناہ ہے امامت سے معزول کیا جائے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ـ از ناگپور ممالک متوسط محلہ گانجہ کا کھیت مسئولہ چاند میاں لعل محمد سوداگر ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چوڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنایا ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ ان کی اقتدا بوجہ چوڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہ تحریمی ہے اور خود معترض پیشہ طبابت کرتے ہیں بوجہ نباضی ومس دیگر اعضائے مستورات یہی اعتراض واقع ہوگا یا نہیں بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتدا پر رضامند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جماعت کی رضا عدم رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا ہے جب شرعی نقصان نہ ہو جہاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام دے سکتی ہے بلا شبہ اجنبیات کو چوڑی پہنانا اُن کی کلائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق معلن اور اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں طبیب کا نبض دیکھنا حاجت کیلیے ہے اور ایسی حاجت وضرورت کہ دیگر اعضا کا مس بھی جائز ہے رہا یہ کہ وہ نیت فاسدہ کرے یہ ضرور اُسے حرام ہے مگر اس کا علم اللہ عزوجل کو ہے ہاں بلاحاجت مس ونظر ناجائز کرتا ہو تو وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ـ از بھنڈارہ محلہ کھم تالاب مسئولہ نجم الدین ریڈر ڈپٹی کلکٹر ۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نماز پنجگانہ وجمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض حسب ذیل ہے آیا ان کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یانہیں (۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ میں جاتے وقت نصف یا نصف سے کم جھک جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اُٹھتے وقت نصف یا زائد اُٹھ جانے پر اللہ اکبر کی ابتدا کیا کرتے ہیں یہ اس لیے کرتے ہیں کہ مقتدی اُن سے پہلے سجدے سے اُٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں (۲) بقاعدہ مذہب حنفی دونوں زانوؤں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعد ازاں ہاتھ وغیرہ سجدہ کے لیے مطلق نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہوسکتے (۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم لمبے ہوکر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے ہیں اور اسی طرح سجدے سے اُٹھتے وقت بھی لمبے ہوکر اُٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پیر کمر سے بیکار ہوگئے ہیں (۴) بایاں پیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تر بیکار ہے اس لیے ہر جلسہ وقعدہ میں پیر بچھانے کے لیے اُنھیں دقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پیر اٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع پر اونٹ کی بیٹھک کی مانند دوسرا سجدہ کرلیتے ہیں (۵) قرأت میں دم پھولتا ہے دم بدم منہ سے سانس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہوجایا کرتا ہے ایسے امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یانہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھیں ان میں سے کوئی مانع صحت نماز نہیں نہ ان میں کہیں فعل کثیر ہے یہ محض گمان غلط ہے ان میں کہیں ترک واجب بھی نہیں سوائے صورت چہارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترک واجب کی ہے اس سے اُسے ممانعت کی جاوے اور اگر وہی علم وتقوی میں زائد ہے تو اُسی کی امامت رکھیں ہاں اگر اس کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جو احق ہے اُسی کی امامت اولٰی ہے ففی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم واللہ تعالٰی اعلم اور اسے چاہیے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اُٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتدا کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکس مقصود شرع ہے حدیث میں فرمایا انما جعل الامام لیؤتم بہ یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کرلیں گے اس کا لحاظ مقتدیوں پر ضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو جھکیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بذلک امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ہوڑہ ڈاکخانہ سلکیا گھڑی محلہ بھوٹے بگان اصغر چائے والے کا باڑا مسئولہ شیخ ممن ۲۳ رمضان ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طیبین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یانہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مطلقاً علمائے حرمین شریفین کو بدعتی وہی بتائے گا جو وہابی ہو اور وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از مطبع شمس المطابع فرخ نگر ضلع گوڑگانواں مسئولہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امور ذیل کہنے والے کی امامت جائز ہے یانہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے۔ باوجود نمازی ہونے

قرآن کے درمیان کلام مجید سے کچی پکی یاد پر نماز جمعہ میں قرأت شروع کردیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عموماً نماز جمعہ بھول جانے کی وجہ سے نماز دُہرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحت لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلظات بکنا شطرنج سے ماہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو اُن کے پاس بیٹھ کر چال بتانا ہیچو قسم کے لوگوں کے ساتھ کوئلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پانسے بنا کر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قماربازان بغیر کسی شرط قائم کیے کھیل کا کھیلنا ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست روا داری رکھنی جو اپنے حقیقی پسر کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہش نکاح رکھتا ہے جس کو حالات مذکورہ کی وجہ سے اہل برادری نے بھی خارج کردیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلظات سنانا شخص مندرج صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورت حالات مندرجہ صدر نماز جمعہ دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہو جس کی بنیاد شہر اور فرودگاہ افواج تواریخی حساب سے صدہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تعداد شرعی سے زیادہ ہوجاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غل کرنا جو بے صبری پر دال ہے۔ اصلی معاملہ کو پوشیدہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں علماء سے فتوی حاصل کرنا۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کو لازم ہے کہ نماز میں وہ سورت یا آیات پڑھے جو اسے پختہ طور پر یاد ہوں کچے یاد ہونے کی وجہ سے اگر غلطی کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فساد معنی یا کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو نماز دوہرانا بے معنی ہے اور اس کا الزام جہالت پر ہے نہ کہ قرأت پر اور اگر ہاں تو بیشک ایسا شخص قابل امامت نہیں خطبہ میں صحت لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں ہاں ایسا خطبہ خلاف سنت ہے مغلظات بکنا فسق ہے حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے شطرنج کھیلنے والوں کو چال بتانا اگر گوشہ تنہائی میں نہیں بلکہ برملا عام نظرگاہ میں ہے یا اس پر مداومت ہے تو یہ بھی فسق ہے۔ قماربازوں کی طرح پانسے بنا کر اُن سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط نہ بدی جائے علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے دور کی طرح پانی پینا حرام ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ اُنھیں میں سے ہے۔ بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا ہے اگر واقعی ہے اور حسب عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اسّی اسّی کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہرگز میل جول کے قابل نہیں مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا منع ہے قال اللہ تعالٰی و اما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین اور اسے امام بنانا حرام فتاوی حجہ میں ہے لوقدموا فاسقا یاثمون مسجد میں گالیاں سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے اور ناصحوں کو نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور شریعت مطہرہ سے سرتابی ہے باطل پر اعانت حرام ہے قال اللہ تعالٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وہ قصبہ مصر شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح و جائز ہے فتح القدیر میں ہے لانہ بسبیل من التحول اور روزہ میں غل مچانا اور اظہار بے صبری کرنا مکروہ ہے حقیقت واقعہ چھپا کر علماء سے غلط فتوی لینا شریعت کو دھوکا دینا اور سخت حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از منصور پور ضلع مظفر نگر مسئولہ عبد الصمد صاحب سنی حنفی صوفی ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ (۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو باوجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے شرفا کی نماز کامل ہو سکتی ہے یا نہیں (۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کام ایسا آدمی قابل امامت ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب واللہ تعالی اعلم (۲) امام پر بلاوجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں نہ اُسے نماز جنازہ پڑھانا ضرور اس کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں - واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام مسئولہ مولوی عبد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۳ شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں: (۱) کسی مسجد میں جماعت طیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سنی ہے یا وہابی تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے یا اپنی علیحدہ (۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑ کر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں (۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

(۱) جبکہ شبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے پڑھے پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے - واللہ تعالی اعلم (۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وہ نماز نماز ہی نہیں اگر صحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فتنہ نہ ہو اور اپنی جماعت نہ مل سکے تنہا پڑھے اور اگر نقص ایسا ہے کہ اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق معلن تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے اور اگر صرف کراہت تنزیہیہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہو جائے - واللہ تعالی اعلم (۳) شرعاً عاق وہ ہے جو بلا وجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے اُن کی نافرمانی کرے ایسا شخص فاسق ہے پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے تو فاسق معلن ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ... پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب اور اگر یہ اُن کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگرچہ معصیت میں انکا کہنا نہ مانتا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہو تو وہ عاق نہیں اگرچہ وہ ہزار بار کہیں کہ ہم نے تجھے عاق کیا جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں - واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از سہرام برتلہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ ۵ شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنہ عالم باعمل سماع بالمزامیر سنتا ہے اور اُس کی امامت جائز ہے اور اُس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مزامیر حرام ہیں اُن کا سننا عالم باعمل کا کام نہیں کما بیناہ فی اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر اگر علانیہ اس کا مرتکب ہو اسے امام نہ کریں اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از سرکار اجمیر مقدس لنگر گلی مسئولہ حکیم غلام علی ۶ شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع مسجد درگاہ شریف حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ بعد ہر نماز یہ کہتا ہے کہ اے خداوند کریم غیر شرع داڑھی منڈھے جھوٹے دعویداران خلافت کو سچا دعویدار خلافت بنادے اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو اُن کے مولویوں کو اور جو مولوی خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیروؤں کو خوب بُرا کہتا ہے اس کے پیچھے بموجب شریعت مطہرہ نماز پڑھنا جائز ہے اور جو مولوی اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اُس کے لیے شرعاً کیا حکم ہے اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل توجروا عند الرب الجلیل۔

الجواب

اس دعا میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے یونہی جھوٹے مدعیان خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شناعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہو ان بیانوں کا بہتر موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مساجد ذکر اللہ کے لیے بنائی گئی ہیں اور نہی عن المنکر اور بیان شناعت گمراہاں اعظم طرق ذکر اللہ و اجل احکام شریعۃ اللہ سے ہے حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفہ الناس اذکروا الفاجر بما فیہ یحذرہ الناس کیا فاجر کو بُرا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی بُرائیاں بیان کرو کہ لوگ اُس سے بچیں صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رد فرماتے ان وجوہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عزوجل و نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت عذاب نار و غضب جبار کا مستحق ہوگا قال اللہ تعالٰی ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل ولھم عذاب الیم وہ جو اللہ پر جھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے وقال تعالٰی ویلکم لا تفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمہیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔ والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از تلونڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئولہ اقبال محمد ۷ شوال ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سید صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی

اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سید صاحب موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجد خواں پرہیزگار جوان کا پیر بھائی ہے اور دو چار یوم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے اور چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلاوجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لیے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سید صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہل مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تا زندگی رہے گا آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں اگر ہیں تو کیا وہ بھی ان کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلاوجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سید صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی محض کسی خصومت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور ان مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لیے کیا اور علانیہ برسر مجلس کیا تو قابل امامت نہ رہے اور ان کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلاوجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں لایحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادھر مونھ پھیر لے وہ اُدھر مونھ پھیر لے اور اُن میں بہتر وہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے رواہ الشیخان عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسری حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایحل لمؤمن ان یھجر مومنا فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ فان رد علیہ السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج المسلم من الھجرۃ کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے جب تین راتیں گزر جائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اُسے سلام کرے اگر سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اُسی کے سر رہا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا رواہ ابوداؤد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی حالت میں مرے وہ جہنم میں جائے گا رواہ احمد وابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اُس پر وعید نار ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیری واجب فتاویٰ حجہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون تبیین الحقائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا اور اس میں برابر ہیں وہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از قصبہ رچھا رو ڈ ضلع بریلی مسؤلہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ رشوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) کہ فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں فان تقدیم الفاسق اثم والصلاۃ خلفہ مکروھۃ تحریما والجماعۃ واجبۃ فھما فی درجۃ واحدۃ ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح اور اگر کوئی گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں لان الجماعۃ واجبۃ والصلاۃ خلف فاسق غیر معلن لاتکرہ الا تنزیھا واللہ تعالٰی اعلم (۲) جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از سینو ٹوریم ضلع نینی تال مسؤلہ سراج علی خاں صاحب رضوی بریلوی ۱۶ رشوال ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) فاسق کی کیا تعریف ہے ۔ فاسق و فاجر میں کوئی فرق ہے فاسق کے پیچھے نماز کیسی ہے ۔ فاسق معلن کب کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے اُسے ایسا جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے (۲) ہاتھ یا پیر میں انگوٹھی چھلے پہننا یعنی ایک نگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے زائد پہننے والے کا کیا حکم ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ مورد گناہ ہے ۔ (۳) دو یا تین شخص ایسے جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت ہیئت لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفظ بالکل ادا نہیں ہوتا دوسرا خواندہ قرآن کی قرأت کر سکتا ہے ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علمی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان سورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ہو اللہ شریف وغیرہ ان میں سے کس کو امام بنایا جائے اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولٰی اور اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب واللہ تعالٰی اعلم ۔ (۲) ایک آدھ بار پہننا گناہ صغیرہ اور اگر پہنی اور اُتار ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اگر نماز میں پہنے ہو اُسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ یوں ہی جو پہنا کرتا ہے اُس کا عادی ہے فاسق معلن ہے اور اس کا امام بنانا گناہ اگر اس وقت نماز میں بھی پہنے ہو ۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اُسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جرم ہے اس

شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳) صورت مذکورہ میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز باطل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بیڑتہ ستی ضلع جودھپور مسئولہ فخرالدین شاہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ (۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔ (۲) ایک شخص یہاں بیڑتہ میں پیرزادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی تین روز برابر اس کو سمجھایا پر نہیں مانا۔ کہا کہ مہر دے۔ کہا کہ مہر میں نے معاف کروایا پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا جواب دیا کہ مہر تو میں معاف کردیا اور پھر اسکے چچا وغیرہ نے اُس لڑکی کو اُس کے گھر بھجوادیا بغیر نکاح کرے طلاق ہوئی یا نہیں اس کے بچہ پیدا ہوا وہ حرام کا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) یتیموں کو بلا وجہ شرعی تکلیف دینا سخت حرام ہے یوہیں غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعاً غیبت ہو مثلاً فاسق معلن کی غیبت غیبت نہیں اور بدمذہب کی بُرائیاں بیان کرنے کا خود شرعاً حکم ہے جھوٹی قسم گھروں کو ویران کرچھوڑتی ہے اور مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے فتنہ سورہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) طلاق ہوگئی اور مہر عورت نے معاف کردیا ہے معاف ہوگیا بچہ اگر طلاق سے دو برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے طلاق دینے سے نماز کی امامت میں کوئی خلل نہیں آتا یتیم سے بلاوجہ عداوت سخت گناہ ہے اگر اس کی بلاوجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از چھاونی فیروزپور کباڑی بازار مسئولہ حاجی خواج الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زناکار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وہ ہر ایک کو امام مقرر کردیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ وعیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُسکے پیچھے پڑھ لیے جائیں اور جمعہ کے اعادہ کو چار رکعت ظہر پڑھیں امام غیر جمعہ وعیدین میں اگر دوسرے کو کہ صالح امامت ہے اور امام کردیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم وفضل میں زائد ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از علی پور ضلع ٹپرا مسئولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ ہجری

قاری مکہ معظمہ کا قرائت سیکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر سلمی کیا لیکن داڑھی ترشواتا ہے آیا اُس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ

جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب اور مکہ معظمہ میں رہ کر قرأت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کرے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از فتحپور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مقبول حسن خان نائب مدرس میونسپل اسکول، ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نماز فجر قضا ہو وہ نماز ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہوسکتا ہے یا نہیں

الجواب

اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک قضائے فجر ادا نہ کرلے ظہر کی امامت نہیں کرسکتا ورنہ کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) بہرے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۲) بہرے کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں

الجواب

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم و قرأت میں اس سے افضل نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (۲) اتنی ہی ہے کہ جواب اول میں گزری۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین ۶ شوال ۱۳۳۷ھ ہجری

عمرو بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از مقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ کنکر کھیڑہ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب ممبر جامع مسجد ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابند صوم وصلٰوۃ کا ہے اور زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا وہابی یا دیوبندی وغیرہ بددین و بددین نہیں سنّی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق معلن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں متعدد اکابر دین نے یہ پیشہ کیا ہے ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دوسرا امام سنّی صحیح العقیدہ قابل امامت

موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولٰی ہے فقد کرھوا خلف ابرص شاع برصہ لاجل التنفیر مع انہ لاخطیئۃ لہ فیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از یونڈی بزرگ پرگنہ اجاؤں ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہوگیا ہو تو جو اس کے پیچھے نمازیں پڑھیں وہ ہوئیں یا نہیں (۲) جب زانی ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں (۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور گاؤں والے اس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے مستحق اور کس درجہ میں شمار ہیں (۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے سرکشی کی اور اس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں اور اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر راضی ہے اور وہ امامت کراتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ اوہام ہوتے ہیں جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اس کے پیچھے نمازیں کوئی حرج نہ تھا ان کے اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ ان کان فاسقا غیر معلن فما الکراھۃ خلفہ الا تنزیھیۃ (۲) جب بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو (۳) اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیئات جو لوگ توبہ نہیں مانتے گنہگار ہیں ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابل اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تو نے توبہ کی اللہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں گے جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بجا ہے (۴) اسے جبرا طلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لیے ہو بہرحال یہ امر امامت میں خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگذر ہے اور اس میں حرج نہیں اور یہاں راضی ہونا با یں معنی نہیں تھا کہ اس کے افعال خلاف شرع کو پسند کرتا ہے جن سے وہ قابل امامت نہ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از یونڈی از سید صاحب۔

زید اپنی سوتیلی ساس سے زنا کرتا ہے اور زید کے سسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ یہ میرے گھر سے نکل جائیگی تو وہ کس جرم کا مستحق ہے اور زید جو اپنی ساس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا مستحق ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا یا میل جول رکھنا کیسا ہے (۲) جس کا پیر ایسا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سلفہ وغیرہ پینا اور اکثر محافل ناچ رنگ میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ ہوں اور علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کرچکا ہو اس کو فسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمادیں کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علما تو ایسے پیر سے بچنے کا حکم فرمادیں اور وہ نہ مانے اور متبع ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھوانا اور شریک حال ہونا کیسا ہے۔ درست یا غیر درست اور بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نادرست ہیں ان کا بھی پھیرنا واجب ہے کیونکہ اس نے اتباع علما نہیں کیا۔ بینوا توجروا

الجواب - جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیحیائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیوث ہے اور وہ جو زنا کرتا ہے اگر اس کا

یہ حال صحیح مشہور ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس سے میل جول نہ چاہیے اگر عوام کے اوہام کی افواہ ہے کہ خواہی نخواہی عیب لگاتے ہیں تو اس کا اعتبار نہیں پھر بھی اگر اسکے سبب لوگوں کو اسکی امامت سے نفرت ہو اور اسکے پیچھے جماعت کی قلت ہو تو اسے امام نہ کریں اگرچہ وہ الزام سے بری ہے کمن شاع برصہ کما فی الدر (۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا تبیین الحقائق وغیرہ۔ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور اعادہ کی جائیں اس کا شریک حال مذکور ہونا حرام ہے اُس سے میل جول نہ چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد ظہور الحق صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وہ حافظ قرآن ہے مگر افیون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے آیا وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

افیونی اور بلا عذر شرعی تارک صوم رمضان دونوں فاسق ہیں اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق ظاہر و آشکارا ہو اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور افیونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض قال تعالٰی حتی تعلموا ما تقولون واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی ظہور الحق صاحب طالب علم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

اس سوال میں جو اوپر مذکور ہے خلاف واقعہ محض حسد پر کیا گیا ہے افیونی تارک صوم اور پھر اُس پر بلا عذر یہ تینوں لفظ اور ان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انھیں پر مبنی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ اطباء نے امراض نزلہ و جریان وغیرہ میں افیون بقدر اصلاح تجویز فرمائی ہو وہ عذر شرعی کے اندر محسوب ہے یا نہیں اگر نہیں تو عذر شرعی کیا ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بباعث سفر یا مرض روزہ رمضان قضا کرے تو تارک صوم ہوگا یا نہیں اور عذر شرعی اس کے لیے ہے یا نہیں اور حافظ کلام مجید امیوں میں امامت کے لیے شرعًا افضل ہے یا نہیں اگر کوئی شخص ایک مدت تک مقتدی رہ کر محض حسد سے الزام لگائے ایسے کبیرہ گناہ کے تو وہ عند الشرع مستوجب کس تعزیر کا ہے۔

الجواب

افیون اتنی کہ پینک لائے مطلقًا حرام ہے دکسی مرض کے لیے حلال ہوسکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ ورسول کے برابر حکیم کون ہے وہ منع فرماتے ہیں اُن کا منع فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہوسکتا، عذر شرعی ہے نہ عذر شرعی فتوٰی میں دربارۂ افیون لکھا تھا بلکہ دربارۂ صوم درمختار میں ہے (ظاہر المذھب المنع) رد المحتار میں ہے اجاب الامام بان الموجع فیہ الاطباء وقولھم لیس بحجۃ حتی لو تعین الحرام مدفعا للھلاک یحل کالمیتۃ والخمر عند الضرورۃ ہاں سفر اور مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت و محقق ہو روزہ قضا کرنے کے لیے عذر شرعی ہیں۔ حافظ امیوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں چہ جائے حافظ درمختار میں ہے الا ان یکون غیر الفاسق اعلم القوم فھو اولی اگر الزام جھوٹا لگائے تو سخت کبیرہ ہے اور اسکی

سخت سزا ہے اور اگر الزام سچا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزاوار سزا ہے مگر وہ امام اس بنا پر الزام سے بری نہیں ہوسکتا کہ ابتک مقتدی کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور اکھاڑے میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سید الشہداء حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی مجلس میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں یا حسین سلام علیک یا ذکی سلام علیک یا علی سلام علیک وغیرہ بحالت قیام پڑھواتا ہے اور مجلس میں سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خورد ک شہنائی مشکی باجا وغیرہ بجواتا ہے اور نماز پنجگانہ و جمعہ کے لیے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے بسبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمرو قابل امامت ہے یا نہیں اور عمرو کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

الجواب

مزامیر حرام ہیں صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف ہدایہ میں ہے والابتلاء بالمحرم یکون تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق اور نماز عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور جماعت کے لیے بلا عذر شرعی حاضر نہ ہونا کرنا فسق اور جمعہ میں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تعظیم بدعت عمرو ہرگز قابل امامت نہیں تبیین الحقائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اہانتہ شرعا حضرت سید الشہداء اور حضرت مولیٰ مشکلکشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک و یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از گونا سنٹرل انڈیا ریاست گوالیار مرسلہ محمد صدیق سکریٹری انجمن اسلامیہ ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی اور فسق و فجور کرتی ہے اور زید اس کو رکھے ہوئے ہے اور وہ زوجہ زید، زید پر حاوی ہے زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص کو جس کو میری زوجہ بلاتی ہے میرے گھر آنے سے روکو جب زید سے کہا جاوے کہ تم اس کو طلاق دے دو تو بہتر ہے اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اولیٰ بھی تو لوگوں کو بلواتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دیدوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا تو ایسے اصرار سے زید دیوث ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو، زید کو اگر وہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہیے یا نہیں زید نے جو پیش امام مسجد ہے اس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنالیا ہے اُن میں سے ایک شخص بکر نے کہا کہ ہمارا پیش امام دو دو بوتلیں شراب کی پیے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا پس بکر کی بابت شرعاً کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرفداری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں اُن کی بابت کیا حکم ہے بینوا توجروا

الجواب

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر راضی ہے یا بقدر قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیوث ہے اور اسے امامت سے

معزول کرنا واجب اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور اس کا پھیرنا لازم اور اسکے حامی گنہگار قال اللہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اُس کا امکان ہے بند وبست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اس کا الزام نہیں قال اللہ تعالی لا تزر وازرۃ وزر اخری نہ اس پر طلاق دینا لازم حدیث میں ہے جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لا ترد ید لامس قال فطلقها قال انی احبها قال فاستمتع بها رواہ ابوداؤد درمختار میں ہے لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ بکر جس نے وہ ناپاک کلمات کہے اُن سے صراحۃً شریعت مطہرہ سے عناد ٹپکتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ مدرسہ قادریہ تکیہ اعظم شاہ مرسلہ حاجی عبدالجبار صاحب رضوی ۴ صفر ۱۳۳۸ھ ہجری

کیا حکم ہے شریعت مطہرہ کا اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں عمرو یہ کہتا ہے کہ دوش سے نیچے بال بڑھانا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور مشائخ وسادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلیحضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ۱ میں حضرت سیدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے لہذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح ہے یا عمرو کا اگر عمرو کا قول صحیح ہے تو جتنی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کرکے سب کا اعادہ کریں یا نہیں۔

الجواب

مسلمان کو اتباع شریعت چاہیے حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لیے سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام اور عورتوں سے تشبہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذ اللہ باعث لعنت ہے قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لعن اللہ المتشبھین من الرجال بالنساء ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا ارشاد فرمایا اللہ کی لعنت اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں حالانکہ جوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شے ہے جب ان میں مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال کہ جزو بدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعث لعنت ہوگی الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اُتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک لمبے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلاً نہ بڑھیں ضرور جائز بلکہ سنن زوائد سے ہے حساب کرکے نمازوں کا اعادہ چاہیے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرماکر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از مانیا والا ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اور ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہیے یا آگے چلا جاوے یا نہیں (اور آگے بڑھنے کی جگہ ہو) بینوا توجروا

الجواب - اگر پہلا مقتدی مسئلہ داں ہے اور اسے پیچھے ہٹنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ آئے دوسرا مقتدی اُس کی برابر کھڑا ہوجائے

اور اگر یہ مسئلہ داں نہیں یا ات پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کو جگہ نہیں تو دوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہو جائے مگر اب تیسرا مقتدی آکر نہ ملے ورنہ سب کی نماز مکروہ تحریمی اور سب کو اس کا پھیرنا واجب ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بریلی مسئولہ محمود حسن صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ ہجری

ما قول علماء اهل السنة والجماعة رحمکم اللہ تعالٰی هل تجوز الصلاة خلف الامرد الذی هو ابن ستة عشر سنة افیدونا الجواب رحمکم اللہ الوهاب۔

الجواب

نعم تجوز ان لم یکن مانع شرعی لانه بالغ شرعا وان لم تظهر الاٰثار نعم تکره ان کان صبیحا محل الفتنة کما فی رد المحتار عن الرحمتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از کوٹ ڈسکہ مرسلہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ایسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحا ہوں (۱) غسال و ذابح ہے اگر کسی صاحب میت سے کچھ نہ ملے تو شاکی رہتا ہے (۲) سامان مسجد کی مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرمت وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لیے اشیا مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور غبن ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلقہ مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے علیحدہ متصل مسجد ہیں اگر حفاظت سامان مسجد کو کہیں تو برافروختہ ہو جاتے ہیں (۳) جماعت نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں اگر کہیں تو ناراض (۴) مرض بواسیر عرصہ سے ہے تقاطر بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لیے نیچے لنگوٹ رکھتے ہیں پورے طور پر شکایت مرض بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے (۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنٰی آسامی جمعداری خاکروبان ہشت روپے ماہوار پر ملازم ہیں۔ کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور ممبران کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں اور سخت سست کہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار گزرتا ہے (۶) میاں جی کے اندرون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلاب زمانہ سے اس محلہ میں مسلمانوں کے گھر نہ رہے اور مسجد غیر آباد ہو گئی اب میاں جی اس مسجد کو مالی مویشی خانہ اور گوبر بھینس خانہ بنا رکھا ہے طرفہ یہ کہ اس مسجد کا برابر لے رہے ہیں (۷) روزہ ماہ رمضان المبارک اگر ستر ہونے کی وجہ سے نہ بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لیے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب ندارد ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے۔

الجواب

اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳ و نمبر ۶ اس کے فاسق معلن ہونے کے لیے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارک جماعت ہے اور مسجد کو ناپاک و ملوث کرنے والا اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب فتاوی حجہ وغنیہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون اور تقاطر بول اور جریان خون اگر لنگوٹ سے بند نہیں ہوتے جب تو آپ ہی اس کے پیچھے نماز باطل محض ہے یوں ہی اگر روزہ رکھ سکتا ہو اور بوجہ کسل نہ رکھے تو سخت شدید فاسق ہے بہر حال اُسے امامت سے معزول کرنا چاہیے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر مرسلہ غلام محمد صاحب درزی مورخہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قمیص چوری ہوا اور بکر پر چند قرائن کی وجہ سے بطور شبہ کے چوری ثابت کیا گیا اور جس روز سے بکر پر چوری ثابت ہوا اس روز سے تمام محلہ والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی بوجہ شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلا توبہ جائز ہے یا نہیں دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تو مال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھایا اور زید کے پیچھے بلا توبہ نماز جائز ہوگی یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شبہ کے سبب بکر پر چوری ثابت نہیں ہوسکتی نہ اس کے پیچھے نماز منع ہو - واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از کلکتہ نارکل ڈانگا رلنڈا روگودام مرسلہ شیخ عرفان علی صاحب ۱۲ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دیا وہ مطلقہ مدت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شرعیہ اپنے زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکور بالغ ہوئی پس اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقد شادی کر لیا اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

اس کی ماں ولدالزنا ہوئی وہ خود ولدالزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب و اعمال و قرأت و طہارت وغیرہا میں قابل امامت ہو ہاں اگر عوام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعث قلت جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں - واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از کلکتہ لور چیت پور روڈ نمبر ۱۲۵ مرسلہ حاجی زکریا حاجی جان محمد صاحب ۱۴ رمضان ۱۳۳۶ھ ہجری

ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو پچاس روپے ماہوار پر تین سال کے لیے ملازم رکھا یہ شرط تھی کہ ہم تین سال بعد معزول کرسکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کرکے اپنے دستخط کر دیے (۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے کہ جب تک ہم کو کسی واعظ یا لکچرار کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہوجائے کسی کو مسجد میں وعظ و لکچر دینے کی اجازت نہ دو وہ بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر کلکتہ میں اسے مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آنے دیا (۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے غیر حاضر ہوتا اور سیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلا جاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پرواہ نہیں کرتا (۴) متولیوں نے بعد گزرنے میعاد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کر چکا ہے اب بجائے اس کے مقرر کیا ہے تو وہ مزاحم و مانع ہے اور آمادہ فتنہ و فساد ہے اور متولیوں پر خلاف واقعہ توہین آمیز الزام و بہتان مشتہر کرتا ہے آیا ایسے امام کو شرعاً متولیان مسجد معزول کرسکتے ہیں یا نہیں

الجواب ضرور معزول کرسکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر اس کو معزول کرنا ہی چاہیے لایعزل صاحب وظیفۃ الابجنحۃ وھذہ

جنحۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۱۰ شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ زید نے عمرو سے مثلاً بوستاں گلستاں کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب اُن میں رنج ہوگیا اور عمرو نے اسے ہاک (عاق) کردیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر شاگرد کا قصور تا حدِ فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور و معروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز گناہ اور اگر اس کا قصور نہیں یا حدِ فسق تک نہیں یا وہ بالاعلان اُس کا مرتکب نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلاف اولٰی ہے باقی عاق کردینا کوئی شے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از راب گڈھ صدر بازار بردوکان امیر بخش ٹیلر مرسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ شوال بروز پنجشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گڈھ میں دو مسجدیں ہیں جس میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پابند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ و مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلاوجہ الگ کردیا اور بجائے اُس کے بلارائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کردیا جس پر ہمیں نے متولی صاحب سے پوچھا کہ سابق پیش امام کس قصور پر علیحدہ کیے گئے تو متولی عبدالصمد صاحب نے بہت غصہ کے ساتھ جواب دیا کہ ہماری مسجد ہے ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پوچھ نہیں سکتے ایسے پیش امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر پہلا امام معاذ اللہ بدمذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بدمذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہوا اور معزول کرنا لازم ہے یوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے ایک ہو یا دونوں اور اگر صحت مذہب و قرأت و طہارت میں بقدر جواز نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلاقصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلاوجہ ایذائے مسلم کر لایعزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں ان المسٰجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا اُس میں وہی کیا جائے گا جو حکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پوچھ نہیں سکتے بلکہ امام و موذن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانی مسجد اس کے اقارب میں نہ ہو امام و موذن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد و اقارب کا ہے اور دوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولٰی ہے تو اُنھیں کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں درمختار البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والموذن فی المختار (وکذا ولدہ وعشیرتہ اولی من غیرھم اشباہ اھ شامی) الا اذا عین القوم اصلح ممن عینہ البانی (لان منفعتہ ذلک ترجع الیھم انفع الوسائل اھ ض) اور اگر امامت بلاوظیفہ ہے اور پہلا امام شرعاً اس دوسرے سے

اولی تھا تو متولی نے دوہرا ظلم کیا راجح کو ہٹانا اور مرجوح کو بڑھانا اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلاوجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولی بایں معنی کہ پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بیجا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقاً جائز ہے جبکہ مذہب و قرأت و طہارت و اعمال صحیح ہوں اور مسجد کا تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں بہرحال جائز ہے واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ - از ناتھ دوار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲ رجون ۱۹۲۰ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑا بہت واقفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہوگئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، ہونے کا سبب خلاصہ تحریر فرمائیں اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کرے اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سُنے تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے اس کا جواب باصواب مع فقہ و حدیث اور کتب فقہ و حدیث کا حوالہ بھی ضرور تحریر فرماویں اللہ تعالی آپ کو اجر عظیم عطا فرمادے گا۔ ۲۲ رجون ۱۹۲۰ء

از ناتھ دوار ریاست اودے پور ملک میواڑ سراج الدین صاحب۔

الجواب

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولی ہے جبکہ علم مسائل نماز و طہارت میں اُس سے کم نہ ہو اور غلطی جس پر بتانا لیا اگر مفسد نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از حسن پور ضلع مراد آباد مدرسہ مرسلہ مولوی عبدالرحمن مدرس ۸ ر ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب

ضرورت ہے اگر محل شبہ ہو مثلاً کسی سے سُنا کہ یہ امام وہابی ہے وہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کیف وقد قیل یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہ شبہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کو ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سنی حنفی اشخاص کے محلہ میں کسی طرح پر آراضی کا بیعنامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازہ پر ایک پتھر جس پر لفظ اہل حدیث کندہ نصب کرادیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں بعض ناواقف لوگ سنی حنفی ہو کر بھی اکثر اوقات ان کی جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر اس مسجد میں سنی حنفی امام کے پیچھے حنفی لوگ غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں (۳) اور اگر سنی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہو کر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین بالجہر کہے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہے ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پر گناہ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے لاتجوز الصلاۃ خلف اھل الاھواء واللہ تعالٰی اعلم (۲) سنی امام کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر اس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ملے گا کہ یہ شرعاً مسجد نہیں اور بلاعذر شرعی ترک مسجد گناہ ہے حدیث میں ہے لاصلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد واللہ تعالٰی اعلم (۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اس کے آمین بالجہر سے طبیعت مشوش ہوگی اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صف قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صف میں کھڑا ہوگا اور یہ صف کا قطع ہے اور صف کا قطع ناجائز ہے صحیح حدیث میں فرمایا من قطع صفا قطعہ اللہ۔ معہذا بدمذہبوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے لاتصلوا معھم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از شہر محلہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر فدا حسین صاحب مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جماعت سنی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ مداری دروازہ سرائے خام کے پیچھے ہوگی یا نہیں (۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر نہ ہو تو حاضرین مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام والتزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے (۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے کہ جو اس وقت موجود ہوں کثرت رائے سے منتخب ہوسکتا ہے باوجودیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہوجائے تو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں ـ بینوا توجروا

الجواب

جو مدرسہ خلاف مذہب اہلسنت ہو اس کے طلباء کو امام نہیں بناسکتے ـ واللہ تعالٰی اعلم (۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرأت صحیح ہو سنی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرت مقتدیان کی نہ ہو مسائل نماز وطہارت سے آگاہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) جو شخص شرائط مذکورہ کا جامع ہے وہ امام کیا جائے اگرچہ وہ اپنے آپ کو نااہل کہے اور جو واقعی نااہل ہے وہ امام نہیں ہوسکتا اگرچہ سب کی رائے ہو ـ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ مسئولہ مسلمانان شہر کہنہ روہیلی ٹولہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کرتا اس طرح کا پہنا کرتا ہے جس کی آستینیں کہنیوں کے برابر بلکہ کچھ اونچی ہوتی ہیں یعنی کہنیاں کھلی رہتی ہیں ایسا کرتا پہنے ہوئے پر زید کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا ہے زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کرتے بنوا کر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت انگرکھا وغیرہا نہیں پہنتا علاوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت کافی رکھتا ہے ـ

الجواب ـ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ وہ کرتے ایسے ہی آدھی آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت انگرکھا پہن سکتا ہے

مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پہن کر جاتا ہے اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں فانہ اِذَنْ من ثیاب مھنۃ والصلاۃ فیھا مکروھۃ جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربار الٰہی بازار سے زیادہ قابلِ تعظیم وتذلل ہے قال اللہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد وقال ابن عمر اللہ احق ان تتزین لہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از قصبہ عمری ڈاکخانہ خاص ضلع مرادآباد مسئولہ غلام مصطفٰے اسرارالحق انصاری قادری ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورتہائے مفصلہ ذیل میں کہ (۱) وہابی امام کے پیچھے اہلسنت وجماعت کی اقتدار نماز خواہ پنجگانہ یا تراویح یا جمعہ یا عیدین یا نوافل یا نماز جنازہ میں درست ہے یا کیا حکم ہے (۲) زید مولویان فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو عالم دین سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم وتکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں ہے اب زید مذکور اہل سنت وجماعت کی امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت سے نماز سنّی کی صحیح ہے یا کیا (۳) زید فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلاتکلف پڑھتا ہے اور عمرو سنّی حنفی ہے اور وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیال نہ ہونے نماز جائز کے لہٰذا زید مذکور کی امامت سے عمرو مذکور کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں اور کیوں (۴) امام جمعہ وہابی عقائد ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے آیا سنی اُس کی امامت میں نماز جمعہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیا نماز ظہر ہی ادا کرے (۵) اگر امام جمعہ نمبران (۲) یا (۳) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنت وجماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نماز عیدین کے بارے میں ایسی صورت میں کیا حکم ہے (۶) امام سنی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سنی کامل ہے اور باقی تین صورتہائے متذکرہ نمبر (۲) و (۳) کے ہیں ایسی حالت میں جمعہ قائم کرسکتے ہیں یا نہیں (۷) نماز مغرب یا کسی وقت کی بجماعت ساتھ امام صورتہائے متذکرہ نمبران (۱) یا (۲) یا (۳) کے ہو رہی ہے تو کیا سنی المذہب شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۸) حافظ نابینا کی امامت جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یا تراویح میں بشرطیکہ سوائے اس کے اور کوئی حافظ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں (۹) صورتہائے مذکورۃ الصدر نمبران (۲) یا (۳) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح میں اُس کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہو سکتی نہ اُس کے پڑھنے سے نماز جنازہ ادا ہو اگرچہ نماز جنازہ میں جماعت وامامت شرط نہیں ولہٰذا اگر عورت امام اور مرد مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہو جائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہوگئی اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کو کافی ہے مگر وہابی کی تو نماز خود باطل ہے لانہ لادین لہ ولاصلاۃ لمن لادین لہ تو نہ اُس کی اپنی ہو سکتی ہے نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم کا بدمذہب ہو سنی تو سنّی واللہ تعالٰی اعلم (۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا ہے کہ وہ مرتد ہیں اور شفائے امام قاضی عیاض وبزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا کے حوالہ سے فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر اُن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اُن کی حالت کفر وضلال اور اُن کے کفری وملعون اقوال طشت ازبام ہوگئے ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر اُنھیں عالم دین جاننے تو ضرور متہم ہے

اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض واللہ تعالٰی اعلم (۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر ہے صرف اُنھیں بُرا جاننا کافی نہیں تو جو اُنھیں قابل امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانہ منھم واللہ تعالٰی اعلم (۴) اہلسنت پر فرض ہے کہ اپنا امام سنی صحیح العقیدہ جمعہ وعیدین کے لیے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم (۵) اس کا جواب انھیں نمبروں میں گزرا۔ (۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہوسکتا کہ اُس کے لیے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین مقتدی نہیں اینٹ پتھر کی مورتیں ہیں واللہ تعالٰی اعلم (۷) بارہا بتا دیا گیا کہ اُن کے پیچھے نماز باطل اور خود اُن کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے (۸) نابینا کی امامت جائز ہے ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلاف اولٰی ہے واللہ تعالٰی اعلم (۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلاً جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از شہر ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ برمکان جمعدار سکندر خاں مسئولہ عبدالرؤف خاں ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نجومی ہو یا رمال یا فال دیکھنے والا اُس پر اُجرت لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب

نجومی و رمال قابل امامت نہیں یہ ہیں جھوٹے فالناموں والے ہاں اگر جائز طور پر فال دیکھے اور نہ اُس پر یقین کرے نہ یقین دلائے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ مسئولہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اہلسنت وجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابابکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد انبیا علیہم الصلاۃ والسلام افضل البشر ہیں زید وخالد دونوں اہل سادات ہیں زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے خالد کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔

الجواب

تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے افضل ہیں ائمہ دین کی تصریح ہے کہ جو مولٰی علی کو اُن پر فضیلت دے مبتدع بدمذہب ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے فتاوٰی خلاصہ وفتح القدیر وبحر الرائق وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے ان فضل علیا علیھما فمبتدع اگر مولٰی علی کو صدیق وفاروق پر فضیلت دے تو مبتدع ہے غنیہ و ردالمحتار وغیرہما میں ہے الصلاۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال بدمذہب کے پیچھے

ہرحال میں نماز مکروہ ہے ارکان اربعہ میں ہے الصلاۃ خلفھم تکرہ کراھۃ شدیدۃ تفضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - شہر کہنہ محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دوکاندار آدمی اُس کی امامت جائز ہے یا ناجائز۔

الجواب

جائز چیز بیچنا اور جائز طور پر بیچنا کچھ حرج نہیں رکھتا نہ اُس کے سبب امامت میں کوئی خلل آئے ہاں اگر ناجائز چیز بیچے یا مکر فریب کذب یا عقود فاسدہ مثل ربوا وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ ہی فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از صدر بازار بریلی مسئولہ نعمت اللہ خاں محرر پونڈ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ ہجری

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سنت جماعت ہے تو زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں (۲) بکر وہابی ہے اور زید سنت جماعت ہے تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہوسکتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سنی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہوسکتی امام محمد و امام ابویوسف و امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی لاتجوز الصلاۃ خلف اھل الاھواء بلکہ وہابی کی نماز نہ کسی کے پیچھے ہوسکتی ہے نہ خود تنہا نہ وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہوسکتی ہے اگرچہ اُس کا ہم مذہب ہو کہ صحت نماز کے لیے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ توہین خدا اور رسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں فتاوی علمائے کرام حرمین شریفین میں ہے من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از موضع برتاپور ضلع بریلی مسئولہ گلزار شاہ ۲۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قطعاً ہیں اور اُن آدمیوں میں ایک آدمی کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اُس کی کمائی خبیث اور اُسے امام بنانا گناہ اُسکے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اس میں سے کسی پرہیزگار جو سنی صحیح العقیدہ ہو وضو غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ضلع سیونی چھپارہ محلہ قاضی ممالک متوسط مسئولہ محمد ظہور الحسن صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو جھوٹا کہتے ہیں وہ یہ ہے عن عمرو بن سلمۃ قال لما کانت وقعۃ الفتح بادر کل قوم باسلامھم و بدر ابی قومی باسلامھم فلما قدم قال جئتکم واللہ من عند النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حقا فقال صلوا صلاۃ کذا فی حین کذا وصلاۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن

احدکم ولیؤمکم اکثرکم قرانا فنظروا فلم یکن احد اکثر قرانا منی لما کنت اتلقی من الرکبان فقدمونی بین ایدیھم وانا ابن ست اوسبع سنین وکانت علی بردۃ کنت اذا سجدت تقلصت عنی فقالت امرأۃ من الحی الا تغطوا عنا است قارئکم فاشتروا فقطعوا لی قمیصا فما فرحت بشیئ فرحی بذلک القمیص رواہ البخاری وفی روایۃ النسائی کنت اؤمھم وانا ابن ثمان سنین وفی روایۃ لابی داود وانا ابن سبع سنین او ثمان سنین وفی روایۃ لاحمد وابی داود فما شھدت مجمعا من جرم الا کنت امامھم الی یومی ھذا۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت سے واپس آئے تو اُنھوں نے فرمایا میں تمھارے پاس اُس سچّے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا تمھاری امامت کراوے پس انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا اُنھوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں چھوٹا سات برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے سُکڑ جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری امام کے سرین نہیں ڈھانکتے پس اُنھوں نے کپڑا خریدا اور انھوں نے میرے لیے ایک کرتا بنایا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا بخاری اور نسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کراتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا اور احمد اور ابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو ہی امام بناتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچّہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحیٰی کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچّے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اُس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اُس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حروف کی ادائی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات پر یقین نہیں کرتے دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جاوے۔

الجواب

چودہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اُس کا قول واجب القبول ہے اور اُسے بالغ مانا جائے گا اور اُس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اُس کی تکذیب نہ کرتا ہو اور نابالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہوسکتا کہ وہ متنفل ہے اور یہ مفترض اور نفل متضمن فرض نہیں ہوسکتا۔ حدیث مذکور صحیح ہے اسے جھوٹا کہنا جہل یا عناد اور اُس کے جوابات فتح القدیر و عینی شرح ہدایہ میں مذکور ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ قراولان مسئولہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم ۱۳۳۹ ہجری

کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بدمذہبوں کے یہاں کا کھانا علانیہ کھاتا ہے بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سنی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی ہے اور اس کی تراویح سننا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں وہ فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چنگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ ہجری

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے۔

الجواب

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی رافضی غیر مقلد نیچری قادیانی چکڑالوی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اُس کے کفر میں شک کرے یا اُس کے کافر کہنے میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولٰی علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ و عمرو بن عاص و ابوموسٰی اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بُرا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انھیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اُس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولدالزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت و نفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولٰی اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز و طہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولٰی ہے بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور اُن کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں اُن کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لیے جاویں بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم نہ اُن کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے نماز نماز الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں امام اُسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ مسائل نماز و طہارت کا عالم

غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل و اطناب واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۔ از تھریا موہن پور ضلع بریلی مسئولہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلی اگر در میں ڈالا جائے تو کونسے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈال لیا جائے تو جائز ہے یا نہیں

الجواب

سنت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جنوب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں اُس حصہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر قصداً جھوٹا فتوی دیا قابل امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہوا اور جہالت سے ایک آدھ بار فتوی میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے تائب ہو اور آئندہ باز رہے تو اُس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائق امامت نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر محلہ بھوڑ مسئولہ حشمت علی ۱۲ صفر ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت وجماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جو وہابی کو وہابی جان کر اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر وہابی کو قابل امامت جانتا ہے خود وہابی ہے اور اُس کے پیچھے نماز باطل محض ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب رضوی ۲۲ صفر ۱۳۳۹ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کو اول صف میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا پچھلی صف میں زید کہتا ہے کہ اُس کی ممانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھا سکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے اور یہ بھی تحریر فرمائیے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہیے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تنہا پڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں۔

الجواب ۔ داڑھی منڈانا فسق ہے اور فسق سے متلبس ہو کر بلا توبہ نماز پڑھنا باعث کراہت نماز ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صرف

پائجامہ پہن کر اور داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے نماز ہوجانا بایں معنی ہے کہ فرض ساقط ہوجائے گا ورنہ گنہگار رہوگا اُسے امام بنانا گناہ اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب باقی اگر وہ صف اول میں آئے تو اُسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعۃ بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور وہ قبر کی نوکری بھی کرتا ہو۔

الجواب

بیان سائل سے واضح ہوا کہ یہ شخص باوصف قدرت اصلاً جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے تلاوت قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز وحرام ہے کما حققه العلامة الشامی فی اجارة ردالمحتار اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے کما صرح به فی المتون مگر نہ اس طرح کہ نوکری نہ ہو تو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارک جماعت باوصف قدرت بیشک فاسق مردود الشہادة ہے نص علیه العلماء الکبار وشهدت بها الاحادیث والاٰثار اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے کما حققه المولی المحقق ابراهیم الحلبی فی الغنیة شرح المنیة جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نماز جمعہ بھی ہرگز اُس کے پیچھے نہ پڑھی جائے لانه لسبیل من التحول کما فی فتح القدیر وغیرہ ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے کما افادہ فی فتاوی الحجة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از پیلی بھیت محلہ بھینسا بہاڑ مکان عبدالکریم صاحب رنگریز مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا ہے جس وقت پیشاب پھرتا ہے اُس کے بعد میں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجا نہیں سوکھتا ہے مگر پانی سے استنجا کرکے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے تو سوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے تیسرے دن پیشاب پھرے غیر وقت میں بھی آجاتا ہے ہر روز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

اُس کے پیچھے فرض وتراویح وغیرہا سب درست ہیں درمختار میں ہے یجب رد عذرہ او تقلیله بقدر قدرته ولو بصلٰته مؤمیًا وبردہ لا یبقٰی ذا عذر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلی پر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلے یعنی فقط صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث وفقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں نہ امام کی تعظیم شرعًا ممنوع ہے نہ یہ انفراد علی الدکان کی قبیل سے ہے بحرالرائق میں ہے الکراھة لابد لها من دلیل خاص منح الغفار میں ہے بمثل ھذا لا تثبت الکراھة اذ لابد لها من دلیل خاص

البتہ اگر امام براہِ تکبر واستعلا ایسا امتیاز چاہے تو اُس کی یہ نیت سخت گناہ وحرام وکبیرہ ہے قال اللہ تعالٰی الیس فی جھنم مثوی للمتکبرین ٥ اعاذنا اللہ سبحنہ وتعالی بمنہ وکمال کرمہ امین۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں (۲) غیر مقلدکو ہماری مقلدین کی مسجد میں آنے دینا درست ہے یا نہیں (۳) جس کسی محلہ کی مسجد میں محلہ داران حنفیہ نے متفق ہوکر اپنے محلہ کی مسجد میں ایک تو مؤذن اور ایک پیش امام مقرر کر رکھا ہو اور نماز کے وقت موذن وقت کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہوجائے تو اذان کہے اور پیش امام مذکور باوضو مسجد مذکور میں یا خاص مصلے پر بیٹھا ہوا ہو اس حالت میں بلا رضامندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اُسی محلہ کا یا دوسرے محلہ کا یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں اگر بلا رضامندی اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلہ داران مذکور منع کرتے ہوں اور وہ نہ مانے تو شرع شریف سے اُن کے لیے کیا حکم؟ فقط

الجواب

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے فتح القدیر میں ہے الصلوۃ خلف اھل الاھواء لا تجوز واللہ تعالٰی اعلم (۲) یہ تو معلوم ہوچکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں اُن کی نماز نماز ہی نہیں تو مسجد میں اُنھیں آنے کا حق نہیں اور اُن کے آنے سے فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بند کرنا فرض ہے اور وہ قصداً مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آمین بالجہر کی آوازوں سے جو قصداً اعتدال سے بھی زائد نکالتے ہیں اور موذی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے درمختار میں ہے یمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ واللہ تعالٰی اعلم (۳) امام معین جب موجود وحاضر ہے تو بے اُس کی مرضی کے دوسرے کا زبردستی بلا وجہ شرعی امام بن جانا ناجائز وگناہ ہے حدیث میں فرمایا الا لا یؤمن الرجل فی سلطانہ الا باذنہ اور موذن مقرر کیے ہوئے کے خلاف مرضی بلا وجہ شرعی اذان دینا اُس کے حق میں ناحق دست اندازی اور نفرت دلانا ہے اور صحیح حدیث میں اس سے منع بشروا ولا تنفروا ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کردینے کا حکم ہے ہاں اگر امام ناقابل امامت ہے مثلاً غلط خواں یا وہابی وغیرہ تو نہ وہ امام ہے نہ اُس کا پڑھانا امامت۔ یونہیں اگر مؤذن ایسی حالت پر ہو جس کی اذان کے لیے شرعاً حکم اعادہ ہے تو ایسوں کو اذان وامامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ شخص امام را خوب نمی داند باعتقاد خود و درخانہ نماز میگذارد رواہست یا نہ۔

الجواب

اگر فی الواقع امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسد القراءۃ است وتبدیلش نتواند نہ جماعت دیگر در مسجد مو، تواں کرد آنگاہ بخانہ با اہل خود اقامت جماعت باید کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اس میں شک نہیں کہ نماز عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ سے افضل کہ وہ اسباب تجمل سے ہے اور یہاں تجمل محبوب اور مقام ادب کے مناسب اس لیے تلاوت قرآن کے وقت تعمم مندوب ہوا کما فی فتاوی قاضی اور نماز میں کہ گویا دربار عظیم الشان حضرت ملک السموات والارض جل جلالہ کی حاضری ہے رعایت آداب بہ نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار و مطاع قوم ہے اُس کے ساتھ احق والیق لہذا نظافت ثوب و پاکیزگی لباس وجوہ تقدیم استحقاق امامت سے قرار پائی کما فی الدرالمختار مگر با ایں ہمہ صورت مستفسرہ میں صرف ترک اولٰی ہوا تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ اُس کا ثبوت کسی خاص دلیل شرعی سے نہ ہو ورنہ نماز چاشت واشراق وغیرہما ہر مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں حاشیہ شامیہ میں بحرالرائق سے نقل کیا لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ اذلابد لھا من دلیل خاص وفیہا عن تحریر الاصول خلاف اولٰی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترك صلاۃ الضحی بخلاف المکروہ تنزیھا انتھی وتمامہ فیہا بالجملہ جبتک اس مادہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت نہ مانی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم

مسئلہ - از سرکار مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں مسئولہ حضرت صاحبزادہ والا مرتبت بالامنقبت حضرت سید شاہ محمد میاں صاحب بدیمیم ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ۔

جامع کمالات منبع برکات مولٰنا المعظم زادت برکاتہم پس از سلام مسنون عارض ہوں فساق کی امامت علی المذہب المفتی بہ مکروہ تحریمی قابل اعادہ یا مکروہ تنزیہی یا کچھ تفصیل اگر فساق کی امامت سے صلحا بھی اور فساق دونوں نماز پڑھیں، برتقدیر اعادہ صرف صلحا کے لیے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے یا صلحا و فساق دونوں کے لیے اور صلحا اگر منع فساق عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلوات خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساق کی امامت سے پڑھنا اولٰی درمختار میں ہے کہ فساق واعمی وعبد وولدالزنا وغیرہ کی امامت جب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں اُن کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور۔ بینوا توجروا

الجواب

امامت فساق کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہیہ کما فی الدر وغیرہ اور کراہت تحریمی کما فی الغنیہ وفتاوی الحجۃ والتبیین والشرنبلالیۃ وابی السعود والطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے تحریمی مبتدع کی بدعت اگر حد کفر کو پہونچی ہو اگرچہ عند الفقہا یعنی منکر قطعیات ہو اگرچہ منکر ضروریات نہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ اُس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی فتح القدیر ومفتاح السعادۃ والغیاثیۃ وغیرہا کہ وہی احتیاط جو متکلمین کو اُس کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی فان الصلاۃ اذا صحت من وجوہ وفسدت من وجہ حکم بفسادھا ورنہ مکروہ تحریمی جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحا و فساق سب پر اعادہ واجب ہے جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفرداً پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور اُسکی تقدیم ممنوع بکراہت تحریم اور واجب و مکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں کہ وہ فرض ہے اور فرض اہم۔ اسی طرح اگر اُسکے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ الفتنۃ اکبر من القتل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا اُستاد ہو بلکہ اُسے اُستاد بنانا ہی اس کے حق میں زہر قاتل سے بدتر ہے فوراً پرہیز کرے کہ صحبت بدآدمی کو بدبنا دیتی ہے نہ کہ بدکی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم اُن سے دُور بھاگو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از فیض آباد ڈاک خانہ شہزاد پور مرسلہ عبداللہ طالب العلم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزرگئی نماز جماعت میں تفرق ہوگیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

زانی فاسق ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے ردالمحتار میں ہے: مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ یعنی الفاسق کراھۃ تحریم درمختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از کاسگنج ضلع ایٹہ محلہ نواب مرسلہ عباداللہ صاحب ویکسینیٹر ۶ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بزعم امامت نماز فرض پنجگانہ ونماز جمعہ بجماعت کثیر معمولی جوتہ جو ہروقت پہنا کرتا ہے پہن کر پڑھاتا ہے وقت اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں کوئی ذخیرہ کتب دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جاوے اور نہ کوئی عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایۂ ثبوت کو پہنچیں لہذا آپ سے التجا کی جاتی ہے کہ براہ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب وباب وصفحہ وسطر حسب قاعدہ مرحمت فرمائیے۔

الجواب

تعظیم وتوہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تو" ہے اور یہاں جو باپ کو "تو" کہے بے شک بے ادب گستاخ اور اس آیۂ کریمہ کا مخالف ہے لاتقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ماں باپ کو ہوں نہ کہہ نہ جھڑک اور اُن سے عزت کی بات کہہ۔ صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی امام برہان الملۃ والدین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحرالرائق اور فتاوی سراجیہ اور فتاوی عالمگیریہ جلد پنجم صفحہ ۱۲۲ کتاب الکراھیۃ باب خامس میں ہے دخول المسجد متنعلا مکروہ آج اگر کسی نواب کے دربار میں آدمی جوتا پہنے جائے بے ادب ٹھہرے نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے مسلمانوں کی

راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ و فساد پیدا کرنا اور اُنھیں نفرت دلانا قرآن عظیم و احادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگر چوسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ رجادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی مسلمان کا بستی سے باہر دوسرے محلہ میں مکان ہو اور وہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتی نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتی اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک ہفتہ میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جس شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلہ میں نماز باجماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں نہ اُس کے شریکوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر فراشی محلہ مسئولہ اہل محلہ معرفت ہدایت اللہ نجار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفضیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلاف شرع راہ و رسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جس کے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے لٹکتے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت اس موقع کے پیش امام کے اگر نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام آمادہ ہو اور ایک گروہ کثیر اس کے امام ماننے اور اتباع کرنے کے خلاف ہو اس پر وہ شخص متعدد آدمیوں کا امام بن کر نماز جمعہ ادا کرکے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انبوہ اسی موقع اور جگہ پر وہیں مجوزہ امام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نماز جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اس نے ادا کی ہے جائز ہوئی یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوئیں۔

الجواب

مسلمانو! نماز حکم شرعی ہے احکام شرع کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کر لیا حکم شرعی یہ ہے کہ اقامت جمعہ کے لیے سلطان اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطان اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتمد اعلم اہل بلد کے اذن سے امام جمعہ و عیدین مقرر ہوسکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو بمجبوری جسے وہاں کے عامۂ مسلمین انتخاب کرلیں وہ امامت جمعہ یا عیدین کرسکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطور خود یا ایک دو یا دس بیس یا سَو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اُس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق و فجور نہ ہو جب بھی امامت جمعہ و عیدین نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرط صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود لہذا صورت مسئولہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے لوگوں کا صحیح درمختار میں ہے یشترط لصحتہا السلطان او ماموره باقامتها صدیقۃ ندیہ

میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم تنویر الابصار و در مختار میں ہے (نصب العامۃ) الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کانپور پرتھی ناتھ اسکول مسؤلہ قاضی محمد شمس الدین ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب وکرامات اولیاء اللہ کا قائل علم دین وفن تجوید سے بہرہ ور حالت پیری میں نابینا ہوگیا ہو تو اُس کی امامت کیسی ہے شرح وقایہ جلد اوّل صفحہ ۲۳۹ باب الجمعہ میں مرقوم ہے کہ من صلح اماما فی غیرھا (فی غیر صلوۃ الجمعۃ) صلح فیھا ای ان ام المسافر او المریض او العبد فی الجمعۃ صحت الخ کیا اس عبارت مختصر وقایہ وشرح وقایہ سے یہ تقید مترشح ہوتی ہے کہ جو نابینا متصف بہمہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اُس کے امام بننے سے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی نسخہ بحر الرائق جلد اول صفحہ ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابینا تھے امام بنائے گئے تھے بحوالہ کتب جواب مرحمت فرمائیے۔

الجواب

نابینا سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراءۃ بلاشبہ امام ہوسکتا ہے صرف اُس کا "غیر" اولٰی ہے اگر یہ اُس سے مسائل نماز وطہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولٰی ہے کما فی الدر وغیرہ عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں ہاں جمعہ وعیدین میں بینا ہو یا نابینا وہی شخص امام ہوسکتا ہے جو خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذون یا وہاں کا اعلم اہل بلد یا اُس کا ماذون ہو ورنہ بضرورت جسے عام مسلمانوں نے ان نمازوں میں امام مقرر کیا نابینا اگر ان پانچ میں سے ہے تو جمعہ وعیدین اسی کے پیچھے ہوسکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اُس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بشارت گنج ضلع بریلی مسؤلہ حاجی رضا خاں صاحب ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سنی عالم کو یکساں سمجھتا ہے مسئلہ علم غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں یہ کہتا ہے یہ مسئلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی تقریر اور حجت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور مسائل ایک مفتی سنی عالم کے جو کہ واجبات سنت ومستحب سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلافت کمیٹی جو علمائے وہابیہ کر رہے ہے اُن کی امداد پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کرکے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سنی عالم انکار کرتے تو جواب میں کہتا ہے کہ ہم کس کا موہنہ پکڑیں لوگ تو سُنی عالموں کو طرفدار انگریز وملازم کہتے ہیں عمرو ایک سنی مفتی عالم کا مرید ہے زید کی ان باتوں سے متنفر ہو کر نماز جمعہ ترک کرکے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابل امامت ہے یا نہیں معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو شخص وہابیہ اور اہلسنت علماء کو یکساں سمجھتا ہے اُسی قدر بات اُس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اُس کے پیچھے

نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے جدا کرسکے توفرض ہے کہ ظہر پڑھے اُسکے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدید کبیرہ گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو ظہر بھی پڑھ لے اور اگر نہ پڑھے تو نہ جمعہ ہوگا نہ ظہر۔ فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ جناب سید ظہور حیدر میاں صاحب ۱۴ رجادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہمیشہ بوجہ کثرت احتلام یا کسی اور مرض جسمی کے بجائے غسل تیمم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اُس کو تیمم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

کثرت احتلام تو خود کوئی وجہ جواز تیمم کی نہیں جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو بے صحیح اندیشہ مضرت کے تیمم سے پڑھے تو اُس کی خود نماز نہ ہوگی دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے اور یہ نقصان وخوف یا تو اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے تو اُس وقت اُسے تیمم سے نماز جائز ہوگی اور اب اُس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے غرض امام کا تیمم اور مقتدیوں کا پانی کی طہارت سے ہونا صحت امامت میں خلل انداز نہیں ہاں امام نے تیمم ہی بے اجازت شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اُس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے صح اقتداء متوضیئ بمتیمم بحر الرائق میں ہے ترجیح المذھب بفعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابۃ وھم متوضئون ولم یامرھم علیہ الصلاۃ والسلام بالاعادۃ حین علم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۲۷ رشوال ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نماز جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقات پنجگانہ نمازمیں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامت جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخر جمعہ میں اور نیز عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ وامامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اجرت اُس کو حلال ہے یا حرام اور باوجود منع بھی اخذ اجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نماز جمعہ وعیدین مکروہ ہے یا ناجائز۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اجرت امامت اگر اس شخص سے قرار پاگئی ہے کہ فی جمعہ یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرار داد نہ ہوا مگر وہاں اس امامت کی تنخواہ معین ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لیے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحۃً یا دلالۃً تعیین اجرت ہولیا تو وہ اُجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت واذان وتعلیم فقہ وتعلیم قرآن پر

اُجرت لینے کو ائمہ نے بضرورت زمانہ جائز فرمادیا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ اور جب تعین ہولیا تو اجارہ صحیحہ ہوا جس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اجارہ صراحۃً خواہ دلالۃً واقع تو ہوا یعنی اس نے اجرت کے لیے امامت کی اور قوم نے بھی اسے اجیر سمجھا مگر تعین اجرت نہ بیان میں آیا نہ قرائن سے واضح ہوا تو اجارہ فاسدہ ہے وہ اجرت اُس کے حق میں خبیث ہے اُسے تصدق کردینے کا حکم ہے مگر اصل اجارہ اب بھی باطل نہیں نہ طلب اجرت ظلم ہے ایسا اجارہ اگر متعدد بار کرے گا فاسق ہوگا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ اور اگر سرے سے اجارہ ہی نہ ہوا نہ صراحۃً نہ دلالۃً اور اب اجرت مانگتا ہے تو صریح ظلم وفسق وکبیرہ ہے یہاں مطلقاً اُس کے پیچھے کراہت نماز کا حکم ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۲ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد مصافحہ بتخصیص نماز فجر درست نہیں اور اہل محلہ کہتے ہیں درست ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اس کے جواز کے قائل نہ ہوگے تو ہم تمہارے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اس لیے کہ تمہارا مذہب ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہذا فرمائیے کہ شرع شریف میں کس طرح ہے اور کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صحیح یہ ہے کہ مصافحہ بعد نماز مباح ہے نص علی تصحیحہ العلامۃ الخفاجی فی نسیم الریاض امام اگر سنی المذہب ہے صرف اسی مسئلہ میں اُس کا خیال بنظر بعض عبارات فقہیہ یہ ہے تو اُسے سمجھا دینا چاہیے کہ تصحیح وترجیح جانب جواز ہے صرف اتنی بات پر وہ ترک اقتدا کا مستحق نہیں اور اگر بربنائے وہابیت اس کا انکار کرتا ہے تو وہابی بلا شبہ لائق امامت نہیں اہل محلہ کو چاہیے ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کی پڑھائی معین کرکے لینا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

درست ہے مگر بہتر بچنا ہے اللہ کے واسطے پڑھائے اور نمازی اسے حاجتمند دیکھ کر اللہ کے لیے اُس کی اعانت کریں یہ صاف کرلیا جائے کہ امامت کی اُجرت کچھ نہ لی دی جائے گی یوں بلا دغدغہ حلال طیب ہے لان النفی الصریح یزیل حکم دلالۃ الحال فان الصریح یفوق الدلالۃ کما فی قاضی خاں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبد الباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعد فراغت نماز اگر امام مقتدیوں کو مجبور کرے کہ باتباع اُس کے ویسے ہی بیٹھے رہیں اور نہ اُٹھیں تاخیر میں مقتدیوں کا قریب نصف گھنٹہ کے ضائع ہو اور درصورت عدم شرکت بوجہ مجبوری اُن پر اتہام مذکور بیجا لگائے تو یہ چیز کہاں ثابت اس کے لیے کون سی حدیث ناطق اور اُس چیز کا نام سنت نبوی رکھنا اور اُن کو مجبور کرنا حتی کہ اُن پر الزام تو ہب کا نہیں بلکہ تہمت کا لگانا شرع شریف میں کس مقام پر وارد ہے۔

الجواب

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں سلام سے تو اُس کی ولایت منقطع ہوچکی عین نماز میں جب تک وہ متبوع تھا اور اُس کی پیروی مقتدیوں پر واجب تھی اُس وقت بھی اُسے حرام تھا کہ سنت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل وگراں ہو اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فتان بتایا یعنی سخت فتنہ گر تو بعد نماز بلاوجہ شرعی مجبور کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا۔ کیسا سخت حرام شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم وحرام کا نام معاذاللہ سنت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنت پر افترا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مسئولہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی۔

تارک فرض وواجب نیز سنت موکدہ اور تارک مستحب ومباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امور خمسہ یا تارک مستحب ومباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے۔ سنت موکدہ حکم میں قریب واجب ہے۔ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور فسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنانا گناہ۔ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ۔ اور پھیرنی واجب مستحب ومباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں۔ نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ ہجری

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی۔ اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیبہ پڑھ لیا جائے۔ اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ سورہ سوچنے میں دیر ہوجاتی ہے اور وہ دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتدا سے نماز میں کسی قسم کی کراہت ہوجاتی ہے یا نہیں۔

الجواب

سورت سوچنے سے اتنی دیر جس میں تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جاوے ترک واجب وموجب سجدہ سہو ہے کما نص علیہ فی التنویر والدر والغنیۃ وغیرھا تو یہ جس کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے عالمگیریہ ومحیط میں ہے من یقف فی غیر مواضعہ ولا یقف فی مواضعہ لاینبغی ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القراءۃ کثیراً جو وقف ووصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھکھارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سزاوار نہیں حالانکہ مراعات وقف ووصل واجبات نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورہ وفاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو۔ بدرجہ اولٰی لائق امامت نہیں ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کہے۔ کوئی سورت ابتدا سے پڑھنی ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریباً کلمہ طیبہ پڑھنے کے برابر ہوجائے گی۔ بلاشبہ مباح وسنت ومستحب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے محمد رسول اللہ کی کیا ضرورت ہے۔ اگر جنت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بقدر سات بار اللہ اکبر کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف سبحٰن اللہ وبحمدہ کہنے سے نماز ہوجاتی ہے۔ بے کرتہ ٹوپی کے نماز ادا کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف پائجامہ سے نماز ہوجاتی ہے۔ یوں بھی کہتا ہے کہ نماز میں الحمد وسورت کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہیے یا نہیں؟ اہل اسلام کا سا برتاؤ اس سے چاہیے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن وحدیث وفقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صرف پائجامہ پہنے بالائی حصہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بایں معنی تو ہوجاتی ہے کہ فرض ساقط ہوگیا۔ مگر مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے۔ فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے۔ نہ پھیرے تو دوسرا گناہ سر پڑ آتا ہے۔ ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری ومعافی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یصلین احدکم فی الثوب الواحد لیس علٰی عاتقہ منہ شیئ ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے۔ کہ کندھے پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ خطیب بغدادی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلوٰۃ فی السراویل یعنی فقط پائجامہ سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ خلاصہ وہندیہ وغیرہما میں ہے لوصلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ نماز میں فرضیت قرأت کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا رد اور اجماع ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماع مستقر کا خلاف اور اب گمراہی وضلالت صاف صاف ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں اجمع الائمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم علٰی ان الصلوٰۃ لاتصح الا مع العلم بدخول الصلوٰۃ وعلٰی ان للصلوٰۃ ارکانًا داخلۃً فیہا وعلٰی ان النیۃ فرض وکذٰلک تکبیرۃ الاحرام والقیام مع القدرۃ والقرأۃ والرکوع والسجود والجلوس فی التشھد الاخیر (الی ان قال) ھذا ما وجدتہ من مسائل الاجماع التی لایصح دخولھا فی مرتبتی المیزان۔ رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمۃ میں ہے۔ اتفقوا علٰی ان القرأۃ فرض علی الامام والمنفرد فی رکعتی الفجر وفی الرکعتین الاولیین من غیرھا بلکہ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں نسب صاحب غایۃ البیان الاصم الٰی خرق الاجماع وھو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذھابہ الٰی عدمہ عالمگیری میں ہے من انکر خبر الواحد لایکفر غیرانہ یاثم بترک القبول ھکذا فی الظھیریۃ طحطاوی میں ہے۔ من کان خارجًا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار (یعنی جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی جہنمی ہے) نماز میں الحمد وسورت کی حاجت نہ ماننا بھی جہل قبیح اور ارشادات حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ

عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ۔ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج یعنی جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو۔ وہ ناقص ہے رواہ احمد ومسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد وابن ماجۃ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما تیسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی لاصلوٰۃ الا بقرأۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ باہر جاکر منادی کردیں کہ سورہ فاتحہ اور کچھ زائد قرأت کی نماز ناقص ہے رواہ احمد وابوداؤد چوتھی حدیث میں ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم لاتجزئ صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعہا غیرھا نماز کام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرأت کے رواہ الامام الاعظم ابو حنیفۃ رضی اللہ عنہ عن سیدنا ابی سعید نالخدری رضوان اللہ تعالٰی علیہ ومعناہ نحوہ عند الترمذی وابن ماجۃ اور ان سب سے سخت تر ناپاک تر اس کا وہ قول مردود ہے کہ کلمہ طیبہ میں (خاکش بدہن) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے کی کیا ضرورت؟ اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو صرف لاالٰہ الا اللہ ماننا کافی ہے محمد رسول اللہ کی حاجت نہیں جب تو قطعاً یقیناً ناکافر مرتد ہے۔ عورت اس کی اس کے نکاح سے نکل گئی پاس جائے گا تو زنا ہوگا۔ اولاد ہوگی تو ولدالزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے اور اگر یہ مراد نہیں تاہم اس ناپاک کلام کی طرز سوق سخت گستاخی وبے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ کہ" جنت میں نہ جائے گا تو کیا اعراف میں نہ جائے گا" دین متین کے ساتھ استہزاء کا پتہ دیتا ہے۔ بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بدمذہب ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز وممنوع ہے۔ کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید وذکرناہ فی عدۃ مواضع من فتاونا مسلمان اس سے توبہ لیں اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ اس کے ساتھ وہ معاملہ برتیں جو گمراہوں بددینوں کے ساتھ چاہئے واللہ الھادی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید

۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ الذی ھدانا السنن ووقانا المحن وجعل فینا کل امام حسن بہ یتأسّی وعلیہ یؤتمن واعاننا ان نقتدی باھل الفتن والصلاۃ الحنانۃ والسلام الاحن علی الامام الامین الامان الامن محمد مربی الروح والبدن والہ وصحبہ فی السر والعلن والائمۃ المجتھدین مصابیح الزمن کاشفی ماخفی ومظھری ما بطن الثقات السراۃ ھداۃ السنن السقاۃ الفراۃ من فرات السنن وعلینا بھم یاعظیم المنن واشھد ان لا الہ

الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ ربہ وسلم ومن۔ اما بعد یہ چند سطور کاشفۃ السطور جلیلۃ الفائدہ جمیلۃ العائدہ ہیں اظہار صواب میں اُس سوال کے جواب میں جو فقیر ناسزا عبد المصطفٰی **احمد رضا** محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ وحقق املہ واصلح عملہ کے پاس مولوی **فضل الرحمٰن صاحب** حفظ عن الشرور امام جامع مسجد فیروز پور کا بھیجا کیمپ فیروز پور ملک پنجاب سے آیا فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ مسمّٰی بہ **تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین** لکھنے میں مشتغل اور اُس کے بعد اور چند مسائل دیگر بلاد کو مسئلہ پنجاب پر حق تقدم حاصل جب اُن سے فراغت پائی اس کی نوبت آئی **النهی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید** اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز وانجام اس رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ناروا ہے اس کے ضمن میں اُن کے بعض عقائد واحوال ومکائد ودیگر فوائد بہ نہایت اجمال تحریر میں آئے مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی قبول کرکے قبول فرمائے اہل اسلام وسنت کو نفع پہنچائے از آنجا کہ موضوع رسالہ رد مخالف نہیں لہذا لحاظ مجادل سے کنارہ گزیں کہ وہ تو ایک فتوٰی ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا مظہر جسے اس رنگ کا کلام شتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعۂ **البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ** کی طرف رجوع لائے وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وافضل الصلاۃ علی الحبیب الجمیل والہ وصحبہ بالوف التبجیل اٰمین اٰمین یا عزیز یا جلیل۔

نقل عبارت استفتا

باسمہ سبحانہ۔ بخدمت بابرکت حضرت مولٰینا وبالفضل والکمال اولٰنا مخدوم مکرم معظم حضرت مولٰینا **احمد رضا خاں صاحب** سلمہ الرحمٰن۔ سلام مسنون بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ للہ اس استفتا کا جواب مرحمت فرمائیں کہ عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں۔ مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خورد جو شاگرد مولویان لکھنؤ کی علاقہ فیروز پور کے ہیں اول اُنھوں نے رسالہ شاہ طیور جس میں حضرت ابن عربی اور مولٰینا روم ومولٰینا عبد الرحمٰن جامی علیہم الرحمہ کی تکفیر درج تھی اور وہ رسالہ مطبع فیروز پور میں حافظ محمد صاحب لکھنوی نے چھاپا تھا اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کردیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالہ تصریح اجابت فرید کوٹ کے صفحہ ۱۴ کے متن وحاشیہ میں مندرج ہے۔ پھر جب ریاست فرید کوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب بشمول علما غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصتانہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء مطبوعہ ریاست فرید کوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۱۰ میں بھی اس کا نام بزمرۂ غیر مقلدین شامل ہے۔ پھر مسائل اور واقعات ان کے بھی صریح غیر مقلدی کی دلیل ہیں جن کا نمونہ ایک یہ ہے کہ مسماۃ فاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلقہ کیا اور طلاق نامہ تحریر ہوا تو بائیس روز بعد ازاں عدت کے اندر ہی مولوی .... مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح بابو مین ملازم مسکوٹ لال کرتی سے منعقد کردیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچڑان کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے

کہ خلع کی عدت ایک حیض ہوتا ہے اس پر جواب دیا گیا کہ دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر وغیرہ کے صریح لکھا ہے کہ خلع طلاق ہے بسند حدیث بخاری وغیرہ کے اور جمہور اماماں سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کما فصل فی باب الخلع اور باب عدت میں بھی مذکور ہے کہ طلاق اور خلع اور لعان سب کی عدت تین حیض ہیں اھ مترجماً پس یہ نکاح عدت کے اندر حنفی مالکی شافعی سب کے نزدیک ناروا ہے پس جو شخص غیر مقلد ایسے اطوار کا طور رکھے اور حرام کو حلال بنا دینے تک نوبت پہنچائے تو اس کے پیچھے اقتدا روا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔ حررہ فقیر محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۰ شوال ۱۳۰۵ھ (محمد فضل الرحمان)

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو زید وعمرو کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی شان عظیم میں بعد وضوح حق اُس کلمۂ ملعونہ کہنے کا جواب جو روز قیامت ملے گا بس ہے وہ حضرات جرأت شعار جسارت وثار جن کا مسلک عامۂ ائمہ وعلمائے کبار کو عیاذاً باللہ مشرک بتائے اُن سے مدارک دقیقۂ حقائق اولیا تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اُس میں ایک رسالۂ مستقلہ تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو خود حدیث بخاری فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا (الٰی قولہ تعالٰی) وما ترددت عن شیئ انا فاعلہ ترددی عن قبض نفس المؤمن یکرہ الموت وانا اکرہ مساءتہ وحدیث مسلم یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی یا ابن اٰدم استطعمتک فلم تطعمنی یا ابن اٰدم استسقیتک فلم تسقنی اخرجاھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث مشہور قم الی امش الیک وامش الی اھرول الیک اخرجہ احمد عن رجل من الصحابۃ والبخاری بمعناہ عن انس وعن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن سلمان رضی اللہ تعالٰی عنھم وحدیث واذا احب اللہ عبدا لم یضرہ ذنب اخرجہ الدیلمی والامام الاجل القشیری وابن النجار فی التاریخ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث الدنیا والاٰخرۃ حرام علی اھل اللہ اخرجہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما وحدیث انزل القراٰن علی سبعۃ احرف لکل حرف منھا ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع اخرجہ الطبرانی فی اکبر معاجیمہ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث قولہ عزوجل اعطیھم من حلمی وعلمی اخرجہ احمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرک والبیھقی فی شعب باسناد صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث من زھد فی الدنیا علمہ اللہ بلا تعلم وھداہ بلا ھدایۃ وجعلہ بصیرا وکشف عنہ العمی اخرجہ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء عن سید الاولیاء امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وحدیث دع عنک معاذا فان اللہ یباھی بہ الملٰئکۃ قالہ لرجل قال لہ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ تعال حتی نؤمن ساعۃ فشکاہ الرجل الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال اوما نحن بمؤمنین فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذلک اخرجہ سیدی محمد بن علی الترمذی عن معاذ رضی اللہ

تعالٰی عنہ وحدیث[13] کان عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اذالقی الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال تعالٰی نؤمن بربنا ساعۃ فقال ذات یوم لرجل فغضب الرجل فجاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ الاتری الی ابن رواحۃ یرغب عن ایمانک الی ایمان ساعۃ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یرحم اللہ ابن رواحۃ انہ یحب المجالس التی یتباھی بہ الملئکۃ رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث[14] ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعائین فاما احدھما فبثثتہ واما الاٰخر فلو بثثتہ قطع ھذا البلعوم اخرجہ البخاری وآیت یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ وآیت وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی وآیت اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ وآیت قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا○ وآیت اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا○ وآیت قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا○ وَکَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰی مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ خُبْرًا○ وآیت قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰٓی اُحْدِثَ لَکَ مِنْہُ ذِکْرًا○ وآیت فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیْنَۃِ خَرَقَہَا قَالَ اَخَرَقْتَہَا لِتُغْرِقَ اَھْلَہَا لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا○ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا○ وآیت فَانْطَلَقَا حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَہٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّکْرًا○ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا○ وآیت قَالَ ھٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِکَ سَاُنَبِّئُکَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْہِ صَبْرًا○ وآیت وَمَا فَعَلْتُہٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْہِ صَبْرًا○ وغیرہ ذلک آیات واحادیث بجہ دال کے لیے علم باطن اور اُس کے رجال ومضائق مجال وحقائق اقوال ودقائق افعال کا پتا دینے کو بہت ہیں ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور○ ہذا اس بحرعمیق کے لیے ساحل نہ یہ حضرات اس کی سیر کے قابل نہ اس معنی سے اصل غرض سائل لہٰذا فقیر این وآں سے قطع نظر کرکے نفس مرام مسؤل عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتدا کا حکم کیا ہے اور ازانجا کہ اس کی تنقیح اُن کی کشف بعض بدعات پر موقوف لہٰذا اس بارے میں ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنان قلم جانب جواب مصروف ہرچند اس باب میں علما متعدد تحریریں کرچکے مگر امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالٰی یہ موجز تحریر کافی وکافل وافی وکامل شافی ونافع صافی وناصع واقع ہو وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق انہ نعم المولٰی ونعم المعین والحمد للہ رب العالمین○۔

مقدمۃ فی الکلام الاجمالی علی بدعۃ غیر المقلدین

یا معشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں ائمہ ہدٰی کو احبار ورہبان ٹھہرائیں سچے مسلمانوں کو کافر ومشرک بنائیں قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا ارشاد اتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں بے راہ چل کر بیچارہ مچل کر حرام خدا کو حلال کردیں حلال خدا کو حرام کہیں ان کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی واظہر بلکہ عندالانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشر واضر واشنع وافجر کما لایخفی علی ذی بصر صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً اور شرح السنۃ امام بغوی وتہذیب الآثار امام طبری میں موصولاً وارد کان

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یری الخوارج شرار خلق اللہ وقال انہم انطلقوا الی اٰیات نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما خوارج کو بدترین خلق اللہ جانتے کہ اُنھوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اُتریں اٹھاکر مسلمانوں پر رکھ دیں بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے آیۂ کریمہ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہ کہ کفار اہل کتاب اور اُن کے عمائد وارباب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہل سنت وائمۂ اہل سنت کو اُس کا مصداق بتاتے ہیں علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحارالانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نقل کرکے فرماتے ہیں قال المذنب تاب اللہ علیہ واشنا منہم من یجعل اٰیات اللہ فی شرار الیہود علی علماء الامۃ المعصومۃ المرحومۃ طہر اللہ الارض عن رجسہم یعنی ان خارجیوں سے بدتر وہ لوگ ہیں کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اُتریں اُنھیں اُمت محفوظہ مرحومہ کے علما پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالٰی زمین کو اُن کی خباثت سے پاک کرے آمین اصل اس گروہ ناحق پژوہ کی نجد سے نکلی صحیح بخاری شریف میں ہے عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبہا یطلع قرن الشیطان یعنی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی ہمارے لیے برکت دے ہمارے شام میں الٰہی ہمارے لیے برکت رکھ ہمارے یمن میں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ اور ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دعا کی الٰہی ہمارے لیے برکت کر ہمارے شام میں الٰہی ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں صحابہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ اور ہمارے نجد میں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ پر حضور نے نجد کی نسبت فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گی سنگت شیطان کی) اس خبر صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ع پدر اگر نتواند پسر تمام کند۔ تیرھویں صدی میں حرمین طیبین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اُٹھا نہ رکھا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ○ حاصل اُن کے عقائد نائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مؤمنین معاذ اللہ مشرک اسی بنا پر اُنھوں نے حرم خدا وحریم مصطفٰے علیہ افضل الصلاۃ والثنا کو عیاذًا باللہ دارالحرب اور وہاں کے سکان کرام ہمسائگان خدا ورسول کو (خاک بدہان گستاخاں) کافر ومشرک ٹھہرایا اور بنام جہاد خروج کرکے لوائے فتنۂ عظمٰی پر شیطنت کبرٰی کا پرچم اُڑایا علامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولٰنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعۂ ہائلہ کا فرمایا ردالمحتار حاشیۂ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیر بیان خوارج فرماتے ہیں کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستبحوا بذلک قتل اھل السنۃ وقتل علمائہم حتی کسر اللہ تعالٰی شوکتہم وخرب بلادھم وظفر بہم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومأتین والف یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں

اس وجہ سے انھوں نے اہلسنت وعلمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُن کی شوکت توڑدی اور اُن کے شہر ویران کیے اور لشکر مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ ہجری میں) والحمد للہ رب العالمین ○ **غرض** یہ فتنۂ شنیعہ وہاں سے مطرود اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع ومردود ہوکر اپنے لیے جگہ ڈھونڈھتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس ارالفتن ہندوستان کی نرم زمین اُسے نظر پڑی آتے ہی یہاں اپنے قدم جمائے باقی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر وشرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک یہاں یہ طائفہ بحکم اَلَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے ع قدم عشق پیشتر بہتر۔ کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا چلیے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفت اہلسنت وعداوت اہل حق میں پھر ملۃ واحدۃ ہے ہر چندان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام ان کے امام وبانی وثانی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کا فرمانے کو حدیث صحیح مسلم لایذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزی (الی قولہ) یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الٰی دین ابائھم مشکوۃ کے باب لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس سے نقل کرکے بے دھڑک زمانۂ موجود پر جمادی جس میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعزی کی پھر پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نرے کافرہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہوجائے گی) اس حدیث کو نقل کرکے صاف لکھ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون ○ ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی ہے تو واجب ہوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تو اور تیرے ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں کیا تمھارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے تم سب بھی اُنھیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں سچ آیا حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ حبك الشیئ یعمی ویصم شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کر دیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرائے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہوجائے اور اُس بیباک چالاک کی **نہایت عیاری** یہ ہے کہ اُسی مشکوۃ کے اُسی باب لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلافصل دوسری حدیث مفصل اسی صحیح مسلم کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے وہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنے واضح ہوتے اور اُس میں صراحۃً ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغاز بت پرستی کا منشا کیا ہوگا وہ حدیث مختصرًا یہ ہے **وعن عبداللہ** بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخرج الدجال فیمکث اربعین فیبعث اللہ عیسی بن مریم فیھلکہ ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام

فلا یبقی علی وجہ الارض من فی قلبہ مثقال ذرۃ من خیر او ایمان الا قبضتہ حتی لو ان واحدکم دخل فی کبد جبل لدخلتہ علیہ حتی تقبضہ قال فیبقی شرار الناس فی خفۃ الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولا ینکرون منکرا فیتمثل لہم الشیطان فیقول الا تستجیبون فیقولون ما تأمرنا فیامرہم بعبادۃ الاوثان ثم ینفخ فی الصور (رواہ مسلم) یعنی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں دجال نکل کر چالیس[1] تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالٰی عیسٰی بن مریم علیہم الصلاۃ والسلام کو بھیجے گا وہ اُسے ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دو دل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالٰی شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اُس کی روح قبض کرلے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جاکر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلق باقی رہ جائیں گے فسق و شہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے سُبک اور ظلم و شدت میں درندوں کی طرح گراں و سخت جو اصلاً کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمھیں شرم نہیں آتی یہ کہیں گے پھر تو ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ انھیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفخ صور ہوگا) عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلعی کُھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وہ بعد خروج و ہلاک دجال و انتقال عیسٰی علیہ الصلاۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح احمد[19] و مسلم و ترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لا تقوم الساعۃ حتی لا یقال فی الارض اللہ اللہ (قیامت نہ آئے گی جب تک کہ زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے) اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مزدور چالاک دلدادۂ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر مشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا کہ اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا مسلمان دیکھیں کہ جو عبارات صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پر کی اُڑانے میں اپنے باطنی علم کے بھی کان کتریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انھیں مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں مَن کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار (جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے) ایسوں کا مذہب معلوم اور عمل بالحدیث کا مشرب معلوم ع قیاس کن زگلستان شان بہارشاں۔ جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقہیہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے پھر دعوٰی یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قول خیر البریہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی حدیث پہ چلتے ہیں سبحٰن اللہ یہ مونھ اور یہ دعوٰی سچ[21] فرمایا خیر البریہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یأتی فی اٰخر الزمان قوم حدثاء الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریہ یمرقون من الاسلام کما یمرق السہم

---

[1] راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس دن فرمایا یا مہینے یا برس انتہی اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے پہلا دن سال بھر کا دوسرا ایک مہینہ کا تیسرا ایک ہفتہ کا باقی دن عام دنوں کی طرح رواہ مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل ۱۲ منہ

من الرمیۃ لایجاوز ایمانھم حناجرھم آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے اسلام سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے ایمان اُن کے گلوں کے نیچے نہ اُترے گا اخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ واللفظ للبخاری فی فضائل القراٰن من الجامع الصحیح واقعی یہ لوگ اُن پرانے خوارج کے ٹھیک ٹھیک بقیہ ویادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے وہی انداز وہی وتیرے خارجیوں کا داب تھا اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین اُنھیں نہایت پابند شرع جانتے پھر بات بات پر عمل بالقرآن کا دعوٰی عجب دام درسبزہ تھا اور مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین آپ محمدی اور سب بددین آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنیں وچناں بزعم خبیث پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں بھی خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنت کان کھول کر سن لیں کہ دھوکے کی ٹٹی میں شکار نہ ہوجائیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم تم اپنی نمازاُن کے آگے حقیر جانو گے اور اپنے روزے اُن کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال اُن کے اعمال کے مقابل) باایں ہمہ ارشاد فرمایا ویقرؤن القراٰن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ان اعمال پر اُن کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ پھر شان خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنار خارجی بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے انھیں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے قیل ما سیماھم قال سیماھم التحلیق عرض کی گئی یا رسول اللہ اُن کی علامت کیا ہوگی فرمایا سر مُنڈانا یعنی اُن کے اکثر سر مُنڈے ہوں گے رواہ البخاری ولیس بعدہ فی الجامع الصحیح الاحادیث واحد بعض احادیث میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کا پتا بتایا مشمری الازر (گھٹنی ازار والے او کما ورد عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کی بےشمار درودیں حضور عالم ما کان ومایکون پر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالجملہ یہ حضرات خوارج نہروان کے رشید لیس ماندے بلکہ غلو وبیباکی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ اُنھیں بھی نہ سوجھی تھی کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعوٰی اس حدیث صحیح سے ثابت کر دکھاتے جس بے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا ع طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق اُستاد را۔ مگر حضرت حق عزوجل کا حسن انتقام لائق عبرت ہے چاہ کن را چاہ درپیش من حفر بیرا لاخیہ فقد وقع فیہ حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کو اور بحمد اللہ خود اپنے مشرک کافر ہونے کا اقرار کرلیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے قضی الرجل علی نفسہ اقرار مرد آزار مرد المرء مواخذ باقرارہ مدہوش بیچارہ خود کردہ را علاج نیست میں گرفتار ہوا اور مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لیے اُن کے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ امت مرحومہ ہر گز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی امام احمد مسند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امت کی نسبت فرماتے ہیں اما انھم لایعبدون شمسا ولا قمرا

[1] ظاہر ہے کہ علامت قوم وہ جو تمام قوم یا اکثر میں ہو ۱۲ منہ

ولا حجرا ولا وثنا ولکن یرأون اعمالهم خبردار ہو بیشک وہ نہ سورج کو پوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو ہاں یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لیے اعمال کریں گے) اسی لیے جب قیامت آنے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئے گا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اُٹھالیں گے والحمدﷲ رب العلمین پھر اہل عرب کے لیے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے احمد[25] و مسلم و ترمذی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطن قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینهم (بیشک شیطان اس سے ناامید ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب کے نمازی اُسے پوجیں ہاں اُن میں جھگڑے اُٹھانے کی طمع رکھتا ہے) ابو یعلٰی حضرت[26] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الشیطان قد یئس ان تعبد الاصنام فی ارض العرب ولکنه سیرضی منکم بدون ذلك بالمحقرات الحدیث (یعنی شیطان یہ اُمید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بُت پوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کرادینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر و آسان سمجھے جاتے ہیں) واصله عنه عند احمد والطبرانی بسند حسن بیہقی حضرت[27] معاذ بن[28] جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تذکیرًا اور حضرت[29] عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تقریرًا راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرتکم هذہ ولکن یطاع فیما تحقرون من اعمالکم فقد رضی بذلك (یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمہارے جزیرے میں اُس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کروگے جنھیں تم حقیر جانوگے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے) امام احمد[30] حضرت عبادہ[31] بن صامت و ابو درداء[32] رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معًا راوی حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرۃ العرب (بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرۂ عرب میں اس کی پرستش ہو) یہ چھ[33] صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ہاں انھیں سُن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا کفر و شرک جب سے جزیرۂ عرب سے نکلے وہ دن اور آج کا دن پھر اُدھر کا منہ کرنا نصیب نہ ہوا والحمدﷲ رب العلمین۔ پھر خطۂ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور اُن کے مضافات کے لیے اس سے اجل و اعظم بشارت آئی جامع[34] ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور پُرنور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان الدین لیأرز الی الحجاز کما تأرز الحیة الی جحرها ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاُرْوِیة من الجبل (بیشک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف اور بیشک دین حرمین طیبین کو ایسا اپنا مسکن و مامن بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو) پھر مدینۂ امینہ کا کہنا ہی کیا ہے کہ وہ تو خاصوں کا خاص اور دین متین کا اول و آخر ملجا و مناص ہے صلی اللہ تعالٰی علی من جعلها هکذا وبارك وسلم اُس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا ان[35] الایمان لیأرز الی المدینة کما تأرز الحیة الی جحرها (بیشک ایمان مدینے کی طرف یوں سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف) رواہ الائمة احمد والبخاری ومسلم وابن ماجة عن ابی هریرة وفی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنهم انصاف کیجیے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی امثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی و وافی و برہان شافی کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ و اہل مکہ و اہل حجاز و اہل عرب و اہل تمام بلاد دارالاسلام سب کے سب معاذاللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان صرف یہی

ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار بقیۃ السیف انا للہ وانا الیہ راجعون o اسی طرح وہ متواتر حدیثیں ان کی مبطل مذہب جن میں ارشاد ہوا کہ اس امتِ مرحومہ کا بڑا حصہ ہرگز گمراہی پر مجتمع نہ ہوگا میں اُن کی وفور کثرت وکمال شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالٰی تحریر جُداگانہ میں اُن کی شوکت قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلاد اسلامیہ میں امت مرحومۂ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کروروں اربوں آدمی بارك اللہ تعالٰی فیھم وعلیھم اس نئے مذہب سے منزہ و بری ہیں اس کے نام لیوا فقط یہی ذلیل وقلیل مشتے چند ہندی و نجدی ہیں طرفہ یہ کہ اُن کے بعض مکلبین اپنی اس شذوذ وقلت ومخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت وسواد اعظم کے مقابل آیۂ ولو اعجبك كثرة الخبيث پڑھتے ہیں یہ کید ان اصلی جولانے کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ میں حضرات روافض سے اُڑایا وہ اپنی ذلت وقلت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیات قرآنیہ میں یوہیں تحریفیں کرکے خواہی نخواہی مدعا پر جماتے ہیں شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۂ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں کید یازدہم آنکہ گویند مذہب اثنا عشریہ حق ست زیرا کہ اثنا عشریہ قلیل وذلیل اند واہل سنت کثیر وعزیز و خدائے تعالٰی درحق اہل حق می فرماید وقلیل ماھم و دریں تقریر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالٰی درحق اصحاب الیمین فرمودہ است ثلة من الاولين وثلة من الاٰخرين واگر قلت و ذلت موجب حقیت شود باید کہ نواصب وخوارج احق واولٰی بحق باشند کہ بسیار قلیل وذلیل اند بلکہ حق تعالٰی جا بجا ظہور وغلبہ وتسلط درشان اہل حق می فرماید ودر احادیث جابجا باتباع سواد اعظم از امت وموافقت با جماعت تاکید فرمودہ اند اھ ملتقطا لطف یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بدمذہبی کے ثمرات لکھے کہ ہیچ ملک ناحیہ را از کفار بدست نیاوردہ ودار الاسلام نساختہ بلکہ اگر گاہے ایشاں را ریاست ناحیۂ بدست آمدہ با کفار مداہنہ نمودہ ودار الاسلام را دار الکفر ساختہ اند ہرگاہ در ملکے تشیع رائج شد فتنہ و فساد ونفاق فیما بین فوج فوج بار بدہ حالت ہندوستان باید دید وحالت ملک عرب وشام وروم را باد سے باید سنجید اھ ملخصا یہ سب باتیں بھی حرف بحرف اس طائفۂ جدیدہ پر منطبق اوّل تو انھیں نکلے ایسے کے دن ہوئے تاہم جب سے سر اُبھارا سارا غصہ مسلمانوں ہی پر اُتارا ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا مسلمانوں ہی کے قتل وغارت کا حوصلہ رہا آخر کچھ دنوں شوکت بھی پائی فوج وجمعیت بھی ہاتھ آئی پھر کونسا ملک کافروں سے لیا کونسا حملہ مشرکوں پر کیا ہاں خدا و مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہروں کو دار الحرب بتایا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ماننے والوں کا خون بہایا آدمی کو جب قوت ملتی ہے دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے جن سے غیظ تھا اُنھیں پر ٹوٹے خدا و مصطفٰی کے شہر لوٹے۔ صلی علیہ اللہ تعالٰی وسیعلم الظالمون ای منقلب ینقلبون جب وہاں ان کا ستارہ لشکر سلطانی نے گرفتار بیت الوبال کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پرسان سنت نہ خبر گیران فتن انھیں جبلك على غاربك کہہ کر لیا قدموں کی برکت کہاں جائے جب نجد اُجاڑ کر ہند میں آئے یہاں ان کے دم سے جو فتنہ وفساد پھیلے باہم مسلمانوں میں نفاق وشقاق کے چشمے اُبلے ظاہر و عیاں ہیں کس پر نہاں ہیں خصوصاً اُن شہروں کی تو پوری شامت جن میں اُن کے عمائد کی کثرت کچھ دین قدیم ، جھگڑ رہے ہیں کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں باپ سُنی ذریت وہابی شوہر سُنی عورت وہابی گھر گھر فتنے آئے دن فساد عیش منغص چین برباد ابتدائے بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جمائے بلاد اسلام دار الکفر ٹھہرائے جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہوا او پرسُن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا اُسی

سال سے اُنھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوی دیا امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا ہندوستان دریں جزو زمان کہ ۱۲۳۳ھ یک ہزار دو صد و سی و سوم ست اکثرش دارالحرب گردیدہ مگر زمانے نے زیادہ مہلت نہ دی دل کی حسرت دل ہی میں رہی اتباع میں اتنا کوئی نہ ہوا کہ ٹوٹے جگ کو جوڑے ناچار زبان قلم و قلم زبان سے چلے دل کے پھپھولے پھوڑے تکفیر مسلمین اصل مذہب ہے کفر و شرک تو پہلا لقب ہے ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہل سنت کفار حربی ہیں اُن کے خون و مال حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ھو المستعان علی کل ذی شر غرض کہیں خوارج کی ہمسنگی کہیں روافض سے ہمرنگی ع مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم - اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تولنے کے قابل کہ حالت ہندوستان باید دید و حالت ملک عرب و شام و روم را بادے باید سنجید واقعی دیکھیے یہاں ان کی آزادی و بے قیدی سے مذہب حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے اُن میں سر اُٹھانے کی جان نہیں دین متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ان صاحبوں سے پوچھیے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب و روم و شام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا اُن برکت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ یہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے اعلان مشرب کا اختیار بھی ہے اور وہاں تو یہ اعزاز مذہب جدید کہ نام لیا اور آفت رسید والحمد للہ العلی المجید غرض کہاں تک کہیے کلام طویل اور فرصت قلیل عرب و عجم کے علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالی مساعیہم الجمیلہ نے بکرات و مرات اس طائفہ تالفہ کے رد بلیغ فرمائے اور فقیر غفر اللہ تعالی لہ کے بھی متعدد فتاوے ہیں ہر بار کلام تازہ و فوائد جدیدہ بیان میں آئے یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فاقول مستعینا بالقریب المجیب وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ٥

الشروع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ و ممنوع ولازم الاحتراز انھیں باختیار خود امام کرنا تو ہرگز کسی سُنّی محب سنّت و کارہ بدعت کا کام نہیں اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو سُنّی کو چاہیے دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے حتی کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول اور اگر بمجبوری اُن کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو نماز پھیر لے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدت گزر چکی ہو کما حققہ المولی الفاضل سیدی امین الدین محمد بن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالی فی ردالمحتار فقیر غفر اللہ تعالی لہ اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے۔ وباللہ التوفیق

دلیل اوّل

یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہل بدعت سے ہے اور فاضل علامہ سیدی احمد

مصری طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی حاشیۂ درمختار میں ناقل من شذ عن جمھور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ فی النار فعلیکم معاشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہوجائے وہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوجو اُسے دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہ مسلمین تم پر فرقۂ ناجیۂ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اُس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات والا گروہ اب چار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالٰی اُن سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے) علامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ انھوں نے ان کے اسلاف نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ اخلاف کہ اُصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلان بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کہ وہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سمائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکر خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھ کر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے آن صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنھیں ظاہریہ کہتے ہیں جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا داود ظاہری ومتابعانش را از اہلسنت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست الخ۔ مگر وہ بیچارے باایں ہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب اُنھیں سُنّی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکر ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشمس وابین من الامس ہے اور اہل بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ ومتون وشروح وفتاوے میں صریح تصریحیں موجود کہ اُن کے پیچھے نماز مکروہ اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یعنی حرام کی مقارب گناہ کی جالب اعادۂ نماز کی موجب کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق بحول ربنا ولی التوفیق فی تحریرلنا مستقل اینق واجبنا فیہ عما یترای من خلاف ھذا القول التحقیق بقبول اھل التدقیق ولنذکر طرفا من الکلام افادۃ لمزید التوثیق علما فرماتے ہیں نماز اعظم شعائر دین ہے اور مبتدع کی توہین شرعاً واجب اور امامت میں اُس کی توقیر وتعظیم مقصود شرع سے بالکل مجانب طبرانی معجم کبیر[32] میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً اور بیہقی شعب الایمان[33] میں ابراہیم بن میسرہ مکی سے مرسلاً راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وقرہ صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اُس نے دین اسلام کے ڈھانے پر مدد کی) **اقول** وباللہ التوفیق **اوّلاً** ظاہر ہے کہ امام سردار ہوتا ہے اور مقتدی اُس کے پیرو حضور[34] سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما جعل الامام لیؤتم بہ امام تو اسی لیے مقرر ہوا ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وغیرھم عن ام المؤمنین الصدیقۃ وعن[35] انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما اور حدیث میں ہے حضور[36] سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا مُدح الفاسق غضب الرب واھتزلذلك العرش جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک وتعالٰی غضب فرماتا ہے اور اُس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے رواہ الامام ابوبکر بن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ عن انس خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابن عدی[38] فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اور امام عبدالعظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الٰی یوم الدین نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلمات تعظیم سے یاد کیا جائے حیث قال الترھیب من قولہ لفاسق اومبتدع یا سیدی ونحوھا من الکلمات الدالۃ علی التعظیم پھر اُس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتقولوا للمنافق یا سید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل منافق کو اے سردار کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا رواہ ابوداود والنسائی باسناد صحیح اور حاکم کے لفظ یہ ہیں اذا قال الرجل للمنافق یا سید فقد اغضب ربہ عزوجل جب کوئی شخص منافق کو اے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا قلت وھکذا اخرجہ البیھقی فی شعب الایمان۔ سبحٰن اللہ جب فاسق و بدعتی کی زبانی تعریف اور اُنھیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار ندا کرنا موجب غضب الٰہی ہوتا ہے تو اُسے بحالت اختیار حقیقۃً امام و سردار بنانا اور آپ اُس کے تابع و پیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجب غضب نہ ہوگا اور بیشک جو بات باعث غضب رحمٰن عزوجل ہو اُس کا ادنٰی درجہ کراہت تحریم ہے **ثانیًا** ابونعیم حلیہ[39] میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اھل البدع شر الخلق والخلیقۃ بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں) بیہقی[40] کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایقبل اللہ لصاحب بدعۃ صلٰوۃ ولا صوما ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولا جھادا ولا صرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین اللہ تعالٰی کسی بدمذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکاۃ نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل بدمذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال) امام دارقطنی[41] وابوحاتم محمد بن عبدالواحد خزاعی اپنے جزء حدیثی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اھل النار اہل بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں) اور ان کے سوا بہت حدیثیں بدمذہبوں کی مذمت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور پُرظاہر کہ نماز مقام مناجات و راز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا نظافت ایمانی گوارا کرسکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلاعذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں سگان جہنم وارد ہوا عقل سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہل بدعت واہوا زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے نماز سے ممانعت آتی نہ یہ کہ صرف خلاف اولٰی ہے پڑھ لو تو کچھ مضائقہ نہیں **ثالثًا** بدعتی مبغوض خدا ہے اور مبغوض خدا سے نفرت و دوری واجب ولہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۝ اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ) اور اسی لیے احادیث میں فرق باطلہ سے قرب و اختلاط کا منع آیا احمد و ابوداود[42] و حاکم حضرت امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم قدریوں کے

پاس نہ بیٹھو نہ اُن سے سلام کلام کی ابتدا کرو) عقیلی و ابن حبان انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیأتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولا تشاربوھم ولا تاکلوھم ولا تناکحوھم بیشک اللہ تعالٰی نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لیے اصحاب و اصھار چُن لیے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ اُنھیں بُرا کہے گی اور انکی شان گھٹائے گی تم اُنکے پاس نہ بیٹھنا نہ انکے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہت کرنا جن کے پاس بیٹھنا خدا و رسول کو ناپسند ہو جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُنھیں امام بنانا شرع کیونکر گوارا فرمائے گی والمکروہ تنزیھا سائغ مشروع یجامع الاباحۃ کما نص علیہ العلماء الکرام وذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ بلکہ اسی حدیث میں بروایت ابن حبان ان لفظوں سے ہے فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نہ اُن کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ اُن کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو) رابعًا ابن ماجہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا یؤمنّ فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطانہ یخاف سیفہ اوسوطہ ہرگز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُس کو بزورِ سلطنت مجبور کردے کہ اُس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو) بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی والقوھم بوجوہ مکفھرۃ والتمسوا رضا اللہ بسخطھم وتقربوا الی اللہ بالتباعد عنھم اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بغض سے اور اُن سے ترش رو ہوکر ملو اور اللہ کی رضامندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دُوری سے چاہو) جب فساق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پوچھنا ہے کہ یہ تو فساق سے ہزار درجہ بدتر ہیں اُن کی نافرمانی فروع میں ہے ان کی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے بُرا جانتے ہیں یہ اُس سے اشد واعظم میں مبتلا اور اُسے عین حق وہُدی جانتے ہیں وہ گاہ گاہ نادم و مستغفر یہ گاہ و بے گاہ مصر و مستکبر وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر و بدکار اور صلحا کو عزیز و مقرب دربار بتاتے ہیں یہ اتنا غلو و توغل بڑھاتے ہیں اُتنا ہی اپنے نفس مغرور کو اعلٰی و بالا اور اہلِ حق و ہدایت کو ذلیل و پُرخطا ٹھہراتے ہیں ولہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین خلق وارد ہوا کما رویناہ اور غنیہ شرح منیہ میں ہے المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع بالجملہ بدمذہبی فی نفسہ ایسی ہی چیز ہے جسے امامتِ دینی سے مباینت یقینی ہے اور اُس کے بعد منع پر دوسری دلیل کی چنداں حاجت نہیں کس کا دل گوارا کرے گا کہ جہنم کے کتوں سے ایک کُتا مناجاتِ الٰہی میں اُس کا مقتدا ہو علامہ یوسف چلپی ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں فرماتے ہیں بدعۃ المبتدع تفضی الی عدم الاقتداء بہ سیما فی اھم الامور ردالمحتار میں ہے المبتدع تکرہ امامتہ بکل حال علامہ ابراہیم حلبی نے تصریح فرمائی کہ فاسق و مبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں تو اُن کے پیچھے نماز اصلا ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے شرح صغیر منیہ میں فرمایا یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالک لایجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع علامہ طحطاوی حاشیۂ درمختار میں فاسق و بدمذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں الکراھۃ فیہ تحریمیۃ علی ما سبق بحر العلوم عبدالعلی

لکھنوی نے ارکان اربعہ میں دربارۂ تفضیلیہ فرمایا اما الشیعة الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیھما اصلا کالزیدیة فتجوز خلفھم الصلاة لکن تکرہ کراھة شدیدة جب تفضیلیہ کہ صرف جناب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو حضرات شیخین پر تفضیل کہنے سے مخالف اہلسنت ہوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذ اللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی یہ تو اشد مبتدعین جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبان خدا پر طعن وتشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم درجہ کی کراہت چاہیے ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا اور اُس کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ بدعتی ہیں فی شرح الفقہ الاکبر عن مفتاح السعادة عن تلخیص الزاھدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ قال فی رجلین یتنازعان فی خلق القرآن لاتصلوا قال ابو یوسف فقلت اما الاول فنعم فانہ لایقول بقدم القرآن واما الاٰخر فما بالہ لایصلی خلفہ قال انھما یتنازعان فی الدین والمنازعة فی الدین بدعة۔ قال القاری ولعل وجہ ذم الاٰخر حیث اطلق فانہ حدث انزالہ اھ **اقول** لعل الامام اطلع منہ علی انہ یرید المراء یخجل صاحبہ لا اظہار الحق واللہ تعالٰی اعلم بلکہ محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ بدمذہب کے پیچھے نماز اصلا جائز نہیں محقق علامہ کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف ان الصلاة خلف اھل الاھواء لاتجوز اُسی میں روایت امام ابو یوسف لایجوز الاقتداء بالمتکلم وان تکلم بحق کی شرح میں امام ابو جعفر ہندوانی سے نقل کیا یجوز ان یکون مراد ابی یوسف من یناظر فی دقائق علم الکلام انتہی **اقول** امناظرة فی دقائقہ لایزید علی بدعة او فسق وعلی کل یفید عدم الجواز خلف المبتدع کما لیس بخاف غیاث المفتی پھر مفتاح السعادة پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے لایجوز خلف المبتدع **اقول** وباللہ التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے کقول البیع عند اذان الجمعة یجوز ویکرہ ای یصح ویمنع اور گاہے بمعنی حلت لایجوز الصلاة فی الارض المغصوبة ای لاتحل وان صحت اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لاسیما جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی ردالمحتار وغیرہ تو یہ روایات بھی قول سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی باین معنی ناجائز ہے ومعلوم ان ابداء الوفاق اولی من ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانہ یوفق بین الروایات مھما امکن کما فی الشامیة واللہ تعالٰی اعلم۔

دلیل دوم

غیر مقلدین بدمذہبی کے علاوہ فاسق معلن بیباک مجاہر بھی ہیں اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کما اثبتناہ فی تحریرنا ذالک **اقول** وبہ یحصل التوفیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام آور صغیری وطحطاوی کا نص گزرا اور اسی طرح امام علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نورالایضاح اور علامہ ابوالسعود نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں اشارہ فرمایا اور یہی فتاوٰی حجہ کا مفاد اور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علما نے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا علم میں افضل ہوں تو اُنھیں کو امام کیا چاہیے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اُس کی عظمت اور وہ شرعاً

مستحق اہانت مختص امداد الفتاح میں ہے کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرھا سیدی احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں قولہ فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظمہ بتقدیمہ للامامۃ) تبع فیہ الزیلعی ومفادہ کون الکراھۃ فی الفاسق تحریمیۃ اور حاشیہ شرح علائی میں فرماتے ہیں اما الفاسق الاعلم فلا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ الخ ابوالسعود انتہی علامہ محقق حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں العالم اولی بالتقدیم اذا کان یجتنب الفواحش وان کان غیرہ اورع منہ ذکرہ فی المحیط ولو استویا فی العلم والصلاح واحدھما اقرء فقدموا الاخر اساؤا ولا یأثمون فالاساءۃ لترک السنۃ وعدم الاثم لعدم ترک الواجب لانھم قدموا رجلا صالحا کذا فی فتاوی الحجۃ وفیہ اشارۃ الی انھم لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ما ینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذا لم تجز الصلاۃ خلفہ اصلا عند مالک وروایۃ عن احمد الخ یہ کہ غیر مقلدین فساق مجاہر کیونکر ہیں یہ خود واضح و بیّن کون نہیں جانتا کہ ان کے اکابر اصاغر عموماً دواماً ائمہ شریعت وعلمائے ملت واولیائے امت رحمہم اللہ تعالٰی کے طعن و توہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب وشتم تو ان کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اُس نے سمجھا اور جس نے نہ جانا وہ اب ان کے رسائل دیکھے باتیں سُنے خصوصاً اُس وقت کے پیچھے خدا نہ سُنوائے جب یہ باہم تنہا ہوتے اور اذا خلوا کا وقت پاکر آپس میں کھلتے ہیں یا بعض اہل حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی توالیف سے نقل کیے وہی دیکھیے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اُن ہفوات مغضوبہ کا زبان قلم پر لانا پسند نہیں کرتا ورنہ نقل کرلاتا تو اُن میں فسق اول سب ودشنام اہل اسلام ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں سباب المسلم فسوق مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے اخرجہ[۴۶] احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابن مسعود والطبرانی[۴۷] فی الکبیر عنہ وعن عبداللہ بن مغفل وعن عمرو[۴۸] بن النعمن بن مقرن وابن ماجۃ[۴۹] وعن ابی ھریرۃ وعن سعد[۵۰] بن ابی وقاص والدار[۵۱]قطنی فی الافراد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین فسق دوم طعن علما طبرانی کبیر میں بسند حسن ابوامامہ[۵۲] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا یستخف بھم الا منافق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا ذی علم تیسرا امام عادل) احمد[۵۳] بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی وحاکم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا میری امت سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اور اُن کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے مسند الفردوس[۵۴] میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں العالم سلطان اللہ فی الارض فمن وقع فیہ فقد ھلک عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں تو جو اُس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہوجائے) والعیاذ باللہ تعالٰی فسق سوم عداوت عامہ اہل عرب وحجاز انھیں جو تعصب اُن کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم

اکبر اور اس کی وجہ مخالفت مذہبی کے علاوہ باربار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل وتذلیل میں آنا اور بکرات ومرات ان کے ہم مذہبوں کا وہاں ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایات خواص وعوام میں مشہور ومذکور کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے اور اپنے دام پھانسے چاہے حال کھلتے ہی تعزیر پاکر نکالے گئے جس پر اُن کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین سنے مہاجروں کو نکال کر معاذاللہ سواد الوجہ فی الدارین حاصل کیا حالانکہ علاوہ اور باتوں کے اُن سفیہان گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دارالاسلام سے دارالاسلام کو جانا مہاجرت نہیں یہ صورت مجاورت ہے اور مجاورت خود مکروہ تحریمی مگر افراد اولیاء اللہ کے لیے کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ تو وہ جہال مدعیان فضل وکمال اس فعل میں بھی آثم تھے خصوصاً جبکہ وہاں جاکر اشاعت بدعات چاہی اللہ تعالٰی فرماتا ہے وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ جو مکہ معظمہ میں براہ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اُسے دردناک عذاب چکھائیں گے) اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ ان کے امام العصر جنھیں یہ حضرات شیخ الکل فی الکل کہا کرتے ہیں بخوف مسلمانان عرب کشنران دہلی وبمبئی کی چٹھیاں لے کر حج کو گئے وہاں جو گزری انھیں سے پوچھ دیکھئے اگر ایمان سے کہیں ورنہ صدہا حاضرین وناظرین موجود ہیں اور خود مکہ معظمہ کے چھپے ہوئے اشتہار شہروں شہروں شہرت پاچکے غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد وعلمائے عرب وحجاز سے سخت بغض وعداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں بسند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بغض العرب نفاق جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے **فسق چہارم** پھر یہ عداوت منجر بہ سب ودشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اوپر لکھ چکے اور بیہقی[۵۵] شعب الایمان میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سب العرب فاولئک ھم المشرکون جو اہل عرب کو سب وشتم کریں وہ خاص مشرک ہیں **فسق پنجم** مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اُسی قدر ان کی عداوت وبدخواہی کو اہل مدینہ کے ساتھ زیادت ہے اور حضور[۵۶] سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لایکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بداندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نمک پانی میں اخرجہ الشیخان عن سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اور[۵۷] فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابہ اللہ کما یذوب الملح فی الماء جو اہل مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا برا ارادہ کرے اللہ تعالٰی اُسے ایسا گلادے جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے اخرجہ احمد ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری[۵۸] حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی اھل المدینۃ اٰذاہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین لایقبل منہ صرف ولا عدل جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ اُسے مصیبت میں ڈالے اور اُس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اُس کا نفل قبول کرے نہ فرض اخرجہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ اُن سے کہیے تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ہم اور تم سب مل کر تحریر کردیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا وتعظیما کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہوجائیں فبہا ورنہ جان لیجیے کہ یہ قطعاً اہل حرمین کے مخالف مذہب اور سنیان ہند وغیرہ کے مثل اُن پاک مبارک شہروں کے علما کو بھی معاذاللہ مشرک وگمراہ وبددین جانتے ہیں پھر عداوت وبدخواہی نہ ہونا کیا معنے اور خود ان سے پوچھنے کی حاجت

کیا ہے علمائے حرمین حفظہم اللہ تعالٰی کے فتاوے ان صاحبوں کے رد میں بکثرت موجود انھیں سے حال کھل جائے گا کہ مخالفانِ مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دوسرا بھی اُس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ تو کیونکر معقول کہ یہ ان کے دشمن نہ ہوں آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن وامان والی حرمین کو اپنے لیے محل خوف وخطر سمجھا اور کمشنر دہلی وبمبئی کی چٹھیوں کو سپرد لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فسق ششم عداوت اولیائے کرام قدست اسرارہم جس کی تفصیل کو دفتر درکار جس نے ان کے اصول وفروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبانِ خدا کے نہ ماننے اور اُن کی محبت وتعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ ماننے انتہی اور چوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مرکر مٹی میں مل گئے اشد مقت اللہ علی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علی رسولہ واٰلہ وبارك وسلم اللہ تعالٰی فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لیے دُکھ کی مار ہے) اور فرماتا ہے لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝ (اللہ نے اُن پر لعنت کی دُنیا وآخرت میں اور اُن کے لیے تیار رکھا ہے ذلت کا عذاب) سبحٰن اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو ارشاد فرمائیں ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے اخرجہ احمد وابوداود والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وابونعیم کلہم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور وارد کہ فرماتے ہیں[91] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کلمہ روح القدس لم یؤذن للارض ان تأکل من لحمہ جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اُس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے اخرجہ الزبیر بن بکار فی اخبار المدینۃ وابن زبالۃ عن الحسن مرسلًا امام[92] ابو العالیہ تابعی نے کہا ان لحوم الانبیاء لاتبلیہا الارض ولا تأکلہا السباع انبیا کا گوشت زمین نہیں گلاتی نہ درندے گستاخی کرسکیں اخرجہ الزبیر والبیہقی اور رب العالمین جل مجدہ اُن کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ (جو خدا کی راہ میں مارے گئے اُنھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں) اور فرمائے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ (خبردار شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیے جاتے ہیں شاد شاد ہیں) اور ایک سفیہ مغرور محبوبانِ خدا سے نفور خود حضور پُرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذ اللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے کہ یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں قیامت میں ان شاء اللہ تعالٰی مرکر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا اور یہ جُدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بو تھی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۝

مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے اور حضرت حق عزجلالہ فرماتا ہے من عادی لی ولیا فقد اٰذنتہ بالحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دیدیا اُس سے لڑائی کا اخرجہ الامام البخاری عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل اور حضور پُرنور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من عادی اولیاء اللہ فقد بارز اللہ بالمحاربۃ جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سرمیدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا اخرجہ ابن ماجۃ والحاکم والبیھقی فی الزھد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الحاکم صحیح ولاعلۃ لہ اللہ تعالٰی اپنے محبوبوں کی سچی محبت پر دُنیا سے اُٹھائے اٰمین بجاھھم عندك یا ارحم الراحمین یامن احبھم فامرنا بحبھم حببھم الینا وحببنا الیھم بحبنا ایاھم یا اکرم الاکرمین اٰمین اٰمین فسق ہفتم ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصۂ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمین شرک میں پڑکر ہلاک ہوگئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا سمعت الرجل یقول ھلك الناس فھو اھلکھم جب تو کسی کو یوں کہتے سُنے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو وہ اُن سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے اخرجہ احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابوداود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں وچناں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ کون ہلاک ہوا سوا فاسق لوگوں کے) پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہ ہے والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی پھر ستم برستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے اُنھیں حلال ومباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں ہیہات اگر تاویل کا قدم درمیان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالٰی نے یہ دین پر استقلال اور کلمۂ طیبہ کا ادب واجلال بمنہ وکرمہ ہم اہل سنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بدمذہبان گمراہ ہماری تکفیریں کریں ہم پاسِ کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں وہ ہر وقت اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہو اُنھیں مسلمان ہی بتائیں۔ جیسے وہ بھولی اونٹنی جس کے پیچھے ہری ببولیں رہیں اور اُن میں شیر اور آگے صاف میدان بھرا آباد شہر وہ ببولوں کی ہریالی پر جھاڑیں توڑاتی اور پلٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی مہلکہ میں ڈالے سوار مہمیزیں کرتا تازیانے لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اور اُسے بھی بچالے ؎

هوی ناقتی خلفی وقدامی الهوی وانی وایاها لمختلفان

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق ومبطلین کا فرق ظاہر والحمد للہ رب العلمین ۝ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلًا ۝ **تنبیہ** عبارت مذکورۂ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزرسکتا ہے کہ طائفۂ غیر مقلدین اگرچہ ان فسقیات کے عادی ہیں مگر وہ انھیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کار ثواب وعین صواب سمجھتے ہیں یہ اُن کی فہم کی کجی اور مذہب کی بدی ہے اس سے وہ بنیا کی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اُسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا شرائط نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے **اقول** منع امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اُس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں عظمت اور فاسق شرعًا مستحق اہانت یہ بہرحال موجود بلکہ عیوب وذنوب کو صواب وثواب جاننے میں اور زیادہ

شدید الورود کہ اُس سے فسق ہزار چند ہوجاتا ہے تو اُسی قدر استحقاق اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اُتنا ہی شناعت امامت میں جوش آئے گا معہذا جس نے تجربہ کیا ہے اُس سے پوچھیے کہ دنیا درکنار خاص امور دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر و معتمدین میں جو شنیع بیباکیاں عظیم سفاکیاں پھیل رہی ہیں خدا نہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی اُن کی ہوا لگے کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی گئی نہ جانا کہ ان کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی گیا نہ سُنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجے کے حق میں مباح کردیا اور اُس آفت کے فتوے سے استاذ صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کردیا پھر امام العصر کا اُجرت لے کر مسائل لکھنا ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتوی ہونا کیسی اعلیٰ درجے کی دیانت ہے آن سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالۂ سیف المصطفٰی علی ادیان الافترا ۱۲۹۹ھ و رسالہ نشاط السکین علی حلوق البقر السمین ۱۳۰۳ھ میں ذکر کی پھر بات بنانے کو احیا و اموات پر ہزاروں افترا و بہتان کرنا فرضی کتابوں سے سند لانا خیالی عالموں کے نام گڑھ لینا نقل عبارت میں قطع برید کرنا جرح محدثین کو نسب بدل لینا احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوا دیدہ و دانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد و متکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کرگزرے زکیں کھائیں الزام اُٹھائے اور باز نہ آئے رسالہ سیف المصطفٰی انھیں امور کے بیان و اظہار میں تالیف ہوا جس میں عزیز م مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سو ساٹھ ۱۶۰ دانتوں کو جلوہ دیا پھر کون گمان کرسکتا ہے کہ جرأت و جسارت میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے معہذا آزما لیجیے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا تراویح میں ۲۰ رکعت چھوڑیں تو ۳۶ کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی نہ چالیس لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول اور امام اسحٰق بن راہویہ و اہل مدینہ کا مذہب تھا آٹھ پر گرے کہ آرام کا سبب تھا اور ان کے بعض مسائل کا نمونہ ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتا ہے مسلما تو جب بیباکی وہ ہے کہ جو چاہا کہہ دیا نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام اجماع ائمہ تو کس چیز کا نام ادھر آرام طلبی کا جوش تام تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کرلیں خصوصاً جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا آخر یہ پھوپھی بھتیجی خالہ کی حلت سے عجب تر نہ ہوگا سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذا لم تستحی فاصنع ماشئت ع آزا کہ حیا نیست از وہیچ عجب نیست ؛ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

دلیل سوم

اس کی تقریر میں اولًا یہ سُنیے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقۂ نماز و طہارت جو انھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیا کیا ہیں اور وہ علی الاطلاق مذاہب راشدہ یا خاص مذہب حنفیہ سے کتنے جُدا ہیں محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالٰی نے فتوائے جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد میں عقائد غیر مقلدین نقل کرکے اُن کے بعض عملیات بھی تلخیص کیے ہیں یہاں اُسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھنا کافی سمجھتا ہوں مسئلہ (۱) پانی کتنا ہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقۂ محمدیہ ترجمہ درر بہیہ مصنفہ قاضی

شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ۶ و ۷ پر اس کی تصریح کی اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مہر کی اور لکھا اس پر موحدین بے دھڑک عمل کریں اور دیباچے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں متبع سنت اس پر آنکھ بند کرکے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بی بیوں کو پڑھائے اور یہی مضمون فتح المغیث مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے یہ وہی کتاب طریقہ محمدیہ ہے جس کا نام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ سہ بارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا اس مسئلے کا مطلب یہ ہوا کہ کوآں تو بڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دو تین ماشے اپنا یا کتے کا پیشاب ڈال دیجیے پاک رہے گا مزے سے وضو کیجیے نماز پڑھیے کچھ مضائقہ نہیں۔ مسئلہ (۲) اُسی فتح المغیث کے صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کا مطلق مگر موت لڑکے شیرخوار کا اور لعاب ہے کتّے کا اور لینڈ بھی اور خون بھی حیض ونفاس کا اور گوشت ہے سوئر کا اور جو اس کے سوا ہے اُس میں اختلاف ہے اور اصل اشیا میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو۔ یہاں صاف صاف نجاست کو ان سات چیزوں میں حصر کردیا باقی تمام اشیا کو اصل طہارت پر جاری کیا جب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو میں کہتا ہوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرغی کے گوہ یا سوئر کے موت یا کتے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش و بروت وجامہ پر عطر وگلاب افشانی فرماکر نماز پڑھ لے یا یہ چیزیں کیسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ ومزہ وبُو کو بدل دیں اور غیر مقلد صاحب اُس سے وضو کریں اصلا حرج نہیں کہ آخر جامہ بدن پر کوئی نجاست نہیں نہ پانی کے اوصاف کسی نجس نے بدلے پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح وروا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ثم اول آیہ کریمہ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ الآیہ سند کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہوسکتی اور اصل اشیا میں طہارت ہے یوہیں حرمت کا ثبوت بھی بے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیا میں اباحت تو غیر مقلد کو اُن چیزوں کے نوش جان کرنے ہیں کیا مضائقہ ہے ع گر بر تو حلال ست حلالت بادا۔ مسئلہ (۳) نواب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں شراب ومُردار وخون کی حرمت اُن کی نجاست پر دلیل نہیں جو انھیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملخصاً مترجماً میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سُنتا یوں کہتا ؎

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسن شعر بھی بڑھ جاتا کہ پیتا نہیں سے چھوتا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست و بر نجاست خمر و دیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست واصل درہمہ چیزہا طہارت ست و در نجاست لحم خوک خلاف ست ودم مسفوح حرام ست نہ نجس اھ ملخصا مسئلہ (۵) اُسی فتح المغیث کے صفحہ ۶ پر ہے کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجیے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجیے وضو ہوگیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ اپنے سروں کا مسح کرو۔ مسئلہ (۶) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اُس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے۔ مسئلہ (۷) فتاوے ابراہیمیہ مصنفہ مولوی ابراہیم غیر مقلد مطبوعہ دھرم پرکاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے انھوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے

بھی آگے قدم رکھا وہ بیچارے بھی صرف جواز مانتے ہیں نہ افتراض واللہ المستعان علٰی شر الرفاض و قوم شرمن الرفاض **ثانیاً** خیال کیجیے کہ انھیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے اور تعصب وہ شے ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیش عقرب ہو کر بتقاضائے طبع ایذا و اضرار پر کمر کستا ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق و خلاف کو دوست رکھتا ہے اگر علانیہ نہ ہوسکے تو خفیہ ہی کوئی بات کر گزرے اور آپ ہی آپ دل میں ہنس لے جہاں روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ اُن کی مجالس مرثیہ میں جو جاہل سُنّی جا بیٹھے اُنھوں نے قلتین کے چھینٹے شربت میں ملائے بعض اشقیا نے اسمائے طیبہ پرچوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دیے کہ سُنّی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کہ کوئی خاص چیز کسی مہمان یا حاجتمند سُنّی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطعیہ سے آلودہ کردی یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں پھر حضرات غیر مقلدین کا تعصب اُن روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی نئی اُٹھان ہے اب ان کی بیباکی و جرأت و مسائل مساہلت و شدت عداوت دیکھ کر نہ صرف احتمال قوی بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کیے جائیں ضرور اپنے اُن بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے اُنھیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کرکے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھائی ہو وہ نفع میں **ثالثاً** اب یہ غور کیجیے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے اہلحق وہدیٰ کے مذاہب مختلفہ مثلاً باہم حنفیہ و شافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدا پر کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہا اور اُس میں تکثر شقوق و اختلاف اقوال بشدت ہوا ہمیں یہاں طرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز و طہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلاف کی پرواہ نہ رکھے اُس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے پہلے اس احتیاط و مراعات کے معنے سمجھ لیجیے بعض باتیں مذاہب راشدہ میں مختلف فیہ ہیں مثلاً فصد و حجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے مسّ ذکر و مساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا اُن کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے دو قلہ پانی میں اگر نجاست پڑجائے اُن کے مذہب میں ناپاک[1] نہ ہوگا ہمارے نزدیک ہوجائے گا اُن کے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور ہمارے مذہب میں نیت و ترتیب وضو میں فرض نہیں اُن کے نزدیک فرض و علٰی ہذا القیاس اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہیے جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد و حجامت سے وضو کرلیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مس ذکر و مساس زن سے وضو کرلیتے ہیں اور ترتیب و نیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی دوسرے پر نہیں اور کرلینے میں بالاتفاق طاہر ہوجائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف دوفی ن سے کام نہیں کہتے جمہور مشائخ کے نزدیک اُن کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت پایا اور وجہ سے فساد نماز کا مظنہ ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بنا کرسکتا ہے خانیہ و خلاصہ و سراجیہ و کفایہ و نظم و بحر الفتاوے و شرح نقایہ و مجمع الانہر و حاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا کتب میں اس کی

---

[1] بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف مثلاً بو یا رنگ یا مزہ متغیر نہ ہوجائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہوجائے گا۔ ۱۲ منہ

تصریح فرمائی اور اُسے علامہ سندی پھر علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ علی قاری نے عامہ مشائخ کرام سے نقل کیا فتاوٰی عالمگیری میں ہے الاقتداء بشافعی المذہب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین کالفصد ولا یکون متعصبا ولا یتوضأ من الماء الراکد[1] القلیل یغسل ثوبہ من المنی[2] ویفرك الیابس منہ ویمسح[3] ربع رأسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوی قاضی خاں ولا بالماء المستعمل ھکذا فی السراجیۃ اھ ملخصا فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے اما الاقتداء بشفعوی المذہب قالوا لاباس بہ اذا لم یکن متعصبا وان یکون متوضأ من الخارج النجس من غیر السبیلین ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ اھ ملخصا فتاوٰی امام طاہر بن عبدالرشید بخاری میں ہے الاقتداء بشفعوی المذہب ان لم یکن متعصبا ویکون متوضأ من الخارج من غیر السبیلین ولا یتوضأ بالماء الذی وقعت فیہ النجاسۃ وھو قدر قلتین[4] یجوز اھ ملخصا جامع الرموز میں ہے ھذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف فلو شك فی الاحتراز لم یجز الاقتداء مطلقا کما فی النظم فلا باس بہ اذا لم یتعصب ای لم یبغض للحنفی اوساق الکلام فی مسائل المراعاۃ فجمع واوعی ثم قال) الکل فی بحر الفتاوی شرح ملتقی الابحر میں ہے جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذا کان الامام یحتاط فی مواضع الخلاف علامہ احمد مصری حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں صحۃ الاقتداء اذا کان یحتاط فی مواضع الاختلاف کان یجدد الوضوء بخروج نحو دم وان یمسح رأسہ وان یغسل ثوبہ من منی او یفرکہ اذا جف الخ ردالمحتار میں ہے قال کثیر من المشائخ ان کان عادتہ مراعاۃ موضع الخلاف جاز والا فلا ذکرہ السندی المتقدم ذکرہ ح قلت وھذا بناء علی ان العبرۃ لرأی المقتدی وھو الاصح الخ اُسی میں ہے فی رسالۃ الاھتداء فی الاقتداء لمنلا علی القاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذا کان یحتاط فی مواضع الخلاف والا فلا اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے بقی ان الشامی نقل عن القاری بعد قولہ المذکور المعنی انہ یجوز فی المراعی بغیر کراھۃ وفی غیرہ معھا اھ **اقول** وھذا یخالف تصریح الھندیۃ بعدم الصحۃ لکن لا یعکر علی لانی انما عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وکراھۃ التحریم فینطبق علی تفسیر القاری وتصریح الھندیۃ جمیعا والذی یظھر لی وارجو ان یکون ھو الصواب ان شاء اللہ تعالی ان البطلان انما ھو اذا علم عدم المراعاۃ فی خصوص الصلاۃ کما اختارہ العلامۃ السغناقی وجزم بہ فی وتر الدر وغیرہ والا فالصواب مع القاری فتصح لعدم العلم بالمفسد وتکرہ لکونہ غیر محتاط وان حملت الصحۃ فی کلام الھندیۃ علی الجواز وان کان فیہ بعد فیتوافق القولان ومن الدلیل علی ھذا الحمل ان صاحب الھندیۃ ادخل کلام قاضی خاں تحت مسئلۃ عدم الصحۃ وانما نص الخانیۃ کما سمعت تعلیق نفی البأس بتلك الشرائط فانما یفید بمفھوم المخالفۃ وجود البأس عند عدمھا ووجود البأس لا یستلزم البطلان نعم ھو مساوق لعدم الجواز بمعنی عدم الحل المجامع لکراھۃ التحریم ویؤید ذلك ما نص علیہ العلامۃ الحلبی فی الغنیۃ الاختلاف انما ھو فی الکراھۃ والا فعلی الجواز یعنی الصحۃ الاجماع

---

[1] قلت ای بحیث تقع الغسالۃ فیہ بناء علی نجاسۃ الماء المستعمل ۱۲ منہ [2] قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۲ منہ [3] قلت ای لا یجتزی باقل منہ ۱۲ منہ
[4] قلت الاولی تعبیرغیرہ کالخانیۃ بالقلیل ۱۲ منہ

ثم لایذھبن عنك ان الکراھۃ ھھنا للتحریم اذ ھوالذی یصح تفسیر عدم الجواز بہ کما فعل القاری فافھم و تثبت ھذا ما ظھر لی وقد بقی خبایا والعبد الضعیف حقق الکلام فی ھذا المرام فی فتاواہ الملقبۃ بالعطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویۃ وباللہ التوفیق سبحٰن اللہ جبکہ بے احتیاط شافعی کے پیچھے نماز جمہور ائمہ کے نزدیک ناجائز تو ان مبتدعین تہورین کو اہل حق و ہدایت سے کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجۂ اولٰی ناجائز و ممنوع تر ہونا چاہیے کما لایخفی **تنبیہ** خانیہ وخلاصہ ونہایہ وکفایہ وبحر الفتاوے وشرح نقایہ وہندیہ کے نصوص سُن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اُس کی تفسیر گزری کہ متعصب وہ[1] جو حنفیہ سے بغض رکھتا ہو اب غور کر لیجیے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید وکین مدید ہے خصوصاً جو عنایت حضرات حنفیہ خصھم اللہ بالطاف الحفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جُداگانہ دلیل ہوئی ان کی اقتدا ناجائز ہونے کی لکن قال المحقق فی الفتح لایخفی ان تعصبہ انما یوجب فسقہ اھ **اقول** قد علمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراھۃ التحریم وان الصلاۃ خلف الفاسق مکروھۃ تحریما فان اعید الاشکال بما فی الھندیۃ اعدنا الکلام بما قدمنا وحینئذ یؤول ھذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لایخفی وبھذا الحمل تکون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراھۃ خلف الفاسق والمبتدع کراھۃ تحریم واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔

دلیل چہارم

حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجب کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اُس کا مخالف خطا کر جائے وہ کافر[2] ہے کہ اس نے اُس کا کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر علماً فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں فتح القدیر میں ہے قال صاحب المجتبی واما قول ابی یوسف لاتجوز الصلاۃ خلف المتکلم فیجوز ان یرید الذی قررہ ابوحنیفۃ حین رأی ابنہ حمادا یناظر فی الکلام فنھاہ فقال رأیتك تناظر فی الکلام وتنھانی فقال کنا نناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافۃ ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتریدون زلۃ صاحبکم ومن اراد زلۃ صاحبہ فقد اراد ان یکفر فھو قد کفر قبل صاحبہ فھذا ھو الخوض المنھی عنہ وھذا المتکلم لایجوز الاقتداء بہ انتھی جب اُس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا

---

[1] اقول ایسے ہی شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ سے بغض رکھنے والا عند من براہ اعذر من التعصب کہ اہل حق سے بغض نہ رکھے گا مگر بدمذہب اور بدمذہب کے پیچھے نماز ممنوع ۱۲ منہ سلمہ۔

[2] کافر سے یہ مراد کہ اُس پر کفر کا اندیشہ ہے والعیاذ باللہ تعالٰی فی الخلاصۃ سمعت القاضی الامام (یرید الامام الاجل قاضی خاں) ان اراد تخجیل الخصم یکفر قال: عندی لایکفر ویخشٰی علیہ الکفر اھ وقال العلامۃ بدرالرشید الحنفی فی رسالتہ فی کلمات الکفر فی المحیط من رضی بکفر نفسہ فقد کفر ای اجماعا وبکفر غیرہ اختلف المشائخ وثم ذکر عن شیخ الاسلام ما حقر ان یسطر علی الصدور وحاصلہ انہ انما یکون کفرا اذا کان یستحسنہ ثم قال) وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفۃ ان الرضا بکفر الغیر کفر من غیر تفصیل اھ قلت وہی ہذہ الروایۃ التی ذکر فی المجتبٰی قال العلامۃ القاری بعد نقل ما فی رسالۃ البدر الجواب ان روایۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا کانت مجملۃ اوعبارتہ مطلقۃ قلنا ان نفصلہا ونقیدہا علی مقتضی القواعد الحنفیۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

نکلتی ہے تو یہ صریح متعصبین جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین دن رات اسی میں ساعی رہیں اور جب تقریراً و تحریراً اُس کی تصریحیں کرچکے اور بکار ہر طرح اپنی ہی بات بالا چاہتا ہے تو قطعاً اُن کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں تو خوش ہوجائیں اور جب بحمد اللہ مسلمانوں کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو غم وغصہ کھائیں تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا اور ان کی اقتدا کیونکر روا واللہ الھادی الی طریق الھدی۔

دلیل پنجم

یہاں تک تو ان کے بدعت وفسق وغیرہما کی بنا پر کلام تھا مگر ایک امر اور اشد واعظم ان کے طائفہ تالفہ سے صادر ہوتا ہے جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں یہاں تک کہ احادیث صریحہ صحیحہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقوال جماہیر فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے ان کا صریح کافر ہونا اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل جانا نکلتا ہے وہ کیا یعنی ان کا تقلید کو شرک اور حنفیہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ عمہم اللہ جمیعاً بالطافہ العلیہ سب مقلدانِ ائمہ کو مشرکین بتانا کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر ایک دو کو نہ دو کو لاکھوں کروروں کو اور پھر آج ہی کل کے نہیں گیارہ سو برس کے عامہ مؤمنین کو جن میں بڑے بڑے محبوبانِ حضرت عزت وارکین امت واساطین ملت وحملہ شریعت وکملہ طریقت تھے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ان کے بانی مذہب کے مرجع ومقتدا اور پدر نسب وعلم واقتدا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں بعد المأتین ظھر بینھم التمذھب للمجتھدین باعیانھم وقل من کان لایعتمد علی مذھب مجتھد بعینہ (دو صدی[1] کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر اعتماد نہ کرتا ہو) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان وغیرہ تصانیف عالیہ سے امام العصر ودیگر کبرائے طائفہ نے جابجا اسناد کیا اسی میزان میں فرماتے ہیں یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذھبہ مادام لم یصل الی معرفۃ ھذہ المیزان من طریق الذوق والکشف کما علیہ عمل الناس فی کل عصر بخلاف ما اذا وصل الی مقام الذوق ورأی جمیع اقوال العلماء وجود علومھم تنفجر من عین الشریعۃ الاولی تبتدئ منھا وتنتھی الیھا فان مثل ھذا لایؤمر بالتعبد بمذھب معین لشھودہ تساوی المذاھب فی الاخذ من عین الشریعۃ اھ ملخصا یعنی مقلد پر واجب ہے کہ خاص اُسی بات پر عمل کرے جو اُس کے مذہب میں راجح ٹھہری جو ہر زمانے میں علما کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق ومعرفت کی راہ سے اُس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعت مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اُسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علما کو مشاہدہ کرے گا کہ اُن کے دریا اسی چشمے سے نکلے اور اُسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائے گی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمۂ اولٰی سے یکساں فیض لے رہے ہیں) یہاں سے ثابت کہ جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے اس رتبہ عظمٰی تک پہنچا اُس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علما کا عمل رہا یہاں تک امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا مخالفت صاحب مذہب خود کردن نزد ہیچکس روا نباشد سبحن اللہ جب تقلید شخصی معاذ اللہ کفر وشرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک

[1] اقول وما تمادی الاجماع بعد تقرر المذاہب وظہور التمذہب للائمۃ باعیانہم اذ ہو الصحیح واضافۃ بین الناس واصحاب المذاہب کما لایخفی وعدم الاعتداد فی دعوی الاتفاق بمن شذ وقد کثیر مشتہر کما لایخفی علی ذی البصر ۱۲ منہ

یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامۂ مومنین معاذاللہ سب کفار و مشرکین ہوئے نہ سہی آخر اتنا تو اجلے بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں اولیا علما محدثین فقہا عامۂ اہلسنت و اصحاب حق و ہدی غاشیۂ تقلید ائمۂ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم دوش ہمت پر اُٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقۂ ناجیہ اہلسنت و جماعت ان چار مذہب میں منحصر ہو گیا جیسا کہ اُس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالٰی سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین و مستندین طائفہ سے ہیں تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں اهل السنة قد افترقت بعد القرون الثلثة او الاربعة علی اربعة مذاهب ولم یبق فی الفروع سوی هذه المذاهب الاربعة (اہلسنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذہب پر منقسم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا) طبقات حنفیہ و طبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علما دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدی و اکابر محبوبان خدا گزرے جنھوں نے ہمیشہ اپنے آپ کو مثلاً حنفی یا شافعی کہا اور ہمیشہ اسی لقب سے یاد کیے گئے اور ہمیشہ اپنے ہی مذہب پر فتوے دیے اور ہمیشہ اُسی کی ترویج میں دفتر لکھے یہ سب تو معاذاللہ تمھارے نزدیک چنیں وچناں ہوئے جانے دو عمل نہ سہی قول تو مانوگے اُن جماعات کثیرۂ علماء کو کیا جانوگے جنھوں نے تقلید شخصی کے حکم دیے اور یہی اُن کا مذہب منقول ہوا امام مرشد الانام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں مخالفة للمقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین (تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع و واجب الانکار ہے) شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول من جعل الحق متعددا کالمعتزلة اثبت للعامی الخیار من کل مذهب ما یهواه ومن جعل واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا (یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ عند اللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کرلے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علما وغیرہم کا ہے) علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحرالرائق و اشباہ وغیرہما رسالہ کبائر و صغائر میں فرماتے ہیں اما الکبائر فقالوا هی بعد الکفر الزنا واللواطة وشرب الخمر ومخالفة المقلد حکم مقلده اھ مختصرا (یعنی کبیرہ گناہ علمانے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا و اغلام و شراب خواری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا) ملل و نحل میں ہے علماء الفریقین لم یجوزوا ان یأخذ العامی الحنفی الا بمذهب ابی حنیفة والعامی الشفعوی الا بمذهب الشافعی (دونوں فریق کے علما یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابو حنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے) شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں المرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب الی مذهب له مذهب فلا تجوز له مخالفته (فقہا کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اُس کا ہو چکا اُسے اُس کا خلاف جائز نہیں) اب فرمائیے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناروا بتاتے اکابر ائمہ جن کے قول سے کشف کاشف کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے سحاب کلام سے صاحب بحر مغترف کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے علمائے فریقین و فقہائے عظام جن سے ملل و نحل و شاہ ولی اللہ حاکی کہ تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے یہ سب تو معاذاللہ تمھارے طور پر صریح کفار و مشرکین ٹھہرے

اس سے بھی درگزرو اُن ائمہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنھوں نے خود اپنی تصانیف جلیلہ وکلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ اُن باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمھارے مذہب پر خالص کفر وشرک ہیں اُن سب کو تو تمام بنام تعیین اسم (خاک بدہان گستاخاں) معاذاللہ کافر ومشرک کہیے گا یہ موجز رسالہ کو اطلاع اہل حق کے لیے ایک مختصر فتوے ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقہی کو بنہج احسن ادا کرچکا اور کرتا ہے اس میں اُن اقوال دافرہ ونصوص متکاثرہ کی گنجائش کہاں ۔ مگر ان شاء اللہ العظیم توفیق ربانی مساعدت فرمائے تو فقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو اُن اقوال کثیرہ سے جملہ صالحہ کو ایک نئے طرز پر جلوہ دے گا اور ان شاء اللہ تعالٰی غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو اُن کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ سے ایک ایک کرکے مستاصل کرے گا میں یہاں صرف اُن ائمہ دین وعلمائے مستندین کے چند اسما شمار کرتا ہوں جو خاص اپنے ارشادات وتصریحات کے رُو سے مذہب غیر مقلدین پر کافر ومشرک ٹھہرے والعیاذ باللہ رب العالمین اُن میں سے ہیں امام[1] ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد امام[2] ابن السمعانی امام[3] کیا ہراسی امام[4] اجل امام الحرمین امام[5] محمد محمد محمد غزالی امام[6] برہان الدین صاحب ہدایہ امام[7] طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری صاحب خلاصہ امام[8] کمال الدین محمد بن الہمام امام[9] علی خواص امام[10] عبدالوہاب شعرانی امام[11] شیخ الاسلام زکریا انصاری امام[12] ابن حجر مکی علامہ[13] ابن کمال باشا صاحب ایضاح واصلاح علامہ[14] علی بن سلطان محمد قاری مکی علامہ[15] شمس الدین محمد شارح نقایہ علامہ[16] زین الدین مصری صاحب بحر علامہ[17] عمر بن نجیم مصری صاحب نہر علامہ[18] محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی صاحب تنویر الابصار علامہ[19] خیرالدین رملی صاحب فتاوے خیریہ علامہ[20] سیدی احمد حموی صاحب غمز علامہ[21] محمد بن علی دمشقی صاحب درّ وخزائن علامہ[22] عبدالباقی زرقانی شارح مواہب علامہ[23] برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحب جواہر اخلاطی علامہ[24] شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی علامہ[25] احمد شریف مصری طحطاوی علامہ[26] آفندی امین الدین محمد شامی صاحب[27] منیہ صاحب[28] سراجیہ صاحب[29] جواہر صاحب[30] مصفے صاحب[31] ادب القال صاحب[32] تاتارخانیہ صاحب[33] مجمع صاحب[34] کشف مؤلفان[35] عالمگیریہ کہ باقرار مؤلف امداد المسلمین پانسو علما تھے یہاں تک کہ جناب[36] شیخ مجدد الف ثانی شاہ[37] ولی اللہ شاہ[38] عبدالعزیز صاحب قاضی[39] ثناء اللہ پانی پتی حتی کہ خود میاں[40] نذیرحسین دہلوی اور اُن کے اتباع ومقلدین گمرہیں کہ اتاھم اللہ من حیث لایشعرون ٥ والحمد للہ رب العٰلمین ٥ اور لطف یہ ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر ودیگر متکلمین طائفہ نے براہ جہالت وتجاہل استناد کیا اور اُن کے اقوال باہرہ وکلمات قاہرہ کو جو اصول طائفہ کے صریح بیخکن تھے دامن عیاری میں چھپالیا میں[1] ان شاء اللہ تعالٰی اُس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مغالطہ وتلبیس عوام ہیں ان کے مذہب کو اُن سے اصلاً علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنھیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق ومخالف کی تمیز نہیں یا ہے تو قصداً اغوائے جہال کو سبز باغ دکھاتے ہیں میں[2] بحول اللہ تعالٰی اُس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب وعدم وجوب کی بحث چھیڑ دینا نرا کید وفریب وتلبیس بذیب ہے کہ اہل تعیین واصحاب تخییر دونوں فریق جواز تعیین وعدم حرج کو تسلیم کیے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید شرک وکفر اُن کے مسلک سے اسے کیا تعلق وہ امر ابتدائی یعنی عدم شرک وجواز کو طے کرلیں اُس کے بعد آگے چلیں یہ چالاک لوگ اپنے لیے راہ آسان کرنے کو ادھر سے اُدھر طفرہ کرجاتے ہیں اور ہماری

طرف کے ذی علم ارجاء للعنان اُس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ گربہ کشتن روز اول باید ابتداءً ان ہوشیاروں کی راہ روکا چاہیے کہ پہلے شرک پھوچ حت سے جان بچالیجئے اُس کے بعد آگے قصد کیجئے۔ فریقین کے اقوال کے اقوال ان حضرات کے رد میں یک دل و یک زبان اور طرفین کے علما ان کے زعم پر معاذ اللہ مشرک و گمراہ ہوتے ہیں یکساں بلکہ میں بفضلہ تعالٰی ثابت کروں گا کہ اقوال تخییران کی رد و تکذیب میں اتم واکمل ہیں پھر اُن سے استناد یااُن کا تذکرہ عجب تماشا ہے میں بعونہ تعالٰی یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متناقض کلام متخالف احکام لکھتے اور جہاں جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کرجاتے ہیں دعوے میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ کبھی ایک بات پر قرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہل بدعت کا یہی وتیرہ ہے خصوصاً جواسر، قدر نو پیدا ہو کہ آخر جمتے جمتے ایک زمانہ چاہیے میں یہاں اصل نزاع کی بحث وتحقیق میں نہیں ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہذا اُس کی طرف رجوع مناسب بالجملہ اصلا محل شبہہ نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک وکفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروروں علما و اولیا و صلحا و اصفیا بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علٰی مولٰہا وعلیہ الصلاۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقہ ظاہریہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعوٰی ہے امام مالک و احمد و بخاری ومسلم و ابوداود و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی واللفظ لمسلم حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت علیہ یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا) صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قال الرجل لاخیہ یا کافر فقد باء بھا احدھما جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو او کافر کہے تو اُن دونوں میں ایک کی رجوع اس طرف بیشک ہو) امام احمد و بخاری ومسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلک الا حار علیہ ولا یرمی رجل رجلا بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذلک جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر اُلٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا) ھذا مختصرً امام ابن حبان اپنی صحیح مسمی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بھا احدھما ان کان کافرا والا کفر بتکفیرہ یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اُس سے نجات پا جائیں بلکہ اُن میں ایک پر ضرور گھرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اُسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا) علما فرماتے ہیں یوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں من دعا رجلا بالکفر باللہ تعالٰی او الشرک بہ وکذلک بالزندقۃ والالحاد والنفاق الکفری اھ ملخصا اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کذلک یا مشرک ونحوہ **اقول** وباللہ التوفیق یعنی خود

انھیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اخبث اقسام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولٰی رکھتا ہے والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے ؎ ترک وہند در من آن بیند کہ اوست ؛ المرؤ یقیس علی نفسہ جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃً یہ اوصاف ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اُس آئینہ الٰہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اُس کریہ بدنما شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوث وغبار سے صاف ومنزہ ہے یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقولون من خیر قول البریۃ ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا لایجاوز تراقیھم اب فقہ کی طرف چلیے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش وغیرہ عامہ علمائے بلخ وبعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرماکر اس حکم کو یوہیں مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں سیدی اسمٰعیل نابلسی شرح درر وغرر مولٰی خسرو میں فرماتے ہیں لوقال للمسلم کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لایکفر وا تفقت ھذہ المسئلۃ ببخارا فاجاب بعض ائمۃ بخارا انہ یکفر فرجع الجواب الی بلخ انہ یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قولہ الخ ملخصا رسالۂ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے فرجع الکل الی فتوی ابی بکر البلخی وقالوا کفر الشاتم احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخارا اور مذہب صحیح ومعتمد ومرجح فقہائے کرام تفصیل ہے کہ اگر بطور سب ودشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خربے لجام وسگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہوجائے گا فتاوٰی ذخیرہ وفصول عمادی وشرح درر وغرر وشرح نقایہ برجندی وشرح نقایہ قہستانی ونہر الفائق وشرح وہبانیہ علامہ عبدالبر ودرمختار وحدیقہ ندیہ وجواہر اخلاطی وفتاوٰی عالمگیری وردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار ومختار للفتوی وشفتہ ہے علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اُسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔ **اقول** وباللہ التوفیق توضیح اس دلیل کی علی حسب مرامھم یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہوسکیں فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبۃ الی الانسان لایجتمعان ابدا ولا یرتفعان قال تعالٰی اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝ وقال تعالٰی وَمَا جَعَلَنَا لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ اب جو یہ شخص مثلاً زید مومن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنے کہ اُس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر اب عبارات علما سُنیے ہندیہ میں ہے المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان کان اراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بھذا بناءً علی اعتقادہ انہ کافر یکفر کذا فی الذخیرۃ انتھی زاد الشامی عن النھر عن الذخیرۃ لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا درمختار میں ہے عزر الشاتم

بیا کافر وھل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والا لا بہ یفتی علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا المختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان القائل اذا اراد بہ الشتم لایکفر واذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد ان دین الاسلام کفر ومن اعتقد ھذا فھو کافر علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا قد اختلف فی کفر من ینسب مسلما الی الکفر ففی فصول العمادیۃ اذا قال لغیرہ یا کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول یکفر القائل وقال غیرہ لایکفر والمختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل الخ ذکر مثل مامر عن الذخیرۃ بنقل الھندیۃ والنھر معا سواء بسواء علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا المختار انہ لو اعتقد ھذا الخطاب شتما لم یکفر ولو اعتقدت المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا کما فی العمادی ومافی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع ارید بہ اجماع المتکلمین مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے قذف مسلما بیا کافر واراد الشتم ولا یعتقدہ کفرا فانہ یعزر ولا یکفر ولو اعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا علامہ عبدالغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل المختار للفتوی (فذکر عین مامر عن البرجندی وزاد) ومن اعتقد ان دین الاسلام کفر یکفر اس مذہب مفتٰی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اُس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحٰن اللہ کردکر نیافت چاہ کن راچاہ درراہ مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ ومذاہب ائمہ کرام وفقہائے عظام پر خود مُفتین کے ایمان کے لالے پڑگئے ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را	چنداں اماں نداد کہ شب راسحر کند
ماذا اخاضك یامغرور فی الخطر	حتی ھلکت فلیت النمل لم تطر

مگر حاش للہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہیں جو چاہیں کہیں ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا ورسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر معہذا کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کفوا عن اھل لا الٰہ الا اللہ لاتکفروھم بذنب فمن اکفر اھل لا الٰہ الا اللہ فھو الی الکفر اقرب یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا الٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور مروی کہ حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الٰہ الا اللہ ولا یکفر بذنب لایخرجہ من الاسلام بعمل الحدیث یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اُسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرہ اسلام سے خارج نہ بتائیں اخرجہ ابوداود عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاسلام یعلو ولا یعلی اسلام غالب ہے مغلوب نہیں اخرجہ الدارقطنی

والبیھقی والضیاء عن عائذ بن عمرو المدنی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور مذکور کہ[4] فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتکفروا احدا من اھل القبلۃ اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو اخرجہ العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد لانکفر احدا من اھل القبلۃ اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا لایخرج الانسان من الاسلام الا جحود ما ادخلہ فیہ یاد ہے اور جب تک تاویل و توجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہوجائیں مدعی اسلام کی تکفیر سے عمدا پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح و دیانت طائفہ کے لیے پورا مرثیہ اور انھیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اور اُس کے آگے کیسا کیسا احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں ھذا **واقول** یظھر للعبد الضعیف عفی اللہ تعالٰی لہ ان ھھنا فی کلمات العلماء اطلاقا فی موضع التقیید کما ھو داب کثیر من المصنفین فی غیر ما مقام وانما محل الاکفار باکفار المسلم اذا کان ذلک لا عن شبھۃ او تأویل والا فلا فانہ مسلم بظاھرہ ولم نؤمر بشق القلوب والتطلع الی مکامن الغیوب ولم نعثر منہ علی انکار شیئ من ضروریات الدین فکیف یجترء علی نظیر ما ھجم علیہ ذلک السفیہ ھذا ھو التحقیق عند الفقھاء الکرام ایضا ینبئ عن بذلک من احاط بکلامھم واطلع علی مرامھم رحمۃ اللہ تعالٰی علیھم اجمعین الا تری ان الخوارج خذلھم اللہ تعالٰی قد اکفروا امیر المؤمنین و مولی المسلمین علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم ھم عندنا لایکفرون کما نص علیہ فی الدر المختار و بحر الرائق و رد المحتار وغیرھا من معتبرات الاسفار واما مامر من تقریر الدلیل علی التکفیر فانت تعلم ان لازم المذھب لیس بمذھب واما الاحادیث فمؤولۃ عند المحققین کما ذکرہ الشراح الکرام **اقول** ومن ادل دلیل علیہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الحدیث المار فھو الی الکفر اقرب فلم یسمہ کافرا وانما قربہ الی الکفر لان الاجتراء علی اللہ تعالٰی بمثل ذلک قد یکون برید الکفر والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں

کہ یہ حضرات غیر مقلدین وسائر اخلاف طوائف نجدیہ مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزارہا کابرائمہ کے طور پر کافر ہوگئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا وتفریطا تو بحکم شرع ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حسن الشرنبلالی ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح **اہلسنت کو چاہیے** اُن سے بہت پرہیز رکھیں اُن کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں اُنھیں شریک نہ کریں ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بدمذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسک ونافخ الکیر اما ان تبتاع منہ واما ان

واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ نیک ہمنشین اور بد جلیس کی مثال یوہیں ہے جیسے ایک کے پاس مُشک ہے اور وہ دوسرا دھونکتا ہے مُشک والا یا تو تجھے مُشک ہبہ کرے گا یا تو اُس سے خریدے گا اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑا جلادے گا یا تو اُس سے بدبو پائے گا رواہ الشیخان عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیران لم یصیبك من سوادہ اصابك من دخانہ یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لُہار کی بھٹی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دُھواں جب بھی پہنچے گا رواہ عنہ ابوداود والنسائی حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اُٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب مثل ریشۃ الفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ تقلبھا الریاح ظھرا لبطن دل کو قلب اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پَر لپٹا ہے کہ ہوائیں اُسے پلٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی اُلٹا رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی الموسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظہ عند ابن ماجۃ مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ اسنادہ جید اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعتبروا الارض باسمائھا واعتبروا الصاحب بالصاحب زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اُس کے ہمنشین پر اخرجہ ابن عدی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا والبیھقی فی الشعب عنہ موقوفا ولہ شواھد بھا یرتقی الی درجۃ الحسن اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاك وقرین السوء فانك بہ تعرف بُرے مصاحب سے بچ کہ تو اُسی سے پہچانا جائے گا رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برخاست ہوتی ہے لوگ اُسے ویسا ہی جانتے ہیں اور بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ المقالۃ المسفرہ عن احکام بدعۃ المکفرہ [۱۳۰۱] میں ذکر کیں بالجملہ ہر طرح ان سے دُوری مناسب خصوصًا ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب اور اُن کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔ امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں) حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد بن ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہیے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں) دارقطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے) **اقول** والاحادیث وان ضعفت فقد تائدت اذ عن ثلثۃ من الصحابۃ وردت علیھم

جمیعا رضوان المولیٰ جلّ وعلا وتقدس وتعالیٰ۔ الحمدللہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ھ ہجریہ قدسیہ علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ کو بدرسمائے اختتام ہوئی۔ وصلی اللہ تعالٰی علی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد والہ والائمۃ المجتہدین والمقلدین لہم باحسان الی یوم الدین والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

بَابُ الجَمَاعَۃ

مسئلہ ۔ از میرٹھ خیر نگر دروازہ خیر المساجد مرسلہ مولوی ابوالعارف محمد حبیب اللہ صاحب قادری برکاتی ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ مسجد خیر نگر دروازہ کا صحن محراب کے ہر دو جانب میں مساوی نہیں ہے بلکہ دست راست کی جانب ۱۶ فٹ بڑھا ہوا ہے گرمی، برسات وغیرہ میں جب نماز صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے تو جماعت اس سرے سے اُس سرے تک قائم ہوتی ہے جو محراب کی نسبت سے داہنی جانب ۱۶ فٹ متجاوز ہوتی ہے جس کا ایک خاکہ بھی مرسلِ خدمت ہے اب دریافت طلب یہ ہے کہ جب صحن مسجد میں جماعت قائم ہوجائے توامام کو رعایت وسط صف کی لازم ہے یا محاذات محراب ضروری ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کے لیے سنت متوارثہ کہ زمانہ اقدس رسالت سے ابتک معہود ہے وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام وسط صف میں ہو اور یہی جگہ محراب حقیقی ومتوارث ہے محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا وسط دیوار قبلہ میں بنانا حادث ہے اُسی محراب حقیقی کی علامت ہے یہ علامت اگر غلطی سے غیر وسط میں بنائی جائے اُس کا اتباع نہ ہوگا بلکہ مراعات توسط ضروری ہوگی کہ اتباع سنت وانتفائے کراہت وامتثال ارشاد حدیث توسطوا الامام ہو جن مسجدوں میں مسقف حصہ نہ ہو وہاں یہ محراب صوری ہوتی ہی نہیں جیسے افضل المساجد مسجد الحرام شریف اور اس میں ہر مسجد کا صحن داخل ہے کہ باختلاف موسم مسجد مستقل ہے فقہائے کرام درجہ مسقفہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں اور غیر مسقف کو مسجد صیفی جب اُن کے وسط مطابق نہ ہوں تو ہر مسجد کے لیے اُس کا اپنا وسط معتبر ہے پس صورت مستفسرہ میں جبکہ مسجد صیفی مسجد شتوی سے سولہ فٹ جانب راست زائد ہے تو امام محراب صوری اندرونی کی محاذات سے آٹھ فٹ جانب راست ہٹ کر صحن میں کھڑا ہو کہ اس مسجد کی محراب میں قیام حاصل ہو درمختار میں ہے یصف الامام ویقف وسطا درایہ شرح ہدایہ میں ہے السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الا تری ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام مبسوط امام بکر خواہر زادہ میں ہے لوقام فی احد جانبی الصف یکرہ ولوکان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلاء المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ الخ (ا ھ ملخصا ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از اروہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسؤلہ مرسلہ محمد صادق علی خاں صاحب۔ رمضان شریف ۱۳۳۰ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے باہر در میں جو مشرق کی جانب ہوتا ہے اُس میں تنہا امام کو کھڑے ہو کر نماز پڑھانی کیسی ہے

اور اکثر مساجد میں باہر کا صحن اندر کے صحن سے بہت نیچا ہوتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے فی ردالمحتار عن المعراج الدرایۃ عن سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین پھر امام ومقتدیان کا درجہ بدلا ہونا کہ امام درجہ مسقف میں ہے اور سب مقتدی صحن میں یہ دوسری کراہت ہے کمافی جامع الرموز پھر اگر در کی کرسی صحن سے بقدر امتیاز بلند ہوئی تو یہ تیسری کراہت ہے کمافی الدرالمختار والتفصیل فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ڈھاکہ بنگالہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طالب العلم پر جو طلب علم دین کرتا ہے جماعت نماز پنجگانہ واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

علماء نے طالب ومشتغل علم کو احیانا ترک جماعت میں معذور رکھا ہے بچند شروط اُس کا اشتغال خاص علم فقہ سے ہو کہ مقصود اصلی ہے نہ نحو وصرف ولغت ومعانی وبیان وبدیع وغیرہا اگرچہ بوجہ آلیت داخل علم دین ہیں اور وہ اشتغال بدرجہ استغراق ہو جس کے سبب فرصت نہ پائے نہ یہ کہ اشتغال فقہ کا بہانہ کرکے جماعت تو ترک کرے اور اپنا وقت بطالت وفضولیات میں گذارے جیسا کہ بہت طلبائے زمانہ کا انداز ہے یا حالت ایسی ہو کہ کسی وقت اہتمام جماعت کے سبب اُس کے کام میں حرج واقع ہو جس کا بندوبست نہ کرسکے نہ دوسرا وقت اس کا بدل سکتا ہو مثلاً ایک مجمع طلبہ کے ساتھ فقہ کا درس دیکھتا ہے اگر اس جماعت کو جائے یہ جماعت نہ پائے پھر باایں ہمہ کسل نفس کے لیے اس مسئلہ کو حیلہ بنا کر ترک جماعت پر مداومت نہ کرے بلکہ احیاناً واقع ہو ورنہ معذور نہ ہوگا بلکہ مستحق تعزیر ٹھہرے گا درمختار میں دربارہ اعذار ترک جماعت لکھا کذا اشتغالہ بالفقہ لابغیرہ کذا اجزم بہ الباقانی تبعا للبہنسی الا اذا واظب تکاسلا فلا یعذر ویعزر۔ نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے (وتکرار فقہ) لانحو ولغۃ (بجماعۃ تفوتہ) ولم یداوم علی ترکہا فیہ کے لفظ یہ ہیں من لا یحضرھا لاستغراق اوقاتہ فی تکریر الفقہ الخ علامہ شامی نے فرمایا ثم اشتغال لابغیر الفقہ فی بعض من الاوقات عذر معتبر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از پٹنہ عظیم آباد مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر صف اول کے مقتدی امام کے ایسے متصل کھڑے ہوں کہ ان کے پنجے امام کی ایڑی کے برابر ہوں یا ایک بالشت امام کی ایڑی سے پیچھے ہوں اس غرض سے کہ دوسری صف بھی مسجد کے اندر ہو جائے حالانکہ صحن میں جگہ ہے اور صف اول کا کوئی مقتدی امام کے پیچھے نہ ہو اس صورت میں کراہت ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو کیسی کراہت ہوگی۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیشک کراہت تحریمی ہوگی اور ایسے امر کے مرتکب آثم وگنہگار کہ امام کا صف پر مقدم ہونا سنت دائمہ ہے جس پر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی اور مواظبت دائمہ دلیل وجوب ہے اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی کا

ارتکاب گناہ۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں ترك التقدم لامام الرجال محرم وکذا صرح الشارح وسماہ فی الکافی مکروھا وھو الحق ای کراھة تحریم لان مقتضی المواظبة علی التقدم منہ علیہ الصلاۃ والسلام بلا ترك الوجوب فلعدمہ کراھة التحریم اُسی میں ہے مقتضی فعلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التقدم علی الکثیر من غیر ترك الوجوب بحرالرائق میں ہے التقدم واجب علی الامام للمواظبة من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وترك الواجب موجب کراھة التحریم المقتضیة للاثم **اقول** وباللہ التوفیق ظاہر ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ تقدم ہمیشہ یونہیں تھا کہ صف کے لیے پوری جگہ عطا فرماتے نہ وہ ناقص وقاصر تقدم جو سوال میں مذکور ہوا دلیل واضح اس پر یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تکمیل صف کا نہایت اہتمام فرماتے اور اس میں کسی جگہ فرجہ چھوڑنے کو سخت ناپسند فرماتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو ارشاد ہوتا اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی ارٰکم من وراء ظھری اپنی صفیں سیدھی کرو اور ایک دوسرے سے خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیشک میں تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں اخرجہ البخاری والنسائی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ومسلم بلفظ اتموا الصفوف فانی ارٰکم خلف ظھری دوسری حدیث میں ہے سدوا الخلل فان الشیطان یدخل فیما بینکم بمنزلة الحذف یعنی صف چھدری نہ رکھو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی وضع پر اس چھوٹی ہوئی جگہ میں داخل ہوتا ہے رواہ الامام احمد عن امامة الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور یہ مضمون حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالفاظ عدیدہ مروی ہوا امام احمد بسند صحیح اُن سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں راصوا الصفوف فان الشیطان یقوم فی الخلل یعنی صفیں خوب گھنی رکھو جیسے رانگ سے درزیں بھر دیتے ہیں کہ فرجہ رہتا ہے تو اس میں شیطان کھڑا ہوتا ہے نسائی کی روایات صحیحہ میں ہے راصوا صفوفکم وقاربوا بینھا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانھا الحذف اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک میں شیاطین کو رخنہ صف میں داخل ہوتے دیکھتا ہوں گویا وہ بھیڑ کے بچے ہیں ابوداود طیالسی کی روایت میں یوں ہے اقیموا صفوفکم وتراصوا فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین بین صفوفکم کانھا غنم عفر گویا وہ بکریاں ہیں بھلسے رنگ کی **فائدہ** بھیڑ بکری کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اکثر دیکھا ہے کہ جہاں چند آدمی کھڑے دیکھے اور دو شخصوں کے بیچ میں کچھ فاصلہ پایا وہ اس فرجہ میں داخل ہو کر ادھر سے اُدھر نکلتے ہیں یونہی شیطان جب صف میں جگہ خالی پاتا ہے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کو آگھستا ہے اور بھلسے رنگ کی تخصیص شاید اس لیے ہے کہ حجاز کی بکریاں اکثر اسی رنگ کی ہیں یا شیاطین اس وقت اسی شکل پر متشکل ہوئے۔ چوتھی حدیث میں اس تاکید شدید سے ارشاد فرمایا اقیموا الصفوف فانما یصفون بصف الملئکة وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل ولینوا بایدی اخوانکم ولا تذروا فرجات للشیطٰن ومن وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ یعنی صفیں درست کرو کہ تمھیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہیے اور اپنے شانے سب ایک سیدھ میں رکھو اور صف کے رخنے بند کرو اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور صف میں شیطان کے لیے کھڑکیاں نہ چھوڑو اور جو صف کو وصل کرے اللہ اُسے وصل کرے اور جو صف قطع کرے اللہ اُسے قطع کرے رواہ الامام احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر والحاکم وابن خزیمة وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وعند النسائی والحاکم عنہ بسند صحیح الفصل الاخیر اعنی من قولہ من وصل الحدیث

ملائکہ کی صف بندی کا دوسری حدیث میں خود بیان آیا خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربھا فقلنا یارسول اللہ کیف تصف الملٰئکۃ عند ربھا قال یتمون الصف الاول و یتراصون فی الصف سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے باہر تشریف لاکر ارشاد فرمایا ایسے صف کیوں نہیں باندھتے جیسے ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بستہ ہوتے ہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ ملائکہ اپنے رب کے حضور کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا اگلی صف کو پورا کرتے ہیں اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں اخرجہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں نرم ہوجانا یہ کہ اگر اگلی صف میں کچھ فرجہ رہ گیا اور نیتیں باندھ لیں اب کوئی مسلمان آیا وہ اُس فرجہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہے مقتدیوں پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے تو انھیں حکم ہے کہ دب جائیں اور جگہ دیدیں تاکہ صف بھر جائے فتح القدیر وبحرالرائق ومراقی الفلاح ودرمختار وغیرہا میں ہے واللفظ للشرنبلالی قال بعد ایراد الحدیث الرابع وبھذا یعلم جھل من یستمسک عند دخول احد بجنبہ فی الصف یظن انہ ریاء بل ھو اعانۃ علی ما امر بہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور نہایت یہ کہ اگر اگلی صف والوں نے فرجہ چھوڑا اور صف دوم نے بھی اس کا خیال نہ کیا مگر اپنی صف گھنی کرلی اور نیتیں بندھ گئیں حالانکہ ان پر لازم تھا کہ صف اول والوں نے بے اعتدالی کی تھی تو یہ پہلے اس کی تکمیل کرکے دوسری صف باندھتے اب ایک شخص آیا اور اُس نے صف اول کا رخنہ دیکھا اُسے اجازت ہے کہ اس دوسری صف کو چیر کر جائے اور فرجہ بھردے کہ صف دوم بے خیالی کرکے آپ تقصیروار ہے اور اس کا چیرنا روا۔ قنیہ وبحرالرائق وشرح نورالایضاح ودرمختار وغیرہا میں ہے واللفظ لشرح التنویر لووجد فرجۃ فی الاول لا الثانی لہ خرق الثانی لتقصیرھم۔ بحر میں ہے لاحرمۃ لھم لتقصیرھم۔ یوہیں اس رخنہ بندی کے لیے پچھلی صف کے نمازیوں کے آگے گزرنا جائز ہے کہ انھوں نے خود اس امرِ عظیم میں بے پرواہی کرکے جس کا شرع میں اس درجہ اہتمام تھا اپنی حرمت ساقط کردی۔ قنیہ میں ہے قام فی اٰخر صف وبینہ وبین الصفوف مواضع خالیۃ فللداخل ان یمر بین یدیہ لیصل الصفوف لانہ اسقط حرمۃ نفسہ فلا یاثم المار بین یدیہ۔ حدیث میں ہے من نظر الی فرجۃ فی الصف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیتخط علی رقبتہ فانہ لاحرمۃ لہ۔ یعنی جسے صف میں فرجہ نظر آئے وہ خود وہاں کھڑا ہوکر اسے بند کردے اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو وہ اس کی گردن پر قدم رکھ کر چلا جائے کہ اس کے لیے کوئی حرمت نہ رہی اخرجہ الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ یوہیں اگر صف دوم میں کوئی شخص نیت باندھ چکا اس کے بعد اُسے صف اول کا رخنہ نظر آیا تو اجازت ہے کہ عین نماز کی حالت میں چلے اور جاکر فرجہ بند کردے کہ یہ مشی قلیل حکم شرع کے امتثال کو واقع ہوئی ہاں دو صف کے فاصلہ سے نہ جائے کہ مشی کثیر ہوجائے گی علامہ ابن امیرالحاج حلیہ میں ذخیرہ سے ناقل ان کان فی الصف الثانی فرأی فرجۃ فی الاول فمشی الیھا لم تفسد صلاتہ لانہ مامور بالمراصۃ قال علیہ الصلٰوۃ والسلام تراصوا فی الصفوف ولو کان فی الصف الثالث تفسد۔ علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں فرماتے ہیں ظاہر التعلیل بالامر انہ یطلب منہ المشی الیھا تامل۔ **ثم اقول** وباللہ التوفیق یہ احکام فقہ وحدیث باعلٰی ندا منادی کہ وصل صفوف اور ان کی رخنہ بندی اہم ضروریات سے ہے اور ترک فرجہ ممنوع وناجائز یہاں تک کہ اس کے دفع کو نمازی کے سامنے گزر جانے کی اجازت ہوئی جس کی بابت حدیثوں میں سخت نہی وارد تھی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لو یعلم المار بین یدی المصلی ماذا علیہ لکان ان یقف اربعین

خیرالہ من ان یمر بین یدیہ اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کتنا گناہ ہے تو چالیس برس کھڑا رہنا اس گزرجانے سے اُسکے حق میں بہتر تھا اخرجہ الائمہ احمد والستۃ عن ابی جھیم رضی اللہ تعالٰی عنہ قال الحافظ فی بلوغ المرام ووقع فی البزار من وجہ اخر اربعین خریفا قلت والاحادیث یفسر بعضہا بعضا اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لو یعلم احدکم مالہ فی ان یمر بین یدی اخیہ معترضا فی الصلاۃ کان لان یقیم مائۃ عام خیرلہ من الخطوۃ التی خطاھا اس میں سَو برس کھڑا رہنا اُس ایک گام رکھنے سے بہتر فرمایا رواہ احمد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ امام طحاوی فرماتے ہیں پہلے چالیس ارشاد ہوئے تھے پھر زیادہ تعظیم کے لیے سَو فرمائے گئے۔ تیسری حدیث میں ہے لو یعلم المار بین یدی المصلی لاحبّ ان یکسر فخذہ ولا یمر بین یدیہ اگر نمازی کے آگے گزرنے والا دانش رکھتا تو چاہتا اس کی ران ٹوٹ جائے مگر نمازی کے سامنے سے نہ گزرے۔ رواہ ابوبکر بن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن منقطع۔ چوتھی حدیث میں ارشاد فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی احدکم الی شیئ یسترہ من الناس فاراد احد ان یجتاز بین یدیہ فلیدفعہ فان ابی فلیقاتلہ فانما ھو شیطان۔ جب تم میں سے کوئی شخص سترہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور کوئی سامنے سے گزرنا چاہے تو اُسے دفع کرے اگر نہ مانے تو اُس سے قتال کرے کہ وہ شیطان ہے اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ ظاہر ہے کہ ایسا شدید امر جس پر یہ تشدیدیں اور سخت تہدیدیں ہیں اُسی وقت روا رکھا گیا ہے جب دوسرا اس سے زیادہ اشد اور افسد تھا کما لا یخفی **ایک دلیل** اس وجوب اور فرجہ رکھنے کی کراہت تحریمی پر یہ ہے **دلیل دوم** احادیث کثیرہ میں صیغہ امر کا وارد ہونا کما سمعت وما ترکت لیس باقل مما سردت اس لیے ذخیرہ وحلیہ میں فرمایا انہ مامور بالمراصۃ۔ فتح القدیر و بحرالرائق وغیرھما میں فرمایا سد الفرجات مأمور بہ فی الصف اور اصول میں مبرہن ہوچکا ہے امر مفید وجوب ہے الا ان یصرف عنہ صارف **دلیل سوم** علماء تصریح فرماتے ہیں کہ صف میں جگہ چھوٹی ہو تو اور مقام پر کھڑا ہونا مکروہ ہے فی الخانیۃ والدرالمختار وغیرھما واللفظ للعلائی لو صلی علی رفوف المسجد ان وجد فی صحنہ مکانا کرہ کقیامہ فی صف خلف صف فیہ فرجۃ اور کراہت مطلقہ سے مراد کراہت تحریم ہوتی ہے الا اذا دل دلیل علی خلافہ کما نص علیہ فی الفتح والبحر وحواشی الدر وغیرھا من تصانیف الکرام الغر **دلیل چہارم** احادیث سابقہ میں حدیث رابع کے وعید شدید من قطع صفا قطعہ اللہ علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی زیر عبارت مذکورۂ درمختار فرماتے ہیں **قولہ** کقیامہ فی صف الخ ھل الکراھۃ فیہ تنزیھیۃ او تحریمیۃ ویرشد الی الثانی قولہ علیہ الصلوۃ والسلام ومن قطعہ قطعہ اللہ انتہی فافھم جب یہ امر واضح ہوگیا تو اب صورت مذکورۂ سوال میں دوسری وجہ کراہت تحریم کی اور ثابت ہوئی ظاہر ہے کہ جب امام وصف اوّل میں صرف اس قدر فاصلہ قلیلہ چھوٹا تو بالیقین صف اوّل ناقص رہے گی اور امام کے پیچھے ایک آدمی کی جگہ چھوٹے گی وہ بھی ایسی جسے بوجہ تنگی مقام کوئی بھر بھی نہ سکے گا تو یہ فعل ایک مکروہ تحریمی کو مستلزم اور جو مکروہ تحریمی کو مستلزم ہو خود مکروہ تحریمی ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد عبارت منقولہ صدر جواب کے فرماتے ہیں واستلزم مما ذکر ان جماعۃ النساء تکرہ کراھۃ تحریم لان ملزوم متعلق الحکم اعنی الفعل المعین ملزوم لذلک الحکم انتہی۔ **بحمداللہ** اس تحقیق انیق سے چند مسائل

نفیسہ ثابت ہوئے **اولاً** امام کا صف پر تقدم جو بنص ہدایہ وکافی وغیرہما واجب ہے وہ صرف تھوڑا آگے بڑھ جانے سے ادا نہیں ہوتا جب تک پوری صف کی جگہ نہ چھوٹے **ثانیاً** ہر صف میں اوّل سے آخر تک دوسری صف کے لیے صف کامل کی جگہ بچنا واجب ہے **ثالثاً** کسی صف میں فرجہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے جب تک اگلی صف پوری نہ کرلیں صف دیگر ہرگز نہ باندھیں **رابعاً** صورت مذکورہ سوال دو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے ایک ترک تقدم دوسری بقائے فرجہ **خامساً** اکثر واقع ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی تھا دوسرا آیا بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوگیا یہاں تک تو کراہت تنزیہی تھی لترك السنة پھر اور لوگ بھی آتے اور یونہی برابر کھڑے ہوجاتے ہیں نہ امام آگے بڑھتا ہے نہ مقتدی پیچھے ہٹتے ہیں یہ صورت مکروہ تحریمی ہے کہ اگرچہ اکیلے مقتدی کے حق میں سنت یہ ہے کہ امام کے داہنی جانب بالکل اس کے محاذی کھڑا ہو نہ متاخر اور یہ سنت عوام میں صدہا سال سے متروک ہے اکیلا بھی امام سے کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا ہے امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں الواحد یقوم عن یمینه۔ ای ان کان مع الامام واحد وقف عن یمین الامام لانه علیه الصلوٰة والسلام صلی بابن عباس فاقامه عن یمینه ولا یتأخر عن الامام فی ظاهر الروایة وعن محمد انه یضع اصابعه عند عقب الامام وهو الذی وقع عند العوام انتهی قلت وعوام زماننا قد تعدوا حتی خرجوا عن روایة محمد ایضا کما هو مشاهد۔ پھر جو بعد کو آئے وہ اس مقتدی کی محاذات میں کھڑے ہوں گے جس کے باعث امام کو قدرے تقدم رہے گا اس صورت میں وہ توسط جس کی نسبت درمختار میں فرمایا لو توسط اثنین کرہ تنزیها وتحریما لو اکثر اگرنہ بھی مانا جائے تاہم اس صورت میں کراہت تحریم ہی رہے گی کہ توسط نہ سہی فرجہ رکھنا اور صف کامل کی جگہ نہ چھوڑنا خود موجب کراہت تحریمی ہے یہ مسائل واجب الحفظ ہیں اکثر اہل زمانہ اُن سے غافل ولعلك لاتجد هذا التحقیق الخطیر بهذا الایضاح والتقریر فی غیر هذا التحریر والحمد لله علی ما علم والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ یکم جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اُسے یہ حکم ہے کہ صف سے دُور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہوسکتا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُسے صف سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاة الصبی الممیز الذی یعقل الصلاة صحیحة قطعا وقد امر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونهی عن خلافه بنهی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علماء اُسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے لو واحداً دخل الصف مراقی الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اُسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کردیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہوجاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں۔

فتح القدیر میں ہے اما محاذاۃ الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الا من شذ ولا متمسك له فی الروایۃ ولا فی الدرایۃ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ از سہسرام محلہ دائرہ ضلع آرہ مرسلہ حافظ عمر جلیل ۱۶ رشوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں (۱) اگر کوئی نماز کسی وجہ سے دُہرائی جائے تو وہ شخص کہ نماز مشکوکہ میں شریک نہیں تھا وہ جماعت ثانیہ میں شریک ہوسکتا ہے یا نہیں (۲) امام فرض پڑھا رہا ہے ایک مقتدی دوسری یا تیسری رکعت میں ملا تو اس کا جو چھوٹ گیا ہے باآواز بلند پڑھے یا آہستہ (۳) قضاعمری کو امام وداع جمعہ کو فجر سے عشا تک بجہر پڑھادے تو سب کی عمر بھر کی قضا کیا اُدا ہو جائے گی ۔ (۴) نماز جمعہ میں اگر کوئی شخص تشہد میں شریک ہو تو نماز ہوگی یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) نماز اگر ترک فرض کے سبب دہرائی جائے نیا شخص شریک ہوسکتا ہے ورنہ نہیں (۲) علما تصریح فرماتے ہیں کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی رکعات میں منفرد ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ منفرد کو جہری رکعتوں میں جہر جائز بلکہ افضل ہے مگر اس میں یہ دقت ہے کہ منفرد کا جہر اوروں کے شامل ہونے کا داعی ہوگا اور یہ دعوت خیر ہے کہ دونوں کو جماعت مل جائے گی لیکن مسبوق کا جہر کہ ناواقف کو شرکت کی طرف داعی ہوا مرنا جائز کی طرف داعی ہوگا اور اس کا وہ عمل باطل جائے گا لہٰذا یہی اصوب معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہر نہ کرے ۔ (۳) یہ قضائے عمری کی جماعت جاہلوں کی ایجاد اور محض ناجائز و باطل ہے (۴) سلام سے پہلے جو شریک ہوگیا اُسے جمعہ مل گیا ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی ابھی التحیات پوری نہ کرنے پایا تھا کہ امام کھڑا ہوگیا یا سلام پھیر دیا تو مقتدی التحیات پوری کرلے یا اُتنی ہی پڑھ کر چھوڑ دے ۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر صورت میں پوری کرلے اگرچہ اس میں کتنی ہی دیر ہو جائے لان التشہد واجب والواجب لایترك لسنۃ والمسئلۃ منصوص علیہا فی الخانیۃ وغیرھا فی کتب العلماء واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۔ از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین صاحب خوسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ (۱) زید مسجد یا خلاف آں نماز فرض پڑھا رہا ہے اور اس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہو جانے کے بکر تنہا یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے کیا حکم ہے اُن کی نماز کا ۔ یا پہلے ان کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد رابع نے آواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا ۔ آیا وہ نماز درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہوچکی ہے وہیں سے ترک کردے یا پوری کرکے وہ نماز اعادہ کرے مفصل فرمائیے (۲) اگر ہیجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُسی مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ ۔ کیا اس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب

(۱) اگر زید قابلِ امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور اُنھوں نے اقتدا نہ کی بلکہ جداجدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولٰی ہوچکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولٰی ہوئی تو گنہگار ہوئے اور اگر زید قابلِ امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابلِ امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابلِ امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہوجائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی نیت توڑدے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں۔(۲) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از میرٹھ کمبوہ دروازہ کارخانہ داروغہ یاد الٰہی صاحب مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ کی نسبت کیا حکم ہے یہاں بعض لوگوں کو اس کی ممانعت میں تشدد ہے جماعت اولٰی کے بعد آٹھ آٹھ دس دس آدمی جمع ہوجاتے ہیں مگر جماعت نہیں کرتے برابر کھڑے ہوکر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے ہیں یہ کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) مسجد اگر شارع عام یا بازار کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں جب تو بالاجماع اُس میں تکرار جماعت باذان جدید وتکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں (۲) اور اگر مسجد محلہ ہے تو اگر اُس کے غیر اہل جماعت کر گئے ہیں تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہہ جائز (۳) یا اول اہل ہی نے جماعت کی مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) یا اذان آہستہ دی تو اُن کے بعد آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں (۵) یا اگر امام میں کسی نقص قرأت وغیرہ یا فسق یا مخالفت مذہب کے باعث جماعت اولٰی فاسدہ یا مطلقاً مکروہہ یا باقی ماندہ لوگوں کے حق میں غیر اکمل واقع ہوئی جب بھی انھیں اعادۂ جماعت سے مانع نہیں یہ سب صورتیں تو قطعی یقینی ہیں اب رہی ایک صورت کہ مسجد مسجدِ محلہ ہے اور اُس کے اہل بروجہ مسنون اذان دے کر امام نظیف موافق المذہب کے پیچھے جماعت کرچکے اب غیر لوگ یا اہل محلہ ہی سے جو باقی رہ گئے تھے آئے اُنھیں بھی اُس مسجد میں جماعت ثانیہ جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ظاہر الروایہ سے حکم کراہت نقل کیا گیا اور علامہ محقق اجل مولٰی خسرو نے درر وغرر اور مدقق اکمل علامہ محمد بن علی دمشقی حصکفی نے خزائن الاسرار میں فرمایا کہ اس کراہت کا محل صرف اُس صورت میں ہے جب یہ لوگ باذان جدید جماعت ثانیہ کریں ورنہ بالاجماع مکروہ نہیں اور اسی طرف درمختار میں اشارہ فرمایا اور ایسے ہی منبع وغیرہ میں تصریح کی اور قول محقق منقح یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اذان جدید کے ساتھ اعادۂ جماعت کریں تو مکروہ تحریمی ورنہ اگر محراب نہ بدلیں تو مکروہ تنزیہی ورنہ اصلاً کسی طرح کی کراہت نہیں یہی صحیح ہے اور یہی ماخوذ للفتوی درمختار میں ہے یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا مؤذن ردالمحتار میں ہے عبارتہ فی الخزائن اجمع مما ھنا ونصھا یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ او اھلہ لکن بمخافتۃ الاذان ولو کرر اھلہ بدونھما اوکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا مؤذن

ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامۃ علیحدۃ کما فی امالی قاضی خاں اھ ونحوہ فی الدرر والمراد بمسجد المحلۃ مالہ امام وجماعۃ معلومون کما فی الدرر وغیرہا قال فی المنبع والتقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز من الشارع وبالاذان الثانی احترازعما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا اھ ثم قال اعنی الشامی بعد ما نقل الدلیل علی الکراھۃ مقتضی ھذا الاستدلال لاکراھۃ التکرار فی مسجد المحلۃ ولو بدون اذان ویؤیدہ ما فی الظھیریۃ لو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی فیہ اھلہ یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ اھ وھذا مخالف لحکایۃ الاجماع المارۃ الخ وقال قبل ھذا فی باب الاذان بعد نقل عبارۃ الظھیریۃ وفی اٰخر شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لوکانت الجماعۃ اکثر من ثلثۃ یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولی لاتکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ کذا فی البزازیۃ اھ وفی التاترخانیۃ عن الولوالجیۃ وبہ ناخذ اُسی میں ہے قد علمت ان الصحیح انہ لایکرہ تکرار الجماعۃ اذا لم تکن علی الھیأۃ الاولی **بالجملہ** جماعت ثانیہ جس طرح عامہ بلاد میں رائج ومعمول درر ومنبع وخزائن شروح معتمدہ کے طور پر تو بالاجماع اور عند التحقیق قول صحیح ومفتی بہ پر بلاکراہت جائز ہے کہ دوسری جماعت والے تجدید اذان نہیں کرتے اور محراب سے ہٹ ہی کر کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پر لازم کہ ائمہ فتوی جس امر کی ترجیح وتصحیح فرما گئے اُس کا اتباع کریں درمختار میں ہے اما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتھم پھر خلاف صحیح مذہب اختیار کرکے اسے ناجائز وممنوع بتانا اور اُس کے سبب لاکھوں کروروں مسلمانوں کو گنہگار ٹھہرانا محض بیجا ہے **ثم اقول** حال زمانہ کی رعایت اور مصلحت وقت کا لحاظ بھی مفتی پر واجب علما فرماتے ہیں من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل اب دیکھیے نہ کہ جماعت ثانیہ کی بندش میں کوشش وکاوش سے یہ تو نہ ہوا کہ عوام جماعت اولی کا التزام تام کرلیتے رہا وہی کہ کچھ آئے کچھ نہ آئے ہاں یہ ہوا کہ آٹھ آٹھ دس دس جورہ جاتے ہیں ایک مسجد میں ایک وقت میں اکیلے اکیلے نماز پڑھ کر ناحق روافض سے مشابہت پاتے ہیں حضرات مجتہدین رضوان اللہ تعالی اجمعین کے زمانے میں ایسی مشابہت پیدا ہونا درکنار خود جماعت کی برکات ظاہریہ وباطنیہ سے محروم رہنا ایک سخت تازیانہ تھا جس کے ڈر سے عوام خواہی نخواہی جماعت اولی کی کوشش کرتے اب وہ خوف بالائے طاق اور اہتمام التزام معلوم۔ جماعت کی جو قدر ووقعت نگاہوں میں ہے کہ اگر رہ گئے اور تنہا پڑھی ایک طرح کی خجلت وندامت ہوتی ہے جب بفتوی مفتیان یہی انداز رہے اور گروہ کے گروہ اکیلے اکیلے پڑھا کیے تو ایک تو مرگ انبوہ جشنے دارد دوسرے شدہ شدہ عادت پڑجاتی ہے چندروز میں یہ رہی سہی وقعت بھی نظر سے گرجائے گی اور اُس کے ساتھ ہی سستی وکاہلی اپنی نہایت پر آئے گی اب تو یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ خیر اگر پہلی جماعت فوت ہوئی ایسی دیر تو نہ کیجیے کہ اکیلے ہی رہ جائیں اور تنہا پڑھ کر محرومی وندامت کا صدمہ اُٹھائیں جب یہ ہوگا کہ جماعت تو آخر ہوچکی اوّل ہوچکی اب جماعت تو ملنے سے رہی اپنی اکیلی نماز ہے جب جی میں آیا پڑھ لیں گے یا پھر مسجد کی بھی کیا حاجت ہے لاؤ گھر ہی میں سہی **یا ہذا** ائمہ فتوی رحمہم اللہ تبارک وتعالی کچھ سوچ سمجھ کر ترجیح وتصحیح فرمایا کرتے ہیں من وتو سے اُن کے علوم وسیعہ وعقول رفیعہ لاکھوں درجے بلند وبالا ہیں روایت ودرایت ومصالح شریعت وزمانہ وحالت کو جیسا وہ جانتے ہیں دوسرا کیا جانے گا پھر اُن کے حضور دخل درمعقولات کیسا فاللہ الھادی وولی الایادی اس مسئلہ میں کلام طویل ہے اور عبد ذلیل پر فیض مولی عزیز وجلیل اگر تفصیل کیجیے رسالہ مبسوطہ ہوتا ہے لیکن ع درخانہ اگر کس است

یکوف بس است **تنبیہ** مگر یہ ان کے لیے ہے جو احیاناً کسی عذر کے باعث حاضری جماعت اولیٰ سے محروم رہے نہ یہ کہ جماعت ثانیہ کے بھروسہ پر قصداً بلاعذر مقبول شرعی جماعت اولیٰ ترک کریں یہ بلاشبہہ ناجائز ہے کما حققناہ فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی ۱۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ دو جماعت در یک مسجد در یک وقت بلاعلمی پس نماز مصلین جماعت ثانیہ جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

درجواز بمعنی صحت شک نیست اگرچہ بادصف علم باشد آرے بحال علم جواز بمعنی حل نیست مگر آنکہ امام اول ناشایان امامت باشد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہ جماعت جو کراہت تحریمی پر مشتمل ہے جیسے پانچ چھ مقتدی امام کے برابر کھڑے ہیں یا امام کی آستین کہنیوں تک چڑھائی ہوئی ہیں یا وہ کلام مجید صحیح نہیں پڑھتا اُس میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

غلط خوانی امام اگر تاحد فساد ہے جب تو ظاہر کہ اُس جماعت میں شرکت نہ کی جائے کہ شرعاً وہ جماعت و نماز ہی نہیں اور اگر صرف اس قدر کہ مثلاً حرف صحیح تو خوب ادا کرلیتا ہے مگر پورے اوصاف زائدہ مثل تفخیم و ترقیق لام و را وغیرہما نہیں ادا ہوتے یا اظہار و اخفا یا مد و قصر و تحقیق و تسہیل وغیرہا اُن قواعد تجوید کی رعایت نہیں کرتا جس کی مراعات اگرچہ تجویداً واجب ہو فقہاً صحت نماز کے لیے کچھ ضرور نہیں تو ضرور شریک ہوکر جماعت کا ترک یا اُس سے اعراض صرف اتنی بات پر ہرگز روا نہیں یونہی اگر جماعت کراہت تحریم پر مشتمل ہو تو شرکت نہ کرے فان سلب المفاسد اہم من جلب المصالح اور اگر صرف کراہۃ تنزیہ ہو جیسے امامت فاسق غیر معلن میں تو اگر دوسری جماعت پاکیزہ ملے اُس میں بھی شرکت نہ چاہیے ورنہ شریک ہوجائے کہ ترک جماعت کراہت تنزیہی سے اشد ہے بخلاف کراہت تحریم کہ اُس کا مرتبہ قول سنیت جماعت پر ترک جماعت سے بدتر اور مسلک معتمد یعنی وجوب جماعت پر ہمسر و برابر ہے فی حاشیۃ الحلبی ثم الشامی علی الدر الجماعۃ واجبۃ فتقدم علی ترک کراھۃ التنزیہ اھ وفیہ فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح و علیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول اھ وفی الدر عن النہر عن المحیط صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ اھ فی رد المحتار افادان الصلاۃ خلفھما اولی من الانفراد اھ و فیہ لوانتظر امام مذھبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ ایک مقتدی برابر کھڑا ہے دوسرا اور آیا نہ وہ مقتدی اول پیچھے ہٹا نہ امام آگے بڑھا تو یہ اُس مقتدی کو نیت باندھ کر کھینچے یا بے نیت باندھے۔ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتیں جائز ہیں فتح القدیر سے مستفاد کہ نیت باندھ کر کھینچنا اولٰی ہے اور خلاصہ میں تصریح فرمائی کہ پہلے کھینچ کر نیت باندھنی مناسب ہے بہرحال دونوں طریقے روا ہیں فتح کی عبارت یہ ہے لو اقتدی واحد باٰخر فجاء ثالث یجذب المقتدی بعد التکبیر ولو جذبہ قبل التکبیر لایضرہ خلاصہ کا نص یہ ہے ینبغی ان یجذب احدا من الصف فی المسجد او فی الصحراء اولا ثم یکبر مگر بیان اجنبیہ یہ بات کہ کھینچنا اُسی کو چاہیے جو ذی علم ہو یعنی اس مسئلہ کی نیت سے آگاہ ہو ورنہ نہ کھینچے کہ مبادا وہ بسبب ناواقفی اپنی نماز فاسد کرلے تحقیق منقح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز میں جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول کے سوا دوسرے سے کلام کرنا مفسد ہے یونہیں اللہ و رسول کے سوا کسی کا کہنا ماننا جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پس اگر ایک شخص نے کسی نمازی کو پیچھے کھینچا یا آگے بڑھنے کو کہا اور وہ اُس کا حکم مان کر ہٹا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ حکم دینے والا نیت باندھ چکا ہو اور اگر اس کے حکم سے کام نہ رکھا بلکہ مسئلہ شرع کے لحاظ سے حرکت کی تو نماز میں کچھ خلل نہیں اگرچہ اس کہنے والے نے نیت نہ باندھی ہو اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس کے کہتے ہی فوراً حرکت نہ کرے بلکہ ایک ذرا تامل کرلے تاکہ بظاہر غیر کے حکم ماننے کی صورت بھی نہ رہے جب فرق صرف نیت کا ہے اور زمانہ پر جہل غالب تو عجب نہیں کہ عوام اس فرق سے غافل ہوکر بلا وجہ اپنی نماز خراب کرلیں ولہذا علماء نے فرمایا غیر ذی علم کو اصلاً نہ کھینچے اور یہاں ذی علم وہ جو اس مسئلہ اور نیت کے فرق سے آگاہ ہو درمختار میں ہے لو امتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برایہ قہستانی معزیا للزاھدی ردالمحتار میں ہے فی المنح بعد ان ذکر لو جذبہ اٰخر فتاخر الاصح لاتفسد صلاتہ وفی القنیۃ قیل لمصل منفرد تقدم فتقدم بامرہ فسدت وعللہ فی شرح القدوری بانہ امتثال لغیر اللہ تعالٰی اھ کلام المصنف وذکر الشرنبلالی ان امتثالہ انما ھو لامر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یضر اھ قال ط لو قیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد وبین کونہ امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا اھ ما فی ردالمحتار ملتقطا **اقول** وھذا التفصیل کما تری من الحسن بمکان بل ھو المحمل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق درمختار میں ہے یجذب احدا لکن قالوا فی زماننا ترکہ اولٰی خزائن الاسرار میں ہے ینبغی التفویض الٰی رأی المبتلی فان رأی عالما جذبہ ردالمحتار میں ہے ھو توفیق حسن اختارہ ابن وھبان فی شرح منظومتہ رہا یہ کہ جب نہ مقتدی ہٹے نہ امام بڑھے نہ وہ ذی علم ہو کہ یہ کھینچ سکے یا مثلاً امام قعدہ اخیرہ میں ہو جہاں ان باتوں کا محل ہی نہیں تو ایسی صورت میں اُس آنے والے کو کیا کرنا چاہیے اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی ہو اُس کے بائیں ہاتھ پر یہ مل جائے کہ امام کے برابر دو مقتدیوں کا ہونا صرف خلاف اولٰی ہے قال الشامی الظاھر ان ھذا اذا لم یکن فی القعدۃ الاخیرۃ والا اقتدی الثالث عن یسار الامام ولا تقدم ولا تاخر اور اگر پہلے سے دو ہیں تو یہ پیچھے شامل ہوجائے کہ امام کی برابر تین مقتدیوں کا ہونا مکروہ تحریمی ہے فی الدر لو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر مراقی الفلاح میں ہے یجذب عالما بالحکم لایتاذی بہ والا قام وحدہ اھ **قلت** فارشد الی القیام وحدہ صونا لصلوۃ غیرہ عن الفساد المحتمل فکیف اذا کان فیہ صون صلاۃ نفسہ وغیرہ جمیعا عن الخلل المتیقن الموجب للاعادۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

القِلَادَۃُ المُرَصَّعَۃ فِی نَحرِ الاَجوِبَۃِ الاَربَعَۃ

۱۳۱۲ ہجری

مسئلہ - از کانپور بازار میدہ دکان نور بخش و محمد سلیم مرسلہ مولوی شفیع الدین صاحب نگینوی تلمیذ مولوی احمد حسن صاحب کانپوری ۱۹ صفر ۱۳۱۲ھ

بخدمت مجمع کمالات عقلیہ ونقلیہ جناب احمد رضاخاں صاحب دامت افضالہم السلام علیکم ایک استفتا خدمت شریف میں مرسل ہے پہلا جواب مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا دوسرا جواب مولوی قاسم علی مراد آبادی نے لکھا ہے چونکہ دونوں جوابوں میں تخالف ہے لہذا ارسال خدمت شریف میں کیا گیا ہے جو جواب صحیح ہو اُس کو مُہر و دستخط سے مزین فرمائیں اگر دونوں جواب خلاف تحقیق ہیں تو جناب علیحدہ جواب مع حوالۂ کتب تحریر فرمائیں - ماجوابکم ایھا العلماء رحمکم اللہ تعالٰی ان مسئلوں میں کہ (۱) ایک شخص اپنے ایک پیر سے معذور ہے چونکہ اُس کو شب کو دوبارہ مسجد میں آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو وہ شخص مسجد میں قبل اذان وجماعت کے اپنی نماز عشا ہمراہ ایک شخص کے اقامت کہہ کر پڑھ لیتا ہے پس شخص مذکور کو جماعت کا ثواب ہوگا یا نہ - اور جو جماعت مع اذان کے بعد کو ہوگی اُس میں کچھ کراہت ہوگی یا نہ - (۲) ہمراہ شخص مذکور کے جو نماز پڑھتا ہے تو وہ بعد والی جماعت بسبب فوت ہونے تہجد کے ترک کرتا ہے جائز ہے یا نہ - (۳) ایک شخص ہمیشہ قیلولہ اس طرح کرتا ہے کہ اُس کی ظہر کی جماعت اولٰی ترک ہوجاتی ہے اور عذر اُس کا خوف فوت تہجد ہے جائز ہے یا نہ - (۴) چند شخصوں کو کوئی ضرورت درپیش ہے وہ چند شخص قبل اذان وجماعت اپنی نماز جماعت سے مسجد میں پڑھیں جائز ہے یا نہ - بینوا توجروا

جوابِ کانپور

جواب سوال اول نفس جماعت کا ثواب ملے گا مگر جماعت اولٰی کی فضیلت سے محروم رہے گا جماعت اولٰی وہی ہوگی جو اذان واقامت سے اس کے بعد ہوگی اور اُس میں کچھ کراہت نہیں ہے - **جواب سوال دوم** خوف فوت تہجد ترک جماعت اولٰی میں عذر نہیں ہے - **جواب سوال سوم** یہ عذر ترک جماعت ظہر نہیں ہوسکتا - **جواب سوال چہارم** ضرورت شدیدہ میں ترک جماعت اولٰی جائز ہے - واللہ تعالٰی اعلم - کتبہ محمد اشرف علی عفی عنہ

(مہر: اشرف علی ۱۳۰۰ از گروہ اولیا)

جوابِ مُرادآباد

جواب سوال اوّل کا یہ ہے کہ شخص مندرجہ سوال کا جماعت کرنا مکروہ تحریمہ ہے ثواب جماعت اصلاً نہ ہوگا اس لیے کہ اوّلاً تو

معذور ہے جماعت ساقط ہے بلکہ بلاجماعت امید حصول ثواب بوجہ معذوری کے ہے کما فی الھندیۃ وتسقط الجماعۃ بالاعذار حتی لاتجب علی المریض والمقعد والزمن ومقطوع الید والرجل من خلاف والمفلوج الذی لایستطیع المشی والشیخ الکبیر العاجز اوکان قیما لمریض اویخاف ضیاع مالہ انتہی ملخصا ومعہذا اُس شخص کا بغیر اذان واقامت کے جماعت کرنا علی الخصوص ایسے شخص کے ساتھ کہ وہ شرعًا معذور نہیں ہے موجب کراہۃ تحریمہ کا ہے چنانچہ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ ونیز درانست الاذان سنۃ لاداء المکتوبۃ بالجماعۃ وقیل انہ واجب الصحیح انہ سنۃ موکدۃ پس حصول ثواب نفس جماعت کہاں بلکہ بوجہ ترک سنت موکدہ کے موجب معصیت ہے کما قال العلامۃ الشامی صرح العلامۃ ابن نجیم فی رسالتہ المولفۃ فی بیان المعاصی بان کل مکروہ تحریما من الصغائر وصرح ایضا بانہم شرطوا لاسقاط العدالۃ بالصغیرۃ الادمان اور جو جماعت بعد کو مع اذان ہوگی وہ بلاکراہت ہوگی کما مر فقط۔

جواب سوال دوئم کا یہ ہے کہ جواب سوال اول سے بخوبی مبرہن ہوگیا کہ شرعاً یہ جماعت مکروہ تحریمہ ہے پس دوسرے شخص کا اُس معذور کے ساتھ قبل اذان کے بخوف فوت نماز تہجد کے نماز پڑھنا ترک کرنا جماعت کا ہے اور ترک جماعت کہ سنت موکدہ قریب واجب کے ہے واسطے ادائے صلوۃ تہجد کے کہ مستحب ہے درست نہیں اس واسطے کہ ترک سنت معصیت ہے برخلاف امر مندوب کہ وہ معصیت نہیں درمختار میں لکھا ہے ومن المندوبات رکعتا السفر والقدوم منہ وصلوۃ اللیل علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں قال فی البحران الظاہر من کلامہ ان الاثم منوط بترک الواجب اوالسنۃ الموکدۃ لتصریحھم باثم من ترک سنن الصلوات الخمس علی الصحیح وتصریحھم باثم من ترک الجماعۃ مع انہا السنۃ الموکدۃ علی الصحیح فقط **جواب سوال سوم** بہتر یہ ہے کہ بخوف فوت تہجد کے اس قدر قیلولہ نہ کرے کہ جو موجب ترک فضیلت جماعت اولیٰ کا ہووے وہذا اگر کرے تو جائز ہے بشرطیکہ جماعت ترک نہ ہوجائے کہ جماعت ثانیہ ہووے اس لیے کہ ہمارے اساتذہ رحمہم اللہ تعالٰی کے نزدیک قول محقق یہی ہے کہ جماعت ثانیہ بلاکراہت درست ہے اور مساوی ہے ثواب میں نفس جماعت اولیٰ کے اور جماعت اولیٰ اَولیٰ ہے چنانچہ میرے اُستاد وکامل ومحدث والد ماجد قدس سرہ کا اثبات جماعت ثانیہ کے بارہ میں ایک رسالہ مبسوط ہے من شاء فلیطلع علیہا بنائً علیہ واسطے ادائے نماز تہجد کے کہ اعلیٰ درجہ کی مستحب ہے اس قدر قیلولہ کرنا کہ جس سے جماعت اولیٰ ترک ہوجائے نہ مطلق جماعت بلاشبہہ جائز ہے اس لیے کہ فضیلت جماعت کی مساوی فضیلت تہجد کے نہیں ہے بلکہ کمتر ہے من شاء فلیطالع الاحادیث المرویۃ فی ہذا الباب من الصحاح والحسان فقط **جواب سوال چہارم** بحالت عذر شرعی کے بھی قبل اذان کے مسجد میں جماعت کرنا اشخاص مندرجہ سوال کا درست نہیں مکروہ ہے البتہ بعد اذان کے درست ہے کما فی الھندیۃ ویکرہ اداء المکتوبۃ بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ یہی حکم صورمسؤلہ کا کہ تحریر ہوا واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فقط

حررہ العبد المفتقر الی اللہ الغنی محمد قاسم علی عفی عنہ

قاسم علی خلف
مولنٰنا محمد عالم علی
۱۲۹۱

الجواب صحیح والمجیب نجیح

نظیر سنہ ۱۳
شگفتہ محمد گل

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ الذی یدہ علی الجماعۃ والصلٰوۃ والسلام علی صاحب الشفاعۃ وآلہ وصحبہ اولی البراعۃ وسائر اھل السنۃ والجماعۃ ○ **جواب سوال اوّل وچہارم**

ہاں نفل مذکور مکروہ ومحظور ہے نہ اس وجہ سے کہ معذور سے جماعت ساقط یا اُسے بے جماعت ثواب ثابت کہ **اوّلاً** ساقط وجوب ہے نہ جواز بلکہ جماعت افضل وعزیمت وفی ردالمحتار قولہ من غیر حرج قید لکونھا سنۃ مؤکدۃ او واجبا فبالحرج یرتفع الاثم ویرخص فی ترکھا ولکنہ یفوتہ الافضل الخ **ثانیاً** نہ بے جماعت ثواب جماعت مانع جماعت فشتان مابین الحکم والحقیقۃ سورۂ اخلاص ثلث قرآن عظیم کی برابر ہے کیا تین بار اُسے پڑھنے والا ختم قرآن سے ممنوع ہوگا جماعت عشا قیام نصف شب اور مع جماعت فجر قیام تمام لیل کے مساوی ہے کیا یہ نمازیں جماعت سے پڑھنے والا احیائے لیل سے باز رکھا جائے گا شرع میں اس کی نظائر ہزار در ہزار ہیں **فی** الحدیث المتواتر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قل ھو اللہ احد تعدل ثلث القراٰن اخرجہ مالک واحمد والبخاری وابوداود والنسائی عن ابی سعید الخدری والبخاری عن قتادۃ بن النعمان واحمد ومسلم عن ابی الدرداء ومالک واحمد ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والحاکم عن ابی ھریرۃ واحمد والترمذی وحسنہ والنسائی عن ابی ایوب الانصاری واحمد والنسائی والضیاء فی المختارۃ عن ابی بن کعب والترمذی وحسنہ عن انس بن مالک واحمد وابن ماجۃ عن ابی مسعود البدری وفی الباب عن عبداللہ[1] بن مسعود وعبداللہ[2] بن عمرو ومعاذ[3] بن جبل وجابر[4] بن عبداللہ وعبداللہ[5] بن عباس وام[6] کلثوم بنت عقبہ وغیرھم[7] رضی اللہ تعالٰی عنہم **مالک** واحمد ومسلم عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی العشاء فی جماعۃ فکانما قام نصف لیلۃ ومن صلی الصبح فی جماعۃ فکانما صلی اللیل کلہ **ثالثاً** نہ ایسی حالت میں بے ادائے جماعت ثواب جماعت لمنا ثابت قال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر والعلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیہ فی مسألۃ الاعمٰی وقول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہ ما اجدلک رخصۃ معناہ لااجدلک رخصۃ تحصل لک فضیلۃ الجماعۃ من غیر حضورھا لاالایجاب علی الاعمٰی لانہ علیہ الصلٰوۃ والسلام رخص لعتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ علی ما فی الصحیحین **تنبیہ اقول** استشھادنا انما ھو بما افادا من عدم حصول الفضیلۃ ولو للعذر بدون الحضور وفیہ ایضا تفصیل یعلم بالرجوع الی المراقی وغیرھا اما کون معنی الحدیث ھذا فعندی محل نظر یعرفہ من جمع طرق الحدیث ففی صحیح مسلم عن ابی ھریرۃ قال اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجل اعمٰی فقال یارسول اللہ انہ لیس لی

---

[1] رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ [2] رواہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم وابونعیم فی الحلیۃ ۱۲ منہ [3] الطبرانی فی الکبیر ۱۲ منہ [4] البزار ۱۲ منہ [5] ابوعبید ۱۲ منہ [6] الامام احمد ۱۲ منہ [7] رواہ البیہقی فی السنن عن رجاء الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ فھؤلاء خمسۃ عشر صحابیا ۱۲ منہ غفرلہ

قائد یقودنی الی المسجد فسأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یرخص لہ فیصلی فی بیتہ فرخص فلما ولی دعاہ فقال تسمع النداء بالصلٰوۃ فقال نعم قال فاجب واخرجہ السراج فی مسندہ مبینا فقال اتی ابن ام مکتوم الاعمی الحدیث وعند الحاکم عن ابن ام مکتوم قلت یارسول اللہ ان المدینۃ کثیرۃ الھوام والسباع قال تسمع حی علی الصلٰوۃ حی علی الفلاح قال نعم قال فحیھلا وعند احمد وابن خزیمۃ والحاکم عنہ بسند جید ایسعنی ان اصلی فی بیتی قال اتسمع الاقامۃ قال نعم قال فأتھا وفی اخری قال فاحضرھا ولم یرخص لہ وللبیھقی عنہ سألہ ان یرخص لہ فی صلٰوۃ العشاء والفجر قال ھل تسمع الاذان قال نعم مرۃ اومرتین فلم یرخص لہ فی ذلک ولہ عن کعب بن عجرۃ جاء رجل ضریر الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیہ ایبلغک النداء قال نعم فاذا سمعت اجب ولاحمد وابی یعلی والطبرانی فی الاوسط وابن حبان عن جابر واللفظ لہ قال اتسمع الاذان قال نعم قال فأتھا ولو حبوا فکان ذلک فیما نری واللہ تعالٰی اعلم انہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن یشق علیہ المشی وکان یھتدی الی الطریق من دون حرج کما یشاھد الاٰن فی کثیر من العمیان ثم راجعت الزرقانی علی الموطا فرأیتہ نص علی ذلک نقلا فقال جملۃ العلماء علی انہ کان لایشق علیہ المشی وحدہ ککثیر من العمیان اھ وح یترجح بحث العلامۃ الشامی حیث بحث ایجاب الجمعۃ علی امثال ھؤلاء فقد یظھرلی وجوبھا علی بعض العمیان الذی یمشی فی الاسواق ویعرف الطرق بلا قائد ولا کلفۃ ویعرف ای مسجد ارادہ بلا سؤال احد لانہ حینئذ کالمریض القادر علی الخروج بنفسہ بل ربما تلحقہ مشقۃ اکثر من ھذا تامل اھ ثم رأیت الامام النووی نقل فی شرح مسلم ما ذکرالمحققان من معنی الرخصۃ عن الجمھور فقال اجاب الجمھور عنہ بانہ سأل ھل لہ رخصۃ ان یصلی فی بیتہ وتحصل لہ فضیلۃ الجماعۃ بسبب عذرہ فقیل لا قال ویؤید ھذا ان حضور الجماعۃ یسقط بالعذر باجماع المسلمین ودلیلہ من السنۃ حدیث عتبان بن مالک الخ **اقول** وقد علمت ما فی ھذا التائید فان الشان فی ثبوت الحرج لہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولعل عتبان کان ممن یتحرج بالمشی وحدہ دون ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنھما ثم ان الامام النووی استشعر ورود قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاجب فاجاب باحتمال انہ بوحی نزل فی الحال وباحتمال تغیر اجتہادہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبان الترخیص کان بمعنی عدم الوجوب وقولہ فاجب ندب الی الافضل **اقول** اما الاولان فتسلیم للقول واما حمل فاجب علی الندب فخلاف الظاھر لاسیما مع بنائہ علی سماع الاذان فان الندب حاصل مطلقا فافھم واللہ تعالٰی اعلم **رابعًا** سب سے قطع نظر کیجیے تو بارش کا عذر عذر فی الحضور ہے نہ عذر للحاضر کا لمطر والطین وامثالھما بلکہ وجہ **اولاً** وہی ایتان جماعت بے اذان کہ درباب استنان موکد اذان اگرچہ مواہب الرحمان ومراقی الفلاح وردالمحتار کے اطلاقات بہت وسیع ہیں[1] ویعارضھا کثیر من روایات المبسوط والمحیط والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ والھندیۃ وغیرھا من المعتبرات حتی نفس ردالمحتار ومتن وحدہ الدرالمختار کما بیناہ فیما علقناہ علی ھامشہ مگر اس قدر بلاشبہہ ثابت کہ نماز پنجگانہ سے جو نماز فی

---

[1] دخلت الجمعۃ وخرجت صلٰوۃ العیدین والکسوف والجنازۃ والاستسقاء وغیرھا والفوائت وجماعۃ النساء والصبیان والعبید والعراۃ وجماعۃ البیوت والصحراء ومستند کل ذلک مذکور فیما علقناہ علی ردالمحتار ۱۲ منہ غفرلہ

رجال احرار غیر عُراۃ مسجد میں باجماعت ادا کریں اُس کے لیے سوا بعض صور مستثناۃ[1] کے وقت میں اذان کا پہلے ہولینا سنت مؤکدہ قریب بواجب ہے اور بے اُس کے جماعت کرلینا مکروہ وگناہ یہانتک کہ یہ جماعت شرعًا اصلا معتبر نہیں اس کے بعد جو جماعت باذان واقامت ہوگی وہی پہلی جماعت ہوگی بلکہ علما فرماتے ہیں اگر کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کرلی کہ آوازِ اذان اوروں کو نہ پہنچی تو ایسی جماعت بھی داخل شمار واعتبار نہیں نہ کہ جب سرے سے اذان دی ہی نہ جائے وجیز امام کردری میں ہے ویکرہ للرجال اداء الصلوۃ بجماعۃ فی مسجد بلا اعلامین لافی المفازۃ والکروم والبیوت الخ **اقول** قولہ بلا اعلامین ای بدون الجمع بینہما فنافی الکراھۃ ھوالایتان بھما لا باحدھما بدلیل قولہ لافی المفازۃ الخ فان ترک اعلام الشروع مکروہ مطلقا ولو فی المفازۃ وقد نص علی الاساءۃ فی ترکھما درروغرر علامہ مولی خسرو میں ہے (یأتی بھما) ای بالاذان والاقامۃ (المسافر والمصلی فی المسجد جماعۃ وفی بیتہ بمصر وکرہ للاول) ای المسافر (ترکھا) ای الاقامۃ (وللثانی) ای المصلی فی المسجد (ترکہ) ای الاذان (ایضا) ای کالاقامۃ عالمگیریہ میں ہے لوصلی بعض اھل المسجد باقامۃ وجماعۃ ثم دخل موذن والامام وبقیۃ الجماعۃ فالجماعۃ المستحبۃ لھم والکراھۃ للاولی کذا فی المضمرات یہ خاص جزئیہ مسئلہ مسؤلہ ہے خلاصہ وخانیہ وہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ للامام البخاری جماعۃ من اھل المسجد اذنوا فی المسجد علی وجہ المخافتۃ بحیث لم یسمع غیرھم ثم حضر من اھل المسجد قوم وعلموا فلھم ان یصلوا بالجماعۃ علی وجھھا ولا عبرۃ للجماعۃ الاولی اھ پس اُس معذور اور اُس کے شریک اور اُن ضرورت والوں کا یہ فعل جماعت مسنونہ معتبرۂ شرعیہ نہیں بلکہ مکروہہ ممنوعہ ہے اور جو جماعت باذان واقامت اس کے بعد ہوگی اُس میں کچھ کراہت نہ ہوگی بلکہ وہی جماعت مسنونہ وجماعت اولٰی ہے **ثانیًا** جب یہ جماعت جماعت نہیں تو دقیق نظر حاکم کہ ان کا یہ فعل بعد دخول وقت مسجد سے بے نیت شہود جماعت باہر جاتا ہوا یہ بھی مکروہ اور حدیث میں اس پر وعید شدید وارد ابن[2] ماجۃ عن امیر المومنین عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الرجعۃ فھو منافق درمختار میں ہے کرہ تحریما للنھی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا بحرالرائق میں ہے الظاھر من الخروج من غیر صلاۃ عدم الصلاۃ مع الجماعۃ الخ **اقول** وظاھر ان المراد بالجماعۃ ھی الجماعۃ المسنونۃ المشروعۃ دون المکروھۃ الممنوعۃ فان النھی عن الخروج انما ھو لطلب الجماعۃ فلا یتناول الا الجماعۃ المطلوبۃ شرعا کیف وقد تقدم ان الجماعۃ بلا اذان کلا جماعۃ فلا یعتد بھا اصلا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم **جواب سوال دوم** خوف فوت تہجد

---

[1] مثلاً جمعہ کے دن شہر یا قصبہ میں جو معذور ظہر پڑھیں اُنھیں اذان کی اجازت نہیں اگرچہ جماعت کریں کہ اُنھیں جماعت کرنا بھی جائز نہیں موسم حج میں عصر عرفہ وعشائے مزدلفہ کے لیے صرف تکبیر ہوتی ہے نہ اذان کما فی الھندیۃ عن الخانیۃ ولاحاجۃ ھھنا الی استثناء فوائت تودی فی المسجد کما فعل الشامی ولا ما وراء اول فوائت ولو ادیت فی غیر المسجد کما زدناہ علیہ لان الکلام ھھنا فی الاداء ۱۲ منہ غفرلہ [2] سندہ ضعیف واقتصرنا علیہ تبعا للبحر وغیرہ وقد ثبت بسند صحیح من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لکن فیہ تخصیص مسجد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یسمع النداء فی مسجدی ھذا ثم یخرج منہ الا لحاجۃ ثم لا یرجع الیہ الا منافق رواہ الطبرانی فی الاوسط ولابی داؤد فی مراسیلہ عن سعید بن المسیب ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لا یخرج من المسجد احد بعد النداء الا منافق الا لعذر اخرجتہ حاجۃ وھو یرید الرجوع منہ غفرلہ

نہ ترک جماعت مامور بہا کا مجوز ہوسکتا ہے نہ بعد دخول وقت بے شرکت جماعت شرعیہ مسجد سے نکل جانے کا مبیح نہ جماعت مکروہہ ممنوعہ کا داعی نہ خود اس عذر کا غالبًا کوئی محصل صحیح کیا اذان موجب فوت تہجد ہے غرض یہ بہانہ مسموع نہیں اگرچہ تہجد سنت ہی ہو کما الیہ کلام المحقق فی الفتح ومال الیہ تلمیذہ المحقق محمد ن الحلبی فی الحلیۃ قائلا انہ الاشبہ کما[1] **اوّلاً** وہ برتقدیر سنیت بھی معارضۂ جماعت کا صالح نہیں دربارۂ تہجد صرف ترغیبات ہیں اور ترک جماعت پر سخت ہولناک وعیدیں حتی کہ حکم کفر تک وارد علی تاویلاتہ المعروفۃ فی امثال المقام وحدیثہ[2] عند احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ ابن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند حسن وقال ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المتخلفین عن الجماعات لو ترکتم سنۃ[3] نبیکم لکفرتم اور جماعت[4] عشا کے نہ حاضر ہونے پر گھر جلا دینے کا قصد فرمانا ثابت کما فی الصحیحین من حدیث ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الباب غیرہ[5] **ثانیًا** فوت سنت آئندہ کے خوف متیقن سے فی الحال اپنے ہاتھوں سنت جلیلہ چھوڑ دینے کی نظیر یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی شخص مرگ فردا کے اندیشہ سے آج خودکشی کرلے **ثالثًا** یہ جاگنے میں قصدًا مکروہات ومنہیات شرعیہ کا ارتکاب ہوگا اور تہجد نہ بھی ملا تو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نوم میں تفریط نہ رکھی **احمد**[6] ومسلم وابوداؤد وابن حبان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ" بلکہ بہ نیت تہجد سونے والے کو اگرچہ تہجد نہ پائے ثواب تہجد کا وعدہ فرمایا اور اُس کی نیند کو رب العزت جل جلالہ کی طرف سے صدقہ بتایا مالک فی المؤطا وابوداؤد والنسائی عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ما من امرئ تکون لہ صلاۃ اللیل یغلبہ علیہا نوم الا کتب اللہ لہ اجر صلاتہ وکان نومہ علیہ صدقۃ وھو عند ابن ابی الدنیا فی کتاب التھجد بسند جید النسائی وابن ماجۃ وخزیمۃ والبزار بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اتی فراشہ وھو ینوی ان یقوم یصلی من اللیل فغلبتہ عیناہ حتی اصبح کتب لہ ما نوی وکان نومہ صدقۃ علیہ من ربہ عزوجل وھو بمعناہ عند ابن حبان فی صحیحہ عن ابی ذر او ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہما ھکذا بالشک امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابوحثمہ اور اُن کے صاحبزادہ سلیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما کو جماعت صبح میں نہ دیکھا اُن کی زوجہ اور اُن کی والدہ شفا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے سبب پوچھا کہا نماز شب کے سبب نیند نے غلبہ کیا نماز صبح پڑھ کر سورہے فرمایا مجھے جماعت صبح میں حاضر ہونا نماز تمام شب سے محبوب تر ہے **مالک** عن ابن شہاب عن ابی بکر بن سلیمن بن ابی حثمہ

---

[1] سیأتی نصہ فی جواب السؤال الثالث ۱۲ منہ [2] ھذہ روایۃ ابی داؤد والحدیث بلفظ لضللتم عند مسلم وغیرہ ۱۲ منہ [3] بعض احادیث میں عشا بعض میں فجر بعض میں جمعہ بعض میں مطلق جماعت وارد ہے اور سب صحیح ہیں کما فی عمدۃ القاری للامام العینی یہاں ذکر عشا ہی تھا لہذا اُس کی تخصیص کی ۱۲ منہ غفرلہ [4] فانہ حدیث مشہور رومن حدیث عمرو بن ام مکتوم عند احمد وعن اسامۃ بن زید عند ابن ماجۃ وعن انس بسند جید وعن ابن مسعود کلیھما عند الطبرانی فی الاوسط وعن جابر بن عبد اللہ عند الطحاوی فی مشکل الآثار وقد ذکرنا احادیثھم فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنفید حکم الجماعۃ اما حدیث ابی ھریرۃ فرواہ من لا یحصی من اصحاب الصحاح والسنن والمسانید والمعاجیم واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ [5] عزاہ فی الجامع الصغیر لاحمد وابن حبان قال شارحہ المناوی ورواہ عنہ ابوداؤد وغیرہ اھ ولا شک انہ موجود فی صحیح المسلم ۱۲ منہ

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ فقد سلیمٰن ابن ابی حثمۃ فی صلاۃ الصبح وان عمر بن الخطاب غدا الی السوق و مسکن سلیمٰن بین السوق والمسجد النبوی فمر علی الشفاام سلیمٰن فقال لہا لم ار سلیمٰن فی الصبح فقالت انہ بات یصلی فغلبتہ عیناہ فقال عمر لان اشہد صلاۃ الصبح فی الجماعۃ احب الی من ان اقوم لیلۃ عبدالرزاق فی مصنفہ عن معمر عن الزہری عن سلیمٰن ابن ابی حثمۃ عن امہ الشفا قالت دخل علی عمرو عندی رجلان نائمان تعنی زوجہا ابا حثمۃ و ابنہا سلیمٰن فقال اما صلیا الصبح قلت لم یزالا یصلیان حتی اصبحا فصلیا الصبح وناما فقال لان اشہد الصبح فی جماعۃ احب الی من قیام لیلۃ واللہ تعالٰی اعلم۔ **جواب سوال سوم۔ اقول وباللہ التوفیق**۔ اس مسئلہ میں جواب حق وحق جواب یہ ہے کہ عذر مذکور فی السؤال سرے سے بیہودہ وسراپا اہمال ہے وزعم کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اُسے تفویت جماعت پر باعث ہوتا ہے اگر تہجد بروجہ سنت ادا کرتا تو وہ خود فوت واجب سے اُس کی محافظت کرتا نہ کہ اُلٹا فوت کا سبب ہوتا قال اللہ عزوجل ان الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر بیشک نماز بیحیائی اور بُری باتوں سے روکتی ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصلحین قبلکم وقربۃ الی اللہ تعالٰی ومنہاۃ عن الاثم وتکفیر للسیئات ومطردۃ للداء عن الجسد تہجد کی ملازمت کرو کہ وہ اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دُور کرنے والا رواہ الترمذی فی جامعہ وابن ابی الدنیا فی التہجد وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک وصححہ والبیہقی فی سننہ عن ابی امامۃ الباھلی واحمد والترمذی وحسنہ والحاکم والبیہقی عن بلال والطبرانی فی الکبیر عن سلمان الفارسی وابن السنی عن جابر بن عبداللہ وابن عساکر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین تو فوت جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اگر میزان شرع مطہر لے کر اپنے احوال وافعال تولے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اُسی کے سر تھا بھلا یہ تہجد وقیلولہ وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کیے جب تو انھیں تفویت شعار عظیم اسلام کے لیے کیوں عذر بناتا ہے اور اگر وہ ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قولاً وفعلاً منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد وقیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو گیا قرآن وحدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام لیل کیے ہیں حاشا وکلا ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ✽ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است یا ھذا سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کر۔ یہ کیا کہ سنت لیجیے اور واجب فوت کیجیے۔ ذرا بگوش ہوش سُن اگرچہ حق تلخ گزرے وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ چھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے تفویت جماعت کی اجازت دے جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھونہما بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز نقد ہے مگر حاشا خدام فقہ وحدیث نہ تجھے تفویت واجب کا فتوٰی دیں گے نہ عادی تہجد کو ترک تہجد کی ہدایت کرکے ارشاد حضور سید الاسیاد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا عبداللہ لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل کا خلاف کریں گے رواہ الشیخان عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما یہ اس لیے کہ وہ بتوفیقہ عزوجل حقیقت امر سے آگاہ ہیں اُن کے یہاں عقل سلیم

ونظر قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد وجماعت میں تعارض نہیں اُن میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفس شریر وسوئے طرز تدبیر سے ناشی ہوا یا ھذا اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور بطلب آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً آثم وتارک واجب اور اس عذر باطل میں مبطل وکاذب ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوٰت فلا یجیبہ ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سُنے اور حاضر نہ ہو حدیث حسن قد ذکرنا تخریجہ ولفظ الطبرانی ینادی بالصلاۃ ویدعو الی الفلاح اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنۂ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد عجاب کہاں سے پیدا ہوا اُس کی تدبیر کر کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا یوں ہے تو اول وقت خواب کر اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارھم نے قیلولہ کے لیے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز وتلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبرٰی سے نصف النہار تک وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر وتلاوت میں مشغول ہو امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ عوارف شریف میں فرماتے ہیں النوم بعد الفراغ من صلاۃ الضحی وبعد الفراغ من اعداد اخر من الرکعات حسن قال سفین کان یعجبھم اذا فرغوا ان ینامو اطلبا للسلامۃ وھذا النوم فیہ فوائد منھا انہ یعین علی قیام اللیل (الی قولہ قدس سرہ) وینبغی ان یکون انتباھہ من نوم النھار قبل الاستواء بساعۃ حتی یتمکن من الوضوء والطھارۃ قبل الاستواء بحیث یکون وقت الاستواء مستقبل قبلۃ ذاکرا ومسبحا او تالیا الخ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو لیا اُس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے اچھا ٹھیک دوپہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آجائے ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ وبے بستر سونا بھی مسنون ہے سوتے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ وقت نوم تک بخارات طعام فرو ہولیں اور طول منام کے باعث نہ ہوں سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے سید المرسلین فرماتے ہیں ماملأ آدمی وعاءً شرا من بطنہ بحسب ابن اٰدم اکلات یقمن صلبہ فان کان لامحالۃ فثلث لطعامہ وثلث لشرابہ وثلث لنفسہ آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اُس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے تہائی پانی تہائی سانس کو رواہ الترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان عن المقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے جو بہت کھائے گا بہت پیے گا جو بہت پیے گا بہت سوئے گا جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات وبرکات کھوئے گا ؎ استغفر اللہ من قول بلا عمل ؛ لقد نسبت بہ نسلا لذی عقم ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کثرۃ الاکل شؤم بیشک بہت کھانا منحوس ہے رواہ البیھقی فی شعب الایمان عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا یوں بھی نہ گزرے تو قیام لیل میں تخفیف کر دو رکعتیں خفیف وتام بعد نماز عشا ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں مثلاً نو بجے عشا پڑھ کر سو رہا دس بجے اُٹھ کر دو رکعتیں

پڑھ لیں تہجد ہوگیا حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح انہ تھجد انما التھجد المرء یصلی الصلوۃ بعد رقدۃ تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اُٹھ کر صبح تک نماز پڑھے جبھی تہجد ہو تہجد صرف اس کا نام ہے کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے رواہ الطبرانی عن الحجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن انشاء اللہ تعالٰی[1] سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اُس پر سچا توکل مولٰی تبارک وتعالٰی جب تیرا حسن نیت وصدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائیگا من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ عوارف شریف میں ہے لتغییر العادۃ فی الوسادۃ والغطاء والوطاء تاثیر فی ذلک ومن ترك شیئا من ذلك واللہ عالم بنیتہ وعزیمتہ یثیبہ علی ذلك بتیسیر مارام اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کرکہ وقت جماعت سے پہلے جگادے کما وکل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلالا رضی اللہ تعالٰی عنہ لیلۃ التعریس ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے انشاء اللہ تعالٰی فوت جماعت سے محفوظی ہوگی اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا سو رہا کما وقع لسیدنا بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدق نیت وحسن تدبیر پر ثواب جماعت پائے گا وباللہ التوفیق **کیا** تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اُس تک سونے کا وقفہ نہیں جب تو سب وقتوں سے چھوٹ گیا سو کر پڑھی یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے جماعت پڑھ ہی کر نہ سوئے کہ خوف فوت اصلاً نہ رہے جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے الشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ماکنا نقیل ولانتغذی الا بعد الجمعۃ وفی لفظ للبخاری کنا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعۃ ثم تکون القائلۃ وعندہ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نبکر الی الجمعۃ ثم نقیل **غرض** یہ تین صورتیں ہیں پیش از زوال سو اُٹھنا بعد جماعت سونا ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں رب عزوجل سے ڈرے اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکر تہجد تفویت جماعت کا موجب ہوتا ہے بالجملہ ماہ نیم ماہ کہ مہر نیمروز کی طرح روشن ہوا کہ عذر مذکور یکسر مدفوع ومحض نامسموع جماعت وتہجد میں اصلاً تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز کیجیے اور بوجہ تعذر جمع راہ ترجیح لیجیے ھذا ھو حق الجواب واللہ الھادی الی سبیل الصواب **بالجملہ** اگر اس تقدیر ضائع وفرض خلاف واقع کا مان لینا ہی ضرور تو جماعت اولٰی پر تہجد کی ترجیح محض باطل وہجور اگر حسب تصریح عامہ کتب تہجد مستحب وحسب اختیار جمہور مشائخ جماعت واجب مانیے جب تو ظاہر کہ واجب ومستحب کی کیا برابری نہ کہ اس کو اُس پر تفضیل وبرتری اور اگر تہجد میں اعلی الاقوال کی طرف ترقی اور جماعت میں ادنی الاحوال کی جانب تنزل کرکے دونوں کو سنت ہی مانیے تاہم تہجد کو جماعت سے کچھ نسبت نہیں جماعت بر تقدیر سنیت بھی تمام سنن حتی کہ سنت فجر سے بھی اہم وآکد واعظم ہے ولہذا اگر امام کو نماز فجر میں پائے اور سمجھے کہ سنتیں پڑھے گا تو تشہد بھی نہ ملے گا تو بالاجماع سنتیں ترک کرکے جماعت میں مل جائے والمسئلۃ منصوص علیھا فی کتب المذھب کافۃ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں زیر قول مصنف الجماعۃ سنۃ فی الاصح فرمایا وفی البدائع عامۃ المشائخ علی الوجوب وبہ جزم فی التحفۃ وغیرھا وفی جامع الفقہ اعدل الاقوال واقومھا الوجوب (الی ان قال) وعلی القول بانھا سنۃ ھی اٰکد من سنۃ الفجر رد المحتار باب النوافل میں ہے

---

[1] علق بالمشیۃ لان فیہ ابن لھیعۃ والکلام فیہ معروف والاصوب فیہ عندی ان حدیثہ حسن انشاء اللہ تعالٰی ۱۲ منہ۔

لیس لہ ترك صلاۃ الجماعۃ لانہا من الشعائر فہی اٰکد من سنۃ الفجر ولذا یترکہا لو خاف فوت الجماعۃ اور سنت فجر بالاتفاق بقیہ تمام سنن سے افضل ولہذا بصورت فوت مع الفریضہ بعد وقت قبل زوال اُن کی قضا کا حکم ہے بخلاف سائر سنن کہ وقت کے بعد کسی کی قضا نہیں ولہذا بلاعذر مبیح سنت فجر کو بیٹھ کر پڑھنا ناجائز بخلاف دیگر سنن کہ بے عذر بھی روا اگرچہ ثواب آدھا ولہذا صاحبین رحمہما اللہ تعالٰی کہ قائل سنیت وتر ہوئے سنت فجر کو اُس سے آکد ماننے کی طرف گئے درمختار میں ہے السنن اٰکدھا سنۃ الفجر اتفاقا وقیل بوجوبہا فلاتجوز صلاتہا قاعدا بلاعذر فی الاصح ولا یجوز ترکہا لعالم صار مرجعا فی الفتاوی بخلاف باقی السنن وتقضی اذا فاتت معہ بخلاف الباقی اھ ملخصا بحرالرائق میں ہے سنۃ الفجر اقوی السنن باتفاق الروایات لما فی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت لم یکن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی شیئ من النوافل اشد تعاھدا منہ علی رکعتی الفجر اُسی میں خلاصہ سے ہے اجمعوا علی ان رکعتی الفجر قاعدا من غیر عذر لاتجوز کذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ اُسی میں قنیہ سے ہے اذا لم یسع وقت الفجر الا الوتر والفجر اوالسنۃ والفجر فانہ یوتر ویترك السنۃ عند ابی حنیفۃ وعندھما السنۃ اولی من الوتر پھر مذہب اصح پر سنت قبلیہ ظہر بقیہ سنن سے آکد ہیں صححہ المحسن واستحسنہ المحقق فی الفتح فقال وقد احسن لان نقل المواظبۃ الصریحۃ علیہا اقوی من نقل مواظبتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی غیرھا من غیر رکعتی الفجر اھ وکذا صححہ فی الدرایۃ والعنایۃ والنہایۃ وکذا ذکر تصحیحہ العلامۃ نوح کما فی الطحطاوی علی مراقی الفلاح وکذا صححہ فی البحر عن القنیۃ وعلیہ بوردالوعید وتبعہ فی الدر اور امام شمس الائمہ حلوانی کے نزدیک سنت فجر کے بعد افضل وآکد رکعتین مغرب ہیں پھر رکعتین ظہر پھر رکعتین عشا پھر قبلیہ ظہر کما فی الفتح وغیرہ **قلتُ** وعلیہ مشی فی الھندیۃ عن تبیین الحقائق للامام الزیلعی فقال اقوی السنن رکعتا الفجر ثم سنۃ المغرب ثم التی بعد الظھر ثم التی بعد العشاء ثم التی قبل الظھر پھر شك نہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیك سب سنن رواتب تہجد سے اہم وآکد ہیں **اقول** وکیف لا وقد ثبت استنانہا مؤکدا من دون تردد بخلاف التہجد فان جمہور العلماء یعدونہ من المندوبات حتی جاء المحقق ابن الھمام فبحث بحثا ولم یقطع قولا فتردد فی ندبہ واستنانہ مع التنصیص بان الادلۃ القولیۃ انما تفید الندب ثم بحث تلمیذہ المحقق ابن امیر الحاج اشبہیۃ سنیتہ علی مافیہ من نزاع طویل ولولا غرابۃ المقام ومخافۃ الطویل لاتینا بما فیہ من قال وقیل ولہذا ہمارے علما سنن رواتب کی نسبت فرماتے ہیں انہا لتاکدھا اشبہت الفریضۃ کما فی الدر اور یہی مذہب جمہور ومشرب منصور ہے وان خالفہم الامام ابواسحٰق المروزی من الشافعیۃ فقال بتفضیل التہجد مطلقا وتبعہ الامام الاجل ابوزکریا النووی الشافعی فی المنہاج مستدلا بما لاحجۃ لہ فیہ عند التدقیق کما بیناہ[1] فی بعض تعلیقاتنا وقد علمت مذھب اصحابنا واجماعھم علی ان الاقوی الاٰکد

---

[1] اخرجہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ ومحمد بن ھارون الرویانی فی مسندہ والطبرانی فی الکبیر عن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہما قالا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الصلاۃ بعد المکتوبات صلاۃ فی جوف اللیل فحملہ ابواسحٰق المروزی ومن وافقہ علی ظاہرہ فقالوا ان صلاۃ اللیل افضل من السنن الراتبۃ قال الامام النووی وقال اکثر اصحابنا الرواتب افضل لانہا تشبہ الفرائض قال والاول اقوی واوفق للحدیث اھ وتبعہ العلامۃ میرك فقال فیہ حجۃ لابی اسحٰق المروزی من شافعیۃ علی ان صلاۃ

مطلقا سنۃ الفجر فلا علیك من جنوح الفاضل میرك وباللہ التوفیق تعالٰی وتبارك تو تہجد جماعت کے کمتر از کمتر از کمتر سے کمتر یا پنچویں درجہ میں واقع ہے سب سے آکد جماعت[۱] پھر سنت فجر[۲] پھر قبلیۂ ظہر[۳] پھر باقی رواتب[۴] پھر تہجد وغیرہ[۵] سنن ونوافل اور دوسرے قول پر تو کہیں ساتویں درجے میں جاکر پڑے گا کہ سب سے اقوی جماعت[۱] پھر سنت فجر[۲] پھر سنت مغرب[۳] پھر بعدیۂ ظہر[۴] پھر بعدیۂ عشا[۵] پھر قبلیۂ ظہر[۶] پھر تہجد[۷] وغیرہا پس تہجد کو سنت ٹھہراکر بھی جماعت سے افضل کیا برابر کہنے کی بھی اصلا کوئی راہ نہیں نہ کہ مستحب مان کر اگر کہیے یہاں کلام جماعت اولٰی میں ہے کہ سوال میں اس کی تصریح موجود اور واجب یا اس اعلٰی درجہ کی مؤکد مطلق جماعت ہے نہ خاص جماعت اولٰی بلکہ وہ صرف افضل واولٰی اور فضل تہجد اس سے اعظم واعلٰی تو حفظ تہجد کے لیے ترک اولٰی جائز وروا اگرچہ افضل اتیان واداء **اَقُوْلُ وَبِاللہِ التَّوْفِیْق** قطع نظر اس سے کہ جب تعارض مسلم اور فضل تہجد آکد واعظم تو حفظ تہجد کو ترک اُولٰی نہ ترک اَولٰی بلکہ ترک ہی اَولٰی کما لایخفی یہ تاصیل وتفریع سراسر بے اصل واحداث شنیع کہ نہ احادیث حضور پُرنور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلاۃ والسلام اُس کے مساعد نہ کلمات وروایات علمائے کرام وفقہائے عظام مؤید وشاہد اگر ایسا ہو تو بے عذر فوت تہجد وغیرہ بھلے چنگے بیٹھے بٹھائے بھی جماعت اولٰی قصدا فوت کردینا جائز وروا ہو جبکہ ایک آدمی اپنے ساتھ جماعت کے لیے حاضر ومہیا ہو کہ آخر کچھ گناہ نہ کیا صرف ایک اولویت ترک کی جس میں حکم کراہت بھی نہیں معاذ اللہ مسلمان اگر اس پر عمل کریں تو امر جماعت میں کس قدر تفرقہ شنیعہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۳)

اللیل افضل من الرواتب وقال اکثر العلماء ان الرواتب افضل والاول اقوی لنص ھذا الحدیث قال وقد یجاب بان معناہ من افضل الصلاۃ وھو خلاف سیاق الحدیث اھ اما موافقوا الجمھور فاولوہ بان المراد النوافل وتوابعھا ای کان الرواتب لشدۃ التصاقھا بالمکتوبات وشبھھا بھا دخلت فی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد المکتوبۃ قال المولی علی القاری فی المرقاۃ افضل الصلاۃ بعد المفروضۃ ای ورواتبھا اھ وقال المناوی فی تیسیرای ولواحقھا من الرواتب ونحوھا من کل نفل یسن جماعۃ اذ ھی افضل من مطلق النفل علی الاصح اھ ومثلھا فی السراج المنیر للعزیزی وقال محمد الحفنی فی تعلیقاتہ علی الجامع الصغیر ای النفل المطلق فی اللیل افضل منہ فی النھار والا فالراتبۃ فی النھار افضل من التھجد اھ وابدی القاری جوابین اخرین فقال وقد یقال التھجد افضل من حیث زیادۃ مشقتہ علی النفس وبعدہ عن الریاء والرواتب افضل من حیث الاکدیۃ فی المتابعۃ للمفروضۃ فلامنافاۃ اھ ای ان التھجد لہ ھذا الفضل الجزئی علی الرواتب فلاینافی فضلھا الکلی قال او یقال صلاۃ اللیل افضل لاشتمالھا علی الوتر الذی ھو من الواجبات اھ **اقول** ھذا لایصلح بیانا لمعنی کلام الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذلا واجب عندہ انما ثمہ طلب جازم فافتراض اوغیر جازم فندب عما حققہ المحقق حیث اطلق فی الفتح فان کان الوتر عندہ واجبا لدخل فی ثنیا المکتوبۃ ولو ترك قولہ الذی ھو من الواجبات وھی الکلام علی استنان الوتر کما ھو مذھب الصاحبین لم یتجہ ایضا لان سنۃ الفجر افضل من الوتر علی قولھما کما سمعت **اقول** وظھر للعبد الضعیف جواب حسن احسن من کل ما سبق وھو ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یقل ان التھجد افضل الصلوۃ بعد المکتوبات حتی یکون دلیلا لمن شذ انما قال صلاۃ اللیل فان ثبت ان صلاۃ اللیل تشتمل علی نافلۃ غیر التھجد ھی افضل النوافل مطلقا حتی رواتب سقط الاحتجاج بہ وھو ثابت بحمد اللہ تعالٰی بحدیث الصحیحین عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ منھا الوتر ورکعتا الفجر فھذہ ام المؤمنین وامام الفقھاء والمحدثین وغرۃ العرب العرباء الافصحین رضی اللہ تعالٰی عنھا قد عدت سنۃ الفجر من صلاۃ اللیل فھذہ ھی النافلۃ التی تفوق الصلوات کلھا بعد المکتوبۃ فبالاشتمال علیھا فضلت صلاۃ اللیل علی صلاۃ النھار بالاطلاق فھذا الجواب القاطع بحمد اللہ تعالٰی ثم لاغرو من الامام الاجل النووی انما العجب من العلامۃ میرك کیف تبعہ وخالف اجماع ائمۃ مذھبہ علی ان سنۃ الفجر اکد النوافل مطلقا وباللہ التوفیق ۱۲ منہ

واقع ہوتا ہے وجوب جان کر ترک پر سخت سخت وعیدیں سن کر تو بہت لوگ کسل وکاہلی کر جاتے ہیں کاش یہ سُن پائیں کہ جماعت اولٰی کی حاضری شرعاً کچھ ضرور نہیں ایک بہتر بات ہے کی کی نہ کی تو ابھی جو رہا سہا انتظام جماعت ہے سب درہم برہم ہوا جاتا ہے لوگ مزے سے اذان سنیں اور اپنے لہو ولعب میں مشغول رہیں کہ جلدی کیا ہے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنالیں گے کیا ایسی ہی متفرق بے نظم جماعتوں کی طرف حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلایا کیا انھیں کے ترک پر سخت سخت جگر شگاف وعیدوں کا حکم سنایا حاش للہ ثم حاش للہ ذرا نگاہِ انصاف درکار کہ یہ قصداً تفریق جماعت وتقلیل حضار کس قدر مقاصد شرع سے دور اور نورانیت حق وصواب سے بعید ومہجور ہے نہیں نہیں بلکہ یقیناً وجوب تاکد مذکور خاص جماعت اولٰی کے لیے منظور اور وہی صدر اول سے معہود اور وہی احادیث وعید علی الترک میں مقصود اور زنہار زنہار ہرگز جائز نہیں کہ بے عذر مقبول شرعی جماعت ثانیہ کے بھروسے پر جماعت اولٰی قصداً چھوڑ دیجیے اور داعی الٰہی کی اجابت نہ کیجیے جماعت ثانیہ کی تشریع اس غرض سے ہے کہ احیاناً بعض مسلمین کسی عذر صحیح مثل مدافعت اخبثین یا حاجت طعام وغیرہا کے باعث جماعت اُولٰی سے رہ جائیں وہ برکت جماعت سے مطلقاً محرومی نہ پائیں بے اعلان[1] وتداعی محراب سے جدا ایک گوشے میں جماعت کرلیں نہ کہ اذان ہوتی رہے داعی الٰہی پکارا کرے جماعت اُولٰی ہوا کرے مزے سے گھر میں بیٹھے باتیں بنائیں یا پاؤں پھیلا کر آرام فرمائیں کہ عجلت کیا ہے ہم اور کرلیں گے یہ قطعاً یقیناً بدعت سیئہ شنیعہ ہے هذا مما لایشك فیه من دخل بستان الفقه فشرع فالانوارہ الفائحة او فتح اجفان الفکر فشام برقا من انوارہ اللائحة ومالنا نسترسل فی سرد البراھین علی مثل ھذا الواضح المبین ولکن لاباس ان نذکر شیئا من التنبیه لیستظھر الفقیه ویتذکر النبیه **فاقول** وبه نستعین **اولاً** فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کا ایک موجز وجامع رسالہ مسمّی بنام تاریخی حسن البراعة فی تنفیذ حکم الجماعة ہے جس میں بفضلہٖ سبحنہ وتعالٰی حکم جماعت کی تحقیق حدیثی وفقہی اعلٰی درجۂ کمال وجمال پر موفق ہوئی ہمارے علماء سے درباب جماعت شاذ ومشہور ومقبول ومہجور چھ قول ماثور فرض عین، فرض کفایہ، واجب عین، واجب کفایہ، سنّت مؤکدہ، مستحب۔ اس نفیس مبارک رسالہ نے بعونہٖ تعالٰی ثابت کر دکھایا کہ ان اقوال میں اصلاً تدافع وتمانع نہیں سب حق وصحیح اور اپنے اپنے معنی پر رجیح ونجیح ہیں یہ جلیل تحقیق جمیل توفیق وللہ الحمد والمنۃ عجب نادر معجب وعنقائے مغرب ہے جس کا نام سن کر ناظر متحیرانہ کہے ھذا لایکون وکیف یکون اور جب اس کی زاہر تحریر باہر تقریر پر اطلاع پائے متعجبانہ اعتراف کرے کہ لمثل ھذا فلیعمل العاملون اس رسالہ میں ہم نے احادیث عبداللہ بن عباس وابوہریرہ وربیعہ وکعب بن عجرہ وانس بن مالک وعثمٰن غنی وعمرو بن ام مکتوم وابو امامہ وجابر بن عبداللہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کیا کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اذان سُن کر حاضری واجب فرمائی اداشناس سخن انھیں احادیث سے جان سکتا ہے کہ اذان کس جماعت کے لیے بلاتی اور شرع اُس کی اجابت کیوں واجب فرماتی ہے مگر میں یہاں اصرح واوضح ذکر کروں حدیث حسن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اوپر گزری جس میں ندا سُن کر نہ حاضر ہونے پر حکم جفا وکفر ونفاق فرمایا گیا طبرانی کے یہاں بطریق آخر یوں آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بحسب المؤمن من الشقاء والخیبة ان یسمع المؤذن یثوب بالصلٰوۃ فلا یجیبه مسلمانوں کو یہ بدبختی ونامرادی بہت ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سُنے اور اُس کا بلانا قبول نہ کرے اس روایت نے روایت سابقہ کی تفسیر کردی کہ وہاں بھی ندا سے یہی تکبیر مراد تھی فان الاحادیث یفسر بعضھا بعضا وخیر تفسیر

---

[1] اعلان وتداعی معروف شرعی کہ نماز کے لیے مقرر ہے یعنی اذان ۱۲ منہ

للحدیث ما یستبین بجمع طرقہ بلکہ عند التحقیق احادیث ایجاب اجابت فعلیہ عند الاذان کا مرجع بھی اسی طرف کہ ہم نے رسالہ مذکورہ میں احادیث وآثار ابوقتادہ وجابر بن عبداللہ وام المومنین وابوہریرہ وجابر بن سمرہ وامیر المومنین فاروق اعظم وعبداللہ بن عمرو ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کیا کہ یہ وجوب تا وقت اقامت موسع ہے اگرچہ قنیہ ومجتبٰی میں صراحۃً تضییق کی کہ جو اذان سُن کر تکبیر کے انتظار میں بیٹھا رہے بدکار ومردود الشہادۃ ہے بحرالرائق میں ہے فی القنیۃ لو انتظر الاقامۃ لدخول المسجد فھو مسیئ اُسی میں ہے فی المجتبٰی من کتاب الشھادۃ من سمع الاذان فی بیتہ لا تقبل شھادتہ غرض حدیث سے ثابت کہ جو تکبیر سُن کر حاضر جماعت نہ ہو اُسے بدبخت نامراد ظالم اظلم کافر منافق فرمایا للہ انصاف کیا تکبیر کسی مطلق جماعت کی طرف بلاتی ہے کیا اس جماعت میں بلونہ بلو ہر دعوت تکبیر کی اجابت ہوجاتی ہے کیا اُس میں حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کے یہ معنی ہیں کہ چاہے اس نماز وفلاح میں حاضر ہو چاہے نہ آؤ اپنی الگ کرلینا شاید قد قامت الصلوۃ کا یہی مطلب ہوگا کہ یہ نماز تو کھڑی ہو ہی گئی اب اس میں آکر کیا کروگے تم اور کوئی بیٹھی ہوئی اُٹھانا حاشا وکلا بلکہ تکبیر اسی جماعت کی طرف بلاتی اور اسی کی عدم حاضری پر وہ حکم ظلم وکفر ونفاق وشقاوت وخیبت ہے تو قطعًا حکم وجوب وتاکد کی مصداق یہی ماثور ومعہود جماعت ہے **ثانیًا** یہ توسیع تو ہمارے طور پر بھی اگر تصریح قنیہ ومجتبٰی وتقریر بحر پر نظر کیجیے تو امر اظہر کہاں وہ تضییق کہ اذان کے بعد تکبیر کا انتظار بھی جائز نہیں کہاں یہ توسیع شنیع کہ سرے سے جماعت اولٰی میں حاضر ہونا ہی کچھ ضرور نہیں **ثالثًا** روشن تر نص قاطع لیجیے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاشانۂ اطہر سے مسجد انور میں قریب[1] امامت جلوہ فرما ہوتے ایک دن نماز عشا[2] کو تشریف لائے جماعت[3] میں قلت دیکھی کچھ لوگ حاضر نہ پائے نہایت[4] شدید غضب وجلال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے ظاہر ہوا ارشاد فرمایا خدا کی قسم میرے جی میں آتا ہے کہ مؤذن کو تکبیر کا حکم دوں پھر کسی کو امامت کے لیے فرماؤں پھر بھڑکتی ہوئی مشعلیں لے جاؤں اور اُن لوگوں پر اُن لوگوں کے گھر پھونک دوں جنھیں یہ

---

[1] هذا ثابت فی غیر هذا الحدیث من عدۃ احادیث صحاح اوردناها فی حسن البراعۃ ۱۲ منہ رحمہ اللہ۔ [2] هذا منصوص علیه فی هذا الحدیث عند مسلم فی صحیحہ وعند غیرہ ۱۲ منہ رحمہ اللہ۔ [3] هذا عند احمد وغیرہ من حدیث کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعند سراج فی مسندہ فی هذا الحدیث۔ [4] هذا فی روایۃ السراج قال ثم خرج الی المسجد فاذا الناس عزون واذا هم قلیلون فغضب غضبا شدیدا لا اعلم انہ رأیتہ غضب غضبا اشد منہ ثم قال لقد هممت ان امر رجلا یصلی بالناس ثم اتتبع هذہ الدور التی تخلف اهلوها عن هذہ الصلوۃ فاضرمها علیهم بالنیران

[5] فان قلت الیس فی نفس الحدیث ما یدل ان الاولی لا تجب عینا والا لما هم هو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یقیم الصلاۃ ثم ینصرف الیهم لاحراق بیوتهم قلت هذا السؤال قد اورد قبل علی الاحتجاج بالحدیث لوجوب الجماعت وقد تصدی العلماء لجوابه قال العلامۃ السید محمود العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری الثالث (ای من وجوہ الجواب عن حدیث الباب) ما قالہ ابن بریدۃ عن بعضهم انہ استنبط من نفس الحدیث عدم الوجوب لکونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هم بالتوجہ الی المتخلفین فلو کانت الجماعۃ فرض عین ما هم بترکها اذا توجہ قال العینی ثم نظر فیہ ابن بریدۃ بان الواجب یجوز ترکہ لما هو اوجب منہ اھ کلام العمدۃ **اقول** فلقد صح مثل ذلک عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجمعۃ اخرج مسلم فی صحیحہ عن عبداللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ لقد هممت ان امر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتهم **اقول** علا ان عبداللہ بن وهب روی الحدیث فی مسندہ فقال حدثنا ابن ابی ذئب حدثنا عجلان عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکر الحدیث وفیہ لینتهین رجال من حول المسجد لا یشهدون العشاء او لاحرقن بیوتهم وقد قال فی حدیث سقناه عن الجامع الصحیح ثم اخذ شعلا من نار ولا نسلم ان بین ان یذهب بعد الاقامۃ بشعل قد اوقدت الی بیوت حول المسجد فیضرمها علیهم وبین الرجوع الی المسجد ما یوجب تفویت الجماعۃ حتی یلزم الترک نعم یفوت الادراک من اول الصلوۃ وهو لیس الا فضیلۃ ربما یترک لاقل من هذا اعلی السکینۃ فی المشی لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سمعتم الاقامۃ فامشوا الی الصلاۃ وعلیکم بالسکینۃ والوقار فما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فاتموا رواہ الشیخان وغیرهما عن ابی هریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فسقط الاشکال راسا وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

اذان سنے یہ وقت ہوگیا ابتک گھروں سے نماز کو نہیں نکلتے **البخاری** عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس صلاۃ اثقل علی المنافقین من الفجر والعشاء ولو یعلمون ما فیہما لاتوھما ولو حبوا لقد ھممت ان اٰمر المؤذن فیقیم ثم اٰمر رجلا یؤم الناس ثم اٰخذ شعلا من نار فاحرق علی من لا یخرج الی الصلاۃ بعد[1] یہ حدیث صحیح نص صریح ہے کہ وقت اقامت تک مسجد میں نہ حاضر ہونا وہ جرم قبیح ہے جس پر حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی آلہ الکرام نے اُن لوگوں کے جلادینے کا قصد فرمایا علما فرماتے ہیں یہ ارشاد کہ تکبیر کہلوا کر نماز شروع کراؤں اُس کے بعد تشریف لے جاؤں اُسی بنا پر تھا کہ اُن کی عدم حاضری ثابت اور الزام تخلف قائم ہولے اس کا منشا وہی تحقیق ہے جو ہم نے ذکر کی کہ ایجاب اجابت تاوقت اقامت موسع ہے امام اجل ابوزکریا نووی رحمہ اللہ تعالٰی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں انما ھم باتیانھم بعد اقامۃ الصلاۃ لان ذلک الوقت یتحقق مخالفتھم وتخلفھم فیتوجہ اللوم علیہ الخ **اقول** یہاں سے واضح ہوگیا کہ ظاہر حدیث میں جو کلام قنیہ ومجتبٰی کی تائید نکلتی تھی ممنوع وساقط ہے معہذا شک نہیں کہ حضور مسجد بنفسہٖ عبادت مقصودہ نہیں بلکہ غرض شہود جماعت ہے اور قبل از اقامت فوت جماعت غیر معقول تو اقامت تک وجوب مُوسع ماننے سے چارہ نہیں مگر بات یہ ہے کہ اقامت تک تاخیر یا تو امام معین کو میسر جس کے بن آئے جماعت قائم ہی نہ ہوگی یا اُسے جس کا مکان مسجد سے ایسا ملاصق کہ تکبیر کی آواز اُس پر مخفی نہ رہے گی ان کے سوا اور نمازیوں کو انتظار اقامت کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں کہ جب نہ تکبیر اُن پر موقوف نہ اُنھیں اُس کی آواز آئے گی تو کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں ایسوں کو اُسی وقت تک تاخیر روا جب تک تفویت کا خوف نہ ہو حدیث ایسے ہی لوگوں پر محمول اور ممکن کہ کلام قنیہ ومجتبٰی بھی اسی معنی پر حمل کریں فیحصل التوفیق وباللہ التوفیق **رابعًا** اگر بفرض باطل یہ احکام مطلق جماعت کے ہوتے کہ اولٰی وثانیہ دونوں جس کے فرد تو واجب تھا کہ بعد فوت اولٰی ثانیہ بالتعیین واجب ومؤکد ہوتی کہ اب برأت ذمہ اسی فرد میں منحصر ہوگئی حالانکہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو بعد فوت اولٰی وجوب درکنار نفس جواز ثانیہ میں نزاع عظیم ہے ظاہر[2] الروایہ منع وکراہت اگرچہ ماخوذ ومختار جواز ہے جبکہ بے اعادۂ اذان ہیأت اولٰی بدل کر ہو کما بیناہ فی فتاوٰنا بما یقبل المنصف وان کابر المتعسف امام اجل ظہیر الدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں لو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی فیہ اھلہ یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ **وبعبارۃ اخری** جس جماعت کو علما واجب یا سنت مؤکدہ کہتے ہیں اُس کا تاکد متفق علیہ ہے اور ثانیہ کا بعد فوت اولٰی بھی نفس جواز مختلف فیہ تو ثانیہ کسی وقت اُس جماعت سے نہیں جس کا حکم وجوب وتاکد ہے لیکن ثانیہ دائما مطلق جماعت کی فرد ہے تو لاجرم یہ احکام مطلق اصولی کے نہیں بلکہ خاص اولٰی کے ہیں وھو المطلوب ردالمحتار میں ہے قد علمت ان تکرارھا مکروہ فی ظاھر الروایۃ الا فی روایۃ عن الامام وروایۃ عن ابی یوسف[3] کما قدمناہ قریبا وسیأتی ان الراجح عند اھل المذھب وجوب الجماعۃ وانہ یاثم بتفویتھا اتفاقا بھلا وہ کیا چیز ہے جس کی تفویت

---

[1] قولہ بعد نقیض قبل مبنی علی الضم فلما حذف منہ المضاف الیہ بنی علی الضم وسمی غایۃ لانتہاء الکلام الیھا والمعنی بعد ان یسمع النداء الی الصلاۃ اھ عمدۃ القاری قلت والنفی اذا لاقی زمانا استغرق جمیع اجزائہ فیمتد من بدء وقت المضاف الیہ الی ان التکلم ولذا یرجع حاصلہ فی امثال المقام الی قولک الی الاٰن تقول ما جاءنی بعد ای بعد ان ذھب الی ھذا الحین وھذا معنی قولہ سمی غایۃ لانتھاء الکلام الیھا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ [2] یہاں کلام علی ما ھو المشہور بین کثیر من الناس ہے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ پر کہ اس کی تحقیق جمیل توفیق وجلیل تطبیق فائض ہوئی خاص سباب میں تحریر فقیر سے دیکھی ۱۲ منہ رحمہ اللہ [3] قلت وروایۃ عن محمد کما فی البحر والمجتبٰی والحلیۃ وغیرھا ۱۲ منہ

بالاتفاق گناہ ثانیہ کو تو اسی عبارت میں روایت مشہورہ پر مکروہ بتا رہے ہیں لاجرم وہ اولٰی ہی ہے تو ثانیہ کے اعتماد پر اُسے فوت کرنا بالاتفاق گناہ ہے اور گناہ کی اجازت دینی اُس سے بھی بدتر **وبعبارۃ ثالثۃ** وہی علما کہ جماعت ثانیہ کو مکروہ بتاتے ہیں وجوب تاکد جماعت کی تصریح فرماتے ہیں کما لایخفی علی من تتبع کلمات القوم وقد علمت الخلف والوفاق اور وجوب وتاکد کا کراہت سے اجتماع بمعنی نہی عن الفعل یا ندب ترک بعد حصول المتاکد یقیناً محال اگرچہ بمعنی المطلوب الدفع قبل الحصول ومطلوب الفعل بعد الحصول ممکن اور شک نہیں کہ یہاں اجتماع ہوگا تو بمعنی اول فاعرف وافہم ان کنت تفہم بالیقین وہ حکم اجماعی ایسی ہی جماعت کا ہے جو ثانیہ کو شامل نہیں ورنہ قول مشہور نہ صرف مہجور بلکہ قول بالمحال اور معاذ اللہ قانون عقل وتمیز سے دور ہوگا وای شناعۃ اشنع من ذلک **خامساً** ایک بدیہی بات سنیت کا ہے سے ثابت ہوتی ہے مواظبت حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مطلقاً یا مع الترک احیاناً اور وجوب کو کیا چاہیے انکار علی الترک بھی یا صرف مواظبت دائمہ اب دیکھ لیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس جماعت پر مواظبت فرمائی اور کس کے ترک پر نکیر آئی ظاہر ہے کہ وہ جماعت اُولٰی ہی تھی تو وجوب یا استنان موکد اُسی کا حکم ہے نہ مطلق ثانیہ کا **تنبیہ** احکام افراد جانب مطلق سرایت کرتے ہیں شبہہ نہیں مگر وہ مطلق مطلق منطقی ہے جس کے تحقق کو تحقق فرد واحد اور اُس پر صدق حکم کو صدق علی فرد ولو علی خلاف سائر الافراد کافی ولہذا بتضاد احکام افراد مورد احکام متضاد ہوتا ہے بایں معنی مطلق جماعت بیشک فرض واجب سنت مستحب مباح مکروہ حرام سب کچھ ہے کہ جماعت جمعہ وجماعت پنجگانہ وجماعت کسوف وجماعت وتر رمضان وجماعت نوافل بلاتداعی وبتداعی وجماعت ظہر فی المصر یوم الجمعہ وغیرہ سب کو شامل اس معنی پر حکم فرد کی مطلق سے نفی دوبارہ قول بالمتنافیین ہے لثبوتہ ونفیہ[1] کلیہما والمطلق کلیہما کلام اس میں نہیں مطلق اصولی یعنی فرد شائع یا ماہیت متقررہ فی ای فرد یُراد میں کلام ہے اس کی طرف احکام خاصہ فرد دون فرد ہرگز ساری نہیں ہوسکتے اور جو حکم اس کے لیے ثابت وہ ہر فرد کو ثابت مالم یمنع مانع یہ نکتہ ضروری الحفظ ہے کہ اس سے غفلت باعث غلط وشطط ہوتی ہے وقد حققہ تاج المحققین خاتمۃ المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی کتابہ المسماۃ اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد واللہ الہادی الی سبل السداد **بالجملہ** جماعت اولٰی پر ترجیح تہجد وجہ صحت رکھتی ہے نہ حکم وجوب وتاکد جماعت اولٰی سے متعدی ہے نہ باعتماد ثانیہ ترک اولٰی کی اجازت ہوسکتی ہے نہ ہرگز اولٰی وثانیہ کا ثواب مساوی ہے بلکہ باعتماد ثانیہ تفویت اولٰی گناہ قطعی اجماعی ہے **ہاں** مسجد اگر مسجد شارع ہو یعنی اُس کے لیے کوئی جماعت معلوم معین نہیں جیسے بازاروں کی مسجدیں کہ کسی خاص محلہ وگروہ سے مختص نہیں پھر راہگیر آئے پڑھ گئے کچھ پھر آئے وہ پڑھ گئے یوہیں متفرق گروہ آتے اور پڑھتے جاتے ہیں تو وہاں اس قول کی گنجایش ہے کہ ایسی مساجد کی ہر جماعت جماعت اولٰی ہے فان الاولی الناہیۃ عن الثانیۃ مطلقا او بشرطہ ہی ما فعلہا اہل المسجد باذان جہر او اقامۃ حتی لو ان مسجدا من مساجد الحی اتاہ قوم من غیر اہلہ فاذنوا واقاموا وصلوا جماعۃ کان لاہلہ ان یصلوا جماعۃ من دون حاجۃ الی العدول عن المحراب لان الحق لہم فلا یبطل بفعل غیرہم کما نصوا علیہ

---

[1] لانہ ان اثبت للفرد فقد اثبت للمطلق بحکم السرایۃ لکنہ اثبت للفرد فاثبت للمطلق وقد نفی عنہ لکنہ لم یثبت للمطلق فلم یثبت للفرد وقد اثبت لہ ۱۲ منہ

ومساجد الشوارع لااھل لھا معینا فلا یتحقق فیھا الاولی بالمعنی المذکور بل الکل اولی اذ لیس بعض من بعض باولی ولھذا ہر گروہ کہ آتا جائے اپنی اپنی جدا اذان واقامت سے جماعت کرے کمافی ردالمحتار عن خزائن الاسرار عن امالی الامام قاضیخاں وفی خانیتہ مسجد لیس لہ مؤذن امام معلوم یصلی فیہ الناس فوجا فوجا بجماعۃ الافضل ان یصلی فیہ کل فریق باذان واقامۃ علی حدۃ اھ وفی الشامیۃ عن المنبع اما مسجد الشارع فالناس فیہ سواء لااختصاص لہ بفریق دون فریق ؎ والحمد للہ کلام اپنے ذروۂ اقصی کو پہنچا اور حکم مسائل نے غایت انجلا پایا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق، روشن رہے کہ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو کسی کے کلام پر اخذ مقصود نہیں بلکہ صرف اظہار حق وادائے واجب اکد واحق کہ بعد سوال اعانت جواب واِبانت صواب اہم واجبات شرعیہ سے ہے جس پر ہم سے حضور پرنور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عہد واثق لیا اللھم اجعلنا من المفلحین وبعھد نبیک من الموفین علیہ وعلٰی اٰلہ الصلوۃ والتسلیم ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم الحمدللہ کہ یہ ضروری وموجز جواب کاشف صواب فرصت اختلاصی کے چند متفرق جلسوں میں ۴ ۲ صفر ۱۳۱۲ھ ہجریہ روز جاں افروز دوشنبہ کو وقت اشراق مہر مشرق سمائے ختام وبلحاظ تاریخ بدر وختم القلادۃ المرصعہ فی نحر الاجوبۃ الاربعہ اس کا نام ہوا واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

القطوفُ الدّانیہ لمَنْ اَحسنَ الجَماعۃَ الثانیہ

۱۳۱۳ ——————————— ۱۳۱۳

مسئلہ - از مرادآباد مدرسہ امدادیہ مرسلہ مولوی سید محمد حبیب الرحمٰن صاحب سلہٗ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ بغیر اذان واقامت درصورت بدل دینے ہیأت جماعت اولٰی کی ازروئے شرع شریف بلاکراہت جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں جماعت ثانیہ بلاکراہت مطلقہ مطلقاً جائز ومباح عند اہل التحقیق ہے جس کی تنقیح بالغ وتوضیح بازغ مع رد وادامع الاوہام نازع لبعض ابنائے زمان بعونہٖ تعالٰی رسائل فقیر سے ظاہر وعیاں یہاں نفس مسئلہ کے اجمالی احکام اور اُن کے متعلق نقول ونصوص علمائے کرام پر اقتصار کیجئے کہ شان فتوٰی اسی کے شایاں ——— **فاقول وباللہ التوفیق** وبہ الوصول الی ذری التحقیق **اوّلاً** تکرار جماعت کا جواز وافضلیت کی دہ صورتیں سنئے جن میں اصلاً نزاع کو گنجائش نہیں (۱) جو مسجد شارع عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرا کی ہے جس کے لیے اہل معین نہیں وقت بر جو لوگ گزرے یا اُترے یا آئے یا پڑھ گئے غرض کسی محلہ خاص سے خصوصیت نہیں رکھتی کہ وہاں کی معمولی جماعت وہی ہے

اوروں کا آنا اتفاقی وعارضی ہے ایسی مسجد میں بالاجماع تکرار جماعت باذان جدید وتکبیر جدید جائز بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بنوبت جو لوگ آئیں نئی اذان واقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ وقت میں دس بیس جماعتیں ہوجائیں (۲) مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے اُس میں اقامت جماعت اُنھیں کا حق ہے اگر اُن کے غیر جماعت کر گئے تو اہل محلہ کو تکرار جماعت بلاشبہہ جائز ہے جیسے کہ نماز جنازہ حالانکہ اُس کی تکرار اصلاً مشروع نہیں پھر بھی اگر غیر ولی بے اذن ولی پڑھا جائے اب ولی آئے اعادہ کا مجاز ہے کہ حق اس کا تھا (۳) بعض اہل ہی جماعت کر گئے مگر بے اذان پڑھ گئے (۴) اذان بھی دی تھی مگر آہستہ ان صورتوں میں بھی بعد کو آنے والے باذان جدید بروجہ سنت اعادۂ جماعت کریں کہ جماعت معتبرہ وہی ہے جو اذان سے ہو اور اذان وہ جو اعلان سے ہو (۵) محلے میں حنفی وغیر حنفی دونوں رہتے ہیں پہلے غیر حنفی امام نے جماعت کرلی اور حنفیہ کو معلوم ہے کہ اس نماز میں اس نے مذہب حنفی کے کسی فرض طہارت یا فرض صلاۃ یا شرط امامت کو ترک کیا ہے مثلاً چہارم سر سے کم کا مسح یا آب قلیل نجاست اُفتادہ سے وضو یا جسم یا کپڑے قدر درہم سے زیادہ منی یا صاحب ترتیب کا باوصف یاد و وسعت وقت بے ادائے فائتہ وقتیہ پڑھنا یا نماز وقت تنہا پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امامت کرنا تو ایسی حالت میں حنفیہ بلاشبہہ اپنی جماعت جداگانہ کریں کہ اگرچہ شرع اُن جماعت کرنے والوں کے لیے اُسے جماعت اولٰی مانے مگر حنفی تو اُس میں اقتدا نہیں کرسکتا اگر کرے تو نماز ہی نہ ہو (۶) اس خاص نماز کا تو حال معلوم نہیں مگر اس امام کی بے احتیاطی اور فرائض میں ترک لحاظ مذہب حنفی ثابت ہے جیسے عامۂ غیر مقلدین کہ خواہی نخواہی اہل حق سے مخالفت اور مذاہب اربعہ خصوصاً مذہب مہذب حنفیہ کی مضادت پر حریص ہوتے ہیں جب بھی حنفیہ کو اُن کی اقتدا گناہ وممنوع ہے اپنی جماعت جدا کریں (۷) اُس کی نسبت امور مذکورہ کی مراعات کا عادی ہونا نہ ہونا کچھ معلوم نہیں جیسے کوئی نامعلوم الحال شافعی مالکی حنبلی اس صورت میں بھی اُن کی اقتدا خالی از کراہت نہیں تو جماعت ثانیہ کا فضل مبین (۸) عادت مراعات بھی معلوم ہی سہی تاہم بتصریح ائمہ امام موافق المذہب کے پیچھے جماعت ثانیہ ہی افضل واکمل اور اسی پر حرمین محترمین ومصر وشام وغیرہا بلاد دارالاسلام میں جمہور مسلمین کا عمل (۹) جس نے جماعت اولٰی کی فاسد العقیدہ بدمذہب بدعتی تھا مثلاً وہابی یا تفضیلی یا معاذ اللہ امکان کذب الٰہی تعالٰی شانہ ماننے والا یا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کسی کو بُرا جاننے والا کہ عندالتحقیق ایسوں کی اقتدا کراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے (۱۰) فاسق تھا جیسے شرابی، زناکار یا داڑھی منڈا سودخوار کہ یہ لوگ اُن وہابیوں کذبیوں وغیرہم بدمذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی اگرچہ لاکھ درجہ بہتر حال میں ہیں پھر بھی اُن کی اقتدا شرعاً بہت ناپسند (۱۱) امام اولٰی نرا بے علم جاہل نماز وطہارت کے مسائل سے غافل تھا جیسے اکثر گنوار غلام وغیرہم عوام کہ ایسے کی امامت بھی کراہت انضمام (۱۲) قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً ا، ع یا ت، ط یا ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دارالفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وانا للہ وانا الیہ راجعون پھر خواہ بے خیالی بے احتیاطی یا سیکھنے میں بے پروائی یا زبان کی نادرستی کوئی سبب ہو مذہب معتمد پر صحیح خواں کی نماز اُس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے اگرچہ ان میں بعض صور میں مذہب متاخرین خود اُس کی اپنی نماز کے لیے بہت وسعتیں دے عندالتحقیق بھی بشرائط معلومہ مضبوطہ کہ ہم نے اپنے فتاوی میں ذکر کیں تا قادر نا قادر کا امام ہوسکے تو اگر یہی صورت صحت واقع ہو کر وہ جماعت اولٰی ٹھہرے لاجرم صحیح خوانوں کو جماعت ثانیہ ہی کا حکم ملے یہ صورت صورت اولٰی کی مانند ہے اول بآخر نسبتے دارد غرض ایسی صورتیں جماعت

ثانیہ کی خاص تاکید یا فضل مزید کی ہیں جن میں بالاجماع یا علی الاصح اصلا کلام کی گنجائش نہیں **ضابطہ** یہ ہے کہ جب جماعت اولٰی اہل مسجد[1] یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو تو وہیں جماعت ثانیہ کی مطلقا اجازت بلکہ درصورت کراہت قصداً تفویت اولی کی رخصت جبکہ ثانیہ نظیفہ مل سکتی ہو اور درصورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت اگرچہ ثانیہ بھی میسر نہ ہو اب ان تمام مطالب پر نصوص علماء سنیے فقیر نے ان سب مسائل میں بتوفیقہ تعالٰی قول منقح اختیار کیا ہے اُسی کے متعلق عبارات کتب بایجاز و اختصار نقل کروں کہ ذکر اقاویل و تطبیق و توفیق و ترجیح و تحقیق و تنقیح و تدقیق محتاج تطویل ہے ہذا بعونہ تعالٰی ان مباحث میں یہ سب مدارج فتاوی و رسائل و تعالیق فقیر میں طے ہو چکے ہیں وباللہ التوفیق متن غرر میں ہے لاتکرر فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ او صلی اھلہ بمخافتۃ الاذان خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار میں ہے لوکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا موذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامۃ علی حدۃ کما فی امالی قاضی خاں درمختار میں ہے تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وتر البحران یتقن المراعاۃ لم یکرہ اوعدمھا لم یصح وان شک کرہ بحرالرائق میں ہے حاصلہ ان صاحب الھدایۃ جوز الاقتداء بالشافعی بشرط ان لایعلم المقتدی منہ ما یمنع صحۃ صلاتہ فی رأی المقتدی کالفصد ونحوہ وعدم مواضع عدم صحۃ الاقتداء بہ فی الغایۃ وغایۃ البیان بقولہ کما اذا لم یتوضأ من الفصد والخارج من غیر السبیلین اوکان شاکا فی ایمانہ بقولہ انا مومن ان شاء اللہ او متوضأ من القلتین اویرفع یدیہ عند الرکوع ورفع الراس من الرکوع اولم یغسل ثوبہ من المنی ولم یفرکہ او انحرف عن القبلۃ الی الیسار او صلی الوتر بتسلیمتین او اقتصر علی رکعۃ اولم یوتر اصلا او قہقہ فی الصلاۃ ولم یتوضأ او صلی فرض الوقت مرۃ ثم ام القوم فیہ زاد فی النھایۃ وان لایراعی الترتیب فی الفوائت وان لایمسح ربع راسہ وزاد قاضی خاں وان یکون متعصبا والکل ظاھر ماعدا خمسۃ اشیاء **الاول** مسئلۃ التوضؤ من القلتین فانہ صحیح عندنا اذا لم یقع فی الماء نجاسۃ ولم یختلط بمستعمل مساولہ اواکثر فلابد ان یقید قولھم بالقلتین المتنجس ماؤھما او المستعمل بالشرط المذکور لامطلقا **الثانی** مسئلۃ رفع الیدین من وجھین الاول ان الفساد روایتہ شاذۃ لیست بصحیحۃ روایۃ ولا درایۃ الثانی ان الفساد عند الرکوع لایقتضی عدم صحۃ الاقتداء من الابتداء مع ان عروض البطلان غیر مقطوع بہ حتی یجعل کالمحقق عند الشروع لان الرفع جائز الترک عندھم لسنیتہ **الثالث** مسئلۃ الانحراف عن القبلۃ الی الیسار لان المانع عندنا ان یجاوز المشارق الی المغارب والشافعیۃ لاینحرفون ھذا الانحراف **الرابع** مسئلۃ التعصب لان التعصب علی تقدیر وجودہ منھم انما یوجب الفسق والفسق لایمنع صحۃ الاقتداء **الخامس** مسئلۃ الاستثناء فی الایمان فان التکفیر غلط والاستثناء قول اکثر السلف اھ ملتقطا یہ کلام بحر فی البحر تھا **اقول** وقد کانت ظھرت لی بحمد اللہ الخمسۃ المذکورۃ اول ما نظرت الکلام مع زیادۃ فلنذکر ما بقی من الابحاث تتمیما للافادۃ **الاول** قولھم لم یوتر اصلا لایظھر لہ وجہ فانہ بترکہ لایفسق

---

[1] صادق بان لا اھل لہ او صلی من لیس من اھلہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

فضلا عما یوجب بطلان الاقتداء فان الوتروان وجب عندنا فهو مجتهد فیه ولا تفسیق بالاجتهادیات وان حمل علی انه ان لم یصله لم یصح الاقتداء به فی الفجر بشرطه لفوات الترتیب نافاه قوله زاد فی النهایة وان لا یراعی الترتیب ثم رأیت العلامة الشامی علله فی منحة الخالق بهذا ثم اعله بالتکرار قال فلیتأمل بالمراد **اقول** بل هو اشد من التکرار فان قوله زاد لایحتمله کما علمت الثانی **اقول** وینبغی اسقاط صلاته الوتر بتسلیمتین فان طریان المبطل غیر البطلان من رأس کما افاده البحر ثم علی ما ذهب الیه الامام ابوبکر الرازی لا یفسد بالمآل ایضًا لان امامه لم یخرج عنده نفسه بالسلام فانه یحسب مابعده من الوتر وهو مجتهد فیه نعم الاصح الفساد کما جزم به فی متن التنویر وهو المؤید بقول الجمهور الصحیح المشهور من ان العبرة لرائ المقتدی الثالث مثله الکلام فی اقتصاره علی رکعة الرابع افاد الشامی قال افاد شیخنا حفظه الله تعالی ان المراد انحرافهم اذا اجتهدوا فی القبلة مع وجود المحاریب القدیمة فانه یجوز عندهم لا عندنا فلو انحرف عن المحراب القدیم (ای انحرافا جاوز المشارق الی المغارب) لا یصح الاقتداء به اھ **اقول** وهو وجیه مسقط لوجه اسقاط عدالانحراف نعم لابد من التقیید وهو غیر بعید فان عدم رعایة الترتیب وعدم غسل المنی او فرکه کل مقید کما نبهنا علیه ولم یوجب اسقاطهما فکذا هذا وبه ظهر الخامس وهو عدم اسقاط التوضؤ من القلتین وان کان الوجه هو التقیید الا ان یفرق بالغالب والنادر والخفی والمتبادر ولنرجع الی ما کنا فیه من الکلام فما کان الا من تجاذب القلم عنان الرقم لمناسبة المقام نیز بحر میں ہے فصار الحاصل ان الاقتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الاول ان یعلم منه الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهة الثانی ان یعلم عدمه فلا صحة لکن اختلفوا هل یشترط ان یعلم منه عدمه فی خصوص ما یقتدی به او فی الجملة صحح فی النهایة الاول وغیره اختار الثانی وفی فتاوی الزاهدی الاصح انه یصح وحسن الظن به اولی الثالث ان لا یعلم شیئا فالکراهة ردالمحتار میں ہے نقل الشیخ خیرالدین عن الرملی الشافعی انه مشی علی کراهة الاقتداء بالمخالف حیث امکنه غیره ومع ذلك هی افضل من الانفراد ویحصل له فضل الجماعة وبه افتی الرملی الکبیر واعتمده السبکی والاسنوی وغیرهما قال والحاصل ان عندهم فی ذلك اختلافا وقد سمعت ما اعتمده الرملی وافتی به والفقیر اقول مثل قوله فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیه المنصف یسلم ذلك ؎ وانا رملی فقه الحنفی ؛ لامراء بعد اتفاق العالمین ؛ اھ ملخصا یعنی به نفسه ورملی الشافعیة رحمهما الله تعالی فتحصل ان الاقتداء بالمخالف المراعی فی الفرائض افضل من الانفراد اذا لم یجد غیره والا فالاقتداء بالموافق افضل اُسی میں مولٰنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری سے ہے لوکان لکل مذهب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنه عامة المسلمین وعمل به جمهور المؤمنین من اهل الحرمین والقدس ومصر والشام ولا عبرة بمن شذ منهم پھر خود فرمایا والذی یمیل الیه القلب عدم کراهة الاقتداء بالمخالف ما لم یکن غیر مراع فی الفرائض وانه لو انتظر امام مذهبه بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعة للعلم بانه یرید جماعة اکمل من هذه الجماعة اُسی میں زیر مسئلہ امامت عبد و اعرابی

وغیرہما تبعاً للبحر ہے یکرہ الاقتداء بھم تنزیھا فان امکن الصلاۃ خلف غیرھم فھو افضل والا فالاقتداء اولی من الانفراد
اُسی میں ہے فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ بلکہ اُسی میں ہے
بقی لو کان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لاکراھۃ فیہ ھل یقطع ویقتدی بہ استظھر ط ان الاول لو فاسقا
لایقطع ولو مخالفا وشک فی مراعاتہ یقطع اقول والاظھر العکس لان الثانی کراھۃ تنزیھیۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف
الفاسق فانہ استظھر فی شرح المنیۃ انھا تحریمیۃ لقولھم ان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علینا
اھانتہ الخ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی للعلامۃ ابراہیم الحلبی میں ہے یکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد
وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع تنویر الابصار و درمختار
میں ہے لا یصح اقتداء غیر الالثغ بالالثغ علی الاصح کما فی البحر وحرر الحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جھدہ دائما حتما
کالامی فلا یؤم الامثلہ ولا تصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء او ترک جھدہ او وجد قدر الفرض مما لا لثغ فیہ ھذا ھو الصحیح
المختار وکذا من لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف ردالمحتار میں ہے وذلک کالرھمن الرھیم والشیتان الرجیم والالمین
وایاک نابد وایاک نستئین السرات انامت فکل ذلک حکمہ مامر فتاوی خیریہ میں ہے امامۃ الالثغ للفصیح فاسدۃ
فی الراجح الصحیح۔ **اب محل نظر** صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے باذان واقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب
سالم العقیدہ متقی مسائل داں صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالیہ عن الکراہۃ ادا کرلی پھر باقی ماندہ لوگ آئے اُنھیں دوبارہ اس مسجد میں
جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور ہے تو بکراہت یا بے کراہت اس بارے میں عین تحقیق وحق وثیق وحاصل انیق نظر دقیق
وانز توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت باعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا
مذہب مہذب وظاہر الروایہ ہے متن متین مجمع البحرین وبحر الرائق علامہ زین میں ہے ولا تکررھا فی مسجد محلۃ باذان ثان درمختار و
خزائن الاسرار میں ہے والنظم للدر ویکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام لہ ولا
موذن غرر الاحکام اور اُس کی شرح درر الحکام میں ہے او تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ یعنی اذا کان لمسجد امام و
جماعۃ معلومان فصلی بعضھم باذان واقامۃ لایباح لباقیھم تکرارھا بھما شرح المجمع للمصنف الامام العلامۃ ابن الساعاتی
وفتاوی ہندیہ میں ہے المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان
ثان وجیز کردری وغنیہ علامہ حلبی میں ہے لو کان لہ امام وموذن معلوم فیکرہ تکرار الجماعۃ فیہ باذان واقامۃ عندنا ذخیرۃ العقبی شرح
صدر الشریعۃ العظمی میں ہے ان کان للمسجد امام معلوم وجماعۃ معلومۃ وصلوا فیہ بجماعۃ باذان واقامۃ لایباح تکرارھا بھما
جس کا حاصل عند التحقیق کراہت اذان جدید کی طرف راجع نہ نفس جماعت کی طرف ولہٰذا اسی مذہب کو امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج
حلبی نے حلیہ میں اس عبارت سے ارشاد فرمایا المسجد اذا کان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ او بعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ
وللباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ اور اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں تو قطعاً جائز وروا ہے اسی پر ہمارے علما کا اجماع ہے

خزائن میں ہے لوکرر اھلہ بدونھما جاز اجماعا درر میں ہے لوکان مسجد الطریق یباح تکرارھا بھما ولوکرر اھلہ بدونھما جاز شرح المجمع للمصنف وعلمگیریہ میں ہے اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا وکذا فی مسجد قارعۃ الطریق ذخیرۃ العقبی وشرح المجمع للعلائی میں ہے لوصلوا فیہ بلا اذان یباح اتفاقا عباب وملتقط وشرح درر البحار ورسالہ علامہ رحمۃ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام وحاشیۃ البحر للعلامہ خیر الدین الرملی استاذ صاحب الدر المختار میں ہے یجوز تکرار الجماعۃ بلا اذان وبلا اقامۃ ثانیۃ اتفاقا ولفظ بعضھا اجماعا پھر یہ جواز مطلقا محض وخالص ہے یاکہیں کراہت سے بھی مجامع اس میں صحیح یہ ہے کہ اگر محراب میں جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ اور محراب سے ہٹ کر تو اصلا کراہت نہیں خالص مباح وماذون فیہ ہے بزازیہ وشرح منیہ و ردالمحتار میں ہے عن ابی یوسف اذالم تکن علی الھیئۃ الاولی لاتکرہ والاتکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ ولوالجیہ وتاتارخانیہ وشامیہ میں ہے بہ ناخذ اُسی میں ہے قد قلت ان الصحیح تکرار الجماعۃ اذالم تکن علی الھیأۃ الاولی یہ ان احکام میں اجمالی کلام تھا اور تفصیل محل آخر والحمد للہ العلی الاکبر والصلاۃ والسلام علی الحبیب الازھر والہ واصحابہ الاطائب الغر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ - زید نے وقت مغرب ایک مسجد میں داخل ہوکر دیکھا کہ جماعت ہورہی ہے اور امام قرات بجہر پڑھ رہا ہے زید نے اس امام کی اقتدا نہ کی اور اُس آن واحد میں علیحدہ اپنی قرات بجہر شروع کردی اور دوسری جماعت قائم کی پس زید کا کیا حکم ہے اور اس جماعت ثانی کا جو بحالت موجودگی جماعت اول قائم ہوئی ہے کیا حکم ہے اور دو شخص ایک آن میں قرات بجہر کرسکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

تفریق جماعت حاضرین حضرت حق سبحنہ وتعالٰی کو نہایت ناپسند ہے حتی کہ انتہا درجہ کی ضرورت میں یعنی جب عساکر مسلمین ولشکر کفار میں صف آرائی ہو مورچہ بندی کرچکے ہوں اور وقت نماز آجائے اُس وقت بھی نماز خوف کی وہ صورت قرآن مجید میں تعلیم فرمائی جس سے تفریق جماعت نہونے پائے اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز ہو ورنہ ممکن تھا کہ نصف بر سر معرکہ رہیں اور نصف باقی اپنی جماعت کرلیں پھر یہ نصف مقابلہ پر چلے جائیں اور وہ آکر اپنی نماز پڑھ لیں اتحاد جماعت کی عنداللہ ایسی ہی تو کچھ سخت ضرورت ہے جس کے لیے عین نماز میں مشی کثیر جو مفسد صلاۃ ہے روا رکھی گئی علاوہ بریں صدہا آیات واحادیث اس فعل کی مذمت پر دال ہیں اور حکمت ایک جماعت کی مشروعیت کہ ایتلاف مسلمین ہے کہ نہایت محبوب الٰہی ہے یہ فعل بالکلیہ اُس کے مناقض ہے کما لایخفی جس زمانے میں نظم خلافت حقہ گسیختہ اور بنائے امامت راشدہ از ہم ریختہ ہوگئی تھی اور سلطنت فساق وفجار بلکہ بدمذہبان فاسد العقیدہ کو پہنچی تھی وہ لوگ امامت کرتے اور صحابہ وتابعین وکافہ مسلمین بمجبوری ان کے پیچھے نماز پڑھتے اُس وقت بھی ان اکابر دین نے تفریق جماعت گوارا نہ کی پس اس دوسری جماعت کی شناعت میں کوئی شبہ نہیں اور فاعل اُس کا عوض ثواب کے مستوجب طعن وملام ہوا خصوصاً جبکہ وہ اس تفریق کا سبب کسی بغض دنیاوی کے جو اسے امام اول سے تھا مرتکب ہوا یا بوجہ اپنے فاسد العقیدہ ہونے کے عناداً امام اول کو بدمذہب ومبتدع ٹھہرا کر اُس کی اقتدا سے استنکاف کیا کہ ان صورتوں میں تشنیع اُس پر اشد واکد ہے مگر یہ کہ درحقیقت امام اول سے بدعت تا بکفر وارتداد مرتقی ہوگئی ہو مثلاً سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

حیاذًا باللہ توہین کرتا ہو حضور کے ختم نبوت میں کلام رکھتا ہو حضور والا کے بعد کسی کو حصول نبوت میں حرج نہ جانتا ہو حضور اقدس کی تعظیم جو بعد تعظیم الٰہی کے تمام معظمین کی تعظیم سے اعلیٰ و اقدم ہے مثل اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کے جانتا ہو وعلیٰ ہذا القیاس دیگر عقائد زائغہ مکفرہ رکھتا ہو اس تقدیر پر تو البتہ یہ فعل زید کا نہایت محمود ہوگا اور وہ اُس پر اجر جزیل پائے گا کہ صورت مذکورہ میں وہ جماعت عنداللہ جماعت ہی نہ تھی کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز رأساً باطل ہے فی التنویر ویکرہ امامۃ المبتدع لم یکفر بھا وان کفر بھا لم یصح الاقتداء بہ اصلا اھ ملخصا اور اگر صورت مرقومہ میں امام ثانی مقتدا و متبوع حضار کا ہو اور جس وقت وہ شخص امامت کر رہا ہے عین اُسی حالت میں اس کا دوسری جماعت قائم کر دینا اور اس کے پیچھے نماز سے احتراز مجمع میں ظاہر کرنا باعث اُس کے زجر و توبیخ یا حاضرین کی نگاہ سے اُس کے گر جانے کا ہو تو اب یہ فعل اور بھی موکد و ضروری ہو جائے گا اسی طرح اگر کفر و ارتداد کے سوا اور کوئی وجہ ایسی ہو جس کے سبب اُس کے پیچھے نماز باتفاق روایات باطل محض ہوتی ہو تو جب بھی یہ جماعت ثانیہ قطعاً جائز ہوگی لما ذکرنا ان الجماعۃ الاولی لیست بجماعۃ فی الحقیقۃ لبطلان الصلاۃ بالاقتداء بالامام الاول لیکن اس فعل میں اگر کوئی غرض صحیح شرعی نہ ہو تو اس تقدیر پر اُس سے احتراز اولیٰ ہے ختم جماعت کا انتظار کرکے اپنی جماعت کرلے وھذا کلہ ظاھر جدا لاخفاء فیہ عند عقل سلیم وراء نبیہ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم عز شانہ احکم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک شخص واسطے امامت کے مقرر ہے اگر وہ امام قبل از نماز عشا یا کسی اور وقت میں کسی مقتدی سے یہ کہہ جائے کہ میں کسی کام کو جاتا ہوں میرا انتظار کرنا یعنی بعد پورا ہونے وقت معینہ کے میرا انتظار کرنا بعدہ سب مصلی اپنے وقت معینہ پر جمع ہوگئے اور اُس کے بعد اُنھوں نے پاؤ گھنٹا وقت معمول سے دیر واسطے تعمیل حکم امام صاحب کے۔ پھر اُنھوں نے ایک شخص کو امام بنا کر نماز پڑھ لی آیا ان سب کی نماز درست ہوگئی یا نہیں اور اگر امام صاحب پھر آن کے لوگوں سے کہیں کہ تم لوگوں کی نماز نہیں ہوئی تو یہ قول امام صاحب کا صحیح ہوگا یا نہیں اور امام صاحب کوئی فتوی اپنی رائے سے واسطے خواہش نفس کے دیں تو شرعاً کیا حکم ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

مقتدیوں کے ذمہ امام معین ہی کے انتظار میں بیٹھا رہنا اور جب تک وہ نہ آئے جماعت نہ کرنا ہرگز ضرور نہیں بعض اوقات حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں کسی اور محلہ میں تشریف لے گئے ہیں اور واپس تشریف لانے میں دیر ہوئی ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے جماعت ادا کرلی ہے ایک بار صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو امام کیا ایک بار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا کما ھو مصرح بہ فی الاحادیث امام کا کہنا کہ تمھاری نماز نہ ہوئی اگر صرف اسی بنا پر ہے کہ میرا انتظار نہ کرتے اور دوسرے کو امام بنا لینے سے تمھاری نماز نہ ہوئی تو محض باطل اور شریعت مطہرہ پر صریح افترا ہے اپنی خواہش نفسانی کے لیے اپنی رائے سے فتوی دینے والا لائق امامت نہیں ہاں جس شخص کو اُس کی غیبت میں مقتدیوں نے امام بنایا وہ اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے فساد نماز ہو یا معاذاللہ اُس کے مذہب میں ایسا فساد تھا جس سے اُس کی امامت صحیح نہ ہو تو اس بنا پر امام کا قول درست

کہ تمہاری نماز نہ ہوئی۔ اس تقدیر پر مقتدیوں نے سخت خطا کی انھیں توبہ چاہیے اور اس نماز کی قضا پڑھیں واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۶ ۔ از جامع مسجد ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۱۴ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تارک الجماعت کس کو کہتے ہیں بینوا توجروا

الجواب

تارک جماعت وہ کہ بے کسی عذر شرعی قابل قبول کے قصداً جماعت میں حاضر نہ ہو مذہب صحیح معتمد پر اگر ایک بار بھی بالقصد ایسا کیا گنہگار ہوا تارک واجب ہوا مستحق عذاب ہوا والعیاذ باللہ تعالی اور اگر عادی ہو کہ بارہا حاضر نہیں ہوتا اگرچہ بارہا حاضر بھی ہوتا ہو تو بلا شبہہ فاسق فاجر مردود الشہادۃ ہے فان الصغیرۃ بعد الاصرار کبیرۃ درمختار میں ہے (الجماعۃ سنۃ مؤکدۃ للرجال) قال الزاھدی اراد وا بالتاکید الوجوب (وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ) ای عامۃ مشائخنا وبہ جزم فی التحفۃ وغیرھا قال فی البحر وھو الراجح عند اھل المذھب (فتسن او تجب) ثمرتہ تظھر فی الاثم بترکھا مرۃ اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے قولہ۔ قال فی البحر وقال فی النھر ھو اعدل الاقوال واقواھا ولذا قال فی الاجناس لاتقبل شہادتہ اذا ترکھا استخفافا ومجانۃ اما سھوا او بتاویل لکون الامام من اھل الاھواء اولا یراعی مذھب المقتدی فتقبل اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم

مسئلہ ۶ ۔ از بلڈانہ ملک برار مرسلہ شیخ فتح محمد صاحب حلال خور ۱۹ جمادی الاولی ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسلمان حلال خور جو پنجوقتہ نماز پڑھتا ہو اس طرح پر کہ اپنے پیشہ سے فارغ ہو کر غسل کرکے طاہر کپڑے پہن کر مسجد میں جائے تو وہ شریک جماعت ہو سکتا ہے یا نہیں اور اگر جماعت میں شریک ہو تو کیا پچھلی صف میں کھڑا ہو یا جہاں اس کو جگہ ملے یعنی اگلی صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے اور اس طرف بعد نماز صبح وبعد نماز جمعہ نمازی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کیا وہ بھی مسلمانوں سے مصافحہ اور مسجد کے لوٹوں سے وضو کر سکتا ہے اور جو حلال خور اپنا پیشہ نہ کرتا ہو صرف جاروب کشی بازار وغیرہ کی کرتا ہو اس کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے ہر دو صورتوں میں جو حکم شرع شریف کا ہو اس سے اطلاع بخشیے۔ بینوا توجروا

الجواب

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہوگا اور بیشک صف اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا اللہ عزوجل فرماتا ہے ان المسجد للہ بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لیے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں العباد عباد اللہ بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔ جب بندے سب اللہ کے مسجدیں سب اللہ کی تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیونکر روک سکتا ہے اللہ عزوجل نے کہ ارشاد فرمایا من اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں خدا کا نام لینے سے اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عز جلالہ کا یہ عام دربار خاں صاحب۔ شیخ صاحب مغل صاحب یا

تجار زمیندار معافی دار ہی کے لیے ہے کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں علماء جو ترتیب صفوف لکھتے ہیں اُس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے ہرگز نہیں، وہ مطلقاً فرماتے ہیں یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء یعنی صف باندھیں مرد پھر لڑکے پھر خنثی پھر عورتیں بیشک زبال یعنی پاخانہ کمانے والا یا کناس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا کیا جائیگا اور خانصاحب اور شیخ صاحب مغل صاحب کے لڑکے پچھلی صف میں جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہو اگر کوئی صاحب اُسے ذلیل سمجھ کر اُس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے کاٹ دے گا اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اُس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اُس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اُس وعدۂ جمیلہ کا مستحق ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا من وصل صفا وصلہ اللہ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اُسے وصل فرمائے گا دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں الناس بنو اٰدم واٰدم من تراب۔ لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ والبیھقی بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم اے لوگو بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک سُن لو کچھ بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر نہ عجمی کو عربی پر نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر مگر پرہیزگاری سے بیشک اللہ کے نزدیک تم میں بڑا رتبہ والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے رواہ البیھقی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ہاں اس میں شک نہیں کہ زبالی شرعاً مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اُس پر باعث نہ ہو مثلاً جہاں نہ کافر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے واقعی قابل ہیں نہ وہاں زمین مثل زمین عرب ہو کہ رطوبات جذب کرلے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین مسلمانوں پر سے دفع اذیت وتنظیف بیوت وحفظ صحت کی نیت سے اسے اختیار کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے لتعاطی النجاسات من دون ضرورۃ وہ بھی ہرگز حد فسق تک منتہی نہیں فتح القدیر و فتاوٰی عالمگیری میں ہے اما شھادۃ اھل الصناعات الدنیۃ کالکساح والزبال والحائک والحجام فالاصح انما تقبل لانھا قد تولاھا قوم صالحون فما لم یعلم القادح لایبنی علی ظاھر الصناعۃ مگر ان قوم دار حضرات کا اُس سے تنفر ہرگز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے وہ تنفر کرنے والے حضرات خود صدہا امور محرمات وگناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز یا قمار باز یا سود خوار شیخ صاحب تجار یا رشوت ستاں مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہرگز نفرت نہ کریں گے اور اگر کوئی کپتان یا کلکٹر صاحب یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب یا اسسٹنٹ کمشنر صاحب یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو اُن کے برابر کھڑے ہونے کو تو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل درمختار وغیرہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کرکے فرمایا واما اتباع الظلمۃ فاخس من الکل تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت

خدا کے لیے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر عضو افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اُس مسلمان سے نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اُس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اُس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اُس سے زیادہ ظالم کون ہے اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ اُن سخت سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الجفاء کل الجفاء والکفر والنفاق من سمع منادی اللّٰہ ینادی ویدعوا الی الفلاح فلا یجیبہ ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی مؤذن کو سنے کہ نماز کے لیے بلاتا ہے اور حاضر نہ ہو رواہ الامام احمد والطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ بسند حسن اور جو بندہ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت ونفرت سے بچے گا مجاہدہ نفس وتواضع اللہ کا ثواب جلیل پائے گا بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو اُن مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے سب میں افضل واعلٰی مسجد مسجد الحرام شریف سے انھیں کون روکے گا اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اُسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اُسے بنا دیں گے کہ اُس کا طواف کرے اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت بخشے آمین۔ اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ مسجد کے لوٹے جو عام مسلمانوں پر وقف ہیں اُن سے وضو کو بھی اسے کوئی منع نہیں کر سکتا جبکہ اس کے ہاتھ پاک ہیں، رہا مصافحہ خود ابتدا کرنے کا اختیار ہے کیجئے یا نہ کیجئے فان المصافحۃ بعد الصلوات علی الاصح من المباحات والمباح لایلام علی فعلہ ولا ترکہ مگر جب وہ مسلمان مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے اور آپ اپنے اس خیال بے معنی پر ہاتھ کھینچ لیجئے تو بیشک بلاوجہ شرعی اُس کی دل شکنی اور بیشک بلاوجہ شرعی مسلمان کی دل شکنی حرام قطعی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اُس نے بیشک مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اُس نے بیشک اللہ عزوجل کو ایذا دی رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ بسند حسن واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از شہر کہنہ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر جماعت نماز کی ہوتی ہے اور زید بھی نماز پڑھتا ہے اور جماعت کے وقت بھی حاضر رہتا ہے جماعت ترک کرکے اول جماعت سے یا بعد جماعت کے نماز پڑھتا ہے اس میں کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو تو مثلاً قرآن عظیم غلط پڑھتا جس سے نماز میں فساد آئے یا وہابی رافضی یا غیر مقلد ہو یا کم از کم تفضیلیہ یا فاسق ہوتا تو زید پر الزام نہیں اور اگر بلاوجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گنہگار فاسق ہے اُس پر توبہ واجب ہے قال اللّٰہ تعالٰی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا بحکم قرآن ایسا معلن شخص کہ بلاعذر شرعی جماعت ترک کرے مستحق جہنم ہے خصوصًا ترک بھی ایسا کہ جماعت ہوتی ہے اور یہ بیٹھا رہے

مسئلہ - از بنگالہ ضلع ڈھاکہ موضع چیتارچر مرسلہ نواب عبدالواحد صاحب ۱ رجمادی آخرہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے مع ایک مقتدی کے نماز شروع کی بعد ایک رکعت کے دوسرا اور ایک شخص آیا تو اس صورت میں امام سامنے بڑھے گا یا وہ شخص مقتدی کو پیچھے کی طرف کھینچے گا اگر امام سامنے بڑھے تو قبل اشارہ کے یا بعد اشارہ کے اگر بعد اشارہ کے تو قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ کرے گا یا بعد اگر قبل تکبیر تحریمہ کے اشارہ سے امام بڑھے گا یا مقتدی کو قبل تحریمہ کے وہ شخص اپنی جانب کھینچے گا تو اس صورت میں نماز فاسد ہوگی یا نہیں۔

الجواب

جب امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو افضل یہ ہے کہ مقتدی پیچھے ہٹے ہاں اگر مقتدی مسئلہ نہ جانتا ہو یا پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو ایسی صورت میں امام کو بڑھنا چاہیے کہ ایک کا بڑھنا دو کے ہٹنے سے آسان ہے پھر اگر مسئلہ جانتا ہو تو جب کوئی دوسرا ملا چاہتا ہے تو خود ہی پیچھے ہٹنا چاہیے خواہ امام خود ہی آگے بڑھ جائے ورنہ اس آنے والے شخص کو چاہیے کہ مقتدی کو اور وہ مسئلہ نہ جانتا ہو تو امام کو اشارہ کرے اُنھیں مناسب ہے کہ معاً اشارہ کے ساتھ ہی حرکت نہ کریں کہ امتثال امر غیر کا شبہہ نہ ہو بلکہ ایک تامل خفیف کے بعد اپنی رائے سے اتباع حکم شرع و ادائے سنت کے لئے نہ اُس کا اشارہ ماننے کی نیت سے حرکت کریں اس صورت میں برابر ہے کہ یہ آنے والا مقتدی نیت باندھ کر اشارہ کرے خواہ بلانیت کے بہرحال وہ اطاعت حکم شرع کریں گے، نہ اُس کے حکم کی اطاعت اور جو جاہل اس کا حکم ماننے کی نیت کرے گا تو اس کا تکبیر تحریمہ کے بعد اشارہ کرنا کیا نفع دے گا کہ امام یا مقتدی کو دوسرے مقتدی کا حکم ماننا کب جائز ہے لقمہ قرأت میں یا افعال میں لینا کہ امام کو جائز ہے وہ بھی بحکم شرع ہے نہ کہ اطاعت حکم مقتدی جو اس کی نیت کرے گا اُس کی نماز خود ہی فاسد ہو جائے گی اور جب وہ امام ہے تو اُس کے ساتھ سب کی جائے گی۔ فی الدرالمختار لوامتثل امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجۃ الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعۃ ثم یتقدم برأیہ قہستانی معزیا للزاہدی وفی ردالمحتار عن المنح لوجذبہ اٰخر فتاخر الاصح لاتفسد صلاتہ اھ وعن الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد ان امتثالہ انما ہو لامر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یضراہ وعن الطحطاوی لوقیل بالتفصیل بین کونہ امتثل امر الشارع فلا تفسد وبین کونہ امتثل امر الداخل مراعاۃ لخاطرہ من غیر نظر لامر الشارع فتفسد لکان حسنا اھ ورأیتنی کتبت علیہ ما نصہ **اقول** وھو من الحسن بمکان بل ھو المحمل لکلمات العلماء وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق وفی الھندیۃ رجلان صلیا فی الصحراء وائتم احدھما بالاٰخر وقام عن یمین الامام فجاء ثالث وجذب المؤتم الی نفسہ قبل ان یکبر للافتتاح حکی عن الشیخ الامام ابی بکر بن طرخان انہ لاتفسد صلاۃ المؤتم جذبہ الثالث الی نفسہ قبل التکبیر او بعدہ کذا فی المحیط وفی الفتاوی العتابیۃ ھو الصحیح کذا فی التاتارخانیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از فیض آباد مرسلہ احمد حسین صاحب خرسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲ رجمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ (۱) مسجد یا خلاف مسجد امام کا مصلی مقتدیوں کی صف سے ملا رہے یا علیحدہ اگر علیحدہ ہو تو کس قدر فاصلہ پر امام مصلے کے کنارہ پر کھڑا ہو یا کچھ آگے بڑھ کر تاکہ مقتدیوں کو کافی جگہ ملے فرمائیے اللہ آپ کو

اجرِ عظیم عطا فرمائے (۲) زید مسجد یا خلاف آں نماز فرض پڑھ رہا ہے اور اُس کی پہلی رکعت ہے یا کوئی اور رکعت اور بکر تنہا یا دو شخص داخل ہوئے باوجود اطلاع ہونے یا ہوجانے کے تنہا بکر یا دونوں شخصوں نے اُسی مقام پر اور اُسی صف پر علیحدہ فرض پڑھے اور زید کے مقتدی نہ بنے کیا حکم ہے اُن کی نماز کا۔ یا پہلے اُن کو اطلاع نہ تھی نیت باندھنے کے بعد راجع نے آواز بلند کہہ دیا اب کیا حکم ہے بکر کی نماز کا آیا وہ درست ہوئی اگر نہیں تو اطلاع پانے تک جس قدر ہوچکی ہے وہیں سے ترک کردے یا پوری کرکے وہ نماز اعادہ کرے مفصل فرمائیے۔ بیّنوا توجروا

(۳) اگر ہجڑا یا عورت یا نابالغ یا شیعہ جن کی امامت بالاتفاق ناجائز ہے نماز فرض پڑھ رہا ہے مسجد میں یا باہر اور زید بھی نماز فرض پڑھنا چاہتا ہے آیا اُس مصلے پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہ کیا اُس شخص کے نماز ختم ہونے تک زید کو انتظار لازم ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

(۱) فصل بقدر کفایت وحاجت ہو جس میں مقتدی بخوبی سجدہ کرلیں اور اس سے زائد فصل کثیر مکروہ وخلافِ سنت ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر زید قابلِ امامت تھا اور انھیں معلوم تھا کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اور انھوں نے اقتدا نہ کی بلکہ جدا جدا فرض پڑھے تو اگر جماعت اولٰی ہوچکی ہے جب تو فضل سے محروم رہے اور اگر یہی جماعت اولٰی ہوتی تو گنہگار ہوئے اور اگر زید قابلِ امامت نہیں اور ان دونوں میں کوئی قابلِ امامت تھا تو اب بھی وہی احکام ہیں اور اگر ان میں بھی کوئی قابلِ امامت نہیں تو اصلاً حرج نہ ہوا اور نماز تینوں صورتوں میں مطلقاً ہوجائے گی اور نیت توڑ دینا صرف جماعت قائمہ کی تحصیل کے لیے ہے مثلاً ایک شخص نے ظہر کے فرض شروع کیے ایک رکعت یا اُس سے کم پڑھنے پایا تھا کہ جماعت قائم ہوئی تو نیت توڑ دے باقی جماعت معدومہ کی تحصیل کے لیے نیت توڑنے کی کہیں اجازت نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۳) پڑھ سکتا ہے اور ختم نماز تک انتظار کرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر فیروزپور محلہ پیران والا مرسلہ منشی عنایت اللہ شاہ کی قادری

چہ می فرمایند علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت اولیہ پڑھی نہیں گئی اور امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ دقفہ ہے وہ اپنے کام کے واسطے امام معین کا انتظار نہیں کرتے حاضرین میں سے کسی کو بغیر اجازت امام کے امام بنا دیتے ہیں اور نماز بجماعت ادا کرلیتے ہیں یا اگر جماعت ہوچکی ہے اور آنے والا شامل جماعت نہیں ہوا تو پھر دیکھا کہ ایک دو اور آدمی موجود ہیں جو شامل جماعت نہیں ہوئے ان کو ہمراہ لے کر جماعت پڑھائی یا اُن میں سے کسی اور کو امام بنا دیا اور امام سے نہیں پوچھا بعض کی یہ عادت ہے کہ مسجد میں آئے اور امام کا مصلے لیا اور بچھایا اور اُس پر نماز پڑھی یا یونہی بیٹھ گئے کیا اُن کا ایسا کرنا اور بغیر امام کے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔ بیّنوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب

جو لوگ جماعت معینہ سے پہلے جماعت کرکے چلے جائیں اس میں چند صورتیں ہیں اگر امام معین محلہ میں واقعی کوئی معذور شرعی ہے مثلاً وضو طہارت ٹھیک نہ ہونا یا تجوید و قراءت میں ایسی غلطی کہ موجب فساد نماز ہو یا معاذ اللہ بدمذہبی منتہی ہو بسبب غیر مقلدی وغیرہ یا فسق بالاعلان مثلاً داڑھی حد شرع سے کم رکھنا تو ان تین صورتوں میں ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں بلکہ اُسی جماعت محلہ پر الزام ہوگا جو ایسے امام ناقابلِ امامت

یاممنوع التقدیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یونہیں اگر وہ مسجد کسی خاص جماعت کی مسجد نہ ہو جیسے مسجد شارع وسرا و اسٹیشن جب بھی کوئی الزام نہیں کہ وہاں امام معین ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا جو جماعت آئے جدا اذان کہے اور جدا اقامت کرے اور اپنے سے ایک شخص صالح امامت کو امام بنا کر جماعت پڑھے یہ سب جماعتیں جماعت اولٰی ہوں گی ان میں کسی دوسرے پر ترجیح نہیں اور اگر مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام وجماعت معین ہے اور امام میں کوئی محذور شرعی نہیں اور چند لوگ اپنی کسی ضرورت خاصہ شرعیہ سے پیش از جماعت نماز پڑھ کر جانا چاہتے ہیں مثلاً کہیں اُنھیں جانے کی ضرورت جائزہ ہے اور جماعت کا انتظار کریں تو ریل کا وقت جاتا رہے گا ایسی صورت میں بھی اُن کو اجازت ہوگی کہ باہم جماعت کرکے چلے جائیں کہ شرع نہ اُن کو یہ حکم دے گی کہ جماعت کا انتظار کرو اور ریل نکل جانے دو نہ یہ حکم دے گی کہ جبکہ تم جماعت کا انتظار نہیں کرسکتے الگ الگ پڑھو اور جماعت نہ کرو نہ اس جماعت میں منصب امام معین سے کوئی منازعت ہوگی کہ وہ محلہ کی جماعت اولٰی کا امام معین ہے اہل محلہ کے لیے جماعت اولٰی وہی ہوگی جو وہ اپنے امام کے ساتھ اپنے وقت معین پر پڑھیں گے ان چند آدمیوں کا بضرورت پہلے جماعت کر جانا اُن کے ثواب جماعت میں کچھ کمی نہ کرے گا اور جب منازعت نہیں تو استیذان امام کی بھی حاجت نہیں پھر بھی احسن یہ ہے کہ محراب سے ہٹ کر جماعت کریں تاکہ صورت معارضہ سے بچیں اور باعث تنفیر و وحشت امام معین نہ ہو اور اگر اُن کو کوئی ضرورت شرعیہ نہیں تو ضرور مورد الزام شرعی ہیں کہ مرتکب تفریق جماعت ہوئے پھر نیت کے اختلاف سے حکم اشد ہوتا جائے گا مثلاً اپنے کسی لہو و لعب مباح کی جلدی کے باعث جماعت کر گئے تو صرف تفریق جماعت کا الزام ہے اور اگر کسی لہو و لعب ناجائز کی جلدی تھی یا کسی ناجائز جگہ جانے والے تھے اور وقت ریل کے سبب جلدی کی تو الزام دوچند ہے اور اگر اپنی بد مذہبی کے باعث امام سنی صحیح العقیدہ صالح امامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہی تو الزام سب میں سخت تر ہے والکل ظاہر عند من لہ ادنی مسکۃ فی العلم یہ صورت تقدیم کا جواب ہوا رہی صورت تاخیر اُس میں بھی اگر وہ مسجد مسجد محلہ نہیں تو ہم اوپر کہہ چکے کہ یہاں نہ تقدیم ہے نہ تاخیر ہے نہ معین امام کے کوئی معنی سب جماعت اولٰی ہیں اور سب یکساں اور اگر مسجد مسجد محلہ ہے اور امام معین میں کوئی محذور شرعی تھا جس کے سبب اُنھوں نے قصداً تاخیر کی جب بھی اُن پر کچھ الزام نہیں کہ مقصود اصلاح جماعت ہے اثارت فتنہ ہے اور اس میں تقدیم و تاخیر یکساں اور اگر امام میں کوئی محذور شرعی بھی نہیں مگر جماعت اولٰی بے اذان یا اذان خفی ناکافی اعلان کے ساتھ کی گئی جب بھی ان کو باعلان اذان اعادہ جماعت کی اجازت بلکہ حکم ہے کہ پہلی جماعت جماعت مسنونہ نہ ہوئی جماعت مکروہہ ہوئی اور اگر یہ بھی نہیں مگر امام معین مذہب فقہی میں اس جماعت باقیہ کا مخالف ہے مثلاً وہ شافعی المذہب ہے یہ حنفیہ ہیں اپنی جماعت جدا کرنا چاہتے ہیں تو کوئی بھی الزام نہیں کہ افضل یہی ہے کہ امام موافق المذہب کے پیچھے نماز پڑھی جائے اگرچہ مخالف المذہب حتی الامکان مراعات مذاہب اربع رکھتا ہو ان سب صورتوں میں اس جماعت ثانیہ کو نہ اذن امام اول کی حاجت نہ تبدیل محراب ومصلے کی ضرورت اور اگر ان سب وجوہ سے جدا ہو تو پھر تاخیر میں بنظر باعث وہی شقوق عود کریں گے جو تقدیم میں تھیں اگر باعث تاخیر کوئی ضرورت شرعیہ تھی مثلاً بھوک کا ہونا یا استنجے کی ضرورت ہونا وغیر ذٰلک جو اعذار فقہا نے تحریر فرمائے ہیں تو ان پر کوئی الزام نہیں مگر اعادہ اذان کی اجازت نہ ہوگی اور محراب نہ بدلنا مکروہ اور بعد تبدیل محراب شرعی اجازت ہے اذن امام کی حاجت نہیں نہ اُس کے منصب میں منازعت نہ اس میں اُس کے لیے تنفیر و وحشت اور اگر ہو بھی اور وہ کہے کہ اگرچہ جماعت اولٰی میں نے ہی کی اور میرے حق میں کوئی دست اندازی نہ ہوئی پھر بھی تم نے میری مسجد میں

بے میرے اذن کے کیسے جماعت ثانیہ کرلی تو اس وحشیانہ وحشت کا الزام خود اس پر ہے نہ ان پر۔ اور اگر بے ضرورت شرعیہ کسی امر مباح کے سبب تاخیر کی تو تفریق جماعت و ترک جماعت اولیٰ کا اُن پر وبال ہے اور اگر کسی امر ناجائز کے سبب تو وبال دو چند اور اپنی بدمذہبی کے باعث امام سنی صالح الامامت کے پیچھے نماز نہ پڑھنا چاہی تو وبال سب میں سخت تر ہے کما تقدم اور مصلائے امام کی دو۲ صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ خاص اُس کی ملک ہو کہ اُس نے اپنے لیے مسجد میں بچھا رکھا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ بے اُس کے اذن کے کسی کام میں استعمال نہیں ہو سکتا جو استعمال کرے گا گنہگار ہوگا دوسرے یہ کہ مصلے وقف ہو اس میں پھر تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ واقف نے صرف امام کے لیے وقف کیا تو اُسے کوئی نمازی منفرد یا مقتدی بھی نہیں لے سکتا چہ جائے کہ غیر۔ بلکہ اگر خاص امام جماعت اولیٰ کے لیے وقف کیا ہو تو امام جماعتِ ثانیہ بھی نہ لے سکے گا۔ دوسرے یہ کہ واقف نے نماز کے لیے وقف کیا تو ہر نمازی لے سکتا ہے اگرچہ منفرد ہو سوائے نماز اور جلوس کے لیے نہیں لے سکتے جبکہ واقف نے اسے جائز نہ رکھا ہو تیسرے یہ کہ مسجد کے لیے وقف کیا اور صراحۃً یا دلالۃً حاضرانِ مسجد کے لیے اُس کا استعمال مطلق ہے جس طرح چٹائیوں میں معروف ہے تو اُسے نماز کے لیے بھی لے سکتے ہیں اور غیر وقت نماز میں کسی ایسے جلوس کے لیے بھی کہ شرعاً مسجد میں جائز ہو پھر اتنا لحاظ رہے کہ بحال اطلاق بھی جس طرح صفیں جماعت کے لیے ہوتی ہیں مصلے میں حق امام زیادہ ملحوظ ہوتا ہے تو عین وقت امامت امام کو اُس سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہاں خالی وقت میں لے لینا اور وقت امامت کے لیے مقام امام پر پھر بچھا دینا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از کھمریا پونہ کلاں ضلع پیلی بھیت مرسلہ شرف الدین صاحب زمیندار، رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ظہر کی نماز دو۲ بجکر پچیس۲۵ منٹ پر تین شخص جماعت کریں وہ بہتر ہے یا دو۲ بجکر پینتیس۳۵ منٹ پر پچیس آدمیوں کی جماعت ہو یہ بہتر ہے ان دونوں جماعتوں میں کون سی جماعت اولیٰ ہے۔ فقط

الجواب

جماعت جتنی کثیر ہوگی ثواب عظیم ہوگا اور اس دس۱۰ منٹ میں کچھ وقت تنگ نہیں ہوتا کثرت جماعت ہی کے لیے شرع مطہر نے نماز فجر کو آخر وقت میں پڑھنے پر ثواب زیادہ رکھا ہے اصل حکم یہ ہے اور اگر کسی جگہ کوئی خاص صورت باعثِ فتنہ ہو تو فتنہ سے بچنا لازم ہے اور وبال فتنہ کرنے والے پر اور مسجد محلہ میں امام معین اکثر اہل محلہ کے ساتھ جو جماعت بروجہ سنت ادا کرے وہ جماعت اولیٰ ہے اُس سے پہلے دو چار بلا وجہ یا اپنے کسی کام کے سبب جماعت کر جائیں تو وہ ان اکثرین کی جماعت کا ثواب کم نہ کرے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ بتوسط جناب مولنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی، ۸ صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مسجد میں آتے ہیں اور جماعت ابھی تک نہیں پڑھی گئی امام کے حاضر ہونے میں ابھی کچھ وقفہ ہے امام معین کی انتظاری نہیں کرتے اپنے میں سے ایک کو امام بنایا اور نماز با جماعت ادا کی اور چل دیے امام سے بھی امامت کا اذن نہیں لیا علیٰ ہذا اگر جماعت ہو چکی اور دیکھا کہ دو چار آدمی اور بھی جمع ہیں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے ایک کو امام بنایا اور جماعت کرائی اسی طرح بعد اور آئے اور اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا بعض کی عادت ہے کہ امام کا مصلی جو اس کے نام سے نامزد ہے اور وہ اُس پر ہمیشہ

کھڑا ہو کر امامت کرتا ہے جیسا کہ دستور ہے اٹھا یا اور اس پر ناز اداکی یا بیٹھ گئے امام سے پوچھا بھی نہیں لوگوں کو اگر منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ نیک کام ہے اس سے روکنا نہ چاہیے سابِقُوا الْخَيْرَاتِ حکم ہے ضرورت کے وقت چونکہ شمولیت جماعت مقررہ سے شریعت کی جانب سے رخصت ہے اور انفرادی حالت میں بہ نسبت جماعت کے ثواب کم ہے اس واسطے شریعت کی جانب سے ایسی امامت کی نہی نہیں معلوم ہوتی اور مضمرات کی عبارت ولو صلى بعض اهل المسجد باقامة وجماعة ثم دخل المؤذن والامام وبقية القوم فالجماعة المستحبة لهم والكراهة للاولى علمگیریہ کو بلا ضرورت اقامت جماعت ثانیہ للاعراض عن المقررة یا احداث فتنہ پر محمول رکھتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مساجد کی وضع عبادت کے لیے ہے صفیں جیسے مقتدیوں کی نماز کے لیے ہیں ایسے مصلی امام کے لیے امام صف پر نماز پڑھا سکتا ہے ایسا ہی اگر مصلی پر کوئی غیر امام نماز پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں بعض کا قول ہے مصلی امام کی ملک نہیں فقہ کی متداولہ کتابوں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ معین امام کی انتظاری لازم ہے اور بغیر اجازت امام معین کے امامت نہ کرائیں اگر انتظار میں وقت مکروہ ہوتا ہو یا کسی ضروری کام کے لیے جانا چاہتا ہو مثلاً ریل کا وقت جاتا رہے گا تو الگ الگ نماز پڑھ کر چلے جاویں ترک جماعت میں اُن کے حق میں امام کا اذن نہ دینا اس قبیل سے ہوگا حدیث لایؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ علی تکرمتہ الا باذنہ رواہ مسلم مشکوٰۃ معناہ ما ذکرہ اصحابنا وغیرھم ان صاحب البیت والمجلس وامام المسجد احق من غیرہ وان کان ذلك الغیر افقہ واقرء واورع وافضل منہ الخ نووی شرح مسلم قولہ فی سلطانہ ای موضع ملکہ وتسلطہ علیہ بالتصرف کصاحب المجلس وامام المسجد مجمع بحار الانوار لیس للقاضی ان یصلی بھم اذ لم یؤمر بہ صریحا او دلالۃ کبیری علت نہی کی یہ ہے وھذا لئلا یؤدی الی توھین امر سلطنتہ وخلع ربقۃ اطاعتہ والتباغض والخلاف الذی شرع الاجتماع لرفعہ مجمع بحار الانوار ان منقولات سے پایا جاتا ہے کہ امام کہیں ہو جہاں تک ممکن ہو امام سے اجازت لے کر امامت کرائیں کہ امامت بلا اذن منع ہے امام کا جماعت میں بالفعل موجود ہونا شرط نہیں اور عموم حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے مرض الامیر فصلی الشاطی لم یجز الا باذنہ علمگیریہ کی عبارت کا بھی یہی مقصود ہے بعض کا خیال ہے کہ حدیث مذکورہ بالا سے یہ امر ثابت ہے کہ منع امامت امام دیگر بوقت حضور امام المحلہ ہے نہ وقت عدم حضور کیونکہ مراد رجل اول سے امام دیگر ہے اور رجل ثانی سے امام المحلہ یا صاحب البیت ہے اور کہا کہ رجل اول رجل ثانی کی امامت نہ کرے اگر رجل ثانی حاضر ہوگا تو اس کی امامت ممکن ہے اور نہی امور ممکنہ سے متعلق ہوا کرتی ہے جماعت ثانیہ اگر تحت عموم حدیث کے ہو تو اُس کا بھی یہی حکم ہے اور یہی علت ہے اگر خارج ہے تو بھی فقہا نے اسے مکروہ تحریمہ لکھا ہے اور بعض کہتے ہیں اگر ہیئت اولٰی کے خلاف ہے تو مکروہ نہیں جیسا کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے روایت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نفی جو امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مذکور ہے مراد اُس سے کراہت تحریمہ کی نفی ہے نہ مطلق بہر حالت کراہت سے خالی نہیں مصلی پر امام کے نماز پڑھنا یا بیٹھنا بلا اُس کے اذن کے اسکی ممانعت بھی مذکورہ بالا کے آخری فقرہ میں ولا یقعد فی بیتہ علی تکرمتہ الا باذنہ سے پائی جاتی ہے قولہ علی تکرمتہ ھو موضع خاص لجلوسہ من فراش او سریر مما یعد لاکرامہ ھی بفتح تاء وکسرھا کفراش وسجادۃ ونحوھما مجمع بحار الانوار چونکہ ہر سہ سوالات کی نسبت اقوال علماء وعبارات کتب مختلف ہیں اس واسطے بہت تردد رہتا ہے اور تسکین نہیں ہوتی ہے بظاہر عبارات کتب سے تو نہی الخ معلوم

ہوتی ہے اور اقوال علمائے مخالف اس لیے ادب سے التماس ہے کہ حقیقت امر سے مفصل ومدلل طور پر بحوالہ کتب اور عبارات سے آگاہ فرمادیں تاکہ شق راجح پر عمل درآمد ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مسجد اگر جامع یا سرا یا بازار یا اسٹیشن کی، غرض مسجد عام ہے کہ ایک جماعت خاصہ سے مخصوص نہیں جب تو اس میں ان سوالات کا محل ہی نہیں اس کی سب جماعتیں جماعت اولٰی ہیں جو گروہ آئے اپنی جماعت کرے اور محراب ہی میں امامت کرے اور افضل یہ ہے کہ ہر گروہ جدا جدا اذان واقامت کرے کما نص علیہ فی فتاوی قاضی خاں وغیرھا ہاں مسجد محلہ جس کے لیے جماعت معین امام معین ہے اُس میں ضرور امام مقرر کا حق مقدم ہے جبکہ اس کی طہارت، قراءت، عقیدے، عمل میں خلل نہ ہو کما فی الدر المختار ورد المحتار وغیرھما من الاسفار اور قصداً بلاوجہ شرعی تفریق جماعت ضرور موجب ذم وشناعت خواہ یوں ہو کہ امام معین سے پہلے پڑھ جائیں یا جماعت اولٰی فوت کرکے اپنی جماعت الگ بنائیں۔ رہے اہل ضرورت وہ مستثنٰی ہیں اور اُن کی جماعت اگرچہ پہلے ہو (مثلاً جماعت معینہ کا ابھی وقت نہ آیا اور انتظار میں ریل کا وقت نہ رہے گا پڑھ کر چلے گئے) امام اور اہل محلہ کے حق میں جماعت اولٰی نہ ہوگی تو اس سے حق امامت میں مزاحمت نہ ہوگی الا لایؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ کا کچھ خلاف نہ ہوا کہ نہ امام معین کی امامت کی نہ اُس کی امامت میں مزاحمت کی اور ہرگز شرع مطہر سے کوئی دلیل نہیں کہ ایسے لوگ بے اذن امام جماعت سے ممنوع ہیں نہ اصلاً کہیں اُن پر یہ حکم ملے گا کہ مجتمع ہوتے ہوئے الگ الگ پڑھیں اور روافض سے تشبہ کریں یوہیں جو اتفاقاً بلاتقصیر جماعت سے رہ گئے وہ شرعاً انفراد پر مجبور نہیں نہ شرع سے کوئی دلیل کہ جماعت میں اذن امام کے محتاج ہیں کہ یہاں بھی اُس کے حق میں مزاحمت نہیں البتہ تمیز جماعت اولٰی وابانت فرق واحتراز صورت مزاحمت کے لیے محراب سے الگ ہونا چاہیے وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئۃ ھو الصحیح وبہ ناخذ کما اثرہ فی ردالمحتار عبارت مضمرات کا محمل وہی صورت تفریق بلاضرورت ہے یوہیں حکم انتظار محل عدم ضرورت میں ہے ماجعل علیکم فی الدین من حرج بصورت ضرورت بروجہ مذکور جماعت میں نہ امامت معینہ کی توہین نہ امام معین کی توہین، نہ کوئی وجہ تبا غض وتحزب عبارت عالمگیریہ وعبارت کبیری دونوں دربارہ جمعہ ہیں اور جماعات کا اُس پر قیاس باطل کہ جمعہ میں شرط ہے کہ امام خود سلطان ہو یا اُس کا ماذون اسی کی تفریع میں دونوں کتابوں کی وہ عبارات ہیں کبیری میں فرمایا الشرط الثانی کون الامام فیھا سلطانا اومن اذن لہ السلطان (الی ان قال) المتغلب الذی لامنشور لہ اذا کان سیرتہ فی الرعیۃ سیرۃ الامراء ویجوزا قامتھا لان بذلک تثبت السلطنۃ فیتحقق الشرط ولیس للقاضی ان یصلی بھم الخ عالمگیریہ میں ہے منھا السلطان حتی لایجوزاقامتھا لغیر امر السلطان او امر نائبہ مرض الامیر الخ حدیث کی عبارت النص اگرچہ صورت امامت للامام میں ہے مگر بلاوجہ شرعی اُس کی امامت فوت کرکے خود امام بن جانے کو بھی دلالۃ شامل لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیتبشروا ولاتنفروا اور جو صورتیں اوپر گزریں نہ اُن میں عبارۃ منصوص نہ دلالۃ داخل جماعت ثانیہ کی تفصیل فتاوی فقیر میں ہے جس کا مجمل یہ ہے کہ مسجد عام میں ہر جماعت اولٰی ہے اور مسجد محلہ میں قصداً تفریق یا اولٰی کی تفویت بلاعذر صحیح شرعی ناجائز ورنہ باعادہ اذان ہو تو مکروہ تحریمی اور محراب نہ بدلیں تو خلاف اولٰی ورنہ اصلاً کراہت نہیں ھو الصحیح وبہ ناخذ تاتارخانیہ مصلی اگر ملک امام ہے جب تو ظاہر کہ اُس کے بے اذن اُس میں تصرف

حرام اور اگر واقف نے خاص امام جماعت اولٰی کے لیے وقف کیا جب بھی اور لوگ استعمال نہ کریں لان شرط الواقف کنص الشارع ورنہ اُس پر نماز میں اصلاً حرج نہیں جبکہ بلاوجہ امام سے مزاحمت یا تنفر ناحق یا اثارت فتنہ نہ ہو احکام کہ فقہ میں مذکور ہوئے آپ پر واضح ہیں اور بعض کی استبانت کے لیے یہ عبارت بحرالرائق پیش نظر ہونا نافع قال رحمہ اللہ تعالٰی من ھنا یعلم جھل بعض مدرسی زماننا من منعھم من یدرس فی مسجد تقرر فی تدریسہ اوکراھتھم لذلک زاعمین الاختصاص بھا دون غیرھم حتی سمعت من بعضھم انہ یضیفھا الی نفسہ ویقول ھذہ مدرستی اولا تدرس فی مدرستی وھذا کلہ جھل عظیم فقد قال اللہ تعالٰی وان المسٰجد للہ فلا یتعین مکان مخصوص لاحد حتی لوکان للمدرس موضع من المسجد یدرس فیہ فسبقہ غیرہ الیہ لیس لہ ازعاجہ واقامتہ منہ اھ مختصرا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ۔ از شہر محلہ مسجد جامع مسؤلہ مولوی محمد احسان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب بہ ہنگام ضرورت محراب مسجد میں یعنی آثار دیوار پچھیت مسجد کے اندر کھڑا ہے اور اپنے دائیں وبائیں برابر ایک ایک یا زیادہ مقتدی کھڑے کرلیے باقی اور صفیں عقب حدود مسجد میں ہوں تو ایسی صورت میں نماز ہوجائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وقت ضرورت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں اور اپنے برابر کسی مقتدی کے لینے کی حاجت نہیں بلکہ دو مقتدیوں کا امام کے برابر ہونا خود مکروہ ہے امام کا محراب میں ہونا بضرورت تھا کہ مکروہ نہ رہا یہ کس ضرورت سے ہوا اور اگر تین یا زیادہ مقتدی امام کے برابر ہوجائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوجائے گی محراب میں بلاضرورت کھڑا ہونا بھی ایسا ہی مکروہ بلکہ یہ سخت و شدید مکروہ وممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از عبدالغفور صاحب میونسپل کمشنر کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مذہب حنفی امامت کررہا ہے اور اُس کے مقتدی کل حنفی ہیں اور اُن میں چند اشخاص غیر مقلد شریک ہوکر آمین بالجہر ورفع یدین کریں تو اس صورت میں ادائے نماز حنفی میں نقص واقع ہوتا ہے یا نہیں کہ جس سے نماز مکروہ ہوتی ہے یا فاسد۔

الجواب

غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا وتصریحات عامہ کتب فقہیہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان رسالہ الکوکبۃ الشہابیہ و رسالہ سل السیوف و رسالہ النہی الاکید وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کردیا کہ وہ ضرور منکران ضروریات دین ہیں اور اُن کے منکروں کے حامی وہمراہ تو یقیناً قطعاً اجماعاً اُن کے کفر وارتداد میں شک نہیں اور کافر کی نماز باطل تو وہ جس صف میں کھڑے ہوں گے اُتنی جگہ خالی ہوگی اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو صف کو ملائے اللہ اپنی رحمت سے اُسے ملائے اور جو صف قطع کرے اللہ اپنی رحمت سے اُسے جدا کرے تو جتنے اہلسنت اُن کی شرکت پر راضی ہوں گے یا او صف

قدرت منع نہ کریں گے سب گنہگار ومستحق وعید عذاب ہوں گے اور نماز میں بھی نقص آئے گا کہ قطع صف مکروہ تحریمی ہے اور اگر صرف ایک ہی صف ہو اور اُس کے کنارہ پر غیر مقلد کھڑا ہو تو اس صورت میں اگرچہ فی الحال قطع صف نہیں مگر اس کا احتمال واندیشہ ہے کہ ممکن کہ کوئی مسلمان بعد کو آئے اور اُس غیر مقلد کے برابر یا دوسری صف میں کھڑا ہو تو قطع ہوجائے گا اور جس طرح فعل حرام حرام ہے یونہی وہ کام کرنا جس سے فعل حرام کا سامان مہیا اور اُس کا اندیشہ حاصل ہو وہ بھی ممنوع ہے ولہذا حدود اللہ میں فقط وقوع کو منع نہ فرمایا بلکہ اُن کے قرب سے بھی ممانعت ہوئی کہ تلك حدود الله فلا تقربوها معهذا ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لاتصلوا علیهم ولا تصلوا معهم نہ اُن کے جنازہ کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔ بدمذہبوں کے ساتھ نماز نہ پڑھو واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از نجیب آباد ضلع بجنور مسئولہ احمد حسین خاں صاحب ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

وبار دوم از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر شریف ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا کسی امام کے مذہب میں آمین بآواز بلند کہنا جائز ہے اگر کوئی جماعت میں آمین زور سے کہتا ہو حنفی سنیوں کی جماعت میں شریک کرنے سے نماز میں تو کچھ نقص واقع نہیں ہوتا۔

الجواب

آمین بالجہر امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ہے اگر کوئی سنی شافعی مذہب آمین بآواز کہے وہ بلاتکلف حنفیوں کی جماعت میں شریک ہو بلکہ بشرائط مذکورہ کتب فقہ وہ امامت کرے ہم اُس کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے کہ ہم اور وہ سب حقیقی بھائی ہیں ہمارا باپ اسلام ہماری ماں سنت سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مگر یہاں جو آمین بالجہر والے ہیں یہ غیر مقلد وہابی ہیں یہ اللہ ورسول کی توہین کرنے والے ہیں یہ ہمارے ائمہ کرام کو گالیاں دینے والے ہم کو مشرک کہنے والے ہیں ان کی شرکت جماعت حنفی سے ضرور ضرر ہے کہ ان کے عقائد باطلہ تکذیب خدا وتوہین رسول کے باعث ان کی نماز ہی نہیں تو جماعت میں ان کا کھڑا ہونا بالکل ایسا ہے کہ ایک شخص بے نماز بیچ میں داخل ہے اس سے صف قطع ہوگی اور صف کا قطع کرنا حرام۔ حدیث میں فرمایا من وصل صفا وصله الله ومن قطع صفا قطعه الله حدیث میں حکم فرمایا کہ نماز میں خوب مل کر کھڑے ہو کہ بیچ میں شیطان نہ داخل ہو، یہاں آنکھوں دیکھا شیطان صف میں داخل ہے یہ جائز نہیں تو بشرط قدرت اُسے ہرگز اپنی جماعت میں نہ شامل ہونے دیں اور جو مجبور ہے معذور ہے۔

مسئلہ ۔ از ریاست الور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۲۴ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ قامع بدعت وضلالت جامع معقول ومنقول جناب مولنا احمد رضا خاں صاحب ادام فیوضہم وبرکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فقیر حقیر مسکین محمد رکن الدین حنفی نقشبندی مجددی نادیدہ مشتاق زیارت دو[1] مسئلے خدمت شریف میں پیش کرکے امیدوار ہے کہ جناب اپنی تحقیق سے اس عاجز کو ممنون فرمادیں اللہ تعالٰی اس کا اجر عظیم عطا فرمادیگا ایک مسئلہ تو جماعت ثانی کا ہے اس میں گزارش یہ ہے کہ ردالمحتار میں جو اقوال کراہت وعدم کراہت کے نقل کیے ہیں اُن میں سے کراہت کا قول اُس محلہ کی مسجد کی نسبت کہ جس میں

[1] اول یہ ہے دوسرا نوافل میں مسطور ہے ۱۲

امام اور موذن اور نمازی معین ہوں ظاہر الروایۃ بیان کیا ہے اور اس کو مدلل بھی کر دیا ہے اور عدم کراہت کے قول کی صحت بھی منقول ہے کہ جو منسوب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے وہ بھی اُس میں موجود ہے اب یہ فرمائیے کہ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں جبکہ وہ مدلل بھی ہو دوسرے قول بلادلیل کی ترجیح کس طرح ہوسکتی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○　نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ○

بملاحظہ مولانا المبجل المکرم المکین جبلہ اللہ تعالٰی ممن شید بہم رکن الدین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمارے امام ہمام سراج الامۃ امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مہذب وظاہر الروایۃ یہ ہے کہ مسجد محلہ جس کے لیے اہل معین ہوں جب اُس میں اہل محلہ باعلان اذان واقامت امام موافق المذہب صالح امامت کے ساتھ جماعت صحیحہ مسنونہ بلاکراہت ادا کرچکے ہوں تو غیر اہل محلہ یا باقی ماندگان اہل محلہ کو اذان جدید کے ساتھ اس میں اعادۂ جماعت مکروہ وممنوع وبدعت ہے مجمع البحرین وبحر الرائق میں ہے لاتکررھا فی مسجد محلۃ باذان ثان شرح المجمع للمصنف فتاوی عالمگیریہ میں ہے المسجد اذا کان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ فصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لایباح تکرارھا فیہ باذان ثان اسی طرح فتاوی بزازیہ وشرح کبیر منیہ وغرر ودرر وخزائن الاسرار ودرمختار وذخیرۃ العقبی وغیرہا میں ہے اور اُس کا حاصل حقیقۃً کراہت اعادۂ اذان ہے فان الحکم المنصب علی مقید انما ینسحب علی القید کما قد عرف فی محلہ ولہذا امام محقق ابن امیر الحاج حلبی ارشد تلامذہ امام ابن الہمام نے حلیہ میں اسی مذہب مہذب کو اس عبارت سے ادا فرمایا المسجد اذا کان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ اوبعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ والباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ ولہذا کتب مذہب طافحہ ہیں کہ بے اعادۂ اذان مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ بالاتفاق مباح ہے اُس کے جواز واباحت پر ہمارے جمیع ائمہ کا اجماع ہے عباب وملتقط ومنبع وشرح درر البحار وشرح مجمع البحرین للمصنف وشرح المجمع ابن ملک ورسالہ علامہ رحمت اللہ تلمیذ امام ابن الہمام وذخیرۃ العقبی وخزائن الاسرار شرح تنویر الابصار وحاشیۃ البحر للعلامۃ خیر الدین الرملی وفتاوی ہندیہ وغیرہا کتب معتمدہ میں اس پر اتفاق واجماع نقل فرمایا خزائن میں ہے لوکرر اھلہ بدونھما اوکان مسجد طریق جاز اجماعا عالمگیریہ وشرح المجمع للمصنف میں ہے اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعا ردالمحتار میں منبع سے ہے التقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا حاشیہ علامہ طحطاوی علی الدر المختار میں ہے اما اذا کررت بغیر اذان فلاکراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون یہ عبارت تو نہ صرف ہمارے ائمہ کا اتفاق بلکہ جملہ مسلمانوں کا اسی پر عمل بتاتی ہے اور خود لفظ اجماع کہ عامۂ کتب میں واقع اسی طرف ناظر تو کیونکر ممکن کہ ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہو ظہیریہ میں کہ تنہا پڑھنا لکھ کر اسے ظاہر الروایۃ بتایا **اقول** واجب کہ اُس سے مراد نفی وجوب جماعت ہو نہ وجوب نفی جماعت کہ اجماع کے خلاف پڑے اور یہ ضرور حق ہے اُس کا حاصل اس قدر کہ جس طرح جماعت اولٰی چھوڑ کر تنہا پڑھنا ناجائز وگناہ تھا یہاں ایسا نہیں یہ الگ الگ پڑھ لیں وہ نہیں پڑھ سکتے تھے عقل ونقل کے قاعدۂ متفق علیہا سے واجب ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف رد کریں نہ کہ محکم کو محتمل سے رد کریں تو عبارت ظہیریہ سے رد نقول متظافرۂ اجماع ناممکن ہے بلکہ اگر وہ دوسرے

معنی صحیح نہ رکھتی نہ اصلاً محتمل بلکہ خلاف اجماع میں نص مفسر ہوتی تو حسب قاعدہ قاطعہ نقول عامہ کے خلاف خود ہی بوجہ غرابت نامقبول ٹھہرتی ذکرہ بالعکس ردالمحتار باب سجود التلاوۃ میں ہے ھذا عزاہ فی البحر الی المضمرات وقال ان الثانی غریب اھ وجہ عن ائمۃ انہ انفرد بذکرہ صاحب الظھیریۃ ولذا عزاہ من بعدہ الیھا فقط اُسی کے باب المیاہ مسئلہ اصابع مین میں ہے قولہ فی الاصح ذکرہ فی المجتبی والتمرتاشی وکالایضاح والمبتغی وعزاہ فی القنیۃ الی شرح صدر القضاۃ وجمع التفاریق وھو متوغل فی الاغراب مخالف لما اطلقہ جمہور الاصحاب کما فی شرح الوھبانیۃ پھر جبکہ بحال اعادۂ اذان اصل مذہب وظاہر الروایۃ کراہت تحریم تھی لما قدمنا عن ردالمحتار قولہ ویکرہ ای تحریما لقول الکافی لایجوز والمجمع لایباح اور بے اذان ثانی جواز وعدم کراہت پر اجماع تو اب اس میں اختلاف ہوا کہ آیا یہ جواز واباحت محض خالص ہے یا کہیں کراہت تنزیہ سے بھی مجامع امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت فان المکروہ تنزیھا من قسم المباح کما فی ردالمحتار وحققناہ فی جمل مجلیۃ اس باب میں امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت آئی کہ محراب ہی میں ہو تو کراہت ہے اور اس سے ہٹ کر اصلا کراہت نہیں ائمہ ترجیح نے اسی کی تصحیح کی ولوالجیہ وجیز کردری وتاتارخانیہ وغنیہ وغیرہا میں اسی کو ھوالصحیح وبہ ناخذ فرمایا بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر میسر وتوفیق وتحقیق سے واضح ہوا کہ نہ یہ تصحیحیں ظاہر الروایہ کے خلاف ہیں نہ ظاہر الروایہ کی حکایت اجماع کے خلاف اور مسئلے میں قول منقح یہ نکلا کہ مسجد محلہ میں بشرائط مذکورہ (جن کے محترزات کی تفصیل جمیل فتاوٰی فقیر میں مذکور ہے) باعادۂ اذان جماعت ثانیہ ناجائز ومکروہ تحریمی ہے یہی ظاہر الروایہ ومذہب امام ہے اور بے اذان ثانی بلاشبہ جائز اس پر خود اتفاق واجماع ائمہ ہے مگر محراب میں بکراہت اور اس سے ہٹ کر خالص مباح بلاکراہت یہی صحیح ومأخوذ ومعتمد ہے اب شبہہ اصل سے منقطع ہوگیا اور بالفرض اگر براہ تنزل مان بھی لیں کہ ائمہ نے خلاف ظاہر الروایہ کی تصحیحیں فرمائیں تو ہم پر لازم کہ انھیں کا اتباع کریں ظاہر الروایہ کی ترجیح اُس وقت ہے کہ اس کے خلاف پر تصحیح صریح نہ ہوچکی ہو ورنہ ترجیح ضمنی تصریح تصحیح کے معارض نہ ہوسکے گی اور اسی تصحیح صریح کا اتباع ہوگا۔ درمختار میں ہے اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لو افتوا فی حیاتھم ردالمحتار میں ہے ترجیح ضمنی لکل ما کان ظاہر الروایۃ فلایعدل عنہ بلا ترجیح صریح لمقابلہ درمختار میں ہے اذا ذیلت روایۃ بالصحیح اوالماخوذ بہ لم یفت بمخالفہ اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے اذا کان التصحیح بصیغۃ تقتضی قصر الصحۃ علی تلک الروایۃ فقط کالصحیح والماخوذ بہ ونحوھما مما یفید ضعف الروایۃ المخالفۃ لم یجز الافتاء بمخالفھا کما سیاتی ان الفتیا بالمرجوح جھل اُسی میں ہے لوذکرت مسئلۃ فی المتون ولم یصرحوا بتصحیحھا بل صرحوا بتصحیح مقابلھا فقد افاد العلامۃ قاسم ترجیح الثانی لانہ تصحیح صریح وما فی المتون تصحیح التزامی والتصحیح الصریح مقدم علی التصحیح الالتزامی ای التزام المتون ذکر ما ھو الصحیح فی المذہب اب رہیں بعض تعلیلات اولًا تو بعد تصحیح ائمہ ترجیح ہمیں نظر فی الدلیل کی حاجت نہیں نہ وہ ہمارا منصب پھر بعونہ تعالٰی اس کا حال ملاحظہ تعلیقات سے واضح ہوگا جو فقیر نے کتاب مستطاب ردالمحتار پر لکھیں اسعافا للمرام اس مقام سے اس کی نقل مسطور **قولہ** ولنا انہ علیہ الصلاۃ والسلام کان خرج لیصلح بین قوم فعاد الی المسجد وقد صلی اھل المسجد رجع الی منزلہ فجمع اھلہ وصلی ولو جاز ذلک لما اختار الصلاۃ فی بیتہ علی الجماعۃ فی المسجد

اقول اولا لایتعین هذا سببا لذلك فان فی اعادته صلی الله تعالٰی علیه وسلم الجماعة فی المسجد کان ایهاما انه لم یرض بجماعة القوم فلعله اراد دفع ذلك الوهم وتاکید تقریرهم علی ما فعلوا **وثانیا** لعل الباقی من اهله صلی الله تعالٰی علیه وسلم للجماعة النساء الطاهرات وحبهن فاحب الجماعة ولم یحب ان یجز جمن وحدهن للجماعة للمسجد وعسی ان یراه الناس ممن قد صلوا فیجبوا اعادة الصلاة خلفه صلی الله تعالٰی علیه وسلم او یجیئ بعض من لم یصل بعد فیقفوا خلفهن فتفسد صلاتهم **وثالثا** من فاتته الجماعة وحده فهو مخیر فی الانفراد واتباع الجماعات وان یاتی اهله فیجمع بهم کما نص علیه فی الخانیة والبزازیة وغیرهما وقد نصوا کما فی ردالمحتار وغیره ان الاصح انه لو جمع باهله لایکره وینال فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل اه وقد کان صلی الله تعالٰی علیه وسلم ربما یترك الافضل لبیان الجواز وکان حینئذ هو الافضل فی حقه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لما فیه من التبلیغ المبعوث له من عند ربه عزوجل فکیف یعلم قوله ولو جاز ذلك لما اختار **وفیه رابعا** ایفیده العلامة المحشی ان قد انعقد الاجماع بلانزاع علی جواز اعادة الجماعة فی المسجد العام بل صرحوا قاطبة انه الافضل ومعلوم قطعا ان مسجده صلی الله تعالٰی علیه وسلم لیس مسجد محلة فلو تم هذا الاستدلال لصادم الاجماع واتی بتحریم مالیس فی حله بل ولافضله محل نزاع **اقول** ومثله فی الضعف بل اضعف ما قدم فی الاذان من الاستدلال بما روی عن انس رضی الله تعالٰی عنه ان اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی فانه لیس فیه ان الجماعة کانت تفوت جماعة منهم معا فکانوا یصلون فی المسجد فرادی مجتمعین وحاش لله متی عهد هذا من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم وانما کانت تفوت نادرا واحدا بعد واحد منهم ولادلالة یصنع الجمع علی القران فی الفعل فان معناه انهم کانوا کل من فاتته الجماعة صلی فی المسجد منفردا ولم یکونوا یتتبعون المساجد نفیا للحرج فکان کقول انس ایضا صلیت خلف النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن فکانوا یستفتحون بالحمد لله رب العلمین رواه احمد ومسلم هل لقائل ان یقول ان فی نفس الحدیث دلیلا علی هذا المعنی وذلك انا لانسلم ان المراد بالجماعة الجماعة الاولی عینا بل مجریها هی علی ارسالها والجماعة لاتفوت الجماعة الا ان یمنعوا عن تکرارها فیتوقف الاستدلال به علی اثبات ممانعة التکرار فیعود مصادرة علی المطلوب وقد ذکر البخاری فی صحیحه عن انس نفسه رضی الله تعالٰی عنه انه جاء الی مسجد قد صلی فاذن واقام وصلی جماعة اھ فلم تفته الجماعة اذ لم یکن وحده وصح ان رجلا دخل المسجد وقد صلی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم باصحابه فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من یتصدق علی ذا فیصلی معه فقام رجل من القوم فصلی معه رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابوبکر بن ابی شیبة والدارمی وابو یعلی وابن خزیمة وابن حبان وسعید بن منصور والحاکم کلهم عن ابی سعید الخدری والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة وعن عصمة بن مالك وابن ابی شیبة عن الحسن البصری مرسلا وعبدالرزاق فی مصنفه وسعید بن منصور فی سننه عن ابی عثمٰن النهدی مرسلا ایضا وفی الباب عن ابی موسی الاشعری والحکم بن عمیر

کما فی الترمذی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وفی بعضہما ان ذلك المتصدق علی الرجل ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما **قولہ** ولان فی اطلاق ھٰذا تقلیل الجماعۃ معنی فانہم لایجتمعون اذا علموا انہا لاتفوتہم **اقول** لسنا نبیح تعمد ترك الجماعۃ الاولی اتکالا علی الاخری فمن سمع منادی اللہ ینادی ولم یجب بلاعذر اثم وعزر فاین الاطلاق وانما نقول فیمن غابوا فحضروا اوکانوا مشتغلین بنحو اکل تاقت الیہ انفسہم اوالتخلی وغیر ذلك من الاعذار فتخلفہم عن الاولی قد کان باذن الشرع فعلام یعاقبون بحرمان الجماعۃ وفیم تودی الی التقلیل وقد اثبتنا فی رسالتنا حسن البراعۃ فی تنفیذ حکم الجماعۃ ان الواجب ھی الجماعۃ الاولی عینا فاذا علموا انہم لولم یحضروا فاتہم الواجب فکیف لایجتمعون اما الکسالی وقلیل المبالاۃ فلایجتمعون وان علموا انہم تفوتہم الاولی والاخری جمیعا الاتری ان بعض[1] العصریین ممن یدعی العلم والدین قد شدد فی ذلك تشدیدا بلیغا وزعم ان تکرار الجماعۃ معصیۃ مطلقا فتبعہ بعض عوام تلك البلاد فی ترك تکرار الجماعۃ ولم یتبعوہ فی اتیان الاولی فاتری فوجا من الاحابیش یاتون بعد الجماعۃ فیصلون معا فرادی فیزیدون مشابھۃ بالروافض واللہ المستعان **قولہ** ویؤیدہ ما فی الظھیریۃ لودخل جماعۃ المسجد بعد ماصلی فیہ اھلہ یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ اھ وھذا مخالف لحکایۃ الاجماع المارۃ **اقول** لاتائید ولاخلاف فان یصلون لیس نصا فی الایجاب ومن تتبع ابواب صفۃ الصلاۃ والحج من ای کتاب شاء وجد قناطیر مقنطرۃ من صیغ الاخبار واردۃ فیما لیس بواجب بل ولاسنۃ انما تصار الی الندب وقد قال فی البحر الرائق والطحطاوی فی حاشیۃ الدر ان ذلك ای دلالۃ الاخبار علی الوجوب فیما اذا صدر من الشارع اما من الفقہاء فلایدل ھو ولا الامر منہم علی الوجوب کما وقع لمحمد حیث قال فی صفۃ الصلاۃ افترش رجلہ الیسری ووضع یدیہ وامثال ذلك کثیرۃ اھ ولست انکر انہ کثیرا ما یجیئ للوجوب کما بیناہ فی کتابنا فصل القضاء **فی رسم الافتاء** وانما ارید ان المحتمل لایقضی علی المفسر فکیف یرد بہ الاجماع المتظافر علی نقلہ المعتمدات بل کیف یصح ان یحمل علی ما یصیر بہ مخالفا للاجماع ولوکان کذا لکان ھو احق بالرد من الاجماع اذ الحاکی الواحد عن ظاھر الروایۃ اقرب الی السھو من الجماعۃ بل لقائل ان یقول لایمکن الحمل ھھنا علی الوجوب اصلا وان قلنا بکراھۃ تکرار الجماعۃ فی مسجد الحی مطلقا وذلك کما نصوا علیہ فی الوجیز والتبیین والھندیۃ وغیرھا وسیاتی شرحا وحاشیۃ ان من فاتتہ فی مسجدہ ندب لہ طلبھا فی مسجد اخر الا المسجدین المکی والمدنی کما فی القنیۃ ومختصر البحر وبحث فی الغنیۃ الحاق الاقصی وذکر القدوری یجمع باھلہ ویصلی بھم ای وینال ثواب الجماعۃ کما فی الفتح فاذا الجماعۃ معھم لایحتاجون الی التفتیش عنھا فمن ذا الذی حرم علیھم ان یذھبوا الی بعض البیوت مثلا ویجمعوا وینالوا الفضل **فان قلت** عاقھم عن الخروج الدخول **قلت** کلامھما المذکور مطلق فیمن دخل ومن لم یدخل والخروج لادراك الجماعۃ لایمنعہ الدخول الاتری ان مقیما الجماعۃ یخرج تکبیرا الجماعۃ الاولی باذنیہ فلان یجوز لھؤلاء الخروج ولا تکبیر

---

[1] لہ وھو رشید احمد الگنگوھی ۱۲

ولا اولی لاولی وبالجملۃ لامحل ھھنا للایجاب وعلیہ کان یتوقف التائید والخلاف **فان قلت** فاذلاوجوب فما منزع الکلام **قلت** افادۃ جواز الانفراد لھم بلاحظر ولاحجر بخلاف مالولم تقم الجماعۃ بعد حیث لایجوز الصلاۃ منفردا الا بعذر لما فیہ من تفویت الجماعۃ الواجبۃ علی المعتمد اوالقریبۃ من الوجوب علی المشہور فاذن کان علی وزان ما قال العینی فی عمدۃ القاری قال ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سھا اونام اوشغلہ عن الجماعۃ شغل جمع باھلہ فی منزلہ وان صلی وحدہ یجزاہ وھذا معنی صاف لاغبار علیہ ان شاء اللہ تعالٰی وبہ یزول کل اشکال وللہ الحمد **قولہ** وعن ھذا ذکر العلامۃ الشیخ رحمہ اللہ السندی تلمیذ المحقق ابن الھمام فی رسالتہ ان مایفعلہ اھل الحرمین من الصلاۃ بائمۃ متعددۃ وجماعات مترتبۃ مکروہ اتفاقا الی قولہ واقرہ الرملی فی حاشیۃ البحر **اقول** یاسبحٰن اللہ ای مساس لھذا بما نحن فیہ فان انکارھم علی التفریق العمدی کما ھو الواقع فی الحرمین المکرمین فانھم جزؤا الجماعۃ اجزاء وعینوا لکل جزء اماما والتفریق بالقصد حیث لاباعث علیہ شرعا لایجوز اجماعا والا لما سن اللہ تعالٰی صلاۃ الخوف وھذا تستوی فیہ مساجد الاحیاء والقوارع والجوامع والبراری جمیعا قولا فصلا من دون فصل ثم وقع الخلاف فی الاقتداء بالمخالف علی وجوہ فصلھا فی البحر ورد المحتار وغیرھما واتینا علی لبابہ فی فتاوٰنا فمن لاکراھۃ عندہ اصلا ای اذا لم یعلم ان الامام لایراع مذھب غیرہ بناء علی اعتبار رأی المقتدی کما ھو الاصح او ولو علم انہ غیر مراع بل لم یراع عند من یقول العبرۃ برأی الامام فھذا التفریق عندہ من دون باعث شرعی وھؤلاء ھم الذین حضروا الموسم تلک السنۃ وانکروا ومن حکم بالکراھۃ عند الشک فی المراعاۃ اواعتقد ان الافضل الاقتداء بالموافق مھما امکن وان تحققت المراعاۃ فھو عندہ بوجہ شرعی وھم الجمھور وعلیہ العمل فلا انکار علی اھل الحرمین ولیس فی فعلھم خلل ولا زلل والعلامۃ السید المحشی ھو الناقل فیما سیاتی عن الملا علی القاری انہ قال لوکان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم اوتاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمھور المؤمنین من اھل الحرمین والقدس ومصر والشام ولاعبرۃ بمن شذ منھم اھ وعلی کل فھذا الکلام من واد اٰخر لاتعلق لہ بجواز التکرار وعدمہ **قولہ** لکن یشکل علیہ ان نحو المسجد المکی والمدنی لیس لہ جماعۃ معلومون فلایصدق علیہ انہ مسجد محلۃ بل ھو کمسجد شارع وقد مر انہ لاکراھۃ فی تکرار الجماعۃ فیہ اجماعا فلیتامل **اقول** انما نشأ الاشکال من حملہ علی مسئلۃ التکرار وقد علمت ان لم یقصدوھا وانما انکروا تعمد التفریق وھو محظور قطعا ولو فی مسجد شارع فالعجب من السید العلامۃ المحقق المحشی یورد علی مسئلۃ التکرار ما اوردہ علیھا ثم یستشکل ھذا الوارد بما لااشکال بہ اصلا ولکن لکل جواد کبوۃ نسأل اللہ سبحٰنہ عفوہ **ثم اقول** واشد العجب من العلامۃ الشیخ رحمۃ اللہ رحمہ اللہ تعالٰی حیث قال الاحتیاط فی عدم الاقتداء بہ ای بالمخالف ولو مراعیا کما سینقلہ المحشی عنہ ثم قال ھھنا بکراھۃ ترتیب الجماعات وادعی الاتفاق علی خلاف ما علیہ الجمھور ولیت شعری اذا کان ھذا مکروھا وفاقا فکیف یعمل بالاحتیاط الذی اعترفتم بہ ایجعل الناس کلھم علی مذھب واحد ام یسکن مقلد واکل امام فی بلدۃ علیحدۃ اویجعل لکل منھم مسجد بحیالہ ویمنع اھل ثلثۃ مذاھب عن الصلاۃ فی المسجدین الکریمین اوتجعل الجماعۃ لمذھب واحد

ویؤمر الباقون بالصلاۃ فرادی ثم **اقول** ویرد مثلہ علی تقریر العلامۃ خیر الملۃ والدین الرملی رحمہ اللہ تعالٰی لما مر وھو انا قد نقل کما سیأتی حاشیۃ عن العلامۃ الرملی الشافعی انہ مشی علی کراھۃ الاقتداء بالمخالف حیث امکنہ غیرہ وبہ افتی الرملی الکبیر واعتمدہ السبکی والاسنوی وغیرھما قال والحاصل ان عندھم فی ذٰلک اختلافا وکل ما کان لھم علۃ فی الاقتداء بنا صحۃ وفسادا وکراھۃ وافضلیۃ کان لنا مثلہ علیھم وقد سمعت ما اعتمدہ الرملی وافتی بہ والفقیر اقول مثل قولہ فیما یتعلق باقتداء الحنفی بالشافعی والفقیہ المنصف یسلم ذٰلک ؎ وانا رملی فقہ الحنفی ؛ لامرا بعد اتفاق عالمین ؛ اھ فاذا کان الفقہ والانصاف ھو کراھۃ الاقتداء بالمخالف فکیف ینکر علی ما فعلہ اھل الحرمین لاجرم رجع العلامۃ نفسہ فی حاشیتہ علی شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی والمتن للامام ابن الھمام الی موافقۃ الجمھور فقال کما نقلہ فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق بقی الکلام فی الافضل ماھو الاقتداء بہ او الانفراد لم ار من صرح بہ من علمائنا وظاھر کلامھم الثانی والذی یظھر ویحسن عندی الاول لان فی الثانی ترک الجماعۃ حیث لاتحصل الابہ ولو لم یکن بان کان ھناک حنفی یقتدی بہ الافضل الاقتداء بہ الخ فقد اعترف ان الافضل الاقتداء بالحنفی اذا وجد وان کان الشافعی الذی یؤم صالحا عالما تقیا نقیا یراعی الخلاف کما وصفہ بہ فی تلک الحاشیۃ یہ تمام عبارت تعلیقات فقیر علی ردالمحتار کی ہے اور بحمداللہ تعالٰی اُس سے حق واضح وجلی ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از سنبھل ضلع مراد آباد مرسلہ از سید محمد علی مدرس فارسی مدرسہ جارج مسلم اسکول -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ مسجد کے فرش پر محراب کے محاذ میں جماعت ہونا افضل ہے خواہ نمازی کم ہوں خواہ کسی درخت وغیرہ کے ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی طبیعت پر بار ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ شامی کے اندر یہ مضمون ظاہر کرتا ہے کہ محراب میں امام کا کھڑا ہونا افضل ہے اسی پر قیاس کرلیا جاوے عمر یہ کہتا ہے کہ تمام فرش مسجد کا ایک حکم میں ہے کسی جگہ کے واسطے فضیلت نہیں ہوسکتی اگر اس قدر نمازی ہوں کہ محراب سے راست وچپ میں جماعت ممکن ہو اور نمازیوں کو بھی وہاں آسائش ہو تو ضرور جماعت کرلی جاوے دوسرے یہ کہ ائمہ مجتہدین کے قیاسات کا اختتام ہوگیا علمائے حال کا قیاس کیا ہوسکتا ہے جبکہ علمائے حال کی یہ کیفیت ہے کہ لفظ کے لغوی معنی غلطی سے کچھ سے کچھ خیال کرتے ہیں لہذا مکلف خدمت ہوں کہ جواب مع دلیل تحریر فرمادیں - مکرر یہ کہ زید محراب کے محاذ میں جماعت ہونے کی فضیلت میں کوئی قول منقول پیش نہیں کرتا محض قیاس سے کام لینا چاہتا ہے عمر قیاس کو رد کرکے منقول دلیل مانگتا ہے۔

الجواب

فی الواقع سنت متوارثہ یہی ہے کہ امام وسط مسجد میں کھڑا ہو اور صف اس طرح ہو کہ امام وسط صف میں رہے محراب کا نشان اسی غرض کے لیے وسط مسجد میں بنایا جاتا ہے اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر امام ایک کنارے کی طرف جھکا ہوا کھڑا ہو تو اگر جماعت زائد ہے فی الحال امام وسط صف میں نہ ہوگا اور ارشاد حدیث توسطوا الامام کا خلاف ہوگا اور اگر ابھی جماعت قلیل ہے تو آئندہ ایسا ہونے کا اندیشہ ہے لاجرم خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص ہے کہ گوشہ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کنارہ مسجد میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ حدیث کا ارشاد ہے امام کو وسط میں رکھو یہ طاق جسے اب عرف میں محراب کہتے ہیں حادث ہے زمانۂ اقدس وزمانۂ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم

اجمعین میں نہ تھا محراب حقیقی وہی صدر مقام اس کا مسجد میں قریب حد قبلہ ہے یہ محراب صوری اُس کی علامت ہے جس مسجد کے دو حصے ہوں ایک مسقف دوسرا صحن جیسا کہ اب اکثر مساجد یوہیں ہیں وہ دو مسجدیں ہیں مسقف مسجد شتوی ہے یعنی جاڑوں کی مسجد اور صحن مسجد صیفی یعنی گرمیوں کی مسجد ہر مسجد کے لیے وہ محراب حقیقی موجود ہے اگرچہ محراب صوری صرف مسجد شتوی میں ہوتی ہے اعتبار اسی محراب حقیقی کا ہے یہانتک اگر محراب صوری وسط مسجد میں نہ ہو یا جانب مسجد بنادینے سے اب وسط میں نہ رہے تو امام اُس میں نہ کھڑا ہو بلکہ محراب حقیقی میں کہ وسط مسجد ہے اور جب یہ حکم عام ہے جملہ مساجد کو شامل اور صحن مسجد بھی ایک مسجد ہے تو وہ بھی یقیناً اس حکم منصوص میں خود داخل ہے نہ کہ یہاں کسی قیاس کی حاجت ہے صحن مسجد میں جو جگہ قریب حد قبلہ وسط میں ہے وہ خود محراب حقیقی ہے خواہ محراب صوری کے محاذی ہو یا نہ ہو یا سرے سے اُس مسجد میں محراب صوری نہ بنی ہو اس محراب حقیقی میں امام کا کھڑا ہونا سنت ہے بشرط جماعت اولی لیکن جماعت ثانیہ کے لیے اسی مقام سے دہنے یا بائیں ہٹ کر امامت کرنا نافی کراہت ہے معراج الدرایہ شرح ہدایہ میں ہے فی مبسوط بکر السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیہ والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویۃ اوفی ناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ. قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توسطوا الامام وسدوا الخلل اُسی میں ہے المحاریب مانصبت الا وسط المساجد وھی قد عینت لمقام الامام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کانپور نئی سڑک مسئولہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھبن ۱۳ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید اور عمرو کے بارے میں دونوں حنفیت کا دعوٰی کرتے ہیں اور ترجمہ حدیث یزید بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جو باب من صلی الصلٰوۃ مرتین میں ہے حسب ذیل کرتے ہیں زید آخری حصہ حدیث اذا جئت الصلوۃ فوجدت الناس فصل معھم وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ وھذہ مکتوبۃ کا ترجمہ یہ کرتا ہے کہ پہلی نماز جو گھر میں پڑھی گئی ہو نفل ہوگی اور جو جماعت کے ساتھ پڑھی جائے وہ فرض ہوجائے گی دلیل یہ ہے وان کنت قد صلیت تکن لک نافلۃ میں اِنْ شرطیہ ہے اور تکن جزا ہے اِنْ وصلیہ اس وجہ سے نہیں ہوسکتا کہ وصلیہ آخر کلام میں آیا کرتا ہے اُس کے بعد مستقل جملہ اور کلام مستانف ہوا کرتا ہے یہاں ایسا نہیں عمرو کہتا ہے کہ زید کا یہ ترجمہ مذہب حنفی کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے عمرو آخری حصہ حدیث مندرجہ بالا کا ترجمہ یوں کرتا ہے کہ گھر والی نماز جو پہلے پڑھی ہے وہ فرض ہوگی اور جو بعد میں جماعت سے پڑھی ہے وہ نفل ہوگی اِس وجہ سے کہ اِنْ وصلیہ ہے دلیل یہ ہے کہ وان کنت قد صلیت میں اول واو داخل ہے دوسرے کنت موجود ہے جو ماضی کے لیے مخصوص ہے اور قد تحقیق ماضی کے لیے نیز ھذہ اسم اشارہ قریب ذکری کے لیے ہے پس قد صلیت سے جو صلوۃ مدلول ہے وہ مشار الیہ ہے اور یہ پہلی ہی ہوگی وہی فرض ہوگی اور جو صلوۃ فصل معھم سے مدلول ہے وہ بعید ذکراً ہے وہ مشار الیہ نہیں اگر خود کنت ماضی کو شرط بنایا جاوے تو تکن جزا مرتب کون مخاطب پر نہیں ہے نیز فصل معھم امر بھی جواب کو چاہتا ہے اور شرط بھی جزا کو علی سبیل التسلیم تب بھی تکن لک نافلۃ جواب امر کا ہے جزا نہیں بوجہ مقدم ہونے امر کے جیسے جملہ قسمیہ جب مقدم ہو شرط پر تو جزا نہیں ہوتی بلکہ جواب قسم سے استغنا ہوجاتا ہے ان دونوں قائلوں میں کونسا قائل

راستی پر ہے نیز اوپر بیان کی ہوئی دلیلیں قابل قبول ہیں یا نہیں زید وعمرو کی دلیلوں میں سے کس کی دلیلیں زیادہ صحت کے ساتھ مانی جاسکتی ہیں اور قبول کی جاسکتی ہیں دیگر جو نماز رکوع وسجود والی علاوہ فجر وعصر ومغرب جماعت سے پڑھی یا پڑھائی ہو عام ہے کہ نماز عید وجمعہ ہی کیوں نہ ہو دوبارہ جماعت ملنے پر نفلاً تکرار نماز کرسکتا ہے یا نہیں اگر اوپر بیان کی ہوئی حدیث سے تکرار نماز پر اس طور سے کہ پہلے پڑھی ہوئی نماز فرض یا واجب اقتدا یا امامت کرکے دوسری جماعت دوسرے روز ملنے پر تکرار نماز کرسکتا ہے اور وہ نفل ہوگی استدلال لایا جاوے تو صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی

الجواب

زید کا قول غلط اور دلیل باطل۔ **اولاً** ان وصلیہ کا آخر کلام ہی میں آنا اور اس کے بعد جملہ اور وہ بھی کلام مستانف ہی ہونا سب باطل وبے اصل ہے وہ کلام واحد کے وسط اجزا میں آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے قولہ تعالٰی وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین رضی میں ہے قد یدخل الواو علی ان المدلول علی جوابھا بما تقدم ولا تدخل الا اذا کان ضد الشرط اولی بذلك المقدم والظاھر ان الواو فی مثلہ اعتراضیۃ ونعنی بالجملۃ الاعتراضیۃ مایتوسط بین اجزاء الکلام متعلقا بہ معنی مستانفا لفظا کقولہ ع تری کل من فیھا وحاشاك فانیا ؛ وقد یجیئ بعد تمام الکلام کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا سید ولد ادم ولا فخر فنقول فی الاول زید وان کان غنیا بخیل وفی الثانی زید بخیل وان کان غنیا والاعتراضیۃ تفصل بین ای جزئین من الکلام کانا بلا تفصیل اذا لم یکن احدھما حرفا اھ مختصرا لاجرم صحیحین میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مامن عبد قال لا الٰہ الا اللہ ثم مات علی ذلك الادخل الجنۃ وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق وان زنی وان سرق علی رغم انف ابی ذر **ثانیاً** حدیث کی بہتر تفسیر حدیث ہے امام مالک واحمد ونسائی نے محجن بن ادرع دیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلاۃ فصل مع الناس وان کنت قد صلیت یہاں یقیناً وصلیہ ہے مرقاۃ میں ہے (فصل) ای نافلۃ لاقضاء ولا اعادۃ (مع الناس وان) وصلیۃ ای ولو (کنت قد صلیت) **ثالثاً** صرف ان کا وصلیہ یا شرطیہ ہونا یہاں احد المعنیین کی تعیین نہیں کرتا تو اس میں بحث فضول اور اس سے استناد نامقبول مدار ضمیر تکن کے مرجع اور ھذہ کے مشارالیہ پر ہے اگر ضمیر ثانیہ کے لیے ہے اور اشارہ اولٰی کی طرف کہ وہی اقرب ذکراً ہے کما قالہ عمرو تو اولٰی فرض اور ثانیہ نفل ہوگی اگرچہ ان شرطیہ ہو اور عکس ہے تو عکس اگرچہ ان وصلیہ ہو وھذا ظاھر جدا اشعۃ اللمعات میں ہے (وان کنت قد صلیت) واگر ہستی تو کہ تحقیق نماز گزاردۂ (تکن لك نافلۃ) باشد نمازیکہ دوم بازمیکنی با مردم نفل مرترا (وھذہ مکتوبۃ) وباشد ایں نماز کہ نخست گزاردۂ فرض وایں معنی موافق است بظاہر احادیث کہ دلالت دارد بر بودن نماز دوم نفل از جہت سقوط ذمہ باداۓ اولٰی پھر طیبی شافعی سے دوسرے معنی نقل کیے۔ دیکھو ان شرطیہ لیا اور نماز دوم کو نافلہ قرار دیا مرقاۃ میں ہے (فصل معھم وان کنت قد صلیت) لیحصل لك ثواب الجماعۃ وزیادۃ النافلۃ (تکن) ای صلاتك الاولٰی (لك نافلۃ وھذہ) ای التی صلیتھا الاٰن قبل ویحتمل العکس (مکتوبۃ) شرح میں وان کنت قد صلیت کے بعد

لیحصل لک الخ لانے سے ظاہر ہے کہ ان وصلیہ لیا ورنہ شرط وجزا کے بیچ میں اس کے لانے کا کوئی محل نہ تھا فصل معہم کے بعد لکھنے اور نماز دوم کو فریضہ بتایا **اقول** ولا یبعد ان یکون القدح فی ذھنہ اولا ماھو الاوفق بالاحادیث والالصق بالقواعد فجعل ان وصلیۃ ویؤیدہ قولہ وزیادۃ النافلۃ وان امکن تاویلہ بان المراد بالنافلۃ ھی الاولی وترتبھا علی قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فصل معہم مع وقوعھا سابقا باعتبار وصف نافلیۃ فانہ انما یظہر بصلاتہ معہم فافھم ثم اذا اتی علی قولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تکن حاد النظر الی حاشیۃ الطیبی فنقل ما فیھا واللہ تعالی اعلم عمرو کا قول صحیح اور دلائل زائل **اولاً** ہم بیان کرچکے کہ اِن کا وصلیہ ہونا کچھ مفید نہ شرطیہ ہونا مضر **ثانیاً** دخول واو وصلیہ ہونے پر کیا دلیل شرطیہ پر بھی عاطفہ آتا ہے **ثالثاً** کنت اور قد بھی منافی شرطیہ نہیں قد کا دخول خود فعل شرط پر ممنوع ہے فلا تقول ان قد فعلت وان قد تفعل اھ رضی
یہاں فعل شرط کنت ہے جسے ابقائے معنی ماضی ہی کے لیے شرط کرتے ہیں کقولہ تعالی عن عبدہ عیسی علیہ الصلاۃ والسلام ان کنت قلتہ فقد علمتہ وقولہ تعالی عن شاھد یوسف علیہ الصلاۃ والسلام وان کان قمیصہ قد من دبر یعنی وہ فعل ماضی جسے شرط کرنا اور معنی مضی پر باقی رکھنا منظور ہو، اگر اُس پر ان داخل کرتے مستقبل کردیتا لہذا اُسے خبر کان اور کان کو شرط کرتے ہیں اب وہ فعل اپنے معنی ماضی پر باقی رہتا ہے رضی میں ہے اعلم ان یکون شرطھا فی الاغلب مستقبل المعنی فان اردت معنی الماضی جعلت الشرط لفظ کان کقولہ ان کنت قلتہ وان کان قمیصہ لان الفائدۃ التی یستفاد منہ فی الکلام الذی ھو فیہ الزمن الماضی فقط مع النص علی المضی لایمکن استفادۃ الاستقبال اور جب وہ فعل معنی ماضی پر بحالہ ہے تو ماضی کے لیے قد کا آنا کیا محال ہے **رابعاً** نماز اول اگر قریب ذکراً ہے دوم قریب وقوعاً ہے اور شک نہیں کہ جدید متاخر الوقوع قدیم متاخر الذکر سے اقرب ہے **خامساً** ضمیر بھی مرجع قریب چاہتی ہے تکن سے قد صلیت متصل ہے تو ضمیر صلاۃ سابقہ کی طرف اور اُس کا تقاضا اقتضائے ھذہ سے پہلے ہولیا **سادساً** شرط بلاشبہہ کنت ہے مگر معنی سببیت کہ شرط میں ہیں نفس فعل شرط میں نہیں ہوتے بلکہ مع جمیع متعلقات ان تلوتہ تیس فی بیتی عند رأسی ثلاث لیال مستقبلی القبلۃ متوضیین فانتم احرار ان ساتوں قیود کے جمع ہونے سے آزاد ہوں گے مجرد تلاوت سے نہیں ہوتے خصوصاً کان جس کی دلالت حدث مطلق وزمانہ ماضی کے سوا کسی چیز پر نہیں کما قدمنا انفا عن الرضی تو سبب کون مخاطب نہیں بلکہ کونہ قد صلے یعنی تقدم ایقاع صلاۃ کہ اُس کا نافلہ ہونا اُس کے وقوع پر موقوف **سابعاً** امر کے لیے جواب لاسکتے ہیں نہ یہ کہ امر طالب جواب ہے بخلاف قسم تو نا مستدعی جواب کا تقدم شرط مستدعی جزا کے اقتضا پر مرجح نہیں ہوسکتا **ثامناً** اگر تکن جواب امر ہی ہو تو یہ بھی تعیین احد المعنیین سے عاری ہے جزائے ان کنت نہ سہی اُس سے پہلے قد صلیت کلام میں تو واقع ہے رجوع ضمیر کو اتنا ہی درکار ہے **بالجملہ** دلائل طرفین کچھ نہیں ہمیں اس تمام بیان کی حاجت نہ تھی اگر سوال میں نہ ہوتا کہ کس کی دلیلیں قبول کی جاسکتی ہیں اور طریق صحیح یہ ہے کہ **اولاً** کلام اس میں ہے کہ پہلے فرض بہ نیت فرض وقت میں باستجماع شرائط ادا کرچکا ہو ورنہ بداہۃً پہلی نماز نماز ہی نہ تھی یا کوئی نفل تھی اگر دوسری میں شامل نہ ہوتا جب بھی وہ نفل یا باطل ہی رہتی اور جب صورت یہ ہے تو قطعاً اُس وقت پڑھنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہوگیا اب نہ وہ وقت میں عود کرسکتا ہے نہ

وقت میں دو فرض ہوسکتے ہیں تو یقیناً یہ دوسری نہ ہوگی مگر نفل۔ ہاں اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ برکت وثواب جماعت میں حصہ ملے گا کما فی حدیث مالك وابی داود عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذلك لہ سھم جمع **واقول ثانیاً** اگر ثانی فرض ہو تو طلب جماعت فرض ہو حالانکہ اس حکم کو حدیث نے مصلی کے آنے پر محول فرمایا ہے کہ اذا جئت الصلاۃ فوجدت الناس فصل معھم وان کنت قد صلیت یہ نہیں فرمایا اذا صلیت فی رحلك افترض علیك ان تاتی الجماعۃ فتصلی معھم ابوداؤد و ترمذی ونسائی کی حدیث میں یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا صلیتما فی رحالکما ثم اتیتما مسجد جماعۃ فصلیا معھم فانھا لکما نافلۃ بلکہ حدیث میں تخییر کی تصریح ہے کہ جی میں آئے تو شامل ہو جاؤ سنن ابی داؤد میں عبادہ ابن صامت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال سیکون علیکم بعدی امراء تشغلھم اشیاء عن الصلاۃ لوقتھا حتی یذھب وقتھا فصلوا الصلاۃ لوقتھا فقال رجل یا رسول اللہ اصلی معھم قال نعم ان شئت۔ فرض میں اختیار کیسا اقول والمراد بالوقت المستحب ای یوخرون الی وقت الکراھۃ اذ المعھود من اولئك الامراء لاان یصلوا العصر جماعۃ بعد الغروب والعشا بعد الطلوع **وثالثاً** دارقطنی بسند صحیح عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا صلیت فی اھلك ثم ادرکت فصلھا الا الفجر والمغرب فجر ومغرب کا استثنا اسی بنا پر ہوسکتا ہے کہ یہ دوسری نفل ہو کہ نہ فجر میں تنفل ہے نہ نفل میں ایتار اگر یہ فرض ہوتی تو فجر ومغرب میں ادائے فرض سے کون مانع ہے **ورابعاً** حدیث بتارہی ہے کہ ان میں ایک کا نفل ہونا اس کے شریک جماعت ہونے پر مرتب ہے "تکن" اگر جواب امر ہے جب تو ظاہر اور جزائے ان کنت قد صلیت ہے جب بھی مطلب یہی ہے یہ ہرگز مراد نہیں کہ جس وقت فرض پہلے پڑھے تھے اُسی وقت وہ نفل ہوئے تھے چاہے بعد کو جماعت ملتی یا نہیں شریک ہوتا یا نہیں اور جب ترتب نفلیت شرکت پر ہے اب اگر اس ایک سے نماز دوم مراد لو تو بے تکلف مستقیم ہے کہ یہ نفل اُسے شرکت ہی سے ملیں گے اور اگر اول مراد لو تو معنی یہ ہوں گے کہ اب تک اُس سے فرض ادا ہوئے تھے اس جماعت کی شرکت اُن فرضوں کو نفل کی طرف منقلب کردے گی اور یہ کہ حتماً مطلوب نہ تھی فرض واقع ہوگی ان دونوں باتوں کے لیے شرع میں نظیر نہیں **وخامساً** مسند احمد وصحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف انت اذا کانت علیك امراء یمیتون الصلاۃ اوقال یوخرون الصلاۃ عن وقتھا قال قلت فما تأمرنی قال صل الصلاۃ لوقتھا فان ادرکتھا معھم فصل فانھا لك نافلۃ اس میں ضمیر انھا صاف نماز ثانی کی طرف راجع ہے اولی کی طرف ارجاع بعید عن الفہم ہونے کے علاوہ ارشاد اقدس صل الصلاۃ لوقتھا کے منافی ہے کہ پہلی کو اس کے وقت میں پڑھ کے اوقات فرائض کے لیے ہیں نہ کہ نفل کے واسطے **وسادساً** حدیث مذکور عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی میں یوں ہے کہ فرمایا واجعلوا صلاتکم معھم تطوعا اس میں صاف تصریح ہے کہ یہ دوسری نفل ہوگی **سابعاً** اگر یہی مانا جائے کہ نافلہ پہلی اور مکتوبہ دوسری کو فرمایا تو فقیر کے ذہن میں یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے ظاہر ہے کہ نماز تنہا ناقص اور جماعت میں کامل ہے جس نے فرض اکیلے پڑھ لیے پھر نادم ہوکر جماعت میں ملا تو قضیۂ اصل حکم عدل یہ ہے کہ اُس کے فرض ناقص اور نفل کامل ہوئے مگر اُس کی ندامت اور جماعت کی برکت نے یہ کیا کہ سرکار فضل نے اس

کامل کو اُس کی فہرست فرائض میں داخل فرمالیا اور ناقص کو نفل کی طرف پھیر دیا تو یہ نفل کامل فرض لکھے گئے اور وہ فرض ناقص نفل میں محسوب ہوئے کہ کمال فرض کا جمال نفل پائے اور یہ اُس کی رحمت سے بعید نہیں جو فرماتا ہے اولئك یبدل الله سیاٰتھم حسنٰت جب اُس کا کرم گناہوں کو نیکیوں سے بدل لیتا ہے نفل کو فرض میں گن لینا کیا دشوار ہے اب حاصل یہ رہا کہ ہے تو پہلی ہی فرض اور دوسری نفل مگر رحمت الٰہی اس نفل کو فرض میں شمار فرمائے گی اسی طرف مشیر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد جب اُن سے پوچھا گیا میں اُن دونوں میں کس کو اپنی نماز یعنی فرض تصور کروں فرمایا وذلك الیك انما ذلك الی الله عزوجل یجعل ایتھما شاء یہ کیا تیرے ہاتھ ہے یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے اُن میں جسے چاہے شمار فرمائے گا رواہ الامام مالك ھذا ما عندی۔ العلم بالحق عند ربی۔ ظہر و جمعہ و عشا نفلاً دوبارہ پڑھ سکتا ہے نماز عید کے ساتھ تنفل شرع سے ثابت نہیں۔ حدیث دوسرے روز ملنے پر کسی طرح دلیل نہیں کہ وہ اُس صورت میں ہے کہ یہ نماز تنہا پڑھ چکا اب اُس کی جماعت قائم ہوئی حدیث محجن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا کنت قد صلیت فاقیمت الصلوۃ حدیث ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے یصلی فی منزلہ الصلاۃ ثم یاتی المسجد فتقام الصلاۃ حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تھا فان ادرکتھا معھم سنن ابی داود میں حدیث یزید بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایک لفظ یہ ہیں اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرك الصلاۃ مع الامام فلیصلھا معہ فانھا لہ نافلۃ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا اذا صلیت فی اھلك ثم ادرکت حدیث اخیر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں ہے اصلی فی بیتی ثم ادرك الصلاۃ فی المسجد مع الامام دوسرے روز اُس نماز کی جماعت نہیں ہوسکتی آج کی ظہر ظہر دیروزہ کی غیر ہے ولہذا امام و مقتدی کا قضا و ادا میں اختلاف مبطل اقتدا ہے اور دوسرے دن اگر لوگ کل کی قضا بجماعت پڑھتے ہوں تو اسے ادراک نہ کہیں گے اور واجب سے تو اسے علاقہ ہی نہیں کہ وہ یا وتر ہے یا نماز عیدین اول میں تنفل گناہ اور ثانی میں شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

- از کانپور محلہ بوچڑخانہ۔ مولوی نثار احمد صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامدا و مصلیا و مسلما۔ حضرات علمائے کرام ادام اللہ بقاہم علی رؤس المسلمین و حماہم۔ ان چند سوالوں کا جواب مرحمت فرمائیں (۱) یہ کہ اختلاف علما ہو یوم النحر میں تو قربانی کو احتیاطاً ایک روز مؤخر کرانے والا اختلاف علما سے بچنے کے لیے مجرم ہے یا نہیں (۲) سہ شنبہ ۱۰ ذی الحجہ کو عیدالضحٰی کی نماز واجب کی نیت سے پڑھانے والا امامت سے بوجہ ثبوت شرعی ماننے کے اور چہارشنبہ کو اُس جگہ حاضر ہو کر جہاں عیدالضحٰی بوجہ ثبوت کامل نہ ہونے کے عید سہ شنبہ کو نہیں ہوئی تھی بلکہ آج چہارشنبہ کو عیدالضحٰی تھی اور جماعت میں شریک ہوگیا نفلی نیت سے مجرم ہوا یا نہیں (۳) سہ شنبہ کو امامت و خطبہ کے بعد احتیاطی جملہ کا تلفظ اور دوسرے روز اُسی کا جماعت میں بہ نیت نفل شریک ہونا لوگوں کو شبہہ دلاتا ہے کہ اس نے اپنی نماز دوہرالی اور ہم لوگوں کی نمازیں خراب کیں مگر امام دوشنبہ کو اعلان وقت نماز کے یقین تھا عید کا اور راضی تھا اور خود سہ شنبہ کو وہ ایک اعلان دینے پر راضی تھا کہ میں نے ثبوت کو یقین جان کر بہ نیت واجب پڑھی اور امام ہو کر اقرار کرتا ہے اصرار سے کہ واجب یقینی جان کر پڑھائی اور احتیاطی جملہ میں بھی یہ عرض کیا کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور اکثر جگہ ہے نماز بھی عید کی پڑھی گئی مگر قربانی کل کرنے میں احتیاط ہے ایسی اختلافی حالت میں کس کے قول کو مانا جانا جائے امام کے قول کو یا مقتدیوں کے

(۴) پڑھی ہوئی نماز نفل کی نیت سے پھر پڑھنا حنفیوں کے نزدیک حدیث یزید ابن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ جواب "من صلے الصلاۃ مرتین" میں ہے۔ سے ثابت ہوتا ہے یا نہیں (۵) اس حدیث میں وان کنت قد صلیت میں ان وصلیہ ہے یا شرطیہ اولی وصلیہ ہوتا ہے یا شرطیہ (۶) آیہ کریمہ من تطوع خیرا فھو خیر لہ اور من تطوع خیرًا فان اللہ شاکر علیم سے عبادات مالیہ اور بدنیہ جس میں نفلی نماز بھی داخل ہے کوئی ثابت کرے تو استدلال درست ہے یا نہیں اور معطوف علیہ نہ ہونے کی وجہ سے تحریر میں بغیر واو کے لکھنے والا اور آیۂ ثانیہ میں بغیر حرف ترتیبیہ کے لکھنے والا غلطی کرنے والا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی

الجواب

(۱) محل اختلاف علما میں مراعات خلاف جہاں تک ارتکاب مکروہ کو مستلزم نہ ہو بالاجماع مستحب ہے۔ مستحب جرم نہیں ہوتا بلکہ اُسے جرم کہنا جرم ہے درمختار میں ہے یندب للخروج من الخلاف لاسیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہ مذھبہ (۲) جبکہ اُس نے ثبوت شرعی پایا اور روز سہ شنبہ کو روز عید جان کر بہ نیت واجب نماز عید ادا کی اور دوسرے جن کو ثبوت نہ پہنچنے کے باعث اُن پر شرعًا آج عید واجب تھی اُن کی جماعت جماعت روز اول تھی اور سہ شنبہ کے دن پڑھنے والے کے نزدیک اگرچہ جماعت روز دوم تھی مگر اس امام صالح امامت عید اور اُس کے مقتدیوں نے کل ادا نہ کی تھی اور یہاں تاخیر بالعذر بالاجماع بلاکراہت جائز ہے اور عدم تحقق ثبوت عندہم سے بڑھ کر اور کیا عذر ہوسکتا ہے بہر حال یہ نماز امام وقوم اور اس کل پڑھنے والے سب کے نزدیک جماعت واجبہ تھی تو اس کا بہ نیت نفل اُس میں مل جانا ہرگز جرم نہیں ہوسکتا جرم نہیں مگر مخالفت امر اللہ یہاں کون سے امر اللہ کا خلاف ہوا ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون ہاں اگر ایک دن نماز عید ہوکر دوسرے دن مطلقًا ناجائز ہوتی حتی کہ اُس امام صالح امامت عید وقوم کو بھی جس نے کل بعذر نہ پڑھی تو البتہ اسے شریک ہونا جرم ہوتا اگرچہ اُن پر جرم کیسا وہ اپنا ادائے واجب کر رہے تھے کہ اُن کو کل کا ثبوت نہ پہنچا تھا مگر اس کے اعتقاد میں تو عید کل ہوچکی تھی آج دوسرا دن تھا جس میں نماز ناجائز تھی تو یہ اپنے اعتقاد کی رو سے ایک ناجائز فعل میں شرکت کرتا اور مجرم ہوتا فان المرء مواخذ بزعمہ مگر ایسا ہرگز نہیں بلکہ قطعًا جواز ہے کما نصوا علیہ قاطبۃ تو ایک جماعت جائزہ میں متنفلا شریک ہونا کس نے منع کیا نماز عید نماز جنازہ نہیں جس سے تنفل میں شرعًا جواز کا حکم ثابت ہے بدائع امام ملک العلماء میں ہے لایصلی علی میت الامرۃ واحدۃ لاجماعۃ ولا وحدانا عندنا لنا ماروی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلے علی جنازۃ فلما فرغ جاء عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ومعہ قوم فاراد ان یصلی ثانیا فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلاۃ علی الجنازۃ لاتعاد ولکن ادع للمیت واستغفر لہ وھذا النص فی الباب (الی قولہ) دلیل علی عدم جواز التکرار صلاۃ عیدین نہی کہاں ہاں ثبوت بھی نہیں پھر عدم ثبوت کو ثبوت عدم سے کیا علاقہ وھذا البحث لقد فرغنا عنہ فی الرد علی الوھابیۃ مرارًا غایت یہ کہ بے طلب شرع بے وجہ ہے جبکہ کوئی عارض خاص ہو مثلًا مرید یا تلمیذ یا ابن کے نزدیک کل ثبوت شرعی ہوگیا تھا پڑھ لی شیخ یا استاذ یا اب کے یہاں آج ملنے کو حاضر ہوا اُن کے نزدیک آج عید ہے یا نماز کو کھڑے ہوئے اب ان کی مخالفت اُس امر میں کہ شرعًا ممنوع وحرام نہیں معیوب وقبیح ہے لہٰذا متنفلا شریک ہوگیا تو یہ صورت بے وجہ بھی نہیں بلکہ بوجہ وجیہ ہے امام مجتہد مطلق عالم قریش سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تو جب مزار مبارک امام الائمہ سیدنا

امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حضور نمازِ صبح پڑھائی دعائے قنوت نہ پڑھی نہ بسم اللہ وآمین جہر سے کہے نہ غیر تحریمہ میں رفع یدین فرمایا علی ما فی الروایات خود اپنا مذہب مجتہد نے ترک کیا اور عذر بھی بیان فرمایا کہ مجھے ان امام اجل سے شرم آئی کہ ان کے سامنے ان کا خلاف کروں کما بیناہ فی حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات (۳) امام اپنے قلب سے نیت کرتا ہے اور قلب غیب ہے اور زبان اُس کا ذریعہ بیان۔ ہر مسلم اپنے مافی الضمیر پر امین ہے جب تک ظاہر اُس کا مکذب نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم اقالھا ام لا رواہ مسلم مقتدیوں کا یہ وسوسہ بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام قال تعالٰی یایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (۴) ہاں ثابت ہے کما فصلناہ فی الفتوی السابقۃ بما لامزید علیہ فجر ومغرب کا حدیث میں استثنا فرمایا رواہ الدارقطنی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعلیل حکم نے فجر سے عصر مغرب سے وتر کا الحاق بتایا اور یہی مذہب حنفیہ ہے (۵) وصلیہ اولٰی ہے بدلیل حدیث محجن رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جئت المسجد وکنت قد صلیت فاقیمت الصلاۃ فصل مع الناس وان کنت قد صلیت یہ وہی مضمون وحکم ہے اور اس میں وصلیہ متعین والحدیث خیر تفسیر للحدیث (۶) ہاں درست ہے جہاں شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو اور یہ عموم کریمہ کی تخصیص نہیں بلکہ وہ عموم میں داخل ہی نہیں کہ من تطوع خیرا فرمایا ہے اور ممنوع خیر نہیں کہ خیر ممنوع نہیں **اقول** تحقیق مقام یہ ہے کہ شئے مطلوب الفعل او الترک باحد الطلبین الجازم وغیرہ ہوگی یا لا ولاہیں سے احکام خمسہ پیدا ہوئے اُن کا خامس مباح وتمام الکلام فیہ بحیث لا یوجد فی شیئ من الکتب فی رسالتنا الجود الحلو فی ارکان الوضوء اربع اول کو ثبوت درکار اور عدم ثبوت طرفین کا نتیجہ خامس مگر یہ خامس کسی مستحسن کے نیچے اندراج اور نیت حسنہ کے اندماج سے مستحسن ہوجاتا ہے جیسے نیت قبیحہ سے مستقبح فعل لوح سادہ ہے اور نیت نقش۔ صورت اخیرہ میں وہ مکروہ حرام اور اُس سے بدتر ہوسکتا اور اولٰی میں تطوع ہوکر دونوں آیہ کریمہ کے عموم میں آئے گا۔ اشباہ ورد المحتار وغیرہما میں ہے المباحات تختلف صفتھا باعتبار ما قصدت لاجلہ فاذا قصد بھا التقوی علی الطاعات او التوصل الیہا کانت عبادۃ کالاکل والنوم واکتساب المال والوطء انتہی لہذا مسئلہ دائرہ ہیں یہ حکم نہ دیں گے کہ نماز عید دوبارہ پڑھنا مستحب ہے کہ یہ طلب شرعی سے خبر دے گا یعنی شرعاً مطلوب ہے کہ دوبارہ پڑھے اور یہ باطل ہے کہ اس کو ثبوت درکار اور ثبوت نہیں ولہذا اس کا فعل بے وجہ ہوگا کہ سبب نہیں یہ اس کا فی نفسہ حکم ہے پھر اگر خارج سے وجہ پیدا ہو مثلاً یہ امام متبرک بہ ہے یا اس جماعت میں وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ پڑھنے میں امید رحمت ہے کہ ھم القوم لا یشقی بھم جلیسھم یا وہ وجہ جو ہم نے نمبر دوم میں بیان کی کہ معظم دینی سے موافقت ومحو صورت مخالفت تو یہ سب نیت محمودہ ہیں اور مباح نیت محمودہ سے محمود اور محمود کا ادنٰی درجہ نفل خصوصاً نماز کہ الصلاۃ خیر موضوع فمن استطاع ان یستکثر منہا فلیستکثر رواہ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوں تحت کریمتین داخل ہوگا کشف الغمہ میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے کان رضی اللہ تعالٰی عنہ لا ینھی

احدا تطوع بشیئ زائد علی السنۃ ویقول فمن تطوع خیرا فھو خیرلہ رہا کریمتین میں ترک واو وفا پہ لکھنا تلاوت قرآن کا وقت نہ تھا بلکہ استدلال کا اور ترک کسی ایسے حرف کا نہ کیا جس پر نظماً یا معنیً صحت کو توقف یا موجب تغیر ہو تو اسے کسی طرح غلطی نہیں کہہ سکتے ابن ابی حاتم وبیہقی نے امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی ان رجلا سألہ عن الھدی فما ھو فقال من الثمانیۃ الازواج فکان الرجل شك فقال ھل تقرأ القراٰن قال نعم قال فسمعت اللہ یقول لِیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ عَلٰی مَا رَزَقَھُمْ مِّنْ بَھِیْمَۃِ الْاَنْعَامِ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَۃً وَّ فَرْشًا قال نعم قال فسمعتہ یقول مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ قال نعم امیرالمومنین نے ایک آیت سترھویں پارے کی لی ایک آٹھویں کی اور ان کو سیاق واحد میں ذکر فرمایا دوبارہ سورۂ انعام کی آیتوں میں خاص وسط میں سے اتنے جملے چھوڑ دیے قل ءاالذکرین حرم ام الانثیین اما اشتملت علیہ ارحام الانثیین نبئونی بعلم ان کنتم صدقین اب یہاں کیا حکم ہوگا نبئونی بعلم ان کنتم صادقین واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ بریلی محلہ کانکر ٹولہ مسئولہ محمد ظہور خاں صاحب ۱۳ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز امام پڑھا رہا ہے اب دوسرا نمازی آیا تو شامل جماعت ہوجاوے یا اول سنت ادا کرے اگر مسجد چھوٹی ہے یا صحن مسجد قلیل ہے اور کانوں میں امام کی آواز آرہی ہے ایسی صورت میں ادائگی سنت کس صورت سے ہونا چاہیے یا بلا ادائگی سنت شامل ہوجاوے اور سنت بعد طلوع آفتاب ہونا بہتر ہے یا اول یعنی جماعت میں جو شامل ہوگیا تھا اس کے بعد۔

الجواب

اگر جانتا ہے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوسکے گا اور صف سے دور سنتیں پڑھنے کو جگہ ہے تو پڑھ کر ملے ورنہ بے پڑھے پھر بعد بلندی آفتاب پڑھے اس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے کان میں آواز آنے کا اعتبار نہیں۔ امام اندر پڑھ رہا ہو باہر پڑھے باہر پڑھتا ہو اندر پڑھے حد مسجد کے باہر پاک جگہ پڑھنے کو ہو تو سب سے بہتر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض نمازیوں کی کسی دنیاوی ضرورت کی وجہ سے مثلاً بازار کو خرید وفروخت کے لیے جانا ہوتا ہے تو اس کے لیے ان کی رعایت سے وقت مستحبہ نماز کو ترک کرنا اور اول وقت پڑھنے میں کچھ قباحت تو نہیں ہے یا امام کو وقت مستحب پر پڑھنا چاہیے مثلاً عصر کے وقت کہ بعد گزرنے دو مثل سایہ کے پندرہ بیس منٹ کا وقفہ اذان وصلوۃ کے لیے دے کر جماعت کرنے میں افضلیت تو ترک نہ ہوگی۔

الجواب

عام جماعت کو ضرورت ہو تو حرج نہیں ایک کے لیے جماعت منتشر کرنا یا سب کو ترک وقت مستحبہ کی طرف بلانا بیجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ سکریٹری انجمن مشفق المسلمین محلہ براہیم پورہ بریلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مبتلائے جذام کو جس سے طبا اجتناب واجب ہے

اور مسلمانان محلہ اُس کے دخول مسجد و استعمال ظروف سے حذر کرتے ہیں مسجد میں بغرض شرکت جماعت وغیرہ آنے سے شرعاً بغرض فائدہ عوام روکا جاسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہاں جبکہ اُس کے آنے سے مسجد میں نجاست کا ظن غالب ہو تو وجوباً اور ایسا نہ ہو صرف نفرت عوام و احتمال تقلیل جماعت ہو تو استحباباً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ حافظ نجم الدین گندہ نالہ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ (۱) ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اگر وہ غسل کرتا ہے تو فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے تو اس وقت اس کو کیا کرنا چاہیے (۲) جبکہ امام رکوع میں ہے اور ایک شخص ایک تکبیر کہہ کر شامل جماعت ہوگیا تو یہ تکبیر تحریمہ ہوئی یا مسنونہ اس صورت میں نماز اس مقتدی کی ہوگی یا نہیں۔

الجواب

(۱) تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور غسل کرکے پھر اعادہ کرے (۲) اگر اُس نے تکبیر تحریمہ کہی یعنی سیدھے کھڑے ہوئے تکبیر کہی کہ ہاتھ پھیلائے تو زانو تک نہ جائے تو نماز ہوگئی اور اگر تکبیر انتقال کہی یعنی جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی اُسے دو تکبیر کہنے کا حکم ہے تکبیر تحریمہ اور تکبیر انتقال پہلی تکبیر تحریمہ قیام کی حالت میں اور دوسری تکبیر انتقال رکوع کو جاتے ہوئے درمختار میں ہے لو وجد الامام راکعا فکبر منحنیا ان الی القیام اقرب صح ولغت نیۃ تکبیرۃ الرکوع واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ دو شخص ایک چٹائی ایک مصلے پر جدا جدا برابر کھڑا ہو کر ایک ہی نماز فریضہ قبل جماعت یا بعد جماعت پڑھ رہے ہیں اُن کی نماز ہوجائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز تو ہر طرح ہوجائے گی لیکن قبل جماعت الگ الگ پڑھیں اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور اُن میں ایک قابل امامت ہے اُس کو کوئی عذر شرعی نہ ہو تو اُن پر ترک جماعت کا الزام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر بریلی محلہ باغ احمد علی خاں ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

جماعت جمعہ کے اندر پہلی صف میں دو یا تین شخص جن کی داڑھی منڈی ہوئی اور ایک شخص کی کتری ہوئی اُس نے یہ لفظ کہا کہ بزرگ لوگ پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اگلی صف میں آجائیں اور منڈی اور کتری ہوئی پیچھے چلے جائیں لہٰذا اُس نے گناہ کیا یا نہیں اور اگلی صف میں منڈی ہوئی ہیں اور پیچھے صف میں پرہیزگار اور متقی ہیں اُن کو پہلی صف میں لے جائیں اور منڈی ہوئی کو پیچھے ہٹایا جائے یا نہیں اور وہ لوگ جن کی داڑھی منڈی ہوئی اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد کو نماز پڑھنے کو جاتے ہیں اور ایک کے ساتھ ایک یا دو داڑھی والے بھی جاتے ہیں اس بات کو ان لوگوں کو نہایت ناگوار معلوم ہوا

الجواب

داڑھی کترانا منڈانا حرام ہے اور اس کے مرتکب فاسق ان کو تفہیم ہدایت کی جائے بہتر یہ ہے کہ امام کے قریب دانشور لوگ ہوں حدیث میں فرمایا لیلینی منکم اولوا الاحلام والنھی اور وہی دانشور ہے جو متقی ہو متقیوں کو چاہیے تھا کہ یہی پہلے آتے کہ سب سے اول میں جگہ پاتے اب کہ وہ دوسری قسم کے لوگ پہلے آگئے تو انھیں مناسب ہے کہ متقیوں کے لیے جگہ خالی کردیں ورنہ انھیں ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ سبب فتنہ ہو اعمال میں ہدایت نرمی سے چاہیے کہ سختی سے ضد نہ بڑھے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از شہر بانس منڈی مسئولہ محمد جان بیگ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پانچوں وقت کی نماز ادا کرتا ہے اور صوم وصلاۃ کا بھی پابند ہے مگر مسجد میں تین وقت کی نمازیں ظہر وعصر ومغرب مسجد میں اور عشا وفجر کی اپنے مکان پر تنہا پڑھتا ہے اور وجہ تنہائی میں پڑھنے کی یہ ہے کہ بعد نماز عشا وفجر کے وظیفہ میں زیادہ وقت لگتا ہے اور قرآن عظیم کی تلاوت بھی کرتا ہے تنہا پڑھنے میں علیحدہ کوئی حرج تو نہیں۔

الجواب

پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ واجب ہے ایک وقت کا بھی بلاعذر ترک گناہ ہے وظیفہ وتلاوت باعث ترک نہیں ہوسکتے فرض مسجد میں باجماعت پڑھ کر وظیفہ وتلاوت مکان پر کرے ورنہ صورت مذکورہ فسق وکبیرہ ہے فان کل صغیرۃ بالاعتیاد کبیرۃ وکل کبیرۃ فسق حدیث میں ہے ظلم اور کفر اور نفاق سے ہے یہ بات کہ آدمی اللہ کے منادی یعنی موذن کو پکارتا سنے اور حاضر نہ ہو وہ وظیفہ وتلاوت کہ جماعت ومسجد سے روکیں وظیفہ وتلاوت نہیں بلکہ ناجائز ومعصیت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از اسیریاں محلہ سادات ضلع فتح پور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جماعت ثانیہ میں اقامت کہی جائے یا نہیں اور جماعت ثانیہ میں امام کو زور سے جہری نماز میں قراءت کرنی چاہیے یا جماعت اولٰی کے لوگ جو سنتیں پڑھ رہے ہیں اُن کے خیال سے برائے نام آواز سے پڑھے تاکہ دوسروں کی نماز میں ذہن نہ منتقل ہو جو شرعی حکم ہو ارشاد فرمائیں

الجواب

جماعت ثانیہ کے لیے اعادہ اذان ناجائز ہے تکبیر میں حرج نہیں اور اُس کا امام نماز جہری میں بقدر حاجت جماعت جہر کرے گا اگرچہ اور لوگ سنتیں پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ شہر کہنہ محلہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر باہم رشتہ دار ہیں دونوں میں خانگی معاملات میں مع دیگر رشتہ داران زید وبکر عرصہ سے نااتفاقی ہے اور زید وبکر دونوں شریک ہو کر ہو کر ایک جماعت میں ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں۔ امام صاحب سے کسی کو کچھ کدورت نہیں ہے اب اہل محلہ زید وبکر سے کہیں کہ تم دونوں باہم میل کرلو بکر یہ جواب دے کہ ہم باہم رشتہ دار ہیں ہمیں میل کرنے میں کچھ

انکار نہیں ہے مگر اس معاملہ میں دیگر رشتہ دار داماد بھائی حقیقی وغیرہ بھی شریک ہیں جن کے ساتھ زید کو مع دیگر رشتہ داران ناراضگی ہے اُن کی موجودگی کی بھی ضرورت ہے اُس وقت پورا میل ہوسکتا ہے تنہا میل کرنے میں دیگر رشتہ داران کو مجھ سے رنج ہوجائے گا بغیر اُن کی موجودگی کے غیر ممکن ہے یہ جواب بکر کا چند اشخاص کو ناگوار معلوم ہوا اور اُن اشخاص نے ناخوش ہوکر بکر سے کہا کہ اگر تم اس وقت ہمارے کہنے سے میل نہیں کروگے تو ہم جماعت میں شریک نہیں ہونے دیں گے ہر طرح پر پریشان کریں گے لہذا اس بنا پر ایک شخص نے مسجد میں وقت نماز اعلان کیا کہ زید وبکر میں باہم رنج ہے جب دو شخص ایسے جن میں رنج ہے وہ شریک جماعت ہوں تو پوری جماعت کی نماز نہیں ہوتی ہے اور نہ دعا اس جماعت کی قبول ہوتی ہے اور صرف بکر کو یہ کہہ کر جماعت سے علیحدہ کردیا تو یہ عمل ان اشخاص کا جائز ہے یا ناجائز اگر ناجائز ہے تو علیحدہ کردینے والوں کو شرع شریف کا کیا حکم ہے (۲) سوال بصورت حال مندرجہ بالا جو اشخاص وقت نماز جماعت سے علیحدہ کردیں اُن کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

الجواب

(۱) اس صورت میں اُس کو جماعت سے علیحدہ کرنا جائز نہیں اور یہ کہنا محض باطل ہے کہ جس جماعت میں دو شخص آپس میں رنج رکھتے ہوں نماز نہیں ہوگی اور یہ بھی غلط محض ہے کہ وہاں دعا قبول نہیں ہوگی ہاں باہم اہل سنت کے اتفاق رکھنے کا حکم ہے اور دو بھائیوں میں کسی دنیوی وجہ سے قطع مراسم تین دن سے زیادہ حرام ہے اور جو باہم موافقت کی طرف سبقت کرے گا وہ جنت کی طرف سبقت کرے گا اور جس سے اُس کا بھائی معافی چاہے گا اور وہ بلا عذر شرعی معاف نہ کرے گا تو حدیث میں فرمایا کہ اُسے روز قیامت حوض کوثر پر میرے پاس حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم (۲) بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو جماعت سے علیحدہ کرنا ظلم شدید ہے اس میں حق اللہ کا بھی مواخذہ ہے اور حق العبد کی بھی گرفتاری تو بہ بھی کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ

از شہر تکیہ سفر علی شاہ مسئولہ مولوی احمد بخش صاحب ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا کے واسطے (۰۸) بجے وقت مقرر کرلیا گیا بلا انتظار کیے دوسرے کے اُس وقت جماعت کھڑی ہوجائے گی کل شب میں ۱۴ آدمی دروازے پر مسجد کے کھڑے تھے پانچ سات کو وضو کرنا تھا دو تین کرچکے تھے یہ سب ایک مسئلہ پر ذکر کر رہے تھے جماعت کی تکبیر والے نے اُن سب کو نہیں بُلایا نماز شروع کردی آیا بلانا۔ آیا انتظار واجب تھا یا نہیں۔

الجواب

اگر اذان کے بعد انتظار بقدر مسنون کرلیا گیا ہو پھر زیادہ انتظار کی حاجت نہیں اور اگر وقت میں وسعت ہو اور حاضرین پر گراں نہ ہو تو جو آگئے ہیں اُن کے وضو کا انتظار کرلینا بہتر اذان کے بعد غیر مغرب میں بحالت وسعت وقت اتنا انتظار مسنون ہے کہ کھانے والا کھانے سے فارغ ہوجائے جسے قضائے حاجت کرنی ہے اس سے فراغ پائے اور طہارت و وضو کرکے آجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ

از مونڈیا جاگیر ضلع بریلی مسئولہ عبدالصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے یہاں پانچ آدمی ہیں اور سب کلام مجید خواں اور نمازی ہیں ایک روز زید نے

بوقت عشا بوجہ تنہائی مکان اپنے گھر نماز ادا کی بوجہ حاضر نہ ہونے مسجد کے زید کا مع اُس کے برادران اور اہل خانہ حقہ پانی بھنگی بہشتی دھوبی جملہ کام والوں سے بند کر دیا اور پانچ دن سے بند ہے یعنی یکم صفر سے ۵ صفر تک حالانکہ زید نماز کے لیے کوئی عذر و حیلہ نہیں کرتا بلکہ بوجہ مجبوری کے حاضر نہیں بنا آیا زید اس سزا کا مستوجب تھا کہ نہیں اگر نہ تھا تو سزا دہندگان کو کیا کرنا چاہیے۔

الجواب

اگر واقعی مکان تنہا تھا اور تنہا چھوڑ کر آنے میں اندیشہ تھا تو یہ عذر قابل قبول ہے اور ایسی حالت میں سزا دینا ظلم ہے اور اگر کوئی عذر صحیح نہ ہو بلا عذر جماعت چھوڑے تو شرعاً قابل سزا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از مونڈیا جاگر ضلع بریلی مسئولہ عبد الصمد ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض جذام ہے سال گزشتہ میں ڈاکٹر نے مرض مذکور کی تصدیق کردی ہے اب نیز خون وغیرہ کے دیکھنے سے مرض کی شدت کا ثبوت ہوتا ہے چونکہ زید مسجد میں آکر وضو کرتا ہے جس سے بعض اشخاص تنفر کرتے ہیں بلکہ مسجد میں نماز پڑھنے سے جماعت سے احتراز کرنا چاہتے ہیں اور اکثر مقتدیان کا عزم ہے کہ زید اگر جماعت میں شامل ہوگا تو ہم گھر پر نماز پڑھ لیا کریں گے دریں صورت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے آیا زید کو مسجد سے روک دینا چاہیے یا لوگوں کو گھر پر نماز پڑھ لینا اور کبھی کبھی خود بھی نماز پڑھانے کو کھڑا ہو جاتا ہے۔

الجواب

اس صورت میں زید کو چاہیے کہ گھر میں پڑھے جماعت منتشر نہ کرے اور اُس کی امامت مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - از محلہ سوداگراں مسئولہ شمس الہدیٰ صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ

حضور اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص ایسا ہو کہ وہابی کے مدرسہ میں پڑھتا ہو اور اُن کے اقوال بھی جانتا ہے اور پھر وہابی کے مکان میں رہتا ہے اور اُس کے یہاں کھانا کھاتا ہے تو اس صورت میں اُسے اہلسنت کی نماز جماعت میں کھڑا ہونے دیں یا نہیں اور اگر کھڑا ہوگا تو فصل لازم آئے گا یا نہیں۔

الجواب

اگر وہ وہابیہ کے عقائد سے واقف ہو کر انھیں مسلمان جانتا ہے تو ضرور صف میں اُس کے کھڑے ہونے سے فصل لازم آئے گا اور صف قطع ہوگی اور قطع صف حرام ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من قطع صفا قطعہ اللہ اور اگر وہابیہ کو کافر جانتا ہے تو اُن سے میل جول کے باعث جس میں سب سے بدتر اُن سے پڑھنا ہے سخت فاسق ہے امامت کے قابل نہیں نماز اُس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی مگر صف میں اُس کے کھڑے ہونے سے صف قطع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ - مولوی عبد اللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک جماعت میں چار صفیں ہیں صف اول میں کسی مقتدی یا امام کا وضو جاتا رہا تب وہ مقتدی

یا امام باہر کس طرح آسکتا ہے کیونکہ درمیان میں تین صفیں ہیں جو شانہ سے شانہ ملائے ہیں اور مقتدی کو جو جگہ خالی ہے اُس کے واسطے کیا حکم ہے۔

الجواب

مقتدی جس طرف جگہ پائے چلا جائے یونہیں امام دوسرے کو خلیفہ بنا کر اب صفوں کا سامنا سامنا نہیں کہ امام کا سترہ سب کا سترہ ہے اور مقتدی کی جو جگہ خالی رہی کوئی نیا آنے والا اُسے بھر دے یا یونہیں رہنے دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز احمد صاحب ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک محلہ میں دو گروہ آباد ہیں دیوبندی و سنی حنفی اس محلہ کی مسجد میں دو دو جماعتیں ہوتی ہیں پہلی جماعت دیوبندی فرقہ کی ہوتی ہے وہ لوگ عداوت کی وجہ سے مغرب اور فجر کی نماز میں دیر کر دیتے ہیں اس میں جماعت (نماز) قضا ہونے کا اندیشہ ہے اگر سنی اپنی جماعت پہلے کرنا چاہتے ہیں تو وہ لوگ فساد پر آمادہ ہوتے ہیں ایسی حالت میں سُنیوں کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

عین اُن کی جماعت ہونے کی حالت میں سُنی اپنی جماعت کر سکتے ہیں کہ نہ اُن کی جماعت جماعت ہے نہ اُن کی نماز نماز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نماز پڑھاتا ہے جماعت کو بعد دوسرے آدمی امام شافعی علیہ الرحمہ کے مقلد آئے اور صحن میں جماعت پڑھانے لگے اسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں ساتھ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں اور صحن میں ایک امام نماز پڑھا رہا ہے مقلد شافعی کے پاس مسبوق کے ساتھ اقتدا کرنا جائز ہے اسی طرح نماز جماعت سے پڑھتے ہیں اور امام آیا اور تکبیر ہوئی اور جماعت کھڑی ہوئی اُسی طرح دو جماعت ایک مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں ایک فرض کی دو جماعتیں ایک ساتھ قصداً کرنا بلا وجہ شرعی ناجائز و ممنوع ہے لیکن ایک جماعت حنفیہ کی امام حنفی کے پیچھے ہو اور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہو اس میں حرج نہیں جس طرح حرمین شریفین میں معمول ہے کہ یہ وجہ شرعی سے ہے مسبوق کی اقتدا ہمارے مذہب میں باطل ہے اگرچہ وہ مسبوق شافعی المذہب ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از موضع دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز باجماعت ہو چکی بعد میں دو چار آدمی فراہم ہو گئے اور جماعت سے رہ گئے تو وہ آپس میں مل کر نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں کیونکہ اکثر ایسا دیکھا گیا تھا اب ایسا معلوم ہوا ہے کہ اول جماعت کے بعد پھر جماعت سے نماز پڑھنا موجب ثواب نہیں بلکہ عذاب ہے لہٰذا جو حکم شریعت ہو اُس سے آگاہ فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو مسجد کسی معین قوم کی نہیں جیسے بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجد میں اُن میں تو ہر جماعت جماعت اولیٰ ہے ہر جماعت کا امام اُسی محل قیام امام پر محراب میں کھڑا ہو کر امامت کرے بلکہ افضل یہ ہے کہ ہر جماعت جدید اذان سے ہو ہاں مسجد محلہ میں جس کے لیے امام و جماعت معین ہیں اس اعتماد پر کہ ہم اپنی جماعت دوبارہ کرلیں گے بلا عذر شرعی مثل بدمذہبی امام وغیرہ جماعت اولیٰ کا قصداً ترک کرنا گناہ ہے اور اگر امام کے ساتھ اہل محلہ کی جماعت ہوگئی اور کچھ لوگ اتفاقاً یا عذر صحیح کے سبب رہ گئے تو اُن کو اذان جدید کی اجازت نہیں اور محراب میں قیام امام کی جگہ ان کے امام کو کھڑا ہونا مکروہ ہے اذان دوبارہ نہ کہیں اور محراب سے ہٹ کر جماعت کریں یہی افضل ہے اسے جو موجب عذاب بتاتا ہے غلط کہتا ہے کما حققناہ فی فتاوینا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ مدرس ۳۰ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صف پر دو یا چار شخص علیحدہ علیحدہ فرض پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر جماعت کر سکتے ہوں تو ترک جماعت نہ کریں رافضیوں سے مشابہت نہ کریں اور اگر یہ جماعت جماعت اولیٰ ہے جب تو اس کا ترک گناہ اور ناجائز ہے مگر نماز سب کی بہرحال ہوجائے گی ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از گورکھپور محلہ دھوبی مسئولہ سعید الدین ۹ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) جماعت کے لیے تعین وقت گھڑی سے جائز ہے یا نہیں (۲) امام کو کسی مقتدی کیلیے جو ممبر مسجد و میر محلہ ہو اور رئیس ہو باوجود گزر جانے وقت معین گھڑی کے جماعت کے لیے انتظار کرنا درست ہے یا نہیں (۳) امام کے نزدیک تمام مقتدیوں کی عزت برابر ہونی چاہیے یا نہیں (۴) ایک مقتدی کو جو ممبر مسجد و میر محلہ اور رئیس ہو دوسرے مقتدی پر فوقیت ہے یا نہیں ۔ (۵) اگر کوئی مقتدی سنت مستحب نماز پڑھتا ہو تو اُس کی سنت ختم ہونے تک امام کو انتظار کرنا چاہیے یا نہیں سنت مؤکدہ کی تعریف کیا ہے (۶) کسی مقتدی کا بوجہ اُس کی امارت و اعزاز کے باوجود معینہ گھڑی وضو اور سنت کا انتظار کرنا جائز ہے یا ناجائز (۷) امام کا کہنا کہ ہم کو مقتدیوں کے انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ مقتدیوں کو امام کے انتظار کی ضرورت ہے صحیح ہے یا نہیں (۸) امام کو وقت معین گھڑی پر آنا جائز ہے یا نہیں (۹) امام کا کہنا کہ گھڑی کا معین صرف مؤذن کی اذان کے لیے ہے جماعت کے لیے نہیں درست ہے یا نہیں (۱۰) باوجود تعین وقت گھڑی امام کا کہنا کہ جب امام نماز کے لیے کھڑا ہوجائے وہی وقت نماز کا ہے درست ہے یا نہیں (۱۱) مقتدیوں کا پیش امام سے جو کہ وقت معین پر نماز نہ پڑھاتے ہوں کہنا کہ آپ وقت معین سے ۲ ۔ ۴ ۔ ۱۰ منٹ پہلے تشریف لائیے درست ہے یا نہیں (۱۲) امام کا کہنا میں حشر تک نہ آؤں گا درست ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۲) درست ہے جبکہ حاضرین پر گراں نہ ہو اور وقت وسیع ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) جس کو دینی

عزت زائد ہے ہر مسلمان کے نزدیک زائد ہے اُس کی وہ رعایت کی جائے گی جو دوسرے کی نہ ہوگی جب تک کوئی حرج شرعی لازم نہ آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۴) ہے مگر نہ ایسی کہ اُس کی ذاتی رعایت اوروں پر باعث بار ہو اور عین نماز میں کسی معین کی رعایت جائز نہیں مثلاً امام رکوع میں ہے اور کوئی شریک ہونے کو آیا اگر امام نے نہ پہچانا تو اُس کے لیے رکوع میں بعض تسبیحیں زائد کر سکتا ہے جس میں وہ شامل ہوجائے کہ یہ دین میں اعانت ہے لیکن اگر پہچانا کہ فلاں ہے اور اُس کی خاطر سے زائد کرنا چاہے تو جائز نہیں ویخشی علیہ امر عظیم واللہ تعالٰی اعلم (۵) انتظار کر سکتا ہے اگر وقت میں وسعت ہو اور اوروں پر گرانی نہ ہو سنت مؤکدہ وہ امر دینی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر نادراً کبھی ترک نہ فرمایا مگر اتفاق سے کسی نے ترک کیا تو اُس پر انکار بھی نہ فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم (۶) اس کا جواب ۵ کے مطابق ہے مگر خاص اُس کی مالداری کے سبب رعایت کی اجازت نہیں لیکن اُس حالت میں کہ رعایت نہ کرنے سے فتنہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (۷) مقتدیوں کو امام کا انتظار چاہیے امام کو تاحد وسعت مقتدیوں کا انتظار چاہیے حدیث میں ہے لوگ جلد جمع ہوجاتے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلد نماز پڑھ لیتے اور لوگ دیر میں آتے تو تاخیر فرماتے۔ واللہ تعالٰی اعلم (۸) جائز کیا بلکہ مناسب ہے واللہ تعالٰی اعلم (۹) تعیین وقت جماعت ہی کے لیے کی جاتی ہے لوگ جب وقت معین پر آجائیں تو امام کو بلاضرورت زیادہ دیر لگانے کی اجازت نہیں کہ وجہ ثقل و باعث نفرت جماعت ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (۱۰) جب وقت معین ہوچکا تو اُس کے بعد دیر کرکے امام کا نماز پڑھانا اس کا حکم ابھی سوال سابق میں گزرا اور اس سے پہلے جلدی کرکے پڑھ لینا باعث تفریق جماعت ہوگا اور وہ بلاضرورت جائز نہیں واللہ تعالٰی اعلم (۱۱) پیشتر کی استدعا فضول ہے یہ استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجیے واللہ تعالٰی اعلم (۱۲) اگر پیشتر آنے سے انکار ہے تو بیجا نہیں امام انتظار کے لیے نہیں بنایا گیا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از چاندپارہ ڈاک خانہ شہرت گنج ضلع بستی مسئولہ محمد یار علی نائب مدرس ٹریننگ اسکول ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو مقتدی کے صف کے آگے کھڑا ہونے کی جگہ نہیں ہے تو امام صف مقتدی میں کس صورت سے کھڑا ہو آیا امام مقتدی سے کچھ امتیاز کے واسطے آگے کھڑا ہو یا مقتدی امام کی دونوں جانب یعنی دہنی بائیں امام کے پیر کے برابر کھڑے ہوں۔ بینوا توجروا

الجواب

جب صرف ایک مقتدی ہو تو سنت یہی ہے کہ وہ امام کے برابر داہنی طرف کھڑا ہو مگر اس کا لحاظ فرض ہے کہ قیام قعود رکوع سجود کسی حالت میں اُس کے پاؤں کا گٹا امام کے گٹے سے آگے نہ بڑھے اسی احتیاط کے لیے امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنا پنجہ امام کی ایڑی کے برابر رکھے اور اگر دو مقتدی ہوں تو اگرچہ سنت یہی ہے کہ پیچھے کھڑے ہوں پھر بھی اگر امام کے دہنے بائیں برابر کھڑے ہوجائیں تو کچھ حرج نہیں مگر دو سے زیادہ مقتدیوں کا امام کے برابر کھڑا ہونا یا امام کا صف سے کچھ آگے بڑھا ہونا کہ صف کی قدر جگہ نہ چھوٹے یہ ناجائز و گناہ ہے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اگر مقتدیوں کی کثرت اور جگہ کی قلت ہے باہم صفوں میں فاصلہ کم چھوڑیں پچھلی صف اگلی صف کی پشت پر سجدہ کرے اور امام کے لیے جگہ بقدر ضرورت پوری چھوڑیں اور اگر اب بھی امام کو جگہ ملنا ممکن نہ ہو نہ اُن میں کچھ لوگ دوسری جگہ

نماز کو جاسکیں مثلاً معاذ اللہ کسی ایسی کوٹھری میں محبوس ہیں جس کا عرض جانب قبلہ گز سوا گز ہے تو یہ صورت مجبوری محض ہے اس میں قواعد شرع سے ظاہر یہ ہے کہ جماعت کریں امام بیچ میں کھڑا ہو پھر تنہا تنہا اُس کا اعادہ کریں جماعت اقامت شعار کے لیے اور اعادہ رفع خلل کے واسطے۔ درمختار میں ہے کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتہا اُسی میں ہے لوتوسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لواکثر اھ ولایقال الجماعۃ واجبۃ بل قیل سنۃ موکدۃ وکراھۃ التحریم فی جانب النھی کالوجوب فی جانب الامر والاجتناب عن المناھی اھم من اتیان الاوامر فی الحدیث لترک ذرۃ مما نھی اللہ خیر من عبادۃ الثقلین لانا نقول اقامۃ الشعار اھم من کل شیئ حتی اباحوا للختان ولیس الا سنۃ صریح المحرمات من النظر والمس فی الھندیۃ عن العتابیۃ فی ختان الکبیر اذا امکن ان یختن نفسہ والا لم یفعل الا ان یمکنہ ان یتزوج اویشتری ختانۃ فتختنہ ذکرالکرخی فی الجامع الصغیر ویختنہ الحمامی **اقول** ویؤیدہ ماعن الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم انہم کانوا لایختنون اولادھم الابعد البلوغ وقال فی الدر وقتہ غیر معلوم وقیل سبع سنین وقیل عشر وقیل اقصاہ اثنتا عشرۃ سنۃ زاد الشامی عن الطحطاوی وقیل لایختن حتی یبلغ لانہ للطھارۃ ولاتجب علیہ قبلہ قال فی الدر وقیل العبرۃ بطاقتہ وھو الاشبہ قال ش ای بالفقہ زیلعی وھذہ من صیغ التصحیح اھ فشمل اذا لم یطق الابعد البلوغ لایقال فلیصل ثلثۃ تتری یؤم کل اثنین امام فالجماعۃ یحرزون وعن الکراھۃ یحترزون لانا نقول لااصل فی الشریعۃ الطاھرۃ لتفریق الجماعۃ الحاضرۃ ولم یرض اللہ بہ للمسلمین وھم فی نحر العدو فماظنک بسائر الاحوال ھذا ماظھر لی وعند ربی علم حقیقۃ کل حال واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ - از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۷ / ذی القعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین (۱) ایک مسجد میں دو تین جماعتوں کا یکے بعد دیگرے ہونا کیسا ہے چاہیے یا نہیں (۲) کراہت جماعت ثانیہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے (۳) ایک مسجد میں ایک ہی وقت دو تین آدمیوں کا فرداً فرداً فرض پڑھنا کیسا ہے (۴) اور اگر فرداً فرداً چند شخص فرض پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

(۱) مسجد دو قسم ہے ایک مسجد عام جسے کسی خاص محلہ سے خصوصیت نہیں جیسے مسجد جامع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی مسجد دوسری مسجد محلہ کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہو اُس کی معمولی جماعت معین ہے اگرچہ کچھ راہگیر یا مسافر بھی متفرق اوقات میں شریک ہو جایا کریں۔ اور یکے بعد دیگرے چند جماعتیں کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جماعت موجودہ کے دو یا چند حصے کر دیں۔ جب ایک حصہ کر لے تو دوسرا کرے۔ دوسرے یہ کہ وہ حاضر ہوا پڑھ گیا دوسرا اُس کے بعد آیا یہ اب جماعت کرتا ہے تعدد جماعت کی پہلی صورت بلاضرورت شرعیہ مطلقاً حرام ہے۔ خواہ مسجد محلہ ہو یا مسجد عام۔ ہاں بضرورت جائز ہے جیسے صلاۃ الخوف میں۔ یا یہ کہ مسجد میں کوئی بدمذہب گمراہ یا فاسق معلن یا قرآن مجید کا غلط پڑھنے والا امامت کرتا ہے کچھ لوگ براہ جہل یا تعصب اُس کے پیچھے پڑھتے ہیں دوسرے لوگ

اُس کے روکنے پر قادر نہیں یہ اُس کی اقتدا سے باز رہتے ہیں اور اُس کے فراغ کے بعد اپنی جماعت جدا کرتے ہیں جس کا امام سب بلاؤں سے پاک ہے یہ صورت مطلقاً جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے مسجد عام ہو خواہ مسجد محلہ۔ اور تعدد جماعت کی صورت ثانیہ کہ یہ گروہ پہلی جماعت کے وقت حاضر نہ تھا یہ مسجد عام میں مطلقاً جائز و مطلوب ہے یہانتک کہ کتابوں میں تصریح ہے کہ بازار وغیرہ کی عام مساجد میں افضل یہ ہے کہ جو گروہ آتا جائے نئی اذان نئی اقامت سے نئی جماعت کرے سب جماعتیں جماعت اولٰی ہوں گی کما فی فتاوی الامام قاضی خاں وغیرہ اور مسجد محلہ میں بھی اگر پہلی جماعت کسی غلط خواں یا بدمذہب یا مخالف مذہب نے کی یا بے اذان دیے ہوگئی یا اذان آہستہ دی گئی دوسری جماعت مطلقاً جائز و مطلوب ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ اہل محلہ موافق المذہب سنی صالح صحیح خواں امام کے پیچھے باعلان اذان کہہ کر پڑھ گئے اب باقی ماندہ آئے تو انھیں دوبارہ اذان کہہ کر جماعت کرنی مکروہ تحریمی ہے اور بے اذان دیے محراب جماعت اولٰی میں امامت کرنی مکروہ تنزیہی اور اگر محراب بدل دیں تو اصلاً کراہت نہیں اس مسئلہ کی تفصیل تام فقیر نے اپنے فتاوی میں ذکر کی (۲) اس کا جواب جواب اول میں آگیا (۳) اگر اُن میں کوئی شرعی حیثیت سے قابل امامت ہو اور دانستہ بلا وجہ شرعی ترک جماعت کریں تو گنہگار ہوں گے اگرچہ نماز ہوجائے گی۔ اور نادانستہ ہو یعنی ایک شخص فرض پڑھ رہا ہے دوسرا آیا اُسے معلوم نہیں کہ یہ فرض پڑھ رہا ہے اُس نے بھی فرض کی نیت الگ باندھ لی اسی طرح تیسرا آیا اُس نے بھی فرض نیت باندھ لی یا اُن میں کوئی قابل امامت نہیں تو حرج نہیں (۴) نماز ہوجاتی ہے مگر ترک جماعت سے گناہ ہوتا ہے جبکہ کوئی عذر شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے انتظار میں وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وقت کراہت تک انتظار امام میں ہرگز تاخیر نہ کریں ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادت اجر و تحصیل افضلیت ہے پھر اگر وقت طویل ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز ہی میں لکھا جائے گا وقد صح عن الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم انتظار النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرھم علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقال انکم لن تزالوا فی صلاۃ ما انتظرتم الصلاۃ ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں حرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو فی الانقرویۃ عن التاتارخانیۃ عن المنتقی للامام الحاکم الشھید ان تاخیر المؤذن وتطویل القراءۃ لادراک بعض الناس حرام ھذا اذا کان لاھل الدنیا تطویلا وتاخیرا یشق علی الناس والحاصل ان التاخیر القلیل لاعانۃ اھل الخیر غیر مکروہ ولاباس بان ینتظر الامام انتظارا وسطا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از فیض آباد مسجد مغل پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی پیر یا مولوی عربی خواں مسجد کے قریب رہتا ہو اور اُس مسجد کا منتظم ہو جماعت میں شریک نہ ہو اور اذان وقت بے وقت ہو اور

کبھی: جو لوگ بلا اذن نماز پڑھ جائیں ایسا شخص گنہگار ہے یا نہیں۔

الجواب

ترک جماعت اور ترک حاضری مسجد کا عادی فاسق ہے اور فاسق قابل اتباع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر جوناگڑھ محلہ کیتانہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ محمد حسین ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو مستحب کہے اُس کو علمائے دین کیا کہیں گے یہاں پر ایک مدرسہ ہے اُس میں تھوڑے عرصہ سے شور و غوغا مچا ہے اور آپ علمائے دین کی منصفی پر سب کا اتفاق ہے برائے خدا ہم جاہلوں کو راہ راست بتائیں

الجواب

جماعت کو مستحب سمجھنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ اُسے واجب یا سنت مؤکدہ نہیں جانتا صرف ایک مستحب بات مانتا ہے تو سخت مبطل شدید خاطی ہے اور احادیث صحیحہ اور تمام کتب فقہ کے ارشاد کا مخالف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داد صاحب ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ایک ہی مسجد میں جماعت ثانی بلاوجہ ہوسکتی ہے یا نہیں مثلاً سہو سے جماعت اول کو نہ پہنچ سکے اور بعد میں جماعت ثانی کرلے خواہ گاؤں ہو یا شہر شارع عام ہو یا کوچہ قائم امام ہو یا نہ ہو۔

الجواب

جو مسجد شارع یا بازار یا سرا یا اسٹیشن کی ہو کہ کسی محلہ یا امام سے مخصوص نہیں اُس میں سب جماعتیں جماعت اولٰی ہیں جو گروہ آئے نئی اذان واقامت سے محراب میں جماعت کرے اور جو مسجد محلہ ہے جس کے لیے امام وجماعت معین ہے اُس میں جب امام پہلی جماعت باعلان اذان مطابق سنت ادا کرچکا تو بعد کو جو آئیں اُنھیں اعادہ اذان ناجائز ہے اور محراب میں امامت مکروہ اور بلا اعادہ اذان محراب سے ہٹ کر بے کراہت جائز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ محلہ مردھی ٹولہ مسئولہ بشیر الدین صاحب ۱۹ رمضان شریف ۱۳۳۶ھ

ایک مصلی پر دو شخص علیحدہ علیحدہ نماز فرض ادا کریں تو ایسی حالت میں فرض ادا ہوتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر اُن میں کوئی امامت کے قابل ہے اور قصداً ترک جماعت کیا اور یہ مسجد محلہ نہ تھی یا تھی اور یہ جماعت جماعت اولٰی ہوتی تو جس کی طرف یہ ترک ہے وہ گنہگار ہوا ایک خواہ دونوں اور اگر یہ مسجد محلہ تھی اور یہ جماعت جماعت اولٰی نہ ہوتی تو بُرا کیا رافضیوں سے مشابہت تو قدیم سے تھی اب دیوبندیوں گنگوہیوں سے بھی ہوئی اور اگر اُن میں کوئی قابل امامت نہ تھا تو حرج نہیں بہرحال فرض ادا ہر صورت میں ہوجائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ملا تلی تال کوہ نینی تال مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۵ شوال ۱۳۳۶ھ

جماعت صرف عورتوں کی جن کا محض امام مرد ہو درست ہے یا نہیں اور امام کے سہو کو وہ لڑکی یا عورت بتاسکتی ہے یا نہیں جس سے پردہ نہیں ہوتا۔

الجواب

اگر یہ جماعت مسجد میں ہو مطلقاً مکروہ ہے کہ عورات کو حاضری مسجد منع ہے اور اگر مکان ہو اور مرد کو حاضری مسجد سے کوئی عذر صحیح شرعی نہیں تو مطلقاً مکروہ ہے کہ مرد پر حاضری مسجد واجب ہے اور اگر اُسے عذر ہے اور جماعت میں جتنی عورتیں اُس کی محرم یا زوجہ یا غیر مشتہاۃ لڑکیوں کے سوا نہیں تو مطلقاً بلاکراہت جائز ہے اور نامحرم مشتہاۃ ہیں تو مکروہ بہرحال، اگر امام کو سہو ہو تو عورت تصفیق سے اُسے متنبہ کرے یعنی سیدھی ہتھیلی بائیں پشت دست پر مارے آواز سے تسبیح وغیرہ نہ کہے کہ مکروہ ہے درمختار المرأۃ تصفق لا ببطن علی بطن ولو صفق او سبحت لم تفسد وقد ترکا السنۃ تاتارخانیہ **اقول** ہاں اگر امام نے قرأت میں وہ غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو تو عورت مجبوراً آواز ہی سے بتائے گی جبکہ وہ تصفیق پر امام کو یاد نہ آجائے وذلک لان الضرورات تبیح المحظورات واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - یکم جمادی الاخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک سمجھ وال لڑکا آٹھ نو برس کا جو نماز خوب جانتا ہے اگر تنہا ہو تو آیا اُسے یہ حکم ہے کہ صف سے دور کھڑا ہو یا صف میں بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُسے صف سے دُور یعنی بیچ میں فاصلہ چھوڑ کر کھڑا کرنا تو منع ہے فان صلاۃ الصبی الممیز الذی یعقل الصلاۃ صحیحۃ قطعا وقد امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسد الفرج والتراص فی الصفوف ونھی عن خلافہ نہی شدید اور یہ بھی کوئی ضروری امر نہیں کہ وہ صف کے بائیں ہی ہاتھ کو کھڑا ہو علما اُسے صف میں آنے اور مردوں کے درمیان کھڑے ہونے کی صاف اجازت دیتے ہیں درمختار میں ہے یصف الرجال ثم الصبیان ظاھرہ تعددھم لو واحدا دخل الصف مراقی الفلاح میں ہے ان لم یکن جمع من الصبیان یقوم الصبی بین الرجال بعض بے علم جو یہ ظلم کرتے ہیں کہ لڑکا پہلے سے داخل نماز ہے اب یہ آئے تو اُسے نیت بندھا ہوا ہٹا کر کنارے کر دیتے اور خود بیچ میں کھڑے ہو جاتے ہیں یہ محض جہالت ہے اسی طرح یہ خیال کہ لڑکا برابر کھڑا ہو تو مرد کی نماز نہ ہوگی غلط وخطا ہے جس کی کچھ اصل نہیں فتح القدیر میں ہے اما محاذاۃ الامرد فصرح الکل بعدم افسادہ الا من شذ ولا متمسک لہ فی الروایۃ ولا فی الدرایۃ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ - از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آپ نے پہلے میرے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ امام کے برابر تین مقتدی ہو جائیں گے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی ایک حافظ صاحب کہ آدمی ذی علم ہیں وہ کہتے ہیں کہ جناب مولوی صاحب نے جو حوالہ دیا ہے وہ درمختار کے متن سے نہیں بلکہ شرح سے ہے اور چاہتے ہیں کہ اصول سے جواب تحریر فرما دیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ مطالبہ سخت عجیب ہے درمختار تو شرح ہی کا نام ہے کیا شروح معتبر نہیں ہوتیں یا اُن میں درمختار نامعتبر ہے یا متن [illegible] کے

خلاف لکھا ہے اور جب کچھ نہیں تو ایسا مطالبہ اہل علم کی شان سے بعید درمختار بحرِ علم کی وہ درِ مختار ہے کہ جب سے تصنیف ہوئی مشارق و مغارب ارض میں فتوائے مذہب حنفی کا گویا مدار اُس کی تحقیقات عالیہ و تدقیقات غالیہ پر ہوگیا۔ اللہ عزوجل رحمت فرمائے علامہ سید ابن عابدین شامی پر کہ فرماتے ہیں ان کتاب الدر المختار شرح تنویر الابصار قد طار فی الاقطار وسار فی الامصار وفاق فی الاشتہار علی الشمس فی رابعۃ النھار حتی اکب الناس علیہ وصار مفزعھم الیہ وھو الحری بان یطلب ویکون الیہ المذھب فانہ الطراز المذھب فی المذھب فلقد حوی من الفروع المنقحۃ والمسائل المصححۃ مالم یحوہ غیرہ من کبار الاسفار ولم تنسج علی منوالہ ید الافکار خلاصہ یہ کہ درمختار نے تمام عالم میں آفتاب چاشت کی طرح شہرت پائی مخلوق ہمہ تن اُس سے گرویدہ ہوکر اپنے مہمات میں اُس کی طرف التجا لائی یہ کتاب اسی لائق ہے کہ اسے مطلوب بنائیں اور اس کی طرف رجوع لائیں کہ یہ دامن مذہب کی زرنگار گوٹ ہے وہ تصحیح و تنقیح کے مسائل جمع ہیں کہ بڑی بڑی کتابوں میں مجتمع نہیں آج تک اس انداز کی کتاب تصنیف نہ ہوئی۔ سبحان اللہ کیا ایسی کتاب اس قابل ہے کہ اُس کا ارشاد بلاوجہ محض قبول نہ کریں خیر فتح القدیر تو معتبر ہوگی جس کے مصنف امام ہمام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ وہ امام اجل ہیں کہ اُن کے معاصرین تک اُن کے لیے منصب اجتہاد ثابت کرتے تھے کما ذکرہ فی ردالمحتار تبیین الحقائق تو مقبول ہوگی جس کے مصنف امام اجل فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی شارح کنز ہیں جن کی جلالت شان آفتاب نیمروز سے روشن تر یہ امام محقق علی الاطلاق سے مقدم اور اُن کے مستند ہیں کافی امام نسفی تو معتمد ہوگی جس کے مصنف امام برکۃ الانام حافظ الملۃ والدین ابو البرکات عبداللہ بن محمود نسفی صاحب کنزالدقائق ہیں سب جانے دو ہدایہ بھی ایسی چیز ہے جس کے اعتماد و استناد میں کلام ہوسکے یہ سب اکابر ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ جماعت رجال میں امام کا قوم کے برابر ہونا حرام و مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے محرم قیام الامام وسط الصف فتح القدیر میں ہے صریح فی ان ترك التقدم لامام الرجال محرم وکذا صرح الشارح وسماہ فی الکافی مکروھا وھو الحق ای کراھۃ تحریم لان مقتضی المواظبۃ علی التقدم منہ علیہ الصلاۃ والسلام بلا ترك الوجوب فلعدمہ کراھۃ التحریم فاسم المحرم مجاز بحرالرائق میں ہے محرم قیام الامام وسط الصف کذا فی الھدایۃ وھو یدل علی انھا کراھۃ تحریم لان التقدم واجب علی الامام للمواظبۃ من النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وترك الواجب موجب لکراھۃ التحریم المقتضیۃ للاثم درر الحکام علامہ مولی خسرو میں ہے محظور قیام الامام وسط الصف اھ ملخصا ذخیرۃ العقبی میں ہے اما کراھتھا فلعدم خلوھا عن المحرم مجمع الانہر میں ہے قیام الامام وسط الصف مکروہ کراھۃ تحریم اھ ملخصا مستخلص میں ہے محرم وقوف الامام وسط الصف فتح المعین علامہ سید ابی السعود ازہری میں زیر قول شارح والاثنان خلفہ وان کثر القوم کرہ قیام الامام وسطھم فرمایا ای تحریما للترك الواجب ردالمحتار میں ہے تقدم الامام امام الصف واجب باایں ہمہ اگر دلیل درکار ہو تو فتح القدیر و بحرالرائق کا ارشاد پیش نظر کہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیشہ صف پر تقدم فرمایا اور ایسی مداومت کہ کبھی ترک نہ فرمائیں دلیل وجوب ہے **اقول** وقد قال صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی رواہ البخاری عن مالك بن الحویرث رضی اللہ تعالی عنہ یہاں امر ہے اور امر کا مفاد وجوب تو جب تک دلیل خصوص مثل ترک احیانا یا اقرار علی الترک ثابت نہ ہو اس عموم میں داخل اور وجوب حاصل اور ترک واجب مکروہ تحریمی اور مکروہ تحریمی

گناہ صغیرہ اور صغیرہ بعد اعتیاد کبیرہ اور کبیرہ کا مرتکب فاسق و مردود الشہادۃ اور گناہ تو ایک ہی بار میں ثابت نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از گونڈہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۱۳ رجمادی الاخرہ ۱۳۱۸ھ

سوال اول زید کی امامت سے جماعت ثانیہ مسجد، بازار یا سرائے میں ہورہی ہے اُسی مسجد میں بکر بھی آیا اُس کو معلوم ہوگیا کہ یہ جماعت ثانیہ ہے اُس نے علیحدہ و تنہا جماعت کے قریب یا کسی قدر فاصلے سے اپنی نماز ادا کی تو نماز بکر کی ادا ہوگئی یا نہیں ۔

الجواب

نماز بایں معنی تو ہوگئی کہ فرض سر سے اُتر گیا مگر سخت کراہت و لزوم معصیت کے ساتھ کہ بے عذر شرعی ترک جماعت گناہ و شناعت ہے نہ کہ خود بحالِ قیام جماعت صریح خلاف و اضاعت یہانتک کہ اگر کسی نے تنہا فرض شروع کردیے ہنوز جماعت قائم نہ تھی اس کے بعد قائم ہوئی اور اس نے ابھی پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا تو اُسے شرع مطہر مطلقاً حکم فرماتی ہے کہ نیت توڑ دے اور جماعت میں شامل ہوجائے بلکہ مغرب و فجر میں تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو حکم ہے کہ نیت توڑ کر مل جائے اور باقی تین نمازوں میں دو بھی پڑھ چکا ہو تو انھیں نفل ٹھہرا کر جب تک تیسری کا سجدہ نہ کیا ہو شریک ہوجائے فی التنویر شرع فیہا اداء منفردا ثم اقیمت یقطعہا قائما بتسلیمۃ واحدۃ ویقتدی بالامام ان لم یقید الرکعۃ الاولی بسجدۃ اوقیدہا فی غیر رباعیۃ اوفیہا وضم الیہا اخری وان صلی ثلثا منہا اتم ثم اقتدی متنفلا ویدرک فضیلۃ الجماعۃ الا فی العصر جب پیش از جماعت تنہا شروع کرنے والے کو یہ حکم ہے حالانکہ اُس نے ہرگز مخالفت جماعت نہ کی تھی اور نیت توڑنا بے ضرورت شرعیہ سخت حرام ہے قال اللہ تعالٰی لاتبطلوا اعمالکم اپنے عمل باطل نہ کرو مگر شرع مطہر نے جماعت حاصل کرنے کے لیے نیت توڑنے کو ابطال عمل نہ سمجھا اکمال عمل تصور فرمایا تو یہاں کہ جماعت قائمہ کے خلاف اپنی الگ پڑھنا ہے کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوسکتا ہے بلکہ جو شخص مسجد میں نماز تنہا پوری پڑھ چکا ہو اور اب جماعت قائم ہوئی اگر ظہر یا عشا ہے تو شرعاً اُس پر واجب ہے کہ جماعت میں شریک ہو کہ مخالفت جماعت کی تہمت سے بچے اور باقی تین نمازوں میں حکم ہے کہ مسجد سے باہر نکل جائے تاکہ مخالفت جماعت کی صورت نہ لازم آئے فی الدرالمختار من صلی الظہر والعشاء وحدہ مرۃ فلا یکرہ خروجہ بل ترکہ للجماعۃ الا عند الشروع فی الاقامۃ فیکرہ لمخالفتہ الجماعۃ بلاعذر بل یقتدی متنفلا ومن صلی الفجر والعصر والمغرب مرۃ یخرج مطلقا وان اقیمت وفی النہر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراھۃ مکثہ بلاصلاۃ اشد اھ مختصرا فی ردالمحتار تحت قولہ الا عند الشروع فی الاقامۃ لان فی خروجہ تہمۃ قال الشیخ اسمعیل وھو المذکور فی کثیر من الفتاوی والتہمۃ ھنا نشأت من صلاتہ منفردا فاذا خرج یؤیدھا الخ وفیہ عن المحیط مخالفۃ الجماعۃ وزر عظیم جب جماعت سے پہلے تنہا پڑھنے والا جماعت میں شریک نہ ہو تو متہم اور مخالف جماعت اور وزرِ عظیم میں مبتلا قرار پاتا ہے تو جو باوصف قیام جماعت قصداً مخالفت کرکے اپنی الگ شروع کردے کیونکر سخت متہم و صریح مخالف و گرفتار گناہ شدید نہ ٹھہرے گا بلکہ علما فرماتے ہیں کہ قیام جماعت کی حالت میں اگر کچھ لوگ آکر دوسری جماعت جُدا قائم کردیں مبتلائے کراہت ہوں گے کہ تفریق جماعت کی حالانکہ یہ نفس جماعت کے تارک

نہ ہوئے نہ ان پر اصل جماعت سے مخالفت کی تہمت آسکتی ہے تو اکیلا اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ بنانے والا کس قدر شدید مخالف ہوگا فی الخلاصۃ ثم الھندیۃ قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم من یسبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم اور اس جماعت کا جماعت ثانیہ ہونا ان شناعتوں سے نہیں بچاسکتا اگرچہ جماعت ثانیہ کی مخالفت کی تہمت سے مطلقاً بری ہونا مان بھی لیا جائے کہ جب مسجد مسجد محلہ نہیں بازار یا سرا کی مسجد ہے تو اُس کی ہر جماعت جماعت اولٰی ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا ہاں اگر یہ امام قرآن عظیم ایسا غلط پڑھتا ہے جو مفسد نماز ہو یا اُس کی بد مذہبی تاحد فساد ہے یا نقص طہارت وغیرہ کوئی اور وجہ افساد کی ہے تو الزام نہیں کہ ان صورتوں میں وہ جماعت خود جماعت ہی نہیں بلکہ اب اُس میں شرکت ممتنع ہوگی لبطلان الصلٰوۃ خلفہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم **سوال دوم** ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ جماعت ثانیہ کیا بلکہ جماعت اولٰی بھی ہوتی ہو اُس وقت کوئی دوسرا شخص اُسی مسجد میں آئے اور تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اُس کی نماز ہوجائے گی جماعت کا پچیس۲۵ گنا ثواب نہ ملے گا نماز ہوجانے کا سبب یہ بتایا کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے نہ فرض ہے نہ واجب اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔

جواب سوال دوم اس کا جواب جواب سوال اول سے واضح ہے۔ ہوجانا بمعنی سقوط فرض مسلم مگر اس قائل کے فحوائے کلام سے ظاہر ہے کہ صرف اس قدر اُس کی مراد نہیں بلکہ اُس میں فقط کمی ثواب مانتا اور لحوق اثم سے پاک جانتا ہے ولہذا تعلیل میں نہ واجب کا لفظ بڑھایا ورنہ سقوط فرض تو بحال ترک جمیع واجبات بھی حاصل ہے اب یہ قول محض غلط ہے اولاً مذہب معتمد میں جماعت واجب ہے اور اُسے سنت مؤکدہ کہنا بوجہ ثبوت بالسنۃ ہے اور نہ بھی سہی تاہم اُس کے قصدی ترک میں لحوق گناہ سے مفر نہیں فی الدرالمختار الجماعۃ سنۃ موکدۃ للرجال قال الزاھدی ارادوا بالتاکید الوجوب الخ وفیہ وقیل واجبۃ وعلیہ العامۃ ای عامۃ مشائخنا وبہ جزم فی التحفۃ وغیرھا قال فی البحر وھو الراجح عند اھل المذھب اھ وفی البحر من باب صفۃ الصلوۃ الذی یظھر من کلام اھل المذھب ان الاثم منوط بترک الواجب او السنۃ المؤکدۃ علی الصحیح لتصریحھم بان من ترک سنن الصلوات الخمس قیل لایأثم والصحیح انہ یأثم ذکرہ فی فتح القدیر وتصریحھم بالاثم لمن ترک الجماعۃ مع انھا سنۃ موکدۃ علی الصحیح وکذا فی نظائرہ لمن تتبع کلامھم ولاشک ان الاثم مقول بالتشکیک بعضہ اشد من بعض فالاثم لتارک السنۃ المؤکدۃ اخف من الاثم لتارک الواجب اھ وفی ردالمحتار عن النھر عن الکشف الکبیر عن اصول ابی الیسر حکم السنۃ ان یندب الی تحصیلھا ویلام علی ترکھا مع لحوق اثم یسیر اھ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں لقد رأیتنا وما یتخلف عنھا الا منافق معلوم النفاق یعنی ہم نے اپنے آپ کو عہد رسالت میں دیکھا کہ جماعت سے پیچھے نہ ہٹتا تھا مگر کھلا منافق اور فرماتے ہیں لو ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ترک کروگے گمراہ ہوجاؤ گے رواہ مسلم اور ایک روایت میں ہے لکفرتم تم کافر ہوجاؤ گے رواہ ابوداؤد یعنی کفران یا یہ کہ معاصی برید کفر ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں امام کے واسطے مصلی مخصوص کرنا اور مقتدی بغیر مصلے کے قصداً کھڑے

کیے جاویں باین نیت کہ امام بنسبت مقتدیوں کے ممتاز ہونا چاہیے مکروہ ہے یا غیر مکروہ۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اتفاقاً ایسا ہو جائے تو مضائقہ نہیں یا امام نے خود نہ چاہا کسی مقتدی نے نہ اس لیے کہ امام و مقتدی میں امتیاز چاہیے بلکہ امام کو کسی فضل دینی کی تعظیم کے لیے مثلاً وہ عالم دین ہے اُس کے نیچے مصلی بچھا دیا تو بھی حرج نہیں اور خاص اُس نیت سے بالقصد مقتدیوں کو بے مصلی کھڑا کرنا کہ نماز میں امام و مقتدیان کا یوں امتیاز ہونا چاہیے محض بے اصل و خلاف سنت اور دین میں نئی بات نکالنا ہے۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی رمضان میں اور مسجد میں کلام شریف سننے جائے تو اپنی مسجد میں عشا کی جماعت اُس کے جانے سے بالکل جاتی ہے کیا ایسا شخص مقیم جماعت نہ ہوگا گو امام مقرر مسجد نہیں مگر قرآن شریف ما یجوز بہ الصلوۃ پر قادر ہے درصورت اس کے موجود ہونے کے جماعت ہوسکتی ہے چنانچہ جمعہ مسجد میں یہی شخص پڑھاتا ہے اس کو غیر مسجد میں جانا اپنی مسجد کو ایک وقت معطل چھوڑنا بغرض استماع قرآن جائز ہے یا مکروہ یا کراہت ہے لیکن استماع قرآن تراویح میں صرف تراویح سے ثواب اتنا زیادہ ہے کہ کراہت کان لم تکن ہو جائے بیّنوا توجروا

الجواب

ایسا شخص بلاشبہہ مقیم جماعت ہے اُسے چاہیے کہ نماز فرض اپنی مسجد میں پڑھا کر تراویح کے لیے دوسری مسجد میں چلا جائے کہ جب اپنی مسجد میں قرآن عظیم نہ ہوتا ہو تو دوسری مسجد میں اس غرض سے جانا کوئی باک نہیں رکھتا بلکہ مطلوب و مندوب ہے ہاں تعطیل جماعت فرض جائز نہیں لہذا فرض یہاں پڑھا کر دوسری جگہ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی جواب ھذا السؤال۔ جماعت تراویح میں بعض لوگ صف اول و دوم میں متفرق طور پر اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ چار آدمی کھڑے ہو کر پھر چار بیٹھ کر بعد ہی اُس کے دو کھڑے ہوئے زاں بعد پھر تین بیٹھے ہوئے پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں اگرچہ یہ بیٹھنے والے سب ضعیف و معذور نہیں ہیں بلکہ بیشتر نوجوان ہیں جن کو بخیال تطویل قراءت امام برابر کھڑا رہنا بوجہ اپنی کاہلی و تکاسل کے ناگوار ہے آیا بیٹھ کر نماز پڑھنا اُن کا اندر صفوف بلا کراہت جائز ہے کیا تسویہ صفوف کا حکم اس سے قطعاً غیر متعلق ہے کیا جماعت فرض و تراویح میں اس کی بابت کوئی حکم تخصیصی ہے ایک فریق کہتا ہے کہ بیٹھ کر پڑھنے والے آخر صف میں نماز پڑھیں دوسرا فریق مجوز ہے کہ ایسی جماعت بلا کراہت صحیح و درست ہے چاہے کسی صف میں کوئی شخص بیٹھ کر پڑھتا ہو یا کھڑا ہو کر اس میں کوئی محظور شرعی نہیں ہے ایسی حالت میں کون حق پر ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

دربارۂ صفوف شرعاً تین باتیں بتاکید اکید مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ کالمتروک ہو رہی ہیں یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے اوّل تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو کج نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے ٹخنے آپس میں محاذی ایک خطِ مستقیم پر واقع ہوں جو اُس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ پر گزرا ہے عمود ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں

عباد اللہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللہ بین وجوھکم اللہ کے بندو ضرور یا تو تم اپنی صفیں سیدھی کروگے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال دے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا ہوا ملاحظہ کیا اُس پر یہ ارشاد فرمایا رواہ مسلم عن النعمٰن بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما دوسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راصوا صفوفکم وقاربوا بینہا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیاطین تدخل من خلل الصف کانہا الحذف اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ رخنۂ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے بھیڑ کے بچے رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملٰئکۃ وحاذوا بین المناکب صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملٰئکہ کی سی صف بندی چاہیے اور شانے ایک دوسرے کے مقابل رکھو رواہ احمد وابوداؤد والطبرانی فی الکبیر وابن خزیمۃ والحاکم وصححاہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دوم اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہر کو وہ اہتمام ہے کہ اگر کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اُس میں کہیں باقی تھی اُسے بغیر پورا کیے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اُس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اُسے حکم ہے کہ ان سب صفوں کو چیرتا ہوا جاکر وہاں کھڑا ہو اور اُس نقصان کو پورا کرے کہ انھوں نے مخالفت حکم شرع کرکے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کرے گا اللہ تعالٰی اُس کے لیے مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا الا تصفون کما تصف الملٰئکۃ عند ربہا ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملٰئکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ملٰئکہ کیسی صف باندھتے ہیں فرمایا یتمون الصف الاول ویتراصون فی الصف اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر پہلی صف پوری کرو پھر جو اُس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب میں پچھلی صف میں ہو۔ رواہ الائمۃ احمد وابوداؤد والنسائی وابناحبان وخزیمۃ والضیاء باسانید صحیحۃ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطع صفا قطعہ اللہ جو کسی صف کو وصل کرے اللہ اُسے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کردے رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما وھو من تتمۃ حدیث الصحیح المذکور سابقا عند احمد وابی داؤد والثلثۃ الذین معہما ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من نظر الی فرجۃ فی صف فلیسدھا بنفسہ فان لم یفعل فمر مار فلیتخط علی رقبتہ فانہ لاحرمۃ لہ جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اُسے بند کردے اور اگر اس نے نہ کیا اور دوسرا آیا تو اُسے چاہیے کہ وہ اُس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اُس خلل کی بندش کو جائے کہ اُس کے لیے کوئی حرمت نہیں رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف ومن سد فرجۃ رفعہ اللہ بہا درجۃ۔ بیشک اللہ تعالٰی اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُن لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے ہیں اور جو صف کا فرجہ بند کرے

اللہ تعالٰی اُس کے سبب جنت میں اُس کا درجہ بلند فرمائے رواہ احمد وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ واقروہ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا سوم تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے اللہ عزوجل فرماتا ہے صفا کانھم بنیان مرصوص ○ ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی، رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا ایسی صف باندھنے والوں کو مولٰی سبحنہ وتعالٰی دوست رکھتا ہے اس کے حکم کی حدیثیں اوپر گزریں اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقیموا صفوفکم وتراصوا فانی ارٰکم من وراء ظھری اپنی صفیں سیدھی اور خوب گھنی کرو کہ میں تمھیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں رواہ البخاری والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ بھی اُسی اتمام صفوف کے متممات سے اور تینوں امر شرعًا واجب ہیں کما حققناہ فی فتاونا وکثیر من الناس عنہ غافلون اور یہاں چوتھا امر اور ہے تقارب کہ صفیں پاس پاس ہوں بیچ میں قدر سجدہ سے زائد فضول فاصلہ نہ چھوٹے جس کا ذکر حدیث دوم میں گزرا وہ یہاں زیر بحث نہیں صف میں کچھ مقتدی کھڑے کچھ بیٹھے ہوں تو اُس سے امر اول یعنی تسویہ صف پر تو کچھ اثر نہیں پڑتا کہ قائم وقاعد بھی خط واحد مستقیم میں ہوسکتے ہیں تسویہ میں ارتفاع کی برابری ملحوظ نہیں نہ وہ ملحوظ ہونے کے قابل کہ ایک پیمائش کے قد کہاں سے آئیں گے ہاں جبکہ بیٹھنے والے محض کسل وکاہلی کے سبب بے معذوری شرعی بیٹھیں گے تو فرائض وواجبات مثل عیدین ووتر میں امر دوم وسوم کا خلاف لازم آئے گا کہ جب بلاعذر بیٹھے تو ان کی نماز نہ ہوئی اور قطع صف لازم آیا کہ نمازیوں میں غیر نمازی دخیل ہیں ان بیٹھنے والوں کو خود فساد نماز ہی کا گناہ کیا کم تھا مگر انھیں یہاں جگہ دینا اور اگر قدرت ہو تو صف سے نکال نہ دینا یہ باقی نمازیوں کا گناہ ہوگا کہ وہ خود اپنی صف کی قطع پر راضی ہوئے اور جو صف کو قطع کرے اللہ اُسے قطع کردے اُن پر لازم تھا کہ اُنھیں کھڑے ہونے پر مجبور کریں اور اگر نہ مانیں تو صفوں سے نکال کر دُور کریں ہاں نمازی اس پر قادر نہ ہوں تو معذور ہیں اور اس قطع صف کے وبال عظیم میں بھی یہی بیٹھنے والے ماخوذ ہیں یہ حکم فرائض وواجبات کا تھا رہی تراویح اس میں ہمارے علما کو اختلاف ہے کہ آیا یہ بھی مثل واجبات وسنت فجر بلاعذر بیٹھ کر نا جائز وفاسد ہوتی ہیں یا مثل باقی سنن جائز ہوجاتی ہیں اگرچہ خلاف توارث کے سبب مکروہ ہوتی ہیں بعض علما حکم اول کی طرف گئے اور صحیح ثانی ہے درمختار میں ہے (التراویح تکرہ قاعدا) لزیادۃ تاکدھا حتی قیل لاتصح (مع القدرۃ علی القیام) کما یکرہ تاخیر القیام الی رکوع الامام للتشبہ بالمنافقین خانیہ ردالمحتار میں ہے لوصلی التراویح قاعدا قیل لایجوز بلاعذر لما روی الحسن عن ابی حنیفۃ لوصلی سنۃ الفجر قاعدا بلاعذر لایجوز فکذا التراویح لان کلا منھما سنۃ مؤکدۃ وقیل یجوز وھو الصحیح والفرق ان سنۃ الفجر سنۃ مؤکدۃ بلاخلاف والتراویح دونھا فی التاکد فلا یجوز التسویۃ بینھما قول اول پر کاہلوں کا بلاعذر صف میں بیٹھنا ویسا ہی ناجائز ومورث گناہ وموجب قطع صف ہوگا جیسا واجبات میں کہ اس قول پر یہ لوگ بھی نماز سے خارج ہیں اور قول ثانی پر مستحب ہوگا کہ ان اہل کسل کو مؤخر کیا جائے اور صفوں میں یوں دخیل نہ ہونے دیا جائے کہ ایک قول پر وہ گناہ ومعصیت ہے اور دوسرے پر محض بے ضرورت ہے تو اُس سے احتراز ہی میں فضیلت ہے علما تصریح فرماتے ہیں کہ دوسرے مذاہب جو اپنے مذہب سے بے علاقہ ہیں جیسے حنفیہ کے لیے شافعیت مالکیت حنبلیت اُن کے خلاف کی رعایت رکھنی بالاجماع مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ نہ لازم آتا ہو تو یہ خلاف تو خود اپنے علمائے مذہب میں ہے درمختار میں ہے لاینقضہ مس ذکر وامرأۃ لکن یندب للخروج من الخلاف لاسیما

للامام لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذھبہ مگر یہاں ایک اور نکتہ واجب اللحاظ ہوگا کہ تاخیر اتنے کاہلوں کی ہو جس قدر تمام صف سے زائد ہوں ورنہ اطراف صف آخر میں اقامت ہو تاکہ مذہب صحیح پر قطع صف نہ لازم آئے اُس سے تحرز مستحب تھا یہاں واجب ہوگا توضیح یہ کہ یہاں تین صورتیں ہوں گی اول یہ کہ قائمین بقدر کمال صف ہوں یعنی اُن سے ایک یا چند صفیں پوری کامل ہوجائیں کہ نہ آدمی زائد بچے نہ صف میں جگہ رہے اس صورت میں صفوف سابقہ کاملہ قائمین سے کرلی جائیں اور کاہلین سب سے آخر میں اپنی صف یا صفیں کامل یا ناقص جس قدر ہیں باندھیں یہ صورت کاہلین کی تاخیر مطلق کی ہوگی دوم قائمین سے اکمال صف نہیں ہوتا خواہ اس قدر کم ہیں کہ پہلی ہی صف پوری کرنے کو اور آدمیوں کی حاجت ہے یا کثیر ہیں ایک یا چند صفیں اُن سے مکمل ہوگئیں اور اب اتنے بچے جن سے بعد کی صف پوری نہیں ہوتی اور قاصرین سے تکمیل ہوجائے گی اور زیادہ نہ بچیں گے تو لازم ہے کہ قائمین کی اخیر صف میں کاہلین کو ایک کنارے پر جگہ دے کر تکمیل صف کریں حتی کہ اگر صف اول ہی ناقص تھی تو اُسی کے کنارے پر انھیں رکھیں اس صورت میں کاہلوں نے اصلاً تاخیر نہ پائی ہاں ایک کنارے پر جمع کردیے گئے سوم تکمیل صف میں کاہلیں کی حاجت ہے اور وہ بعد تکمیل بھی بچتے ہیں تو جس قدر تکمیل کے لیے مطلوب ہیں قائمین کی صف آخر کے ایک کنارے پر اُنھیں رکھ کر باقی کی صف تا صفوف ناقص یا کامل اخیر میں کردی جائیں یوں بعض کی تاخیر اور بعض کی طرف پر اقامت ہوگی اور وجہ ان سب کی وہی ہے کہ جب مذہب صحیح میں کاہلین کی نماز میں صرف کراہت ہے نہ باطل محض اور قائمین کی صف کو تکمیل کی حاجت ہے تو اُس سے ہٹا کر کاہلین کو صف دیگر میں رکھنا صف اخیر قائمین کو ناقص چھوڑنا ہوگا اور یہ جائز نہیں پھر بہرحال اگر اور قائمین آتے جائیں یا اُنھیں میں سے بعض توفیق پاتے جائیں تو وہ بجائے کاہلین فی طرف الصف ہوں اور کاہلین فی الطرف موخر ہوتے جائیں یہاں تک کہ مثلاً صورت ثانیہ صورت اولٰی کی طرف رجوع کرے اور ثالثہ ثانیہ یا اولٰی ہوجائے الی غیر ذٰلک من الاحتمالات یہ سب اُس صورت میں ہے کہ کاہلین دست شرع میں نرم ہوں ورنہ بحال فتنہ قدر میسور پر عمل چاہیے وباللہ التوفیق ھذا ما افادہ التفقہ والکتاب واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ - از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی محمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھی ہے البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کیے ہیں لاریب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعت وافتراق اُس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اُس کو کوئی اہل حق پسند نہیں کرتا پس یہ طعن نہ علمائے اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے فقط واللہ تعالٰی اعلم۔ پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے اور کس امر و بنیاد پر قائم کیے گئے کہ جو زید لکھتا ہے کہ لاریب یہ امر زبون ہے صدہا علمائے کاملین وصلحائے مقبولین گزرے کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید یہ اعتراض کرتا ہے اُس کا لکھنا درست ہے یا خلاف اور زید کو شرعاً کیا کہنا چاہیے جواب مدلل مکمل صاف صاف تحریر فرمائیں بیّنوا بالتفصیل جزاکم اللہ الرب الجلیل۔

الجواب

حقیقت امر یہ ہے کہ حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا وتعظیما میں چاروں مذاہب حقہ اہلسنت حفظہم اللہ تعالٰی کے لوگ مجتمع ہیں اور اُن میں باہم طہارت ونماز کے مسائل میں اختلاف رحمت ایک بات ایک مذہب میں واجب دوسرے میں ممنوع ایک میں مستحب دوسرے میں مکروہ ایک کے نزدیک ایک امر ناقض طہارت دوسرے کے نزدیک نہیں ایک کے یہاں کسی صورت میں وضو تمام دوسرے کے یہاں نہیں توجب امام کسی مذہب کا ہو اگر اُس نے دوسرے مذہب کے فرائض طہارت وصلاۃ کی رعایت اور اُن کے نواقض ومفسدات سے مجانبت نہ کی جب تو اس مذہب والوں کی نماز اُس کے پیچھے باطل وفاسد ہی ہوگی اور اگر مراعات ومجانبت مشکوک ہو تو مکروہ اور تلفیق مذاہب باجماع جمہور ائمہ حرام وباطل اور بحال رعایت بھی ہر مذہب کے مکروہات سے بچنا یقیناً محال اور بعض امور ایک مذہب میں سنت اور دوسرے میں مکروہ ہیں اگر بجالایا تو مذہب ثانی اور تارک ہوا تو مذہب اول پر کراہت ولہذا غایت امکان قدر فرائض ومفسدات تک ہے محققین نے تصریح فرمائی کہ بہرحال موافق المذہب کی اقتدا اکمل وافضل تو انتظار موافق کے لیے نوافل یا ذکر وغیرہما میں مشغول رہنا جماعت سے اعراض نہیں بلکہ اکمل واعلٰی کی طلب ہے اور یہ تفریق جماعت نہیں بلکہ تکمیل وتحسین ہے خصوصاً ان دو مسجد مبارک میں کہ مسجد محلہ نہیں ہر جماعت جماعت اولٰی ہے اس لیے آٹھ سو برس یا زائد سے مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ وبیت المقدس وجدہ ومصر وشام وغیرہا بلاد اسلام میں عامہ مسلمین کا عمل اس پر جاری وساری رہا اور بعض کا انکار شاذ ومہجور قرار پایا تو بعد وضوح حق واستقرار امر اُسے زبون وحرام وبدعت کہنا باطل وجہل وسفاہت ہے چار مصلی ہونا اسی طریقہ انیقہ سے عبارت ہے جسے علمائے مذاہب نے بنظر مصالح جلیلہ مذکورہ پسند ومقرر رکھا باقی کسی مکان یا علامت کا بننا کہ یہ بھی صدہا سال سے معہود ومقبول ہے نہ اُس کے لیے ضرور نہ اُن میں مخل بلکہ وہ بھی منافع پر مشتمل درمختار میں ہے یکرہ تطوع عند اقامۃ صلوۃ مکتوبۃ ای اقامۃ امام مذہبہ ردالمحتار میں لو انتظر امام مذہبہ بعیدا عن الصفوف لم یکن اعراضا عن الجماعۃ للعلم بانہ یرید جماعۃ اکمل من ھذہ الجماعۃ شیخ علمائے مکہ معظمہ مولٰنا علی قاری مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ رسالہ اہتدا میں فرماتے ہیں لو کان لکل مذھب امام کما فی زماننا فالافضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر علی ما استحسنہ عامۃ المسلمین وعمل بہ جمہور المومنین من اھل الحرمین والقدس ومصر والشام ولاعبرۃ بمن شذ منہم علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں قد سئل بعض العلماء عن ھذہ المقامات المنصوبۃ حول الکعبۃ التی یصلون فیہا الاٰن باربعۃ ائمۃ علی مقتضی المذاھب الاربعۃ فاجاب بانہا بدعۃ ولکنہا بدعۃ حسنۃ لاسیئۃ لانہا تدخل بدلیل السنۃ الصحیحۃ وتقریرھا فی السنۃ الحسنۃ لانہا لم یحدث منہا ضرر ولاحرج فی المسجد ولافی المصلین من المسلمین لعامۃ اھل السنۃ والجماعۃ بل فیہا عمیم النفع فی المطر والحر الشدید والبرد وفیہا وسیلۃ للقرب من الامام فی الجمعۃ وغیرھا فھی بدعۃ حسنۃ ویسمون بفعلہم للسنۃ الحسنۃ وان کانت بدعۃ اھل السنۃ لا اھل البدعۃ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من سن سنۃ حسنۃ الی اٰخر ما اطال واطاب علیہ رحمۃ الملک الوھاب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام پر تحکم کرنا مقتدیوں کو یا انتظار کرنا امام کو مقتدی کا بعد اوقات معینہ کے بھی بالخصوص ایسے مقتدی کا جو بے علم اور مشہور جھگڑالو ہو درمیان میں مقتدیوں کے اور یہ چاہتا ہو کہ جب ہم کہیں جب ہی اذان ہو اور جب ہم کہیں جب ہی نماز ہو اگرچہ وقت کچھ ہی ہو جائے اور امام پانچوں وقت بعد اذان کے خود آکر ہمیں گھر سے بلالے جایا کرے پس ایسے شخص کا نماز کے باب میں انتظار کرنا اور متبع ہونا امام کو سزاوار ہے یا نہیں۔

الجواب

مقتدی کو امام پر تحکم نہیں پہنچتا اور وہ خیالات جو سوال میں مذکور ہوئے محض ظلم واثم ہیں امام کو ایسے شخص کا اتباع اور اس کی ان نفسانی خواہشوں کا لحاظ ہرگز نہ چاہیے مگر جبکہ شریر وموذی ہو اور اس کے ترک انتظار میں مظنہ فتنہ ہو تو بمجبوری تا حد امکان انتظار کر سکتا ہے کہ فتنہ سے بچنا ضرور ہے قال اللہ تعالٰی الفتنۃ اشد من القتل ملتزمان جماعت جب تک حاضر نہ ہوں اور وقت میں کراہت نہ آئے امام انتظار کرے ورنہ نہیں وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا حضر الناس عجل واذا تاخروا اخر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ مرسلہ رحیم بخش ۔ بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کھانا تیار ہے اور جماعت بھی تیار ہے تو اول کھانا کھائے یا نماز پڑھ لے۔

الجواب

جماعت تیار ہے اور کھانا سامنے آیا اور وقت تنگ نہ ہو جائے گا اور پہلے جماعت کو جائے تو بھوک کے سبب دل کھانے میں لگا رہے گا یا کھانا سرد ہو کر بے مزہ ہو جائے گا یا اس کے دانت کمزور ہیں روٹی ٹھنڈی ہو کر نہ چبائی جائے گی تو اجازت ہے کہ پہلے کھانا کھالے اور اگر کھانے میں کوئی خرابی یا دقت نہ آئے گی نہ اسے ایسی بھوک ہے تو جماعت نہ کھوئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مرسلہ اصغر علی خاں ۔ بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں دس بیس شخص نمازی روزمرہ جمع ہوتے ہیں ان سب کی رائے سے وقت ظہر دو بجے اور عصر پانچ بجے اور عشا ۹ بجے قرار پایا ہے اذان ہوئی اور دو ایک شخص تشریف لا کر بیٹھے رہے یہاں تک کہ اور نمازی بھی جمع ہوگئے اور صف باندھ کر کھڑے ہوئے تو ان صاحب نے جو پیشتر سے تشریف لائے ہیں کہا کہ ہم نے تو ابھی وضو ہی نہیں کیا ہے لہذا کچھ صاحبوں کی اہل جماعت سے رائے ہوئی کہ وضو کر لینے دو جملہ نمازی کھڑے رہے جب ان صاحب نے وضو کر لیا بلکہ پاؤں دھونا باقی تھے کہ اس عرصہ میں دو چار شخص اور آگئے ان کو وضو سے فارغ نہ ہونے دیا اور فوراً کھڑے ہوگئے۔ دیگر یہ کہ کوئی صاحب تشریف لائے اور وضو کر کے جماعت میں دیر دیکھ کر اپنے مکان کو تشریف لے گئے تو ان کا انتظار کیا جائے یا نہیں اور جماعت تیار ہے۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ یہ دو چار شخص جو بعد کو آئے اور ان کے وضو کا انتظار نہ کیا اور جماعت قائم کر دی اگر یہ لوگ اہل محلہ سے نہ تھے انھیں

اُس تعیین وقت پر جو اہل مسجد نے مقرر کرلی ہے اطلاع نہ تھی اور وقت میں تنگی بھی نہ تھی اور حاضرین میں کسی پر انتظار سے کوئی ضرر حرج بھی نہ تھا تو اس صورت میں ان کے وضو کا انتظار کرلینا مناسب تھا خصوصاً جبکہ اس انتظار نہ کرنے میں اُن کی دل شکنی ہو کہ بلاوجہ کسی مسلمان کی دل شکنی بہت سخت بات ہے دو چار منٹ میں وضو ہو جائے گا اس میں ان کا ایک نفع اور اپنے تین، اُن کا تو یہ کہ تکبیر اولیٰ پالیں گے اور اپنا پہلا نفع یہ کہ اُس فضیلت کے ملنے میں مسلمانوں کی اعانت ہوئی اور اس کا اجر عظیم ہے قال اللہ تعالٰی تعاونوا علی البر والتقوی یہانتک کہ عین نماز میں امام کو چاہیے کہ اگر رکوع میں کسی کی بھچل سنے اور اُسے پہچانا نہیں تو دو ایک تسبیح زیادہ کردے کہ وہ شامل ہو جائے دوم اس رعایت سے اُن مسلمانوں کا دل خوش کرنا متعدد احادیث میں ہے احب الاعمال الی اللہ بعد الفرائض ادخال السرور فی قلب المسلم اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرائض کے بعد سب اعمال میں اللہ کو زیادہ پیارا مسلمان کا دل خوش کرنا ہے سوم صحیح حدیث میں ارشاد ہوا کہ انکم فی صلوٰۃ ما انتظرتم الصلوٰۃ بیشک تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں ہو ورنہ انتظار نہ کرنے میں کوئی حرج نہ ہوا جو شخص جماعت میں دیر دیکھ کر چلا گیا وقت مقررہ کے بعد اس کے انتظار کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از گکرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یسین خاں ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا دوسرا آیا اس کے برابر کھڑا ہو گیا تیسرا آیا وہ دوسری طرف برابر کھڑا ہو گیا چوتھا آیا اس نے دونوں مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرکے شامل ہوا پوچھا گیا کہ نماز میں کوئی قصور تو نہ ہوا کہا حدیث میں آیا ہے کہ مقتدیوں کو کھینچ کے پیچھے کھڑا کرلیوے۔ بینوا توجروا

الجواب

آج کل بوجہ غلبۂ جہل کھینچنا منع ہے پھر بھی نماز ہو گئی اگر ہٹنے والے حکم شرع ماننے کے لیے ہٹے ہوں اور اگر کھینچنے والے کا حکم ماننے کو ہٹے نہ مسئلہ کے لحاظ سے تو ان ہٹنے والوں کی نماز نہ ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مسئولہ احمد بخش صاحب ۸ صفر ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء شمس الفضلا مقتدائے اہل ایمان پیشوائے اہل ایقان ادام اللہ تعالٰی فضلہم ومجدہم الی یوم الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نیازمند مشتاق زیارت محتاج دعا ہزار ہزار نیاز کے بعد عرض کرتا ہے کہ ان ایام میں ایک مسجد جدید تیار کرائی جاتی ہے جس کے متعلق یہ ارادہ ہے کہ سقف پر عورتوں کے نماز پڑھنے کی جگہ تیار ہو اس حالت میں جماعت کی وضع اور صورت یہ ہوگی کہ بعض صفوف رجال جو نیچے زمین پر ہوں گی عورتوں کی صفوں سے مقدم اور بعض محاذی زیر و بالا اور بعض مؤخر بیرونی صحن میں پس کیا ایسی جماعت اس لیے کہ عورتوں کے صفوف بعض صفوف رجال کے اوپر اور بعض صفوف رجال سے جو بیرونی صحن میں ہوں گی مقدم ہیں مکروہ یا ناجائز ہو گی اس لیے کہ عورتوں کے صفوف اور صفوف رجال کے درمیان دیواریں اور پردے حائل ہوں گے یا کوئی کراہت نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جبکہ بیچ میں سقف و جدار حائل ہیں باعث بطلان نماز رجال نہیں ہو سکتا کہ محاذات نہ ہوئی تنویر الابصار میں ہے واذا حاذتہ

امرأة ولا حائل بینہما فی صلاۃ مطلقۃ فسدت صلاتہ مگر یہ صورت بوجوہ کراہت وممانعت سے خالی نہ ہوگی **اولاً** عورتوں کا مسجد میں جانا خود ممنوع ہے تو ایک امر ممنوع کے لئے سامان کرنا ہے تنویر الابصار میں ہے ویکرہ حضورھن الجماعۃ مطلقا علی المذھب **ثانیاً** بے ضرورت شرعیہ مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے یہاں تک کہ شدت گرمی بھی اس کے لیے عذر نہ مانی گئی عالمگیریہ میں ہے الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ **ثالثاً** یہ اگرچہ تقدیم محسوس نہیں مگر واقع میں بعض صفوف رجال سے تقدیم اور بعض سے معیت ضرور ہے اور حکم یہ ہے کہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ لہذا اس سے احتراز ہی کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فَصْلُ الْمَسْبُوْق

مسئلہ ۔ از فیض آباد مرسلہ منشی احمد حسین خورسند نقشہ نویس اسسٹنٹ انجینیر ریلوے ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

س کہتا ہے جس کو مغرب کی تیسری رکعت جماعت کے ساتھ ملے وہ جب اپنی نماز پوری کرنے کھڑا ہو تو اپنی دوسری رکعت میں قعدہ کرے کیونکہ قاعدہ مصرحہ ہے نماز مسبوق درحق قرأت حکم اول نماز دارد و درحق قعود حکم آخر نماز ع کہتا ہے مسبوق دوسری رکعت پر قعدہ نہ کرے کہ بعض کتب فقہ میں ایسا ہی لکھا ہے اور جو دوسری رکعت پر قعدہ کرے گا تو تینوں رکعات علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گی پس سوال یہ ہے کہ قول س کا قابل عمل ہے یا ع کا۔ بینوا توجروا

الجواب

قول س کا صحیح ہے ائمہ فتوٰی سے اُسی کا اختیار مفید ترجیح ہے کتب معتمدہ میں اس کی تصریح ہے درمختار میں ہے یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینہما وبرابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلھا خلاصہ وہندیہ میں ہے لو ادرک رکعۃ من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدۃ فتکون بثلث قعدات یہاں تک کہ غنیہ شرح منیہ میں فرمایا اگر ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کیا تو قیاس یہ ہے کہ نماز ناجائز ہو یعنی ترک واجب کے سبب ناقص وواجب الاعادہ البتہ استحسانا حکم جواز وعدم وجوب اعادہ دیا گیا کہ یہ رکعت من وجہ پہلی بھی ہے ردالمحتار میں ہے قال فی شرح المنیۃ ولو لم یقعد جاز استحسانا لا قیاسا ولم یلزمہ سجود السھو لکون الرکعۃ اولی من وجہ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی بتاریخ ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ

جماعت رکوع میں ہو تو مسبوق نمازی کو نیت کرکے اور تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھنا چاہیے یا بے ہاتھ باندھے دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں جانا چاہیے یا ایک ہی تکبیر اُس کے واسطے کافی ہے یا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ ہاتھ باندھنے کی تو اصلاً حاجت نہیں اور فقط تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں مل جائے گا تو نماز ہو جائے گی مگر سنت

یعنی تکبیر رکوع فوت ہوئی لہذا یہ چاہیے کہ سیدھا کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہے اور سبحنک اللھم پڑھنے کی فرصت نہ ہو یعنی احتمال ہو کہ امام جب تک سر اٹھالے گا تو معاً دوسری تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور امام کا حال معلوم ہو کہ رکوع میں دیر کرتا ہے سبحنک اللھم پڑھ کر بھی شامل ہو جاؤں گا تو پڑھ کر رکوع کی تکبیر کہتا ہوا شامل ہو یہ سنت ہے اور تکبیر تحریمہ کھڑے ہونے کی حالت میں کہنی تو فرض ہے بعض ناواقف جو یہ کرتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تکبیر تحریمہ جھکتے ہوئے کہی اور شامل ہو گئے اگر اتنا جھکنے سے پہلے کہ ہاتھ پھیلائیں تو گھٹنے تک پہنچ جائیں اللہ اکبر ختم نہ کرلیا تو نماز نہ ہوگی اس کا خیال لازم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از بلندی افریقہ سائل حاجی عبداللہ و حاجی یعقوب علی ـ

نماز ظہر کے جماعت کھڑی ہے میں نے وضو کیا تب تک تین رکعت خلاص ہوگئی چوتھی میں جا ملا اب میں تین رکعت کس ترتیب سے ادا کروں۔

الجواب

سلام امام کے بعد کھڑے ہوکر سبحنک اللھم الخ پہلے اگر نہ پڑھا تھا تو اب پڑھے ورنہ اعوذ سے شروع کرے اور الحمد و سورت پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے بیٹھ کر التحیات پڑھے پھر کھڑا ہوکر الحمد و سورت پڑھے اور رکوع و سجدہ کرکے بغیر بیٹھے کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں فقط الحمد پڑھ کر رکوع و سجدہ کرکے التحیات پڑھے اور نماز تمام کرے درمختار میں ہے یقضی اول صلاۃ فی حق قراءۃ و اٰخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما و برابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط ولا یقعد قبلھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار گوالیار مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

مخدوم نیاز منداں لبط اللہ ظلکم ابداً مسبوق سجدۂ سہو میں امام سے ملے یا نہیں یعنی اگر اس کو علم ہو کہ امام اور اس کے مقتدی سجدۂ سہو کر رہے ہیں یا تشہد بعد سجدۂ سہو میں بیٹھے ہیں باوجود اس علم کے اس کی اقتدا درست ہے یا نادرست۔ بینوا توجروا

الجواب

ضرور مل جائے ہر حال میں اقتدا درست و صحیح ہے ردالمحتار میں زیر قول درمختار المسبوق یسجد مع امامہ مطلقا سواء کان السھو قبل الاقتداء او بعدہ لکما شمل ایضا ما اذا سجد الامام واحدۃ ثم اقتدی بہ قال فی البحر فانہ یتابعہ فی الاخری ولا یقضی الاولی کما لا یقضیھما لو اقتدی بہ بعد ما سجدھما انتھی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ ۲۲ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جب زید صبح کی نماز کے وقت وضو کرکے فارغ ہوا تو گمان کیا کہ امام نصف التحیات پڑھ چکا اور جماعت دوسری بھی طیار ہے اس نے سنت پڑھنا شروع کیا بعد سنت کے جماعت ثانی ہوئی زید اس میں شریک ہوا آیا یہ سنتیں اس کی ہوئیں یا نہیں اور زید امام اول کی التحیات میں شریک نہ ہونے سے گنہگار ہوا یا نہیں اور اس التحیات میں شریک ہونا اسے ضروری تھا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سنتیں ہو تو ہر حال میں گئیں مگر زید کو حکم یہی تھا کہ امام اول کی التحیات میں شریک ہو جائے جماعت ثانیہ کے اعتماد پر اولٰی کی شرکت نہ چھوڑے زید بالقصد بلا عذر صحیح شرعی جماعت اولٰی فوت کردینے سے گنہگار رہوا درمختار میں ہے اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتھا ترکہا ردالمحتار میں ہے الراجح عند اھل المذھب وجوب الجماعۃ وانہ یأثم بتفویتھا اتفاقا اھ وقد حققنا فی فتاوٰنا بتوفیق اللہ تعالٰی ان ھذا الحکم للجماعۃ الاولٰی عینا ہاں اگر جماعت اولٰی کا امام غلط خواں یا معاذ اللہ بدمذہب گمراہ یا فاسق معلن تھا اور امام ثانی ان بلاؤں سے پاک تو زید نے بہت اچھا کیا ایسا ہی چاہیے تھا بلکہ اگر امام اول مثلاً شافعی المذہب تھا اور اس نے امام حنفی المذہب کی اقتدا چاہی اس نیت سے تاخیر کی جب بھی گناہ نہ ہوا کما بیناکل ذلک فی فتاوٰنا والمسائل فی ردالمحتار وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از گونڈل مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب اندھیری ۱۱ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق بروقت اختتام نماز امام قعدہ اخیرہ میں تمامیت تشہد کے بعد گویا فقہی اقوال کے بموجب شہادتین کو مسبوق دوہرایا کرے تا سلام امام بجائے شہادتین کے اگر السلام علیک ایہاالنبی سے دوہرایا کرے تو کچھ حرج ہے۔

الجواب

فقہا نے تکرار تشہد ہی کو لکھا ہے اور اگر السلام سے تکرار کرے جب بھی کوئی ممانعت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی مرسلہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس ۲۲ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسبوق امام کی متابعت سجدہ وسلام دونوں میں کرے گا یا فقط سجدہ میں اور اگر بالفرض والتقدیر سلام میں متابعت کرے تو نماز مسبوق کی باقی رہے گی یا فاسد۔ بینوا توجروا اجرا کم اللہ تعالٰی

الجواب

مسبوق صرف سجدہ میں متابعت کرے نہ سلام میں اگر سلام میں قصداً متابعت کرے گا اگرچہ اپنے جہل سے یہی سمجھ کر کہ مجھے شرعاً سلام میں بھی اتباع امام چاہیے تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی ہاں اگر سہواً سلام کیا تو نماز مطلقاً نہ جائے گی اور سجدہ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں کرنا نہ ہوگا اگر یہ سلام سہواً سلام امام سے پہلے یا معاً اس کے ساتھ ساتھ بغیر تاخیر کے تھا اور اگر سلام امام کے بعد بھول کر سلام پھیرا تو اس سجدہ سہو میں تو امام کی متابعت کرے ہی پھر جب اپنی باقی نماز کو کھڑا ہو تو اس کے ختم پر اس کے سہو سلام کے لیے سجدہ سہو کرے ردالمحتار میں ہے المسبوق یسجد مع امامہ قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام بل یسجد معہ ویتشھد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدا فسدت والا لا ولا سجود علیہ ان سلم سھوا قبل الامام او معہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفردا حینئذ بحر واراد بالمعیۃ المقارنۃ وھو نادر الوقوع کمافی شرح المنیۃ وفیہ لوسلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فھو سلام عمد یمنع البناء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقیم نے امام مسافر کی اقتدا کی اور ایک یا دونوں رکوع نہ پائے مثلاً دوسری رکعت یا صرف التحیات میں شریک ہوا تو بعد سلام امام کے اپنی نماز کس طرح ادا کرے۔ بینوا توجروا

الجواب

یصورت مسبوق لاحق کی ہے دو پچھلی رکعتوں میں کہ مسافر سے ساقط ہیں مقیم مقتدی لاحق ہے لانہ لم یدرکھما مع الامام بعد ما اقتدی بہ اور اس کے شریک ہونے سے پہلے ایک رکعت یا دونوں جس قدر نماز ہو چکی ہے اُس میں مسبوق ہے لانھا فاتتہ قبل ان یقتدی درمختار و ردالمحتار میں ہے مقیم ائتم بمسافر فھو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا ایضا کما اذا فاتہ اول صلاۃ امامہ المسافر اور حکم اس کا یہ ہے کہ جتنی نماز میں لاحق ہے پہلے اُسے بے قرأت ادا کرے یعنی حالت قیام میں کچھ نہ پڑھے بلکہ اتنی دیر کہ سورۂ فاتحہ پڑھی جائے محض خاموش کھڑا رہے بعدہ جتنی نماز میں مسبوق ہوا اُسے مع قرأت یعنی فاتحہ و سورت کے ساتھ ادا کرے فی الدرالمختار اللاحق یبدؤ بقضاء مافاتہ بلاقرأۃ ثم ماسبق بہ بھا ان کان مسبوقا ایضا اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے قولہ ثم ماسبق بہ بھا الخ ای ثم صلی اللاحق ماسبق بہ بقرأۃ ان کان مسبوقا ایضا بان اقتدی فی اثناء صلاۃ الامام ثم نام مثلا وھذا بیان للقسم الرابع وھو المسبوق اللاحق الخ پس اگر دونوں رکوع نہ پائے تھے تو پہلے دو رکعتیں بلاقرأت پڑھ کر بعد التحیات دو رکعتیں فاتحہ و سورت سے پڑھے اور اگر ایک رکوع نہ ملا تھا تو پہلے ایک رکعت بلاقرأت پڑھ کر بیٹھے اور التحیات پڑھے کیونکہ یہ اس کی دوسری ہوئی پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور ویسی ہی بلاقرأت پڑھ کر اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے کہ یہ رکعت اگرچہ اس کی تیسری ہے مگر امام کے حساب سے چوتھی ہے اور رکعات فائتہ کو نماز امام کی ترتیب پر ادا کرنا ذمۂ لاحق لازم ہوتا ہے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت با فاتحہ و سورت پڑھ کر بیٹھے اور بعد تشہد نماز تمام کرے فی ردالمحتار عن شرحی المنیۃ والمجمع انہ لو سبق برکعۃ من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا مانام فیہ ثم ماادرکہ مع الامام ثم ماسبق بہ فیصلی رکعۃ ممانام فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لانھا ثانیۃ امامہ ثم یصلی الاخری ممانام فیہ ویقعد لانھا ثانیۃ ثم یصلی التی انتبہ فیھا ویقعد متابعۃ لامامہ لانھا رابعتہ وکل ذلک بغیر قرأۃ لانہ مقتد ثم یصلی الرکعۃ التی سبق بھا بقرأۃ الفاتحۃ وسورۃ والاصل ان اللاحق یصلی علی ترتیب صلاۃ الامام والمسبوق یقضی ماسُبق بہ بعد فراغ الامام اھ **اقول** فھذہ ھی الصورۃ المسئول عنھا بید ان مانحن فیہ اعنی اقتداء المقیم بالمسافر لایتحقق فیہ الادراک بعد ماصار لاحقا لانہ انما یصیر لاحقا فی الاخیرین وذلک انما یکون بعد سلام الامام فلا تتأتی ھنا صورۃ المتابعۃ بعد اداء ماھو لاحق فیہ کما لایخفی ولذلک تغیر بعض الترتیب واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بگرام ضلع ہردوئی محلہ میدانی پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی ۲۰ صفر ۱۳۱۱ھ

امام نماز ظہر یا عصر یا عشا پڑھتا ہے اور ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہے کہ دوسرا شخص آکر شامل ہوا تو بعد ختم ہونے نماز کے یہ مقتدی اپنے رکعات باقیہ جو پڑھے تو اُس میں فاتحہ و سورت قرأت کرے یا بقدر پڑھنے فاتحہ و سورت کے ساکت رہ کر رکوع و سجود

بجالائے تشریحاً لکھا جاوے اور اسی طرح اگر مسافر نماز میں مذکور نصف پڑھ کر ختم کرے تو مقتدی فاتحہ پڑھے یا بقدر قرأت ساکت رہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت اولیٰ میں مقتدی کہ بعد سلام امام رکعت اولیٰ یا اولین قضا کرے فاتحہ وسورت وجوباً پڑھے کیونکہ وہ مسبوق ہے اور مسبوق اپنی رکعات میں مثل منفرد اور منفرد پر قرأت لازم اور صورت ثانیہ میں مقیم کہ بعد سلام مسافر رکعتین اخیرتین ادا کرے بجائے قرأت ساکت رہے کہ وہ ان رکعات میں لاحق ہے اور لاحق حکماً مقتدی اور مقتدی کو قرأت ممنوع فی الدرالمختار اللاحق من فاتته الرکعات کلها او بعضها بعد اقتدائه لمقیم ائتم بمسافر وحکمه کمؤتم فلا یأتی بقراءة ولاسهو والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ فیما یقضیه فمدرك رکعة من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط اھ ملتقطا واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہٗ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت و موضع بھنڈورہ علاقہ آنولہ یکم شوال ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس امام کے ساتھ چار رکعت کی نماز میں ایک رکعت ملی وہ باقی نماز کیونکر ادا کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

امام کے سلام کے بعد اُٹھ کر ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد التحیات کے لیے بیٹھے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور اس پر نہ بیٹھے پھر ایک رکعت صرف فاتحہ کے ساتھ پڑھے اور قعدہ اخیرہ کرکے سلام پھیر دے ھذا مااعتمدہ الائمۃ الحلة وعلیه اقتصر فی الخلاصة وشرح الطحطاوی والاسبیجابی وفتح القدیر والبحرالرائق والدرر والدرالمختار والھندیة وغیرھا من معتمدات المذھب درمختار میں ہے یقضی اول صلاته فی حق قراءة واخرھا فی حق تشھد فمدرك رکعة من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشھد بینھما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولایقعد قبلها۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از قصبہ میترانوالی ڈاکخانہ گھکر ریلوی ضلع گوجرانوالہ مرسلہ حافظ شاہ ولی اللہ صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بخدمت عالی جناب قدسی القاب مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ از فقیر حافظ ولی اللہ شاہ بعد از تسلیمات وآداب ماوجب معروض آنکہ عرصہ ایک سال کا گزرا ہے کہ بندہ حضور کی قدمبوسی سے مشرف ہوا تھا اور ایک مسئلہ حضور سے دریافت کیا تھا در باب اقتدائے مقیم کا مسافر کے ساتھ نماز رباعی میں اس حالت میں جو مسافر ایک رکعت ادا کرچکا ہو اور مقیم آکر ملا تو ایک رکعت مقیم نے امام مسافر کے ساتھ پائی پھر وہ تینوں کس طرح پر ادا کرے میں نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ اول دو رکعت جو خالی قرات سے ہیں وہ ادا اس طرح پر کرے کہ بقدر الحمد کے قیام کرے اور اس میں قرات نہ پڑھے بعدہ ایک رکعت جو مسبوقانہ ہے ادا کرے

اور اس میں ثناء و فاتحہ و سورۃ پڑھے اور یہی مسئلہ مسافر والے کا اس جگہ تنازع دو مولوی صاحبوں کا آپس میں پڑا ہوا ہے بلکہ بہت عالموں سے یہ مسئلہ دریافت کیا گیا ہے سب کے سب آپ کے برخلاف بیان کرتے ہیں اور یہی کہتے ہیں کہ سوا سند کتاب کے ہم نہیں مانتے اور دوسری جگہ ہمیشہ جب امام سے علیحدہ ہو کر مسبوق قضا ادا کرتا ہے تو پہلے ابتدا سے شروع کرتا ہے یعنی ثناء و فاتحہ و سورۃ شروع کرتا ہے کیا وجہ ہے کہ مقیم نماز رباعی میں امام مسافر کے ساتھ مسبوق ہو جائے تو اول خالی دو رکعت ادا کرے برخلاف ترتیب معمولہ کے لہذا مہربانی فرما کر محض واسطے ثواب کے یہ مسئلہ مسافر والا مفصل مع حوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرمائیں تاکہ تنازع رفع ہو جائے مگر بجز حوالہ کتاب کے تسلی نہ ہوگی کیونکہ ہم نے اس جگہ بہت کتب سے معلوم کیا ہے کچھ تسکین نہیں ہوئی اور اگر پہلی خالی دو رکعت کو ادا کرے تو اس میں قعدہ ایک پر کرے یا نہ اور قرات و سجدہ سہو بھی ادا کرے یا نہ کرے از جانب نیاز مند امیر احمد اگرچہ ظاہر آپ سے شرف ملاقات حاصل نہیں مگر زبانی حافظ ولی اللہ شاہ صاحب سے آپ کی تعریف سن کر شائق ہوں کہ آپ جیسا شاید ہندوستان میں کوئی عالم حنفی مذہب موجود نہیں جو مسئلہ حافظ ولی اللہ شاہ صاحب نے اوپر لکھا ہے آپ پورا پورا بعینہ حوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان کلی حاصل ہو اور کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے اور دوسرا صرف نیاز مند کو یہ شبہ واقع ہوا ہے کہ مسافر کے ساتھ مقیم نے نماز چارگانہ میں دوسری رکعت میں آکر اقتدا کیا تو اب پہلی رکعت جو بعد فراغ امام اُٹھ کر پڑھے گا کس طرح پڑھے گا کیونکہ اس کی تین رکعت باقی ہیں اور یہ جو رکعت امام کے ساتھ اس نے پائی ہے مقتدی کی کون رکعت ہوگی آیا بعموم قاعدہ کے جو رکعت امام کی وہی رکعت مقتدی کی اس نماز میں تو یہ رکعت امام کی بلحاظ مسافر ہونے کے آخری ہے اور مقیم کی دوسری اب وہ دوسری رکعت میں الحمد و قل پڑھے گا یا نہیں ہر سہ رکعت میں جیسے قراءت پڑھنی کتب سے ثابت ہو تحریر فرماویں مکلف اوقات گرامی امیر احمد عفی عنہ مکرر عرض یہ ہے کہ قیاس یہ چاہتا ہے کہ جو رکعت امام کی قراءت والی ہے اس کی بھی قراءت والی رکعت اس کے ساتھ ملحق ہو جائے یا کہ پہلی دو رکعت وہ ادا کرے جو خالی سورۃ والی ہیں فقط بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ! نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم شاہ صاحب کرم فرما اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ حکم مسئلہ جو کہ فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بیان کیا صحیح و مطابق کتاب تھا منشا اشتباہ ناظرین یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں یہ مقیم بھی مسبوق ہے اور ہم مسبوق کو دیکھتے ہیں کہ حق قراءت میں اوّل نماز سے ابتدا کرتا ہے درمختار میں ہے المسبوق یقضی اول صلاتہ فی حق قراءۃ تو چاہیے تھا کہ یہ بھی بعد سلام امام رکعت اولیٰ ہی ادا کرتا جس میں اس کی حکم قراءت ہے مگر انھوں نے یہ خیال نہ فرمایا کہ صورت مسطورہ میں مقیم تنہا مسبوق نہیں لاحق بھی ہے دو رکعت اخیرہ کی نظر سے لاحق اور اولیٰ کے اعتبار سے مسبوق درمختار میں ہے اللاحق من فاتتہ الرکعات کلھا او بعضھا بعد اقتدائہ کمقیم ائتم بمسافر ردالمحتار میں ہے ای فھو لاحق بالنظر للاخیرتین وقد یکون مسبوقا کما اذا فاتہ اول صلاۃ امام المسافر اور مسبوق لاحق کو یہی حکم ہے کہ پہلے دو رکعت بے قراءت ادا کرے جن میں لاحق ہے ان سے فارغ ہو کر رکعت مسبوق بہا کی قضا با قراءت کرے درمختار میں ہے اللاحق یبدؤ بقضاء ما فاتہ بلا قراءۃ ثم ما سبق بہ بھا ان کان مسبوقا ایضاً تو علما کا فرمانا کہ مسبوق قضائے رکعات میں اول نماز سے آغاز کرے اُس کے یہ معنی نہیں کہ سب سے پہلے رکعات مسبوق بہا کی قضا کرے

یہ تو نہ لفظوں کا مفاد نہ ان کی مراد نہ واقع میں صحیح و منصف بمراد تمام کتب فقہیہ جن میں خود انھیں علماء کی صاف وصریح تصریح ہے کہ مقتدی جس نماز میں لاحق ہو اسے مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے اس کے بطلان پر شاہد عدل بلکہ علماء اس حکم سے صرف رکعات مسبوق بہا کی باہمی ترتیب ارشاد فرماتے ہیں یعنی چند رکعتوں میں مسبوق ہوا وہ ان کی قضا کے وقت الاول فالاول ادا کرے مثلاً تین میں مسبوق ہو تو پہلے میں ثنا و تعوذ و فاتحہ سب کچھ پڑھے دوسری میں صرف فاتحہ وسورۃ تیسری میں فقط فاتحہ غرض حکم منکشف ہے اور شبہہ منکسف یونہی دوسرا شبہہ کہ قیاس چاہتا ہے کہ رکعت قرأت رکعت قرأت سے ملحق ہو **اولاً** نصوص صریحہ کے مقابل ہمارے خیالات کو کیا دخل **ثانیاً** جسے چار رکعتی نماز میں صرف اخیرہ ملی بعد سلام امام دو رکعت قرأت پڑھے گا تو جیسے خالی سے خالی کا اتصال ضرور نہیں یونہی بھری سے بھری کا **ثالثاً** یہ دیکھنا تھا کہ وہ رکعت قرآت کون سی ہے جس سے رکعت قرأت ملحق ہوتی ہے اور وہ کون سی ہے جو اسے امام کے ساتھ ملی ہے وہ رکعت قرأت رکعت اولیٰ ہے جس کے بعد رکعت قرأت ہوتی ہے اور اس نے ہمراہ امام رکعت ثانیہ پائی اس سے رکعت بے قرأت ہی ملتی ہے غرض یونہی دیکھئے تو دوسری کے بعد تیسری کا محل ہے نہ وہ پہلی کا بخلاف مسبوق کہ چوتھی تک ادا کر چکا لاجرم اب پہلی سے شروع کرے گا رہا حکم قعود و سجود جب سلام امام مسافر کے بعد مقیم قائم ہو ایک رکعت پڑھ کر اسے قعود چاہیے کہ اگرچہ اصل میں یہ تیسری رکعت ہے مگر اس کی ادا میں دوسری ہے تو اس پر ایک شفعہ تمام ہوگا اور ہر شفعہ پر قعدہ مطلقاً چاہیے امام منفرد مقتدی مدرک لاحق مسبوق اس قدر حکم میں سب شریک ہیں مسبوق کے لیے درمختار و خلاصہ وہندیہ میں ہے واللفظ لھا تین لوادرك ركعة من المغرب قضیٰ رکعتین وفصل بقعدۃ فتکون بثلث قعدات ولوادرك ركعة من الرباعية يقضى ركعة ويتشهد الخ لاحق کے لیے شرح مجمع وغنیہ ورد المحتار میں ہے لوسبق برکعۃ من ذوات الاربع ونام فی رکعتین یصلی اولا ما نام فیہ ثم ما ادرکہ مع الامام ثم ما سبق بہ فیصلی رکعۃ مما نام فیہ مع الامام ویقعد متابعۃ لہ لانہا ثانیۃ امامہ ثم یصلی اخریٰ مما نام فیہ ویقعد لانہا ثانیۃ الخ دیکھو ان کی ادا میں جو رکعت دوسری تھی اُس پر قعدہ کا حکم دیا اگرچہ واقع میں وہ مسبوق کی پہلی اور لاحق کی تیسری تھی کما لایخفی یہ عبارت بھی نص صریح ہے کہ لاحق مسبوق جس رکعت میں لاحق ہوا اُسے رکعت مسبوق بہا سے پہلے ادا کرے گا اور مقیم مذکور کو بعد فراغ امام جو سہو ہوا اگر وہ سہو رکعت مسبوق بہا میں ہے تو بالاجماع سجدہ سہو لازم لانہ فیہا مسبوق وعلی المسبوق السجود لسہوہ اور اگر ان دو رکعت میں ہے جن میں اُسے حکم لاحق دیا گیا تو لزوم سجدہ میں علماء مختلف ہیں اور اصح لزوم ہے بحرالرائق میں ہے المقیم المقتدی بالمسافر اذا قام الی اتمام صلاتہ وسہا ذکر فی الاصل انہ یلزم سجود السہو وصححہ فی البدائع اھ ملخصاً واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم فقط

فصل الاستخلاف

مسئلہ - از کیمپ بریلی ۱۱ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر نماز پڑھاتے میں امام کا وضو جاتا رہے تو مقتدی کیا کریں اور اُنکی نماز کیونکر درست رہے۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ صورت استخلاف کی ہے کہ امام قبل اس کے کہ وضو کرنے کو مسجد سے باہر نکلے مقتدیوں میں سے کسی صالح امامت کو اپنا خلیفہ کردے اور وہ خلیفہ نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے ایک کو امام کردیں یا اُن میں سے کوئی خود ہی آگے بڑھ جائے بشرطیکہ امام ابھی مسجد سے خارج نہ ہوا ہو کہ خلیفہ اُس کی جگہ جا کھڑا ہو ان صورتوں میں بعد لحاظ شرائط کثیرہ نماز قائم رہے گی اور اگر پانی مسجد ہی میں مل سکے کہ وضو کے لیے باہر جانا نہ پڑے تو ان باتوں کی حاجت نہیں بلکہ مقتدی اپنی حالت پر باقی رہیں اور امام وضو کرکے آجائے اور نماز جہاں سے چھوڑی تھی شروع کردے مگر یہ مسئلہ استخلاف ایک سخت دشوار و کثیر الشقوق مسئلہ ہے جس میں بہت شرائط اور بکثرت اختلاف صور سے اختلاف احکام ہے جن کی پوری مراعات عام لوگوں سے کم متوقع لہٰذا وہ ان امور کے خیال میں نہ پڑیں بلکہ جو بات احسن وافضل و اعلیٰ و اکمل ہے اُسی پر کاربند رہیں یعنی اس نیت کو توڑ کر از سر نو نماز پڑھنا کہ جو لوگ علم کافی رکھتے اور مراعات جمیع احکام پر قادر ہیں اُن کے لیے بھی افضل یہی ہے تو عام لوگ ایک خلاف افضل بات کے حاصل کرنے کو ایسے راہ دشوار گزار میں کیوں پڑیں فی الدر المختار اعلم ان لجواز البناء ثلثة عشر شرطا الخ ثم قال سبق الامام حدث غیر مانع للبناء استخلف ای جازله ذلك مالم یجاوز الصفوف لو فی الصحراء ومالم یخرج من المسجد لو فیه ولو کان الماء فی المسجد لم یحتج للاستخلاف واستئنافه افضل تحرزا عن الخلاف اھ ملتقطا ردالمحتار میں ہے ان قدم القوم واحدا اوتقدم بنفسه لعدم استخلاف الامام جاز ان قام مقام الاول قبل ان یخرج من المسجد ولو خرج منه فسدت صلاۃ الکل دون الامام کذا فی الخانیة انتھی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو حدث ہوا اس نے ایک امی مقتدی کو خلیفہ کیا اس خلیفہ نے دوسرے کو خلیفہ کردیا آیا یہ نماز صحیح ہوئی یا فاسد ـ بینوا توجروا ـ

الجواب

اگر یہ خلیفہ فی الحقیقۃ امی ہے کہ ایک آیت بھی قرآن کی اُسے یاد نہیں اور اس نے قبل اس کے کہ امام مسجد سے باہر جاوے اور آپ امام کی جگہ پہنچے دوسرے شخص صالح امامت کو خلیفہ کردیا اور وہ امام کے نکلنے سے پہلے اُس کی جگہ پر پہنچ گیا تو نماز صحیح ہوگئی کہ ہرچند اُمّی صلاحیت خلافت نہیں رکھتا لیکن اس حالت میں خلیفہ دوسرا شخص ہے نہ وہ فی الھندیة وشرط جواز صلاۃ الخلیفة والقوم ان یصل الخلیفة الی المحراب قبل ان یخرج الامام عن المسجد کذا فی بحر الرائق ولو استخلف فاستخلف الخلیفة عنده قال الفضلی ان لم یخرج الاول ولم یاخذ الخلیفة مکانه حتی استخلف جاز یصیر کان الثانی تقدم بنفسه اوقدمه الاول والا لم یجز ھکذا فی الخلاصه اور جو امام نے اُسے تشہد میں یا اُس سے پہلے خلیفہ کیا اور اُس نے امام کی جگہ پر پہنچنے کے بعد دوسرے شخص کو خلیفہ کیا تو نماز فاسد ہوئی اب اصلاح اس کے دوسرے کو خلیفہ کرنے سے متصور نہیں فی الدر المختار واستخلف الامام امیا فی الاخریین ولو فی التشھد اما بعده فصح لخروجه بصنعه تفسد صلاتھم اسی طرح دوسرا شخص امام کی جگہ پر بعد اس کے کہ امام مسجد سے خارج ہو پہنچا تو نماز فاسد ہوگئی۔ اور جو خلیفہ اول کو ایک آیت قرآن کی یاد ہے تو وہ صالح خلافت تھا ایسی صورت میں دوسرے کو خلیفہ کرنے سے نماز اُس کی فاسد ہوگئی

کہ استخلاف بدون ضرورت کے نماز کو فاسد کرتا ہے کما فی الھدایۃ فی مسئلۃ من الحدث۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از شہر بازار شہامت گنج مسئولہ نثار احمد صاحب ۹ رصفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا نماز میں وضو ٹوٹ گیا اور امام رکوع ان ابراھیم کان پڑھ رہا تھا اور جو خلیفہ امام نے بنایا اُس کو رکوع مذکور یاد نہیں تھا اب وہ خلیفہ کوئی سورت یعنی اخلاص یا اور کوئی سورت پڑھے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں اور وضو کے بعد امام اپنی جگہ آسکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز ہوجائے گی اور امام کے خلیفہ نے جتنی پڑھی اُتنی پڑھ کر اگر خلیفہ نماز میں ملے اُس کا شریک ہوجائے یہ نہیں کرسکتا کہ باقی نماز میں اُسے ہٹا کر خود امام ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب مُفسدات الصلوۃ

مسئلہ - از بمبئی مسجد قصابان کرافٹ مارکیٹ ۲۹ شعبان ۱۳۳۱ھ مرسلہ مولوی عمرالدین صاحب

مولٰنا المعظم ذی الفضل الاعظم دامت برکاتکم العالیہ بعد تسلیمات بصد تعظیمات کے واضح رائے عالی ہو کہ زمانۂ طالب علمی میں کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ مصلی کو غیر مصلی پنکھا کرے تو مصلی کو اگر اُس پر رضامندی ہے تو نماز اُس کی فاسد ہوجائے گی اب اس مسئلہ کو بہت تلاش کیا ہوں نہیں ملتا البتہ مولوی عبدالحی کے رسالۂ نفع المفتی والسائل میں ہے قلت فما فی مجمع البرکات من فساد صلوۃ من روحہ غیر مصلی بمروحۃ معللا بانہ رضی بفعل الغیر معتمدا علیہ فانہ مخالف للدرایۃ والروایۃ وقد کان الوالد العلام افتی بہ مرۃ ثم رجع عنہ وحکم بکونہ غلطا وقد اغتر بہ بعض معاصریہ فاصر علی الافتاء بہ واعتمد علیہ عملا وافتاءً ولم یدر کونہ لغوا مجمع البرکات کس کی تصنیف ہے اور حضور کی رائے عالی اس مسئلہ میں اُس کے موافق ہے یا مخالف بر تقدیر موافقت برقی پنکھا جو آدمی کی صنعت ہے اس حکم میں داخل ہے یا نہیں چار چھ سطر اس کے متعلق اگر جوابی کارڈ پر تحریر فرمائی جائے تو عین بندہ نوازی ہوگی۔

الجواب

مولٰنا المبجل المکرم المغنم جعلہ المولٰی سبحنہ وتعالٰی کاسمہ عمرالدین آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مجمع البرکات مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ہے اگر یہ عبارت اُس کے کسی نسخۂ صحیحہ میں ہو تو اُس سے مراد نماز قلبی کا فساد ہوگا نہ نماز فقہی کا کہ ادائے فرض و دفع کبیرہ ترک کے لیے باذنہ تعالٰی کافی ہے ظاہر ہے کہ فعل غیر پر رضا عمل قلیل بھی نہیں کثیر درکنار تو فساد نماز فقہی ناممکن ہے ہاں نماز قلبی تذلل وتضرع وتخشع ہے کما فی الحدیث اور یہ امر روح تجبر پر دال ہے لہذا اُس میں مخل ہوسکتا ہے اگر اُس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسد نماز قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہذا احتراز درکار ہے پنکھا کہ کل کے ذریعہ سے چلے اگر اُس کے

مسالے میں مٹی کا تیل وغیرہ بدبو چیزیں ہوں تو ایسی اشیاء کا مسجد میں لے جانا حرام ہے ورنہ کم از کم ناپسند وخلاف مصالح ہے پنکھے کا مسئلہ فتاوائے فقیر میں بہت مفصل ہے۔ فلیراجع واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مسئولہ شوکت علی۔ ۲۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازی کے آگے سے نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے اور اُس کی نماز میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا ہے اور نمازی کے آگے سے کس قدر دُور تک گزر نہ کرنا چاہیے۔

الجواب

نماز میں کوئی خلل نہیں آتا نکلنے والا گنہگار ہوتا ہے نماز اگر مکان یا چھوٹی مسجد میں پڑھتا ہو تو دیوار قبلہ تک نکلنا جائز نہیں جب تک بیچ میں آڑ نہ ہو اور صحرا یا بڑی مسجد میں پڑھتا ہو تو صرف موضع سجود تک نکلنے کی اجازت نہیں اُس سے باہر نکل سکتا ہے موضع سجود کے یہ معنی کہ آدمی جب قیام میں اہل خشوع وخضوع کی طرح اپنی نگاہ خاص جائے سجود پر جمائے یعنی جہاں سجدے میں اُس کی پیشانی ہوگی تو نگاہ کا قاعدہ ہے کہ جب سامنے روک نہ ہو تو جہاں جمائے وہاں سے کچھ آگے بڑھتی ہے جہاں تک آگے بڑھ کر جائے وہ سب موضع سجود میں ہے اُس کے اندر نکلنا حرام ہے اور اُس سے باہر جائز درمختار میں ہے مرورہ فی الصحراء وفی مسجد کبیر بموضع سجودہ فی الاصح اومرورہ بین یدیہ الی حائط القبلۃ فی بیت ومسجد صغیر فانہ کبقعۃ واحدۃ ردالمحتار میں ہے قولہ بموضع سجودہ کما فی الدرر وھذا مع القیود التی بعدہ انما ھو للاثم والا فالفساد منتف مطلقا قولہ فی الاصح صححہ التمرتاشی وصاحب البدائع واختارہ فخر الاسلام ورجحہ فی النہایۃ والفتح انہ قدر ما یقع بصرہ علی المار لوصلی بخشوع ای رامیا ببصرہ الی موضع سجودہ اھ مختصرا منحۃ الخالق میں تجنیس سے ہے الصحیح مقدار منتہی بصرہ وھو موضع سجودہ وقال ابو نصر مقدار ما بین الصف الاول وبین مقام الامام وھذا عین الاول ولکن بعبارۃ اخری وفیما قرأنا علی شیخنا منہاج الائمۃ رحمہ اللہ تعالٰی ان یمر بحیث یقع بصرہ وھو یصلی صلاۃ الخاشعین وھذہ العبارۃ اوضح علامہ شامی فرماتے ہیں فانظر کیف جعل الکل قولا واحدا وانما الاختلاف فی العبارۃ لافی المعنی نیز ردالمحتار میں ہے (قولہ فی بیت) ظاھرہ ولوکبیرا وفی القھستانی وینبغی ان یدخل فیہ ای فی حکم المسجد الصغیر الدار والبیت رہا یہ کہ مسجد صغیر وکبیر میں کیا فرق ہے فاضل قہستانی نے لکھا چھوٹی مسجد وہ کہ چالیس گز مکسر سے کم ہو ففی ردالمحتار عنہ مسجد صغیر ھو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر **اقول** یہاں گز سے گز ساحت مراد ہونا چاہیے لانہ الالیق بالممسوحات کما قالہ الامام قاضی خاں فی الماء فھھنا ھو المتعین بالاولی اور گز ساحت ہمارے اس گز سے کہ اڑتالیس انگل یعنی تین فٹ کا ہے ایک گز دو گرہ اور دو تہائی گرہ ہے کما بیناہ فی بعض فتاوٰنا تو اُس گز سے چالیس گز مکسر ہمارے گز سے چوّن ۵۴ گز سات گرہ اور گرہ کا نواں حصہ ہوا کما لایخفی علی المحاسب تو اس زعم علامہ پر ہمارے گز سے چوّن گز سات گرہ مکسر مسجد صغیر ہوئی اور ساڑھے چوّن ۵۴ گز مسجد کبیر یہ ہے وہ کہ اُنھوں نے لکھا اور علامہ شامی نے اس میں اُن کا اتباع کیا **اقول** مگر یہ شبہ ہے کہ فاضل مذکور کو عبارت جواہر سے گز اعبارت جواہر الفتاوی دربارۂ دار ہے نہ دربارۂ مسجد مسجد کبیر صرف وہ ہے جس میں مثل صحرا اتصال صفوف

شرط ہے جیسے مسجد خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے باقی عام مساجد اگرچہ دس ہزار گز مکسر ہوں مسجد صغیر ہیں اور اُن میں دیوار قبلہ تک بلا حائل مرور ناجائز کما بیناہ فی فتاونا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب آخر ربیع الآخر ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کو قعدۂ اولٰی میں اپنی عادت سے دیر لگی اور مقتدی نے بخیال اس امر کے کہ امام کو سہو ہوا ہوگا تکبیر بآواز بلند بنابر اطلاعِ امام کہی تو نماز مقتدی کی فاسد ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ بتانا اگرچہ لفظاً قراءت یا ذکر مثلاً تسبیح و تکبیر ہے اور یہ سب اجزاء واذکار نماز سے ہیں مگر معنیً کلام ہے کہ اُس کا حاصل امام سے خطاب کرنا اور اُسے سکھانا ہوتا ہے یعنی تو بھولا اس کے بعد تجھے یہ کرنا چاہیے بر ظاہر کہ اس سے یہی غرض مراد ہوتی ہے اور سامع کو بھی یہی معنی مفہوم تو اُس کے کلام ہونے میں کیا شک رہا اگرچہ صورۃً قرآن یا ذکر ولہذا اگر نماز میں کسی یحیٰی نامی کو خطاب کی نیت سے یہ آیہ کریمہ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ پڑھی بالاتفاق نماز جاتی رہی حالانکہ وہ حقیقۃً قرآن ہے اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ مطلقاً بتانا اگرچہ برمحل ہو مفسد نماز ہو کہ جب وہ بلحاظ معنی کلام ٹھہرا تو بہرحال افساد نماز کرے گا مگر حاجت اصلاح نماز کے وقت یا جہاں خاص نص وارد ہے ہمارے ائمہ نے اس قیاس کو ترک فرمایا اور بحکم استحسان جس کے اعلٰی وجوہ سے نص و ضرورت ہے جواز کا حکم دیا ولہذا صحیح یہ ہے کہ جب امام قراءت میں بھولے مقتدی کو مطلقاً بتانا روا اگرچہ قدر واجب پڑھ چکا ہو اگرچہ ایک سے دوسرے کی طرف انتقال ہی کیا ہو کہ صورت اولٰی میں گو واجب ادا ہو چکا مگر احتمال ہے کہ رکنے اُلجھنے کے سبب کوئی لفظ اُس کی زبان سے ایسا نکل جائے جو مفسد نماز ہو لہذا مقتدی کو اپنی نماز درست رکھنے کے لیے بتانے کی حاجت ہے بعض عوام حفاظ کو مشاہدہ کیا گیا کہ جب تراویح میں بھولے اور یاد نہ آیا تو ایں آں یا اور اسی کی قسم الفاظ بے معنی اُن کی زبان سے نکلے اور فساد نماز کا باعث ہوئے اور صورت ثانیہ میں اگرچہ جب قراءت رواں ہے تو صرف آیت چھوٹ جانے سے فساد نماز کا اندیشہ نہ ہو مگر اس بات میں شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نص وارد وھو حدیث سورۃ المؤمنین الذی ذکرہ المحقق فی الفتح وغیرہ فی غیرہ مع اطلاقات احادیث اخر واردۃ فی الباب کما بینہ فی الحلیۃ من المفسدات

اقول والاحسن من کل ذلک التمسک بما اخرج ابوداود وعبداللہ ابن الامام فی زوائد المسند عن مسور بن یزید المالکی قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فترک اٰیۃ فقال لہ رجل یارسول اللہ اٰیۃ کذا وکذا فقال فھلا اذکرتنیھا و ذلک لان حدیث الفتح فی ترک کلمۃ وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرأ فی الصلٰوۃ سورۃ المؤمنین فترک کلمۃ فلما فرغ قال الم یکن فیکم اُبی قال بلی قال ھلا فتحت علی فظاھر ان حکم ترک کلمۃ اضیق من حکم الانتقال من اٰیۃ الی اٰیۃ واثر علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اذا استطعمکم الامام فاطعموہ رواہ سعید بن منصور فی سننہ وذکرہ فی الحلیۃ والفتح فیما اذا سکت الامام ینتظر الفتح وحدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کنا نفتح علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی الائمۃ رواہ الدارقطنی والحاکم وصححہ مجمل بخلاف ماذکرنا ففیہ تصریح ترک اٰیۃ وان کان قد یقال

علی ھذا وعلی ما تمسك بہ فی الفتح من حدیث الکلمۃ انھما من وقائع العین لیس فیھما ان ذلك کان بعد ثلاث اوقبلھا ولہذا اگر کوئی مکان میں آنے کا اذن چاہے اور یہ اس غرض سے کہ اُسے نماز میں ہونا معلوم ہوجائے تسبیح یا تکبیر یا تہلیل کہے نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس بارے میں بھی حدیث وارد وھو علی ما ذکر علماءنا فی الھدایۃ والکافی والتبیین والفتح والحلیۃ والغنیۃ والبحر وغیرھا حدیث سھل بن سعد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من نابہ شیئ فی صلاتہ فلیسبح اخرجہ الشیخان وغیرھما **اقول** والاقرب ما اخرج احمد فی المسند عن علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قال کان لی ساعۃ من السحر ادخل فیھا علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کان قائما یصلی سبح لی الحدیث بس جو بتانا حاجت ونص کے مواضع سے جدا ہو وہ بیشک اصل قیاس پر جاری رہے گا کہ وہاں اُس کے حکم کا کوئی معارض نہیں اس لیے اگر غیر نمازی یا دوسرے نمازی کو جو اس کی نماز میں شریک نہیں یا ایک مقتدی دوسرے مقتدی یا امام کسی مقتدی کو بتائے قطعاً نماز قطع ہوجائے گی کہ اُس کی غلطی سے اُس کی نماز میں کچھ خلل نہ آتا تھا جو اسے حاجت اصلاح ہوتی تو بے ضرورت واقع ہوا اور نماز گئی بخلاف امام کہ اُس کی نماز کا خلل بعینہٖ مقتدی کی نماز کا خلل ہے تو اس کا بتانا اپنی نماز کا بنانا ہے تبیین الحقائق میں ہے قولہ وفتحہ علی غیر امامہ) لانہ تعلیم وتعلم من غیر ضرورۃ فکان من کلام الناس وقولہ علی غیر امامہ لیشمل فتح المقتدی علی المقتدی وعلی غیر المصلی وعلی المصلی وحدہ وفتح الامام والمنفرد علی ای شخص کان وکل ذلك مفسد الا اذا قصد بہ التلاوۃ دون الفتح اھ ملخصا درمختار میں ہے یفسدھا کل ما قصد بہ الجواب او الخطاب کقولہ لمن اسمہ یحیی یٰیحیی خذ الکتٰب بقوۃ اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے قولہ او الخطاب الخ ھذا مفسد بالاجماع وھو مما اورد نقضا علی اصل ابی یوسف فانہ قراٰن لم یوضع خطابا لمن خاطبہ المصلی وقد اخرجہ بقصد الخطاب عن کونہ قراٰنا وجعلہ من کلام الناس علامہ ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں الذی یفتح کانہ یقول خذ منی کذا والتعلیم لیس من الصلاۃ فی شیئ وادخال ما لیس منھا فیھا یوجب فسادھا وکان قضیۃ ھذا المعنی ان تفسد صلاتہ اذا فتح علی امامہ لکن سقط اعتبار التعلیم للاحادیث وللحاجۃ الی اصلاح صلاۃ نفسہ فما عدا ذلك یعمل فیہ بقضیۃ القیاس اھ ملخصا بالمعنی اُسی میں ہے ھذا قد استعمل فی موضع الجواب وقد ارید ذلك منہ وفھم فیصیر من ھذا الوجہ کلام الناس فیفسد وان لم یکن من حیث الصیغۃ فی الاصل من کلامھم فالقیاس فساد الصلوۃ الا انا ترکناہ بالنص والمعدول بہ عن القیاس لا یقاس علیہ اھ ملخصا اُسی میں ہے م ان فتح بعد ما قرأ قدر ما تجوز بہ الصلاۃ تفسد ش لانہ لیس فیہ اصلاح صلاتہ فیبقی تعلیما وجوابا لہ وان اخذ الامام بفتحہ تفسد صلاۃ الکل م الصحیح لاش کذا فی الخانیۃ والخلاصۃ ونص القاضی فی شرح الجامع الصغیر انہ الاصح وعللہ ھو وغیرہ بانہ لولم یفتح ربما جری علی لسانہ ما یکون مفسدا فکان بمنزلۃ الفتح والاولی فی التعلیل حدیث المسور بن یزید واطلاق ما روی عن علی وعن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ م وان انتقل الامام الی اٰیۃ اخری ففتح علیہ بعد الانتقال تفسد ش لوجود التلقین من غیر ضرورۃ کذا فی الھدایۃ وغیرھا وجعل صاحب الذخیرۃ ھذا محکیا عن القاضی الامام ابی بکر الزرنجری وان غیرہ من المشائخ قالوا لا تفسد کذا نقلوہ عن المحیط واخذ

من ھذا صاحب النہایۃ ان عدم الفساد قول عامۃ المشائخ ووافقہ شیخنا رحمہ اللہ تعالی علی ذلک وھو الاوفق لاطلاق الرخص الذی رویناہ اھ ملخصا فتح القدیر میں ہے خرج قصد اعلام الصلاۃ بالحدیث لالانہ لم یتغیر بعزیمتہ فیبقی ماوراءہ علی المنع اھ ملخصا جب یہ اصل ممہد ہولی حکم صورت مسؤلہ واضح ہوگیا ظاہر ہے کہ جب امام کو قعدۂ اولی میں دیر ہوئی اور مقتدی نے اس گمان سے کہ یہ قعدۂ اخیرہ سمجھا ہے تنبیہ کی تو دو حال سے خالی نہیں یا تو واقع میں اس کا گمان غلط ہوگا یعنی امام قعدہ اولی ہی سمجھا ہے اور دیر اس وجہ سے ہوئی کہ اُس نے اس بار التحیات زیادہ ترتیل سے ادا کی جب تو ظاہر ہے کہ مقتدی کا بتانا نہ صرف بے ضرورت بلکہ محض غلط واقع ہوا تو یقیناً کلام ٹھہرا اور مفسد نماز ہوا لقول الحلیۃ ان ماوراء ذلك یعمل فیہ بقضیۃ القیاس ولقولہ المعدول بہ عن القیاس لایقاس علیہ ولقول الفتح یبقی ماوراءہ علی المنع ولقول التبیین لایقاس علیہ غیرہ وھذا واضح جدا یا اس کا گمان صحیح تھا غور کیجیے تو اس صورت میں بھی اس بتانے کا محض لغو وبے حاجت واقع ہونا اور اصلاح نماز سے اصلا تعلق نہ رکھنا ثابت کہ جب امام قعدۂ اولی میں اتنی تاخیر کرچکا جس سے مقتدی اُس کے سہو پر مطلع ہوا تو لاجرم یہ تاخیر بقدر کثیر ہوئی اور جو کچھ ہونا تھا یعنی ترك واجب ولزوم سجدۂ سہو وہ ہوچکا اب اس کے بتانے سے مرتفع نہیں ہوسکتا اور اس سے زیادہ کسی دوسرے خلل کا اندیشہ نہیں جس سے بچنے کو یہ فعل کیا جائے کہ غایت درجہ وہ بھول کر سلام پھیر دے گا پھر اس سے نماز تو نہیں جاتی وہی سہو کا سہو رہے گا ہاں جس وقت سلام شروع کرتا اُس وقت حاجت متحقق ہوتی اور مقتدی کو بتانا چاہیے تھا کہ اب نہ بتانے میں خلل وفساد نماز کا اندیشہ ہے کہ یہ تو اپنے گمان میں نماز تمام کرچکا عجب نہیں کہ کلام وغیرہ کوئی قاطع نماز اس سے واقع ہوجائے اس سے پہلے نہ خلل واقع کا ازالہ تھا نہ خلل آئندہ کا اندیشہ تو سوا فضول وبے فائدہ کے کیا باقی رہا لہذا مقتضائے نظر فقہی پر اس صورت میں بھی فساد نماز ہے نظیر اس کی یہ ہے کہ جب امام قعدۂ اولی چھوڑ کر پورا کھڑا ہوجائے تو اب مقتدی بیٹھنے کا اشارہ نہ کرے ورنہ ہمارے امام کے مذہب پر مقتدی کی نماز جاتی رہے گی کہ پورا کھڑے ہونے کے بعد امام کو قعدۂ اولی کی طرف عود ناجائز تھا تو اس کا بتانا محض بے فائدہ رہا اور اپنے اصلی حکم کی رو سے کلام ٹھہر کر مفسد نماز ہوا بحر الرائق میں ہے لوعرض للامام شیئ فسبح المأموم لاباس بہ لان المقصود بہ اصلاح الصلوۃ فسقط حکم الکلام عند الحاجۃ الی الاصلاح ولایسبح للامام اذا قام الی الاخریین لانہ لایجوز لہ الرجوع اذا کان الی القیام اقرب فلم یکن التسبیح مفیدا کذا فی البدائع وینبغی فساد الصلوۃ بہ لان القیاس فسادھا بہ عند قصد الاعلام وانما ترك للحدیث الصحیح من نابہ شیئ فی صلاتہ فلیسبح فللحاجۃ لم یعمل بالقیاس فعند عدمھا یبقی الامر علی اصل القیاس ثم رأیتہ فی المجتبٰی قال ولو قام الی الثالثۃ فی الظہر قبل ان یقعد فقال المقتدی سبحٰن اللہ قیل لاتفسد وعن الکرخی تفسد عندھما اھ وبہ انتھی ما نقلناہ عن البحر قلت وقولہ عندھما یرید بہ الطرفین فان مذھبھما تغیر الذکر بتغیر العزیمۃ خلافا لابی یوسف فعندہ ما کان ذکرا بصیغتہ لاتعمل فیہ النیۃ وکذا قولہ اعنی المجتبی لوسبح اوھلل یرید بہ زجرا عن فعل او امرا بہ فسدت عندھما اھ فانما اراد الطرفین رضی اللہ تعالی عنہما ثم **اقول** وباللہ التوفیق لایبعد ان یکون قام فی القیل للارادۃ کقولہ تعالی یایھا الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلوۃ وفی روایۃ الکرخی للحقیقۃ کقولہ تعالی وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ الایۃ وھذا اجمع کما تری حسن ان شاء اللہ تعالی

التعویل والا فلاشك ان الدلیل مع الکرخی وانه هو قضیة مذهب الامام والامام محمد رضی الله تعالی عنهما فعلیه فلیکن التعویل

فان قیل فی القیل لو ارادلارادة فما الوجه لتخصیص المسألة بالذکر فانها معلومة من اطلاق قولهم لو عرض للامام شیئ الخ **اقول** بلی کان لمتوهم ان یتوهم عدم الجواز ههنا مطلقا کما یتوهم من ظاهر لفظ البدائع لا یسبح للامام اذا قام الی الاخریین حیث لم یفصل والحادی علی الوهم ان المقتدی لا یطلع علی قیام الامام بفوره بل یتاخر ذلك عن افاضته فی القیام ولو لحظات کما هو معلوم مشاهد فعند ذلك یسبح ثم الامام لا ینبه بفور ما بدأ المقتدی بحرف التسبیح بل یتاخر ولو لحظة ثم هو ربما لا یبتدئ بمجرد السماع والتنبه علی تنبیهه بل قد یحتاج الی شیئ من التامل فهذه ثلث وقفات والامام اذا نهض نهض ولم یکن فیه تدرج یقتضی مکثا معتدا به فربما لا یتنبه بتسبیحه الا بعد ما فات وقت العود لاسیما علی قول من قال بفواته اذا قرب الی القیام کما هو مختار صاحب البدائع والهدایة والوقایة والکنز وغیرهم من الجلة الکرام وان کان الاصح العبرة بتمام القیام کما اعتمده فی مواهب الرحمن ونور الایضاح والتنویر والفتح والدر المختار وغیرها وجعله فی الدر ظاهر المذهب واذا کان الامر علی ما وصفنالك فعسی ان یتوهم کونه عبثا مطلقا فیحکم بفساد الصلوة به علی الاطلاق فمست الحاجة الی التصریح بذلك فان المسموع هو کونه مفیدا احیین وقوعه وهو کذلك فی فور القیام ولو بما یرجی العود به بل ربما یقع وهذا **فان قلت** یحتمل ان الامام لما ظن ان صلاته تمت حسبه ولا یضره ان تعجل الامام ولم یلتفت کما اذا فتح ولم یاخذ **قلت** هذا فی غایة البعد ولا یتوقع من المسلم بل هو ساعة لعله یتعمد الکلام او الذهاب او الضحك قبل ان یسلم **قلت** هذا فی غایة البعد ولا یتوقع من المسلم بل هو احتمال علی احتمال لان ظن الامام تمام الصلوة ظن به والفقه لا یبنی علی نادر فضلا عما عساه لم یقع قط بل هو احتمال علی احتمال لان ظن الامام تمام الصلوة ایضا غیر معلوم کما قدمنا فکان شبهة الشبهة ولا عبرة بها اصلا هذا ما وقع فی الحلیة نقلا عن المحیط الرضوی اذا فتح علی امامه یجوز مطلقا لان الفتح وان کان تعلیما ولکن التعلیم لیس بعمل کثیر وانه تلاوة حقیقة فلا یکون مفسدا وان لم یکن محتاجا الیه اه **فاقول** یجب ان یحمل فیه لام التعلیم علی العهد ای هذا التعلیم من المقتدی للامام مکمل لام الفتح فلیس المراد الا هذا الفتح لا مطلقا ولو من غیر مقتد علی امامه وذلك لان کون مطلق التعلیم من العمل القلیل باطل بداهة وتشهد به فروع فی المذهب متواترات بل قد نص فی الفتح فی نفس مسئلة الفتح ان التکرار لم یشترط فی الجامع ای ان الجامع الصغیر لم یشترط للافساد تکرار الفتح بل حکم به مطلقا قال وهو الصحیح وکذا صححه فی الخانیة وقد علم هذا من مذهب الامام فانه اذا جعل کلاما فقلیله وکثیره سواء فاعرف وتثبت وبالله التوفیق هذا ما عندی والله سبحنه وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کلکتہ نل موتی گلی ۳ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں اکثر لوگ بے پڑھے نماز ظہر و عصر و مغرب و عشا کے فرض تنہا پڑھنے کی حالت میں تکبیرات انتقالیہ بجہر اس غرض سے کہتے ہیں کہ دوسرے نمازی معلوم کرلیں کہ یہ شخص فرض پڑھتا ہے اور شریک ہوجائیں اس صورت میں جہر کے ساتھ تکبیر کہنے سے نماز میں فساد ہوتا ہے یا نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے دوسرا شخص آیا اور منتظر اس امر کا ہے کہ

یہ نمازی بجہر تکبیر کہے تو میں شریک ہوجاؤں چنانچہ اُس نے اُن کی اطلاع کی غرض سے تکبیر جہر کے ساتھ کہی اس صورت میں نماز فاسد
ہوگی یا صحیح۔ بینوا توجروا

الجواب

دونوں صورتوں میں اگر نمازیوں نے اصل تکبیرات انتقال بہ نیت ادائے سنت وذکر الٰہی عزوجل ہی کہیں اور صرف جہر بہ نیت اطلاع
کیا تو نماز میں کچھ فساد نہ آیا ردالمحتار میں ہے وقال فی البحر ومما الحق بالجواب ما فی المجتبی لو سبح اوھلل یرید زجرا عن فعل
اوامرا بہ فسدت عندھما اھ قلت والظاھر انہ لولم یسبح ولکن جھر بالقراءۃ لاتفسد لانہ قاصد القراءۃ وانما قصد الزجر
اوالامر بمجرد رفع الصوت تامل اھ اور شک نہیں کہ واقع ایسا ہی ہوتا ہے نہ یہ کہ نفس تکبیر ہی سے ذکر وغیرہ کچھ مقصود نہ ہو صرف بغرض
اطلاع بہ نیت مذکورہ کہی جاتی ہو ہاں اگر کوئی جاہل اجہل ایسا قصد کرے تو اُس کی نماز ضرور فاسد ہوجائے گی علی قول الامام والامام
محمد خلافا للامام ابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ ان مسائل میں حضرات طرفین رضی اللہ
تعالٰی عنہما کے نزدیک اصل یہ ہے کہ نمازی جس لفظ سے کسی ایسے معنی کا افادہ کرے جو اعمال نماز سے نہیں وہ کلام ہوجاتا اور مفسد نماز قرار پاتا
ہے اگرچہ لفظ فی نفسہ ذکر الٰہی یا قرآن ہی ہو اگرچہ اپنے محل ہی میں ہو مثلاً کسی موسٰی نامی شخص سے نمازی نے کہا ماتلک بیمینک یاموسٰی نماز
جاتی رہی اگرچہ یہ الفاظ آیہ کریمہ ہیں یا التحیات پڑھ رہا تھا جب کلمہ تشہد کے قریب پہنچا موذن نے اذان میں شہادتین کہیں اُس نے نہ بہ نیت
قراءت تشہد بلکہ بہ نیت اجابت موذن اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کہا نماز جاتی رہی اگرچہ یہ ذکر اپنے محل
ہی میں تھا بحرالرائق میں ہے اذا ذکر فی التشھد الشھادتین عند ذکر الموذن الشھادتین تفسد ان قصد الاجابۃ اھ مگر جبکہ ایسا قصد
بضرورت اصلاح نماز ہو جیسے مقتدیوں کا امام کو بتانا یا اُس کے جواز میں خاص نص آگیا ہو جیسے کوئی دروازے پر آواز دے یہ نماز پڑھتا ہو
اُس کو مطلع کرنے کے لیے سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے تو صرف ان صورتوں میں نماز نہ جائے گی اور ان کے ماورا میں مطلقاً
اُسی اصل کلی پر عمل ہوکر فساد نماز کا حکم دیا جائے گا فتح القدیر میں ہے قلنا خرج قصد اعلام الصلوۃ بقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم اذا ناب احدکم نائبۃ وھو فی الصلاۃ فلیسبح الحدیث اخرجہ الستۃ لا لانہ لم یتغیر بعزیمۃ فان مناط کونہ من کلام
الناس کونہ لفظا افید بہ معنی لیس من اعمال الصلاۃ لاکونہ وضع لافادۃ ذلک فیبقی ماوراءہ علی المنع الخ قلت وقد
اوضحنا المسألۃ بنقولھا فیما تقدم من فتاوٰنا اور شک نہیں کہ جب نمازی نے اللہ اکبر یا سمع اللہ لمن حمدہ صرف اس اطلاع کی نیت سے
کہا کہ میں پڑھ رہا ہوں میرے شریک ہوجاؤ تو یہ ایک لفظ ہے جس سے ایسے معنی کا افادہ چاہا جو اعمال نماز سے نہیں کہ اعمال نماز اُس کے
افعال مخصوصہ معلومہ ہیں دکسی سے یہ کہنا کہ نماز میں مل جاؤ اور اس خصوص میں نہ نص وارد ہے نہ کسی نہ جاننے والے کو اس کا بتانا ہے کہ
میں نماز میں مشغول بلکہ اس سے اپنے فرض میں ہونے کا اعلام اور اپنی نماز کی طرف بلانا مقصود ہے یہ دونوں باتیں مجرد قصد اعلام صلوۃ سے
زائد ہیں کہ اس قدر تو وہ آنے والے خود ہی جانتے ہیں کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے تو یہ صورت اُن صور استثنا میں داخل نہیں اور حکم فساد نماز سے
مگر اگر اصل لفظ سے کوئی امر بیرونی مقصود نہیں بلکہ صرف رفع صوت بقصد دیگر ہے تو یہاں کوئی لفظ ایسا نہ پایا گیا جس سے کسی خارج

بات کا قصد کیا گیا ہو اور تنہا رفع صوت کلام نہیں تو مناط فساد متحقق نہ ہوا ولہذا امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام قدس سرہ نے جبکہ ان مکبروں کی نسبت جو تکبیرات انتقالات میں گانے کے طور پر اپنی آواز بنانے کے لیے گھٹاتے بڑھاتے اور سامعین کو اپنی خوش الحانی جتانے کا قصد کرتے ہیں فساد نماز کا حکم دیا اُسے دو امر پر مبنی فرمایا ایک یہ کہ ان تکبیرات سے اُن کا قصد اقامت عبادت نہیں ہوتا بلکہ اپنی صناعت موسیقی کا اظہار مقصود ہوتا ہے تو اب یہ تکبیریں خود ہی وہ الفاظ ہیں جن سے معنی خارج کا افادہ مراد ہوا دوسرے یہ کہ اس جزر ومد سے حروف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو اصل کلمات تکبیر میں نہیں تو اگرچہ نفس تکبیر سے اُن کا قصدوہ نہ ہو مگر یہ حروف تو ضرور اُسی قصد سے بڑھائے گئے اور اب یہ وہ الفاظ بقصد افادۂ معنی خارج ہوئے بہر صورت فساد نماز چاہیے فتح القدیر میں درایہ سے مکبرین کے لیے رفع صوت کا جواز نقل کرکے ارشاد فرمایا مقصودہ اصل الرفع لابلاغ الانتقالات اما خصوص ھذا الذی تعارفوہ فی ھذہ البلاد فلا یبعد انہ مفسد فانہم یبالغون فی الصیاح زیادۃ علی حاجۃ الابلاغ والاشتغال بتحریرات النغم اظہارا للصناعۃ النغمیۃ لااقامۃ للعبادۃ والصیاح ملحق بالکلام وھنا معلوم ان قصدہ اعجاب الناس بہ ولو قال اعجبوا من حسن صوتی وتحریری فیہ افسد وحصول الحروف لازم من التلحین اھ مختصرا وقد اقرہ فی النھر واستحسنہ فی الحلیۃ فقال وقد اجاد فیما اوضح وافاد علامہ شامی تنبیہ ذوی الافہام علی احکام التبلیغ خلف الامام میں فرماتے ہیں ان المحقق لم یجعل مبنی الفساد مجرد الرفع بل زیادۃ الرفع الملحق بالصیاح المشتمل علی النغم مع قصد اظہارہ لذلک والاعراض عن اقامۃ العبادۃ فقول المحقق والصیاح ملحق بالکلام ای الصیاح المشتمل علی ما ذکر بدلیل سوابق الکلام ولواحقہ الخ اُسی میں ہے فحاصل کلام المحقق ان الاشتغال بتحریر النغم والتلحین والصیاح الزائد علی قدر الحاجۃ لالقصد القربۃ بل لیعجب الناس من حسن صوتہ ونغمہ مفسد من وجہین الاول ما یلزم من التلحین من حصول الحروف المفسدۃ غالبا والثانی عدم قصد اقامۃ العبادۃ الخ **اقول** وللعبد الضعیف فی بعض کلام العلامۃ الشامی ھنا کلام بینتہ علی ھامشہ ولکن المرمی ــــــــ بالجملہ جبکہ لفظ بقصد مفسد نہ ہو تو مجرد رفع صوت سے کسی معنی زائد کا ارادہ مفسد نہیں ولہذا علامہ حموی نے رسالۃ القول البلیغ فی حکم التبلیغ میں فرمایا فی کون الصیاح بما ھو ذکر ملحقا بالکلام نظر لان المفسد للصلاۃ الملفوظ لاعزیمۃ القلب اھ ملخصا ردالمحتار سنن الصلاۃ میں حاشیہ علامہ ابوالسعود ازہری سے ہے ما نقل عن الطحاوی اذا بلغ القوم صوت الامام فبلغ المؤذن فسدت صلاتہ لعدم الاحتیاج الیہ فلا وجہ لہ اذ غایتہ انہ رفع صوتہ بما ھو ذکر بصیغتہ وقال الحموی اظن ان ھذا النقل مکذوب علی الطحاوی فانہ مخالف للقواعد اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ از کلکتہ فوجداری ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳۰ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی نے رکوع یا سجدہ امام کے ساتھ نہ کیا بلکہ امام کے فارغ ہونے کے بعد کیا تو نماز اُس کی ہوئی یا نہیں۔ بینوا توجروا!

الجواب

ہوگئی اگرچہ بلاضرورت ایسی تاخیر سے گنہگار ہوا اور بوجہ ترک واجب اعادہ نماز کا حکم دیا جائے تحقیق مقام یہ ہے کہ متابعت امام جو

مقتدی پر فرض میں فرض ہے تین صورتوں کو شامل ایک یہ کہ اس کا ہر فعل فعلِ امام کے ساتھ کمال مقارنت پر محض بلا فصل واقع ہوا یہ عین طریقۂ مسنونہ ہے اور ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک مقتدی کو اسی کا حکم دوسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام کے بعد بر واقع ہو اگرچہ بعد فراغ امام فرض یوں بھی ادا ہوجائے گا پھر یہ فصل بضرورت ہوا تو کچھ حرج نہیں ضرورت کی یہ صورت کہ مثلاً مقتدی قعدۂ اولٰی میں آکر ملا اس کے شریک ہوتے ہی امام کھڑا ہوگیا اب اسے چاہیے کہ التحیات پوری پڑھ کر کھڑا ہو اور کوشش کرے کہ جلد جاملے فرض کیجیے کہ اتنی دیر میں امام رکوع میں آگیا تو اس کا قیام قیامِ امام کے بعد اختتام واقع ہوگا مگر حرج نہیں کہ یہ تاخیر بضرورت شرعیہ تھی اور اگر بلاضرورت فصل کیا تو قلیل فصل میں جس کے سبب امام سے جاملنا فوت نہ ہو ترک سنت اور کثیر میں جس طرح صورت سوال ہے کہ فعل امام ختم ہونے کے بعد اس نے فعل کیا ترک واجب جس کا حکم اس نماز کو پورا کرکے اعادہ کرنا۔ تیسرے یہ کہ اس کا فعل فعلِ امام سے پہلے واقع ہو مگر امام اسی فعل میں اس سے آملے مثلاً اس نے رکوع امام سے پہلے رکوع کردیا لیکن یہ ابھی رکوع ہی میں تھا کہ امام رکوع میں آگیا اور دونوں کی شرکت ہوگئی یہ صورت اگرچہ سخت ناجائز وممنوع ہے اور حدیث میں اُس پر وعید شدید وارد مگر نماز یوں بھی صحیح ہوجائے گی جبکہ امام سے مشارکت ہولے اور اگر ابھی امام مثلاً رکوع یا سجود میں نہ آنے پایا کہ اُس نے سر اُٹھا لیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد اُس فعل کا اعادہ نہ کیا تو مقتدی کی نماز اصلاً نہ ہوگی کہ اب فرض متابعت کی کوئی صورت نہ پائی گئی تو فرض ترک ہوا اور نماز باطل۔ ردالمحتار میں ہے وتکون المتابعۃ فرضا بمعنی ان یأتی بالفرض مع امامہ اوبعدہ کما لورکع امامہ فرکع معہ مقارنا اومعاقبا وشارکہ فیہ اوبعد مارفع منہ فلو لم یرکع اصلا اورکع ورفع قبل ان یرکع امامہ ولم یعدہ لامعہ اوبعدہ بطلت صلاتہ والحاصل ان المتابعۃ فی ذاتہا ثلثۃ انواع مقارنۃ لفعل الامام مثل ان یقارن احرامہ لاحرام امامہ ورکوعہ لرکوعہ وسلامہ لسلامہ ویدخل فیہا مالورکع قبل امامہ ودام حتی ادرکہ امامہ فیہ ومقارنۃ لابتداء فعل امامہ مع المشارکۃ فی باقیہ ومتراخیۃ عنہ فمطلق المتابعۃ الشامل لہذہ الانواع الثلثۃ یکون فرضا فی الفرض وواجبا فی الواجب وسنۃ فی السنۃ عند عدم المعارض اوعدم لزوم المخالفۃ کما قدمناہ والمتابعۃ المقیدۃ بعدم التاخیر والتراخی الشاملۃ للمقارنۃ والمعاقبۃ لاتکون فرضا بل تکون واجبۃ فی الواجب وسنۃ فی السنۃ عند عدم المعارض وعدم لزوم المخالفۃ ایضا والمتابعۃ المقارنۃ بلاتعقیب ولا تراخ سنۃ عندہ لاعندہما الی اٰخر ما افاد واجاد علیہ رحمۃ الملک الجواد **اقول** وفی التقسیم الذی ذکرہ المولی المحقق الفاضل والذی ابداہ ہذا العبد الظلوم الجاہل نوع تفنن ومآل الاقسام واحد فہو رحمہ اللہ تعالٰی جعلہا ثلثا مقارنۃ ومعاقبۃ ومتراخیۃ وادخل المتقدمۃ التی اٰلت الی المشارکۃ فی المقارنۃ والعبد الضعیف قسم ہکذا متصلۃ ومنفصلۃ ومتقدمۃ و ادخل المتراخیۃ والمعاقبۃ فی المنفصلۃ وجعل المتقدمۃ قسما بحیالہا وذلک لانی رأیت المتقدمۃ تباین المقارنۃ لانہا مفاعلۃ من الطرفین فکما ان تاخر المقتدی یخرجہ عن القران حتی جعل المعاقبۃ قسیما للمقارنۃ فکذلک تقدمہ وایضا رأیت احکام المتابعۃ الجزئیۃ ثلثۃ سنۃ وکراہۃ الا لضرورۃ وکراہۃ شدیدۃ مطلقا فاحببت ان تنفرز الاقسام بحسب الاحکام بخلاف ماصنع ہو رحمہ اللہ تعالٰی فان المقارنۃ علی ما افاد تشمل اکمل مطلوب واشنع مہروب اعنی المتصلۃ والمتقدمۃ کما سمعت وعلی کل فالحاصل واحد

والحمد للہ اُسی میں ہے قال فی شرح المنیۃ متابعۃ الامام من غیر تاخیر واجبۃ فان عارضھا واجب یأتی بہ ثم یتابع کما لوقام الامام قبل ان یتم المقتدی التشھد فانہ یتمہ ثم یقوم اھ ملخصا درمختار میں ہے لو رفع الامام رأسہ من الرکوع اوالسجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلث وجب متابعتہ بخلاف سلامہ اوقیامہ لثالثۃ قبل اتمام المؤتم التشھد فانہ لایتابعہ بل یتمہ لوجوبہ ردالمحتار میں ہے قولہ فانہ لایتابعہ الخ ای ولوخاف ان تفوتہ الرکعۃ الثالثۃ مع الامام کماصرح بہ فی الظھیریۃ درمختار میں ہے سجود السھو یجب علی مقتد بسھوامامہ لابسھوہ اصلا ردالمحتار میں ہے قال فی النھر ثم مقتضی کلامھم انہ یعیدھا لثبوت الکراھۃ مع تعذر الجابر اھ **قلت** فاذاکان ھذافی السھو فالعمد اولی بالاعادۃ مع تصریحھم بانھا ھی سبیل کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولٰنا حشمت علی صاحب طالب علم قادری رضوی ۲۹ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یایھاالذین اٰمنواصلواعلیہ وسلموا تسلیما پڑھی مقتدی کے مونھ سے عادۃً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکل گیا نماز فاسد ہوئی یا نہیں۔

الجواب

اس میں جواب امام مقصود نہیں ہوتا بلکہ امتثال امر الٰہی لہذا فساد نماز نہیں۔

مسئلہ ۔ از میرٹھ لال کرتی کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب مرسلہ مولوی محمد احسان الحق صاحب ۲۷ رمضان ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) زید ایک مسجد کا امام تراویح میں قرآن مجید سناتا ہے عمرو اُسی مسجد کا مؤذن بہ تمام مسجد کی طرف سے زید کا سامع مقرر کیا گیا ہے محمود ایک تیسرا شخص ہے جو ہمیشہ یا کبھی کبھی اُسی مسجد میں زید کے پیچھے تراویح پڑھا کرتا ہے اگر محمود کے خیال میں زید (امام) نے کچھ غلط پڑھا اور عمرو مقرر کیا ہوا سامع سہواً یا عمداً خاموش رہا یا یہ کہ زید نے صحیح پڑھا اور عمرو نے سہواً یا عمداً غلط بتایا یا یہ کہ زید نے غلط پڑھا اور عمرو نے بھی سہواً یا عمداً غلط بتایا تو ان تینوں صورتوں میں محمود شخص ثالث کو غلطی کی تصحیح کا اگرچہ وہ غلطی مفسد نماز نہ ہو حق حاصل ہے یا نہیں اور ایسی تصحیح اُس کو حالت قرأت میں کرنی چاہیے یا بعد اختتام نماز کے وجوباً کرنی چاہیے یا اختیاراً۔ قرآن مجید کے غلط پڑھے جانے کے غالب گمان ہونے کی حالت میں محمود کی خاموشی اُس کے لیے گنہگار ہونے کا باعث ہوگی یا نہیں (۲) شرع شریف میں امامت اور مؤذن کی طرح سامعت قرآن مجید کا بھی کوئی منصب مقرر ہے یا نہیں یعنی آیا یہ بات شرعاً جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سننے کے لیے کسی طرف سے ایسا سامع مقرر کیا جائے جس کی بلا اجازت واذن دوسرا شخص امام کو فتح نہ کرسکے کسی مہتمم مسجد کا ایک ایسی بات کو جو شرعاً مستحسن واولٰی یا واجب ہو اپنے ذاتی رسوخ اور تمکنت اور اعلٰی شخصیت کی وجہ سے حکماً بند کردینا یعنی درصورت خلاف ورزی حکم کے خلاف کرنے والے کو مسجد سے نکلوادینا یا آیندہ اُس مسجد میں نماز نہ پڑھنے کی ہدایت کرنا یا اور تشدد کرنا شرعاً واخلاقاً کیسا ہے خصوصاً اُس حالت میں کہ جس فعل کے ارتکاب سے دوسروں کو تشدد کے ساتھ روکا جاتا ہو خود مانع اُس کو انھیں تغیر کے ساتھ متعدد بار کرچکا ہو۔ بینوا توجروا

الجواب

امام جب ایسی غلطی کرے کہ موجب فساد نماز ہو تو اُس کا بتانا اور اصلاح کرانا ہر مقتدی پر فرض کفایہ ہے اُن میں سے جو بتادے گا سب پر سے فرض اُتر جائے گا اور کوئی نہ بتائے گا تو جتنے جاننے والے تھے سب مرتکب حرام ہوں گے اور نماز سب کی باطل ہوجائے گی وذلک لان الغلط لما کان مفسدا کان السکوت عن اصلاحہ ابطالا للصلاۃ وھو حرام بقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم اور ایک کا بتانا سب پر سے فرض اُس وقت ساقط کرے گا کہ امام مان لے اور کام چل جائے ورنہ اوروں پر بھی بتانا فرض ہوگا یہاں تک کہ حاجت پوری اور امام کو وثوق حاصل ہو بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک کے بتانے سے امام کا اپنی غلط یاد پر اعتماد نہیں جاتا اور وہ اس کی تصحیح کو نہیں مانتا اور اس کا محتاج ہوتا ہے کہ متعدد شہادتیں اُس کی غلطی پر گزریں تو یہاں فرض ہوگا کہ دوسرا بھی بتائے اور اب بھی امام رجوع نہ کرے تو تیسرا بھی تائید کرے یہاں تک کہ امام صحیح کی طرف واپس آئے وذلک لان الاصلاح ھٰھنا فرض ومالا یتم الفرض الا بہ فھو فرض **اقول** ونظیرہ ان الشہادۃ فرض کفایۃ فان علم الشاھد انہ اسرع قبولا عند القاضی وجب علیہ الاداء عینا وان کان ھناک من تقبل شہادتہ کما فی الخانیۃ والفتح والوھبانیۃ والبحر والدر وغیرھا اور اگر غلطی ایسی ہے جس سے واجب ترک ہو کر نماز مکروہ تحریمی ہو تو اُس کا بتانا ہر مقتدی پر واجب کفایہ ہے اگر ایک بتادے اور اُس کے بتانے سے کارروائی ہو جائے سب پر سے واجب اتر جائے ورنہ سب گنہگار رہیں گے فان قیل لہ مصلح اٰخر وھو سجود السھو فلا یجب الفتح عینا **قلت** بلٰی فان ترک الواجب معصیۃ وان لم یاثم بالسھو ودفع المعصیۃ واجب ولا یجوز التقریر علیھا بناء علی جابر یجبرھا کما لا یخفی اور اگر اُس غلطی میں نہ فساد نماز ہے نہ ترک واجب جب بھی ہر مقتدی کو مطلقاً بتانے کی اجازت ہے ھو الصحیح کما نص علیہ فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر مگر یہاں وجوب کسی پر نہیں لعدم الموجب **اقول** مگر دو صورتوں میں ایک یہ کہ امام غلطی کرکے خود متنبہ ہوا اور یاد نہیں آتا یاد کرنے کے لیے رُکا اگر تین بار سبحٰن اللہ کہنے کی قدر رُکے گا نماز میں کراہت تحریم آئے گی اور سجدہ سہو واجب ہوگا فی الدر المختار اذا شغلہ الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالۃ الشک بقراءۃ وجب علیہ سجود السھو تو اس صورت میں جب اُسے رُکا دیکھیں مقتدیوں پر بتانا واجب ہوگا کہ سکوت قدر ناجائز تک نہ پہنچے۔ دوسرے یہ کہ بعض ناواقفوں کی عادت ہوتی ہے جب غلطی کرتے ہیں اور یاد نہیں آتا تو اضطراراً اُن سے بعض کلمات بے معنی صادر ہوتے ہیں کوئی اُوں اُوں کہتا ہے کوئی کچھ اور اس سے نماز باطل ہو جاتی ہے تو جس کی یہ عادت معلوم ہے وہ جب رُکنے پر آئے مقتدیوں پر واجب ہے کہ فوراً بتائیں قبل اس کے کہ وہ اپنی عادت کے حروف نکال کر نماز تباہ کرے وذلک لانہ اذن یکون صیانتہ عن البطلان وھی فریضۃ غیران وقوعہ مظنون للعادۃ لا مقطوع بہ فینزل فیما یظھر الی الوجوب حلیہ میں ہے نص القاضی فی شرح الجامع الصغیر علی انہ الاصح وعللہ ھو وغیرہ بانہ لو لم یفتح ربما یجری علی لسانہ ما یکون مفسدا اھ **اقول** ولا یرد علیہ ما فی الحلیۃ انہ کما یکرہ للامام الجاء القوم الی الفتح علیہ یکرہ للمقتدی ان یفتح علیہ من ساعتہ قال فی الذخیرۃ لانہ ربما یتذکر الامام من ساعتہ فتکون قراءتہ خلفہ قراءۃ من غیر حاجتہ اھ فان ھذا حیث لم یخش الفساد اما اذا خشی کما ذکرنا فحاجۃ وای حاجۃ **اقول** اور ان دونوں صورتوں کے سوا جب تراویح میں

ختم قرآن عظیم ہو تو ویسے بھی مقتدیوں کو بتانا چاہیے جبکہ امام سے نہ نکلے یاد آگے رواں ہوجائے اگرچہ اُس غلطی سے نماز میں کچھ خرابی نہ ہو کہ مقصود ختم کتاب عزیز ہے اور وہ کسی غلطی کے ساتھ پورا نہ ہوگا یہاں اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اُس وقت نہ بتائے بعد سلام اطلاع کرے امام دوسری تراویح میں اُتنے الفاظ کریمہ کا صحیح طور پر اعادہ کرلے مگر اولٰی ابھی بتانا ہے کہ حتی الامکان نظم قرآن اپنی ترتیب کریم پر ادا ہو خانیہ و ہندیہ وغیرہما میں ہے اذا غلط فی القراءۃ فی التراویح فترك سورۃ او اٰیۃ وقرأ ما بعدھا فالمستحب له ان یقرء المتروکۃ ثم المقروۃ لیکون علی الترتیب اور ان تمام احکام میں جملہ مقتدی یکساں ہیں امام کو بتانا کسی خاص مقتدی کا حق نہیں ارشادات حدیث و فقہ سب مطلق ہیں ابن عساکر نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی قال امرنا النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان نرد علی الامام ہم کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ امام پر اُس کی غلطی رد کر دیں ابن منیع نے مسند اور حاکم نے مستدرک میں ابو عبدالرحمٰن سے روایت کی قال قال علی کرم اللہ تعالٰی وجہه من السنۃ ان تفتح علی الامام اذا استطعمك قیل لابی عبدالرحمٰن ما استطعام الامام قال اذا سکت امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا سنت ہے کہ جب امام تم سے لقمہ مانگے تو اُسے لقمہ دو ابو عبدالرحمٰن سے کہا گیا امام کا مانگنا کیا کہا جب وہ پڑھتے پڑھتے چپ رہے کتب مذہب میں عموماً یجوز فتحه علی امامه فرمایا جس میں ضمیر مطلق مقتدی کی طرف ہے کہ اُسے امام کو بتانے کی اجازت ہے مسئلہ کی دلیل جو علما نے فرمائی وہ بھی تمام مقتدی کو شامل ہے بحرالرائق وغیرہ میں ہے لانه تعلق به اصلاح صلاته لانه لولم یفتح ربما یجری علی لسانه ما یکون مفسدا ولاطلاق ما روی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنه اذا استطعمکم الامام فاطعموه واستطعامه سکوته ولھذا لوفتح علی امامه بعد ما انتقل الی اٰیۃ اخری لاتفسد صلاته وھو قول عامۃ المشایخ لاطلاق المرخص اھ مختصرا حتی کہ بالغ مقتدیوں کی طرح تمیزدار بچہ کا بھی اُس میں حق ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح کی سب کو حاجت ہے قنیہ پھر بحر پھر ہندیہ میں ہے و فتح المراھق کالبالغ قوم کا کسی کو سامع مقرر کرنے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس کے غیر کو بتانے کی اجازت نہیں اور اگر کوئی اپنے جاہلانہ خیال سے یہ قصد کرے بھی تو اُس کی ممانعت سے وہ حق کہ شرع مطہر نے عام مقتدیوں کو دیا کیونکر سلب ہوسکتا ہے اور اُس کے سبب کسی مسلمان پر تشدد یا مسجد میں آنے سے ممانعت یا معاذاللہ مسجد سے نکلوا دینا سخت حرام ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ولا تعتدوا ان اللہ لایحب المعتدین زیادتی نہ کرو اللہ دوست نہیں رکھتا زیادتی کرنے والوں کو اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمه اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا لینے سے روکے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اُس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی بیشک اُس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن اور دوسرے کو منع کرنا اور خود مرتکب ہونا دوسرا الزام ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا لم تقولون مالا تفعلون ٥ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ٥ اے ایمان والو کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے اللہ کو سخت دشمن ہے یہ کہ کہو اور نہ کرو۔ اس بیان سے جملہ مدارج سوال کا جواب منکشف ہوگیا بیشک محمود کو سب صورتوں میں عین نماز میں بتانے کا حق حاصل ہے کہیں وجوباً کہیں اختیاراً جس کی تفصیل اوپر گزری اور بحال وجوب عینی خاموشی میں گناہ ہوگا خصوصاً اُس حالت میں کہ عمرو غلط بتائے کہ اب تو بہت جلد فوراً فوراً صحیح بتانے کی طرف

مبادرت واجب ہے کہ بتانا تعلیم وکلام تھا اور بضرورت اصلاح نماز جائز رکھا گیا اور غلط بتاتے میں نہ اصلاح نہ ضرورت۔ تو اصل پر رہنا چاہیے تو عمرو نے اگر قصداً مغالطہ دیا جب تو یقیناً اُس کی نماز جاتی رہی اور اگر امام اس کے مغالطہ کو لے گا عام ازیں کہ امام غلط پڑھا ہو یا صحیح تو ایک شخص خارج از نماز کا امتثال یا اُس سے تعلم ہوگا اور یہ خود مفسد نماز ہے تو امام کی نماز جائے گی اور اُس کے ساتھ سب کی باطل ہوگی لہذا اس فساد کا انسداد فوراً واجب ہے بحرالرائق میں ہے القیاس فسادھا به وانما ترك للحاجة فعند عدمها یبقی الامر علی اصل القیاس اھ مختصرا اور اگر سہواً غلط بتایا تو بظاہر حکم کتاب وقضیۂ دلیل مذکور اب بھی وہی ہے **اقول** مگر فقیر امید کرتا ہے کہ شرع مطہر ختم قرآن مجید فی التراویح میں اس باب میں تیسیر فرمائے کہ سامع کا خود غلطی کرنا بھی نادر نہیں اور غالباً قاری اُسے لے لیتا یا اُس کے امتثال کے لیے اُوپر سے پھر عود کرتا ہے تو اگر ہر بار بحال سہو فساد نماز کا حکم دیں اور قرآن مجید کا اعادہ کرائیں حرج ہوگا والحرج مدفوع بالنص بہرحال یہ حکم قابل غور ومحتاج تحریر تام ہے تو اندیشۂ فساد سے تحفظ کے لیے عمرو کے غلط بتانے کی حالت میں مطلقاً دوسروں کو صحیح بتانے کی طرف فوراً فوراً مبادرت چاہیے واللہ سبحنہ تعالی اعلم۔

مسئلہ - از میرٹھ لال کرتی بازار مرسلہ حاجی شیخ علاؤالدین صاحب رئیس ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک امام مسجد میں تراویح پڑھاتا ہے اور ایک سامع حافظ بھی اُس کی تصحیح کے واسطے مقرر ہے امام اُس کی تصحیح سے فائدہ اٹھاتا ہے اب کوئی حافظ بھی امام کو اپنے خیال کے موافق لقمہ دیتا ہے جو کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ سامع اپنی یادداشت کے موافق اُس دوسرے بتانے والے کی تردید بھی کر دیتا ہے اور امام اس ششش وپنج میں پڑجاتا ہے کہ کس کا قول مانا جائے غرضکہ امام کو کئی شخصوں کے لقمہ دینے سے اور زیادہ شکوک پیدا ہوتے ہیں اور پریشان ہوکر معمول سے زیادہ غلطی کرنے لگتا ہے چنانچہ یہ بات بارہا تجربہ سے ثابت ہوچکی ہے علاوہ بریں اکثر نوجوان ایسے ہوتے ہیں جو محض اپنی یاد جتانے کے واسطے ذرا ذرا شبہہ پر لقمہ دیتے ہیں اور قاری کو پریشان کرتے ہیں اور بعض اوقات امام اور نئے بتانے والے میں غلط بتانے پر جھگڑا بھی ہوتا ہے اور قاری ملامت کرتا ہے کہ کیوں غلط بتایا جس کے باعث نماز میں بے لطفی پیدا ہوتی ہے ان امور پر لحاظ فرماکر علمائے کرام اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ اور حفاظ بعد سلام اپنے شکوک کا اظہار فرمائیں اگر فی الواقع وہ غلطی نکلے گی اور اس کی وجہ سے نماز میں نقصان کچھ واقع ہوگا تو نماز دوہرالی جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ فقط کراہت کی وجہ سے نماز دوہرائی جائے ایسی صورتوں میں اُن حفاظ کو باوجود اپنے شک کے کہ قاری غلط پڑھتا ہے سکوت کرنے میں کچھ گناہ تو لازم نہیں آتا خصوصاً ایسی صورت میں کہ جب اُن کو ایسے شبہات کے موقع پر جس سے نماز میں قطعاً فساد پیدا ہوتا ہو بولنے کی اجازت بھی دیدی جائے کیونکہ اگر حافظ عالم بھی ہو تو ایسے فساد معنی پر اُس کو کماحقہ آگاہی ہوجائے گی اور ایسے مواقع میں شبہہ نہیں بلکہ یقیناً اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ موقع فساد نماز کا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

یہاں چند امور ہیں جن کے علم سے حکم واضح ہوجائے گا (۱) امام کو فوراً بتانا مکروہ ہے ردالمحتار میں ہے یکرہ ان یفتح من ساعته

ہاں اگر وہ غلطی کرکے رواں ہوجائے تو اب نظر کریں اگر غلطی مفسدِ معنی ہے جس سے نماز فاسد ہو تو بتانا لازم ہے اگر سامع کے خیال میں نہ آئی ہر مسلمان عالم کا حق ہے کہ بتائے کہ اُس کے باقی رہنے میں نماز کا فساد ہے اور دفع فساد لازم اور اگر مفسدِ معنی نہیں تو بتانا کچھ ضرور نہیں بلکہ نہ بتانا ضرور ہے جبکہ اُس کے سبب امام کو وحشت پیدا ہو فان الامر بالمعروف یقسط بالا یحاش کما فی الفتاوی العلمگیریہ وغیرھا بلکہ بعض قاریوں کی عادت ہوتی ہے کہ غیر شخص کے بتانے سے اور زیادہ اُلجھ جاتے اور کچھ حروف اُس گھبراہٹ میں اُن سے ایسے صادر ہوجاتے ہیں جس سے نماز فاسد ہوتی ہے اس صورت میں اوروں کا سکوت لازم ہے کہ اُن کا بولنا باعث فسادِ نماز ہوگا (۲) قاری کو پریشان کرنے کی نیت حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا اور بیشک آج کل بہت حفاظ کا یہ شیوہ ہے یہ بتانا نہیں بلکہ حقیقۃً یہود کے اُس فعل میں داخل ہے لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ (۳) اپنا حفظ جتانے کے لیے ذرا ذرا شبہ پر روکنا ریا ہے اور ریا حرام ہے خصوصاً نماز میں (۴) جبکہ غلطی مفسدِ نماز نہ ہو تو محض شبہہ پر بتانا ہرگز جائز نہیں بلکہ صبر واجب بعد سلام تحقیق کرلیا جائے اگر قاری کی یاد صحیح نکلے فبہا اور ان کی یاد ٹھیک ثابت ہوئی تو تکمیل ختم کے لیے حافظ اُتنے الفاظ کا اور کسی رکعت میں اعادہ کرلے گا حرمت کی وجہ ظاہر ہے کہ فتح حقیقۃً کلام ہے اور نماز میں کلام حرام و مفسدِ نماز مگر بضرورت اجازت ہوئی جب اسے غلطی ہونے پر خود یقین نہیں تو مبیح میں شک واقع ہوا اور محرّم موجود ہے لہذا حرام ہوا جب اسے شبہہ ہے تو ممکن کہ اسی کی غلطی ہو اور غلط بتانے سے اس کی نماز جاتی رہے گی اور امام اخذ کرے گا تو اُس کی اور سب کی نماز فاسد ہوگی تو ایسے امر پر اقدام جائز نہیں ہوسکتا (۵) غلطی کا مفسدِ معنی ہونا مبنائے افسادِ نماز ہے ایسی چیز نہیں جسے سہل جان لیا جائے ہندوستان میں جو علما گنے جاتے ہیں اُن میں چند ہی شاید ایسے ہوسکیں کہ نماز پڑھتے میں اُس پر مطلع ہوجائیں ہزار جگہ ہوگا کہ فساد گمان کریں گے اور حقیقۃً فساد نہ ہوگا جیسا کہ ہمارے فتاوے کی مراجعت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان امور سے حکم مسئلہ واضح ہوگیا صورت فساد میں یقیناً بتایا جائے ورنہ تشویش قاری ہو تو نہ بتائیں اور خود شبہہ ہو تو بتانا سخت ناجائز اور جو ریا و تشویش چاہیں اُن کو روکا جائے نہ مانیں تو اُن کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے کہ موذی ہیں اور موذی کا دفع واجب درمختار میں ہے ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از جلال پور ڈاکخانہ خداگنج ضلع شاہجہان پور مرسلہ سید مشتاق علی صاحب ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۳ھ

ذات فیض سمات قبلہ ارباب علم وکعبہ اصحاب حلم کی ہمیشہ فدویوں کے سروں پر سایہ انداز رہے بعد سلام نیاز وشوق قدمبوسی کے عرض پرداز ہوں کہ ایک مسئلہ میں ضرورت جناب کے حکم کی بموجب شرع شریف وحدیث نبوی کے ہے کہ اُس میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ذیل کے سوال کا جواب بواپسی ڈاک ہم لوگوں کو مکروہیت اور گناہ سے بچائیے وہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے نماز جمعہ پڑھاتے وقت مقتدی کا لقمہ درمیان قراءت کے لیا اور پھر سجدہ سہو کیا تو اُس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں وجہ شک کے پیدا ہونے کی یہ ہوئی ہے کہ ایک دوسرے صاحب بمقام لکھنؤ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے جو کہ کسی اسلامیہ اسکول کے غالباً منتہی طالب علم تھے اتفاق سے قراءت میں بھول گئے لہذا میں نے فوراً لقمہ دیا معاً اُنھوں نے نماز سلام کے ساتھ ترک کرکے دوبارہ نماز پڑھائی اور یہ کہا کہ فرضوں میں لقمہ دینا ناجائز ہے فرضوں میں لقمہ دینے سے سجدہ سہو کیا جائے تو بھی نماز نہیں ہوتی ہے میری غلطی یہ ہوئی کہ میں نے اُن صاحب سے بالتشریح نہ دریافت کیا کہ اس کا

کیا ثبوت علاوہ اس کے اُن صاحب نے یہ بھی کہا کہ بجز تراویح کے دوسرے نماز فرض یا واجب کسی میں لقمہ دینا بھی جائز نہیں لہذا اسکی بابت بواپسی جواب جلد سرفراز فرمائیے۔

الجواب

امام جب نماز یا قراءت میں غلطی کرے تو اُسے بتانا لقمہ دینا مطلقاً جائز ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا تراویح یا نفل اور اُس میں سجدہ سہو کی بھی کچھ حاجت نہیں ہاں اگر بھولا اور تین بار سبحان اللہ کہنے کی دیر تک چپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آئے گا جس نے لقمہ دینے کے سبب نیت توڑ دی اُس نے محض جہالت برتی اور مبتلائے حرام ہوا کہ بے سبب نیت توڑ دینا حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بنگلور ڈاکخانہ گجادھر گنج لین ہین اشٹیشن بکسر مسئولہ حاجی عبداللہ خاں ۲۳ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز امام پڑھاتا ہو اور درمیان میں رک گیا لقمہ دینا چاہیے یا نہیں اور اگر لقمہ دیا گیا تو سجدہ سہو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

امام کو لقمہ دینا ہر نماز میں جائز ہے جمعہ ہو یا کوئی نماز بلکہ اگر اُس نے ایسی غلطی کی جس سے نماز فاسد ہوگی تو لقمہ دینا فرض ہے نہ دیگا اور اُس کی تصحیح نہ ہوگی تو سب کی نماز جاتی رہے گی اور لقمہ دینے سے سجدہ سہو نہیں آتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

باب مکروہات الصلوۃ

مسئلہ - از کلکتہ فوجداری بالاخانہ دوکان نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کا دوستونوں کے بیچ میں اور مقتدیوں سے تین گرہ اونچی جگہ پر کھڑا ہونا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کا دوستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ردالمحتار میں ہے فی معراج الدرایۃ من باب الامامۃ الاصح ماروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین اوزاویۃ اوناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ بخلاف عمل الامۃ اسی طرح امام کا تمام مقتدیوں سے بلند جگہ میں ہونا بھی مکروہ سنن ابی داؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اذا ام الرجل القوم فلا یقوم فی مکان ارفع من مقامھم اونحو ذلک یعنی جب کوئی شخص نمازیوں کی امامت کرے تو اُن کے مقام سے اونچی جگہ میں نہ کھڑا ہو ابوداؤد و ابن حبان وحاکم حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وھذا لفظ الحاکم فی مستدرکہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی ان یقوم الامام فوق ویبقی الناس خلفہ یعنی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ امام اونچا کھڑا ہو اور مقتدی پیچھے رہیں پھر ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم نے

ظاہر الروایہ میں اس کراہت بلندی وپستی کو کسی مقدار معین مثلاً ایک ذراع شرعی وغیرہ پر موقوف نہ مانا بلکہ جس قدر سے امام وقوم کا مقام میں امتیاز واقع ہو مطلقاً باعث کراہت جانا اور اسی کو امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی نے بدائع میں صحیح اور امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام صاحب فتح القدیر وغیرہ محققین نے اوجہ وارجح فرمایا اور یہی اطلاق احادیث کا مفاد تو اسی پر فتوی اور اسی پر اعتماد و لہذا منیہ ونقایہ وجامع الرموز وغیرہا میں حکم کراہت کو مطلق رکھا درمختار میں کرہ انفراد الامام علی الدکان للنہی وقدر الارتفاع بذراع ولاباس بمادونہ وقیل مایقع بہ الامتیاز وھو الاوجہ ذکرہ الکمال وغیرہ ردالمحتار میں قولہ وقیل الخ ھو ظاھر الروایۃ کما فی البدائع قال فی البحر والحاصل ان التصحیح قد اختلف والاولی العمل بظاھر الروایۃ واطلاق الحدیث اھ وکذا رجحہ فی الحلیۃ امام ملک العلماء ابوبکر بدائع میں فرماتے ہیں الصحیح جواب ظاھر الروایۃ لماروی ان حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما قام بالمدائن یصلی بالناس علی دکان فجذبہ سلمان الفارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم قال ما الذی اصابك اطال العھد ام نسیت اما سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لایقوم الامام علی مکان انشز مما علیہ اصحابہ وفی روایۃ اما علمت ان اصحابك یکرھون ذلك فقال تذکرت حین جذبتنی منیہ میں ہے یکرہ ان ینفرد فی مکان اعلی من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معہ نقایہ کے مکروہات الصلاۃ میں ہے وتخصیص الامام بمکان شرح علامہ شمس الدین محمد میں ہے (تخصیص الامام) ای انفرادہ (بمکان) اما بان یکون مقامہ اعلٰی او اسفل من مکان القوم الخ وباقی تمامہ ہمارے مذہب کے قواعد مقررہ سے ہے کہ عند اختلاف الفتیا ظاہر الروایۃ پر عمل واجب ہے بحرالرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاھر الروایۃ والرجوع الیھا اور علماء فرماتے ہیں جب روایت ودرایت متطابق ہوں تو عدول کی گنجائش نہیں علامہ حلبی نے غنیہ میں فرمایا لایعدل عن الدرایۃ ماوافقتھا روایۃ یہاں جبکہ یہی ظاہر الروایہ اور اسی کے مطابق دلیل وروایت تو لاجرم قول یہی ہے کہ ادنی مابہ الامتیاز بلندی بھی مکروہ ہے ہاں ایسا قلیل تفاوت جس سے امتیاز ظاہر نہ ہو عفو ہے فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص یونہیں اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہو باقی صفیں نیچی تو بھی مذہب اصح میں کچھ حرج نہیں کما قدمنا عن المنیۃ وغیرھا وقال فی الدرالمختار لم یکرہ لوکان معہ بعض القوم فی الاصح اھ **اقول** وربما یشیر الیہ مافی حدیث الحاکم ویبقی الناس خلفہ فافھم اور شک نہیں کہ تین گرہ بلندی قطعاً ممتاز وباعث امتیاز ہے کہ ہر شخص بنگاہ اولیں فوراً تفاوت بین جان لے گا تو مذہب معتمد پر اس کی کراہت میں شبہ نہیں بلکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ امام کے لیے تخصیص مکان کی کراہت میں یہ صورت بھی داخل کہ مثلاً وہ مکان سقف میں ہو اور مقتدی صحن میں شرح نقایہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے واما بان یکون فی صفۃ وھم فی وسط الدار مثلاً کما فی الجواھر واما بان یقوموا فی المسجد والامام فی طاق یتخذ فی المحراب یہاں تک کہ امام کے مقتدیوں سے تقدم کو فرماتے ہیں یہ بھی تخصیص مکانی ہے اگر شریعت مطہرہ میں اس کا حکم نہ آتا مکروہ ہوتا علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا یدخل فی تخصیص الامام بمکان قیامہ فی الطاق ای المحراب بحیث یکون قدماہ فیہ والتقدم علی القوم وان کان تخصیصا لہ بمکان لکنہ مستثنی شرعا جب ایسے فرق کو بھی تخصیص مکانی ٹھہراتے ہیں حالانکہ مکان واحد اور زمین ہموار ہے جس میں فی نفسہٖ اصلاً کوئی فرق وامتیاز نہیں تو مثلاً کرسی مکان یا چبوترہ کی بلندی اگرچہ دو تین ہی گرہ ہو بدرجہ اولی

تخصیص مکانی باعث کراہت ہوگی کہ یہاں نفس مکان میں تفرقہ وتفاوت موجود اور دالان وصحن کے فرق میں تو سرے سے درجہ ہی بدل گیا تو یہ سب صورتیں ارشاد امام علام صدر الشریعہ قدس سرہ وتخصیص الامام بمکان میں داخل ہیں جزاہ اللہ خیرا جزاء کیا دو لفظوں میں تمام صور کا احاطہ فرمالیا اور بہت نزاعوں کا تصفیہ کردیا فالحمد للہ رب العالمین پس ثابت ہوا کہ جہاں دالان مسجد کی کرسی صحن مسجد سے بلندی ممتاز رکھتی ہو جیسا کہ اکثر مساجد میں ہے وہاں امام کا دوستونوں کے درمیان کھڑا ہونا جیسا کہ عوام ہند میں شائع ہے نہ صرف ایک کراہت بلکہ تین کراہتوں کا جامع ہوگا **اولاً** یہی بین الساریتین قیام امام **ثانیاً** مقتدیوں پر بلندی ممتاز **ثالثاً** اُس کا زیر سقف اور مقتدیوں کا صحن پر ہونا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق وھو سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ - از شہر کہنہ بریلی مسئولہ محمد ظہور محمد صاحب ۱۲ رشوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) بعض شخص نماز میں رکوع کے بعد سجدہ کو جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے دونوں پائچوں کو گھٹنوں سے اوپر کو چڑھا لیا کرتے ہیں یعنی ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے ہیں اس کی نسبت کیا حکم ہے (۲) ہاتھوں کی کہنی کھول کر آستین اوپر کو چڑھا کر نماز پڑھنے میں کس قدر نقصان ہے کس درجہ کی وہ نماز ہوگی زید کا خیال ہے وہ نماز مکروہ ہوئی مگر عمرو کا خیال ہے کہ مکروہ نہیں ہوئی اور عمرو کا سوال ہے کہ اگر مکروہ ہوئی تو صحت کے ساتھ بتلادیا جائے۔

الجواب

(۱) مکروہ ہے (۲) نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی اگر نہ پھیرے گا گنہگار رہے گا۔ درمختار حلیہ وغیرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ احسان علی مظفرپوری طالب علم بتاریخ ۱۳ رشوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسائل میں کہ (۱) نماز کے اندر اگر ٹوپی گرجائے تو اُٹھانا چاہیے یا نہیں (۲) امام قرأت یا رکوع کو کسی مقتدی کے واسطے دراز کرسکتا ہے یا نہیں جبکہ مقتدی وضو کررہا ہو یا مسجد میں آگیا ہو اور یہ امام کو معلوم ہوگیا کہ کوئی شخص ہے کہ عنقریب شریک ہونا چاہتا ہے بایں صورت رکوع میں کچھ دیر کردے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اُٹھا لینا افضل ہے جبکہ بار بار نہ گرے اور اگر تذلل وانکسار کی نیت سے سر برہنہ رہنا چاہے تو نہ اُٹھانا افضل درمختار میں ہے سقطت قلنسوتہ فاعادتھا افضل الا اذا احتاجت لتکریر او عمل کثیر ردالمحتار میں ہے الظاھر ان فضلیۃ اعادتھا حیث لم یقصد بترکھا تذللا (۲) اگر خاص کسی شخص کی خاطر اپنے کسی علاقہ خاصہ یا خوشامد کے لیے منظور تو ایک بار تسبیح کی قدر بھی بڑھانے کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ یخشی علیہ امر عظیم یعنی اُس پر شرک کا اندیشہ ہے کہ نماز میں اتنا عمل اُس نے غیر خدا کے لیے کیا اور اگر خاطر خوشامد منظور نہیں بلکہ عمل حسن پر مسلمان کی اعانت (اور یہ اُس صورت میں واضح ہے کہ یہ اُس آنے والے کو نہ پہچانے یا پہچانے اور اُس کا کوئی تعلق خاص اُس سے نہ ہو نہ کوئی غرض اُس سے اٹکی ہو) تو رکوع میں دو ایک تسبیح کی قدر بڑھا دینا جائز بلکہ اگر حالت یہ ہے کہ یہ ابھی سر اُٹھائے لیتا ہے تو وہ رکوع میں شامل ہونے نہ ہونے میں شک میں پڑجائے گا تو

بڑھا دینا مطلوب اور جو ابھی نماز میں نہ ملے گا مسجد میں آیا ہے وضو وغیرہ کرے گا یا وضو کر رہا ہے اُس کے لیے قدر مسنون پر نہ بڑھائے بلکہ اگر بڑھائے موجب ثقل حاضرین نماز ہوگا تو سخت ممنوع و ناجائز المسألۃ دوارۃ فی الکتب وبسطھا الشامی من صفۃ الصلوۃ وما قلتہ عطر التحقیق۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید نے منع کرنے پر کہ آستین چڑھے ہوئے سے نماز نہ پڑھا کرو آستین اُتار لیا کرو جواب دیا کہ کس کا قول ہے کس حدیث میں ہے اور اس کا راوی کون ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے صحیحین کی حدیث ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما راوی ہیں اور جاہل کو ایسے سوالات نازیبا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بریلی محلہ ذخیرہ مسئولہ مسعود حسین ۲۹ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر دھوبی کپڑا بدل کر لائے تو اُس کو پہن کر عورتوں کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

بدلا ہوا کپڑا پہننا مرد و عورت سب کو حرام ہے اور اُس سے نماز مکروہ تحریمی جوڑا باندھنے کی کراہت مرد کے لیے ضرور ہے حدیث میں صاف نھی الرجل ہے عورت کے بال عورت ہیں پریشان ہوں گے تو انکشاف کا خوف ہے اور چوٹی کھولنے کا اُسے غسل میں بھی حکم نہ ہوا کہ نماز میں کف شعر گندھی چوٹی میں ہے جب اس میں حرج نہیں جوڑے میں کیا حرج ہے مرد کے لیے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ سجدے میں وہ بھی زمین پر گریں اور اُس کے ساتھ سجدہ کریں کما فی المرقاۃ وغیرھا اور عورت ہرگز اس کی مامور نہیں لاجرم امام زین الدین عراقی نے فرمایا ھو مختص بالرجال دون النساء۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از موضع مانیا والہ ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور پرگنہ افضل گڑھ مرسلہ سید کفایت علی ولد حمایت علی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

حضور کی مسجد میں ایک مرتبہ نماز عشا کی پڑھ رہا تھا سر پر چادر اوڑھے ہوئے تھا وہ چادر بدن پر قائم رہی مگر سر پر اُتر کر کندھے پر گر گئی تھی میں نے یہ مسئلہ سنا بھی نہیں تھا آپ کے خلیفہ مولوی امجد علی صاحب نے یہ فرمایا اگر چادر رکوع میں یا کھڑے ہونے سے گر جائے تو ہاتھ سے اشارہ کرکے سر پر رکھ لینی چاہیے اگر نہیں رکھے گا تو نماز مکروہ ہوگی اور بجائے چادر اوڑھنے کے ٹوپی کے ڈوپٹہ بندھا ہوا تھا جیسا کہ انھوں نے بتایا تھا دیا خاکسار عمل میں لایا تھا مگر غریب خانہ آکر جو نمازیوں کو دیکھا تو وہ چادر یا رضائی سر کے اوپر سے نہیں اوڑھتے بلکہ کاندھے پر اوڑھتے ہیں میں نے اُن سے کہا کہ چادر نماز پڑھتے ہیں سر پر سے اوڑھنی چاہیے اگر سر پر گر جائے تو ہاتھ سے سر پر رکھ لینی چاہیے اُن نے کہا نماز پڑھتے میں چادر سر پر رکھے گا نماز نہیں ہوگی اب اس مسئلہ کا خواستگار ہوں تحریر کیجیے۔ بینوا توجروا

الجواب

ابو نعیم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاینظر اللہ الی قوم لایجعلون عمائمھم تحت ردائھم یعنی فی الصلوۃ اللہ تعالٰی اُس قوم کی طرف نظر رحمت نہیں فرماتا جو نماز میں اپنے عمامے اپنی چادروں کے نیچے نہیں کرتے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از سرولی کلاں ڈاکخانہ کچھا ضلع نینی تال مرسلہ محمد حسین خورد ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر سر پر رومال باندھ کر نماز پڑھی جائے تو ہوسکتی ہے یا نہیں اور بغیر ٹوپی کے رومال باندھا جائے تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہوگیا اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے اور بغیر ٹوپی کے عمامہ بھی نہ چاہیے نہ کہ رومال حدیث میں ہے فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر ممباسہ ضلع شرقی افریقہ دوکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو جاگتے میں کچھ غفلت ہوئی یا نماز پڑھتے میں کچھ شیطانی خیال آیا اور آنکھوں کے سامنے عورت کی فرج کو دیکھا اور اپنا ذکر سامنے کیا لیکن دخول نہیں کیا ایک منٹ کے بعد اُس خیال کو دُور کیا اور نماز تمام کی اب اُس نے نہ دخول کیا اور نہ ذکر کھڑا ہوا تھا اور نہ منی یا مذی نکلی ہے ایک ذرا سا یہ خیال اُس کو تھا لیکن پیشاب اُس کو لگا ہے غسل کرنا ہوگا یا نہیں اور اُس کی نماز کیسی ہوئی اُس کا خیال ہے کہ مجھ پر غسل نہیں اور نماز میں پڑھتا ہے قرآن مجید پڑھتا ہے اب نماز میں پڑھنا یا قرآن مجید اور درود شریف ورد پڑھنا سب کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جب نہ اُس نے دخول کیا نہ منی نکلی تو غسل واجب نہ ہوا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرسکتا ہے اور سوائے قرآن مجید اور اذکار مثل کلمہ طیبہ وتسبیح وتہلیل و درود شریف وغیرہا تو حالت جنابت میں بھی پڑھ سکتا ہے اور جبکہ صورت مذکورہ میں مذی بھی نہ نکلی تو نماز بھی ہوگئی بشرطیکہ اس کا برہنہ عضو عورت کی برہنہ شرمگاہ سے ملا نہ ہو ورنہ وضو جاتا رہا اور نماز نہ ہوئی باقی نماز میں ایسا خیال بہت بد ہے اگرچہ فرض ادا ہوجائے گا نماز سخت مکروہ ہوگی اور اگر برہنگی ایسی ہو جس سے دوسرے کی نظر سے حجاب نہ ہو تو اُسی قدر سے نماز جاتی رہے گی جبکہ چہارم عضو کی قدر برہنہ کرے اگرچہ وضو نہ جائے گا جبکہ برہنہ شرمگاہ زن سے ملنا نہ ہو یہ سب اُسی صورت میں ہے کہ وہاں واقعی کوئی عورت موجود ہو ورنہ مجرد خیال سے نہ وضو جائے گا جب تک مذی نہ نکلے نہ غسل واجب ہوگا جب تک منی نہ نکلے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از جمشید پور ڈاکخانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کارکیپے مسئولہ حمید اللہ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پتلون پہن کر نماز درست ہے یا نہیں جبکہ اُس میں نشست و برخاست پوری طور سے ہوتا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پتلون پہننا مکروہ ہے اور مکروہ کپڑے سے نماز بھی مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ گلوبند یا پگڑی یا رومال سے پیشانی چھپی ہے تو سجدہ درست ہوگا یا نہیں۔

الجواب

سجدہ درست ہے اور نماز مکروہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مرزا اصغر علی خاں بانس منڈی بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر جماعت میں امام مسجد کے در میں اور مقتدی باہر کھڑے ہوکر نماز پڑھتے ہیں اس میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کا در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے کمافی ردالمحتار من معراج الدرایۃ عن سیدنا الامام رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ جرابیں پہن کر پاؤں میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ جبکہ اُن کے پہننے سے ٹخنے بند ہوگئے تو نماز مکروہ ہوگی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

زید کا قول غلط ہے موزی پہن کر نماز پڑھنا بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از سرکار پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری درگاہ اقدس مرسلہ امام علی شاہ صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ

حق حق حق۔ جناب مولنا السلام علیکم مکلف ہوں کہ اس مسئلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کے آستانہ پاک میں اُسی بزرگ صاحب مزار کے روضہ منورہ کے دروازے کو بند کرکے روضہ کے آگے ہی اگر نماز پڑھ لی جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں یہ مسئلہ اخبار دبدبۂ سکندری میں لکھ دیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھ لیں زیادہ نیاز المکلف فقیر محمد امام علی شاہ اولاد بابا صاحب رحمہ اللہ تعالٰی از درگاہ حضرت جناب بابا صاحب رحمہ اللہ تعالٰی گنج شکر قطب عالم اغیاث ہند پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری

الجواب

جناب شاہ صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ صورت مذکورہ میں نماز جائز اور بلاکراہت جائز اور قرب مزار محبوبان کردگار کے باعث زیادہ مثمر برکات وانوار ومورد رحمت جلیلۂ غفار خلاصہ وذخیرہ ومحیط وہندیہ وغیرہا میں ہے واللفظ لھذین قال محمد اکرہ ان تکون قبلۃ المسجد الی المخرج والحمام والقبر (الی قولہ اعنی المحیط) ھذا کلہ اذا لم یکن بین المصلی وبین ھذہ المواضع

حائط اوسترۃ اما اذا کان لایکرہ ویصیر الحائط فاصلا سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالٰی علی من طیبہا وآلہ وسلم میں روضۂ انور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے نمازیوں کی صفیں ہوتی ہیں جن کا سجدۂ خاص روضۂ انور کی طرف ہوتا ہے مگر نیت استقبال قبلہ کی ہے نہ استقبال روضۂ اطہر کی لہذا ہمیشہ علمائے کرام نے اسے جائز رکھا ہاں بلا مجبوری مزار اقدس کو پیٹھ کرنے سے منع فرمایا اگرچہ نماز میں ہو منسک متوسط اور اُس کی شرح مسلک متقسط ملا علی قاری میں ہے (لایستدبر القبر المقدس) ای فی صلاۃ ولاغیرہا الالضرورۃ ملجئۃ الیہ نیز شرح مذکور میں ہے لاتکرہ الصلوۃ خلف الحجرۃ الشریفۃ الا اذا قصد التوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امام اجل قاضی عیاض شرح صحیح مسلم شریف پھر علامہ طیبی شرح مشکوۃ المصابیح پھر علامہ علی قاری مرقاۃ المفاتیح نیز علامہ محدث طاہر فتنی مجمع بحار الانوار نیز امام قاضی ناصر الدین بیضاوی پھر امام جلیل علامہ محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر امام احمد محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری نیز امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ شریف پھر شیخ محقق محدث دہلوی لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں وھذا لفظ الاولین من اتخذ مسجدا فی جوار صالح اوصلی فی مقبرہ وقصد الاستظہار بروحہ اووصول اثر من اثار عبادتہ الیہ لا للتعظیم لہ والتوجہ نحوہ فلاحرج علیہ الاتری ان مرقد اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذلک المسجد افضل مکان یتحری المسجد لصلاتہ یعنی جس نے کسی نیک بندے کے قرب میں مسجد بنائی یا مقبرہ میں نماز پڑھی اور اُس کی روح سے استمداد واستعانت کا قصد کیا یا یہ کہ اس کی عبادت کا کوئی اثر اُسے پہنچے نہ اس لیے کہ نماز سے اُس کی تعظیم کرے یا نماز میں اُس کی طرف مونھ ہونا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیا دیکھتے نہیں کہ سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا مزار شریف خاص مسجد الحرام میں حطیم کے پاس ہے پھر یہ مسجد سب سے افضل وہ جگہ ہے کہ نمازی نماز کے لیے جس کا قصد کرے، اخیرین کے لفظ یہ ہیں خرج بذلک اتخاذ مسجد بجوار نبی اوصالح والصلوۃ عند قبرہ لالتعظیمہ والتوجہ نحوہ بل لوصول مدد منہ حتی تکمل عبادتہ ببرکۃ مجاورتہ لتلک الروح الطاہرۃ فلاحرج فی ذلک لماورد ان قبر اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام فی الحجر تحت المیزاب وان فی الحطیم وبین الحجر الاسود وزمزم قبر سبعین نبیا ولم ینہ احد عن الصلاۃ فیہ یعنی کسی نبی یا ولی کے قرب میں مسجد بنانا اور اُن کی قبر کریم کے پاس نماز پڑھنا اُن دو نیتوں سے بلکہ اس لیے کہ اُن کی مدد مجھے پہنچے اُن کے قرب کی برکت سے میری عبادت کامل ہو اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ وارد ہوا ہے کہ اسمٰعیل علیہ الصلوۃ والسلام کا مزار پاک حطیم میں میزاب الرحمۃ کے نیچے ہے اور حطیم میں اور سنگ اسود و زمزم کے درمیان ستّر پیغمبروں کی قبریں ہیں علیہم الصلاۃ والسلام اور وہاں نماز پڑھنے سے کسی نے منع نہ فرمایا شیخ محقق فرماتے ہیں کلام الشارحین متطابق فی ذلک تمام اصحاب شرح اس بارے میں یک زبان ہیں الحمد للہ ائمہ کرام کے اس اجماع واتفاق نے جان وہابیت پر کیسی قیامت توڑی کہ خاص نماز میں مزارات اولیائے کرام سے استمداد واستعانت کی ٹھہرادی اب تو عجب نہیں کہ حضرات وہابیہ تمام ائمہ دین کو گور پرست کا لقب بخشیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پھر روضۂ مبارک کا دروازہ مقدسہ بند کرنے کی بھی ضرورت اُس حالت میں ہے کہ قبر انور نمازی کے خاص سامنے ہو اور بیچ میں چھڑی وغیرہ کوئی سترہ نہ ہو اور قرب اتنی قریب ہو کہ جب یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے تو حالت قیام میں قبر پر نظر پڑے اور اگر مزار مبارک ایک کنارے کو ہے یا بیچ میں کوئی سترہ ہے اگرچہ آدھ گز اونچی کوئی لکڑی ہی کھڑی کرلی ہو یا مزار مطہر نماز کی جگہ سے اتنی دور ہے کہ نمازی نیچی نظر کیے اپنے سجدہ کی جگہ نظر جمائے تو

مزار شریف تک نگاہ نہ پہنچے تو ان صورتوں میں دروازہ بند کرنے کی بھی حاجت نہیں یونہیں نماز بلاکراہت جائز ہے تاتارخانیہ پھر فتاوٰی علمگیریہ میں ہے ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالوکان فی الصلوۃ ویمر انسان لایکرہ فھھنا ایضا لایکرہ جامع مضمرات شرح قدوری پھر جامع الرموز شرح نقایہ پھر طحطاوی علی مراقی الفلاح وردالمحتار علامہ شامی میں ہے لاتکرہ الصلوۃ الی جھۃ القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لوصلی صلاۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ یہ قلب وہابیت پر کیسا شاق ہوگا کہ مزار مبارک بلاحائل بے پردہ صرف چار پانچ گز کے فاصلہ سے عین نماز میں نمازی کے سامنے ہے اور نماز بلاکراہت جائز کیا یہ فقہائے کرام کو قبر پرست نہ کہیں گے والعیاذ باللہ رب العلمین یہ سب اُس صورت میں ہے کہ وہ دو نیت فاسدہ نہ ہوں یعنی نماز سے تعظیم قبر کا ارادہ یا بجائے کعبہ نماز میں استقبال قبر کا قصد۔ ایسا ہو تو آپ ہی حرام بلکہ معاذ اللہ نیت عبادت قبر ہو تو صریح شرک وکفر مگر اس میں مزار مقدس کی جانب سے حرج نہ آیا بلکہ اس شخص کا فاسد ارادہ یہ فساد لایا اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی ناخدا ترس کعبہ معظمہ کے سامنے اس نیت سے نماز پڑھے کہ وہ کعبہ کی طرف نہیں بلکہ وہ خود کعبہ کو سجدہ کرتا ہے یا نماز تعظیم کعبہ کے لیے پڑھتا ہے ایسی نماز بلاشک حرام اور نیت عبادت کعبہ ہو تو سلب اسلام مگر اس میں کعبہ معظمہ کا کیا قصور ہے یہ تو اس کی نیت کا فتور ہے یونہیں جو مزارات کے حضور ہے اور مزار کریم مستور ہے یا نظر خاشعین سے دُور ہے تو فاسد نیت سے مازور ہے اور تبرک واستمداد کی نیت سے ماجور ہے کہ نماز ونیاز کا اجتماع نورٌ علٰی نور ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ـ از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

(۱) وضو، نماز، غسل، جماعت، لباس، نماز جنازہ، کفن، دفن، نکاح وغیرہ میں کتنے کتنے اور کون کون سے فرض ہیں، مستحب، واجب ہیں جس کے ترک سے نماز فاسد، یا مکروہ تنزیہی یا تحریمی یا کہ بطور دوہرانے کے یا سجدہ سہو کے قابل ہوجاتی ہے یا کیا چیز ترک ہو جس سے امام نے دوبارہ جماعت شروع کی اب اور نئے آدمی شامل نہیں ہوسکتے ہیں اور کس ترک کے سبب سے اب نئے آدمی بھی شامل ہوسکتے ہیں اسی طرح غسل، جماعت، لباس، کفن، دفن، نکاح سب کا حال علیحدہ علیحدہ ترتیب وار تحریر فرمایا جائے (۲) زید تنباکو کھانے پینے کی اکثر باندھ کر نماز پڑھتا ہے نماز ہوگی؟ (۳) زید اکثر رزائی، کمل چادر کی گھوکی ڈال کر نماز پڑھتا ہے ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) اس سوال کا جواب اگر مفصل لکھا جائے تو کم ازکم دو ہزار ورق ہوں گے سائل کو چاہیے علم سیکھے یہ باتیں آجائیں گی۔ فرض کے ترک سے نماز فاسد ہوتی ہے اور واجب کے ترک سے مکروہ تحریمی اور سنت موکدہ کا ترک بہت بُرا ہے اور غیر موکدہ کے ترک سے مکروہ تنزیہی اور مستحب کے ترک سے غیر اولی فرض کے ترک میں پھر پڑھنا فرض ہے کہ پہلی نماز اصلا نہ ہوئی اور اسی صورت میں نئے آدمی شامل ہوسکتے ہیں اور واجب بھول کر چھوٹا تو سجدہ سہو کا حکم ہے اور قصداً چھوڑا یا بھول کر چھوٹا تھا مگر سجدہ سہو نہ کیا تو اعادہ واجب ہے اور سنت کے ترک میں سنت اور مستحب کے ترک میں مستحب اور ان سب صورتوں میں نئے آدمی شامل نہیں ہوسکتے۔ (۲) ہاں نماز ہوجائے گی مگر بدبو آئے تو کراہت ہے (۳) نماز مکروہ ہوگی جب تک ایک پلہ اُس کا دوسرے کندھے پر نہ ڈالا جائے۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ـ از کلکتہ دھرم تلا ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کو ریشمیں کپڑا پہن کر نماز کیسی ہے اور جب امام باوصف معلوم ہوجانے حرمت کے لباس ریشمیں پہن کر امامت کیا کرے تو ساری جماعت کے نماز میں کراہت تحریمی کا وبال امام پر ہوگا یا نہیں ـ

الجواب

فی الواقع ریشمیں کپڑا پہن کر نماز مرد کے لیے مکروہ تحریمی ہے کہ اُسے اُتار کر پھر پڑھنا واجب کما ھو معلوم من الفقہ فی غیر ما موضع شرح مقدمہ غزنویہ پھر فتاوی انقرویہ میں ہے تکرہ الصلوۃ فی ثوب الحریر وعلیہ ایضا لانہ محرم علیہ لبسہ فی غیر الصلوۃ ففیہا اولی فان صلی فیہا صحت صلاتہ لان النھی لایختص بالصلوۃ انتھی قول وقولہ وعلیہ ایضا مبنی علی قولھما من حرمۃ افتراش الحریر والا فھو جائز عند الامام الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ لان المحرم لبسہ لاسائر وجوہ الانتفاع کما فی ردالمحتار وغیرہ نعم تکرہ الصلاۃ علیہ وان جاز افتراشہ لان الصلوۃ لیست موضع الترفہ وھذہ الکراھۃ تنزیھیۃ جبکہ اللہ عزوجل نے مرد کو ریشمیں کپڑا گھر میں پہننا حرام کیا تو خود اس کے دربار میں اُسے پہن کر حاضر ہونا کس درجہ گستاخی و بے ادبی ہوگا جو بات گھر بیٹھ کر تنہائی میں کرتا تو قانون سلطانی میں جرم ہو وہ خود بارگاہ سلطانی میں اُس کے حضور کھڑے ہوکر کرنا کیسی صریح بیباکی اور بادشاہ کا موجب ناراضی ہوگا والعیاذ باللہ تعالی اور پُرظاہر کہ نماز امام کی یہ کراہت نماز مقتدیان کی طرف بھی سرایت کرے گی تو اُن سب کی نمازیں خراب و ناقص ہونے کا یہی شخص باعث ہوا اور معاذ اللہ ارشاد حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی کا مصداق ٹھہرا **ع** بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد، بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد، بعینہ یہی حکم اُن سب چیزوں کا ہے جن کا پہننا ناجائز ہے جیسے ریشمیں کمربند یا مغرق ٹوپی یا وہ کپڑا جس پر ریشم یا چاندی یا سونے کے کام کا کوئی بیل بوٹا چار اُنگل سے زیادہ عرض کا ہو یا ہاتھ خواہ پاؤں میں تانبے سونے چاندی پیتل لوہے کے چھلے یا کان میں بالی یا بُندا یا سونے خواہ تانبے پیتل لوہے کی انگوٹھی اگرچہ ایک تار کی ہو یا ساڑھے چار ماشے چاندی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا کئی انگوٹھیاں اگرچہ سب مل کر ایک ہی ماشہ کی ہوں کہ یہ سب چیزیں مردوں کو حرام وناجائز ہیں اور اُن سے نماز مکروہ تحریمی اور تانبے پیتل لوہے کے زیور تو عورتوں کو بھی حرام ہیں اُنھیں پہن کر اُن کی نماز بھی مکروہ تحریمی ان مسائل کی تفصیل ہمارے فتاوی میں ہے اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے ـ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ـ از بدایوں کچہری منصفی مرسلہ شیخ حامد حسین وکیل ۱۷ جمادی الاخرہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی وضع کے کپڑے پہننا کیسا اور اُن کپڑوں سے نماز ہوتی ہے یا نہیں اور ہوتی ہے تو بکراہت تحریمی یا تنزیہی یا بلاکسی فساد کے ـ بینوا توجروا ـ

الجواب

انگریزی وضع کے کپڑے پہننا حرام سخت حرام اشد حرام اور اُنھیں پہن کر نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ کہ جائز کپڑے پہن کر نہ پھیرے تو گنہگار مستحق عذاب والعیاذ باللہ العزیز الغفار سیدی علامہ اسمعیل نابلسی شرح درر وغرر پھر علامہ عارف باللہ عبدالغنی

نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں ما فعلہ بعض[1] ارباب الحرف بدمشق لما زینت البلدۃ بسبب اخذ بلد من الافرنج من لبسھم زی الافرنج فی رؤسھم وسائر بدنھم وجعلھم اساری فی القیود وعرض ذلک فی البلدۃ علی زعم انہ حسن وھو والعیاذ باللہ کفر علی الصحیح وخطأ عظیم علی القول المرجوع[2] اعاذنا اللہ من الجھل المورد موارد السوء عالمگیری میں تاتارخانیہ سے ہے تکرہ الصلاۃ مع البرنس۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ملک ابر برہما چھاؤنی منگینہ مرسلہ حاجی ہادی یارخاں ۶ رصفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے حامیان دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی ہے اُس کے کپڑا بہت ہے لیکن آستینیں چڑھا کر کہنی سے اوپر نماز پڑھتا ہے کچھ کراہت نماز میں آتی ہے یا نہیں اس کا جواب مع حدیث شریف تحریر فرمائیے۔

الجواب

مکروہ ہے نماز پھیرنے کا حکم ہے درمختار میں ہے کرہ سدل ثوبہ وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل ردالمحتار میں ہے حرر الخیر الرملی ما یفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لااکف شعرا ولا ثوبا رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از میرٹھ مرسلہ مولوی محمد حسین ۲ رصفر ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آستین کہنی تک چڑھی ہوئی نماز پڑھنی مکروہ ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ضرور مکروہ ہے اور سخت وشدید مکروہ ہے صحاح ستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان اسجد علی سبعۃ اعضاء وان لااکف شعرا ولا ثوبا صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان لااکف الشعر والثیاب تمام متون مذہب میں ہے کرہ کف ثوبہ فتح القدیر و بحرالرائق میں ہے یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیہ درمختار میں ہے کرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب کمشمر کم او ذیل ردالمحتار میں ہے حرر الخیر الرملی ما یفید ان الکراھۃ فیہ تحریمیۃ غنیہ میں ہے یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیھا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم او الذیل علامتین محققین جلیلین شارحین منیہ تحقیق فرماتے ہیں کہ اکثر کلائی پر سے آستین چڑھی ہونا ہی کراہت کو کافی ہے اگرچہ کہنی تک نہ ہو غنیہ میں ہے (و) یکرہ ایضا (ان یرفع کمہ) ای یشمرہ (الی المرفقین) وھذا قید اتفاقی فانہ لو شمرہ الی مادون المرفق یکرہ ایضا لانہ کف للثوب وھی منھی عنہ فی الصلاۃ لما مر وھذا اذا شمرہ خارج الصلوۃ وشرع فی الصلوۃ وھو کذلک اما لو شمرہ فی الصلاۃ تفسد لانہ عمل کثیر حلیہ میں ہے ینبغی ان یکرہ تشمیرھما الی ما فوق نصف الساعد لصدق

---

[1] ذکرہ فی النوع الثامن من المبحث الاول من القسم الثانی من الصنف الثانی فی آفات اللسان وھو نوع السخریۃ ۱۲ منہ

[2] ھکذا ھو بالعین فی نسختی الحدیقۃ ۱۲ منہ

کف الثوب علی ھذا تو لازم ہے کہ آستینیں اُتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے تو اعادہ کی جائے کما ھو حکم کل صلاۃ ادیت مع الکراھۃ کما فی الدر وغیرہ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ غرۂ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور اُس نے کسی وجہ سے نماز دست کشا پڑھی تو وہ اُس کی نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا اُس کا اعادہ کرنا چاہیے یا کیا۔

الجواب

نماز ہو جائے گی مگر بکراہت لترک السنۃ اعادہ چاہیے علی وجہ الاستحباب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ محلہ کمبوہان مرسلہ تاج الدین حسین خاں صاحب ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

موسم گرما میں میں ساری بہت نیچی باندھتا ہوں اکثر نماز مولوی صاحبوں کے ہمراہ پڑھی کسی نے اعتراض نہ کیا ایک سید صاحب سے دریافت کیا تو فرمایا جو اونچی دھوتی باندھتے ہیں اُن کو کاچھ کھولنی ضرور ہے کہ ستر پوشی ہو اور تم بہت نیچی باندھتے ہو اس میں ضرور نہیں کہ ستر چھپا رہتا ہے میں نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا اس پر چند آدمیوں نے اعتراض کیا کہ کھول دیا کرو ورنہ نماز میں خلل پڑتا ہے بسبب آں مخدوم کو تکلیف دیتا ہوں حکم شرع بیان فرمائیے اور اگر باندھنا ساری کا داخل پوشاک مشرکین ہو تو میں موقوف کروں کیونکہ میرا اعتقاد آپ کے قول پر ہے بمقابلہ آپ کے میں کسی کے قول کو ترجیح نہیں دیتا ہوں بقول مخدوم مینا صاحب قدس سرہ العزیز ؎
ہمہ شہر پُر زخوباں منم وخیال ماہے ؎ چکنم کہ چشم بدخو نکند بکس نگاہے ؎ زیادہ نیاز

الجواب

مکرمی سلمکم اللہ تعالٰی جواب مسئلہ اُنھیں لفظوں میں ہے جو آپ نے تحریر فرمائے کہ اس عقدے کو حل فرمائیے واقعی ساری پیچھے دکھولنا کراہت نماز کا موجب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں امرت ان لااکف شعرا ولا ثوبا غنیہ شرح منیہ میں ہے یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلاۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود او یدخل فیھا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم او الذیل اور ساری یا دھوتی باندھنا جہاں کے شرفا میں اس کا رواج نہ ہو جیسے ہمارے بلاد وہاں شرفا کے لیے خود بھی کراہت سے خالی نہیں کما حققناہ فی کتاب الحظر من فتاوٰنا اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے حرج پیچھے گھُرسنے میں ہے ورنہ تہبند تو عین سنت ہے اور گٹوں سے اوپر تک ہونا چاہیے اس سے زیادہ نیچی مکروہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم
یہ تو آپ کے سوال کا جواب تھا اور ان سب باتوں سے زیادہ ضروری مسئلہ قیام نماز ہے فرض و وتر و سنت فجر بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت صرف اُس حالت میں ہے کہ کھڑے ہونے پر اصلا قدرت نہ ہو نہ دیوار کی ٹیک نہ کسی آدمی یا لکڑی کے سہارے سے اور عجز بھی ایسا ہو کہ ایک بار اللہ اکبر کہنے کی دیر تک بھی کھڑا نہ ہو سکے اگر اتنی ہی دیر قیام کی طاقت ہو اگرچہ کسی سہارے سے تو فرض ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے پھر طاقت نہ رہے تو بیٹھ جائے آج کل اکثر لوگ اس کا خلاف کرتے ہیں ذرا تکلیف ہوئی اور نماز بیٹھ کر پڑھ لی اور سیدھے کھڑے ہو کر گھر کو راہی ہوئے یوں نماز یں

قطعاً باطل ہوتی ہیں بلکہ جتنی دیر جس قدر اور جس طرح کھڑے ہونے کی قدرت ہو اُتنا قیام ہر رکعت میں فرض ہے یہ مسئلہ خوب یاد رکھنے کا ہے وقد بیناہ فی فتاوٰنا وباللہ التوفیق ثم السلام۔

مسئلہ

۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وقت نماز اپنی جوتیاں سجدہ کے روبرو رکھ کر نماز ادا کرے تو نماز میں کیا شرعاً کراہت آتی ہے اور دہنے یا بائیں طرف رکھنے سے کیا نفع نقصان ہے اگر سجدہ کے برابر رکھ کر کپڑے وغیرہ سے چھپادی جائیں تو علیحدہ ہونے کے مرتبہ میں ہوئی یا نہیں اور کس حدیث سے جوتیوں کو سجدہ کے روبرو رکھنا منع آیا ہے اور ایسے وقت میں نزول رحمت کا بند ہونا کیوں ہے معمولی جوتیاں جو ہر شخص پہنے پھرتے ہیں پہنے ہوئے مسجد میں چلا آئے اور پہنے ہوئے نماز ادا کرے جائز ہے یا نہیں کن بزرگان دین نے ایسا فعل کیا تھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سنن ابی داؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لایکون احد ولیضعھما بین رجلیہ جب تم میں کوئی نماز پڑھے تو جوتی اپنے دہنے طرف نہ رکھے نہ اپنے بائیں طرف رکھے کہ دوسرا جو اس کے بائیں ہاتھ کو ہے اُس کے دہنی طرف ہوں گی ہاں اگر بائیں طرف کو کوئی نہ ہو تو بائیں جانب رکھے ورنہ اپنے پاؤں کے بیچ میں رکھے رواہ الحاکم ایضًا والبیھقی دوسری روایت میں اس ممانعت کے لیے یوں حدیث آئی فلا یؤذ بھما احدا کسی کو ایذا نہ ہو رواہ الثلثۃ المذکورون وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حدیث میں اس ایذا کی یوں تصریح آئی لاتضعھما عن یمینک ولا عن یسارک فتؤذی الملئکۃ والناس دہنے ہاتھ کو رکھے گا تو ملائکہ کو ایذا ہوگی بائیں کو رکھے گا تو جو لوگ بائیں طرف ہیں اُنھیں ایذا ہوگی رواہ الخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علماء نے اس ایذا کی وجہ فرمائی یعنی وفیہ نوع اھانۃ لہ جس کی طرف جوتا رکھا جائے اُس کی ایک طرح کی اہانت ہوتی ہے قالہ الطیبی ونقلہ فی المرقاۃ اعلٰی درجہ کی حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا کان احدکم یصلی فلا یبصق قبل وجہہ فان اللہ تعالٰی قبل وجہہ اذا صلی جب تم میں کوئی نماز میں ہو تو سامنے کو نہ تھوکے کہ نمازی کے سامنے اللہ عزوجل کا فضل وجلال ورحمت وعظمت ہوتے ہیں رواہ مالک فی الموطا عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ومن طریقہ الشیخان فی الصحیحین ائمہ دین اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یجب علی المصلی اکرام قبلتہ بمایکرم بہ من یناجیہ من المخلوقین عند استقبالھم بوجہہ یعنی نمازی پر واجب ہے کہ معظمین کے سامنے کھڑے ہونے میں جس بات میں اُن کی تعظیم جانتا ہے وہی ادب اپنی اپنی جانب قبلہ میں ملحوظ رکھے کہ اللہ عزوجل سب سے زیادہ احق بالتعظیم ہے ذکرہ ابن بطال ونقلہ فی ارشاد الساری ان احادیث میں دہنے بائیں کا حکم صاف مصرح ہے اور سامنے کا حکم اُس حدیث صحیح کہ دلالۃ النص اور اسی ارشاد علماء کے عموم اور نیز اس قاعدہ مسلمہ مرعیہ عقلیہ شرعیہ سے معلوم کہ توہین وتعظیم کا مدار عرف وعادت ناس وبلاد پر ہے وقد حققہ المولی العلامۃ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فی اصول الرشاد اور شک نہیں کہ اب عرف عام تمام بلاد یہی ہے کہ دربار شاہی میں بحضور سلطانی باتیں کرنے کھڑا ہو اور جوتا سامنے رکھے بے ادب گنا جائے گا فقیر نے بچشم خود

دیکھا ہے کہ کعبۂ معظمہ پر پھوار برس رہی تھی میزاب رحمت سے بوندیں ٹپک رہی تھیں مسلمین حاضر تھے اُن بوندوں کو لیتے اور چشم و دل سے ملتے ان میں کوئی ہندی شخص جوتا ہاتھ میں لیے کھڑا تھا ترکی خادم دوڑا اور اُس کی گردن دبا دی تناجی ربك ونعلاك بيدك جوتیاں ہاتھ میں لیے ہوئے اللہ تعالٰی سے مناجات کرتا ہے بلکہ سنن ابن ماجہ میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یوں ہے فاجعلهما بين رجليك ولا تجعلهما عن يمينك ولاعن يمين صاحبك ولا ورائك فتؤذي من خلفك یعنی جوتے اپنے پیچھے بھی نہ رکھ کہ جو پیچھے ہے اُس کے آگے ہوں گے اُسے ایذا ہوگی انجاح الحاجہ میں لکھا ہے اذا وضعها وراءه يكونان قدام من كان في الصف المؤخر وحرمة الله تعالى تنزل عليهم فيكون هذا الفعل اساءة ولہذا ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ استعمالی جوتیاں پہنے ہوئے مسجد میں جانا بے ادبی و مکروہ ہے امام برہان الدین صاحب ہدایہ کتاب التجنیس والمزید پھر علامہ بحر بحرالرائق میں فرماتے ہیں قد قيل دخول المسجد متنعلا من سوء الادب ردالمحتار میں عمدۃ المفتی سے ہے دخول المسجد متنعلا من سوء الادب فتاوی سراجیہ و فتاوی عالمگیریہ میں ہے دخول المسجد متنعلا مکروہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ دو جوڑے رکھتے تھے استعمالی جوتا پہن کر دروازۂ مسجد تک تشریف لاتے پھر دوسرا جوڑا پہن کر مسجد میں جاتے ذکرہ ایضا فی البحر عن التجنیس و اذا الامر دار على العرف فالحكم الحظر الآن مع ثبوته عن سيد المتادبين صلى الله تعالى عليه وسلم وذلك كترك الكلاب تدور في المسجد ووضع السرير وادخال البعير وضرب الخيمة للمرضى وغيرهم فيه ولنا رسالة في الباب سميناها جمال الاجمال لتوقيف حكم الصلاة في النعال واخرى نفيسة حافلة فيما تصان عنه المساجد ہاں اگر بائیں جانب یا پیچھے رکھنے میں چوری کا خوف ہو اور یہاں جوتی پاؤں کے بیچ میں جو فرجہ نماز میں ہوتا ہے یعنی چار اُنگل اس قدر میں آنے کے قابل نہیں ہوتے تو کپڑے سے چھپانا کافی ہے هذا كله ما ظهر لي تفقها وبما قررت ظهران لا ورود لبقية حديث الخطيب المذكور وان سُلّم أن سَلِمَ من الضعف لان الاحكام ههنا بالعرف۔ والله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۔۔ ۴ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحم کرے اللہ آپ لوگوں پر اور برکت دے علم میں کہ فیض پہنچاتے رہیں علم سے اپنے خلائق کو اس قول میں کہ وردی جو کہ سپاہی پولیس کے پہنتے ہیں اور دھوتی جو کہ کفار پہنتے ہیں اُس کو پہن کر نماز مکروہ ہے یا کہ مکروہ تحریمی چکنش چسپیت۔

الجواب

وہ وردی پہن کر نماز مکروہ ہے خصوصًا جبکہ سجدہ بر درجۂ مسنون سے مانع ہو فتاوی امام قاضی خاں میں ہے والخياط اذا استؤجر على خياطة شئ من زي الفساق ويعطى له في ذلك كثير اجر لا يستحب له ان يعمل لانه اعانة على المعصية اور دھوتی باندھنا بھی مکروہ ہے کہ اگر لباس ہنود وغیرہ نہ ہو تو کپڑے کا پیچھے گھرسنا ہی نماز کو مکروہ کرنے کے لیے بس ہے لنھیہ صلى الله تعالى عليه وسلم عن كف ثوب اوشعر ہاں پیچھے نہ گھرسیں تو وہ دھوتی نہیں تہبند ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں بلکہ سنت ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھاتا ہے تو مقتدیوں کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر عینک کا حلقہ یا قیمیں چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اُس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اُتار لے ورنہ یہ خلاف اولیٰ اور کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ـ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے در وہراب میں نماز پڑھنا و پڑھانا جائز ہے یا نہیں اور اکثر آگے در کے چبوترہ یا لکڑی کی مثل چوکی کے بنا کر اُس پر نماز پڑھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم در کے باہر نماز پڑھتے ہیں اور بعض در ایسے ہیں کہ کچھ دروازہ اُن کا عمارت میں نکال دیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ در بیچ کا آگے کو ان دونوں دروں سے نکال دیا گیا ہے تب ان صورتوں میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اصل حکم یہ ہے کہ تنہا ایک شخص کہ نہ امام ہے نہ مقتدی بلکہ اپنی نماز جدا پڑھ رہا ہے اُسے در میں کھڑے ہو کر اپنی نماز پڑھنے میں حرج نہیں ہے اور مقتدی کو در میں کھڑا ہونا ممنوع ہے مگر بضرورت کہ جگہ نہیں ہے یا مثلاً مینہ برس رہا ہے صحیح حدیث میں ہے کنا ننقی ھذا علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور　　ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا یہ حکم منفرد ومقتدی کے لیے تھا رہا امام اُسکے لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ در میں کھڑے ہونا مکروہ ہے تاتارخانیہ ودرالمختار میں امام سے ہے انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین اور اُس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ خلاف عمل امت ہے کما فی المعراج وغیرہ اور دوسرے یہ کہ امام ومقتدی کا درجہ بدل گیا اگر امام ایک درجہ میں تنہا ہے اور مقتدی دوسرے درجہ میں ہے تو یہ مکروہ ہے کما نص علیہ القہستانی فی شرح النقایہ در کا اُس پاس کے دروں سے آگے نکلا ہونا اس سے کراہت کا دفع نہیں ہوسکتا البتہ امام در کے باہر کھڑا ہو اور سجدہ در کے اندر کرے تو وہ کراہت جاتی رہے گی کہ اب امام ومقتدی ایک ہی درجہ میں ہیں لان العبرۃ للقدم کما نصوا علیہ مگر اب غالب مساجد میں ایک اور کراہت پیش آئے گی وہ یہ ہے کہ اگلے درجے کی کرسی صحن سے بلند ہوتی ہے تو کھڑا ہوا نیچے اور سجدہ بلندی پر کیا یہ بلندی اگر دو خشت بکار یعنی ۱۲ اُنگل یعنی پاؤ گز کی قدر ہوئی جب تو نماز ہی نہ ہوگی کما نص علیہ فی الدر المختار اور اگر اس سے کم ہوئی جب بھی کراہت سے خالی نہیں لہٰذا اس کا علاج یہ ہے کہ در کی کرسی اس قدر جس میں امام سجدہ کرسکے زمین کاٹ کر صحن کی برابر کردی جائے اب امام در کے باہر کھڑا ہو اور اُس کٹی ہوئی زمین میں سجدہ کرے سب کراہتیں جاتی رہیں اور وہ جو چوکی رکھ دیتے ہیں یا لکڑی وغیرہ کا چبوترہ بنا دیتے ہیں اس سے اگرچہ دو کراہتیں جاتی رہیں کہ اب نہ امام در میں ہے نہ اُس کا سجدہ پاؤں کی جگہ سے بلند ہے مگر تیسری کراہت اور عارض ہوئی کہ امام کو مقتدیوں سے بلند جگہ بقدر امتیاز کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے کما فی الدر المختار وھو الاصح المختار اور مشابہت یہود ہے اور حدیث میں فرمایا لا تشبھوا بالیھود وقد قالوا انھم یقیمون امامھم علی دکان ممتاز اعمن خلفہ تو چارۂ کار وہی ہے جو اوپر بتایا گیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیجان الصواب
فی قیام الامام فی المحراب
۱۳۲۰ھ

مسئلہ - از جبل پور قریب مسجد کوتوالی مرسلہ مولٰنا مولوی شاہ محمد عبدالسلام صاحب قادری برکاتی ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۲۰ھ

امابعد مایقول سیدنا وسندنا ومولٰنا ومرشدنا والذخر لیومنا وغدنا ووسیلتنا وبرکتنا فی الدنیا والدین اٰیۃ من اٰیات اللہ رب العٰلمین نعمۃ اللہ علی المسلمین اعلم العلماء المتبحرین افضل الفضلاء المتصدرین تاج المحققین سراج المدققین مالک ازمۃ الفتاوی والمفتین ذوالمقامات الفاخرۃ والکمالات الزاھرۃ الباھرۃ صاحب الحجۃ القاھرۃ مجدد المائۃ الحاضرۃ العلامۃ الاجل الابجل حلال عقدۃ مالاینحل بحر العلوم کاشف السر المکتوم صدر الشریعۃ محی السنۃ المحدث الفقیہ العدیم النظیر النحریر لازالت لوامع افکارہ توضیح غوامض المشکلات وانوار اسرارہ المعضلات فی ھذا المرام **سوال اول** امام راتب اگر محراب را گزاشتہ در مسجد یا در صحن بازاے وسط قیام نماید آیا این ترک مقام معین ومقام درغیر محراب مکروہ باشد یا نہ برتقدیر اول انچہ درکتاب مستطاب ردالمحتار در باب الامامۃ مذکورست والظاھر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ لئلا یلزم عدم قیامہ فی الوسط فلو لم یلزم ذلک لایکرہ فما المراد منہ وبرتقدیر ثانی انچہ درہمان کتاب درمکروہات الصلوۃ مسطوراست ومقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولو کان قیامہ وسط الصف لانہ خلاف عمل الامۃ وھو ظاھر فی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد الخ فما المستفاد منہ از عبارت اولی مفہوم می شود کہ ترک محراب سبب کراہت نیست بلکہ لزوم عدم قیام فی الوسط باعث کراہت است پس اگر امام راتب ہم ترک محراب نمودہ درغیر محراب بمحاذات وسط صف قیام نماید در مسجد باشد یا درصحن مسجد با جماعت قلیل کہ ازو عدم محاذات وسط صف لازم نیاید مکروہ نباشد واز عبارت اخری استفادمی شود کہ امام راتب را ترک محراب وقیام درغیر محراب مطلقاً اگرچہ بازائے وسط صف باشد وہرکجا کہ بود اندرون مسجد یا بیرون مسجد درصحن وغیرہ مکروہ باشد لانہ خلاف عمل الامۃ وظاھرھما یدل علی التضارب والتنافی بینھما فکیف التطبیق **سوال دوم** قیام امام درمحراب بطوریکہ مصرح فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالٰی است یعنی قیامہ خارجہ وسجودہ فیہ چہ حکم دارد مباح یا سنت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ درجامع الصغیر می فرمایند عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی لاباس ان یکون مقام الامام فی المسجد وسجودہ فی الطاق ویکرہ ان یقوم فی الطاق اھ ھکذا فی الھدایۃ ودرکتاب الآثار می نویسند واما نحن فلانری باسا ان یقوم بحیال الطاق مالم یدخل فیہ اذا کان مقامہ خارجا منہ وسجودہ فیہ وھو قول ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ فیفھم من ھذہ العبارات

الاذن والرخصۃ فیہ واز اکثر کتب معتمدۂ فقہیہ ہم جواز مطلق مفہوم می شود کہ عبارات متون وشروح معتبرۂ مشہورہ یکرہ قیام الامام فی الطاق لایکرہ سجودہ فی الطاق اذا کان قائما خارج المحراب الخ ملخصا عینی کنز لا سجودہ فیہ وقدماہ خارجہ الخ مختصرا درمختار لایکرہ ان قام الامام فی المسجد وسجد فی الطاق الخ مختصرا قہستانی وغیرہا من العبارات المتقاربۃ لہا مشعر ہمیں معنی خواہند شد ازیں تصریحات معلوم می شود کہ قیام امام در محراب بطور مذکور مباح وجائز ست نہ کہ سنت ومندوب پس از ترک محراب وقیام درغیر آں ہیچ کراہتے لازم نیاید اما علامۂ محقق شامی رحمۃ اللہ علیہ در ردالمحتار از معراج الدرایہ ومبسوط نقل می فرمایند السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ الخ ایضًا السنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الاترٰی ان المحاریب مانصبت الاوسط المساجد وھی عینت لمقام الامام ایضا والاصح ماروی عن ابی حنیفۃ انہ قال اکرہ ان یقوم بین الساریتین اوفی زاویۃ اوفی ناحیۃ المسجد اوالی ساریۃ لانہ خلاف عمل الامۃ قال علیہ الصلوۃ والسلام توسطوا الامام الخ واز تاتارخانیہ می آرند ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الا بضرورۃ ونیز می فرمایند یفہم من قولہ اوالی ساریۃ کراھۃ قیام الامام فی غیر المحراب ویؤیدہ قولہ قبلہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وکذا قولہ فی موضع اٰخر وسنۃ ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الی اٰخر ماھو المنقول والمذکور فیہ کل ذلک یدل علی ان السنۃ للامام ان یقوم فی المحراب ویکرہ ان یقوم فی غیرہ فما صورۃ التطبیق بین ھذہ الاقوال المختلفۃ اوالترجیح لواحد علی وجہ یتبین بہ الصواب والحکم الصحیح آیا امام راتب را قیام در صحن مسجد بجی ذاۃ محراب در صف کماھو المتعاد فی دیارنا بنابر اعتبار فرق مسجد صیفی وشتوی جائز داشتہ شدہ یا بوجہے دیگر فالمسئول من الحضرۃ العلیۃ البہیۃ السنیۃ الرضیۃ المطہرۃ القدسیۃ ان نستفیض بتحقیق المقام وتوضیح المرام بحیث ینکشف بہ المشکل وینحل بہ المعضل فتطمئن بہ الاوہام۔ بینوا توجروا۔ فقیر حقیر مستہام غلام تراب الاقدام اذل خدام الحضور عالی مقام احقر الطلبہ محمد عبدالسلام سنی حنفی قادری جبلپوری عفی عنہ

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد برضمیر منیر ہدی تخمیر مولٰنا الفاضل الکامل العالم العامل التقی النقی الحفی الوفی الصفی الزکی الذکی السُنی السنی الجمیل الجلیل المولوی الشاہ محمد عبدالسلام القادری البرکاتی السنی الحنفی سلمہ اللہ تعالٰی بالعز والاکرام والسلامۃ والسلام وحمایۃ الاسلام وجعلناہ وایاہ دارالسلام آمین آمین یاذالجلال والاکرام مستتر نیست کہ مسئلہ مرسلہ سامی بر چار سوال اشتمال دارد یکے نفی تنافی از دو عبارت علامہ شامی کہ جائے منبائے کراہت درحق امام عدم توسط صف را داشتہ است نہ ترک محراب را تا آنکہ اگر میانہ صف ایستد کراہت نبود اگرچہ ترک محراب گوید دیگر جا نفس ترکش را تا آنکہ اگر در غیر محراب ایستد کراہت باشد گو میانہ صف باشد دوم دفع تدافع از تنصیصات متون وغیرہا کہ قیام بنفس محراب را مکروہ فرمودہ اند بازائے او است دن راچنانکہ سجدہ در محراب افتد بہ لفظ لاباس بہ کہ مفید مجرد اباحت عاری از فضیلت بلکہ در غالب اطلاق مشعر بکراہت است تعبیر نمودہ وتصریحات مبسوط امام خواہرزادہ ومعراج الدرایہ وتاتارخانیہ وغیرہا کہ قیام امام در محراب سنت ست وترکش موجب کراہت واساءت سوم آنکہ امام راتب را ترک محراب باوصف توسط صف در مسجد صیفی خواہ شتوی مکروہ باشد

یا خیر چہارم آنکہ امام را بازائے محراب ایستادن چنانکہ سجدہ درون طاق باشد سنت و وجہ فضیلت ست یا محض مباح دو سوال پیشیں متشابہ و متماثل ست عبارت اول شامی کہ ترک محراب را وجہ ایراث کراہت نداشت بانصوص متون موافق می آید کہ قیام بازائے محراب را لاباس بہ گفتند پیداست کہ ترک مباح کراہتے ندارد و عبارت دومش باقوال مبسوط و مامعہ مشایعت نماید کہ قیام فی المحراب چوں مسنون ست نفس ترکش ہر آئینہ مکروہ و زبون ست و سوال سوم نیز ازہمیں مناشی ناشی آمدہ کہ او نیز از کراہت و عدم کراہت ترک محراب مستحسن می راند و اگر نیکو بنگرند سوال چہارم نیز ازہمیں گریبان سر برزدہ زیراکہ چوں بتصریحات ائمہ مذہب قیام در نفس طاق مکروہ است لاجرم آنجا کہ حکم فضیلت یا سلب کراہت کنند مراد نباشد مگر قیام بازائے او قریبًا پس سوال از دو شق فضیلت و اباحت محضہ راجع شود بتخالف ما فی المتون والمبسوط پس گرہے کہ ایں جا باید کشود ہمیں ست کہ معنی قیام فی المحراب و حکمش درحق امام از کراہت و اباحت و استحباب چیست و ہرچہ منقح شود در کلمات کرام ایں چہ تنافی ست فقیر گوید یغفر اللہ لہ اما دفع تدافع میان حکم سنیت و تعبیر بلاباس بہ بنظر ظاہر خود آسان ست کلمہ لاباس گاہے برائے دفع توہم باس آید گو آنکار خود سنت بلکہ واجب باشد قال اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلاجناح علیہ ان یطوف بھما عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما خالہ اش حضرت ام المؤمنین محبوبہ محبوب رب العلمین عائشہ صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالٰی علی بعلھا الکریم وابیھا وعلیھا وسلم را ازیں آیت پرسید و گفت فواللہ ما علی احد جناح ان لا یطوف بالصفا والمروۃ ام المؤمنین فرمود بئس ما قلت یا ابن اختی ان ھذہ لوکانت کما اولتھا علیہ کانت لاجناح علیہ ان لا یطوف بھما ولکنھا انزلت فی الانصار کانوا قبل ان یسلموا یھلون لمناۃ الطاغیۃ التی کانوا یعبدونھا عند المشلل فکان من اھل یتحرج ان یطوف بالصفا والمروۃ فلما اسلموا سألوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ذٰلک قالوا یا رسول اللہ انا کنا نتحرج ان نطوف بین الصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الایۃ وقد سن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الطواف بینھما فلیس لاحد ان یترک الطواف بینھما نظر کردنی ست ام المؤمنین چساں نفی حرج را بردفع توہم حرج فرو داشتہ و دوہم مردہ ایکرم دلیل ساطع رد کرد کہ اگر چناں بودے لاجناح علیہ ان لا یطوف بودے نہ ان یطوف یعنی منافی وجوب نفی حرج از ترک است نہ از فعل کہ او خود لازم وجوب است زیراکہ واجب را در ترک حرج باشد و ثبوت حرج دراں مستلزم انتفائے آں از فعل است و اثبات لازم منافی ثبوت ملزوم نباشد بلکہ موکد و مقرر آں ست الیعنی شریف را بالطف و اخصر لفظے ادا فرمود ولہذا چوں عروہ ایں حکایت پیش ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام برد ابوبکر گفت ان ھذا العلم و آیت را سببے دیگر از اہل علم آورد کہ لما ذکر اللہ تعالٰی الطواف بالبیت ولم یذکر الصفا والمروۃ فی القراٰن قالوا یا رسول اللہ کنا نطوف بالصفا والمروۃ وان اللہ تعالٰی انزل الطواف بالبیت فلم یذکر الصفا فھل علینا من حرج ان نطوف بالصفا والمروۃ فانزل اللہ تعالٰی ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ الاٰیۃ قال ابوبکر فاسمع ھذہ الاٰیۃ نزلت فی الفریقین الخ رواہ الشیخان ایں دگر نیز ازہماں وادی ست کما لا یخفی در ردالمحتار باب ما یکرہ فی الصلاۃ قبیل احکام المسجد ست قد یقال ان لاباس ھنا لدفع ما یتوھم ان علیہ باسا نیز در اوائل ادراک الفریضہ گوید لیس کلمۃ لاباس ھنا لخلاف الاولی لان ذٰلک غیر مطرد فیھا بل قد تاتی بمعنی یجب ہم در باب العیدین فرمود کلمۃ لاباس قد تستعمل فی المندوب کما فی البحر من الجنائز والجھاد ومنہ ھذا الموضع اینجا نیز از آنروکہ قیام فی الطاق را مکروہ فرمودہ بودند توہم می شود کہ شاید ایں چناں قیام کہ سجدہ در طاق افتد نیز مکروہ باشد دفع ایں التباس را لاباس آوردند **اما نفی تنافی** از دو کلام شامی **فاقول** تحقیق

سامی علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی در ہر دو باب کلام امام امام الکلام وکلمات علمائے کرام از مبسوط ودرایہ وتاتارخانیہ آوردہ مقتضایش والنود کہ قضیۂ ایں سخن کراہت ترک محراب است مر امام را مطلقاً اگرچہ بیادۂ صف ایستد ایں اطلاق را بنظر او دو تخصیص بود یکے مستفاد از حکم منصوص وآں تخصیص امام غیر راتب ست اے در مسجد محلہ زیرا کہ فرق احکام راتب وغیر او ہمانجاست اما مساجد القوارع والجوامع العامۃ وامثالها فلا راتب لها وان کان بلا فضل له علی غیرہ بل الکل فیها سواء ولذا کانت کل جماعۃ فیها جماعۃ اولی وکان الافضل فی کل جماعۃ ان تقام باذان واقامۃ جدیدین کما نص علیه فی الخانیۃ وغیرها وبیناہ فی فتاونا عما تصریح فرمودہ اند کہ بعد امام راتب اعنی بعد جماعت اولٰی در مسجد محلہ امام دیگر را باید کہ از محراب عدول نماید **اقول** ولعل ذلك ابانۃ لشرف الاولی وتنبیها علی ان من تاخر اُخر عن اشرف المقامات وایضا قد تأدی حق المسجد فلا یکرر فی صلاۃ مرتین لحدیث لایصلی بعد صلاۃ مثلها رواہ ابن ابی شیبۃ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنه من قوله وظاهر کلام الامام محمد انه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال المحقق علی الاطلاق فی الفتح ومحمد اعلم بذلك منا اھ وقد حمله علی الجماعۃ الثانیۃ الامامان الجلیلان فخر الاسلام وفخر الدین قاضی خان قال فی البحر فالحاصل ان تکرار الصلاۃ ان کان مع الجماعۃ فی المسجد علی هیأۃ الاولی فمکروہ الخ وفی ردالمحتار عن الغنیۃ عن البزازیۃ عن ابی یوسف اذا لم تکن علی الهیأۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ قال وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الهیأۃ وفیه عن التتارخانیۃ عن الولوالجیۃ وبه ناخذ ایں تخصیص چوں مبنی بر تنصیص بود ہر دو جا او را بیان نمود ودر مکروہات خود سخنے در آں نفرمود بلکہ در آخرش بجلاء فاغتنم هذہ الفائدۃ لب کشود دوم آنکہ از حکمت وعلتش استنباط خواست وتحقیقش علی ما اقول چنانست کہ معہود ومتوارث از زمان برکت توامان حضور سید الانس والجان وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام قیام امام در محراب است فاما ظاہر ایں سنت مقصود لعینہا نیست بلکہ لغیرہا واصل سنت توسط امام در صف است لحکم بالغۃ سیأتیك بیان بعضها ان شاء اللہ تعالٰی ولہذا جائیکہ قیام در محراب با توسط صف بر طرف اقتدا اعنی جمع میان ہر دو نتواں کرد آنجا توسط صف اختیار کنند وقیام محراب را ترک دہند مثلاً چوں مسجد صیفی در جنب شتوی باشد ومردمان بکثرت گرد آمدند کہ ہر دو مسجد بصلاۃ یکے شد آں گاہ امام را حکم ست کہ محراب گزاشتہ بکنار دیوار ایستد تا میانہ صفہا باشد فی ردالمحتار عن معراج الدرایۃ عن مبسوط الامام بکر خواہر زادہ السنۃ ان یقوم فی المحراب لیعتدل الطرفان ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ولو کان المسجد الصیفی بجنب الشتوی وامتلأ المسجد یقوم الامام فی جانب الحائط لیستوی القوم من جانبیه والاصح ما روی عن ابی حنیفۃ الی قوله قال علیه الصلاۃ والسلام توسطوا الامام پس ایں استدلال بحدیث وآں فرع نفیس خاصہ بعد آں مقال کہ السنۃ ان یقوم فی المحراب وتعلیلش بآں کہ لیعتدل الطرفان وتعقیبش بقول او ولو قام فی احد جانبی الصف یکرہ ایں ہمہ دلیل روشن است برآنکہ اصل مقصود توسیط امام ست نہ نفس قیام فی المحراب آرے غالب آنست کہ محراب مقام تعادل طرفین ست چوں صف کامل باشد خود ظاہر ست وآں گاہ بترک محراب ترک سنت مقصودہ بالفعل نقد وقت ست ورنہ در عامۂ مساجد استکمال صف بہ پیس آیندگاں مرجو ومتوقع می باشد یا زیادتش بہیچکہ توسط موجود از ہم باشد پس ترک محراب تعرض بترک سنت ومخالفت عمل امت بود واحکام فقہیہ بر امور غالبہ انسحاب جوید ازیں ہم حکم

بسنیت قیام فی المحراب کردہ اند اما اگر مسجد در جائے خامل بعید از ممر و مورد باشد کہ ہمیں چند کساں درو حاضر اند و آں بقدر زیادت اصلا متوقع نیست آنجا اگر امام راتب در گوشۂ از مسجد میانۂ صف موجود ایستد ظاہر مخالف سنت نباشد زیرا کہ سنت قولیہ وسطوا الامام خود اداشد و سنت فعلیہ متبنی برہمیں حکمت بود و ایں جا از عدم توقع زیادت مذکورہ خود را المعرض مخالفت افگندن لازم نیست و فعل متوارث از زمان اقدس در مسجدے ست کہ از اشہر و اعمر مساجد بود ہمچو مسجدے خامل را بر آں قیاس نتواں کرد و کراہت حکم شرعی ست بے دلیل شرعی رنگ ثبوت نیابد پس ظاہر ایں صورت نادر تر باشد ایں ست مطمح نظر علامۂ شامی و ایں جملہ مطالب را باوجز کلام دریں دو لفظ ادا فرمود والظاہر ان ھذا فی الامام الراتب لجماعۃ کثیرۃ فمعنی قولہ الامام الراتب ای امام الجماعۃ الاولی دون الثانیۃ وھو فی مسجد المحلۃ ظاہر وفی غیرہ کل امام لان جمیع جماعاتہ اولی فالکل فی حکم الراتب فی مسجد المحلۃ ومعنی قولہ لجماعۃ کثیرۃ ای واقعۃ او متوقعۃ وکذا قولہ لئلا یلزم ای حالا اومالا ظنا و احتمالا ھذا ما یعطیہ الفقہ فی تفسیر کلامہ و تبیین مرامہ واللہ تعالٰی اعلم باحکامہ لاکن از انجا کہ برخلاف تخصیص اول ایجا نصے کہ مفید او باشد بدست نبود باستظہار خدشش بودن او تصریح نمود و در آخر امر بتأمل فرمود زیرا کہ می تواند کہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام را در نفس قیام امام راتب فی المحراب حکمتے باشد پس جزم بحکم نتواں نمود کما ھو داب العلماء فی امثالہم ایں را تنافی نتواں گفت کہ تیاے بر منصوص و مفاد از نصوص اقتصار در زیدہ و جائے برائے خود استظہار خصوصے دگر نمودہ نظائر ایں ترک اظہار و اقتصار و استظہار در کلام شراح و محشیں و خود علامہ شامی بوفور یافتہ می شود فانھم اذا لم یجزموا بما استظہر والمرتبات لھم المنبی علیہ وانما یمشون علی المنصوص وینقطعون الیہ ویقفون لدیہ اما تحقیق کلام در تفسیر و احکام محراب و قیام **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الاعتصام حضرت عزہ منزہ از صورت جلت آلاؤہ و توالت نعماؤہ دریں عالم ہر شئ را صورتے دادہ است و ہر صورت را حقیقتے نہادہ شرع مطہر در غالب احکام مطمح نظر حقیقت شئ را داشت و صورت را نیز مہمل نگذاشت اے بسا احکام کہ تنہا بر صورت میرود و گاہے مجموع حقیقت و صورت بہیأت اجتماعیہ ملحوظ می شود و کل ذلک جلی عند فضلکم لا یخفی علی مثلکم پس چنانکہ مسجد را حقیقتے ست و آں بقعۂ مخصوصہ موقوفہ للصلاۃ مفرزۃ فی جمیع الجہات عن حقوق العباد ست کہ ہیچ بنائے عمارت را در سنخ ماہیتش مدخلے نیست فی الخانیہ وفی الہندیۃ عن الذخیرۃ عن الواقعات للامام الصدر الشہید رجل لہ ساحۃ لا بناء فیہا امر قوما ان یصلوا فیہا ابدا وامرہم بالصلاۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدا لومات لا یورث عنہ اھ مختصرا در آیۂ کریمہ انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ وکریمۂ ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المسٰجد وحدیث خیر البقاع المساجد وشر البقاع الاسواق رواہ الطبرانی وابن حبان والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر ومعناہ لمسلم عن ابی ہریرۃ ولاحمد والحاکم عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث لا صلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد رواہ الدارقطنی عن جابر وابی ہریرۃ وفی الباب عن امیر المومنین علی وعن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کلہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و اکثر احادیث و احکام فقہیہ متعلقہ بمساجد نظر اصلی یا کلی ہمیں حقیقت است و او را صورتے ست کہ عبارت از بنائے مخصوص بروجہ مخصوص باشد در آیۂ کریمہ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسٰجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا و کریمہ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وحدیث ابنوا المساجد واتخذوہا جما رواہ البیہقی عن انس وابن ابی شیبۃ عنہ وعن ابن عباس

رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث ما امرت بتشیید المساجد رواہ ابوداود عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومسئلہ نقش ونگار مسجد بآب زر وغیرہا مراد ہمیں صورت ست ہمچناں محراب صورتے دارد وآں طاق معین در جدار قبلہ است وحقیقتش کہ ایں صورت برآں علم باشد موضعے ست از مسجد برائے قیام امام ملحوظ بدو لحاظ یکے آنکہ درعرض مسجد (کہ خط عمود ست برخط مار از مصلے بقبلہ چنانکہ در دیار ما جنوباً شمالاً) واقع در وسط بود لحدیث وسطوا الامام وسدوا الخلل رواہ ابوداود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحکمت درآں تعدیل واعتدال در قرب وبعد رجال وسماع قرأت واطلاع انتقال وسریان فیوض بہ یمین وشمال از امام ست دوم آنکہ درجہت قبلہ تاحد تیسر شرعی وعادی ہرچہ تمامتر اقرب بقبلہ باشد لحدیث کان بین مصلے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین الجدار ممر شاۃ رواہ الائمۃ احمد والشیخان عن سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ وحدیث لایزال قوم یتأخرون حتی یؤخرھم اللہ عزوجل رواہ مسلم وابوداود والنسائی وابن ماجۃ عن ابی سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ لایصلین احدکم وبینہ وبین القبلۃ فجوۃ رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ ودرو سے توسیع برائے مقتدیاں وپس آیندگاں وعدم تضییق بر ذاکراں وگزرندگاں وعدم تعطیل پارۂ از قبلۂ مسجد باہمال آں وتفاؤل حسن بقرب رحمت ونزدیکی رحمان ست جل وعلا فان احدکم اذا قام فی صلاتہ فانہ یناجی ربہ وان ربہ بینہ وبین القبلۃ کما رواہ الشیخان وغیرھما عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیداست وتعیین ایں موضع را بطاق معروف بلکہ بہ ہیچ بنا ہرگز نیاز نیست تا آنکہ اگر مسجد ساختے سادہ باشد ایں موضع بتعیین وتحدید او خود متعین می شود ودر زبان عرب نیز معنی محراب باصورت طاق جفت نیست عرباں ہر مکان رفیع وصدر مجلس واشرف مواضع بیت را محراب نامند لانہ مما یتنافس فیہ ویتنازع علیہ فربما ادی الی حرب وقتال وفی الحدیث اتقوا ھذہ المذابح یعنی المحاریب رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیھقی فی السنن عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المناوی فی التیسیر ای تجنبوا تحری صدور المجالس یعنی التنافس فیہا ومحراب مسجد حسب تصریح ائمہ لغت وتفسیر از ہمیں معنی ماخوذ ست لانہ صدر المقام ومقدمہ واشرف موضع فیہ لکونہ مقام الامام اوسط قطعۃ تلی القبلۃ لاجرم محراب را بمطلق مقام فی المسجد تفسیر کردہ اند در مجمع بحار الانوار ست دخل محرابا لھم ھو الموضع العالی المشرف وصدر المجلس ایضا ومنہ محراب المسجد وھو صدرہ واشرف موضع فیہ ومنہ ح انس کان یکرہ المحاریب ای لم یکن یحب ان یجلس فی صدر المجلس ویترفع علی الناس در قاموس فرمود المحراب الغرفۃ وصدر البیت واکرم مواضعہ ومقام الامام من المسجد والموضع ینفرد بہ الملک فیتباعد عن الناس در مختار رازی منتخب صحاح ست المحراب صدر المجلس ومنہ محراب المسجد در صراح ست محاریب پیشگاہ ہائے مجالس ومنہ محراب المسجد در مصباح المنیر ست المحراب صدر المجلس ویقال ھو اشرف المجالس وھو حیث یجلس الملوک والسادات والعظماء ومنہ محراب المصلی در تاج العروس ست المحراب نقلہ الھروی فی غریبیہ عن الاصمعی وقال الزجاج المحراب ارفع بیت فی الدار وارفع مکان فی المسجد وقال ابوعبیدۃ المحراب اشرف الاماکن قال ابن الانباری سمی محراب المسجد لانفراد الامام

فیہ وبعدہ من القوم وفی لسان العرب المحاریب صدور المجالس ومنہ محراب المسجد ومنہ محاریب غمدان بالیمن والمحراب القبلۃ ومحراب المسجد ایضا صدرہ واشرف موضع فیہ والمحراب اکرم مجالس الملوک عن ابی حنیفۃ وقال ابوعبیدۃ المحراب سید المجالس ومقدمہا واشرفہا قال وکذلک ہو من المساجد اھ ملخصا درمعالم التنزیل فرمود المحراب اشرف المجالس ومقدمہا وکذلک ہو من المسجد درانوار التنزیل ست (المحراب) ای الغرفۃ او المسجد او اشرف مواضعہ ومقدمہا سمی بہ لانہ محل محاربۃ الشیطان کانہا (ای سیدتنا مریم) وضعت فی اشرف موضع من بیت المقدس درشرح ادعنایۃ القاضی ست ذکر للمحراب معانی المشہور منہا الاخیر ولذا اقتصر علیہ اخیرا فی قولہ کانہا الخ درجلالین ست (المحراب) الغرفۃ وھی اشرف المجالس درتفسیر کبیر ست المحراب الموضع العالی الشریف وقیل المحراب اشرف المجالس وارفعہا درکشاف ست قیل غرفۃ وقیل اشرف المجالس ومقدمہا این ست معظم عبارات ائمۂ فن کہ از ہماں نفس موضع نشان می دہند نہ از صورت طاق وچناں از ونشان دہند کہ او خود حادث ست در مساجد قدیمہ تا سال ہشتاد وہشت ہجری نامے ازاں نبود افضل المساجد مسجد الحرام ہنوز ازاں خالیست ودر مسجد اکرم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیز نہ بزمان اقدس بود نہ بعہد خلفائے راشدین نہ بعہد امیر معاویہ وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین بلکہ ولید بن عبدالملک مروانی در زمانہ امارت خود احداث کردہ است وہانا کہ حامل برآں غیر زینت اعلام مقام امام بعلامتے ظاہرہ مبینہ باشد کہ در توسط صف خاصہ بمساجد کبار حاجت بنظر وآواز مودن نیفتد وبشب نیز بے روشنی مدرک شود وبرائے مقتدیاں بسجدۂ امام در طاق فراخی فراغے ہم نماید چوں کار مشتمل مصالح بود رواج گرفت وزاں باز در عامہ بلاد اسلام معہود شد پس اطلاق محراب برآں نام معیّن برائے معیّن ست اعنی تسمیۃ الدال باسم المدلول

سید سمہودی قدس سرہٗ درخلاصۃ الوفا در فصل ہشتم باب چہارم فرماید لیحیی عن عبدالمہیمن بن عباس عن ابیہ مات عثمٰن ولیس فی المسجد شرفات ولا محراب فاول من احدث المحراب والشرفات عمر بن عبدالعزیز ہم در فصل دوم ازاں فرمود لم یکن للمسجد محراب فی عہدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا فی عہد الخلفاء بعدہ حتی اتخذ عمر بن عبدالعزیز فی عمارۃ الولید امام عسقلانی درفتح الباری شرح صحیح بخاری آورد قال الکرمانی من حیث انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم بجنب المنبر ای ولم یکن لمسجدہ محراب امام عینی درعمدۃ القاری شرح بخاری فرمود انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم بجنب المنبر لانہ لم یکن لمسجدہ محراب علامہ شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز در جذب القلوب شریف فرماید در زمان آں سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست نبود ابتدائے آں از وقت عمر بن عبدالعزیز ست در وقتیکہ امیر مدینۂ منورہ بود از جانب ولید بن عبدالملک اموی اھ ہم در آں ست طول مسجد در زمان ولید دویست ذراع بود وعرض آں یکصد وشصت وہفت ذراع ودی در تکلف وتصنع عمارت باقصی الغایۃ کوشید وعلامت محراب کہ الآن در مساجد متعارف ست او ساخت وپیش ازاں نبود اھ مختصراً ازیں تقریر منیر مستنیر شد کہ ہیچ مسجد شتوی خواہ صیفی تا آنکہ بقعہ ساذہ موقوفہ للصلاۃ نیز از محراب حقیقی تہی نتواں بود ہموں ست مقام امام متوارث از زمان امام الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والسلام پس جائیکہ قیام امام فی المحراب را سنت گفتہ اند مراد ہمیں است ونہ قیام در محراب صوری یا بازائے آں کہ او خود در زمان سنت بود وجائیکہ مکروہ گفتند مراد در محراب صوری یا ستادن ست بحیثیکہ پائے اندرون طاقے[1]

[1] بتصریحات ہولاء الاکابر رحمہم اللہ تعالٰی ظہران ما وقع فی الفتح مسألۃ القیام فی الطاق انہ نہی فی المساجد المحاریب من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ ہو غلبۃ تنبہ ۱۲ منہ غفرلہ

اوباشد بدلیل دلیل وآں اشتباہ حال امام ست بر قولے وتشبہ بہ یہود وشبہہ اختلاف مکان برقول اصح ووجہ اطلاق محمد **اقول** وفی تعلیل الاشتباہ نظر واشتباہ فانہ لایحصل غالبا الا اذا زاد طول الصف وھو یحصل بدون القیام فی المحراب بل مع عدم المحراب والبناء اصلا وایضا ان ارید اطلاع الکل بنظر نفسہ فان النظر لہ حد لایتجاوزہ فکما یعجز عند قیام الامام فی المحراب لبعد مایعجز ایضا بدونہ علی بعد اخروان اکتفی بالاطلاع ولو بواسطۃ من معہ فی الصلاۃ فلا معنی للاشتباہ بالقیام فی المحراب ولاشك ان الاخیر ھو المعتبر والا لم یکن لکل من بعد الصف الاول بد من الاشتباہ ولا لمن فی طرفی الاول علی بعد یمنع النظر الا بالالتفات عن القبلۃ در ردالمحتار ست صرح محمد فی الجامع الصغیر بالکراھۃ ولم یفصل فاختلف المشائخ فی سببھا فقیل کونہ یصیر ممتازا عنھم فی المکان لان المحراب فی معنی بیت اخر وذلك صنیع اھل الکتب واقتصر علیہ فی الھدایۃ واختارہ الامام السرخسی وقال انہ الاوجہ وقیل اشتباہ حالہ علی من فی یمینہ ویسارہ فعلی الاول یکرہ مطلقا وعلی الثانی لایکرہ عند عدم الاشتباہ وایدالثانی فی الفتح بان امتیاز الامام فی المکان مطلوب وتقدمہ واجب وغایۃ اتفاق الملتین فی ذلك وارتضاہ فی الحلیۃ وایدہ لکن نازعہ فی البحر بان مقتضی ظاھر الروایۃ الکراھۃ مطلقا وبان امتیاز الامام المطلوب حاصل بتقدمہ بلاوقوف فی مکان اخر ولھذا قال فی الولوالجیۃ وغیرھا اذا لم یضق المسجد بمن خلف الامام لاینبغی لہ ذلك لانہ یشبہ تباین المکانین اھ یعنی وحقیقۃ اختلاف المکان تمنع الجواز فشبھۃ الاختلاف توجب الکراھۃ والمحراب وان کان من المسجد فصورتہ وھیأتہ اقتضت شبھۃ الاختلاف اھ ملخصا قلت ای لان المحراب انما بنی علامۃ لمحل قیام الامام لیکون قیامہ وسط الصف کما ھو السنۃ لا لان یقوم فی داخلہ فھو وان کان من بقاع المسجد لکن اشبہ مکانا اخرفاورث الکراھۃ ولایخفی حسن ھذا الکلام فافھم لکن تقدم ان التشبہ انما یکرہ فی المذموم وفیما قصد بہ التشبہ لامطلقا ولعل ھذا من المذموم تامل اھ کلام الشامی **اقول** ولامحل للترجی بعد ماافادنا قلا عن الولوالجیۃ وغیرھا انہ یشبہ تباین المکانین وحقیقتہ تفسد فشبھتہ تکرہ بل لوعد ھذا دلیلا براسہ لکفی وشفی کما لایخفی پیداست کہ ایں شبہہ وتشبہ واشتباہ ہمہ ہا ہمیں در محراب صوری ست نہ حقیقی اما قیام بمحاذات محراب صوری آنچناں کہ سجدہ در طاق افتد پس فی نفسہ کراہتے دار د لعدم الوجوہ المذکورۃ من الشبھۃ والتشبہ والاشتباہ فیہ نہ فضیلتے لما قدمنا انہ لم یکن فی اصل السنۃ محراب صوری ولا محاذاتہ پس نظر بذات خودش نباشد جز مباح از ینجاست کہ ایں راسنت نگفتہ اند وچوں مکروہ ہم نبود دفع توہم راالاباس آوردند آرے اگر ایں قیام بمحل محراب حقیقی موافق آید کما ھو الغالب لاجرم سنت باشد نہ ازاں رو کہ محاذات محراب صوری ست بل ازاں جہت کہ موافقت محراب حقیقی ست ازیں تحقیق انیق بحمداللہ روشن شد کہ اگر امام در مسجد صیفی بمحراب حقیقی ایستد یقیناً اصابت سنت یافتہ باشد وہیچ کراہتے بروے نبود گو محراب صوری را محاذی ہم مباش چنانکہ صیفی در عرض ازید از شتوی باشد آنگاہ باید کہ از محاذات طاق بجانب زیادت میل کند وبوسط صیفی بایستد تا بمحراب حقیقی قیام کردہ باشد وبدستور در شتوی نیز اگر طاق در حاق وسط نبود امام را طاق گزاشتہ بوسط شتوی عدول باید کہ محراب حقیقی بدست آید در ولایت افغانستان از علماے زمان کہ قیام امام را در مسجد صیفی مکروہ گویند دلیل برآں ازہماں مسئلہ سنیت قیام فی المحراب چوں در سوالیکہ نزد فقیر ازاں ولایت آمدہ بود دانمود ناشی از اشتباہ معنی محراب است عزیزان ادرا محراب صوری گماشتند واز حقیقی غفلت کردہ اند ودانستہ شد کہ قیام در صوری سنت نیست

بلکہ بمعنی حقیقیش خود مکروہ ست وانکہ سنت ست بہ مسجد صیفی نیز نقد وقت ست پس کراہت از کجا امام ابن الہمام در فتح این معنی را رنگ ایضاح داد کہ فرمود لو لم تبن (ای المحاریب) کانت السنۃ ان یتقدم فی محاذاۃ ذلك المکان لانہ یحاذی وسط الصف وھو المطلوب اذ قیامہ فی غیر محاذاتہ مکروہ اھ واگر چناں باشد کہ صیفی مطلقاً از صلاحیت اقامت جماعت بدر رود زیرا کہ آنجا محراب صوری نتواں یافت و مجرد محاذات اگرچہ از دور بسندہ نیست کما علمت وقد اعترفوا بہ والالم یحکموا بکراھۃ قیام الامام فی الصیفی مطلقا وایں برخلاف عمل و نیت جملہ امت ست مسجد را بر دو درجہ سرما و گرما از ہمیں رو بخش میکنند کہ بہر دو موسم اقامت جماعت بہ مسجد نتوانند اگر ایں پارہ از قیام امام معطل ماند لاجرم جماعت را نیز لازم باشد ہم در پارہ شتوی صفہا بستن کہ انفراد امام بدرجۂ خود مکروہ ست پس از صیفی بہرہ نیابند مگر بعض قوم در بعض احیان آنگاہ کہ شتوی ہمہ آمودہ شود وایں یقیناً مخالف نیت وقصد جملہ بانیاں وعمل و توارث عامہ مومنان ست بار در ہندیہ و بزاریہ و خلاصہ و ظہیریہ و خزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ است قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم من یسبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم چرا بلائے نفی جنس مطلقاً سلب مستغرق نمایند چرا نگویند کہ امام مسجد صیفی ومقتدیانش بہرحال در گرد کراہت اند زیرا کہ قیام فی المحراب را ترک گفتند بالجملہ ایں خطائے فاحش ست کہ ولایتیان دریں جزو زمان احداث کردہ اند ازیں باخبر باید بود سخن ماندن ماند از استظہار علامہ شامی عاملہ اللہ بالطف النامی

اقول انچہ بالا گفتہ ایم غایت توجیہ کلام آں فاضل علام بود ہنوز گل نظرے دمیدن دارد ما ثور و موروث چنانکہ دانی ہماں قیام امام در محراب حقیقی ست وآں مقام اشرف موضع وصدر مسجد ست چنانکہ شنیدی پس ترک او بے عذر شرعی عدول از افضل وخلاف متوارث العمل و فرع مبسوط دلالت برآں ندارد کہ اینجا فی نفسہ اصلاً منظور نیست بلکہ غایتش آنست کہ توسط صف سنت عظیمہ مہم تر از آن ست چوں ہر دو دست و گریبان شود اختیار بہ سنت توسط رود پس انچہ بدل می چسپد کلمات ائمہ را بر اطلاق آنہا داشتن　　اگرچہ در کمال خمول باشد غیر امام جماعت ثانیہ فی مسجد المحلہ را محراب حقیقی　　گزاشتن ست ھذا اخر الکلام فی ھذا المقام وقد اتضح بہ کل مرام وانکشف بہ جمیع الاوھام والتأمت کلمات الائمۃ الکرام وما توفیقی الا باللہ الملك العلام والسلام مع الاکرام علی مولٰنا عبد السلام واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ — از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع پھرا مرسلہ مولوی اسمٰعیل صاحب ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین وفضلائے شرع متین اندریں صورت کہ شخصے مصلی ردائے خود را بدیں نوع پوشد کہ اوّلاً وسط ردا را بر پشت نہادہ وہر دو سرش را تحت الابطین بیروں آوردہ باز جانب چپ را بر منکب راست وطرف راست را بر منکب چپ افگند حتی کہ ہر دو سرش نیز بطرف پشت وسریں رسند ایں صورت درحالت صلاۃ شرعاً جائز ست یا نہ۔

الجواب

جائز ست فی الصحیحین عن عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی ثوب واحد مشتملا بہ فی بیت ام سلمۃ واضعا طرفیہ علی عاتقیہ وللبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ

قال سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم یقول من صلی فی ثوب واحد فلیخالف بین طرفیہ شیخ محقق دہلوی قدس سرہٗ در اشعۃ اللمعات می فرماید صورت اشتمال آن ست کہ طرفے راست از جامہ کہ بردوش راست ست گرفتہ بردوش چپ بیند از دوطرف چپ کہ بردوش چپ ست از زیر دست چپ گرفتہ بردوش راست بیندازد و پس ترببند دہر دوطرف را برسینہ و غالباً احتیاج بستن ہر دوطرف برسینہ برتقدیریست کہ گوشہائے جامہ دراز نباشد و بیم واشدن بود واگر دراز بسیار باشد احتیاج بستن نباشد چنانکہ از لباس فقرائے یمن ظاہر میگردد لہٰذا در عبارت بعض شارحان این قید واقع نشدہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ رجمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چبوترہ جو صحن میں ملاصق بیچ کے در میں بلندی ہوتی ہے اُس پر نماز جماعت میں امام کا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس کو اگر دُور کر دیا جائے تو نماز جائز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

یہ صورت مکروہ ہے لمشابھۃ الیھود فانھم یجعلون لامامھم دکانا والاصح ان لاتقدیر بل کل مایقع بہ الامتیاز یکرہ کما فی الدر اور اگر اُسے دُور کر دیں تو امام اگر در میں کھڑا ہو تو یہ بھی مکروہ ہے لقول امامنا رضی اللہ تعالٰی عنہ انی اکرہ للامام ان یقوم بین الساریتین کما فی المعراج اور اگر صحن میں کھڑا ہو کر کرسی کی بلندی پر سجدہ کرے تو یہ سخت تر مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ بلندی بالشت بھر ہو تو نماز ہی نہ ہوگی کما فی الدر المختار وغیرہ تو جب صحن میں صفوں کے لیے زیادہ وسعت چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ در کی کرسی بقدر سجدہ کھود کر طاق کے شکل بنائیں اور اتنا ٹکڑا صحن سے ہموار کر دیں امام صحن میں کھڑا ہو کر اُس طاق نما میں سجدہ کرے اب کوئی کراہت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ رجمادی الاخرہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پہلی رکعت میں قل یا پڑھے دوسری رکعت میں انا اعطینا پڑھے ترتیب واجب ہیں فرق آیا اُلٹا قرآن پڑھنے سے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ترتیب اُلٹنے سے نماز کا اعادہ واجب ہو نہ سجدۂ سہو آئے ہاں یہ فعل ناجائز ہے اگر قصداً کرے گنہگار ہوگا ورنہ نہیں اور اگر بعد کی سورت پڑھنا چاہتا تھا زبان سے اوپر کی سورت کا کوئی حرف نکل گیا تو اب اُسی کو پڑھے اگرچہ خلاف ترتیب ہوگا کہ یہ اس نے قصداً نہ کیا اور اُس کا حرف نکل جانے سے اُس کا حق ہوگیا کہ اب اُسے چھوڑنا قصداً چھوڑنا ہوگا ترتیب السور فی القراءۃ من واجبات التلاوۃ وانما جوز للصغار تسھیلا لضرورۃ التعلیم ط التعکیس والفصل بقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سھوا فلا شرح المنیۃ واذا انتفت الکراھۃ فاعراضہ عن التی شرع فیھا لاینبغی وفی الخلاصۃ افتتح سورۃ وقصدہ سورۃ اخری فلما قرأ اٰیۃ او اٰیتین اراد ان یترک تلک السورۃ ویفتتح التی ارادھا یکرہ الخ وفی الفتح ولوکان ای المقرؤ حرفا واحدا الخ ردالمحتار ثم قالوا یجب الترتیب فی سور القراٰن فلو قرأ منکوسا اثم لکن لایلزمہ سجود السھو لان ذلک من واجبات القراءۃ لامن واجبات الصلوۃ کما فی البحر

باب السهو الخ شامی **اقول** وبه يظهر ما فی افتاء الشيخ الملا نظام الدين والد ملك العلما بحر العلوم رحمهما الله تعالىٰ بايجاب السجود فيه بناءً علی وجوبه فانه خلاف المنقول المنصوص عليه فی كتب المذهب وقد كان يتوقف فيه المولیٰ بحر العلوم قدس سره والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

اگر کسی شخص نے صبح کی نماز کے وقت جلدی میں غلطی سے یا اندھیرے میں اُلٹی دُلائی اوڑھ کر نماز پڑھی تو وہ نماز مکروہ تحریمی یا واجب الاعادہ ہوگی یا فاسد وغیرہ ۔ بینوا توجروا

الجواب

واجب الاعادہ اور مکروہ تحریمی ایک چیز ہے کپڑا اُلٹا پہننا اوڑھنا خلاف معتاد میں داخل ہے اور خلاف معتاد جس طرح کپڑا پہن یا اوڑھ کر بازار میں یا اکابر کے پاس نہ جاسکے ضرور مکروہ ہے کہ دربار عزت احق بادب وتعظیم ہے واصلہ کراهة الصلوٰة فی ثياب مهنة قال فی الدر وكره صلاته فی ثياب مهنة قال الشامی وفسرها فی شرح الوقاية بما يلبسه فی بيته ولا يذهب به الی الاكابر اور ظاہر کراہت تنزیہی فان كراهة التحريم لا بد لها من نهی غير مصروف عن الظاهر كما قال ش فی ثياب المهنة والظاهر ان الكراهة تنزيهية اور اسے سدل میں کہ مکروہ تحریمی اور اُس سے نہی وارد داخل نہیں کہ وہ بر لبس خلاف معتاد نہیں بلکہ کپڑا اوپر سے اس طرح سے ڈال لینا کہ دونوں جانبین لٹکتی رہیں مثلاً چادر سر یا کندھوں پر ڈال لی اور دوبالا نہ مارا یا انگرکھا کندھے پر ڈال لیا اور آستین میں ہاتھ نہ ڈالا کما فی الدر وغیرہ اور اگر آستینوں میں ہاتھ ڈالے اور بند نہ باندھے تو یہ بھی سدل نہ رہا اگرچہ خلاف معتاد ضرور ہے ہاں امام ابوجعفر ہندوانی نے اس صورت کو مشابہ سدل ٹھہرا کر فرمایا کہ برا کیا امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ایک قید اور بڑھائی کہ اگر نیچے کرتا نہ ہو ورنہ حرج نہیں اور اقرب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں حرج ہے قال فی رد المحتار قال فی الخزائن بل ذكر ابو جعفر انه لو ادخل يديه فی كميه ولم يشد وسطه او لم يزر ازراره فهو مسيئ لانه يشبه السدل اھ قلت لكن قال فی الحلية فيه نظر ظاهر بعد ان يكون تحته قميص او نحوه مما يستر البدن اھ **اقول** وفيه نظر ظاهر فان انكشاف شئ من صدر الرجل وبطنه لا اساءة فيه اذا كان عاتقاه مستورين وانما نهی النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم عما اذا صلی فی ثوب واحد وليس علی عاتقه منه شئ ولا شك ان ارسال اطراف مثل الشاية من دون ان يزر ازرارها انما يشبه السدل بنفس هيأته ولا مدخل فيه لوجود القميص تحته وعدمه كما ان السدل سدل وان كان فوق القميص ورأيتنی كتبت علی هامشه ما نصه **اقول** النظران كان فی كراهة التحريم اما التنزيهی فلا شك فی ثبوته ۔ ہاں اگر قصداً ایسا کیا یوں کہ نماز کو محل بے پرواہی جانا اور اُس کا ادب اجلال ہلکا مانا تو کراہت وحرمت درکنار معاذ اللہ اسلام ہی نہ رہے گا کما قالوا فی الصلاة حاسر الراس اذا كان للاستهانة والعياذ بالله والله تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی نے گلوبند سر میں لپیٹ کر نماز پڑھائی بغیر ٹوپی کے تو یہ نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوئی یا نہیں ۔

الجواب

مخالف سنت ہوا حدیث میں ہے الفرق بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس وقرر الشیخ قدس سرہ فی اللمعات ان تعمیم مشرکی العرب ثابت معلوم فالمعنی انا نجعل العمائم علی القلانس وھم یتعممون بدونھا پھر اگر گول بند چھوٹا ہوکر ایک دو پیچ سے زائد نہ کرسکے تو سنت عمامہ کا بھی ترک ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از رامپور مرسلہ جناب مولنا مولوی شاہ سلامت اللہ صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ (مع رسالہ انھم الجواب فی مسئلۃ المحراب)

خلاصۂ سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید امام مسجد کہتا ہے کہ محراب ہی کے پاس نماز پڑھنا مسنون ہے باہر مسجد کے مکروہ ہے باوجودیکہ اندر مسجد کے عشا کے وقت سخت گرمی اور لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے زید اندر ہی محراب کے پاس پڑھتا ہے اکثر ضعفا کو اس تکلیف وگرمی سے قے بھی ہوجاتی ہے اور بیہوشی ہوئی خوف ہلاکت ہوتا ہے لیکن زید نہیں مانتا۔ بینوا توجروا

الجواب

تحریر فقیر برجواب مولوی معز اللہ خاں صاحب وتائید مولنا شاہ سلامت اللہ صاحب

جزی اللہ المجیب خیرا و یثیب وایدا الفاضل المؤید بنصرہ القریب فی الواقع زید کا قول محض باطل وجہالت اور اُس پر ایسا اصرار اور اُس کے سبب نمازیوں بلکہ خود نماز وجماعت نماز کو اس درجہ اضرار صریح ضلالت ہے فقیر نے اپنے فتاوی میں اس مسئلہ کی تنقیح تام اور محراب کی حقیقی وصوری اقسام اور حدیثاً وفقہاً اُن کے احکام اور تحقیق مرام وازالۂ اوہام بفضلہ تعالٰی بروجہ کافی وشافی ذکر کی یہاں اسی قدر کافی کہ ہندیہ وبزازیہ وخلاصہ وظہیریہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج فامھم وقام امام من اھل الداخل فامھم من یسبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم امام ابن امیر الحاج حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں المسجد الخارج صحن المسجد دیکھو کیسی تصریح ہے کہ صحن مسجد میں نماز پڑھنی جماعت کرنی امامت کرنی اصلا کسی طرح مکروہ نہیں لان السابق بالشروع فی الصورۃ المذکورۃ انکان امام الخارج وھو الذی ھو ومقتدوہ کلھم فی الصحن کان ھو المحکوم لہ بقول الائمۃ ھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم ولا ھذہ لنفی الجنس فتفید نفی کل کراھۃ عنھم وھو المقصود واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از مارہرہ مطہرہ کمبوہ محلہ مرسلہ چودھری محمد طیب صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

جوتیوں سمیت نماز پڑھنا ہم سے آدم بن ابی ایاس نے بیان کیا کہا ہم سے شعبہ نے کہا ہم کو ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی نے خبر دی کہا میں نے انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا آنحضرت صلی اللہ وتعالٰی علیہ وسلم جوتیاں پہنے پہنے نماز پڑھتے تھے اُنھوں نے کہا ہاں حد ثنا اٰدم ابن ابی ایاس قال انا ابو مسلمۃ سعید ابن یزید الازدی قال سألت انس بن مالک اکان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ قال نعم (حاشیہ) ابن بطال نے کہا جب جوتے پاک ہوں تو اُن میں نماز پڑھنا جائز ہے میں کہتا ہوں مستحب ہے کیونکہ ابوداود اور حاکم کی

حدیث میں ہے کہ یہودیوں کا خلاف کرو وہ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نماز میں جوتے اُتارنا مکروہ جانتے تھے اور ابو عمرو شیبانی کوئی نماز میں جوتا اُتارے تو اُس کو مارتے تھے اور ابراہیم سے جو امام ابوحنیفہ کے استاذ ہیں ایسا ہی منقول ہے شوکانی نے کہا صحیح اور قوی مذہب یہی ہے کہ جوتیاں پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے اور جوتوں میں اگر نجاست ہو تو وہ زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہوجاتے ہیں خواہ کسی قسم کی نجاست ہو تر یا خشک جرم والا یا بے جرم۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب **اقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق سخت اور تنگ پنجے کا جوتا جو سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے اور اُس پر اعتماد کرنے زور دینے سے مانع ہو ایسا جوتا پہن کر نماز پڑھنی صرف کراہت و اسارت درکنار مذہب مشہور ومفتی بہ کی رو سے راساً مفسد نماز ہے کہ جب پاؤں کی انگلی پر اعتماد نہ ہوا سجدہ نہ ہوا اور جب سجدہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی امام ابوبکر جصاص وامام کرخی وامام قدوری وامام برہان الدین صاحب ہدایہ وغیرہم اجلہ ائمہ نے اس کی تصریح فرمائی محیط وخلاصہ و بزازیہ وکافی وفتح القدیر وسراج وکفایہ و مجتبٰی وشرح المجمع للمصنف ومنیہ وغنیہ شرح منیہ وفیض المولی الکریم وجوہرہ نیرہ ونورالایضاح ومراقی الفلاح و درمنتقی و درمختار وعلمگیریہ وفتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری وحواشی علامہ نوح آفندی وغیرہا کتب معتمدہ میں اسی پر جزم فرمایا زاہدی نے کہا یہی ظاہر الروایہ ہے علامہ ابراہیم کرکی نے فرمایا اسی پر فتوی ہے جامع الرموز میں قنیہ سے نقل کیا یہی صحیح ہے ردالمحتار میں لکھا کتب مذہب میں یہی مشہور ہے درمختار میں ہے فیہ (ای فی شرح الملتقی) یفترض وضع اصابع القدم ولو واحدۃ نحو القبلۃ والا لم تجز والناس عنہ غافلون وشرط طھارۃ المکان وان یجد حجم الارض والناس عنہ غافلون اھ ملخصا اُسی میں ہے منھا (ای من الفرائض) السجود بجبھتہ وقدمیہ ووضع اصبع واحدۃ منھما شرط منیہ میں ہے لو سجد ولم یضع قدمیہ علی الارض لایجوز ولو وضع احدھما جاز غنیہ میں ہے المراد من وضع القدم وضع اصابعھا قال الزاھدی ووضع رؤس القدمین حالۃ السجود فرض وفی مختصر الکرخی سجد ورفع اصابع رجلیہ عن الارض لاتجوز وکذا فی الخلاصۃ والبزازی وضع القدم بوضع اصابعہ وان وضع ظھر القدم بلا اصابع ان وضع مع ذلک احدی قدمیہ صح والا فلا وفھم من ھذا ان المراد بوضع الاصابع توجیھھا نحو القبلۃ لیکون الاعتماد علیھا والا فھو وضع ظھر القدم وقد جعلہ غیر معتبر وھذا مما یجب التنبیہ لہ فان اکثر الناس عنہ غافلون بحرالرائق وشرنبلالیہ میں ہے السجود فی الشریعۃ وضع بعض الوجہ مما لاسخریۃ فیہ وخرج بقولنا لاسخریۃ فیہ ما اذا رفع قدمیہ فی السجود فانہ لایصح لان السجود مع رفعھما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والاجلال ویکفیہ وضع اصبع واحدۃ فلو لم یضع الاصابع اصلا ووضع ظھر القدم فانہ لایجوز لان وضع القدم بوضع الاصبع اھ ملتقطا جوہرہ نیرہ میں ہے من شرط جواز السجود ان لایرفع قدمیہ فان رفعھما فی حال سجودہ لاتجزیہ السجدۃ وان رفع احدٰھما قال فی المرغینانی یجزیہ مع الکراھۃ ولو صلی علی الدکان وادلی رجلیہ عن الدکان عند السجود لایجوز وکذا علی السریر اذا ادلی رجلیہ عنھا لایجوز فتح القدیر میں ہے اما افتراض وضع القدم فلان السجود مع رفعھما بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم والاجلال ویکفیہ وضع اصبع واحدۃ وفی الوجیز وضع القدمین فرض فان رفع احدٰھما دون الاخری

جاز ویکرہ شرح نقایہ قہستانی میں ہے الصحیح ان رفع القدمین مفسد کما فی القنیۃ فتح اللہ المعین میں ہے وضع اصبع واحدۃ من القدمین شرط اُسی میں ہے یفترض وضع واحدۃ من اصابع القدم اُسی میں زیر قول کنز وجہ اصابع رجلیہ نحو القبلۃ فرمایا خص اصابع الرجلین بالذکر مع ان اصابع الیدین کذلک حتی یکرہ تحویلہا عن القبلۃ انما خصہا لافتراض وضعہا موجہۃ کما ذکرہ نوح افندی ونصہ قال الزاھدی ووضع رؤس القدمین حالۃ السجود فرض وفی مختصر الکرخی سجد و رفع اصابع رجلیہ عن الارض لایجوز قال وفہم من ھذا ان المراد بوضع الاصابع توجیھہا نحو القبلۃ لیکون الاعتماد علیہا والا فہو وضع ظہر القدم وھو غیر معتبر الخ وکذا الحلبی عن المنیۃ الخ نور الایضاح ومراقی الفلاح میں ہے من شرط صحۃ السجود وضع شیئ من اصابع الرجلین موجہا بباطنہ نحو القبلۃ ولایکفی لصحۃ السجود وضع ظاہر القدم ردالمحتار میں ہے وکذا قال فی الھدایۃ واما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انہ فرض فی السجود اھ فاذا سجد ورفع اصابع رجلیہ لایجوز کذا ذکرہ الکرخی والجصاص ولو وضع احدھما جاز قال قاضی خان ویکرہ قال فی المجتبٰی ظاہر ما فی مختصر الکرخی والمحیط والقدوری انہ اذا رفع احدھما دون الاخری لایجوز وقد رأیت فی بعض النسخ فیہ روایتان اھ ومشی علی روایۃ الجواز برفع احدھما فی الفیض والخلاصۃ وغیرھما وذھب شیخ الاسلام الی ان وضعہما سنۃ واختار فی العنایۃ ھذہ الروایۃ وقال انہا الحق واقرہ فی الدرر ووجہہ ان السجود لایتوقف تحققہ علی وضع القدمین فیکون افتراض وضعہما زیادۃ علی الکتاب بخبر الواحد لکن ردہ فی شرح المنیۃ وقال ان قولہ ھو الحق بعید عن الحق وبضدہ احق اذ الروایۃ تساعدہ والدرایۃ تنفیہ لان ما لا یتوصل الی الفرض الا بہ فہو فرض وحیث تظافرت الروایات عن ائمتنا بان وضع الیدین والرکبتین سنۃ ولم ترد روایۃ بانہ فرض تعین وضع القدمین او احدھما للفرضیۃ ضرورۃ التوصل الی وضع الجبہۃ وھذا لو لم ترد بہ عنہم روایۃ کیف والروایات فیہ متوافرۃ اھ ویؤیدہ ما فی شرح المجمع لمصنفہ حیث استدل علی ان وضع الیدین والرکبتین سنۃ بان ماھیۃ السجدۃ حاصلۃ بوضع الوجہ والقدمین علی الارض الخ وکذا ما فی الکفایۃ عن الزاھدی من ان ظاہر الروایۃ ما ذکر فی مختصر الکرخی وبہ جزم فی الفیض وبہ یفتی ھذا وقال فی الحلیۃ والاوجہ علی منوال ما سبق ھو الوجوب لما سبق من الحدیث اھ ای علی منوال ما حققہ شیخہ من الاستدلال علی وجوب وضع الیدین والرکبتین وتقدم انہ اعدل الاقوال فکذا ھنا واختارہ فی البحر والشرنبلالیۃ قلت ویمکن حمل الروایتین السابقتین علیہ بحمل عدم الجواز علی عدم الحل لاعدم الصحۃ ونفی شیخ الاسلام فرضیۃ وضعہما لاینافی الوجوب ونص القدوری بالفرضیۃ یمکن تاویلہ فان الفرض قد یطلق علی الواجب تامل وما مر عن شرح المنیۃ للبحث فیہ مجال لان وضع الجبہۃ لایتوقف علی وضع القدمین بل توقفہ علی الرکبتین والیدین ابلغ فدعوی فرضیۃ وضع القدمین دون غیرھما ترجیح بلا مرجح والروایات المتظافرۃ انما ھی فی عدم الجواز کما یظہر من کلامہم لا فی الفرضیۃ وعدم الجواز صادق بالوجوب کما ذکرنا والحاصل ان المشہور فی کتب المذھب اعتماد الفرضیۃ والارجح من حیث الادلۃ القواعد الوجوب واللہ تعالٰی اعلم۔ **قولہ** ولو واحدۃ صرح بہ فی الفیض **قولہ** نحو القبلۃ اقول وفیہ نظر فقد قال فی الفیض ولو وضع ظہر القدم دون الاصابع بان کان المکان ضیقا او وضع احدھما دون الاخری لضیقہ جاز کما لو قام علی قدم واحد وان لہ

یکن المکان ضیقا یکرہ اھ فھذا صریح فی اعتبار وضع ظاھر القدم وانما الکلام فی الکراھۃ بلا عذر لکن رأیت فی الخلاصۃ ان وضع احدھما بدون الشرطیۃ یداں او العاطفۃ اھ لکن ھذا لیس صریحا فی اشتراط توجیہ الاصابع بل المصرح بہ ان توجیھا نحو القبلۃ سنۃ فیکرہ ترکھا کما فی البرجندی والقھستانی یہ علامہ شامی کا کلام ہے کہ قدرے اختصار کے ساتھ منقول ہوا وانا **اقول** وباللہ العون حمل عدم الجواز علی عدم الحل فی الصلاۃ بعید ولھذا اعترفتم ان المشھور فی کتب المذھب اعتماد الفرضیۃ مع قولکم ان تظافر الروایات انما ھو فی عدم الجواز فلولا ان مرادہ الشائع الذائع ھو الافتراض فمن این یکون اعتماد الفرضیۃ مشھورا فی کتب المذھب ثم المحمل ممنوع حیث یقال لم یجز والضمیر لرفع القدمین مثلا اما اذا قیل لم تجز والضمیر للصلاۃ تعین مفیدا لعدم الصحۃ وثبوت الفرضیۃ بالمعنی المقابل للوجوب وھو کذلک فی غیر ما کتاب منھا مختصر الکرخی کما تقدم ھذا وجہ والثانی مثلہ اضافۃ عدم الجواز للسجود کما مضی عن الجوھرۃ والثالث اظھر منہ التعبیر بعدم الاجزاء کما سلف عنھا ایضا فھو مفسر لا یقبل التاویل والرابع کذا الحکم بالفساد کما سمعت عن جامع الرموز عن القنیۃ والخامس مقابلتھم عدم الجواز ھذا بحکم الجواز علی ما اذا رفع احدی القدمین کما فی الفتح والوجیز والجوھرۃ وغیرھا نص ایضا فی ارادۃ الجواز بمعنی الصحۃ الا تری انھم حکموا علیہ بالکراھۃ والمراد کراھۃ التحریم کما ھو المحمل عند الاطلاق وکما ھو قضیۃ الدلیل فالجواز بمعنی الحل منتف فیہ ایضا والسادس قد عبر فی عدۃ کتب کالخلاصۃ والبزازیۃ والغنیۃ والبحر الرائق ونور الایضاح ومراقی الفلاح وغیرھا کما سبق بعدم الصحۃ وھو صریح فی المراد والسابع مثلہ الحکم بالشرطیۃ کما فی الدر والجوھرۃ وابی السعود ونور الایضاح ومراقی الفلاح والثامن صرح فی شرح المجمع والکافی والفتح والبحر وغیرھا کما مر بدخول ذلک فی حقیقۃ السجود شرعا وکل قاض بالافتراض بالمعنی الخاص غیر قابل للتاویل الذی ابدیتموہ فکیف یمکن ارجاع جمیع تلک النصوص الی ما قد بدہ بالاباء الواضح فانی یتأتی التوفیق ومن این یسوغ ترک نصوص المذھب بحث ابداہ العلامۃ ابن امیر الحاج وان تبعہ البحر والشرنبلالی علی مناقضۃ منھما لانفسھما رحمھم اللہ تعالٰی والبحر صرح ھھنا وقبلہ بان السجود مع رفع القدمین تلاعب والشرنبلالی قد جزم فی متنہ وشرحہ بافتراض وضع بعض الاصابع والمحقق علی الاطلاق اعلم وافقہ من تلمیذہ ابن امیر الحاج وقد جزم بما جزم وقد سمعت کل ذلک ثم النظر فی دلیل العلامۃ ابراھیم الحلبی مدفوع بما قدمنا عن الفتح والبحر والشرنبلالی ان السجود مع رفع القدمین بالتلاعب اشبہ منہ بالتعظیم ولا نسلم ان کذلک الیدان والرکبتان وکون توقف وضع الوجہ علی وضع ھاتین ابلغ من توقفہ علی وضع القدمین مع ظھور ضعفہ فی الیدین فلا حاجۃ فی وضعہ الی وضعھما اصلا وکذا فی الرکبتین فان الواقع ھھنا التساوی لا الابلغیۃ نحن لا نبنی الکلام علی توقف وضع الوجہ بل علی توقف وضع الوجہ بل علی توقف السجود المطلوب الشرعی علیہ وھو الذی یکون علی جھۃ التعظیم والاجلال ولا تعظیم اذا وضع الوجہ ورفع القدمین کما افاد المحقق علی الاطلاق فمن ھذا کان وضع القدم مما لا یتوصل الی الفرض الا بہ فکان فرضا لا جرم لم یتفرد العلامۃ الحلبی بھذا التعلیل بل سبقہ الیہ امام جلیل وھو الامام ابو البرکات النسفی قال فی شرح وافیہ الکافی وضع القدمین فرض

فی السجود لانہ لایمکن تحقیق السجود الابوضع القدمین اھ فلم یقل لایمکن وضع الوجہ بل تحقیق السجود اما قول الغنیۃ نحو القبلۃ وقد تبعہ علیہ العلامۃ الشرنبلالی فی مراقی الفلاح والمدقق العلائی والعلامۃ نوح افندی والعلامۃ ابو السعود الازھری وقد تلونا علیك نصوصھم جمیعا **فاقول** حملہ علی ما فھستم بعید من مرامھم کل البعد وکیف یرومونہ وھم مصرحون بانفسھم ان توجیہ الاصابع سنۃ یکرہ ترکہ فلم یحتج علیھم بالبرجندی والقھستانی لم لا یحتج علیھم بھم قال الحلبی قبیل فصل النوافل یعنی کل شیئ لم یذکر انہ فرض او واجب وقد ذکر فی صفۃ مماسوی ماعیناھنا انہ سنۃ فھو ادب لکن ھذا التعمیم فیہ نظر فان من جملۃ ذلك وضع الیدین والرکبتین فی السجود وھو سنۃ وکذا ابداء الضبعین ومجافاۃ البطن عن الفخذین وتوجیہ الاصابع نحو القبلۃ فیہ فان کل ذلك سنۃ لما تقدم من ادلتہ ھناك وقال الشرنبلالی متنا وشرحا یکرہ تحویل اصابع یدیہ اورجلیہ عن القبلۃ فی السجود وغیرہ لما فیہ من ازالتھا عن الوضع المسنون وقال العلائی یستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ ویکرہ ان لم یفعل ذلك بل انما ارادوا رحمھم اللہ تعالی علی ما الھمنی الملك المنعام عزجلالہ ان یقولوا یفترض وضع بطن الاصبع ولایکفی وضع ظھرھا ولا رأسھا الکائن عند ظفرھا لان علی الاول یکون وضع ظھر القدم وقد اسقطوہ عن الاعتبار وعلی الثانی یکون وضعا مجردا عن الاعتماد والمقصود الاعتماد وقد بین ھذا بقولہ لیکون الاعتماد علیھا والا فھو وضع ظھر القدم وقد جعلہ غیر معتبر وانما عبر عنہ بالتوجیہ نحو القبلۃ لان المصلی ان اراد فی سجودہ الاعتماد علی بطن اصبع قدمہ لم یمکنہ ذلك الا بتوجیھا نحو القبلۃ اعنی بالمعنی المفترض فی الاستقبال ممتدا بین الجنوب والشمال لابالمعنی المسنون النافی للانحراف وکذلك ان اراد توجیھا للقبلۃ بالمعنی العام لم یتأت لہ الا باصابۃ بطنھا الارض وھذا ظاھر جدا فبینھما تلازم فی الصلاۃ وان کان یمکن خارجھا لمن سجد غلطا او عمدا لغیر القبلۃ ان یعتمد علی بطنھا وھی علی خلاف جھۃ القبلۃ فکان ھذا من باب اطلاق اللازم وارادۃ الملزوم اما السنۃ فجعلھا علی مسامتۃ القبلۃ من دون انحراف وھذا الذی لیس فی ترکہ الا الکراھۃ والاساءۃ ھکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام والحمد للہ الملك المنعام وذلك ما نقل الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ عن التحقیق مقرا علیہ المعتبر فی القدمین بطون الاصابع الخ اما ما نقلتم عن الفیض فی العبارۃ فی الخلاصۃ والوجیز والحلیۃ والغنیۃ والھندیۃ وغیرھا بلاخلاف بان الشرطیۃ دون او العاطفۃ فاو فی نسخۃ الفیض تصحیف وقد اغتر بہ العلامۃ البرجندی فی شرح النقایۃ فلیتنبہ وبالجملۃ **فتحرر** مما تقرر ان الاعتماد فی السجود علی بطن احدی اصابع القدام العشر فریضۃ فی المذھب المعتمد المفتی بہ والاعتماد علی بطون کلھا اواکثرھا من کلتا القدمین لایبعد ان یجب لما حررہ فی الحلیۃ وتوجیھا نحو القبلۃ من دون انحراف سنۃ اغتنم ھذا التحریر المفرد المنیر فلعلك لاتجدہ من غیر الفقیر وللہ الحمد والمنۃ اور شك نہیں کہ ان بلاد میں اکثر جوتے سلیم شاہی پنجابی خورد نوکے منڈے گرگابی وغیرہا خصوصًا جبکہ نئے ہوں ایسے ہی ہوتے ہیں کہ انگلیوں کا پیٹ زمین پر باعتماد تمام بچھنے نہ دیں گے تو ان جوتوں کو پہن کر مذہب مفتی بہ پر نماز ہوگی ہی نہیں اور گناہ و ناجوازی تو ضرور نقد وقت ہے عرب شریف کے جوتوں میں صرف پاؤں کے نیچے چمڑا ہوتا تھا اور اوپر بندش کے لیے

تسمہ جسے شراک کہتے تھے پھر عرب میں نعل کی تعریف یہ تھی کہ نرم و رقیق ہو یہاں تک کہ صرف اکہرے پرت کی زیادہ پسند رکھتے مجمع بحارالانوار میں زیر حدیث ان رجلا شکا الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا من الانصار فقال یا خیر من یمشی بنعل فرد ھی الفرد ھی التی تخفف ولم تطارق وانما ھی طارق واحد والعرب یمدح برقۃ النعال ویجعلھا من لباس الملوك تو وہ کیسے ہی نئے ہوتے سجدہ میں فرض وواجب کیا کسی طریقہ مسنونہ کو بھی مانع نہ ہوتے اُن نعال پر یہاں کی جوتیوں کا قیاس صحیح نہیں پھر اگر اُسی طرح کے جوتے ہوں کہ سنت سجدہ میں بھی خلل نہ ڈالیں تو اگر وہ نئے بالکل غیر استعمالی ہیں تو اُنھیں پہن کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں بلکہ افضل ہے اگرچہ مسجد میں ہو درمختار میں ہے صلاتہ فیہما افضل مگر عند التحقیق استعمالی جوتے پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے اور اگر معاذ اللہ نماز کو کہ حاضری بارگاہ شہنشاہ حقیقی ملک الملوک رب العرش عزجلالہ ہے ہلکا جان کر استعمالی جوتا پہنے ہوئے نماز کو کھڑا ہو گیا تو صریح کفر ہے پھر بے نیت استخفاف وہی کراہت بھی اُس حالت میں ہے کہ غیر مسجد میں ایسا کرے اور مسجد میں تو استعمالی جوتے پہنے جانا ہی ممنوع وناجائز ہے نہ کہ مسجد میں یہ جوتا پہنے شرکت جماعت نماز و دخول مسجد کے یہ احکام بحمد اللہ تعالٰی دلائل کثیرہ سے روشن ہیں تفصیل موجب تطویل ہوگی لہٰذا چند کلمات نافع وسود مند باذن اللہ تعالٰی القا کریں کہ بعونہ تعالٰی احکام کا ایضاح اور اوہام کا ازالہ کریں **فاقول** وباللہ استعین **افادہ اول** متون وشروح وفتاوی تمام کتب مذہب میں بلاخلاف تصریح صاف ہے کہ ثیاب بذلت ومہنت یعنی وہ کپڑے جن کو آدمی اپنے گھر میں کام کاج کے وقت پہنے رہتا ہے جنھیں میل کچیل سے بچانا نہیں جاتا اُنھیں پہن کر نماز پڑھنی مکروہ ہے تنویر الابصار و درمختار میں ہے (کرہ صلاتہ فی ثیاب بذلۃ یلبسھا فی بیتہ) (ومھنۃ) ای خدمۃ ان لہ غیرھا درر وغرر وشرح وقایہ وشرح نقایہ ومجمع الانہر و بحرالرائق وردالمحتار میں اُن کی تفسیر کی مایلبسہ فی بیتہ ولا یذھب بہ الی الاکابر غنیہ میں اُن کی تفسیر کی مالا یصان ولا یحفظ من الدنس ونحوہ اُسی میں ہے یکرہ تکمیلا لرعایۃ الادب فی الوقوف بین یدیہ تعالٰی بما امکن من تجمیل الظاھر والباطن وفی قولہ تعالٰی خذوا زینتکم عند کل مسجد اشارۃ الی ذلك وان کان المراد بھا ستر العورۃ علی ما ذکرہ اھل التفسیر کما تقدم امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو ایسے ہی کپڑوں میں نماز پڑھتے دیکھا فرمایا بھلا بتا تو اگر میں کسی آدمی کے پاس تجھے بھیجوں تو انھیں کپڑوں سے چلا جائے گا۔ کہا نہ فرمایا تو اللہ عزوجل زیادہ مستحق ہے کہ اُس کے دربار میں زینت وادب کے ساتھ حاضر ہو حلیہ پھر بحرالرائق میں ہے احتج لہ فی الذخیرۃ بانہ روی ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا فعل ذلك فقال ارأیت لو ارسلتك الی بعض الناس اکنت تمر فی ثیابك ھذہ فقال لا فقال عمر فاللہ احق ان یتزین لہ سبحن اللہ کام خدمت کے کپڑے کہ گھر میں پہنے جاتے ہیں اُنھیں پہن کر نماز مکروہ ہو اور استعمالی جوتے کہ پاخانے میں پہنے جاتے ہیں اُنھیں پہن کر مکروہ نہ ہو معمولی کپڑے کہ میل سے محفوظ نہیں رکھے جاتے اُن سے نماز میں کراہت ہو اور مستعمل جوتے کہ نجاسات سے بچائے نہیں جاتے اُن سے نماز میں کراہت نہ ہو یہ بداہت عقل کے خلاف اور صریح خون انصاف ہے ولیس ھذا من باب القیاس بل کما تری استدلال بفحوی الخطاب لا یحوم حولہ شك ولا ارتیاب **افادہ دوم** متون وشروح وفتاوے تمام کتب مذہب میں بلاخلاف تصریح صاف ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ اُسے نجاست سے کامل احتیاط دشوار ہے ہدایہ میں ہے یکرہ تقدیم الاعمی لانہ لا یتوقی النجاسۃ کافی امام نسفی میں ہے الاعمی لا یصون ثیابہ عن النجاسات فالبصیر اولی بالامامۃ درمختار میں ہے ونحوہ الاعشی نہر ردالمحتار میں ہے الاعشی

ھو سیئ البصر لیلا و نھارا قاموس وھذا ذکرہ فی النھر بحثا اخذا من تعلیل الاعمی بانہ لایتوقی النجاستہ ابوالسعود علی الکنز میں ہے والاعمی لانہ لایتوقی النجاسۃ وھذا یقتضی کراھۃ امامۃ الاعشی طحطاوی علی المراقی میں اس کے بعد ہے وھو الذی لایبصر لیلا محل انصاف ہے کہ نمازی پرہیزگار نابینا بلکہ ضعیف البصر کے کپڑوں یا بدن پر اندیشہ ومظنہ نجاست زیادہ ہے یا ان استعمالی جوتوں پر جنھیں پہن کر پاخانے تک میں جانا ہوتا ہے پھر وہاں کراہت ہونا یہاں نہ ہونا صریح عکس مدعا ہے بلکہ وہاں ایک حصہ کراہت ہو تو یہاں کئی حصے ہونا ہے **افادۂ سوم** علما نے حدیث مذکور سوال کی شرح میں تصریح فرمائی کہ عام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قیاس صحیح نہیں حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے برابر کون احتیاط کرسکتا ہے **اقول** اور اگر نادراً کوئی شئے واقع ہو تو جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم حاضر ہوکر عرض کردیتے ہیں جیسا کہ حدیث خلع نعال فی الصلوۃ سے ثابت ہے مجمع بحارالانوار میں برمز ن فرمایا یصلی فی النعلین لایؤخذ منہ لغیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان حفظ غیرہ لایلحق بہ **افادۂ چہارم** بے جرم نجاست مثل بول وغیرہ کا مطلقاً صرف زمین پر رگڑ دینے سے پاک ہوجانا جیسا کہ سوال میں بیان کیا حسب تصریح صریح کتب معتمدہ تمام ائمہ مذہب کے خلاف ہے امام محمد کے نزدیک تو نعل وخف بھی مطلقاً بے دھوئے پاک نہیں ہوسکتے جیسے کپڑے کا حکم ہے اور امام اعظم کے نزدیک نجاست جرم دار اور خشک ہوگئی ہو اُس کے بعد اس قدر رگڑیں کہ اُس کا اثر زائل ہوجائے اُس وقت طہارت ہوگی اور تر نجاست یا بے جرم جیسے پیشاب وغیرہ بے دھوئے پاک نہ ہوں گے اور امام ابی یوسف کی روایت میں اگرچہ خشک ہوجانا شرط نہیں تر بھی ملنے دلنے اثر زائل کردینے سے پاک ہوسکتی ہے مگر جرم دار نجاست کی ضرور قید ہے اکثر مشائخ نے قول امام ابی یوسف ہی اختیار کیا اور یہی مختار للفتوی ہے تو بے جرم نجاست کی بے دھوئے تطہیر ائمہ ثلثہ مذہب کے بھی خلاف اور جمہور مشائخ مذہب کے بھی خلاف اور قول مختار للفتوی کے بھی خلاف ہے وقد صرحوا ان لاعبرۃ بالبحث علی خلاف المنقول ہدایہ میں ہے اذا اصاب الخف نجاستہ لھا جرم کالروث والعذرۃ والدم فجفت فدلکہ بالارض جاز وھذا استحسان وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز وھو القیاس وفی الرطب لایجوز حتی یغسلہ وعن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انہ اذا مسحہ بالارض حتی لم یبق اثر النجاسۃ یطھر لعموم البلوی واطلاق مایروی وعلیہ مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی فان اصابہ بول فیبس لم یجز حتی یغسلہ وکذا کل مالاجرم لہ کالخمر فتح القدیر میں ہے وعلی قول ابی یوسف اکثر المشائخ وھو المختار عنایہ میں علیہ اکثر مشائخنا قال شمس الائمۃ السرخسی وھو صحیح وعلیہ الفتوی حلیہ میں ہے فی الخلاصۃ وعلیہ عامۃ المشائخ وھو الصحیح ونص فی الفتاوی الخانیۃ والکافی والحاوی علی ان الفتوی علیہ بحرالرائق میں ہے علی قولہ اکثر المشائخ وفی النھایۃ والعنایۃ والخانیۃ والخلاصۃ وعلیہ الفتوی وفی فتح القدیر وھو المختار تنویر الابصار میں ہے یطھر خف ونحوہ تنجس بذی جرم بدلک والا فیغسل طحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے واحترز بہ عن غیر ذی الجرم فانہ یغسل اتفاقا فاذکرہ العینی بحر میں ہے ان لم یکن لھا جرم فلابد من غسلہ واشتراط الجرم قول الکل لانہ لو اصابہ بول فیبس لم یجز حتی یغسلہ لان الاجزاء تتشرب فیہ فاتفق الکل علی ان المطلق مقید الخ مختصرا منحۃ الخالق میں ہے الحاصل انھم اتفقوا علی التقیید بالجرم غنیہ میں ہے ان لم یکن لھا ای للنجاسۃ التی اصابت الخف جرم کالبول والخمر ونحوھما

فلابد من الغسل بالاتفاق رطبا کان او یابسا ردالمحتار میں علامہ مقدسی سے ہے البحث لایقضی علی المذھب اُسی میں ہے الفرض فی اشواط الطواف اکثر السبع لاکلھا وان قال المحقق ابن الھمام ان الذی ندین اللہ تعالٰی بہ ان لایجزئ اقل من السبع ولایجبر بعضہ بشیئ فانہ من ابحاثہ المخالفۃ لاھل المذھب قاطبۃ کما فی البحر وقد قال تلمیذہ العلامۃ قاسم ان ابحاثہ المخالفۃ للمذھب لاتعتبر اور شک نہیں کہ اکثر نجاست کہ عام لوگوں کے جوتوں کو لگتی ہے یہی نجاست رقیقہ استنجے کے پانی اور پیشاب کی ہوتی ہے۔

مسئلہ - ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقہ تمبا کو پینے والے کے مونھ کی بو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مونھ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہے اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک مونھ صاف نہ کرلے اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچنی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملئکہ کو ایذا پہنچتی ہے حدیث میں ہے ان الملئکۃ تتاذی مما یتاذی بہ بنوادم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالت نماز میں اگر کسی مقام پر کھجلی چلے تو کھجاوے یا نہیں اور اگر کھجاوے تو کتنی مرتبہ۔

الجواب

ضبط کرے اور نہ ہوسکے یا اُس کے سبب نماز میں دل پریشان ہو تو کھجالے مگر ایک رکن مثلاً قیام یا قعود یا رکوع یا سجود میں تین بار نہ کھجاوے دوبار تک اجازت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - مرسلہ احمد شاہ از موضع نگریہ سادات یکم ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) اگر تہبند کے نیچے لنگوٹ بندھا ہو تو نماز جائز ہے یا نہیں (۲) تہبند کا پیچ کھول کر نماز کیوں پڑھتے ہیں (۳) داڑھی میں ڈاٹا باندھ کر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں (۴) کمر میں پٹکا باندھ کر نماز درست ہے یا نہیں۔ (۵) کسی چیز کی مورت اگر جیب میں رکھی ہو تو نماز ہوگی یا نہیں۔ (۶) روپیہ پیسہ جیب میں رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) درست ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں کپڑا سمیٹنے گھرسنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳) منع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز میں بالوں کے روکنے سے منع فرمایا ہے واللہ تعالٰی اعلم (۴) درست ہے مگر دامن اُس کے نیچے نہ دب جائے واللہ تعالٰی اعلم (۵) نماز درست ہوگی مگر یہ فعل مکروہ و ناپسند ہے جبکہ کوئی ضرورت نہ ہو روپے اشرفی میں ضرورت ہے واللہ تعالٰی اعلم (۶) درست ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ ۲۸ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگرکھے کے بند یا گھنڈی بلا باندھے یا لگائے یا کرتے کے بٹن جو سامنے سینہ پر گوٹ میں لگے ہوتے ہیں بلا لگائے ہوئے یا کرتہ کی وہ گھنڈی جس کے کہ گوٹ آگے سینہ پر نہیں ہوتے بلکہ دونوں کندھوں پر ایک ایک گھنڈی لگی ہوتی ہے ایک گھنڈی لگا کر نماز پڑھے تو کوئی حرج تو نہیں ہے اگر کسی شخص کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ دو گھنڈی کرتے کے گلے میں جو ہیں ایک کھلی رکھے جس سے کہ کچھ گلا کھلا ہوا رہے تو کوئی حرج ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اصل یہ ہے کہ سدل یعنی پہننے کے کپڑے کو بے پہنے لٹکانا مکروہ تحریمی ہے اور اُس سے نماز واجب الاعادہ جیسے انگرکھا یا کرتا کندھوں پر سے ڈال لینا بغیر آستینوں میں ہاتھ ڈالے یا بعض بارانیاں وغیرہ ایسی بنتی ہیں کہ اُن کی آستینوں میں مونڈھوں کے پاس ہاتھ نکال لینے کے چاک بنے ہوتے ہیں اُن میں سے ہاتھ نکال کر آستینوں کو بے پہنے چھوڑ دینا یا رضائی یا چادر کندھے یا سر پر ڈال کر دونوں آنچل چھوڑ دینا یا شال یا رومال ایک شانہ پر اس طرح ڈالنا کہ اُس کے دونوں پلو آگے پیچھے چھوٹے رہیں اور اگر رضائی یا چادر کا مثلاً سیدھا آنچل بائیں شانے پر ڈال لیا اور بایاں آنچل چھوڑ دیا تو حرج نہیں اور کسی کپڑے کو ایسا خلاف عادت پہننا جسے مہذب آدمی مجمع یا بازار میں نہ کر سکے اور کرے تو بے ادب خفیف الحرکات سمجھا جائے یہ بھی مکروہ ہے جیسے انگرکھا پہننا اور گھنڈی یا باہر کے بند نہ لگانا یا ایسا کرتا جس کے بٹن سینے پر ہیں پہننا اور بوتام اتنے لگانا کہ سینہ یا شانہ کھلا رہے جبکہ اوپر سے انگرکھا نہ پہنے ہو یہ بھی مکروہ ہے اور اگر اوپر سے انگرکھا ہے یا اتنے بوتام لگالیے کہ سینہ یا شانہ ڈھک گئے اگرچہ اوپر کا بوتام نہ لگانے سے گلے کے پاس کا خفیف حصہ کھلا رہا یا شانوں پر کے چاک بہت چھوٹے چھوٹے ہیں کہ بوتام نہ لگائیں جب بھی کرتا نیچے ڈھلکے گا شانے ڈھکے رہیں گے تو حرج نہیں اسی طرح انگرکھے پر جو صدری یا چغہ پہنتے ہیں اور عرف عام میں اُن کا کوئی بوتام بھی نہیں لگاتے اور اسے معیوب بھی نہیں سمجھتے تو اس میں بھی حرج نہیں ہونا چاہیے کہ یہ خلاف معتاد نہیں هذا ما ظهر لی من کلماتهم والعلم بالحق عند ربی درمختار میں ہے کرہ تحریما سدل ثوبه ای ارساله بلا لبس معتاد وكذا القباء بكم الى وراء ذکرہ الحلبی کشد ومندیل یرسله من کتفیه فلو من احدهما لم یکرہ کحالة عذر وخارج صلاة فی الاصح ردالمحتار میں ہے ظاهر کلامهم انه لا فرق بین ان یکون الثوب محفوظا من الوقوع اولا فعلی هذا لا تکرہ فی الطیلسان الذی یجعل علی الراس وقد صرح به فی شرح الوقایة اھ ای اذا لم یدرہ علی عنقه والا فلا سدل والا قبیة الرومیة التی تجعل لا کمامها خروق عند العضد اذا اخرج المصلی یدہ من الخرق وارسل الکم یکرہ لصدق السدل لانه ارخاء من غیر لبس لان لبس الکم بادخال الید وتمامه فی شرح المنیة والشد شیئ معتاد وضعه علی الکتفین کما فی البحر وذلک نحو الشال فاذا ارسل طرفا منه علی صدرہ وطرفا علی ظهرہ یکرہ وفی الخزائن ذکر ابو جعفر انه لو ادخل یدیه فی کمیه ولم یزر ازرارہ فهو مسیئ لانه یشبه السدل لکن فی الحلیة فیه نظر ظاهر بعد ان یکون تحته قمیص اونحوہ مما یستر البدن اھ مختصرا ولنا فی ما قال فی الحلیة نظر قدمناہ - واللّٰه تعالٰی اعلم

مسئلہ - از کالج علی گڑھ کمرہ ۲۰ مرسلہ محمد عبدالمجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کمرہ میں یا مکان میں تصاویر مردم آویزاں ہوں اُس میں نماز پڑھنا جائز یا ناجائز حرام ہے یا مکروہ اگر ناجائز یا مکروہ ہے تو شارع نے جو مصلحت اس میں رکھی ہے وہ برائے خوبی اور باریکی ظاہر ہونے کے بیان فرمائے جاویں دوسرے یہ کہ نماز ساتھ خیال غیر اللہ اور ہمہ تن مصروف ہوکر ہونا چاہیے لہذا کیا مضائقہ ہوسکتا ہے اگر تصاویر اُس جگہ ہوں یا احتیاطاً کیا اس قدر کافی نہیں ہوسکتا ہے کہ صرف سامنے یا اُس حد تک کے جہاں تک نظر پڑسکے تصاویر ہٹادی جائیں اور پس پشت اگر تصاویر ہوں وہ رہیں اور نماز پڑھ لی جاوے تو نماز ہوجاوے گی یا کیا نقص پیدا ہوجائے گا فقط

الجواب

جاندار کی اتنی بڑی تصویر کہ اُسے زمین پر رکھ کر کھڑے ہوکر دیکھیں تو اعضا بالتفصیل نظر آئیں بشرطیکہ نہ سر بریدہ ہو نہ چہرہ محو کردہ نہ پاؤں کے نیچے نہ فرش پا انداز میں نہ مخفی پوشیدہ جس کمرہ میں ہو اُس میں نماز مطلقاً مکروہ ہے خواہ آگے ہو یا پیچھے یا دہنے یا بائیں یا اوپر یا سجدہ کی جگہ اور اُن سب میں بدتر جائے سجود یا جانب قبلہ ہونا ہے پھر اوپر پھر دہنے بائیں پھر پیچھے اور اُس میں کراہت کے متعدد وجوہ ہیں اُس مکان کا معبد کفار سے مشابہ ہونا تصویر کا بطور اعزاز ظاہر طور پر رکھا یا لگا ہونا آگے یا جائے سجود پر ہو تو اُس کی عبادت سے مشابہ ہو ملائکہ رحمت کا اُس مکان میں نہ آنا متواتر حدیثوں میں ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان الملٰئکۃ لا تدخل بیتا فیہ کلب ولاصورۃ بیشک فرشتے اُس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو یہ وجہ اُن تمام صور مذکورہ کو شامل اور وہم مذکور فی السوال کا علاج کامل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمٰن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام ازار ٹخنوں کے نیچے تک پہن کر نماز پڑھائے وہ نماز مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی قبلہ رخ ایک قدم کو نہ رکھنا یا ایک قدم پر کھڑا رہنا نماز میں جائز ہے یا خلاف سنت اور مکروہ تنزیہی ہے براہ ہمدردی استفتا بحوالہ عبارت کتب متداولہ معتبرہ فقیہ ارقام فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ازار کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبیر ہو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور نماز میں بھی اُس کی غایت خلاف اولٰی۔ صحیح بخاری شریف میں ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ میرا تہبند لٹک جاتا ہے جب تک میں اُس کا خاص لحاظ نہ رکھوں فرمایا انت لست ممن یصنعہ خیلاء تم اُن میں نہیں ہو جو براہ تکبر ایسا کریں فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے اسبال الرجل ازارہ اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ کذا فی الغرائب واللہ تعالٰی اعلم
دونوں باتیں خلاف سنت و مکروہ ہیں ہاں تراوح بین القدمین یعنی تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور رکھنا پھر تھوڑی دیر دوسرے پر سنت ہے کما حققہ فی الحلیۃ وبیناہ فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از قادری گنج ضلع بیر بھوم ملک بنگالہ مرسلہ سید ظہور الحسن صاحب قادر رزاقی کرمانی ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

آج کل دیار بنگال کے بعض بعض شہروں میں بعض لوگوں نے فرض جماعت میں سر ننگا کرکے نماز پڑھنا اختیار کیا ہے اگر کسی نے کہا

کہ جماعت کی اہانت ہوتی ہے تو اُس کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہیں کہ عاجزی وانکساری کی وجہ سے پڑھتا ہوں اسی طرح عاجزی وانکساری کے بہانے سے بعض لوگوں نے علاوہ نماز کے بھی سر پر ٹوپی رکھنا چھوڑ دیا ہے تو کیا ننگا سر فرض جماعت میں نماز پڑھنے سے نماز جائز ہوگی یا مکروہ ہوگی اگر جائز ہوگی تو کیا حضور سرورِ کائنات یا حضرت مولائے کائنات یا حضرات ائمہ مجتہدین یا حضرات صحابۂ کرام یا اولیائے عظام نے کبھی فرض جماعت میں ننگا سر نماز پڑھی ہے یا نہیں اور علاوہ نماز کے بھی ان حضرات نے کبھی کبھی سر کو ننگا رکھا ہے یا نہیں اور صوفیائے عظام کی کتابوں میں ننگا سر رہنا تہذیباً اور آداب آیا ہے یا نہیں اور احادیث شریفہ وفقہ سے اسکی کراہت ثابت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت کریمہ نماز مع کلاہ وعمامہ ہے اور فقہائے کرام نے ننگے سر نماز پڑھنے کو تین قسم کیا ہے اگر بہ نیت تواضع وعاجزی ہو تو جائز اور بوجہ کسل ہو تو مکروہ اور معاذ اللہ نماز کو بے قدر اور ہلکا سمجھ کر ہو تو کفر جب وہ مسلمان اپنی نیت تواضع بتاتے ہیں تو اُسے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں مسلمان پر بدگمانی حرام ہے ننگے سر رکھنے کا احرام میں حکم ہے اور اس حالت میں شبانہ روز برابر سر برہنہ رہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ کرام سب سے ثابت بغیر اس کے ننگے سر کی عادت ڈالنا کوچہ وبازار میں اسی طرح پھرنا ہرگز ثابت ہے نہ شرعاً محمود بلکہ وہ منجملہ اسباب شہرت ہے اور ایسی وضع جس پر انگلیاں اٹھیں شرعاً مکروہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے الخروج عن عادۃ البلد شھرۃ ومکروہ صوفیہ کرام کا اس بارے میں کوئی قول اس وقت ذہن میں نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر کہنہ محلہ سہوانی ٹولہ مسؤلہ حافظ رحیم اللہ صاحب ۱۱ رجادی الاخری ۱۳۳۶ھ

بعد الحمد کے محمد رسول اللہ والذین معہ رکوع پڑھا ایک مقتدی کے مونھ سے سہواً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نکلا اور دوسرے مقتدی نے عمداً صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا حضور ان دونوں مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور جو شخص یہ کہے کہ نماز کے اندر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ سہواً کہنا چاہیے نہ عمداً ایسے شخص کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اللہ عزوجل کا نام پاک سُن کر حکم ہے کہ عزوجل یا جل جلالہ یا اس کی مثل کلمات تعظیمی کہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر واجب ہے کہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا علیہ افضل الصلاۃ والسلام یا اس کے مثل کلمات درود کہے مگر یہ دونوں وجوب بیرون نماز ہیں نماز میں سوا اُن کلمات کے جو شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے مقرر فرمادیے ہیں اور کی اجازت نہیں خصوصاً جہریہ نماز میں وقت قراءت امام مقتدی کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے یونہیں امام کے خطبہ پڑھتے میں جب اللہ عزوجل اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ آئیں سامعین دل میں کلمات تقدیس ودرود کہیں زبان سے کہنے کی وہاں بھی اجازت نہیں نماز میں نام الٰہی سن کر جل وعلا یا نام مبارک سُن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا اگر بقصد جواب ہے نماز جاتی رہے گی سہواً ہو یا قصداً اور اگر بلاقصد جواب تو قصداً ممنوع اور سہواً پر مواخذہ نہیں۔ درمختار میں ہے سمع اسم اللہ تعالٰی فقال جل جلالہ او النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی علیہ او قراءۃ الامام فقال صدق اللہ ورسولہ تفسد ان قصد جوابہ اھ قال العلامۃ الشامی ذکر فی البحر انہ لو قال مثل

ما قال المؤذن ان اراد جوابه تفسد وکذا لولم تکن نیة لان الظاھر انه اراد الاجابة وکذلك اذا سمع اسم النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فصلی علیه فھذا اجابة اھ ولیشکل علی ھذا کله ما مر من التفصیل فیمن سمع العاطس فقال الحمد للہ تأمل استفید انه لو لم یقصد الجواب بل قصد الثناء والتعظیم لاتفسد لان نفس تعظیم اللہ تعالٰی والصلاة علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لا ینافی الصلوة کما فی شرح المنیة اھ کلام العلامة ش **اقول** والذی من التفصیل ان سامع عطسة غیرہ لو قال الحمد للہ فان عنی الجواب اختلف المشائخ او التعظیم فسدت اولم یرد واحدا منھما لا تفسد اھ وصحح فی شرح المنیة عدم الفساد مطلقا لانه لم یتعارف جوابا قال بخلاف جواب السار بالحمد له للتعارف اھ ش ورأیتنی کتبت علی قوله عدم الفساد مطلقا ما نصه **اقول** لابد من استثناء ارادة التعلیم کما لایخفی والتعلیل لایمسه فان العلة فیه شیئ اٰخر غیر کونه جوابا وھو کونه خطابا فھذا ما مر من التفصیل وانت تعلم انه لامساس له بانھا من الفروع فان الحمد للہ لیس جوابا للعطاس وانما ھو سنة العاطس فاذا لم یرد به التعلیم لم یکن الا انشاء حمد بخلاف ما ھنا فکله جواب وقد عرف جوابا فقد عرف الجواب عن الاشکال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از داتاگنج ضلع بدایوں مرسلہ عاشق حسین صاحب ۱۹ رجمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

جوتہ پہن کر یعنی فل بوٹ جو ٹخنوں تک بندھا ہوتا ہے خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو خواہ نیا ہو یا پرانا نماز جائز ہے یا نہیں یہ ادربات ہے کہ مسجد میں چونکہ سب لوگ رواجاً آج کل جوتا اُتار کر جاتے ہیں ان میں ایک شخص انگشت نمائی کے خوف سے جوتا پہن کر نہ جائے مگر مسئلہ کیا ہے آیا کوئی شخص اپنے مکان میں یا جنگل میں یا سفر میں بوٹ پہن کر نماز پڑھ سکتا ہے ایک مولوی نے فرمایا تھا کہ بوٹ نیا ہو یا پرانا خشک ہو غلاظت نہ لگی ہو پہن کر نماز جائز اور صحیح بخاری میں لکھا ہوا بتایا تھا۔

الجواب

مسجد میں جوتا پہن کر جانا خلاف ادب ہے فتاوی ہندیہ میں ہے دخول المسجد متنعلا سوء الادب ادب کی بنا عرف ورواج ہی پر ہے اور وہ اختلاف زمانہ و ملک وقوم سے بدلتا ہے عرب میں باپ سے اَنْتَ کہہ کر خطاب کرتے ہیں یعنی تُو۔ زمانۂ اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھی یوہیں خطاب ہوتا تھا سیدنا اسمٰعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے والد ماجد سیدنا ابراہیم شیخ الانبیا خلیل کبریا علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کی اے میرے باپ تو کر جس بات کا تجھے حکم دیا جاتا ہے اب اگر کوئی بے ادب اسے حجت بنا کر اپنے باپ کو تو تو کہا کرے ضرور گستاخ مستحق سزا ہے نماز حاضری بارگاہ بے نیاز ہے کسی نواب کے دربار میں تو آدمی جوتا پہن کر جائے۔ یہ تو ادب کا حکم ہے اور آج کل لوگوں کے جوتے صحابۂ کرام کے جوتوں کی طرح نہیں ہوتے ردالمحتار میں ہے نعالھم المتنجسة پھر بوٹ غالباً ایسا پھنسا ہوا ہوتا ہے کہ سجدے میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر بچھانے نہ دے گا تو اداب در کنار دسرے سے نماز ہی نہ ہوگی۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کرالہ ضلع بدایوں مرسلہ لیٰسین خاں ۷ رذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے پہلی رکعت میں لم یکن الذین کفروا پڑھی اور دوسری میں سورۂ دہر اُس سے کہا کہ ایک تو تم نے قرآن شریف

اُلٹا پڑھا دوسری پہلی سورہ چھوٹی پڑھی اور بعد کی بڑی نماز میں کراہت تو نہیں آئی کہا کچھ حرج نہیں حدیث سے ثابت ہے۔ فقط

الجواب

اس میں دو کراہتیں ہوئیں ایک دوسری رکعت کی پہلی سے اس قدر تطویل اور دوسری سخت اشد کراہت ہے قرآن مجید کو معکوس پڑھنا یہ گناہ وسخت ناجائز ہے حدیث میں ہے ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ تعالٰی اُس کا دل اُلٹ دے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از دھام پور ضلع بجنور مرسلہ حافظ سید بنیاد علی صاحب ۸ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں کوئی شخص علیحدہ نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد کے حجرہ میں فرضوں کے سوا اور نمازیں پڑھنا بہتر ہے یہاں تک کہ فرائض کے قبل وبعد کے سنن مؤکدہ میں بھی بربنائے اصل حکم افضل یہی ہے کہ غیر مسجد میں ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں افضل صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ مگر فرائض بے عذر قوی مقبول اگر حجرہ میں پڑھے اور مسجد نہ آئے گنہگار ہے چند بار ایسا ہو تو فاسق مردود الشہادۃ ہوگا حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاصلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چوری کا کپڑا پہن کر نماز کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

چوری کا کپڑا پہن کر نماز پڑھنے میں اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا لان الفساد مجاور مگر نماز مکروہ تحریمی ہوگی للاشتمال علی المحرم کہ جائز کپڑے پہن کر اس کا اعادہ واجب کا لصلوۃ فی الارض المغصوبۃ سواء بسواء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے سر پر دستار نہ ہو اور مقتدی کے دستار ہو تو کسی کی نماز میں کچھ خلل آتا ہے یا نہیں اور اگر کچھ خلل ہوتا ہے تو امام کے یا مقتدی کے اور اگر خلل ہے تو کس قسم کا خلل ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی کی نماز میں کچھ خلل نہیں عمامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل درکنار کراہت بھی نہیں آتی وذلک لان التعمم من سنن الزوائد وسنن الزوائد حکمہا حکم المستحب درمختار میں ہے لہا اٰداب ترکہ لایوجب اساءۃ ولاعتابا کترک سنۃ الزوائد لکن فعلہ افضل، ردالمحتار میں ہے السنۃ نوعان سنۃ الھدی وترکہا یوجب اساءۃ وکراھۃ کالجماعۃ والاذان والاقامۃ ونحوھا وسنۃ الزوائد وترکہا لایوجب ذلک کسیر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی لباسہ والنفل ومنہ المندوب یثاب فاعلہ ولایسمّی تارکہ کذا حققہ العلامۃ ابن کمال فی تغییر التنقیح وشرحہ فلافرق بین النفل وسنن الزوائد من حیث الحکم لانہ لایکرہ ترک کل منہما وقد مثلوا لسنۃ الزوائد بتطویلہ علیہ الصلاۃ والسلام القراءۃ والرکوع والسجود ولما لم تکن من مکملات الدین وشعائرہ سمیت سنۃ الزوائد بخلاف سنۃ الھدی وھی السنن المؤکدۃ القریبۃ من الواجب التی

یضلل تارکھا اھ ملخصا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۔ مرسلہ محمد ابراہیم محلہ خواجہ قطب بریلی ۲۲ شوال المکرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مردہ کی نماز پڑھانے کے واسطے جو جائے نماز ملتی ہے اُس سے کرتا یا کچھ اور کپڑا بنوانا جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز نہیں تو اُس سے جو نماز مفروضہ پڑھی گئی وہ لوٹائی جائے گی یا نہیں اور اُس کفن سے یہ جائے نماز کے واسطے کپڑا نکالنا جائز ہے یا نہیں بادلیل وحوالۂ کتب تحریر کریں ۔ بینوا توجروا

الجواب

اس جائے نماز سے دو غرضیں لوگوں کی ہیں ایک یہ کہ اکثر نماز جنازہ راستے وغیرہ بے احتیاطی کے مقامات پر ہوتی ہے مسجد کہ صاف وپاکیزہ رکھی جاتی ہے اُس میں نماز جنازہ منع ہے تو بغرض احتیاط امام کے نیچے جائے نماز بچھادی جاتی ہے کہ سب مقتدیوں کے لیے اُس کا مہیا کرنا دشوار ہوتا ہے اور اگر فرض کیجیے کہ وہ تمام جگہ ایسی ناپاک ہے کہ سب کی نماز نظر بواقع نہ ہوسکے تو جائے نماز کے سبب امام کی نماز ہوجائے گی اور اسی قدر سب مسلمانوں کی طرف سے ادائے فرض وابرائے ذمہ کے لیے کافی ہے کہ نماز جنازہ میں جماعت شرط نہیں ۔ دوسری نفع فقیر کہ وہ جانماز بعد نماز کسی طالب علم یا اور فقیر پر تصدق کردی جاتی ہے اور یہ دونوں غرضیں محمود ہیں تو اُس کے جواز میں کلام نہیں اور جس فقیر پر وہ تصدق کی گئی اُس کی ملک ہے کرتا وغیرہ جو چاہے بنائے اُس میں نماز کرہ وہ بھی نہیں نہ اصلاً حاجت اعادہ کما لایخفی واللہ تعالیٰ اعلم

باب الوتر والنوافل

مسئلہ ۔ ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نماز ظہر وعشا باجماعت پڑھ چکا خواہ امام تھا یا مقتدی اب دوسری جماعت قائم ہوئی وہ شریک جماعت ہوا تو وہ نیت نماز کی کیا کرے ۔ بینوا توجروا

الجواب

نفل کی نیت چاہیے فان الفریضۃ فی الوقت لاتکرر وفی الحدیث لایصلی بعد صلاۃ مثلہا اور اگر فرض کی نیت کرے گا جب بھی نفل ہی ہوں گے فان الفریضۃ فی الوقت لاتکرر ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از موضع سرنیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۱۳ھ

نیا کپڑا اور جوتا پہن کر نفل پڑھنا کیسا ہے ۔

الجواب

نیا کپڑا پہن کر نفل پڑھنا بہتر ہے یونہی نیا جوتا بھی اگر اُس کا پنجہ اتنا کڑا نہ ہو کہ پاؤں کی کسی انگلی کا پیٹ زمین سے نہ لگنے دے ایسا

ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی مرسلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

آج کل وتر با جماعت پڑھنا بوجہ فضل جماعت افضل یا بوقت تہجد بھی بہتر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

وتر رمضان المبارک میں ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کو اختلاف ہے کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے یا مثل نماز نفل گھر میں تنہا دونوں قول باقوت ہیں۔ اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح اول کو یہ مزیت کہ اب عامۂ مسلمین کا اُس پر عمل ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید نکلتی ہے ثانی کو یہ فضیلت کہ وہ ظاہر الروایۃ ہے ردالمحتار میں زیر قول درمختار الجماعۃ فی وتر رمضان مستحبۃ علی قول فرمایا وغیر مستحبۃ علی قول اٰخر بل یصلیھا وحدہ فی بیتہ وھما قولان مصححان وسیاتی قبیل ادراك الفریضۃ ترجیح الثانی بانہ المذھب درمختار میں ہے ھل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوھبانیۃ مایقتضی ان المذھب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ ردالمحتار میں ہے رجح الکمال الجماعۃ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اوتربھم ثم بین العذر فی تأخرہ مثل ماصنع فی التراویح فالوتر کالتراویح فکما ان الجماعۃ فیھا سنۃ فکذالك الوتر بحر وفی شرح المنیۃ الصحیح ان الجماعۃ فیھا افضل الا ان سنیتھا لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ قال الخیر الرملی وھذا الذی علیہ عامۃ الناس الیوم اھ وقواہ المحشی ایضا بانہ مقتضی مامرمن ان کل ما شرع بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ اھ مافی ردالمحتار **اقول** فی ھذہ التقویۃ عندی نظر ظاھر فانہ لوکان المراد ان ما جاز بجماعۃ فالمسجد افضل فیہ فممنوع فان کل نفل یجوز بجماعۃ مالم یکن علی سبیل التداعی مع ان الافضل فیہ البیت وفاقا وان کان المراد ماندب فیہ الشرع الی الجماعۃ فمسلم لکن ھذا اول المسئلۃ فالاستناد بہ صریح المصادرۃ فلیتأمل بالجملہ اس مسئلہ میں اپنے وقت و حالت اور اپنی قوم و جماعت کی موافقت سے جسے انسب جانے اُس پر عمل کا اختیار رکھتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۱۲ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رمضان شریف میں عشا کی نماز فرض جس مصلی تہجد گذار یا غیر تہجد گزار نے جماعت کے ساتھ ادا کی ہو اُس کو نماز وتر جماعت کے ساتھ ادا کرنا ضرور ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی کو بھی ضرور نہیں بلکہ افضلیت میں اختلاف ہے۔ ہمارے اصل مذہب میں افضل یہی ہے کہ تنہا گھر میں پڑھے۔ اور ایک قول پر مسجد میں جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ اب اکثر مسلمین کا عمل اسی پر ہے کما فی الدر وحواشیہ و بیناہ فی فتاوٰنا بہرحال ضروری کسی کے نزدیک نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از سوروں ضلع ایٹہ محلہ ملک زادان مرسلہ مرزا عابد حسین صاحب ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز تہجد واجب ہے یا سنت اگر سنت ہے تو موکدہ یا غیر مؤکدہ اس کا تارک گنہگار ہے یا نہیں یعنی قصداً ترک کرنے والا مفصل مع احادیث ارقام فرمائیے گا۔ بینوا توجروا

الجواب

تہجد سنت مستحبہ ہے تمام مستحب نمازوں سے اعظم واہم قرآن عظیم واحادیث حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس کی ترغیب سے مالا مال۔ عامۂ کتب مذہب میں اُسے مندوبات ومستحبات سے گنا اور سنن موکدہ سے جدا ذکر کیا۔ تو اُس کا تارک اگرچہ فضل کبیر وخیر کثیر سے محروم ہے گنہگار نہیں بحر الرائق وعلمگیری و درمختار وفتح اللہ المعین للسید ابی السعود الازہری میں ہے من المندوبات صلاۃ اللیل مراقی الفلاح میں ہے سن تحیۃ المسجد وندب صلاۃ اللیل غنیہ شرح منیہ میں ہے من النوافل المستحبۃ قیام اللیل حلیہ میں ہے مشی صاحب الحاوی القدسی علٰی انہا مندوبۃ جامع الرموز میں ہے الاحسن اتمام السنن المؤقتۃ بذکر صلاۃ الضحٰی والمستحبات بذکر التہجد اھ ملخصا غرض ہمارے کتب مذہب کے احکام منصوصہ مذکورہ علٰی جہۃ النقل میں اُس کا استحباب ہی مصرح۔ ہاں بعض علمائے مالکیہ وشافعیہ مثل امام ابوعمر ابن عبدالبر وامام ابوزکریا نووی جانب سنیت گئے۔ اور بعض ائمہ تابعین حسن بصری وعبیدہ سلمانی ومحمد بن سیرین قائل وجوب ہوئے۔ کما یظہر بمطالعۃ عمدۃ القاری وشرح المؤطا الزرقانی وغیرہما قول وجوب کو تو جمہور علمائے مذاہب اربعہ رد فرماتے اور مخالف اجماع بتاتے ہیں کما فیہما وفی شرح مسلم للنووی والبخاری للقسطلانی والمواہب للزرقانی وغیرہما اور ہمارے علماء وجوب وسنیت کی یکساں تضعیف فرماتے ہیں۔ شرح نقایہ قہستانی میں ہے ثمان رکعات بتسلیمۃ اوتسلیمتین للتہجد وقیل لہ رکعتان سنۃ وقیل فرض کما فی المحیط البتہ ہمارے علمائے متاخرین سے امام ابن الہمام نے سنیت واستحباب میں تردد اور بالآخر جانب اول میل اور انھیں کے اتباع سے اُن کے تلمیذ علامہ حلبی نے حلیہ میں اُسے اشبہ فرمایا۔ یہ ان امام کی اپنی بحث ہے۔ نہ مذہب منصوص باآنکہ خود اعتراف فرماتے ہیں کہ احادیث قولیہ حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف استحباب ہی کا افادہ فرماتے ہیں مستند اُن کا مواظبت فعلیہ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے مگر خود فرماتے ہیں کہ مواظبت وہی مفید سنیت جو فعل نفل پر ہو۔ تو اس مسئلہ کی بنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تہجد فرض ہونے نہ ہونے پر رہی۔ اگر حضور پر فرض نہ تھا تو بوجہ مواظبت امت کے لیے سنت ہوگا۔ ورنہ مستحب قال قدس سرہ بقی ان صفۃ صلاۃ اللیل فی حقنا السنیۃ اوالاستحباب یتوقف علٰی صفتہا فی حقہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان کانت فرضا فی حقہ فہی مندوبۃ فی حقنا لان الادلۃ القولیۃ فیہا انما تفید الندب والمواظبۃ الفعلیۃ لیست علٰی تطوع لتکون سنۃ فی حقنا وان کانت تطوعا فسنۃ لنا اب اسی مبنٰی کو دیکھیے تو اس میں بھی قول جمہور مذہب مختار ومنصور حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت ہے اسی پر ظاہر قرآن عظیم شاہد اور اسی طرف حدیث مرفوع وارد قال اللہ تعالٰی یایہا المزمل قم اللیل۔ وقال تعالٰی ومن اللیل فتہجد بہ ان آیتوں میں خاص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو امر الٰہی ہے اور امر الٰہی مفید وجوب ولاینافیہ قولہ تعالٰی نافلۃ فالنافلۃ الزیادۃ ای زائدۃ فی فرائضک او فی درجاتک بتخصیص ایجابہ بک فان الفرائض اعظم درجات واکبر تفضیلا بل مؤیدہ قولہ تعالٰی لک قال الامام ابن الہمام

ربما یعطی التقیید بالمجرور ذلك فانہ اذا کان النفل المتعارف یکون کذلك لہ ولغیرہ اھ طبرانی معجم اوسط اور بیہقی سنن میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ثلث ھن علی فرائض وھن لکم سنۃ الوتر والسواك وقیام اللیل تین چیزیں مجھ پر فرض اور تمھارے لیے سنت ہیں۔ وتر ومسواک وقیام شب **اقول** والحدیث ان لم یصلح حجۃ فقد استظھر بظاھر الکتاب العزیز وقد نص المحقق نفسہ فی فتح القدیر مسئلۃ امرأۃ المفقود ان الحدیث الضعیف یصلح مرجحا لامثبتا بالاصالۃ قال ومؤافقۃ ابن مسعود مرجح اٰخر **اقول** وھٰھنا موافقۃ سلطان المفسرین مرجح اٰخر ابوجعفر طبری حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی اُمر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقیام اللیل وکتب علیہ دون امتہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قیام شب کا حکم تھا حضور پر فرض تھا امت پر نہیں) امام محی السنۃ بغوی معالم میں فرماتے ہیں کانت صلاۃ اللیل فریضۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الابتداء وعلی الامۃ ثم صار الوجوب منسوخا فی حق الامۃ وبقی فی حق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اھ ملخصا فتح القدیر میں ہے علیہ کلام الاصولیین من مشائخنا شرح مواہب زرقانی میں ہے ھو قول الاکثر ومالك مواہب میں ہے ھذا ما صححہ الرافعی ونقلہ النووی عن الجمہور شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں مختار آنست کہ از امت منسوخ شد بر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باقی ماند تا آخر عمر وقد حقق ذلك فی موضعہ تو یوں بھی سنیت تہجد ثابت نہ ہوئی۔ اور وہی مذہب واستحباب مؤید بقول جمہور ومشرب ومختار ومنصور رہا **اقول** شک نہیں کہ تہجد ابتدائے امر میں حضور اقدس صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ اور حضور کی امت سب پر فرض تھا۔ کما شھدت بہ سورۃ المزمل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اب ان کی فرضیت ثبوت ناسخ پر موقوف امت کے حق میں ناسخ بدلیل اجماع امت ثابت وان لم نعلم سند الاجماع حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باب میں دعوٰی نسخ کو بھی کوئی ایسی ہی روشن دلیل چاہئے جو اپنے افادہ میں احتمالات سے منزہ ہو فان الاحتمال یقطع الاستدلال ولا یقوم بامر محتمل حجۃ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان اللہ عزوجل افترض قیام اللیل فی اول ھٰذہ السورۃ فقام نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ حولا وامسك اللہ خاتمتہا اثنی عشر شہرا فی السماء حتی انزل اللہ فی اٰخر ھذہ السورۃ التخفیف فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ رواہ مسلم وابوداؤد والنسائی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نسخ میں نص نہیں ولہٰذا علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا دلالتہ لیست بقویۃ لاحتمالہ رسائل الارکان مولٰنا بحرالعلوم میں ہے ھذا لایقنع بہ القائل بالفریضۃ لانہ یقول لعل ام المؤمنین ارادت ان صلاۃ اللیل کانت فریضۃ علی الامۃ ثم نسخہا اللہ تعالٰی عن الامۃ وصارت نفلا واما علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فبقیت الفریضۃ کما کانت یظھر من خاتمۃ سورۃ المزمل اھ **اقول** کانہ یرید قولہ تعالٰی علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم وقولہ تعالٰی علم ان سیکون منکم مرضٰی واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ فان الظاھر ان الخطاب فیہ للامۃ **ثم اقول** ہمیں احتمال کافی خصوصاً جبکہ بوجوہ عدیدہ اُس کا پتہ چلتا ہو **اولاً** اسی حدیث میں لفظ ابی داؤد یوں ہیں قال (ای سعد بن ھشام) قلت حدثنی من قیام اللیل قالت الست تقرؤ یایھا المزمل قال قلت بلٰی قالت فان

اول ھذہ السورۃ نزلت فقام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی انتفخت اقدامھم وحبس خاتمتھا فی السماء اثنی عشر شھرا ثم نزل اٰخرھا فصار قیام اللیل تطوعا بعد فریضۃ یہاں کلام خاص اصحاب کرام میں ہے **ثانیاً** خود ام المومنین سے حدیث گزری کہ قیام لیل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر فرض امت کے لیے سنت تھا **ثالثاً** اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نسخ ذکر فرمایا کما رواہ ابوداؤد حالانکہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں فرضیت مانتے ہیں۔ کما تقدم **رابعاً** جب ام المومنین کا ارشاد اُن تک پہنچا فرمایا صدقت کما بینہ مسلم والنسائی اور فرمایا ھذا واللہ ھو الحدیث کما عند ابی داؤد اگر اس کے معنی وہ اپنے خلاف سمجھتے بیان فرماتے **ثم اقول** بلکہ تحقیق یہ ہے کہ آخر سورت نے مطلق قیام لیل نسخ نہ فرمایا بلکہ اول سورۃ میں جو نصف شب یا قریب بہ نصف کے تقدیر تھی اُسے منسوخ فرماکر مطلق قیام کی فرضیت باقی رکھی لقولہ تعالٰی فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القراٰن اس کے بعد پھر دوبارہ نسخ مطلق ہوکر استحباب رہا ہے جلالین شریف میں ہے خفف عنھم بقیام ما تیسر منہ ثم نسخ ذٰلک بالصلوات الخمس کشاف وارشاد العقل وغیرہما میں ہے عبر عن الصلوٰۃ بالقراءۃ لانھا بعض ارکانھا کما عبر عنھا بالقیام والرکوع والسجود یرید فصلوا ما تیسر علیکم ولم یتعذر من صلاۃ اللیل وھذا ناسخ للاول ثم نسخا جمیعا بالصلوات الخمس تفسیر کرخی وفتوحات الٰہیہ میں ہے ھذا ھو الاصح ام المومنین یقیناً ناسخ اول کا ذکر فرمارہی ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اُس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی داخل پھر اس سے انتفائے فرضیت کہاں حاصل ناسخ ثانی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دخول کب ثابت ہوا نہ ہرگز اس میں کوئی نص نازل تو حدیث مذکور سے انتفائے وجوب پر تمسک سرے سے زائل وھٰنا تحقیقات اخراجل واعز اتینا بھا بتوفیق اللہ العلی الاکبر فی رسالۃ لنا صنفنا ھا بعد ورود ھذا السؤال فی تحقیق ھذا المقال سمیناھا رعایۃ المذھب فی ان التہجد نفل ام سنۃ فلینظر ثمہ والحمد للہ علی کشف الغمہ **ثم اقول** وباللہ التوفیق فقیر کے نزدیک اسی مبحث میں حق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں صلاۃ لیل و نماز تہجد صلاۃ لیل ہر وہ نماز نفل کہ بعد فرض عشا رات میں پڑھی جائے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ما کان بعد صلاۃ العشاء فھو من اللیل جو نماز بعد عشا پڑھی جائے وہ سب نماز شب ہے رواہ الطبرانی عن ایاس بن معٰویۃ المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن یہ بے شک سنت مؤکدہ ہے کہ اس میں عشا کی سنت بعدیہ بلکہ سنت فجر بھی داخل صحیحین میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کانت صلاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی شھر رمضان وغیرہ ثلث عشرۃ رکعۃ باللیل منھا رکعتا الفجر اس معنی پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صلاۃ لیل کو بعد فرائض ہر نماز سے افضل بتایا کما لمسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ یرفعہ افضل الصلاۃ بعد الفریضۃ صلاۃ اللیل ورنہ جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ سنن راتبہ سب مسنون نمازوں سے افضل ہیں اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ سنت فجر سنن راتبہ سے بھی اعلٰی واجل اور نماز تہجد وہ نفل کہ بعد فرض عشا قدرے سوکر طلوع فجر سے پہلے پڑھی جائیں طبرانی حجاج بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی انما التھجد المرء یصلی الصلاۃ بعد رقدۃ معالم میں ہے التھجد لایکون الا بعد النوم حلیہ میں قاضی حسین سے ہے انہ فی الاصطلاح صلاۃ التطوع فی اللیل بعد النوم ولہذا ردالمحتار میں فرمایا صلاۃ اللیل وقیام اللیل اعم من التھجد

یہ مستحب سے زائد نہیں ورنہ سونا بھی سنت مؤکدہ ہوجائے اور شب بیداری گناہ ٹھہرے کہ تہجد سنت مؤکدہ ہوئی اور وہ بے نوم حاصل نہیں ہوسکتی اور سنت مؤکدہ کا حصول جس پر موقوف ہے وہ سنت مؤکدہ ہے لان حکم المقدمۃ حکم ماھی مقدمۃ لہ اور سنت مؤکدہ کا ترک مطلقاً یا بعد عادت گناہ اور بعد اصرار کبیرہ شب بیداری کی غایت یہ تھی کہ مستحب ہوتی مگر جب وہ ترک سنت مؤکدہ کی موجب تو مستحب کیسی مکروہ وممنوع ہونی لازم کوئی مستحب کیسی ہی فضیلت والا ہو جب کسی سنت مؤکدہ کے فوت کا موجب ہو مستحب نہیں ہوسکتا۔ مذموم ہوگا۔ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پینتالیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی کیا معاذ اللہ پینتالیس سال کامل ترک سنت مؤکدہ پر اصرار فرمایا فقد ظھر الحق واسفر الفلق وبقیۃ الکلام فی تلك الرسالۃ والحمد للہ رب الجلالۃ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کس طرح تھی یا کوئی عادت نہ تھی بلکہ کبھی گھر میں پڑھتے کبھی مسجد میں اور روافض کی مشابہت اور رفض کی تہمت سے بچنے کو مسجد میں پڑھنا ضرور ولازم ہے یا نہیں اور حدیثوں میں جو گھر میں پڑھنے کی فضیلت وارد ہوئی وہاں صرف نوافل ہیں یا سنتیں بھی۔

الجواب

ومن اللہ سبحنہ توفیق الصدق والصواب تراویح وتحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بالصلوۃ فی بیوتکم فان خیر صلاۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لیے اُس کے گھر میں ہے سوا فرض کے رواہ البخاری ومسلم اور فرماتے ہیں صلاۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرائض رواہ ابو داؤد اور خود عادت کریمہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کاشانۂ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت ظہر سے پہلے پڑھتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے پھر گھر میں رونق افروز ہوکر دو رکعتیں پڑھتے اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے اور عشا کی امامت کرکے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے اخرج مسلم فی صحیحہ وابو داؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبد اللہ بن سفین قال سألت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا عن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت ان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین وکان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء و یدخل بیتی فیصلی رکعتین ثم ذکرت صلاۃ اللیل والوتر الی ان قالت وکان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابو داؤد ثم یخرج فیصلی بالناس صلاۃ الفجر اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مروی زمانۂ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے ہی نہیں فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جمیعا حتی لایبقی فی المسجد احد کانھم لایصلون بعد المغرب حتی یصیروا الی اھلیھم سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا یہ نماز گھر میں پڑھا کرو اخرج ابوداؤد والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرۃ وابن ماجۃ عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لابی داؤد قال ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالاشھل فصلی فیہ المغرب فلما قضوا صلاتھم راھم یسبحون بعدھا فقال ھذہ صلاۃ البیوت ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بھذہ الصلاۃ فی البیوت وابن ماجۃ ارکعوا ھاتین الرکعتین فی بیوتکم شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ہرگاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایشاں را کہ نماز نفل میگزار ند کہ مراد بوے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم این یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارد نہ در مسجد بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند ہمچنیں بود عملے آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مگر بسببے یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد نگزارد وبعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نہ شود وبعض گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جہت مخالفت امر کہ ظاہر ش در وجوب است وجمہور برآنند کہ امر برائے استحباب است۔ الخ گا ہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہوا تو علماء فرماتے ہیں وہ کسی عذر وسبب سے تھا کما مرعن الشیخ وبمثلہ قال العلامۃ ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ معہذا ترک احیاناً منافی سنیت واستحباب نہیں بلکہ اُس کا مقرر ومؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب کما فی البحر وغیرہ علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دائماً سب سنتیں مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے فرضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنا چاہیے اور فرمایا ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے بلکہ مسجد میں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ نماز گھروں میں پڑھا کرو کما مرکل ذٰلک تو ہمارے لیے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں رہے کہ قول فعل پر مرجح ہے۔ اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہوسکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا کما سبق اسی طرح فقہا بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے ہدایہ میں ہے والافضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وھو المروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتح القدیر میں ہے عامتھم علی اطلاق الجواب بعبارۃ الکتاب وبہ یفتی الفقیہ ابوجعفر قال الا ان یخشی ان یشتغل عنھا اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت شرح صغیر میں ہے ثم السنۃ فی سنۃ الفجر وکذا فی سائر السنن ان یاتی بھا اما فی بیتہ وھو الافضل او عند باب المسجد واما السنن التی بعد الفریضۃ فانہ ان تطوع بھا فی المسجد فحسن وتطوعہ بھا فی البیت افضل وھذا غیر مختص بما بعد الفریضۃ بل جمیع النوافل ماعدا التراویح وتحیۃ المسجد الافضل فیھا المنزل لما روی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت الخ اھ ملخصا اور جب ثابت ہوچکا کہ سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادت طیبہ اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیال مشابہت روافض اُسے ترک کرنا کچھ وجہ نہ رکھتا ہے۔ اہل بدعت کا خلاف اُن کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں۔ ہم اُسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلیہ مثل رکعتین فجر ورباعی ظہر وعصر وعشا مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں۔ اور سنن بعدیہ

مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشا میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جاکر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے باز رکھے مشغول نہ ہوگا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر پلٹ آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۂ ادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔ قال تبارک وتعالٰی ونکتب ما قدموا واٰثارھم وکل شیئ احصینٰہ فی امام مبین اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو۔ اور یہ معنی عارضی افضلیت صلاۃ فی البیت کے منافی نہیں۔ نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جاگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے کما فی کتب الفقہ مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے۔ اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن وانگشت نمائی وانتشار ظنون وفتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے ائمہ دین فرماتے ہیں الخروج عن العادۃ شہرۃ ومکروہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نفل کا سوائے تراویح ونماز کسوف وخسوف بجماعت ممنوع ہونا تو معلوم ہے لیکن بعض مشائخ کے یہاں جو باعتبار کسی کسی کتاب کے بعض نمازیں نفل کی مثل صلاۃ قضائے عمری (۴ نفل قبل آخری جمعہ کے) اور نفل شب برات بجماعت ادا ہوتے ہیں ان کی کیا اصل ہے۔ جواز کس بنا پر ہے اور ممانعت کیوں ہے۔ جن فتاوی کی رو سے جواز نکالا ہے وہ کہاں تک معتبر ہے (۲) نفل یوم عاشورا ہم کو پڑھنا مناسب ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اسی حکم میں نماز خسوف بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام جمعہ حاضر ہو کما فی الشامی عن اسمٰعیل عن البرجندی حلیہ میں ہے اما الجماعۃ فی صلاۃ الخسوف فظاہر کلام الجم الغفیر من اھل المذھب کراھتھا الخ صرف تراویح وصلاۃ الکسوف وصلاۃ الاستسقا مستثنٰی ہیں وذلک بوفاق ائمتنا علی الاصح فالخلف فی الاخیر فی الاستنان دون الجواز کما صرح بہ فی الدر المختار تداعی مذہب اصح میں اس وقت متحقق ہوگی جب چار یا زیادہ مقتدی ہوں دو تین تک کراہت نہیں فی الدر یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدر اھ وفی الطحطاوی علی مراقی الفلاح فی اقتداء ثلثۃ الاصح عدم الکراھۃ نماز قضائے عمری کہ آخر جمعہ ماہ مبارک رمضان میں اس کا پڑھنا اختراع کیا گیا اور اس میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس نماز سے عمر بھر کی بلکہ ماں باپ کی بھی قضائیں اُتر جاتی ہیں محض باطل وبدعت سیئہ شنیعہ ہے کسی کتاب معتبر میں اصلا اس کا نشان نہیں نماز شب برات اگرچہ مشائخ کرام قدست اسرارہم نے بجماعت بھی پڑھی قوت القلوب شریف میں ہے یستحب احیاء خمس عشرۃ لیلۃ (الی قولہ) لیلۃ النصف من شعبان وقد کانوا یصلون فی ھٰذہ اللیلۃ مأتہ رکعۃ بالف مرۃ قل ھو اللہ احد عشرا فی کل رکعۃ ویسمون ھذہ الصلاۃ صلاۃ الخیر ویتعرفون برکتھا ویجتمعون فیھا وربما صلوھا جماعۃ اور یہی مذہب علمائے تابعین سے لقمان بن عامر وخالد بن معدان اور ائمہ مجتہدین سے اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے مگر ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب وہی ہے کہ جماعت بتداعی ہو تو مکروہ ہے کما نص علیہ فی البزازیۃ والتتارخانیۃ والحاوی القدسی والحلیۃ والغنیۃ ونور الایضاح ومراقی الفلاح والاشباہ وشروحھا والدر المختار وحواشیہ وغیر

ذلك من الکتب المعتمدۃ (۲) عاشورا ایام فاضلہ سے ہے اور نماز بہترین عبادات اور اوقات فاضلہ میں اعمال صالحہ کی تکثیر قطعاً مطلوب ومندوب مگر اس دن نوافل معینۃ الطرق مخصوصہ میں جو حدیث روایت کی جاتی ہے علماء اُسے موضوع و باطل بتاتے ہیں کما صرح بہ ابن الجوزی فی موضوعاتہ واقرہ علیہ فی اللآلی موضوعات کبیر ملا علی قاری میں ہے صلاۃ عاشوراء موضوع بالاتفاق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از علاقہ جاگل تھانہ ہری پور کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ شیر محمد شیخ ۱۷رمضان شریف ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں نیت وتر کی کرے یا واجب بھی یا سنت کی یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

وتر کی نیت تو ضرور ہی ہے پھر چاہے اسی قدر پر قناعت کرے اور بہتر یہ ہے کہ وتر واجب کی نیت کرے کہ ہمارے مذہب میں وتر واجب ہی ہیں اور اگر سنت بمعنی مقابل واجب کے نیت کی تو ہمارے امام کے نزدیک وتر ادا نہ ہوں گے۔ فی الدرالمختار لابد من التعیین عند النیۃ لفرض انہ ظہر او عصر و واجب انہ وتر و نذر اھ مختصرا وفی ردالمحتار لایلزمہ تعیین الوجوب وان کان حنفیا ینبغی ان ینویہ لیطابق اعتقادہ الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از ملک بنگالہ ضلع چاٹگام ڈاک خانہ جلدی مرسلہ محمد حبیب اللہ صاحب ۸رجمادی الآخرہ ۱۳ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ جناب قاضی ثناء اللہ صاحب در مالابدمنہ آوردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در صلاۃ تہجد طول قیام بسیار میفرمودند حتی کہ در پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورم و منشق شدہ است قول مذکور قابل اعتبار است یا نہ و ورم و منشق در صحاح ستہ ثابت است تا خلاج از صحاح بعض عالم میگویند کہ ورم قدم مبارک آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در صحاح ثابت است و منشق ثابت نیست قول کدام کس معتبر است۔ بینوا بسند الکتاب وتوجروا من اللہ الوھاب۔

الجواب

ایں جا سخن قاضی درست و سوی ست انکارش از نادیدہ روی ست تورم وانشقاق ہر دو در صحاح ستہ خبر سنن ابی داؤد مروی ست در جامع صحیح امام بخاری ست حدثنا صدقۃ بن فضل اخبرنا ابن عیینۃ ثنا زیاد انہ سمع المغیرۃ یقول قام النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی تورمت قدماہ فقیل لہ قد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا اکون عبدا شکورا حدثنا الحسن بن عبدالعزیز ثنا عبداللہ بن یحیی اخبرنا حیوۃ عن ابی الاسود انہ سمع عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماہ فقالت عائشۃ لم تصنع ھذا یارسول اللہ وقد غفر اللہ لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر قال افلا احب ان اکون عبدا شکورا الحدیث قال البخاری فی کتاب الصلوۃ تفطر قدماہ والفطور الشقوق انفطرت انشقت اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از بریلی محلہ صندل خاں کی بندیہ ۲۹ رذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عشا میں آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہو کر سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

حضور پر نور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھی مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمھارے مثل نہیں میرا ثواب قیام و قعود دونوں میں یکساں ہے تو امت کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے پر بھی کوئی اعتراض نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز تہجد ادا کرتا ہے لہذا اس کو وتر بعد فراغت تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں یا کسی کی تراویح اتفاق سے کچھ باقی رہ گئی ہیں تو وہ امام کے پیچھے تراویح پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

الجواب

تہجد پڑھنے والا بعد تراویح وتر پڑھ سکتا ہے بلکہ جاگنے پر اعتماد نہ ہو تو پہلے ہی پڑھ لینا بہتر ہے جس نے امام کے ساتھ بعض تراویح نہ پائیں تو بعد امام اُن کو پڑھے خواہ وتروں سے پہلے یا بعد اور اول بہتر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از ریاست الور راجپوتانہ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ مولوی محمد رکن الدین صاحب نقشبندی ۲۲ ذی الحجہ ۲۴ھ

مسئلہ یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی چار سنتیں اگر قضا ہوجاویں تو بعد فرض جماعت کے اُسے سنت وقت کے اندر قضا کرلے یا نہیں اس میں بھی صاحب ردالمحتار تحریر فرماتے ہیں کہ جمعہ کی سنت مثل سنت ظہر کے نہیں ہیں لہذا گزارش ہے کہ اس کی تحقیق سے بواپسی ڈاک اطلاع بخشی جائے۔ دو چار علما سے جو گفتگو ہوئی تو انھوں نے جناب کی تحقیق کی طرف توجہ دلائی۔

الجواب

ہاں وقت میں انھیں ادا کرلے وہ ادا ہوگی نہ کہ قضا درمختار میں ہے بخلاف سنۃ الظہر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکھا ویقتدی ثم یاتی بھا علی انھا سنۃ فی وقتہ ای الظہر بحرالرائق میں ہے وحکم الاربع قبل الجمعۃ کالاربع قبل الظہر کما لایخفی حاشیہ علامہ خیر الدین الرملی علی البحر الرائق میں فتاوی علامہ سراج الدین حانوتی سے ہے ما قالوہ فی المتون وغیرھا من ان سنۃ الظہر تقضی یقتضی ان تقضی سنۃ الجمعۃ اذ لا فرق اھ ثم نقل عن روضۃ العلماء ما ردہ فی منحۃ الخالق وردالمحتار جامع الرموز میں ہے سنۃ الظہر ولو حکما فیدخل فیہ سنۃ الجمعۃ فتقضی علی الخلاف سنۃ الظہر رہا علامہ شامی کا استدلال کہ قد یستدل للفرق بینھما بان القیاس فی السنن عدم القضا وقد استدل قاضی خان لقضاء سنۃ الظہر بما عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا فاتتہ الاربع قبل الظہر قضاھن بعدہ فیکون قضاؤھا ثبت بالحدیث علی خلاف القیاس اُس پر فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی تعلیقات میں یہ لکھا اقول فیہ ان الحاق سنۃ الجمعۃ بسنۃ الظہر بدلیل المساواۃ فلا یضر کون القضاء فیھن علی خلاف القیاس لان الالحاق دلالۃ لایختص بمعقول المعنی کما نص علیہ الامام ابن الھمام وغیرہ من الاعلام بل لعل لقائل ان یقول ان سنۃ الجمعۃ من افراد سنۃ الظہر فلا وبالجملۃ فالاحوط الاتیان بھا خروجا عن العھدۃ بیقین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ۲۰ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہوگیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد۔ بیّنوا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے نہ اس کے بعد پڑھے نہ اُس سے پہلے ردالمحتار میں ہے اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھۃ النفل واما بعد طلوع الشمس فکذٰلک عندھما وقال محمد احب الیّ ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کرانا ہے ناواقفی سے ناشی یہ سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہوگئیں اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہرگز نہ ہوں گی الا تری الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمّی صلاتھا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے اماموں نے اُس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نماز فجر کا کرکے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہوجائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم وآکد ہے جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہوچکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا فی الدرالمختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغالہ بسنتھا ترکھا لکون الجماعۃ اکمل الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از مقام بومد قلعہ رام چھاؤنی ڈیرہ اسمٰعیل خاں رجمنٹ ۲۵ بنگال ملک وزیرستان مرسلہ عبداللہ خاں صاحب ۱۳ صفر ۱۳۲۰ھ

؎ اے لقائے تو جواب ہر سوال؛ مشکل از تو حل شود بے قیل وقال۔ بعد تمنائے قدمبوسی کے مدعا یہ ہے کہ یہاں ہم لوگوں میں ایک حافظ قرآن شریف بہت عمدہ تلاوت کرتے ہیں سب جوانوں کا مشورہ ہوا کہ حافظ صاحب ہم کو پورا قرآن سُنائیں سب کی صلاح سے بعد نماز عشا پچھلی دو رکعت نفل میں دو پارے روز سُنائے دس یوم بعد معلوم ہوا کہ نفلوں میں جماعت درست نہیں بعد کو سب کے رائے سے عشا کے فرضوں میں دو رکعت پیشتر میں قرآن سنایا ۸ یوم سنا ہوگا کہ بعض نے کہا تمہاری نماز درست نہ ہوئی اب آپ

لکھیے کہ کسی طرح قرآن شریف علاوہ رمضان مبارک سنانا درست ہے یا نہیں اب سب کہتے ہیں وتروں میں سناؤ اور اب یہ بھی سنا ہے کہ سنتوں میں جماعت درست نہیں ہے پھر کیا بندوبست کیا جائے اور جو نماز اس طور پڑھی ہے وہ قبول ہوئی یا پھر قضا کریں یہ جگہ پہاڑ ہے ایک قلعہ ہے جس میں ہم قریب سو جوانوں کے رہتے ہیں۔

الجواب

استسقاء کے سوا ہر نماز نفل وتراویح وکسوف کے سوا ہر نماز سنت میں ایسی جماعت جس میں چار یا زیادہ شخص مقتدی بنیں مکروہ ہے اور وتروں کی جماعت غیر رمضان میں اگر اتفاقاً کبھی ہوجائے تو حرج نہیں مگر التزام کے ساتھ یہی حکم ہے کہ چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو کراہت ہے اور فرضوں میں قراءت طویل قدر سنت سے اس قدر زائد کہ مقتدیوں میں سے کسی شخص پر بار گزرے سخت ناجائز وگناہ ہے یہاں تک کہ اگر ہزار مقتدی ہیں اور سب خوشی سے راضی ہیں کہ قراءت قدر سنت سے زیادہ پڑھی جائے مگر ایک شخص کو ناگوار ہے تو اسی ایک کا لحاظ واجب ہوگا اور قدر سنت سے بڑھانا گناہ ہوگا درمختار میں ہے یصلی بالناس من یملک اقامۃ الجمعۃ رکعتین کالنفل وصلٰوۃ الکسوف سنۃ واختار فی الاسرار وجوبھا واختلف فی استنان صلٰوۃ الاستسقاء وھو بلا جماعۃ مسنونۃ بل ھی جائزۃ اھ ملتقطا اسی میں ہے لایصلی الوتر ولا التطوع بجماعۃ خارج رمضان ای یکرہ ذٰلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدرر ردالمحتار میں ہے قولہ یکرہ ذٰلک اشار الی ما قالوا ان المراد من قول القدوری فی مختصرہ لایجوز الکراھۃ لاعدم اصل الجواز لکن فی الخلاصۃ عن القدوری انہ لایکرہ وایدہ فی حلیۃ بما اخرجہ الطحاوی عن المسور بن مخرمۃ قال دفنا ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لیلا فقال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انی لم اوتر فقام وصففنا وراءہ فصلی بنا ثلث رکعات لم یسلم الا فی اٰخرھن ثم قال ویمکن ان یقال الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان ذٰلک احیانا کما فعل عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث وعلیہ یحمل ما ذکرہ القدوری فی مختصرہ وما ذکرہ فی غیر مختصرہ یحمل علی الاول واللہ تعالٰی اعلم درمختار میں ہے یکرہ تحریما تطویل الصلٰوۃ علی القوم زائدا علی قدر السنۃ الخ وتمام الکلام علیہ فی ردالمحتار والحلیۃ وغیرھما وبالبحث والتنقیر یظھر ما ذکرنا پس اگر اس کا بندوبست منظور ہو تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) یہ کہ فرضوں کی دو رکعت پیشیں میں قراءت ہو اس شرط پر کہ جماعت کے آدمی گنے بندھے ہوں اور وہ سب دل سے اس تطویل پر راضی ہوں کسی کو گراں نہ گزرے فان اللہ لایمل حتی تملوا کما فی الصحیح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر یہ معدود لوگ راضی ہوں مگر جماعت میں یہی معین نہیں اور لوگ بھی آکر شریک ہوجاتے ہیں اور ان کا اس تطویل پر راضی ہونا معلوم نہیں تو جائز نہ ہوگا حذرا عن الوقوع فی الحرام (۲) سنتوں، نفلوں، وتروں میں حافظ قراءت کرے اور ہر بار مختلف لوگ مقتدی ہوں کہ کسی بار میں تین سے زیادہ مقتدی نہ ہوں مثلاً عشا کے بعد دو سنتوں میں تین مقتدیوں کے ساتھ آدھا پارہ پڑھ لیا پھر وتروں میں دوسرے تین آدمی شریک ہوگئے آدھا ان میں پڑھا پھر نفلوں میں دوسرے تین مل گئے آدھا اب پڑھا یا وتروں سے پہلے جتنے نفل چاہے۔ امام نے مختلف تین تین آدمیوں کے ساتھ پڑھے کہ سو یا زیادہ شخص سب کو حصہ رسد ایک قراءت طویل میں

شرکت پہنچ گئی (۳) سنتوں خواہ نفلوں میں سب مقتدی ایک ساتھ شریک ہو کر ایک ہی بار میں ساری قراءت سب سنیں مگر یوں کہ مقتدی سب یا تین سے جتنے زیادہ ہیں یوں منت مان لیں کہ میں نے اللہ تعالٰی کے لیے نذر کی کہ یہ رکعتیں اس امام کے ساتھ باجماعت ادا کروں اس صورت میں بھی کراہت نہ رہے گی اگرچہ کوئی ایسی پسندیدہ بات یہ بھی نہیں درمختار میں ہے فی الاشباہ عن البزازیۃ یکرہ الاقتداء فی صلاۃ رغائب وبراءۃ وقدر الا اذا قال نذرت کذا رکعۃ بھذا الامام جماعۃ اھ قلت وتتمۃ عبارۃ البزازیۃ من الامامۃ ولا ینبغی ان یتکلف کل ھذا التکلف لامر مکروہ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از احمد آباد گجرات دکن محلہ مرزاپور مدرسہ اسلامیہ مرسلہ شیخ علاء الدین صاحب ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نزدیک امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور علمائے حنفیہ کی نماز تہجد کی ساتھ جماعت کے پڑھنا جائز ہے یانہیں اور دیگر ایام مخصوصہ چنانچہ یوم عاشورا وغیرہ میں نفل جماعت سے جائز ہیں یانہیں اور یہاں کے مولوی نماز تہجد کی جماعت سے پڑھنا از حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما منصوص کہتے ہیں اور وقت تہجد کے جماعت بھی کرتے ہیں آیا جماعت تہجد اور نفلوں کی کرنا مستحب یا سنت کیا ہے اور جبکہ برعکس ہو تو کیا مکروہ ہے یا بدعت ہے کیا ہے اللھم اھدنا بینوا بحکم الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا جماعت نوافل میں ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب معلوم ومشہور اور عامہ کتب مذہب میں مذکور ومسطور ہے کہ بلاتداعی مضائقہ نہیں اور تداعی کے ساتھ مکروہ۔ تداعی ایک دوسرے کو بلانا جمع کرنا اور اسے کثرت جماعت لازم عادی ہے اور اُس کی تحدید امام نسفی وغیرہ نے کافی میں یوں فرمائی کہ امام کے ساتھ ایک دو شخص تک بالاتفاق بلاکراہت جائز اور تین میں اختلاف اور چار مقتدی ہوں تو بالاتفاق مکروہ۔ یہ تحدید امام شمس الائمہ سے منقول ہے کافی کا نص عبارت یہ ہے (لایصلی تطوع بجماعۃ الا قیام رمضان) وعن شمس الائمۃ ان التطوع بالجماعۃ انما یکرہ اذا کان علی سبیل التداعی امالو اقتدی واحد بواحد او اثنان بواحد لایکرہ واذا اقتدی ثلثۃ بواحد اختلف وان اقتدی اربعۃ بواحد کرہ اتفاقا اور اصح یہ ہے کہ تین مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قولہ اختلف فیہ والاصح عدم الکراھۃ مگر انھیں امام شمس الائمہ سے خلاصہ وغیرہ میں یوں منقول کہ تین مقتدیوں تک بالاتفاق کراہت نہیں چار میں اختلاف ہے اور اصح کراہت فتاوی خلاصہ کا نص عبارت کتاب الصلوۃ فصل حادی عشر میں یہ ہے اصل ھذا ان التطوع بالجماعۃ اذا کان علی سبیل التداعی یکرہ فی الاصل للصدر الشھید اما اذا صلی بجماعۃ بغیر اذان واقامۃ فی ناحیۃ المسجد لایکرہ وقال شمس الائمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالٰی ان کان سوی الامام ثلثۃ لایکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انہ یکرہ بالجملہ دو مقتدیوں میں بالاجماع جائز اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ اور تین اور چار میں اختلاف نقل ومشائخ اور اصح یہ کہ تین میں کراہت نہیں چار میں ہے تو مذہب مختار یہ نکلا کہ امام کے سوا چار یا زائد ہوں تو کراہت ہے ورنہ نہیں ولہٰذا درر وغرر پھر درمختار میں فرمایا یکرہ ذلک لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد پھر اظہر یہ کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی لمخالفۃ التوارث نہ تحریمی کہ گناہ وممنوع ہو ردالمحتار میں ہے فی الحلیۃ الظاھر ان الجماعۃ فیہ غیر مستحبۃ ثم ان کان

ذلک احیانا کان مباحا غیر مکروہ وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث اھ ویؤیدہ ایضا مافی البدائع من قولہ ان الجماعۃ فی التطوع لیست بسنۃ الافی قیام رمضان اھ فان نفی السنیۃ لایستلزم الکراھۃ نعم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ وفی حاشیۃ البحر للخیر الرملی علل الکراھۃ فی الضیاء والنھایۃ بان الوتر نفل من وجہ والنفل بالجماعۃ غیر مستحب لانہ لم تفعلہ الصحابۃ فی غیر رمضان اھ وھو کالصریح فی انھا کراھۃ تنزیہ تامل اھ اھ مختصرا صلاۃ الرغائب وصلاۃ البراءۃ وصلاۃ القدر کہ جماعات کثیرہ کے ساتھ بکثرت بلاد اسلام میں رائج تھیں متاخرین کا اُن پر انکار اس نظر سے ہے کہ عوام سنت نہ سمجھیں ولہذا وجیز کردری میں بعد بحث وکلام فرمایا فلوترک امثال ھذہ الصلوات تارک لیعلم الناس انہ لیس من الشعار فحسن اور بعض ناس کا غلو وافراط مسموع نہیں اور حدیث بروایت مجاہیل آنا موجب وضع نہیں نہ وضع حدیث موجب منع عمل ہے عمل بالحدیث الموضوع اور عمل بما فی الحدیث الموضوع میں زمین آسمان کا بل ہے کما حققنا کل ذلک فی منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین خصوصًا ان کا فعل بجماعت اجلہ اعاظم اولیائے کبار وعلمائے ابرارحتی کہ ایک جماعت تابعین کرام وائمہ مجتہدین اعلام سے ثابت ومنقول ہے لطائف المعارف امام حافظ زین الدین ابن رجب میں ہے ولیلۃ النصف من شعبان کان التابعون من اھل الشام کخالد بن معدان ومکحول ولقمان بن عامر وغیرھم یعظمونھا ویجتھدون فیھا فی العبادۃ ومنھم اخذ الناس فضلھا وتعظیمھا وقد قیل انہ بلغھم فی ذلک اٰثار اسرائیلیۃ فلما اشتھر ذلک عنھم فی البلدان اختلف الناس فی ذلک فمنھم من قبلہ ووافقھم علی تعظیمھا منھم طائفۃ من عباد اھل البصرۃ وغیرھم وانکر ذلک اکثر العلماء منھم عطاء وابن ابی ملیکۃ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم من فقھاء المدینۃ وھو قول اصحاب مالک وغیرھم وذلک کلہ بدعۃ واختلف علماء اھل الشام فی صفۃ احیائھا علی قولین احدھما انہ یستحب احیاؤھا جماعۃ فی المساجد کان خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغیرھما یلبسون فیھا احسن ثیابھم ویتبخرون ویکتحلون ویقومون فی المساجد لیلتھم ذلک ووافقھم اسحٰق بن راھویہ علی ذلک الخ وقد ذکر بعدہ القول الاٰخر وھو کراھۃ الجماعۃ دون الانفراد والذی علیہ امام الشام الاوزاعی لکن فیہ سقط فی نسختی فلم یتیسر لی نقلہ ویتضح بما ذکرہ عن الشرنبلالی فانہ انما اخذہ عنہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے انکرہ اکثر العلماء من اھل الحجاز منھم عطاء وابن ابی ملیکۃ وفقھاء اھل المدینۃ واصحاب مالک وغیرھم وقالوا ذلک کلہ بدعۃ ولم ینقل عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا عن اصحابہ احیاء لیلتی العید جماعۃ واختلف علماء الشام فی صفۃ احیاء لیلۃ النصف من شعبان علی قولین احدھما انہ استحب احیاؤہ بجماعۃ فی المسجد طائفۃ من اعیان التابعین کخالد بن معدان ولقمان بن عامر ووافقھم اسحٰق بن راھویہ والقول الثانی انہ یکرہ الاجتماع لھا فی المساجد للصلاۃ وھذا قول الاوزاعی امام اھل الشام وفقیھھم وعالمھم ان دونوں عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اہل شام میں ائمہ تابعین مثل خالد بن معدان وامام مکحول ولقمان بن عامر وغیرہم شب برات کی تعظیم اور اس رات عبادت میں کوشش عظیم کرتے اور اُنھیں سے لوگوں نے اُس کا فضل ماننا اور اُس کی تعظیم کرنا اخذ کیا ہے کوئی کہتا ہے اُنھیں اسباب میں کچھ آثار اسرائیلی پہنچے تھے خیر جب اُن سے یہ امر شہروں میں پھیلا علما اس میں مختلف ہوگئے ایک جماعت نے اسے قبول کیا اور تعظیم شب برات کے موافق ہوئے اُن میں سے

ایک گروہ عابدین اہل بصرہ وغیرہم ہیں اور اکثر علما نے انکار کیا اُن میں سے ہیں امام عطا وابن ابی ملیکہ وعبدالرحمن بن زید بن اسلم فقہائے مدینہ سے اور یہ قول مالکیہ وغیرہم کا ہے کہ یہ سب نو پیدا ہے علمائے اہل شام اس رات کی شب بیداری میں کہ کس طرح کی جائے دو قول پر مختلف ہوئے ایک قول یہ ہے کہ مسجدوں میں جماعت کے ساتھ مستحب ہے خالد بن معدان ولقمان بن عامر وغیرہما اس شب اکابر تابعین اچھے سے اچھے کپڑے پہنتے بخور کا استعمال کرتے سرمہ لگاتے اور شب کو مسجدوں میں قیام فرماتے امام مجتہد اسحق بن راہویہ نے بھی اس بارے میں اُن کی موافقت فرمائی دوسرا قول یہ کہ مساجد میں اس کی جماعت مکروہ ہے اور یہ قول شام کے امام وفقیہ وعالم امام اوزاعی کا ہے۔ شیخ محقق اعلم علماء السند مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی ماثبت بالسنۃ میں حدیث صلاۃ الرغائب پر محدثین کا کلام ذکر کرکے ارشاد فرماتے ہیں هذا ما ذکرہ المحدثون علی طریقتھم فی تحقیق الاسانید ونقد الاحادیث وعجبا منھم ان یبالغوا فی ھذا الباب ھذہ المبالغۃ ویکفیھم ان یقولوا لم یصح عندنا ذلک واعجب من الشیخ محی الدین النووی مع سلوکہ طریق الانصاف فی الابواب الفقھیۃ وعدم تعصبہ مع الحنفیۃ کما ھو داب الشافعیۃ فما نحن فیہ اولی بذلک لنسبتہ الی المشائخ العظام والعلماء الکرام قدس اسرارھم یعنی یہ وہ کلام ہے کہ محدثین نے اپنے طریقہ تحقیق اسناد وتنقید آثار پر ذکر کیا اور اُن سے اسی قدر مبالغہ کا تعجب ہے انھیں اتنا کہنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی اور زیادہ تعجب امام محی الدین نووی سے ہے کہ وہ تو مسائل فقہ میں راہ انصاف چلتے ہیں اور دیگر شافعیہ کی طرح حنفیہ کے ساتھ تعصب نہیں رکھتے تو یہ مسئلہ جس میں ہم بحث کررہے ہیں زیادہ انصاف وترک افراط کے لائق تھا اس لیے کہ یہ فعل اولیائے عظام وعلمائے کرام قدست اسرارہم کی طرف منسوب ہے پھر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے دربارہ صلاۃ الرغائب خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک حدیث بحوالہ جامع الاصول کتاب امام رزین سے نقل کی جس کی وضع اس لیے ہے کہ صحاح ستہ کی حدیثیں جمع کرے اور اُس کے آخر میں ابن اثیر سے نقل کیا هذا الحدیث مما وجدتہ فی کتاب رزین ولم اجدہ فی واحد من الکتب الستۃ والحدیث مطعون فیہ یعنی یہ حدیث میں نے کتاب رزین میں پائی اور صحاح ستہ میں مجھے نہ ملی اور اُس پر جرح ہے پھر فرمایا وقد وقع فی کتاب بھجۃ الاسرار ذکر لیلۃ الرغائب فی ذکر سیدنا وشیخنا القطب الربانی وغوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبدالقادر الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اجتمع المشائخ وکانت لیلۃ الرغائب الی اخر ما ذکر من الحکایۃ وذکر ایضا انہ نقل عن الشیخین الفقیہین الشیخ عبدالوھاب والشیخ عبدالرزاق قالا بکر الشیخ بقا بن بطو سحر یوم الجمعۃ الخامسۃ من رجب السنۃ ثلث واربعین وخمسمائۃ الی مدرسۃ والدنا الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ وقال لنا الا تسألونی عن سبب بکوری الیوم انی رأیت البارحۃ نورا اضاءت الآفاق وعم اقطار الوجود ورأیت اسرار ذوی الاسرار فمنھا ما یتصل بہ ومنھا ما یمنعہ مانع من الاتصال بہ وما اتصل بہ سر الا تضاعف نورہ فطلبت ینبوع ذلک النور فاذا ھو صادر عن الشیخ عبدالقادر فاردت الکشف عن حقیقتہ فاذا ھو نور شھودہ قابل نور قلبہ وتقارح ھذان النوران وانعکس ضیاؤھما علی مرأۃ حالہ واتصلت اشعتہ المتقادحات من محط جمعہ لی وصف قربہ فاشرق بہ الکون ولم یبق ملک نزل اللیلۃ الا اتاہ وصافحہ واسمہ عندھم الشاھد والمشھود قالا فاتیناہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وقلنا لہ اصلیت اللیلۃ صلاۃ الرغائب فانشد

اذا نظرت عینی وجوہ حبائبی ؛ فتلك صلاتی فی لیالی الرغائب ؛ وجوہ اذا ما اسفرت عن جمالها ؛ اضاءت بها الاکوان من کل جانب ؛ ومن لم یوف الحب ما یستحقہ ؛ فذاك الذی لم یأت قط بواجب ؛ اھ ما نقلہ الشیخ قدس سرہ والذی راٰہ العبد الضعیف عفی اللہ تعالٰی لہ فی البھجۃ الکریمۃ نصہ ھکذا ولم یبق ملك انزل اللیلۃ الی الارض واتاہ وصافحہ الخ یعنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذکر اقدس میں صلاۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے الی اٰخر کلماتہ نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہ نے بسند خود حضرات عالیات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق ابنائے حضور پُرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ پنجم رجب ۵۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا بن بطو قدس سرہ العزیز صبح تڑکے مدرسہ اور حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے کہا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہوگئے اور جمیع اقطار عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اُس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اُس سے اتصال پاتا ہے اُس کا نور دوبالا ہوجاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ و منبع کیا ہے کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور پرنور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صادر ہوا ہے اب میں نے اُس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہوکر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے تکیے حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اُس سے جگمگا اُٹھا اور جتنے فرشتے اُس رات اُترے تھے سب نے حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ کیا (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اُس رات زمین پر نہ اُترا اور حضور کے پاس آکر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو یعنی تمام ملئکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحے کیے) فرشتوں کے یہاں حضور کا نام پاک شاہد مشہود ہے (شاہد کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملئکہ اُن کے پاس آئے قال تعالٰی ان قراٰن الفجر کان مشھودا ای تشھدہ الملئکۃ) دونوں شاہزادگان دوجہاں نے فرمایا ہم یہ سن کر حضور پُرنور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور نے صلاۃ الرغائب پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور پُرنور رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائیں تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اُٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی کوئی واجب بجا نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۰ جمادی الاولی ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ بعد وتر کے نفل جو پڑھے جاتے ہیں اُن کا بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے یا کھڑے ہو کر۔ کتاب مالابدمنہ ہندی میں ص ۴۵ س ۵ میں تحریر ہے کہ بعد وتر کے دو رکعت بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔

الجواب

کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان صلی قائما فھو افضل

ومن صلی قاعدا فلہ نصف اجر القائم اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو وہ افضل ہے اور جو بیٹھ کر پڑھے اُس کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے نصف ثواب ہے رواہ البخاری عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الصحابۃ جمیعا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ رکعتیں بیٹھ کر بھی پڑھی ہیں کما عند مسلم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت بعد ما ذکرت وترہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یصلی رکعتین بعد ما یسلم وھو قاعد ولاحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلیہما بعد الوتر وھو جالس اور کبھی ان میں قعود وقیام کو جمع فرمایا ہے کہ بیٹھ کر پڑھتے رہے جب رکوع کا وقت آیا کھڑے ہو کر رکوع فرمایا فلابن ماجۃ عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلی بعد الوتر رکعتین خفیفتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع مگر بیٹھ کر پڑھنا دوامًا نہ تھا بلکہ اس بات کے بیان کے لیے کہ بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے جیسا کہ خود ان نفلوں کا پڑھنا بھی اس بیان کے واسطے تھا کہ وتر کے بعد نوافل جائز ہیں اگرچہ اولٰی یہ ہے کہ جتنے نوافل پڑھنے ہوں سب پڑھ کر آخر میں وتر پڑھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اجعلوا اٰخر صلوتکم باللیل وترا اپنی نمازِ شب میں سب سے آخر وتر رکھو رواہ مسلم عن ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا امام نووی منہاج پھر علامہ قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں ھاتان الرکعتان فعلہما رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علی ذلک بلکہ اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ یہ نفل بیٹھ کر پڑھتے جب بھی ہمارے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا ہی افضل ہوتا کہ یہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے لیے فعل ہوتا اور ہمارے لیے صاف وہ ارشاد قولی ہے کہ کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھے کا ثواب آدھا ہے اور اصول کا قاعدہ ہے کہ قول فعل میں ترجیح قول کو ہے کہ فعل میں احتمال خصوصیت ہے نہ کہ یہاں تو صریحا بیان خصوصیت فرمایا ہے صحیح مسلم شریف میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے مجھے حدیث پہنچی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھے کی نماز آدھی ہے میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھتے پایا میں نے سرِ انور پر ہاتھ رکھا (**اقول** یعنی یہ خیال گزرا کہ شاید بخار وغیرہ کے سبب بیٹھ کر پڑھ رہے ہوں) وھذا بحمد اللہ منزع نفیس واضح یستغنی بہ عما اطال الطیبی[1] وابن حجر والقاری ووقعوا

---

[1] (فوجدتہ یصلی جالسا فوضعت یدی) لعلہ بعد الفراغ من الصلاۃ ثم رأیت ابن حجر جزم بہ وقال بعد فراغہ اذ لا یظن بہ انہ وضع قبلہ (علی رأسہ) ای لیتوجہ الیہ وکانہ کان ھناک مانع من ان یحضر بین یدیہ ومثل ھذا لایسمی خلاف الادب عند طائفۃ العرب لعدم تکلفھم وکمال تألفھم وکذلک فی قولہم لہ انت دون انتم الذی ھو مقتضی حسن الاٰداب فی معرض الخطاب لایتوجہ علی قائلہ العتاب وتکلف الطیبی ھنا فی شرح الکتاب واورد السؤال والجواب ونسب قلۃ الادب الی الاصحاب وقال علی وجہ الاطناب فان قلت الیس یجب علیہ خلاف ذلک توقیرا لہ علیہ الصلوۃ والسلام قلت لعلہ صدر عنہ لاعن قصد ولعلہ استغرب کونہ علی خلاف ماحدث عنہ واستبعد فاراد تحقق ذلک فوضع یدہ علی رأسہ ولذلک انکر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقولہ مالک الخ فسماہ ونسبہ الی ابیہ وکذا اقول عبد اللہ وانت تصلی قاعدا فانہ حال مقررۃ لجہۃ الاشکال ثم رأیت ابن حجر قال کان ذلک فی عادتہم یفعلہ المستغرب الشیئ المتعجب من وقوعہ مع من استغرب منہ ذلک فلا ینافی المتعارف الاٰن ان ذلک خلاف الادب ونظیرہ ان بعض العرب کان ربما لمس لحیتہ شریفۃ عند مقاومتہ معہ اھ وقد شوھد فی زماننا ان بعض اجلاف العرب یمسک لحیتہ شریف مکۃ ویقول ان فداک یا حسن والحال انہ قد یکون نعلہ معلقا فی اصبعہ ۱۲ منہ

فیما کان لھم منہ وحتہ عنہ و باللہ التوفیق حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو کیا ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ میں نے سنا تھا کہ حضور نے فرمایا بیٹھے کی نماز آدھی ہے۔ اور حضور خود بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں فرمایا اجل ولکن لست کاحد منکم ہاں بات وہی ہے کہ بیٹھے کا ثواب آدھا ہے مگر میں تمھارے مثل نہیں میرے لیے ہر طرح پورا کامل اکمل ثواب ہے۔ یہ میرے لیے خصوصیت وفضل رب الارباب ہے مرقاۃ میں ہے یعنی ھذا من خصوصیاتی ان لاینقص ثواب صلواتی علی ای وجہ تکون من جلداتی وذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء قال تعالیٰ وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از بھنڈی بازار کارخانہ کرسی مرسلہ نتھے خاں ولد احمد خاں معمار ۲۹ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ التسبیح پڑھنے کی کیا ترکیب اور اُس کا کیا وقت ہے۔

الجواب

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور اُس میں بڑی معافی کی امید ہے وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اُس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اُس وقت جائز نہیں نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اُس وقت جائز نہیں غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں اُن اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے کما فی الھندیۃ عن المضمرات عن المعلے اور افضل دن جمعہ کا ہے اور اُس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمہ کرام کے مذہب سے موافق ہے یہ ہے کہ سبحنک اللھم پڑھ کر پندرہ۱۵ بار سبحن اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پھر الحمد وسورت پڑھ کر یہی کلمہ دس۱۰ بار پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار پھر رکوع سے کھڑے ہو کر ربنا و لک الحمد کے بعد دس بار پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس۱۰ بار پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس۱۰ بار پھر دوسرے سجدہ میں اُسی طرح دس۱۰ بار یہ ایک رکعت میں پچھتر۷۵ بار ہوا پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہو کر الحمد سے پہلے پندرہ۱۵ بار پھر الحمد وسورت کے بعد دس۱۰ بار پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتر۷۵ ہوئے اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین۳۰۰ سو بار ہو جائیں گے سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ کہ پہلی رکعت میں الھٰکم التکاثر دوسری میں والعصر تیسری میں قل یا چوتھی میں قل ھو اللہ یہ نماز ہر روز پڑھے ورنہ ہر جمعہ ورنہ ہر مہینے ورنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از اودہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسؤلہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار رکعت تراویح یا اور نوافل ایک نیت سے پڑھے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف ودعا اور تیسری رکعت میں سبحنک اللھم پڑھے یا نہیں۔

الجواب

پڑھنا بہتر ہے درمختار میں ہے لایصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظھر

والجمعۃ ولا یستفتح اذا قام الی الثالثۃ عنہا وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویستفتح ویتعوذ ولو نذرا لان کل شفع صلٰوۃ مگر تراویح خود ہی دو رکعت بہتر ہے کانہ ھو المتوارث تنویر میں ہے عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات سراجیہ میں ہے کل ترویحۃ اربع رکعۃ بتسلیمتین یہاں تک کہ اگر چار یا زائد ایک نیت سے پڑھے گا تو بعض ائمہ کے نزدیک دو ہی رکعت کے قائم مقام ہوں گی اگرچہ صحیح یہ ہے کہ جتنی پڑھیں شمار ہوں گی جبکہ ہر دو رکعت پر قعدہ کرتا رہا ہو عالمگیری میں ہے ان قعد فی الثانیۃ قدر التشہد اختلفوا فیہ فعلی قول العامۃ یجوز عن تسلیمتین وھو الصحیح ھکذا فی فتاوی قاضی خاں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ : مسؤلہ علی حسین صاحب از آنولہ محلہ خیل حکیمان معرفت جناب حاجی علیم اللہ صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ رمضان شریف میں لڑکوں کے پیچھے دن میں دو تین بالغ حافظ وغیرہ نماز نفل کے اندر قرآن مجید سنتے ہیں یہ امر مشروع ہے یا نہیں بظاہر کتب فقیہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ نوافل روز میں سرًا پڑھنا واجب ہے بموجب اس کے لڑکا ہو یا بالغ اُس کی نماز کراہت تحریمی سے تو خالی نہ ہوگی یہ اور بات ہے کہ لڑکے کے ذمہ اعادہ واجب نہ ہو جیسا کہ لڑکا اگر نماز نفل کو فاسد کردے گا تو اجماعًا اُس کے ذمے قضا نہ آئے گی اور یہ اقتدا لڑکے کے پیچھے مختار مذہب کے موافق تو صحیح ہی نہیں ہے اس کے متعلق جواب باصواب بحوالہ عبارات کتب فقیہ تحریر فرمائیے اجر جزیل کے عند اللہ مستحق ہوجیے۔ بیّنوا توجروا

الجواب

یہ امر بالاتفاق نامشروع وممنوع ہے مذہب صحیح پر تو اس لیے کہ وہ جماعت باطل ہے لان نفل البالغ مضمون فلا یصح بناء الاقوی علی الاضعف اور درمختار میں ہے صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لا یصح اور مذہب ضعیف پر اس لیے کہ دن کے نفل میں اخفا واجب ہے حدیث میں ہے صلٰوۃ النہار عجماء درمختار میں ہے یجھر الامام وجوبا فی الفجر واولی العشائین الی قولہ ویُسِرُّ فی غیرہا کمتنفل بالنہار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از قصبہ اترولی ضلع علی گڑھ محلہ کٹرہ بر مکان شیخ عبدالحق صاحب رسالدار مسؤلہ شیخ عبدالحمید صاحب زاہد نعمانی قادری ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وصوفیائے محققین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر آفتاب طلوع ہونے پر جو نوافل اشراق (دو لغایت چھ رکعت) اور ایک پہر دن چڑھے پر جو نوافل نماز چاشت (دو لغایت بارہ رکعت) پڑھے جاتے ہیں شرح مشکوۃ میں ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت ہی کو نماز ضحی لکھا ہے لیکن ایک بزرگ صوفی مشرب نماز ضحی کو ان نوافل یعنی اشراق اور چاشت سے علیحدہ بتلاتے ہیں اور وہ خود بھی عرصہ چالیس سال سے اشراق اور چاشت کے علاوہ نماز ضحی کے نوافل (دو لغایت آٹھ رکعت) علیحدہ پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے پیر طریقت نے علیحدہ پڑھنا بتلایا ہے اور ملک سندھ میں عام آدمی نماز ضحی کے نوافل نماز اشراق اور چاشت کے علاوہ علیحدہ پڑھتے ہیں اور بعض علما سے تصدیق کرلینا بھی ظاہر کرتے ہیں چونکہ اس مسئلہ میں اختلاف واقع ہوگیا ہے اس لیے استفتا ہے کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ اور نماز ضحی۔ اشراق اور چاشت کے نوافل کو کہتے ہیں یا علیحدہ نماز ہے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب ۔ نماز ضحی وہی نماز چاشت ہے نوافل پڑھنے کا اختیار ہے تمام اوقات غیر مکروہہ میں اگر نوافل ہی پڑھے کون منع کرتا ہے

مگر شرعی معنی میں اپنی طرف سے جدت نکالنا ضرور شنیع ومعیوب ہے ہر شخص جانتا ہے کہ ضحی کا ترجمہ چاشت ہی ہے تو صلاۃ الضحی نہیں مگر نماز چاشت۔ اور ان دو کے سوا کسی تیسری نماز کا اصلاً کسی حدیث سے ثبوت بھی نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از عثمان پور ضلع بارہ بنکی مسئولہ محمد حسن یار خاں صاحب ۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز تہجد میں خیر متین ترجمہ حصن حصین کے دیکھنے سے بروایت چار رکعت اور آٹھ رکعت اور تیرہ رکعت نماز تہجد میں ہے ایک شخص تہجد گزار اجہل سے معلوم ہوا کہ بارہ رکعت تہجد کی اور ترکیب پڑھنے کی یہ ہے کہ اول رکعت میں ایک مرتبہ قل ہو اللہ شریف دوسری میں دو بار بارھویں میں بارہ مرتبہ یا ہر رکعت میں تین تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھا جائے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صحیح کون سا قاعدہ ہے اور تہجد میں کے رکعت پڑھنا چاہیے اور بعد الحمد کے جیسا کہ نماز میں قاعدہ ہے کہ جو سورہ چاہے ملائے خیر متین میں قل ہو اللہ پڑھنے کا قاعدۂ مسطورۂ بالا نہیں لکھا ہے اور جو بعد وتر کے دو رکعت نفل پڑھے جاتے ہیں اُن کو بھی تہجد کے وقت میں پڑھنا چاہیے مثل وتر کے یا عشا کے وقت ادا کرنا چاہیے اور نماز صلاۃ التسبیح میں کلمۂ تمجید سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ایک شخص کہتا ہے کہ ہر رکعت میں گیارہ گیارہ بار پڑھنا چاہیے چار رکعت میں دو رکعت کی نیت کی جائے یا چار کی۔ دعائے ماثور کیا ہے معلوم نہیں اور کس موقع پر پڑھی جائے دعائے تہجد بغرض تصحیح مرسل ہے یا مقلب القلوب قلب قلبی الیك یا مصرف القلوب صرف قلبی علی دینك وطاعتك اور خیر متین میں سنت فجر میں قل یا یھا الکافرون اور قل ھو اللہ پڑھنے کو لکھا ہے اس ترکیب سے پڑھنا سنت فجر یا نفل میں جائز ہے یا نہیں۔ اور جیسا کہ فرض میں بقید سورہ پڑھنا ناجائز ہے اور سنن ابن ماجہ کے ترجمہ رفع الحاجہ کی دو جلدیں میرے پاس ہیں جس میں تہجد وغیرہ کا ذکر نہیں ہے جلد اول میں ہے اور ایک کتاب وظیفہ میں قلیا اور قل ہو اللہ سنت میں پڑھنے کو لکھا ہے اور دوسری میں الم نشرح اور الم ترکیف لکھا ہے جو فرض و وتر میں بغرض فلاحیت لکھا ہے اور وتر میں اخیر رکعت میں قل ہو اللہ پڑھنا ضرور ہے یا اور سورہ کو ملا کر پڑھنے سے نماز ہو جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عشا کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اُس وقت سے صبح صادق کے قریب تک جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہوگیا اقل درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ دو ہی رکعت پڑھتے اور اُن میں قرآن عظیم ختم کرتے غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے اُتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو کہ حدیث صحیح میں فرمایا احب الاعمال الی اللہ ادومھا وان قل اللہ تعالٰی کو سب سے زیادہ پسندہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو قرارت کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے کہ اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں پہلی میں ایک بار دوسری میں دو بار یا پہلی میں ۱۲ دوسری میں ۱۱۔ اخیر میں ایک کہ یوں ۲۶ ختم قرآن کا ثواب ہوگا اور پہلی صورت میں ۲۰ کا ہوتا اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اُس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اُس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔ تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اُٹھنے پر اطمینان ہو اُسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل

پڑھتا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے (۲) صلاۃ التسبیح میں سبحن اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہر جگہ دس دس بار پڑھنا چاہیے گیارہ بار بتانے والا غلط کہتا ہے مگر ہر قیام میں قراءت سے پہلے پندرہ بار ہے (۳) صلاۃ التسبیح چار رکعت کی نیت کی جائے (۴) بعد دونوں درودوں کے قبل سلام یہ دعا پڑھے اللھم انی اسألك توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین ومناصحۃ اھل التوبۃ وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیۃ وطلب اھل الرغبۃ وتعبد اھل الورع وعرفان اھل العلم حتی اخافك۔ اللھم انی اسألك مخافۃ تحجزنی عن معاصیك حتی اعمل بطاعتك عملا استحق بہ رضاك وحتی اناصحك بالتوبۃ خوفا منك وحتی اخلص لك النصیحۃ حبالك وحتی اتوکل علیك فی الامور حسن ظن بك سبحن خالق النور (۵) سنت فجر میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی و ماثور سنت وہی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ کٰفرون اور دوسری میں اخلاص۔ اور الم نشرح اور الم ترکیف پڑھنا مشائخ سے بطور عمل مروی ہے جس کا فائدہ دفع اعداء اور ہے یہ کہ نوافل میں اختیار ہے جس طرح جو چاہے پڑھے (۶) وتر میں اخیر رکعت میں قل ھو اللہ احد شریف پڑھنا ماثور ہے مگر ضرور نہیں جو چاہے پڑھے بہتر یہ ہے کہ پہلی میں سبح اسم ربك الاعلٰی یا انا انزلنٰہ اور دوسری میں کٰفرون تیسری میں اخلاص۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - امام نے ظہر کے وقت چار رکعت نماز سنت ادا کرنے کے بعد کلام دنیا کیا بعد اس کے نماز پڑھائی تو اس فرض نماز میں کچھ نقصان آوے گا یا نہیں اور نماز سنت کا ثواب کم ہوجائے گا یا باطل ہوجائے گی۔

الجواب

فرض میں نقصان کی کوئی وجہ نہیں کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی ہاں اس کا ثواب کم ہوجاتا ہے تنویر الابصار میں ہے ولو تکلم بین السنۃ والفرض لایسقطھا ولکن ینقص ثوابھا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۸ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اگر گفتگو کی جاوے تو پھر اعادہ سنتوں کا کرے یا نہیں۔

الجواب

اعادہ بہتر ہے کہ قبلی سنتوں کے بعد کلام وغیرہ افعال منافی تحریمہ کرنے سے سنتوں کا ثواب کم ہوجاتا ہے اور بعض کے نزدیک سنتیں ہی جاتی رہتی ہیں تو تکمیل ثواب وخروج عن الاختلاف کے لیے اعادہ بہتر ہے جبکہ اس کے سبب شرکت جماعت میں خلل نہ پڑے مگر فجر کی سنتیں کہ ان کا اعادہ جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از پیلی بھیت محلہ پنجابیان متصل مسجد مرسلہ شیخ عبدالحکیم صاحب غرہ رجب ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں ایک مسجد کہ اس میں فجر کی نماز کے وقت بعد شروع ہوجانے جماعت کے اکثر نمازی آتے جاتے ہیں اور بعد حصول طہارت سنتیں فجر ادا کرکے شریک جماعت ہوتے جاتے ہیں مگر سنتیں فجر کی خلاف قاعدۂ شرعیہ ادا ہوتی ہیں صورت یہ ہے کہ ایام گرما میں اندرونی درجہ مسجد میں تو بسبب گرمی کے جماعت نہیں ہوتی اکثر اوقات دوسرے سائبان مسجد میں ہوا کرتی ہے لہٰذا اوقات

اندرونی درجہ میں سنتیں ادا کرنے کے واسطے جانے کی گنجائش نہیں رہتی یا بسبب شدت گرمی کے نمازی اندر جانا بھی گوارا نہیں کرتا ایسی شکل میں بعض واقفین تو صحن مسجد میں ستونوں کی آڑ میں سنتیں پڑھ لیتے ہیں وہ بھی چار پانچ شخص بقدر تعداد ستونوں کے پڑھ سکتے ہیں مگر نمازی بعد کو آنے والے زیادہ ہوتے ہیں سب لوگ آڑ ستونوں کی نہیں پاتے اور بعض لوگ بوجہ عدم واقفیت یا کم توجہی کے اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھتے اور بعض اوقات شدت گرمی سے صحن مسجد میں نماز ہوتی ہے تو ستون بھی سنتوں کی آڑ کو نہیں ملتے اکثر بدون حائل کسی شئی کی سنتیں پڑھی جاتی ہیں مگر از روئے اُس مسئلہ فقہیہ کے کہ جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتیں فجر کی خارج از مسجد ادا کی جائیں ہم کو عمدہ موقع **حاصل** ہے کہ مسجد سے ملحق چہار طرف مسجد کے چار کمرے مدرسہ کے ہیں اس طرح سے کہ فرش سے فرش ملا ہے حد فاصل مابین مسجد اور مدرسہ کے صحنوں کی فصیلیں ہیں جو ایک ہاتھ تخمیناً چوڑی اور ایک بالشت اونچی ہیں اور یہ جملہ مکانات مسجد اور مدرسہ ایک احاطہ کے اندر ہیں اگر ہم ایک صف خواہ چٹائی صحن مدرسہ میں یا کسی کمرہ مدرسہ میں ملحق صحن مسجد کے واسطے ادائے سنتوں فجر کے بچھادیں اور وہ لوگ جو پیچھے آتے ہیں طہارت حاصل کرکے اُس چٹائی پر جو مدرسہ میں خارج از مسجد بچھی ہے سنتیں فجر ادا کرکے شریک جماعت ہوتے جائیں تو سنتیں بھی حسب قاعدۂ شرعیہ ادا ہوں اور نمازیوں کی بھی سہولت کا باعث ہو مگر زید اس کو دو بنا پر ناجائز کہتا ہے ایک یہ کہ نمازی جب مسجد کی فصیلوں پر جو وضو کرنے کا موقع ہے بیٹھ کر وضو کرے گا تو لابد مسجد کے صحن میں سے گزر کر مدرسہ کے صحن میں جو چٹائی بچھی ہے سنتیں ادا کرنے کے واسطے جائے گا تو یہ صورت خلاف شرعیہ ہے اس وجہ سے کہ بعد از اذان مسجد سے خارج ہونا جائز نہیں اس گناہ کا مرتکب ہوگا سائل کہتا ہے کہ اگر ایسا ہی خارج ہونا ہے تو اس بنا پر اور بھی مسائل متفرع ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ پانی لینے کا کنواں اور سقاوے اور پاکی حاصل کرنے کا غسلخانہ یہ سب کو احاطۂ مسجد کے اندر ہیں مگر مسجد کے حدود فصیلوں سے باہر ہیں نمازی حسب عادت مروجہ زمانہ کے اکثر اول مسجد میں آتا ہے اپنا کپڑا وغیرہ مسجد میں رکھ کر بعد کو پانی لے کر طہارت وضو وغیرہ کرتا ہے بلکہ یہ عادات زمانہ کی عام مقامات کی مساجد کے موافق ہیں تو کیا یہ سب بعد اذان مسجد سے خارج ہونے کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا احاطہ مسجد کے بیرونی دروازہ سے نکلنے والا اور وہ بھی جو مسجد میں واپس آنے کا قصد نہ رکھتا ہو اس گناہ کا مرتکب ہوگا دوسری وجہ ممانعت زید کی یہ ہے کہ صحن مدرسہ کا بھی فرش پختہ ہے اور چھوٹے لڑکے بعض برہنہ پا پیشاب کو یا پاخانہ میں اور غسلخانہ میں جاتے ہیں اور اُسی فرش صحن مدرسہ پر ہوکر گزرتے ہیں اور فجر کو اکثر شبنم کی کچھ نمی فرش پر ہوتی ہے اور گاہے شب کی بارش کی بھی نمی فرش پر ہوتی ہے پس ایسے مشکوک فرش پر چٹائی کا بچھانا چٹائی کا نجس کرنا اور نیز نمازیوں کی نماز خراب کرنا ہے حالانکہ افضل عبادات کی نماز ہے سائل کہتا ہے پس ایسے شکوک کی وجہ سے صحن مدرسہ میں جو چٹائی بچھائی گئی ہے اُس پر سنتیں ادا کرنا یا اُس پر سے وضو کرکے جس حالت میں کہ نمازی کے پیر وضو کے پانی سے ہنوز خشک نہیں ہوئے ہیں گزر کر کمرہ مدرسہ میں سنتیں ادا کرنا جائز ہوگا یا نہیں اور وہ چٹائی نجس ہوگی یا پاک قابل ادائے نماز رہے گی اور پیر اُس نمازیوں کے جو وضو کرکے اُس مشکوک فرش سے گزرا ہے پاک رہیں گے یا ناپاک ہوجائیں گے اور ایسی چٹائی کا بچھانے والا واسطے اہتمام ادائے سنتوں فجر کے طریقۂ نیک کا جاری کرنے والا ہوگا اور ثواب پائے گا اُن وجوہات مرقومہ صدر جو باعث ممانعت زید کے ہیں اُن کی وجہ سے بعد از اذان مسجد سے نمازیوں کے خارج کرنے کا اور مشکوک فرش پر سنتیں ادا کرنے والے نمازیوں کی نماز خراب کرانے کا باعث ہوکر عذاب پائے گا یا اس قسم کے شکوک پیدا کرکے تمام نمازیوں کو تنگی میں ڈالنے والا ہوگا بیان فرمائیے ثواب پائیے۔

الجواب - زید کے دونوں اعتراض باطل وبے معنی ہیں مسجد سے بے نماز پڑھے باہر جانا دو شرط سے ممنوع ہے ایک یہ کہ وہ خروج بے حاجت

ورنہ بلاشبہہ جائز ہے مثلاً جس شخص کی ذات سے دوسری مسجد کی جماعت کا انتظام وابستہ ہے وہ بعد اذان بلکہ خاص اقامت ہوتے وقت باہر جاسکتا ہے یونہی جسے دوسری مسجد میں بعد نماز دینی سبق پڑھنا یا سنی عالم کا وعظ سننا ہو اسی طرح پیشاب یا استنجے یا وضو کی حاجتیں دوسرے یہ کہ شروع جماعت تک واپسی کا ارادہ نہ ہو ورنہ مضائقہ نہیں اگرچہ بے ضرورت ہی سہی فی الدر المختار کرہ تحریما للنہی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیہ اولا الا لمن ینتظم بہ امر جماعۃ اخری او کان الخروج لمسجد حیہ ولم یصلوا فیہ اولاستاذہ لدرسہ اولسماع الوعظ اولحاجۃ ومن عزمہ ان یعود نہر اھ وفی رد المحتار قولہ للنہی ہو ما فی ابن ماجۃ من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لایرید الرجوع فھو منافق اھ وفیہ عن البحر ولو کانت الجماعۃ یؤخرون لدخول الوقت المستحب کالصبح مثلا فخرج ثم رجع وصلی معھم ینبغی ان لایکرہ اھ قال وجزم بذلک کلہ فی النہر الا ان کلامھم علیہ قولہ الالمن ینتظم بہ لہ الخروج ولو عند الشروع فی الاقامۃ وبہ جزم فی متن الدرر والقہستانی وشرح الوقایۃ اھ مختصرا یہاں دونوں شرطوں سے ایک بھی متحقق نہیں سنتیں بحال قیام جماعت بیرون مسجد پڑھنے کا حاجت شرعی ہونا بھی ظاہر اور قصد رجوع بھی بدیہی تو عدم جواز وحصول گناہ کا حکم صریح باطل قطعی فی الدر المختار اذا خاف فوت الوقت لاشتغالہ بسنتھا ترکھا والا لا بل یصلیھا عند باب المسجد وفی رد المحتار ای خارج المسجد کما صرح بہ القہستانی وقال فی العنایۃ لانہ لو صلاھا فی المسجد کان متنفلا فیہ عند اشتغال الامام بالفریضۃ وھو مکروہ ومثلہ فی النہایۃ والمعراج اھ مختصرین۔ بعینہٖ یہ صورت سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ثابت ہے ایک روز وہ ایسے وقت تشریف لائے کہ جماعت فجر قائم ہوچکی تھی انھوں نے ابھی سنتیں نہ پڑھی تھیں ان کی بہن ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حجرۂ مطہرہ مسجد سے ملا ہوا تھا جس کا دروازہ عین مسجد میں تھا وہاں چلے گئے اور سنتیں حجرہ میں پڑھ کر پھر مسجد میں آکر شامل جماعت ہوئے امام اجل ابوجعفر طحاوی شرح معانی الآثار میں فرماتے ہیں حدثنا علی بن شیبۃ ثنا الحسن بن موسی ثنا شیبان بن عبدالرحمٰن عن یحیی بن ابی کثیر عن زید بن اسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ جاء والامام یصلی الصبح ولم یکن صلی الرکعتین قبل صلاۃ الصبح فصلاھما فی حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا ثم انہ صلی مع الامام ففی ھذا الحدیث عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ صلاھما فی المسجد لان حجرۃ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا من المسجد بلکہ جب وہ مدارس متعلق مسجد حدود مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کردیا ہے تو اُن میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے وھذا ما قال الامام الطحاوی ان حجرۃ ام المؤمنین من المسجد فی رد المحتار عن البدائع لو صعد ای المعتکف المنارۃ لم یفسد بلاخلاف لانھا منہ لانہ یمنع فیھا من کل ما یمنع فیہ من البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد چٹائی کو اُن خیالات بعیدہ کی بنا پر نجس بتانا محض پیروی اوہام ہے شرع مطہر نے دربارہ طہارت ظاہر ایسے لیت ولعل کو اصلاً گنجائش نہ دی کما فصلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ والحدیقۃ الندیۃ وبینہ العبد الضعیف غفراللہ تعالٰی لہ فی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر۔ رد المحتار میں تاتارخانیہ سے ہے من شک فی انائہ او ثوبہ او بدنہ اصابتہ نجاسۃ اولا فھو طاھر ما لم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والحباب الموضوعۃ فی الطرقات ویستقی

منہا الصغار والکبار والمسلمون والکفار طریقہ وحدیقہ میں ہے سئل الامام الخجندی عن بئر وجد فیہا نعل تلبس ویمشی بہا صاحبہا فی الطرقات لایدری متی وقع فیہا ولیس علیہا اثر النجاسۃ ھل یحکم بنجاسۃ الماء قال لا غنیہ میں ہے کذلک حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لایتوقون النجاسۃ لکن لایحکم بہا بالشک والظن اھ ملخصین نیت مذکور سے چٹائی بچھانے والوں کے لیے امید ثواب ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۔ از کھنڈوہ ضلع برہان پور مسجد دارالشفا مرسلہ محمد مسلم صاحب ۸ر شوال ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیرزادہ سید صاحب نے نماز تراویح میں بہ یک سلام دس رکعت سفر کی حالت میں امامت سے پڑھا دیے جماعت معترض ہوئی کہ نماز ناجائز ہوئی۔ سید صاحب نے کہا کہ منیۃ المصلی میں صاف طور سے بلا کراہت بہ یک سلام جائز ہے وہ عبارت یہ ہے ولوصلی التراویح کلہا بتسلیمۃ واحدۃ وقد قعد علی راس کل رکعتین جاز ولا یکرہ لانہ اکمل ذکرہ فی المحیط اس پر سید صاحب کو برا کہنا اور نماز کو ناجائز و حرام کہنا اُن کے حق میں کیسا ہے۔

الجواب

نماز کو ناجائز و حرام کہنا باطل ہے اور سید کی توہین و بے ادبی سخت گناہ ہے اور صحیح اس مسئلہ میں یہ ہے کہ نماز ہوگئی دسوں رکعتیں تراویح میں شمار ہوں گی مگر خلاف و مکروہ ضرور ہوئیں منیہ کا قول لایکرہ خلاف صحیح ہے غنیہ شرح منیہ میں قول المصنف لا یکرہ مخالف لما فی الخلاصۃ وغیرھا انہ یکرہ حلیہ شرح منیہ میں ہے وھو مشکل بانہ خلاف المنقول واذا قالوا بکراھۃ الزیادۃ علی ثمان فی مطلق التطوع لیلا فلان یکونوا قائلین بکراھتہا فیما کان منہ مسنونا اولی فلاجرم لنا فی النصاب وخزانۃ الفتاوی الصحیح انہ لوتعمد ذلک یکرہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت مدرسہ پنجابیان مرسلہ حافظ محمد احسان صاحب ۱۰ر رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کے پیچھے نماز تراویح جائز یا ناجائز اور جس حافظ کا سن چودہ سال کا ہو حد بلوغ میں داخل ہے یا خارج اور شرعاً حد بلوغ کی ابتدا از روئے سن کے سال سے معتبر ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مسئلہ میں اختلاف مشائخ اگرچہ بکثرت ہے مگر اصح وارجح واقوی یہی کہ بالغوں کی کوئی نماز اگرچہ نفل مطلق ہو نابالغ کے پیچھے صحیح نہیں ہدایہ میں ہے المختار انہ لایجوز فی الصلوات کلہا بحرالرائق میں ہے وھو قول العامۃ وھو ظاہر الروایۃ اور اقل مدت بلوغ پسر کے لیے بارہ۱۲ سال اور زیادہ سے زیادہ سب کے لیے پندرہ۱۵ برس ہے اگر اس تین سال میں اثر بلوغ یعنی انزال منی خواب خواہ بیداری میں واقع ہو فبہا ورنہ بعد تمامی پندرہ۱۵ سال کے شرعاً بالغ ٹھہر جائے گا اگرچہ اثر اصلا ظاہر نہ ہو فی التنویر بلوغ الغلام بالانزال فان لم یوجد فحتی یتم خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی وادنی مدتہ لہ اثنتا عشرۃ سنۃ ھو المختار اھ ملخصا پسر چاردہ سالہ کا بالغ ہونا اگر معلوم ہو (اگرچہ یوہیں کہ وہ خود اپنی زبان سے اپنا بالغ ہوجانا اور انزال منی واقع ہونا بیان کرتا ہو اور اس کی ظاہر صورت و حالت اس بیان کی تکذیب

نہ کرتی ہو) تو وہ بالغ مانا جائیگا ورنہ نہیں فی الدر المختار فان راهقا بان بلغا هذا السن فقال بلغنا صدقا ان لم یکذبهما الظاهر كذا قیده فی العمادیة وغیرها فبعد ستتی عشرة سنة یشترط اخر لصحة اقراره بالبلوغ وهو ان یکون بحال یحتلم مثله والا لا یقبل قوله شرح وهبانیة وهما حینئذ کبالغ حکما فلا یقبل جحوده البلوغ بعد اقراره مع احتمال حاله الخ واللہ سبحنه وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از اوجین مرسلہ یعقوب علی خاں ۱۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ غیر مقلدین نماز تراویح را بدعت عمری قرار دادہ از بست تخفیف نمودہ یازدہ رکعت میخوانند جائز است یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

تراویح سنت مؤکدہ است و نزد محققین بترک سنت مؤکدہ نیز آثم شود خاصہ چوں ترک را عادت گیرد و عددش نزد جمہور علمائے امت بست رکعت ست و در روایتے از امام مالک سی و شش رکعت فی الدر المختار التراویح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدین وهی عشرون رکعة۔ باز سنت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ عین سنت حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ست سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ما را حکم باقتدائے ابوبکر و عمر فرمود رضی اللہ تعالی عنہما و تاکید تام باتباع سنت خلفائے راشدین نمود رضی اللہ تعالی عنہم احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجة عن العرباض بن ساریة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین عضوا علیها بالنواجذ الترمذی وحسنه عن عبد اللہ بن مسعود واحمد والترمذی وابن ماجة والرویانی عن حذیفة بن الیمان وابن عدی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالی عنهم قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیه وسلم اقتدوا بالذین من بعدی من اصحابی ابی بکر وعمر و آنکہ ایں بے باکاں سنت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ را بکاسہ لیسی روافض بدعت عمری نامند و متہوران ایشاں خذلہم اللہ تعالی تصریح بضلالت حضرت والا ایش کنند جوابش محول بر روز جزاست وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ نسأل اللہ العفو والعافیة۔ واللہ سبحنه وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں پورا کلام اللہ تعالی سننا یا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے یا سنت یا مستحب وغیرہ اور بعد سننے ایک پورے کلام اللہ شریف کے جو لوگ سورۂ فیل سے آخر تک دوبارہ پڑھتے ہیں ان کا کیا حکم ہے یعنی ہر رات رمضان شریف میں تراویح بست رکعتیں پڑھنا سنت مؤکدہ یا سنت یا مستحب وغیرہ ہے یا کیا ارشاد ہے ایک رات اسی ماہ صیام میں طبیعت میری نادرست تھی تراویح ایک شب کی مجھ سے نہ ہوئیں اب اُن کی قضا کروں یا نہیں اور کروں تو کس وقت۔ بینوا توجروا

الجواب

تراویح میں پورا کلام اللہ شریف پڑھنا اور سننا سنت مؤکدہ ہے اور صحیح یہ ہے کہ بعد ختم کلام مبارک بھی تمام لیالی شہر مبارک میں بیس رکعت تراویح پڑھنی سنت مؤکدہ ہے تراویح اگر ناغہ ہوگئیں تو اُن کی قضا نہیں کل ذلك مصرح به فی کتب الفقهیة۔ واللہ سبحنه وتعالی اعلم۔

مسئلہ - از بلگرام شریف محلہ میدان پورہ مرسلہ حضرت صاحبزادہ سید ابراہیم میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۲۲ رمضان شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں تراویح میں بعد سورۂ فاتحہ سورۂ اخلاص پڑھنا جائز ہے یا مکروہ باوجودیکہ امام اور سورتیں بھی جانتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے بلاکراہت اگرچہ سورۂ فیل سے آخر تک تکرار کا طریقہ بہتر ہے کہ اس میں رکعات کی گنتی یاد رکھنی نہیں پڑتی ردالمحتار میں ہے فی التجنیس واختار بعضهم سورة الاخلاص فی کل رکعة وبعضهم سورة الفیل ای البداءة منها ثم یعیدها وهذا احسن لئلا یشتغل قلبه بعدد الرکعات درمختار میں ہے لاباس ان یقرء سورة ویعیدها فی الثانیة (الی قوله) ولایکره فی النفل شیئ من ذلك واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از شہر کہنہ بریلی مرسلہ مولوی شجاعت علی صاحب ۲۵ رمضان مبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کے لیے ایک بار جہر سے بسملہ پڑھنا چاہیے یا نہیں فقط بینوا توجروا

الجواب

ہاں - فی المسلم وشرح الفواتح البسملة من القراٰن اٰیة فتقرأ فی الختم مرة علی هذا ینبغی ان یقرأها فی التراویح بالجهر مرة ولا تتأدی سنة الختم دونها واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم

مسئلہ - از صاحب گنج گیا مرسلہ مولوی کریم رضا صاحب یکم ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

(۱) نماز تراویح کی جماعت اس طور پر کہ الم ترکیف سے شروع کرتے ہیں اور والناس تک ایک ایک سورہ ایک ایک رکعت میں پڑھتے ہیں اور پھر الم ترکیف سے والناس تک دوبارہ دس رکعتوں میں پڑھتے ہیں جائز ہے یا نہیں (۲) ہر ترویحہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں (۳) کسی حافظ کو اس طور پر نماز تراویح کی پڑھانی کہ پہلے ایسی قوم کے ساتھ جو آٹھ رکعتیں تراویح منفرد پڑھ چکے ہوں بارہ رکعتیں ختم تراویح پڑھا کر پھر دوسری قوم کے پاس جو بارہ رکعتیں تراویح کی منفردہ پڑھ چکے ہوں جاکر آٹھ رکعتیں تراویح کی ہر شب میں پڑھانی جائز ہیں یا نہیں۔ بینوا بالفقه والسنة والکتاب توجروا من اللہ حسن المآب۔

الجواب

(۱) جائز ہے فی الهندیة بعضهم اختار قل هو اللہ احد فی کل رکعة وبعضهم اختار سورة الفیل الی اٰخر القراٰن وهذا احسن القولین لانه لایشتبه علیه عدد الرکعات ولا یشتغل قلبه بحفظها کذا فی التجنیس اھ واللہ تعالٰی اعلم (۲) جائز ہے فی ردالمحتار قال القهستانی فیقال ثلاث مرات سبحٰن ذی الملك والملکوت سبحٰن ذی العزة والعظمة والقدرة والکبریاء والجبروت سبحٰن الملك الحی الذی لایموت سبوح قدوس رب الملٰئکة والروح لا اله الا اللہ نستغفر اللہ نسألك الجنة ونعوذ بك من النار کما فی منهج العباد ۱ھ واللہ تعالٰی اعلم (۳) اصل یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بیس رکعت تراویح سنت عین ہیں کہ اگر کوئی شخص مرد

یا عورت بلا عذر شرعی ترک کرے مبتلائے کراہت و اسارت ہو اور اُن کی جماعت کی مساجد میں اقامت سنت کفایہ کہ اگر اہل محلہ اپنی اپنی مسجد میں اقامت جماعت کریں اور اُن میں بعض گھروں میں تراویح تنہا یا باجماعت پڑھیں تو حرج نہیں اور اگر تمام اہل محلہ ترک کریں تو سب گنہگار ہوں ردالمحتار میں ہے اصل التراویح سنۃ عین فلو ترکھا واحد کرہ درمختار میں ہے والجماعۃ فیھا سنۃ علی الکفایۃ فی الاصح فلو ترکھا اھل مسجد اثموا الا لو ترك بعضھم ردالمحتار میں ہے ظاھر کلامھم ھنا ان المسنون کفایۃ اقامتھا بالجماعۃ فی المسجد حتی لو اقاموھا جماعۃ فی بیوتھم ولم تقم فی المسجد اثم الکل پس صورت مستفسرہ میں امام اور دونوں جگہ کے مقتدی تینوں فریق سے جس کے لیے یہ فعل اس شناعت کا موجب ہو اُس کے حق میں کراہت و اسارت ہے ورنہ فی نفسہٖ اُس میں حرج نہیں مثلاً امام دہر دو قوم کی مساجد میں جماعت تراویح جدا ہوتی ہے یہ گھروں پر بطور مذکور جماعۃً وانفراداً پڑھتے ہیں تو کسی پر مواخذہ نہیں کہ ہر گروہ مقتدیان نے اگرچہ بعض ترویحات تنہا اور ہر سہ فریق نے مسجد سے جدا پڑھیں مگر جبکہ اُن کی مساجد میں اقامت جماعت ہوتی ہے سنت کفایہ ادا ہوگئی ہاں امام دونوں قوموں کو پوری تراویح پڑھاتا تو یہ جدا کراہت ہوتی اس سے صورت مستفسرہ خالی ہے فی الھندیۃ امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لا یجوز کذا فی محیط السرخسی والفتوی علی ذلك کذا فی المضمرات اور اگر اُن میں کسی فریق کی مسجد میں یہی جماعت بطور مذکور ہوتی ہے تو اس کے لیے کراہت ہے کہ اُس کی مسجد میں پوری تراویح جماعت سے نہ ہوئیں لہٰذا اس صورت میں یہ چاہیے کہ ایک فریق آٹھ یا بارہ رکعتیں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ کر باقی میں اس حافظ کی اقتدا کرے اور دوسرا فریق بارہ یا آٹھ رکعات میں دوسرے کا مقتدی ہو کر باقی میں اس کا مقتدی ہو کہ اب دونوں مسجدوں میں پوری تراویح کی اقامت جماعت سے ہوجائے گی اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں کہ بعض ترویحات میں ایک امام کی اقتدا ہو اور بعض دیگر میں دوسرے کی ہاں یہ ناپسند ہے کہ ایک ترویحہ میں دو رکعت کا امام اور ہو دو کا اور فی الخانیۃ اقاموا التراویح بامامین فصلی کل امام تسلیمۃ بعضھم جوزوا ذلك والصحیح انه لا یستحب وانما یستحب ان یصلی کل امام ترویحۃ لیکون موافقا عمل اھل الحرمین سراج وہاج میں ہے ان صلوھا بامامین فالمستحب ان یکون انصراف کل واحد علی کمال الترویحۃ فان انصرف علی تسلیمۃ لا یستحب ذلك فی الصحیح۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بدایوں محلہ کٹرہ براہم پورہ مرسلہ شیخ عبدالغنی صاحب ۱۱ رمضان شریف ۱۳۱۳ھ

ایک شخص ایک مسجد میں فرض جماعت سے پڑھا کر تراویح بیس رکعت پڑھاتا ہے پھر وہی شخص دوسری مسجد میں تراویح بیس رکعت جماعت سے پڑھاتا ہے آیا یہ امامت اُس کی صحیح ہے یا نہیں اور مقتدیان مسجد دیگر کی تراویح ہوجاتی ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب

مذہب راجح میں امامت صحیح ہے تراویح ہوجاتے ہیں مگر خلاف علماء و اختلاف تصحیح و مخالفت طریقہ متوارثہ سے بچنے کے لیے بے ضرورت اس سے احتراز کیا جائے فی الخانیۃ والخلاصۃ والظھیریۃ وغیرھا اذا صلی التراویح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او بمن یصلی نافلۃ غیر التراویح اختلفوا فیه والصحیح انه لا یجوز اھ وفی الھندیۃ امام یصلی التراویح فی مسجدین فی کل مسجد علی الکمال لا یجوز کذا فی محیط السرخسی والفتوی علی ذلك کذا فی المضمرات اھ وفی امامۃ التنویر والدر ومتنفل بمفترض فی غیر التراویح

فی الصحیح خانیۃ وکانہ لانہا سنۃ علی ہیأۃ مخصوصۃ فیراعی وضعہا الخاص للخروج عن العہدۃ اھ فی ردالمحتار ان ماذکرہ المصنف ھنا مخالف لما قدمہ فی شروط الصلاۃ بقولہ وکفی مطلق نیۃ الصلوۃ لنفل وسنۃ وتراویح وذکر الشارح ھناک انہ المعتمد ونقلنا ھناک عن البحرانہ ظاہر الروایۃ وقول عامۃ المشائخ وصححہ فی الہدایۃ وغیرہا ورجحہ فی الفتح ونسبہ الی المحققین الخ والفتوی متی اختلف رجح ظاہر الروایۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ - از کیمپ میرٹھ کوٹھی حافظ عبدالکریم صاحب بازار لال کرتی مرسلہ مولوی احسان الحق صاحب ۲۷ رماہ مبارک ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو اکثر جگہ رمضان شریف کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں نوافل میں شبینہ پڑھا جاتا ہے یعنی ایک یا ایک سے زیادہ رات میں ختم قرآن عظیم ہوتا ہے اور یہ نوافل باجماعت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ کلام مجید باجماعت نوافل میں ترتیل کے ساتھ ہی کیوں نہ پڑھا جاوے وہ بھی ممنوع ہے اور نیز کہتے ہیں کہ جماعت نوافل کی سوا تراویح کے اصلاً جائز نہیں ہے اور جس حدیث میں تہجد کے وقت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی شرکت نوافل تہجد میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے مروی ہے وہ مثبت صرف اقتدا ایک شخص کا ہے تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ سنتیں فجر کی اگر رہ جائیں اور فرضوں میں کوئی شامل ہو جائے تو پھر اس کو وہ سنتیں نہ قبل طلوع آفتاب پڑھنی چاہئیں نہ بعد میں ان تینوں مسائل کو امید ہے کہ مشرح بیان فرماویں۔ جزاک اللہ خیر الجزاء۔

الجواب

علماء نے بنظر منع کسل وملال اقل مدت ختم قرآن عظیم تین دن مقرر فرمائی مگر اہل قدرت ونشاط بہر عبادت کو ایک شب میں ختم کی بھی ممانعت نہیں بہت اکابر دین سے منقول ہے کما بسطہ المولی عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ وغیرہ فی غیرہا خود امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو رکعت میں قرآن شریف ختم کیا کما فی الدرالمختار نفل غیر تراویح میں امام کے سوا تین آدمیوں تک تو اجازت ہی ہے چار کی نسبت کتب حنفیہ میں کراہت لکھتے ہیں یعنی کراہت تنزیہ جس کا حاصل خلاف اولٰی ہے نہ کہ گناہ وحرام کما بیناہ فی فتاونا مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور بہت اکابر دین سے جماعت نوافل بالتداعی ثابت ہے اور عوام فعل خیر سے منع نہ کیے جائیں گے علمائے امت وحکمائے ملت نے ایسی ممانعت سے منع فرمایا ہے درمختار میں ہے اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتہم فی الخیرات بحر اُسی میں ہے ولا یمنع العامۃ من التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر وبہ ناخذ بحر ومجتبی وغیرہ حدیقہ ندیہ میں ہے ومن ھذا القبیل نہی الناس عن صلاۃ الرغائب بالجماعۃ وصلاۃ لیلۃ القدر ونحو ذلک وان صرح العلماء بالکراھۃ الجماعۃ فیہا فلا یفتی بذلک العوام لئلا تقل رغبتہم فی الخیرات وقد اختلف العلماء فی ذلک فصنف فی جوازہا جماعۃ من المتاخرین وابقاء العوام راغبین فی الصلاۃ اولی من تنفیرہم صبح کی سنتیں اگر نہ پڑھیں اور فرضوں میں شامل ہو گیا قبل طلوع وارتفاع شمس تو البتہ ان کی اجازت نہیں اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اور بعد بلندیٔ آفتاب اُن کا پڑھنا ہرگز ممنوع نہیں ضرور مستحب ہے کلام علماء میں لایقضی بمعنی نفی مطالبہ ہے نہ مطالبہ نفی ردالمحتار میں ہے اذا فاتت وحدہا لاتقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع اما بعد طلوع الشمس فکذلک عندہما وقال محمد رحمہ اللہ تعالٰی

احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر قیل ھنا قریب من الاتفاق لان قولہ احب الی دلیل علی انہ لولم یفعل لالوم علیہ وقال لایقضی وان قضی لاباس بہ کذا فی الجازیۃ ومنھم من قال الخلاف فی انہ لوقضی کان نفلامبتدأ اوسنۃ کذا فی العنایۃ یعنی نفلا عندھما سنۃ عندہ کما فی الکافی اسمعیل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از سنبھل مرسلہ حکیم کفایت اللہ صاحب ۹ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے فرض عشا تنہا ادا کیا اور تراویح جماعت سے اب وتر جماعت سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں، اور اولی کیا ہے مع ادلہ وحوالہ کتب بیان فرمایا جاوے۔ بینوا اللہ توجروا عند اللہ۔

الجواب

جس نے فرض تنہا پڑھے وتر کی جماعت میں شریک نہ ہوگا کما فی الغنیۃ وجامع الرموز وردالمحتار جس نے فرض کسی جماعت میں پڑھے ہوں اس کے باب میں بھی علما مختلف ہیں کہ وتر جماعت سے ادا کرنا اولٰی ہے یا تنہا پڑھنا دونوں طرف ترجیحیں ہیں اور زیادہ رجحان اس طرف ہے کہ جماعت افضل ہے رجحہ الامام ابن الھمام وصححہ العلامۃ الحلبی فی الغنیۃ وقال خیرالرملی علیہ عامۃ الناس الیوم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بیلپور ضلع بریلی مرسلہ حافظ کلن صاحب ۲۳ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ماہ رمضان شریف میں دو حافظوں نے ایک مسجد میں قرآن عظیم اس ترتیب سے سنایا کہ ایک حافظ نے اول مثلاً دس تراویح میں ایک پارہ یا ڈیڑھ پارہ الم سے سنایا اور پھر دوسرے حافظ نے آخر دس تراویح میں وہی پارہ ایک یا سوا یا ڈیڑھ الم کا پڑھا یعنی ابتدا سے انتہا تک یہی طریقہ قراءت کا رکھا کہ جو کچھ پہلے حافظ نے پڑھا تھا وہی پارہ دوسرے حافظ نے پڑھا اور ایک ہی تاریخ پر مثلاً پچیسویں یا چھبیسویں تک دونوں نے ختم قرآن کریم فرمایا پس از روئے شرع مطہر کے یہ طریقہ قرآن شریف کے پڑھنے کا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالکتاب توجروا بغیر حساب۔

الجواب

یہ طریقہ مکروہ ہے اور اگر ثابت ہو کہ بعض مقتدیوں پر گراں گزرنے کا باعث تھا (اور ضرور ہوگا) تو سخت ممنوع ہے کہ یوں دو ختم معاً سنت سے زائد ہیں تو ایک امر زائد از سنت کے لیے مقتدیوں پر گرانی کی گئی اور یہ ناجائز ہے وانما علل عدم ترک ختم بکسل القوم لانہ سنۃ فما زاد یترک لانہ فتنۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بمبئی افریقہ سائل حاجی عبداللہ وحاجی یعقوب علی ۱۴ محرم ۱۳۳۱ھ

رمضان المبارک میں میں نے نماز عشا جماعت سے نہیں پڑھی ہے مسجد میں جاتے وقت جماعت عشا ہو گئے تھے اور نماز تراویح کے کھڑی تھی میں نے جلدی سے نماز عشا ادا کی اب تراویح کے جماعت میں شامل ہو کر نماز تراویح ادا کر سکتا ہوں یا نہیں یا اکیلے پڑھنا چاہیے۔

الجواب ۔ جس شخص نے نماز عشا تنہا پڑھی وہ تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے تنہا نہ پڑھے ہاں وتر کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکتا

جس نے فرض تنہا پڑھے ہوں وہ وتر بھی تنہا پڑھے۔ درمختار میں ہے مصلیہ وحدہ یصلیہا معہ اھ ای مصل الفرض وحدہ یصلی التراویح مع الامام۔ ردالمحتار میں ہے اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از فیض آباد محلہ رکاب گنج مرسلہ فیاض حسین ٹھیکیدار پتھر ۲۳ رمضان مبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والا دست لبستہ سلام مسنون کے بعد عرض ہے تابعدار بخیریت ہے خوشنودی مزاج اقدس درکار از راہ شفقت مربیانہ معاف فرمایا جائے کہ آج سے پہلے عریضہ نہ لکھ سکا اور آج پھر جو موقع ملا ہے وہ خاص ضرورت سے براہ کرم شرع شریف کے مقدس قانون کے مطابق رائے صائب وحکم مناسب سے اطلاع بخشی جاوے میرے وطن اٹاوہ میں ایک بزرگ مفتی قوم میں سے از راہ خیر و برکت ختم قرآن شریف کے دن بیسویں رکعت میں الٓمٓ تا مفلحون پڑھنے کے بعد چند آیات مختلف ما کان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ کے ساتھ تراویح ختم کرنے کی ہدایت فرمایا کرتے ہیں لیکن اس زمانے کی نئی روشنی اس کے خلاف ہے لہذا اس کے جواز کے متعلق جو آیات شریفہ کتب احادیث سے پائی جاویں اُن سے اطلاع بخشی جاوے تاکہ مخالفین کو سمجھا دی جاویں براہ کرم وشفقت مربیانہ بواپسی ڈاک جواب باصواب عریضہ ہذا سے شاد فرمایا جاوے کیونکہ اس کی یہاں فوری ضرورت ہے۔ فقط

الجواب

یہ صورت بلاشبہہ جائز ومباح ہے سنن ابی داؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت پست آواز سے پڑھتے دیکھا اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بہت بلند آواز سے اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ کچھ ایک سورت سے پڑھا اور کچھ دوسری سورت سے لیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تینوں صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی قد اسمعت من ناجیت یا رسول اللہ میں جس سے مناجات کرتا ہوں وہ اس پست آواز کو بھی سنتا ہے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطان یا رسول اللہ میں اس لیے اتنی آواز سے پڑھتا ہوں کہ اونگھتا جاگے اور شیطان بھاگے بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی کلام طیب یجمعہ اللہ بعضہ الی بعض یا رسول اللہ قرآن مجید سب پاکیزہ کلام ہے کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے میں ملالیتا ہوں ارادۂ الٰہیہ یوہیں ہوتا ہے فرمایا کلکم قد اصاب تم تینوں نے ٹھیک بات کی درست کام کیا فتاوی خلاصہ میں ہے الانتقال من اٰیۃ الی اٰیۃ اخری من سورۃ اخری او اٰیۃ من ھذہ السورۃ بینہما اٰیات مکروہ فی الفرائض اما فی النوافل لایکرہ اھ ملتقطا غنیہ شرح منیہ میں ہے قراءۃ اٰیۃ من بین الاٰیات کقراءۃ سورۃ من بین السور فکما لایکون قراءۃ سور متفرقۃ من اثناء القراٰن مغیرا للتالیف والنظم لایکون قراءۃ اٰیۃ من کل سورۃ مغیرا لہ ردالمحتار میں ہے امام ضم اٰیات متفرقۃ فلایکرہ ضم سور متفرقۃ بدلیل ماذکرناہ من القراءۃ فی الصلاۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از دھامپور محلہ بندو قچیان ضلع بجنور ۸ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ مسئولہ اللہ دیا۔

جناب فیض انتساب فضائل مآب جناب مولٰنا صاحب زاد فضلکم بعد آداب گذارش ہے کہ شخص جو صوم وصلاۃ کا پابند ہے مگر تراویح قصدًا

چھوڑ دیتا ہے اس کے واسطے وعید ہے یا نہیں اور یہ بھی تحریر کریں کہ حضرت ابوبکر نے کیوں نہیں پڑھیں ان پر وعید ہے یا نہیں۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین عضوا علیھا بالنواجذ تم پر لازم ہے میری سنت کا اتباع اور خلفائے راشدین کی سنت کا اُسے دانتوں سے مضبوط پکڑو اور فرمایا اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر ابوبکر وعمر کی پیروی کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تین شب تراویح میں امامت فرماکر بخوف فرضیت ترک فرمادی تو اُس وقت تک وہ سنت مؤکدہ نہ ہوئی تھی جب امیرالمومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُسے اجرا فرمایا اور عامہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اُس پر مجتمع ہوئے اُس وقت سے وہ سنت مؤکدہ ہوئی نہ فقط فعل امیرالمومنین سے بلکہ ارشادات سید المرسلین سے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اب اُن کا تارک ضرور تارک سنت مؤکدہ ہے اور ترک کا عادی فاسق وعاصی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بنارس رام نگر مرسلہ حافظ امام الدین صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۶ھ

جب احقر کا حافظہ ہوگیا تو لوگوں نے اسی سے پڑھوایا مسجد کے پیش امام صاحب نے بخوشی ۵؎ روپے احقر کو عنایت کیے جسے احقر نے اُسی وقت اپنے استاذ مکرم کی نذر کردی میرے ایک مکتبی بھائی کی خواہش تھی کہ ان پانچ میں سے چندۂ تبرک میں کچھ دوں مگر حضرت استاذی کی حالت بمقابلہ تبرک قابل ترجیح معلوم ہوئی لہذا میں نے چندۂ تبرک میں اس میں سے کچھ نہ دیا دوسرے سال معلوم ہوا کہ اب کے سال امام صاحب ۱۰؎ روپے گے پھر سُنا گیا کہ ۵؎ ہی دیں گے اس پر قوی خیال کی بنا پر سمجھا گیا کہ انھیں مکتبی بھائی صاحب کی بدولت پانچ کردیا گیا ہے جن کی غرض کے مطابق چندۂ تبرک میں میں نے نہیں دیا تھا اس لیے میں نے ان سے شکایت کی کہ استاذ میرے بھی ہیں اور آپ کے بھی پھر آپ ان کی بھلائی کے بجائے ان کی نقصان رسانی کے درپے کیوں ہیں اس پر بات بڑھی اور امام صاحب مسجد کے کانوں تک پہنچی اس کے بعد مجھے روپے کی گفتگو پر سخت افسوس ہوا اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا ثواب نہ زائل ہوجائے اس لیے میں نے باعلان کہا کہ صاحبو میں کوئی اُجرت نہیں مقرر کرتا یہ جس قدر باتیں ہوئی ہیں بھائی صاحب سے بات بڑھ جانے کے سبب ہوئیں۔ پھر ختم کے دن امام صاحب نے سات ہی روپے دیے جنھیں لیتے وقت احقر کے دل کی عجب حالت تھی مگر بخیال نفع استاذ مکرم لے لیے اور اُسی وقت اُن کی خدمت میں پیش کردیا۔ تاہم مجھے ہر وقت اس کا خطرہ رہتا ہے کہ گو ہم اپنے لیے نہیں لیتے پھر بھی لیتے ہیں لیکن اس خیال سے کہ اب استاذ مکرم کو بھروسہ رہتا ہوگا کہ اسے سات روپے ملیں گے اور یہ مجھے دے گا اور پھر اس سے میرا فلاں فلاں کام چلے گا لینے سے انکار کرتے بھی نہیں بنتا۔ شبینہ کیسا ہے جو ایک دن میں چند حفاظ مل کر ختم کرتے ہیں۔

الجواب

مولٰی سبحنہ وتعالٰی ایسے بندوں کو برکت دے جو قرآن عظیم پر اجرت لینے سے بچیں آپ صاف کہہ دیں کہ محض ادائے سنت وحصول ثواب کے لیے پڑھتا ہوں کوئی معاوضہ نہ چاہتا ہوں نہ ہوگا اس کے بعد امام یا جو مسلمان کچھ خدمت کریں وہ اُجرت نہیں ہوسکتی اُس کا لینا حلال اور استاذ کو دینا سعادتمندی فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے الصریح یفوق الدلالۃ شبینہ کہ ایک یا چند حافظ مل کر کرتے ہیں مکروہ ہے اکابر نے ایک ایک رات میں بلکہ ایک ایک رکعت میں ختم فرمایا ہے مگر وہ خاص اپنے لیے نہ کہ جماعت میں جس میں ہر قسم کے لوگ ہوں خصوصًا اکثر بلکہ شاید کل وہی ہوں جو اسے بار

سمجھیں اور شرعاً شرمی میں شریک رہیں حدیث صحیح میں ہے اذا ام احدکم فلیخفف اور ارشاد فرمایا لا یسأم حتی تسأموا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از اوریا ضلع اٹاوہ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ عبدالحی صاحب مدرس ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تراویح کے ہر چار رکعت پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا چاہیے یا صرف تسبیح بلا ہاتھ اٹھائے پڑھے۔

الجواب

تسبیح میں ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت ہاں کوئی دعا مانگے تو ہاتھ اٹھائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلکتہ مانک تلہ حاجی زکریا لین ۱۱ مرسلہ شیخ روشن علی صاحب ۳ر شوال ۱۳۳۶ھ

ایک شخص جو اپنے کو اہلسنت سے کہتا ہے ان کا قول ہے کہ نماز تراویح کے اندر دو چیز ہے ایک قرأت قرآن مجید کا جو کہ فرض ہے اور دوسری تراویح سنت مؤکدہ جب نماز تراویح میں قرآن شریف پڑھا گیا تو دونوں مذکورہ بالا چیزوں سے ایک ادا ہوئی ایک باقی رہ گئی ہے یعنی تراویح سنت مؤکدہ کا ثواب تو حاصل ہوا مگر قرأت کے ثواب سے محروم رہ گیا جو کہ فرض ہے اس لیے جماعت کے لوگ بعد نماز تراویح کے بیٹھ جائیں کسی سے قرآن شریف سُن لیں تاکہ دونوں ثواب حاصل ہوجائیں کیا یہ قول زید کا صحیح ہے۔

الجواب

زید کا قول محض باطل اور دین میں بدعت پیدا کرنا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا ہے تراویح سنت مؤکدہ ہے اور اُن میں ایک بار ختم دوسری سنت مؤکدہ ہے صرف ایک آیت کا پڑھنا ہر نماز میں ہر مہینے ہر وقت میں فرض ہے تمام قرآن مجید کی تلاوت خارج نماز خاص رمضان شریف میں فرض ہو یہ جہل محض ہے جب تراویح پڑھیں اور اُن میں قرآن عظیم پورا پڑھا سنا دونوں سنتیں ادا ہوگئیں دونوں کا ثواب بعونہ تعالٰی مل گیا بعد تراویح بیٹھ کر پھر قرآن مجید پورا سننا فرض درکنار نہ واجب نہ سنت مؤکدہ نہ غیر مؤکدہ۔ اگر کوئی کرے تو ایک مستحب ہے جیسے اور اوقات میں تلاوت اور اُسے فرض یا واجب یا مؤکد سمجھنا حرام و بدعت اور وہ قرآن کریم کہ تراویح میں پڑھا گیا اُسے ناکافی سمجھنا سخت جہالت ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ردالمحتار میں ہے قراءۃ الختم فی صلاۃ التراویح سنۃ وصححہ فی الخانیۃ وغیرھا وعزاہ فی الھدایۃ الی اکثر المشائخ وفی الکافی الی الجمھور وفی البرھان وھو المروی عن ابی حنیفۃ والمنقول فی الاثار کافی وہندیہ میں ہے السنۃ فی التراویح انما ھو الختم مرۃ فلا یترک لکسل القوم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از قصبہ کاشی پور محلہ قاضی باغ ضلع نینی تال مسئولہ جناب شیخ اللہ بخش و محمد وزیر خاں ۱۴ر محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن شریف کے اندر جو ایک سو چودہ سورتیں ہیں اگر حافظ قرآن تراویح میں ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں یا کیا نفع نقصان ہے۔ ایک شخص یہاں پر ہر سورہ میں بسم اللہ شریف ظاہر کرکے پڑھتے ہیں تو اُن پر اعتراض واجب ہے یا نہیں اُن سے کہتے ہیں کہ آپ ہر سورہ میں بسم اللہ شریف پڑھتے ہیں ہم نے کسی حافظ اور عالم کو ظاہر کرکے بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

الجواب

نماز میں بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنا منع ہے صرف تراویح میں جب ختم کلام مجید کیا جائے سورہ بقرہ سے سورہ ناس تک کسی ایک

سورہ پر آواز سے پڑھ لی جائے کہ ختم پورا ہو ہر سورۃ سے آواز سے پڑھنا ممنوع ہے اور مذہب حنفی کے خلاف۔ گنگوہ وغیرہ کے بعض جاہلوں نے جو اس کے خلاف فتوی دیا ہے حماقت وجہالت ہے والتفصیل فی رسالتنا وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از دھرم پور ضلع بلند شہر پرگنہ ڈبائی کوٹھی نواب صاحب مسئولہ عبدالرحیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز تراویح حافظ کے نہ ہونے سے سورۂ الم ترکیف سے پڑھی جائیں بیس رکعت لیکن اس طریق سے کہ ایک ایک رکعت میں ایک سورۃ دوسری میں قل ہو اللہ یہاں تک کہ بیس رکعت میں نو سورہ الم ترکیف سے اور گیارہ سورۂ قل ہو اللہ پڑھی جائیں مگر گیارھویں رکعت میں جبکہ سورۂ اذا جاء پڑھی جائے اور بارھویں میں قل ہو اللہ تو ایک سورۂ تبت بیچ میں رہ جاتی ہے اور اسی طرح سے جب انیسویں رکعت میں قل ہو اللہ اور بیسویں میں ناس تو فلق رہ جاتی ہے اس صورت میں کچھ کراہت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ دونوں صورتیں وجہ کراہت ہوں گی کہ بیچ میں چھوٹی سورت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے یہ آسان ہے کہ دس رکعتوں میں سورۂ فیل سے سورۂ ناس تک پڑھے پھر انھیں کا اعادہ کرے اما ما فی الدر المختار ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلک فمع قطع النظر عما اورد علی ھذہ الکلیۃ لم یثبت ان النفل ھنا یشمل السنۃ المؤکدۃ بل ھو مقابلھا وقد قالہ فی الدرالمختار قبیلہ وفی الحجۃ یقرأ فی الفرض بالترسل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلا لہ ان یسرع بعد ان یقرأ کما یفھم اھ وفی الغنیۃ الاصح کراھۃ اطالۃ الثانیۃ بعد الاولی فی النفل ایضا انما قالہ بالفرض فیما لم یرد بہ التخصیص من التوسعۃ کجوازہ قاعدا بلا عذر ونحوہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از مین پوری مسئولہ حکیم محمد احمد صاحب علوی شب ۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شبینہ پڑھنا یعنی ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنا تراویح یا تہجد یا نفل میں جائز ہے یا نہیں اور جو شخص اس طرح پر کہ نہایت صحت اور قواعد کے ساتھ صاف صاف پڑھتا ہے اُس کی اقتدا میں اگر کچھ لوگ ذوق وشوق اور خلوص وہمت سے داخل ہوکر شرکت کریں تو ان مقتدیوں اور امام کی بابت کیا حکم ہے زید کہتا ہے کہ شبینہ مطلقاً ناجائز ہے اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ حرام ہے صحابہ وتابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں کبھی نہیں ہوا اور یہ جو بعض بزرگوں کی نسبت مشہور ہے کہ فلاں بزرگ نے ایک رات میں اتنے اتنے ختم کیے بالخصوص حضرت سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت وہ محض خصوصیات ہیں اُن کا یہ فعل ہمارے لیے حجت نہیں ہے بکر کہتا ہے کہ نفس شبینہ جائز اور مباح ہے بلکہ بزرگان دین کا معمول ہے یہ اور بات ہے کہ اگر منہیات شرع اُس میں شامل ہوں یا لوگ اُس کو اچھی طرح نہ سنیں بلکہ اُس وقت بیٹھے باتیں کریں یا حقہ اور چائے پینے میں مشغول رہیں یا قرآن مجید ایسا غلط اور جلد جلد پڑھا جائے کہ سمجھ میں نہ آئے تو بیشک ایسی صورت ناجائز ہوگی بلکہ ایسی صورت اگر تراویح میں واقع ہو تو تراویح کے لیے کیا حکم نہ ہوگا کیا نفس تراویح ان عوارض کی وجہ سے ناجائز ٹھہرے گی زید کہتا ہے شبینہ پڑھنے والے اور سننے والے کو ہا لسو جوتے لگانا چاہیے امسال رمضان مبارک ۱۳۳۹ھ میں ہم چند مسلمانان مین پوری نے اپنے اپنے ذوق وشوق سے چند حافظ بلوائے جو نہایت عمدہ اور صاف پڑھنے والے تھے سب نے مل کر نفل نماز میں ستائیسویں شب کو ایک قرآن مجید ختم کیا جس میں نہ منہیات شرعیہ تھے نہ کسی پر بار ہوا سب نے نہایت مستعدی اور سکون سے سنا اس پر زید کو بہت غصہ آیا زید امام جامع مسجد ہے انھوں نے بالاعلان ہم سب

مسلمانوں پر اسی جامع مسجد میں بعد نماز مغرب مصلے پر کھڑے ہو کر ماں بہن کی گالیاں دیں اور کہا شبینہ سننا اور وہاں جانا سب گناہ ہے کوئی شبینہ کو جائز ثابت کر دکھائے تو پچاس روپیہ دوں گا ایسے شخص کی نسبت جو اس قسم کے سب وشتم مسلمانوں کو دے بازاری اور فحش کلمات اُس کے زبان زد رہتے ہوں اور مسلمانوں کو جو اُس کے مقتدی نہیں ماں بہن کی گالیاں دے چنانچہ اس بنا پر وہ کل مقتدی اُس سے ناخوش ہوں اُس کی امامت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

فقیر ۲۹ شعبان سے بوجہ علالت رمضان شریف کہنے اور شدت گرما گزارنے کو پہاڑ پر آیا ہوا ہے وطن سے مجبوراپنی کتب سے دور لہذا زیادہ شرح وبسط سے معذور مگر حکم مسئلہ بفضلہ تعالٰی واضح وہیور۔ شبینہ فی نفسہ قطعاً جائز وروا ہے اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے اُسے حرام کہنا شریعت پر افترا ہے امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے ردالمحتار میں ہے قال الحافظ الذھبی قد تواتر قیامہ باللیل وتھجدہ وتعبدہ ای ومن ثم کان یسمی بالوتد لکثرۃ قیامہ باللیل بل احیاہ بقراءۃ القراٰن فی رکعۃ ثلاثین سنۃ بلادلیل شرعی کسی حکم کو بعض عباد سے خاص مان لینا جزاف ہے اور یہ کہنا کہ اُن کا یہ فعل ہمارے لیے حجت نہیں ادب کے خلاف محض لاف ہے اُن کا فعل حجت نہ ہوگا تو کیا زید وعمر کا ہوگا جواہر الفتاوی امام کرمانی پھر فتاوی عالمگیریہ میں ہے انما یتمسك بافعال اھل الدین علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے بعض چار بعض آٹھ میزان الشریعۃ امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سیدی علی مرصفی قدس سرہ نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرمائے آثار میں ہے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہوجاتا بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ الصلوۃ والسلام اپنے گھوڑے زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرمالیتے توراۃ شریف قرآن عظیم سے حجم میں کئی حصے زائد ہے والحدیث رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال خفف علی داود القراٰن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرأ القراٰن من قبل ان تسرج دوابہ یہ سب روایات اور ان سے زائد ہماری کتاب الفیوض الملکیۃ لمحب الدولۃ المکیۃ میں ہیں ان افعال کریمہ کو حجت نہ ماننا کیسی گستاخی ہے جاہل وہ کہ اُسوت اور حجت میں فرق نہ جانے ہم ان میں اقتدا پر قادر نہیں مگر وہ حجت شرعیہ ضرور ہیں کہ فی نفسہ یہ فعل حسن ہے کراہت یا ممانعت اگر آئے گی تو عوارض سے اور وہ یہاں پانچ ہیں **اول** عدم تفقہ یعنی جلدی کی وجہ سے معانی قرآن کریم میں تفکر وتدبر نہ ہوسکے گا اصل وجہ منصوص فی الحدیث یہی ہے سنن دارمی وابی داؤد و ترمذی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے لم یفقہ من قرأ القراٰن فی اقل من ثلاث جس نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اُس نے سمجھ کر نہ پڑھا یہ وجہ صرف نفی افضلیت کرتی ہے جس سے کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی ولہذا عالمگیری میں کراہت شبینہ کے قول کو بصیغہ ضعف ومرجوحیت نقل کیا حیث قال افضل القراءۃ ان یتدبر فی معناہ حتی قیل یکرہ ان یختم القراٰن فی یوم واحد **اقول** پھر یہ بھی ان کے لیے ہے جو تفکر معانی کریں یہاں کے عام لوگ کہ کتنا ہی دیر میں پڑھیں تفکر سے محروم ہیں اُن کے لیے دیر بے سود ہے اور وہ مقصود لذاتہ نہیں بلکہ اسی لیے مقصود ہے اُن کے لیے معتدل جلدی ہی کا افضل ہونا چاہیے کہ جس قدر

جلد پڑھیں گے قراءت زائد ہوگی اور قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں سو کی جگہ پانسو حرف پڑھے تو ہزار کی جگہ پانچ ہزار نیکیاں ملیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قرأ حرفا من کتاب اللہ فلہ حسنۃ والحسنۃ بعشر امثالہا لا اقول الٓمّ حرف الف حرف ولام حرف ومیم حرف جس نے قرآن کریم کا ایک حرف پڑھا اُس کے لیے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی دس نیکیاں میں نہیں فرماتا کہ الٓمّ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے رواہ الدارمی والترمذی وصححہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ہر ثواب فہم پر موقوف نہیں امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رب عزوجل کو خواب میں دیکھا عرض کی اے میرے رب کیا چیز تیرے بندوں کو تیرے عذاب سے نجات دینے والی ہے فرمایا میری کتاب عرض کی اے رب بفہم او بغیر فہم اے میرے رب سمجھ کر یا بے سمجھے بھی فرمایا بفہم وبغیر فہم سمجھ کر اور بے سمجھے دوم کسل۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اللہ لایسأم حتی تسأموا بیشک اللہ عزوجل ثواب دینے میں کمی نہیں فرماتا جب تک تم اُکتا جاؤ **اقول** یہ وجہ عام عوام کو عام ہے اور احکام فقہیہ میں غالب ہی کا اعتبار ہوتا ہے کما بیناہ فی رسالتنا کشف الرین علی حکم مجاورۃ الحرمین ورسالتنا اجمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور مگر اس وجہ کا مفاد صرف کراہت تنزیہی ہے علما نے تصریح فرمائی کہ کسل قوم کے سبب تراویح میں ختم قرآن نہ چھوڑیں تنویر الابصار ودرمختار میں ہے الختم مرۃ سنۃ ولایترک لکسل القوم اگر کراہت تحریم ہوتی اُس سے احتراز احراز سنت پر مقدم رہتا اور مکروہ تنزیہی جواز واباحت رکھتا ہے نہ کہ گناہ وحرمت کما حققناہ فی رسالتنا جمل مجلیہ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ سوم ہذرمہ گھاس کاٹنا۔ درمختار میں ہے یاتی الامام والقوم بالثناء ویزید علی التشھد (بان یاتی بالدعوات بحر۔ ش) الا ان یمل القوم فیأتی بالصلوات ویترک الدعوات ویجتنب المنکرات کھذرمۃ القراءۃ وترک تعوذ وتسمیۃ وطمانینۃ وتسبیح واستراحۃ بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں علیم یا حکیم یعقلون تعلمون غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ نفس سنت کا منافی اور بدعت شنیعہ اور اساءت ہے **چہارم** ترک واجبات قراءۃ مثل مدمتصل یہ صورت گناہ ومکروہ تحریمی ہے **پنجم** امتیاز حروف متشابہ مثل ث س ص ت ط ز ذ ظ وغیرہا نہ رہنا۔ یہ خود حرام ومفسد نماز ہے مگر ہندوستان کی جہالتوں کا کیا علاج حفاظ وعلما کو دیکھا ہے کہ تراویح درکنار فرائض میں بھی اس کی رعایت نہیں کرتے نمازیں مفت برباد جاتی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ شبینہ مذکورۂ سوال کہ ان عوارض سے خالی تھا اُس کے جواز میں کوئی شبہہ نہیں مگر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہوئی ہو کہ مکروہ ہے مسلمانوں کو فحش گالیاں دینا خصوصًا ماں بہن کی خصوصًا مسجد میں سخت فسق ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی مسلمان نہیں ہوتا بہت طعنہ کرنے والا بہت لعنت کرنے والا نہ بے حیا فحش گو رواہ احمد والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وحسنہ وابن حبان والحاکم فی صحیحیہما عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ خصوصًا جو اس کا عادی ہے اُسکے سخت فاسق معلن ہونے میں کلام نہیں اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے لوقدموا فاسقا یاثمون تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم اھانتہ شرعا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از گھوسی ضلع اعظم گڑھ محلہ کریم الدین پور مرسلہ جامع فنون عقلیہ ونقلیہ فقیہ ملت مولنا حکیم محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مصنف بہار شریعت ۸ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

حضور والابرکت دامت برکاتہم بعد سلام و نیاز غلامانہ معروض حافظ نے تراویح میں فاتحہ اور سورۂ توبہ کے درمیان اعوذ باللہ من النار ومن شر الکفار الخ بالجہر قصدًا پڑھا اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ نماز ہوئی یا نہیں اور ہوئی تو کیسی اگر نماز واجب الاعادہ ہو تو ان دونوں رکعتوں میں جو قرآن پڑھا گیا ختم کے پورا ہونے میں اُس کا اعادہ بھی ضرور ہے یا کیا۔

الجواب

سورۂ توبہ شریف کے آغاز پر بجائے تسمیہ یہ تعوذ محدثات عوام سے ہے شرع میں اس کی اصل نہیں خیر بیرون نماز اُس میں حرج نہ تھا رہی نماز اگر سورۂ فاتحہ کے بعد ہی سورۂ توبہ شروع کی اور اُس سے پہلے وہ اعوذ پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی کہ واجب ضم سورۃ بوجہ فصل بالاجنبی ترک ہوا مگر اعادۂ تراویح سے اعادۂ قرآن عظیم لازم نہیں یہ جب تھا کہ تراویح باطل ہو جاتی اور اگر فاتحہ کے بعد کچھ آیات انفال پڑھ کر توبہ شروع کی اور اُس سے پہلے وہ تعوذ پڑھا تو اگرچہ کراہت تحریم ووجوب اعادہ نہیں مگر جماعت تراویح میں مثل جماعت فرائض وواجبات یہ فعل مکروہ وخلاف سنت ضرور ہے اور اُس کا جہر سے پڑھنا اور زیادہ نادانی وقلت شعور ہے اُن دو رکعتوں کا اعادہ اولی ہے قرآن عظیم کے اعادہ کی اصلا حاجت نہیں درمختار میں ہے الامام لایشتغل بغیر القراٰن ومااورد حمل علی النفل منفردا ردالمحتار وحلیہ میں ہے اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا وکذا الائمۃ من بعدہ الی یومنا ھذا فکان من المحدثات ولانہ تثقل علی القوم فیکرہ واما فی التطوع فانکان فی التراویح فکذلک الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کہے کہ نماز تراویح میں قرآن شریف کے سننے سے ذکر ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سننا اچھا ہے آیا یہ شخص غلطی پر ہے یا نہیں بحوالہ کتب تحریر کریں۔

الجواب

اگرچہ قرآن عظیم وتہلیل وتکبیر وتسبیح وذکر شریف حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب ذکر الٰہی ہیں کریمہ ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر میں حدیث قدسی سے ہے جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی یعنی رب العزت عزوعلا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا مگر قرآن عظیم اعظم طرق اذکار الٰہیہ ہے حدیث قدسی میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں رب عزوجل فرماتا ہے من شغلہ القراٰن عن ذکری ومسألتی اعطیتہ افضل ما اعطیت السائلین وفضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ جسے قرآن عظیم میرے ذکر ودعا سے روکے یعنی بجائے ذکر ودعا قرآن عظیم ہی میں مشغول رہے اُسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر رواہ الترمذی وحسنہ خصوصًا تراویح کا ایک ختم کہ سنت جلیلہ ہے اور مجلس میلاد مبارک عمل مستحبات اور سنت

مستحب ہے بلاشبہہ افضل ہاں اگر کسی شخص کے لیے کوئی عارض خاص پیدا ہو تو ممکن کہ ذکر شریف سننا اُس کے حق میں قرآن مجید سننے بلکہ اصل تراویح سے بھی اہم وآکد ہوجائے مثلاً اُس کے قلب میں عدو رجیم نے معاذ اللہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے کچھ وساوس ڈالے اور ایک عالم دین مجلس مبارک میں ذکر اقدس فرمارہا ہے اُس کا سننا اس وساوس کو دور کرے گا او۔ دل میں معاذ اللہ معاذ اللہ اُن کے جم جانے کا احتمال ہے تو قطعاً اُس پر لازم ہوگا کہ ذکر شریف میں حاضر ہو کر محبت وتعظیم حبیب کریم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم کہ اصل کار و مدار ایمان ہے معاذ اللہ یہ نہ ہو تو پھر نہ قرآن مفید نہ تراویح نافع نسأل اللہ العفو والعافیۃ

مسئلہ ۔ از بنگالہ ضلع چاٹگام تھانہ راؤجان موضع بھمرا مرسلہ مولوی مہدی صاحب ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ در ماہ رمضان المبارک جماعت وتر نمودن وہر روزانہ جماعت موجودہ بیروں رفتن شرعاً جائز است یا نہ وتارک جماعت وتر را فاسق وفاجر وغیر آں خواندہ شود یا نہ حسب شرع شریف چہ حکم است۔ بینوا توجروا

الجواب

جماعت وتر نہ واجب است نہ مؤکد در ترک او ہیچ بزہ کاری نیست بلکہ اختلاف دراں است کہ افضل جماعت است یا وتر تنہا گزاردن فی الدر المختار ہل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از موضع خور دمؤ ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲۳ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ کچھ قید ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص ہی ضم ہو نہ دوسری سورت۔

الجواب

کوئی قید نہیں اختیار ہے جو سورہ چاہے پڑھے یا چھوٹی آیتیں یا بڑی ایک آیت ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۹ صفر ۱۳۲۹ھ

وتروں میں مشابہ سے دعائے قنوت بھول جانے پر کیا پڑھنا چاہیے اور ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا ہوگا یا نہیں ۔

الجواب

ہر دعا پڑھنے سے واجب قنوت ساقط ہوجاتا ہے ہاں اگر بالکل کوئی دعا بھول کر نہ پڑھی تو سجدہ سہو کرے ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر مراد آباد محلہ مغلپورہ حصہ اول مرسلہ مولنٰنا مولوی سید اولاد علی صاحب ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں کے مسبوق کو اپنے فوت شدہ رکعت میں قنوت پڑھنی چاہیے یا نہیں ۔

الجواب

مسبوق کی اگر وتر کی تینوں رکعتیں فوت ہوئیں اخیر میں قنوت پڑھے اور اگر ایک رکعت بھی ملی ہے اگرچہ تیسری کے رکوع ہی میں شامل ہوا ہو تو اب باقی نماز میں قنوت نہ پڑھے گا در مختار میں ہے المسبوق یقنت مع امامہ فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثۃ ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - مسئولہ شوکت علی صاحب ۱۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز وتر کی تیسری رکعت میں بعد الحمد وقل کے تکبیر کہہ کر دعائے قنوت کے بدلے میں ۳ بار قل ہو اللہ شریف پڑھ لیتا ہے اور دعائے قنوت اُس کو نہیں آتی ہے پس اُس کی نماز وتر کی صحیح ہوتی ہے یا نہیں اور اگر وہ ہر روز سجدۂ سہو کر لیا کرے تو نماز وتر اُس کی صحیح ہوجایا کرے گی۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز صحیح ہوجانے میں تو کلام نہیں نہ یہ سجدہ سہو کا محل کہ سہواً کوئی واجب ترک نہ ہوا دعائے قنوت اگر یاد نہیں یاد کرنا چاہیے کہ خاص اُس کا پڑھنا سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو اللھم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار پڑھ لیا کرے یہ بھی یاد نہ ہو تو اللھم اغفرلی تین بار کہہ لیا کرے یہ بھی نہ آئے تو صرف یارب تین بار کہہ لے واجب ادا ہوجائے گا رہا یہ کہ قل ہو اللہ شریف پڑھنے سے بھی یہ واجب ادا ہوا کہ نہیں اُتنے دنوں کے وتر کا اعادہ لازم ہو۔ ظاہر یہ ہے کہ ادا ہوگیا کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثنا دعا ہے بل قال العلامۃ القاری وغیرہ من العلماء کل دعاء ذکر وکل ذکر دعاء وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الدعاء الحمد للہ رواہ الترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ھذا ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔

اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

مسئلہ - از شہر دمن عملداری پرتگیز مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابی نے اول چند رسائل عقائد وہابیت وگستاخی شان معظمان دین پر مشتمل طبع کیے جب بعض علمائے بمبئی وغیرہ نے ۱۳۱۳ھ میں اُس کی وہابیت پر فتوٰی دیا اُس نے باصرار جماعت اہلسنت مجبور ہو کر اپنے تحفظ کے لیے ربیع الاول ۱۳۱۴ھ اُس وقت ایک پرچہ باظہار توبہ چھاپ کر شائع کردیا جب اہلسنت اُس کی طرف سے مطمئن ہوگئے تو اُس نے اپنے اُسی زمانہ سابق وہابیت کی تحریرات سے ایک تحریر حال کی بتا کر ظاہر کی جس کا تاریخی نام "ضروری سوال" لکھا ہے جس سے وہی ۱۳۱۳ھ پیدا ہے اگرچہ آخر میں ۱۳۱۵ھ لکھ دیا ہے اس تحریر پر وہ طالب مباحثہ ہے اور چند شرائط بحث لکھے ہیں وہ تحریر خاص اُس کے قلم کی لکھی ہوئی مع توبہ نامہ وشرائط مباحثہ حضرات علمائے اہلسنت کے ملاحظہ میں حاضر کرکے چند امور کا استفسار ہے (۱) اس تحریر میں جو حکم اُس نے قرار دیا کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا وقت فتنہ وفساد وغلبۂ کفار جائز وباقی وغیر منسوخ ہے اور باقی کسی سختی مثل طاعون ووبا وغیرہ کے وقت

جائز نہیں یہ حکم تفصیلی ہمارے ائمہ کا ہے یا اُس کا اپنا اختراع ہے (۲) طاعون یا وبا کے لیے قنوت ماننے کو کذب وبہتان بتانا علمائے کرام وفقہائے اعلام کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں (۳) اس تحریر کے مضامین والفاظ وطرز بیان واملا وانشا سے اس شخص کا بے علم وجاہل و منصب فتوی کے ناقابل ہونا ظاہر ہے یا نہیں (۴) اگر ظاہر ہے تو نااہل کو مفتی بننا حلال ہے یا حرام اور اُس کے کسی فتوے پر عوام کو اعتماد چاہیے یا نہیں (۵) اُس نے اس تحریر میں جو سندیں تقریر میں لکھی ہیں اگر اُن سے اُس کا مطلب ثابت نہیں تو آیا یہ امر صرف اُسکی جہالت وبے علمی سے ہے یا کہیں بددیانتی اور عوام کو فریب دہی بھی پیدا ہوتی ہے (۶) جو اس تحریر ضروری سوال کو صحیح و درست بتائے وہ جاہل ونافہم ہے یا نہیں (۷) شرائط مباحثہ جو اُس نے لکھے ہیں وہ اُس کے اگلے اشتہار توبہ کے خلاف ہیں یا نہیں اور اُسے اُس کی قدیم وہابیت کی بو پیدا ہوتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم لك الحمد تحریرات مذکورہ نظر سے گزریں ضروری سوال میں جو حکم اختیار کیا محض خلاف تحقیق ہے ہمارے ائمہ کرام کی تصریحات کتب متون دیکھیے تو عموماً یہ ارشاد ہے کہ غیر وتر میں قنوت نہیں ان میں وقت غلبہ کفار کا بھی کہیں استثنا نہیں اور اگر تحقیقات جمہور شارحین کرام پر نظر ڈالیے تو مطلقاً نازلہ کے لیے قنوت لکھتے ہیں خاص فتنہ وغلبہ کفار کی ہرگز قید نہیں لگاتے غنیہ شرح منیہ میں ہے قال الحافظ ابوجعفر الطحاوی انما لایقنت عندنا فی صلاۃ الفجر من غیر بلیۃ فاذا وقعت فتنۃ او بلیۃ فلاباس بہ یعنی امام ابوجعفر طحاوی نے فرمایا نماز فجر میں ہمارے یہاں قنوت نہ ہونا اُس وقت ہے کہ کوئی بلا ومصیبت نہ ہو جب کوئی فتنہ یا کسی قسم کی بلا واقع ہو تو نماز صبح میں قنوت پڑھنا مضائقہ نہیں شرح نقایہ برجندی میں ہے فی الملتقط قال الطحاوی فذکر نحوہ یعنی امام ناصر الدین محمد سمرقندی نے ملتقط میں امام طحاوی کا قول مذکور نقل فرمایا بحرالرائق میں ہے وفی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام الخ یعنی علامہ شمنی نے شرح نقایہ میں بحوالہ غایۂ امام سروجی بیان کیا کہ اگر مسلمانوں پر (معاذ اللہ) کوئی سختی آئے تو امام قنوت پڑھے منحۃ الخالق میں ہے کذا فی شرح الشیخ اسمعیل لکنہ عزاہ الی غایۃ البیان ولم اجد المسألۃ فیہا فلعلہ اشتبہ علیہ غایۃ السروجی لغایۃ البیان لکنہ نقل عن البنایۃ مانصہ اذا وقعت نازلۃ قنت الامام فی الصلاۃ الجہریۃ وقال الطحاوی لایقنت عندنا فی صلاۃ الفجر فمن غیر بلیۃ اما اذا وقعت فلاباس بہ اھ یعنی اسی طرح پر رسالہ شرح شیخ اسمعیل للدرر والغرر میں ہے اُنھوں نے اُسے غایۃ البیان علامہ اتقانی کی طرف نسبت کیا مگر مجھے غایۃ البیان میں نہ ملا شاید غایۂ سروجی سے اشتباہ ہوا اور اُنھیں نے غایۂ امام عینی سے نقل کیا کہ جب کوئی سختی واقع ہو امام قنوت پڑھے اور امام طحاوی کا وہی ارشاد ذکر فرمایا اُسی میں ہے قولہ ولہما انہ منسوخ قال العلامۃ نوح افندی ھذا علی اطلاقہ مسلم فی غیر النوازل واما عند النوازل فی القنوت فی الفجر فینبغی ان یتابعہ عند الکل لان القنوت فیہا عند النوازل لیس بمنسوخ علی ماھو التحقیق کما مر الخ یعنی علامہ نوح آفندی نے فرمایا جب حنفی کسی شافعی کے پیچھے نماز فجر پڑھے تو بغیر کسی نازلہ کے قنوت میں اُس کا اتباع نہ کرے کہ وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے اور بلاؤں کے وقت صبح میں ہمارے سب اماموں کے طور پر مقتدی کو باتباع امام قنوت پڑھنا چاہیے کہ تحقیق یہی ہے کہ سختیوں کے وقت نماز صبح میں قنوت منسوخ نہیں اشباہ والنظائر میں ہے فی

فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت للنازلۃ مستمرۃ لم تنسخ یعنی فتح القدیر میں ہے کہ دفع سختی کے لیے قنوت پڑھنے کی شرعًا اجازت برابر چلی آئی ہے منسوخ نہ ہوئی اُسی میں ہے ذکر فی السراج الوھاج قال الطحاوی الخ سراج الوہاج میں امام طحاوی کا وہ ارشاد ذکر کیا کہ کوئی بلا آئے تو قنوت فجر میں حرج نہیں مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں غایۂ سروجی کا کلام نقل کرکے مثل علامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ فرمایا فتکون مشروعیۃ مستمرۃ وھو محمل قنوت من قنت من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم بعد وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو مذھبنا وعلیہ الجمھور وقال الامام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی الخ یعنی سختیوں کے وقت قنوت کا مشروع ہونا باقی ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے بعد وفات اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو قنوت پڑھی اُس کا موقع یہی ہے یعنی سختی کے وقت پڑھتے تھے ہمارا اور جمہور ائمہ کا یہی مذہب ہے امام طحاوی فرماتے ہیں کوئی فتنہ یا بلا ہو تو قنوت میں مضائقہ نہیں حاشیہ مراقی السید الطحطاوی میں ہے قولہ وھو محمل الخ ای حصول نازلۃ قولہ وھو مذھبنا ای القنوت للحادثۃ درمختار میں ہے لایقنت لغیرہ الا لنازلۃ یعنی وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے مگر کسی سختی کے لیے فتح اللہ المعین حاشیہ کنز للعلامۃ السید ابی السعود الازہری میں امام طحاوی کا ارشاد مذکور کہ کسی بلا کے وقت قنوت فجر میں حرج نہیں نقل کرکے فرمایا وظاھرہ انہ لوقنت فی الفجر لبلیۃ انہ یقنت قبل الرکوع حموی یعنی علامہ سید احمد حموی نے فرمایا امام طحاوی کے اس ارشاد سے ظاہر یہ ہے کہ اگر کسی بلا کے سبب نماز فجر میں قنوت پڑھے تو رکوع سے پہلے پڑھے تحطاوی حاشیہ در میں ہے قال العلامۃ نوح بعد کلام قدمہ فعلی ھذا لایکون القنوت فی صلاۃ الفجر عند وقوع النوازل منسوخا بل یکون امرا مستمرا ثابتا ویدل علیہ قنوت من قنت من الصحابۃ بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیکون المراد بالنسخ نسخ عموم الحکم لا نسخ نفس الحکم قال فی الملتقط قال الطحاوی الخ (ثم قال) قال بعض الفضلاء ھو مذھبنا وعلیہ الجمھور یعنی علامہ نوح نے ایک کلام ذکر کرکے فرمایا تو اس تقدیر پر بلائیں اُترتے وقت نماز فجر میں قنوت منسوخ نہ ہوگی بلکہ باقی و ثابت ہوگی اور اس کی دلیل صحابہ کا بعد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قنوت پڑھنا ہے تو ہمارے علما جو قنوت فجر کو منسوخ بتاتے ہیں اس کی مراد یہ ہے کہ سختی وغیر سختی ہر صورت میں قنوت کا عموم منسوخ ہوگیا نہ یہ کہ قنوت رہا ہی نہیں ملتقط میں ہے امام طحاوی نے فرمایا کوئی فتنہ یا بلا ہو تو فجر میں قنوت پڑھ سکتے ہیں بعض علما نے فرمایا یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے ردالمحتار میں عبارات بحر و شرنبلالی و شرح شیخ اسمعیل و نہایہ و اشباہ و غایہ وغنیہ ذکر کرکے فرمایا قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلاۃ الفجر سختی کے لیے قنوت ہمارے نزدیک نماز فجر سے خاص ہے مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف میں ہے قال الخطابی فیہ دلیل علی جواز القنوت فی غیرالوتر قلت لکن یقید بما اذا نزلت نازلۃ وحینئذ لااختلاف فیہ یعنی نماز فرض میں قنوت خاص اُس صورت میں ہے جب کوئی سختی اُترے اُس وقت اُس میں خلاف نہیں کلام یہاں مسئلہ قنوت نوازل اور اس کے اجماعی یا خلافی ہونے کے بحث میں نہیں وقد تقدم عن الشرنبلالی والحلبی ونوح افندی والطحطاوی نسبتہ الی الجمھور المشعرۃ بحصول خلاف وافاد الامام ابن الہمام فی الفتح وتبعہ الحلبی فی الغنیۃ ان قنوت النوازل امر مجتھد فیہ وذکر کلام الناظرین کلام اس میں ہے کہ **اولًا** ان سب عبارات میں نازلہ بلیۂ حادثہ سب لفظ مطلق ہیں کسی میں خاص فتنہ وغلبہ کفار کی تخصیص نہیں نازلہ ہر سختی زمانہ کو کہتے ہیں جو لوگوں پر نازل ہو اشباہ میں ہے قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتہی وفی القاموس النازلۃ الشدیدۃ انتہی وفی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر تنزل بالناس انتہی خود مصنف ضروری سوال کو اقرار

کہ عند النازلۃ کی قید سے ہر سختی سمجھی جاتی ہے بااینہمہ برخلاف اطلاقات علما اپنی طرف سے خاص فتنہ و فساد و غلبہ کفار کی قید لگانا اور کہنا کہ ہر ایک نازلہ نہیں کلام علما میں تصرف بیجا ہے **ثانیًا** میں اطلاق سے احتجاج کرتا ہوں کلمات علما میں صاف تعمیم موجود ہے عامہ عبارت مذکورہ دیکھیے لفظ نازلۃ یا بلیۃ نکرہ موضع شرط میں واقع ہوا کہ اگر کوئی سختی یا کسی قسم کی بلا آئے تو نماز فجر میں قنوت پڑھے یہ صراحۃً ہر مصیبت ناس کو عام ہے لما نصوا ان النکرۃ فی حیز الشرط تعم تو زید کا ان کے معنی میں وہ حکم لگا دینا کلمات علما کا بگاڑنا بدلنا ہے **ثالثًا** ابن حبان نے اپنی صحیح بالتقاسیم والانواع میں بطریق ابراھیم بن سعد عن الزھری عن سعید و ابی مسلمۃ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا یقنت فی الصبح الا ان یدعو لقوم او علی قوم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے اُن کے فائدے کی دعا فرماتے یا کسی قوم پر اُن کے نقصان کی دعا فرماتے۔ فتح القدیر و غنیہ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا وھو سند صحیح یہ سند صحیح ہے خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں بطریق محمد بن عبداللہ الانصاری ثنا سعید بن ابی عروبۃ عن قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یقنت الا اذا دعا لقوم او دعا علی قوم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے لیے یا کسی قوم پر دعا فرمانی ہوتی کتب ثلثہ مذکورہ میں ہے ھذا اسناد صحیح قالہ صاحب تنقیح التحقیق یہ سند صحیح ہے صاحب تنقیح التحقیق نے اس کی تصریح کی امام زیلعی نصب الرایہ میں یہ دونوں حدیثیں ذکر کرکے فرماتے ہیں قال صاحب التنقیح وسند ھذین الحدیثین صحیح وھما نص فی ان القنوت مختص بالنازلۃ یعنی صاحب تنقیح نے کہا ان دونوں حدیثوں کی سند صحیح ہے اور ان میں صاف تصریح ہے کہ قنوت وقت مصیبت کے ساتھ خاص ہے یہ دونوں حدیثیں بھی مطلق ہیں ان میں کوئی تخصیص فتنہ و غلبہ کفار کی نہیں اور شک نہیں کہ مثلاً رفع طاعون و دفع وبا و زوال قحط کے لیے دعا بھی دعا للقوم کے اطلاق میں داخل کہ یہ بھی مسلمانوں کے لیے دعائے نفع ہے تو صحیح حدیثوں سے اس کا جواز ثابت ہوا فان اعتل بحمل المطلق علی المقید قلنا لیس ھذا محلہ فان ذکروا قعۃ عین داخلۃ فی اجمال بیان لا یحصرہ فیھا عند احد علی انہ انما ھو مسلک الشافعیۃ وانت تظھر من نفسک الاعتماد علی مذھب الحنیفۃ وقد انبأت فی غضون کلامک انک ھنا بصدد اثبات مذھبھم وصرحت فی اخر الرسالۃ انھا علی اصول مذھب امامنا الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رضی عنہ وعن مقلدیہ اھ بلفظک مع ان الصحیح فی المسئلۃ الاصولیۃ قولنا فقد اقام ائمتنا علیھا براھین لا قبل لاحد بھا فیتم الالزام ولا یبقی لاحد مجال کلام **رابعًا** مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے قال ابن حجر اخذ منہ الشافعی انہ یسن القنوت فی اخیرۃ سائر المکتوبات للنازلۃ التی تنزل بالمسلمین عامۃ کوباء قحط و طاعون او خاصۃ لبعضھم کاسر العالم او الشجاع ممن تعدی نفعہ مقول الطحاوی لم یقل بہ فیھا غیر الشافعی غلط منہ بل قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المغرب بصفین اھ و نسبۃ ھذا القول الی الطحاوی علی ھذا المنوال غلط اذ اطبق علماءنا علی جواز القنوت عند النازلۃ اُسی میں ہے قال الامام النووی القنوت مسنون فی صلاۃ الصبح دائما واما فی غیرھا ففیہ ثلثۃ اقوال والصحیح المشھور انہ اذا نزلت نازلۃ کعدو و قحط او وباء او عطش او ضرر ظاھر فی المسلمین ونحو ذلک قنتوا فی جمیع الصلوات المکتوبۃ والا فلا ذکرہ الطیبی وفیہ ان مسنونیۃ فی الصبح غیر مستفادۃ من ھذا الحدیث دیکھو مولٰنا علی قاری نے امام ابن حجر مکی سے تصریح صریح نقل فرمائی کہ جس

نازلہ کے لیے قنوت پڑھی جاتی ہے وہ وبا و قحط وطاعون وغیرہا سب کو شامل ہے اور امام طیبی سے انھوں نے امام اجل ابوزکریا نووی سے نقل کیا کہ نازلہ میں قحط و وبا و تشنگی وغیرہا سب داخل ہیں اور ان اقوال کو مسلم و مقرر رکھا اور بعض بیان کہ خلاف مذہب سمجھے اُن پر اعتراض کر دیا اسے برقرار رکھا بلکہ نازلہ کے معنی مذکور نقل کرکے صاف فرمادیا کہ امام طحاوی کی طرف قنوت نازلہ کا انکار اس طرح نسبت کر دینا ٹھیک نہیں کہ اُس کے جواز پر تو ہمارے علما کا اتفاق ہے اس سے صاف مفہوم کہ وہی نازلہ جس کے معنی ابھی بیان ہو چکے کہ قحط و وبا و طاعون سب اُس میں داخل ہیں اُسی کے لیے ہمارے علما جواز قنوت کے قائل ہیں **خامسًا** کیوں راہ دور سے نشان معنی مقصود دیجیے کلمات علما سے صاف صریح تصریحیں لیجیے اسی مرقاۃ شریف میں ہے قال ابن الملك وھذا یدل علی ان القنوت فی الفرض لیس فی جمیع الاوقات بل اذا نزلت بالمسلمین نازلۃ من قحط وغلبۃ عدو وغیر ذلك یعنی علامہ ابن فرشتہ نے فرمایا اس حدیث سے ثابت ہے کہ فرض میں قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ خاص اُس وقت ہے جب معاذ اللہ مسلمانوں پر کوئی سختی آئے جیسے قحط اور دشمن کا غلبہ وغیرہ علامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد مصری نے کتاب الاشباہ میں غایہ وشمنی وفتح کی عبارات کہ نوازل میں قنوت روا ہے نقل کرکے فرمایا فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولاشك ان الطاعون من اشد النوازل یعنی ان عبارات علما سے ثابت ہوا کہ ہمارے نزدیک بلا وسختی کے وقت قنوت پڑھنا ثابت ہے اور وہ یہی ہے کہ اُس بلا کے دفع کی دعا کی جائے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ نور الایضاح اور علامہ سید محمد دمشقی نے حاشیہ شرح تنویر میں دفع طاعون کے لیے قنوت پڑھنے کی تصریح فرمائی اور انھیں بحر محقق صاحب بحر کا حوالہ دیا اول کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب آتی ہے اور ثانی نے زیر قول شارح مدقق لایقنت لغیرہ الا لنازلۃ فرمایا قال فی الصحاح النازلۃ الشدیدۃ من شدائد الدھر ولاشك ان الطاعون من اشد النوازل اشباہ **تنبیہ** ان بیانوں سے چند امر روشن ہوئے **اوّل** یہ کہ طاعون و وبا اور ان کے مثل ہر بلیۂ عامہ کے لیے قنوت صحیح حدیثوں کے اطلاقات سے ثابت ہے تو زید یعنی مصنف "ضروری سوال" کا قنوت نوازل کو جائز و ثابت مان کر اُسے بعض نازلہ سے خاص کرنا اور باقی کی نسبت کہنا جب تک شریعت سے کسی کام کی اصل نہ ملے وہ کام یا تو بدعت ہوگا یا گناہ محض بے معنی ہے کیا اطلاق احادیث اس شخص کے نزدیک کوئی اصل شرعی نہیں کہ اُس کے حکم کو بے اصل و گناہ مانتا ہے **دوم** قنوت طاعون و وبا کو نہ صرف اطلاقات کلام علما بلکہ اُن کی صاف تعمیمیں شامل جن میں خود امام اجل ابوجعفر طحاوی بھی داخل تو اُس کی بنا پر زید کا ادعا کہ "نہ اقوال خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت اور نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے وہ ایک زائد بات ہے" صریح نافہمی ہے **سوم** اطلاق و عموم سے استدلال نہ کوئی قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص کما بینہ خاتم المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الاماجد فی کتابہ المستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد مثلاً اس اخیر زمانۂ فتن میں طرح طرح کے نئے قسم قسم کے باجے ایسے پیدا ہوئے جن کی حرمت کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں نہ اقوال ائمہ میں مگر انھیں حرام ہی کہا جائے گا کہ وہ کل مسکر حرام کے عموم اور یہ حدیث یستحلون الحر والحریر والمعازف وکریمہ من الناس من یشتری لھو الحدیث کے شمول و اطلاق میں داخل اب اگر کوئی جاہل کہہ اُٹھے کہ یہ تو تم قیاس کرتے ہو احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین سے ہمارا تمھارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار ہے تو اُس سے یہی کہنا چاہیے کہ اے ذی ہوش یہ قیاس نہیں بلکہ جب ایک حکم مطلق یا عام

احادیث وکلمات علمائے کرام میں وارد ہے تو اس کے دائرے میں جو کچھ داخل سب کو وہ حکم محیط وشامل تو ثابت ہوا کہ زید کا ضروری سوال میں خود ہی یہ سوال قائم کرنا "کہ جب قنوت عندالنازلہ ثابت اور جائز ہوئی تو ہر قسم کی بلا اور مصیبت پر جائز ہونی چاہیے اور اُس کا یہ مہمل جواب دینا کہ ہمارا تمہارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بیکار ہے احادیث میں کہیں تصریح نہیں پائی جاتی نہ ہمارے امام صاحب کے تابعین کے اقوال سے" صریح نادانی ہے **چہارم** اگر صرف یہی اطلاق وعموم احادیث واقوال ائمہ ہوتے تو ثابت کہنے کے لیے کافی تھے ایسے مسئلے کو ہرگز کذب وبہتان نہیں کہہ سکتے دوسرے دلائل کی نظر سے راجح ومرجح کا اختلاف دوسری بات ہے مگر آپ اوپر سُن چکے کہ طاعون ووبا وقحط وغیرہا کے لیے قنوت کی صاف صریح تصریحیں **امام اجل** ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم شریف (جنکی جلالت شان پر علمائے جمیع مذاہب حقہ کا اجماع ہے) اور **امام** جلیل شرف الدین حسن بن محمد طیبی شارح مشکوٰۃ و**امام** شہاب الحق والدین احمد بن حجر مکی ہاشمی و**علامہ** عبداللطیف بن عبدالعزیز شہیر بابن فرشتہ از اجلۂ علمائے حنفیہ و**محقق** فقیہ زین بن نجیم مصری عمدہ حنفیہ و**مولٰنا** علی بن سلطان محمد ہروی قاری مکی حنفی و**فاضل** جلیل سید احمد مصری طحطاوی حنفی و**عالم** نبیل سید محمد آفندی شامی حنفی نے فرمائیں اور امام ابن حجر مکی نے اُسے **امام مجتہد** عالم قریش سیدنا امام ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا تو مصنف ضروری سوال کا قول کہ "طاعون یا وبا کے لیے قنوت ثابت نہیں وہ ایک قسم کا کذب اور بہتان ہے اگر خطاءً ایسا کلمہ بے موقع کسی سے سرزد ہوجائے جناب الٰہی میں توبہ واستغفار جلد کرلے" محض کذب وبہتان اور ان ائمۂ کرام وعلمائے اعلام کی جناب میں گستاخی وتوہین شان ہے زید پر لازم ہے کہ اپنی اس خطا اور بے موقع کلمے سے جلد جناب الٰہی میں توبہ واستغفار کرے اگر بفرض باطل یہ قنوت نوازل صرف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہوتا اور ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بالاتفاق اُس سے انکار فرماتے تو غایت یہ کہ مسئلہ ائمہ مجتہدین کا اختلافیہ اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوتا اُسے کذب وبہتان کہنا اُس حالت میں بھی حلال نہ تھا نہ کہ اس صورت میں کہ خود ہمارے ائمہ وعلما کے بھی اطلاق وعموم ونصوص سب کچھ موجود اور اگر اُسے خصوص نقل فعل کا منکر ٹھہرائیے تو اوّلًا تو یہاں اُس کا محل نہیں کہ اس خصوص کا مدعی کون تھا جس کے رد میں زید یہ الفاظ لکھتا ثانیًا اوپر واضح ہوچکا کہ عدم نقل فعل نہ زید کو مفید نہ اُس کے مخالف کو مضر تو اس کا ذکر محض فضول ونادانی ہے بالجملہ آفتاب کی طرح واضح ہوا کہ زید نے اس تحریر "ضروری سوال" میں نہ ہمارے متون مذہب کے ظاہر پر عمل کیا نہ ہمارے شارحین اعلام کا قول لیا بلکہ اپنی طرف سے ایک نیا فتوٰی گڑھ دیا بلی قد وقع مایوھمہ فی کلام بعض ائمۃ الحدیث فی تقریر مذھب الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ وفی کلام بعض ائمتنا فی توجیہ مذھب بعض الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیھم ثم لم یعتمدہ ولاجعلہ مذھب علمائنا ولاذکرہ فی تقریر کلامھم مع انہ قد اثر عنہ التعمیم صریحا فیحتمل ان یکون القصر ھذا وقع وفاقا لاحصرا وایاما کان فجعل ھذا مذھبا لنا لاسلف لزید فیہ فیما اعلم واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم "ضروری سوال" کے اظہار خطا کو اسی قدر بس تھا بے حاجت شرعیہ ناقصوں قاصروں کی جہالتوں سفاہتوں کا شمار اپنا شیوہ نہیں لقولہ تعالٰی واعرض عن الجٰھلین۔ مگر امور متعلقہ بدین میں بعد سوال سائل بیان امر حق ضروری اور یہاں مصلحت دینی اُس کی طرف داعی کہ جب ایک ایسا بے علم وکم فہم ومشکوک ومتہم شخص اپنے آپ کو مفتی ومصنف بنائے ہوئے ہے اور بعض عوام اُسے عالم وقابل اعتماد سمجھتے ہیں تو اُس کے پُرجہل وناہل ہونے کا

آشکار اکرنا انشاء اللہ تعالٰی دین عوام کو نافع اور ضلالت وجہالت میں پڑنے کا دافع ہوگا وباللہ التوفیق زید کی ترکیب وبندش الفاظ وانشاء واملا میں اگرچہ خطاہائے فاحشہ موجود ہیں مگر ان سے تعرض دابِ محصلین نہیں لہذا انھیں چھوڑ کر اس کے باقی کثیر وبسیار اغلاط وجہالات سے صرف بعض کا اظہار کیا جاتا ہے **جہالت (۱)** حدیث مذکور ابن حبان کہ زید کے دعوئے تخصیص کا صاف رد تھی براہ نادانی اپنی دلیل بنا کر لکھی اور اس پر فائدہ یہ جمادیا کہ "یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نصرت چاہیے طاعون کے لیے قنوت ثابت نہیں" عقلمند سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں ظلم کفار کی تخصیص کہاں ہے اور اس کے ذکر سے سوا ضرر کے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا **جہالت (۲)** قنوت فجر کے بارے میں ہمارے مشائخ کرام تصریح فرماتے ہیں کہ منسوخ ہے ولہذا حکم دیتے ہیں کہ حنفی اگر فجر میں شافعی کی اقتدا کرے قنوت میں اس کا اتباع نہ کرے کہ منسوخ میں پیروی نہیں اس قدر پر تو کلمات علما متفق ہیں ہاں محل نظر یہ ہے کہ یہاں عموم نسخ ہے یا نسخ عموم۔ عموم نسخ یہ کہ نازلہ وبے نازلہ کسی حال میں قنوت فجر کی مشروعیت باقی نہیں عموماً نسخ ہوگیا اور نسخ عموم یہ کہ نازلہ وبے نازلہ ہر حال میں عموماً قنوت کا پڑھا جانا یہ منسوخ ہوا صرف بحالت نازلہ باقی رہا نسخ عموم پر تو بہت احادیث صحیحہ دلیل ہیں جن کی تفصیل امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں افادہ فرمائی اور مسند احمد وصحیح مسلم وسنن نسائی وابن ماجہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت شھرا یدعو علی احیاء من احیاء العرب ثم ترکہ زاد ابن ماجۃ فی صلاۃ الصبح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہینے تک نماز صبح میں قنوت پڑھی عرب کے کچھ قبیلوں پر دعائے ہلاک فرماتے تھے پھر چھوڑ دی وھو عند البخاری فی مغازی بزیادۃ بعد الرکوع وترك ثم ترکہ اور صحاح ستہ میں بضمن حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے کہ ترک کا سبب نزول آیہ کریمہ لیس لك من الامر شیئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون ہے یہاں نظر دو طرف جاتی ہے اگر معنی آیت مطلقاً ممانعت اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک فرمانا بربنائے ارتفاع شریعت ہو یعنی فجر میں قنوت اصلاً مشروع نہ رہی تو عموم نسخ ثابت ہوگا اور اب قنوت نازلہ بھی منسوخ ٹھہرے گی اور اگر معنی آیت ان خاص لوگوں کے دعائے ہلاک سے ممانعت ہو کہ ان میں بعض علم الٰہی میں مشرف باسلام ہونے والے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک انھیں کے بارے میں ہو نہ مطلقاً تو صرف نسخ عموم ہی ثابت ہوگا اور قنوت نازلہ مشروع رہے گی یہی دونوں نظریں امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر پھر ان کی تبعیت سے علامہ محقق حلبی نے شرح کبیر میں افادہ فرمائیں ان دونوں کتابوں اور مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر (ھو الرازی) ونحوہ (کدینار بن عبد اللہ خادم انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مازال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا) اما علی الغلط (لان الرازی کثیر الوھم قالہ ابو زرعۃ ودینار وقد قیل فیہ ما قیل) او علی طول القیام فانہ یقال علیہ ایضا او یحمل علی قنوت النوازل ویکون قولہ (ای قول انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ثم ترکہ فی الحدیث الاخر (المروی فی الصحاح) یعنی الدعاء علی اولئك القوم لامطلقا اھ مختصراً مزیداً منی ما بین الاہلین نیز کتابین مذکورین میں ہے فیجب کون بقاء القنوت فی النوازل مجتھدا فیہ وذلك ان ھذا الحدیث (ای حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بطریقی حماد بن ابی سلیمان وابی حمزۃ القصاب عن ابراھیم عن علقمۃ عنہ قال لم یقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصبح الاشھرا ثم ترکہ لم یقنت قبلہ ولا بعدہ ولفظ حماد لم یر قبل ذلك ولا بعدہ) لم یؤثر عنہ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قولہ ان لاقنوت فی نازلۃ بعد ھذہ بل مجرد العدم بعدھا فیتجہ الاجتہاد بان یظن ان ذلک انما ھو لعدم وقوع نازلۃ بعدھا تستدعی القنوت فتکون شرعیۃ مستمرۃ وھو محمل قنوت من قنت من الصحابۃ بعد وفاتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ان یظن رفع الشرعیۃ نظرا الی سبب ترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو انہ لما نزل قولہ تعالٰی لیس لک من الامر شیئ ترک واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم اھ بزیادۃ روشن علم تو یہ ہے مگر مصنف "ضروری سوال" کی سخت نافہمی کہ دو متنافی باتوں کو ایک کردیا اور کچھ نہ سمجھا۔ خود اُسی کا ایک کلام دوسرے کو رد کرنے گا مسلک تو وہ اختیار کیا کہ قنوت نازلہ باقی ہے منسوخ نہیں اگرچہ نازلہ کے معنی خاص فتنہ وفساد وغلبۂ کفار کے لیے ایک جگہ لکھا عندالنازلہ بدعت نہیں مداومت بدعت اور دین میں نیا کام ہے پھر لکھا" دلیل اوپر نسخ قنوت کے مداومت کے طور پر اور دلیل واسطے جواز قنوت کے عندالنازلہ" پھر لکھا" مداومت کے طور پر منسوخ اور عندالنازلہ غیر منسوخ" اور مزے سے وہی آیۂ کریمہ اور وہی حدیث بحوالہ صحیحین ذکر کرکے کہہ دیا" اسی آیت سے اور حدیث متفق علیہ سے نسخ قنوت عموماً ثابت ہوا سوائے قنوت وتر کے" ذی ہوش سے پوچھا جائے کہ اس حدیث میں کس چیز پر قنوت مذکور تھی نازلہ پر اور نزول آیت کس قنوت کے بارے میں ہوا قنوت نازلہ میں اگر آیت وحدیث سے اس کا نسخ ثابت مانتا ہے تو قنوت نازلہ کہاں باقی رہی وہی تو صراحۃً ان سے منسوخ ہوئی یہ طرفہ تماشا ہے کہ وہی منسوخ وہی باقی ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **جہالت** (۳) حدیث طارق اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ در بارہ انکار قنوت فجر (جس طرح معمول شافعیہ ہے) نسائی نے اس طرح روایت کی کہ میں نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نماز پڑھی کسی نے قنوت نہ پڑھی وہ بدعت ہے اور ترمذی وابن ماجہ نے یوں کہ اُن کے صاحبزادے سعد ابو مالک نے اُن سے پوچھا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں کیا وہ فجر میں قنوت پڑھتے تھے فرمایا نئی نکالی ہوئی ہے ایک ہی حدیث مضمون ایک ہی صحابی ایک ہی مخرج اور مصنف ضروری سوال نے اُسے بلفظ اول ذکر کرکے نسائی وابن ماجہ وابن ترمذی سب کی طرف نسبت کیا اور لفظ دوم کو بے نسبت چھوڑ کر کہہ دیا" ان دونوں حدیثوں میں لفظ بدعت اور محدث کا وارد ہے" ایسی حدیث کو دو حدیثیں کہنا اصطلاح فقہاء درکنار اصطلاح محدثین پر بھی ٹھیک نہیں آسکتا یہ زید کی بے خبری وغفلت ہے **جہالت** (۴) قنوت مذکور ائمہ شافعیہ وائمہ مالکیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حدیث مذکور سے بدعت بتاکر آگے حاشیہ جمایا" اور حکم بدعت کا یہ ہے کہ کل محدث بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار" قطع نظر اس سے کہ جملۂ اولٰی حکم بدعت نہیں حکم بہ بدعت ہے اجتہادیات ائمۂ دین کو ایسے احکام کا مورد قرار دینا کیسی بے باکی وجرأت ہے حاشا ائمۂ کرام اہلسنت کا کوئی مسئلہ ضلالت وفی النار کا مصداق نہیں وہ سب حق وہدایت وسبیل جنت ہے **جہالت** (۵) تا (۸) حدیث عاصم بن سلیمن ذکر کی قلنا لانس بن مالک ان قوما یزعمون ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الفجر فقال کذبوا انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا واحدا یدعو علی احیاء من احیاء المشرکین اور اُس کا ترجمہ کیا" ہم نے پوچھا انس بیٹے مالک سے یہ کہ مقرر ایک قوم گمان کرتی ہے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے تھے نماز فجر میں سو جواب دیا مالک نے کہ وہ لوگ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ قنوت پڑھی آپ نے مہینا ایک سو بھی بددعا کرنے کو اوپر قبیلوں کے قبیلوں سے مشرکین کے" اولاً محاورۂ عرب میں زعم بمعنی مطلق قول بھی شائع یہانتک کہ صحیح حدیث میں زعم جبریل تاک واقع ثانیاً کلام نامحقق یا خلاف تحقیق بھی مراد ہو تو یہ حکم اس قائل کے نزدیک

ہوتا ہے جو اُسے بلفظ زعم تعبیر کرتا ہے اس سے یہ مستفاد نہیں کہ وہ زاعم خود بھی اُسے مشکوک یا مظنون سمجھتا ہے زید نے زبردستی یزعمون کے معنی بنالیے کہ جو قنوت فجر کی بقا کے قائل ہیں خود ہی اُسے شک وگمان کے مرتبے میں جانتے ہیں اور اسی بنا پر کنا ہوا کا ترجمہ کیا "کہ وہ اپنے گمان میں جھوٹے ہیں" یہ نیو جماکر اب اُس پر فائدہ جڑا اس حدیث سے یہ بھی سمجھا تا ہے کہ زمانۂ تابعین میں قنوت کا لفظ گمان ہی گمان تھا یقینی امر نہ تھا پس جتنی روایات ان روایات کے مخالف ہیں وہ سب ظنیات ہونی چاہییے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب افسوس کہ جو کہنا چاہا تھا وہ بھی کہہ نہ جانا عقلمند سے پوچھا جائے کہ قائلان قنوت مالکیہ وشافعیہ نے کس دن کہا تھا کہ قنوت فجر یقینی ہے یا مانعان قنوت حنفیہ وحنبلیہ کب کہہ سکتے ہیں کہ عدم قنوت قطعی ہے مسائل اجتہادیہ دونوں طرف ظنیات ہوتے ہیں پھر یہ کونسا فائدہ آپ نے نکالا اور اُس سے بحث میں کیا نفع حاصل ہو **رابعًا** اس سب سے قطع نظر کیجیے تو ان قوما یزعمون میں لفظ قوم نکرہ حیز اثبات میں ہے جس کا مفاد صرف اس قدر ہوگا کہ کچھ لوگ بطور وہم بقائے قنوت مانتے ہیں اس سے کب لازم ہوا کہ زمانۂ تابعین میں سب قائلان قنوت اُسے اسی درج میں جانتے ہیں **جہالت (۹)** حدیث ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن القنوت فی الفجر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قنوت فجر سے منع فرمایا جس میں تین راوی ضعیف وشدید الضعیف ہیں ذکر کرکے تضعیف رواۃ کا جواب دیا کہ "امام صاحب کی تحقیق کردہ مانع نہیں دوم یہ کہ انس بن مالک نے بدعت اور محدث کہا تو گمان یہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اس نہی کی ضرور خبر ہوگی اگرچہ بدعت اور محدث کی جگہ لفظ نہی کا نہ ذکر کیا ہو اور اسی پر اکتفا کیا" قطع نظر اس سے کہ بدعت یا محدث کے قائل حضرت طارق اشجعی ہیں نہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہما تو پیدا کہنے سے اس گمان کی راہ کدھر سے ملی ضرور انھیں اس نہی کی خبر ہوگی انھوں نے صراحۃً نو پیدا ہونے کی وجہ ارشاد فرمادی تھی کہ میں نے سید عالم وخلفائے کرام صلی اللہ تعالٰی علیہم وسلم سب کے پیچھے نماز پڑھی اے فرزند وہ نئی نکلی ہے اس میں نہی پر اطلاع کی بو بھی نہیں نکلتی نہ کہ اس سے گمان ہو کر ضرور نہی معلوم ہوگی بلکہ انصافًا اس سے یہی متبادر کہ نہی یا تو واقع ہی نہ ہوئی یا ہوئی تو انھیں خبر نہ تھی ورنہ عدم فعل کا ذکر نہ کرتے صاف جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اسے منع فرما چکے ہیں جواب مسئلہ میں دلیل اقوی کا ترک کیوں کیا جاتا **جہالت (۱۰)** ایک حدیث کی سند ذکر کی عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ترجمہ میں بھی لکھا "اُس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے" عالم صاحب کو اتنی خبر نہیں کہ صحابیت درکنار مسعود سرے سے مسلمان ہی نہ ہوا جاہلیت میں مرا اُسے رضی اللہ عنہ میں شامل کرنا کیسی جہالت اور دانستہ ہو تو سخت آفت **جہالت (۱۱)** آگے لکھا فتح القدیر میں تحت حدیث عبداللہ بن مسعود کے بیان کیا ہے چنانچہ لم یکن انس نفسہ یقنت فی الصبح کما رواہ الطبرانی واذا ثبت النسخ وجب حمل الذی عن انس من روایۃ ابی جعفر اما علی الغلط او علی طول القیام فانہ یقال علیہ اید فی الصحیح عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام افضل الصلٰوۃ طول القنوت ای القیام قطع نظر اس سے کہ تحت حدیث فلاں یا زیر آیت چناں اہل علم کے محاورہ میں اس معنی پر بولا جاتا ہے کہ اُس آیت وحدیث کی تفسیر وشرح یا اُس کی بحث میں ایسا کہا یہاں مبحوث عنہ حدیث ابی جعفر رازی ہے اُسی کے تحت اُسی کی بحث میں حدیث ابن مسعود وحدیث طبرانی وغیرہما مذکور ہیں نہ کہ ایک دوسرے کے تحت میں عبارت فتح کا صاف مطلب جسے ہر حرف شناس عربی بے تکلف پہلی ہی نگاہ میں سمجھ لے یہ ہے کہ حدیث ابی جعفر میں جو دوام قنوت مذکور ہوا ممکن کہ وہاں قنوت سے طول قیام مراد ہو کہ لفظ قنوت اس معنی پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ بہتر نماز طول قنوت ہے یعنی جس میں قیام دیر تک ہو مصنف ضروری سوال اسی سلیس

عبارت کے واضح معنی کو خاک نہ سمجھا لفظ ایضا کو کہ صراحۃً یقال کی طرف ناظر تھا اُس سے قطع کرکے مابعد سے ملایا اور ایضا فی الصحیحہ کو
سند جداگانہ ٹھہرایا ولہذا لفظ ایضا پر نشان (–) کہ علامت فصل ہے لگایا اور عبارت کا ترجمہ یوں فرمایا "کیونکہ وہ لفظ قنوت کا مقرر بولا گیا ہے اوپر
طول قیام کے اور بھی بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ افضل ترین نمازوں کی وہ نماز
ہے جس میں قنوت یعنی قیام دراز ہو" اس جہالت کی کچھ حد ہے اور ذرا یہ حسنِ ادا بھی قابل لحاظ کہ "بیچ صحیح حدیث کے وہ لفظ قنوت کا آیا ہے" گویا
یہاں اس کی بحث تھی کہ حدیث میں کہیں لفظ قنوت آیا ہی نہیں **جہالت (۱۲)** اسی عبارت فتح کے آخر میں تھا والاشکال نشأ من اشتراک
لفظ قنوت بین ماذکر وبین الخضوع والسکوت والدعاء وغیرھا یہاں ماذکر سے مراد وہی طول قیام تھا اور اُس کے معطوفات خضوع
وسکوت ودعا وغیرہا یعنی قنوت کا لفظ جبکہ ان سب معانی پر بولا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث ابی جعفر میں قائلان قنوت فجر کو اشتباہ پیش آیا اُسے
دعا سمجھ لیے حالانکہ مراد طول قیام تھا کہ ہمیشہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز فجر میں قیام طویل فرمایا یہ ایسے صاف معنی ہیں کہ عربی کا ہر مبتدی
بے تامل سمجھ لے اب مصنف صاحب کا علم دیکھیے عبارت صرف ماذکر تک نقل کی اور ترجمہ فرمادیا "اور وہ جو شکلیں پیدا ہوئی ہیں وہ لفظ قنوت
کے مشترک المعنی کے سبب اور وجہ سے درمیان اُس چیز کے جو مذکور ہوئی یعنی اپنے محل پر پورا ہوا ترجمہ فتح القدیر کی عبارت کا" گویا آپ کے
نزدیک بین صرف شئ واحد پر داخل ہوتا ہے معطوف کی حاجت ہی نہیں ماذکر کے معنی یہ کہ اپنے محل پر مذکور ہوئی ہے اسی پر مطلب تمام
ہوگیا **جہالت (۱۳)** سوال قائم کیا جب نسخ قنوت ثابت ہوا تو عندالنازلہ جواز کہاں رہا" اور اُس کے جواب میں لکھا "جواب بصورت اجمالیہ اجماعیہ
یہ ہے فی فتح القدیر وتر ونوافل کی بحث میں قولہ ان مشروعیۃ القنوت فی النازلۃ مستمرۃ لم ینسخ الخ تحقیق کے جائز ہونا قنوت کا بیچ وقت
سختی منسوخ نہیں" فتح القدیر سے استناد اور قنوت نازلہ کے اجماعی ہونے کا ادعا بکف چراغ دارد کا تماشا ہے فتح القدیر کی اسی عبارت میں صراحۃً
فرمایا کہ نازلہ میں بقائے قنوت مجتہد فیہ ہے منسوخ ہونا نہ ہونا دونوں طرف نظر جاتی ہے وقد تقدم نصہ فی بیان الجہالۃ الثانیۃ اسی عبارت منقولۂ
زید کے بعد بلافصل فرمایا تھا "وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث" کہاں ایک گروہ محدثین کا قول ہونا اور کہاں اجماع **جہالت (۱۴)** "جو
قنوت دونوں حضرات نے نماز فجر میں پڑھی وہ بارادہ اصلاح ذات البین کے تھی نہ بددعا" بددعا نہیں مگر دعائے وصول مکروہ اور شک نہیں
کہ فریقین میں ہر ایک کو اپنی مغلوبی مکروہ ہوتی ہے اور شک نہیں کہ دونوں جماعتیں اپنا غلبہ مانگتی تھیں مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں امیر المومنین مولٰی
علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے ہے انہ لما قنت فی الصبح انکرالناس علیہ فقال استنصرنا علی عدونا محرر مذہب سیدنا امام محمد
رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں قال ابراھیم (ھو النخعی) وان اھل الکوفۃ انما اخذوا القنوت عن علی قنت
یدعو علی معویۃ حین حاربہ واما اھل الشام فانما اخذوا القنوت عن معویۃ قنت یدعو علی حین حاربہ قال محمد و
بقول ابراھیم ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ **جہالت (۱۵)** "بعید نہیں کہ اُن حضرات نے قنوت اس مضمون کی پڑھی ہو" کہ اللھم
اصلح بیننا وبین قومنا فانھم اخواننا بغوا علینا امیر المومنین کی طرف سے۔ یہ قنوت محمل کیا امیر معویہ بھی معاذ اللہ امیر المومنین کو
باغی سمجھتے تھے یہ نرا جاہلانہ افترا ہے امیر معویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صاف تصریح بسند صحیح موجود ہے کہ مجھے خلافت میں نزاع نہیں
نہ میں اپنے آپ کو مولٰی علی کا ہمسر سمجھتا ہوں وانی لاعلم انہ افضل منی واحق بالامر ولکن لستم تعلمون ان عثمٰن قتل ظلما

وانا ابن عمہ وولیہ اطلب بدمہ میں خوب جانتا ہوں کہ امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ مجھ سے افضل واحق بامامت ہیں مگر کیا تمھیں خبر نہیں کہ امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ ظلما شہید ہوئے میں اُن کا ولی اور ابن عم ہوں اُن کا قصاص مانگتا ہوں رواہ یحیی بن سلیمٰن الجعفی استاذ الامام البخاری فی کتاب صفین بسند جید عن ابی مسلم الخولانی **جہالت (۱۶)** خود ہی سوال میں لکھا "جب قنوت عند النازلہ جائز ہوئی تو ہر مصیبت پر جائز ہونی چاہیے جس طرح قلتِ باراں وسیلاب، زلزلہ، آندھی، امراض مختلفہ خاصکر وبا اور طاعون کہ وہ اشد النازلہ ہے" اور جواب دیا "ہمارا تمھارا قیاس بیکار ہے اُن مصیبتوں کے لیے شارع علیہ السلام نے جدا جدا طریقہ بنا دیا اور اُن کا حکم بھی سنا دیا چنانچہ کتب فقہ اُن سے مملو ہیں الخ" اس قیاس بتانے کی جہالت اوپر مذکور ہوچکی مگر طاعون کو خود "اشد النازلہ" لکھنے سے رہا سہا اور بھی جہل کا پردہ کھول دیا جب قنوت نازلہ ثابت اور طاعون سب سے سخت تر نازلہ ہے تو اس کے لیے بدلالۃ النص قنوت ثابت اور دلالۃ النص سے اثبات کو قیاس بتانا سخت جہالت اب مصنف ضروری سوال کی مثال اُس ذی ہوش کی طرح ہے جس سے کہا جائے والدین کو مارنا حرام ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا لا تقل لھما اف ماں باپ سے ہوں نہ کہہ جب ہوں کہنے سے ممانعت ہے تو مارنا کہ اس سے سخت تر ہے بدرجہ اولٰی منع ہے وہ کہے "ہمارا تمھارا قیاس مسائل فقہیہ دینیہ میں بے کار ہے" قرآن میں تو کہیں والدین کو مارنے کی ممانعت نہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم **جہالت (۱۷)** قطع نظر اس سے قلت وکثرت باراں وسیلاب وزلازل وریاح وامراض مختلفہ سب کے لیے جدا جدا طریقہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہاں بتایا اگر اس بیان پر مصنف سے مطالبہ کیا جائے تو خود ہی اپنی جہالت کا اقرار کرنا پڑے بالفرض جدا جدا طریقے ارشاد بھی ہوئے ہوں تو سب کے لیے ایک طریقہ عامہ ہونے کی کیا منافی ہے پھر اس باب سے سوا اپنے اظہار علم اور کیا حاصل ہوا **جہالت (۱۸)** اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے کہ ۹۹۹ھ نو سو ننانوے میں مصر القاہرہ میں لوگوں نے مجھ سے پوچھا تھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح کہیں نہیں میں حکم کر نہیں سکتا چنانچہ قولہ سئلت عنہ فی الطاعون سنۃ تسع وتسعین تسعمائۃ بالقاھرۃ فاجبت بانی لم ارہ صریحا صاحب اشباہ رحمہ اللہ کا انتقال ہشتم رجب ۹۷۰ھ کو ہوا علامہ حموی شرح اشباہ فن ثانی کتاب الوقف میں نقل فرماتے ہیں قد توفی المصنف رحمہ اللہ لثمان مضین من رجب سنۃ سبعین وتسعمائۃ آپ ۹۹۹ھ کا واقعہ اُن سے لکھوا رہے ہیں حقیقۃً اشباہ میں یہاں سنۃ تسع وستین وتسعمائۃ ہے یعنی ۹۶۹ھ نو سو اُنہتر جسے آپ ۹۹۹ھ بتارہے ہیں **جہالت (۱۹)** اور پھر بیان کیا (یعنی صاحب اشباہ نے) کہ اگر کوئی قنوت پڑھنا چاہے تو اکیلا دو رکعت نماز نفل کی نیت کرکے پڑھے چنانچہ یقنت للطاعون لانہ اشد[1] النوازل بل ذکرہ[2] انہ یصلے رکعتین فرادی وینوی رکعتی[3] لدفع الطاعون "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے کیونکہ مقررہ وہ بڑی سخت ہے سختیوں سے مگر جماعت سے نہ پڑھے بلکہ پڑھے دو دو رکعتیں اکیلے اکیلے اور نیت کرے دو رکعت نفل کی واسطے دفع طاعون پورا ہوا حاصل مطلب اشباہ والے گا" قطع نظر اس سے کہ یہ عبارت اشباہ کی نہیں بلکہ صاحب اشباہ سے ناقل[4] کی ہے اور اُس میں بل ذکر کی ضمیر خود صاحب اشباہ ہی کی طرف ہے جسے آپ نے چنانچہ کہہ کر عبارت اشباہ ہونے کا اشعار کیا

---

[1] ضروری سوال میں یوہیں لکھا اور سہو قلم کی بنا پر طاعون کو خود بھی اشد النازلہ کہا حالانکہ اشباہ میں من اشد النوازل ہے ۱۲ [2] ھکذا بخطہ وصوابہ بل ذکرہ ۱۲ [3] ھکذا بخطہ وصوابہ رکعتین [4] ظاہر اکہیں طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح دیکھنے کو مل گئی اُس میں اُنھوں نے فرمایا قال فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل بل ذکر انہ یصلے لہ رکعتین فرادی وینوی رکعتی رفع الطاعون یہ صاحب اپنی خوش فہمی سے سمجھے کہ یہ سب عبارت فی الاشباہ کے تحت میں داخل ہے ۱۲

اور بل ذکو کا مطلب کچھ نہ بنا لہذا اُسے ترجمہ سے خارج کردیا طرفہ سخت جہالت فاحشہ یہ ہے کہ دو رکعت پڑھنے کے مسئلے کو مسئلہ قنوت کا تتمہ بنادیا کہ "قنوت پڑھا چاہے تو اکیلا دو رکعت نفل کی نیت کرکے پڑھے" اور اسی لیے اپنی طرف سے ترجمے میں گڑھ تراش لیا کہ "مگر جماعت سے نہ پڑھے" حالانکہ کوئی کم علم بھی عبارت اشباہ خواہ عبارت مذکورہ ناقل عن الاشباہ دیکھ کر کسی طرح اس جہالت کا گمان بھی نہ کرے گا اشباہ میں تو قنوت طاعون ثابت فرماکر نماز طاعون کا مسئلہ ہی جدا شروع فرمایا اور جداگانہ دلیلوں سے اُس کا ثبوت دیا حیث قال صرح فی الغایۃ بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلاۃ الفجر فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت ولاشك ان الطاعون من اشد النوازل وفی السراج الوھاج قال الطحاوی لایقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلاباس بہ کذا فی الملتقط انتھی فان قلت ھل لہ صلاۃ قلت ھو کالخسوف لما فی منیۃ المفتی فی الخسوف والظلمۃ فی النھار واشتداد الریح والمطر والثلج والافزاع وعموم المرض یصلی وحدانا انتھی ولاشك ان الطاعون من قبیل عموم المرض فتسن لہ رکعتان فرادی اھ مختصرا اور ناقل نے بھی بل ذکو لکھ کر اُسے جدا کردیا تھا مگر جب آدمی کو سہل سہل عبارات کا ترجمہ سمجھنے کی لیاقت نہ ہو تو مجبور ہے **جہالت (۲۰)** اس سے بھی سخت تر جہالت یہ کہ صاحب اشباہ کا مطلب وہ ٹھہرایا "کہ طاعون میں قنوت کی تصریح کہیں نہیں ہیں حکم نہیں کرسکتا" اور عبارت یہ نقل کی کہ یقنت للطاعون جس کا آپ ہی ترجمہ کیا کہ "قنوت پڑھے واسطے دفع طاعون کے" کیوں حضرت کیا یہ حکم نہ ہوا واقعی جو بزرگوار اپنا لکھا آپ نہ سمجھ سکے پورا معذور ہے یہ سردست بیس جہالتیں ہیں اور شروع کلام میں **اولاً سے خامساً** تک اور اُس کے تنبیہ ہیں اول سے چہارم تک جو سخت وجوہ قاہرہ سے **ضروری سوال** کی بطالتیں جہالتیں ثابت کی گئیں اُنھیں شامل کیجیے تو یہاں تک **۲۹ جہالات** شدیدہ بیان ہوئیں اب **تیسویں جہالت** سب سے بڑھ کر **سفاہت** ملاحظہ ہو ضروری سوال کی ساری محنت دجانکاہی اپنے اس ادعائے باطل کے اثبات کو تھی کہ فتنہ وغلبۂ کفار کے سوا طاعون وغیرہ نوازل کی قنوت کذب باطل وبہتان بے ثبوت وگناہ وبدعت وضلالت وفی النار ہے جو اُسے ثابت مانے اُس پر حکم تعجیل توبہ واستغفار ہے ساڑھے پانچ ورق کی تحریر میں دس صفحے اسی مضمون میں سیاہ کیے یہ سب کچھ لکھ لکھا کر اب چلتے وقت حاشیہ پر ایک فائدہ کا نشان دیا "ف زمانۂ طاعون میں نماز پڑھنے کی ترکیب" اور متن میں لکھا "ھذہ الکیفیۃ لصلاۃ الطاعون پہلے دل میں نیت کرکے زبان سے کہے نویت ان اصلی للہ تعالی رکعتین صلاۃ النفل لدفع الطاعون متوجھا الی جھۃ الکعبۃ الشریفۃ اللہ اکبر پھر دوسری رکعت کے آخر رکوع[1] میں جو قنوت ماثورہ ہو پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے اور اگر ایسی قنوت اُس کو یاد ہی نہ ہو تو ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وقنا ربنا عذاب النار پڑھے یہ آیہ وافی ہدایہ جامع جمیع ادعیہ کی ہے" اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادے سب جانتا ہے چلیے وہ اگلا پچھلا لکھا لکھایا بھولنا درکنار یہی یاد نہ رہا کہ ضروری سوال کی تحریر کس غرض کے لیے تھی کس بات کا دعویٰ کا ہے سے انکار تھا اپنے زعم میں جنت کا راستہ کیا طریق نار تھا خود ہی کذب وبہتان بنانے لگے ضلالت وفی النار کی ترکیبیں بتانے لگے یارب مگر اسے اختلال حواس کے سوا کیا کہیے طرفہ یہ کہ اوپر سوال قائم کیا تھا "بارادہ دفع طاعون یا وبا کونسی قنوت ہے" اور جواب دیا تھا "کہیں پتہ نہیں" اب حکم ہوتا ہے کہ "قنوت ماثورہ پڑھے کہ مشتمل ہو اوپر طاعون کے" اب خدا جانے کہاں سے اُس کا پتا لگ گیا **تصحیف اغلاط** یعنی عبارت کچھ ہے اور پڑھیں کچھ یوں تو زیادت ونقص

---

[1] یہ ترکیب بھی نئی ہے قنوت میں علما مختلف ہیں کہ قبل رکوع ہے یا بعد آپ فرماتے ہیں خود رکوع میں پڑھے ۱۲ منہ یہ تحریر زید میں یوں ہی ہے جیسے کچہریوں میں بیخ کو بیخ مقبولہ لکھتے ہیں ۱۲

وتبدیل ہر قسم کی خطا اس ضروری سوال میں موجود ہیں "قنا ربنا عذاب النار" کو آیت بنادیا حالانکہ قرآن عظیم میں قنا کے بعد لفظ ربنا کہیں نہیں من اشد النوازل سے من اڑا کر طاعون کو اشد النازل کہا اور اپنے ہی پاؤں میں تیشہ مارا عبارت اشباہ میں سبعین کا تسعین بنانا مگر زیادہ اظہار علم کو تصحیفین یہ ہیں شیبان بن فروخ کو اصل عبارت سند اور ترجمہ دونوں میں شیبان بن فوخ[1] لکھا یہ تام صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی میں خدا جانے کتنی جگہ آیا ہے اگر یہ کتابیں پڑھی ہوتیں تو ایسی غلطی شاید نہوتی اللھم اشدد وطائك علی مضر دوجگہ آیا دونوں جگہ وطائك بہمزہ[2] بجائے تا بنایا اور قبیلۂ قارہ کو کہ یہ لفظ بھی دوجگہ وارد ہوا تھا دونوں جگہ صاف فارہ[3] بحرف فا بجائے قاف تحریر کیا اور سب میں اخیر کا لطیفہ یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مناجات مروی ہے اللھم لاقابض لما بسطت ولاباسط لما قبضت ولا مانع لما اعطیت ولامعطی لسنا منعت ولاھادی لمن اضللت ولامضل لمن ھدیت ولامقرب لما باعدت ولامباعد لما قربت آپ اُسے لکھتے ہیں اللھم لاقابض لما بسطت ویا باسط لما قبضت اہل علم کی غلطی اس طرح کی نہیں ہوتی اتنا بھی نہ سمجھا کہ یوں ہوتا تو یا قابضا لما بسطت ویا باسطالما قبضت نصب کے ساتھ ہوتا نہ بالضم کہ بوجہ حصول معمول کلمۂ شبہ مضاف ہوکر مفرد نہ رہا اور نصب واجب ہوا کقولك یا طالعا جبلا ویا خیرا من زید اور یہ تو نقل کی جسے یہ مناجات مذکور ہوئی علمائے ناقدین اسے سخت منکر بتاتے ہیں یہانتک کہ امام ذہبی فرماتے ہیں اخاف ان لایکون موضوعا میں ڈرتا ہوں کہیں موضوع نہ ہو خاتم الحفاظ امام جلیل سیوطی جمع الجوامع میں اسے نقل کرکے مقرر رکھتے ہیں **اغلاط ترجمہ** گزری جہالتوں کے بیان میں متعدد جگہ واضح ہوا کہ زید کو سیدھی سادی عبارت عربی سمجھنے اور اُس کا ٹھیک ترجمہ کرلینے کی استعداد نہیں اور میں ایسے ترجموں کا شاکی بھی نہیں کہ ان یدعو لقوم اور علی قوم کے ترجمے میں لکھا " واسطے دعا کرنے کے کسی قوم کے لیے یا اوپر بددعا کرنے کے کسی قوم پر" یا سندہ صحیح " کا ترجمہ "سند اس حدیث کی بہت صحیح ہے" یا "عن ابی مالك سعد بن طارق الاشجعی " کا ترجمہ" روایت کی مالک سعید بیٹے طارق اشجعی نے " لطیف خوش فہمیوں کے ترجمے وہ ہیں جن کا بیان جہالات ۵ و ۶ و ۸ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۹ میں گزرا علی الخصوص ثلثۂ اخیرہ اور اسی قبیل سے ہے اللھم انج الولید بن الولید ومسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعۃ والمستضعفین من المومنین وغفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ[4] کا ترجمہ اے پروردگار خلاصی بخش ولید اور مسلمہ اور عیاش کو اور ناتواں مومنوں کو اور قبیلۂ غفار کو مغفرت کرے اللہ اُن کی اور قبیلۂ اسلم کو سلامت کیے اللہ اُن کو یعنی شر سے اعدا کے غفار غفر اللہ لہا واسلم سالمہا اللہ دو مستقل جملے جداگانہ خبریہ یا دعائیہ ہیں

اقول والاول عندی اولی لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسلم سالمھا اللہ وغفار غفر اللہ لھا اما واللہ ماانا قلتہ ولکن اللہ قالہ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ واحمد والطبرانی فی الکبیر والحاکم عن سلمۃ بن الاکوع وابوبکر بن ابی شیبۃ عن خفاف بن ایماء الغفاری وابویعلی الموصلی عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنھم مصنف ضروری سوال نے اپنی نادانی سے غفار واسلم کو ولید پر معطوف اور انج کے نیچے داخل سمجھا گویا یہ قبائل انصار بھی مثل ولید وسلمہ وعیاش وضعفائے مومنین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین دست کفار میں

---

[1] یعنی چوزہ ۱۲　[2] یعنی نشیب ۱۲　[3] یعنی چوہا ۱۲　[4] سالمہا اللہ کا ظاہر ترجمہ اللہ نے اُن سے صلح کی علیہ درج فی اشعۃ اللمعات وفی الصراح مسالمۃ مصالحۃ وفی القاموس سالما صالحا وفی تاج العروس ومنہ الحدیث اسلم سالمھا اللہ وھو من المسالمۃ وترك الحروب وفی مجمع البحار اسلم سالمھا اللہ ھو المسالمۃ وترك الحرب ۱۲

گرفتار تھے ان سب کی نجات کے لیے دعا فرمائی جاتی تھی حالانکہ یہ حدیث اُس حدیث سے جدا ہے صحیح بخاری شریف صفۃ الصلاۃ میں بے ذکر غفار واسلم صرف حدیث اول روایت فرمائی اور استسقا میں کہ اسے اُس کے ساتھ روایت کیا صاف فصل بتادیا حیث قال عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا رفع راسہ من الرکعۃ الاخرۃ یقول اللھم انج عیاش بن ابی ربیعۃ اللھم انج سلمۃ بن ھشام اللھم انج الولید بن الولید اللھم انج المستضعفین من المؤمنین اللھم اشدد وطأتک علی مضر اللھم اجعلھا سنین کسنی یوسف وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال غفار غفر اللہ لھا واسلم سالمھا اللہ تعالٰی فتح الباری وعمدۃ القاری وارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے قولہ وان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ حدیث اٰخر وھو عند البخاری بالاسناد المذکور فکانہ سمعہ ھکذا فاوردہ کما سمعہ زاد العینی وقد اخرجہ احمد کما اخرجہ البخاری ذیہوش نے یہ بھی نہ دیکھا کہ روایت میں غفار مرفوع ہے نہ منصوب نہ ولید پر عطف کیونکر ممکن **اغلاط روایت** ضروری سوال میں واقعہ بیر معونہ بطور خود ذکر کیا جسے بے اصل اغلاط سے بھر دیا خلاصۂ عبارت یہ ہے ایک عامر بیٹا مالک کا دو گھوڑے دو اونٹ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ہدیہ لایا حضور نے فرمایا ہم کافر کا ہدیہ قبول نہیں کرتے وہ اسلام تو نہ لایا مگر انکار بھی نہ کیا اور بولا اے حبیب خدا میرے پیچھے ایک قوم ہے آپ چند اصحاب ہمراہ دو تو امید کہ وہ سب مسلمان ہو جائیں آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام ستر یا چالیس جوان انصار[1] سے جو سب کے سب قرآن مجید کے حافظ تھے عامر کے ہمراہ کردیے اور ایک راہبر بھی ہمراہ ہولیا ان پر منذر کو سردار کیا اور بنام عامر بن طفیل ایک خط لکھوا کر حوالہ منذر کے کردیا یہ صحابہ بیر معونہ کے قریب پہنچ کر وہیں قیام کیا پھر ایک شخص کے ہاتھ وہ خط عامر بن طفیل کے پاس بھجوادیا جب وہ خط عامر بیٹے طفیل نے پڑھا آگ کا شعلہ بن گیا اور جھپٹ کر خط پہنچانے والے کو قتل کر ڈالا پھر اپنے تمام حلیفوں اور قبیلوں کی کمک کے ساتھ ان صحابہ کو قتل کر ڈالا اور منذر کو زندہ قید کرلیا قطع نظر اس سے **اولاً** عامر بن مالک ابو براء نے "ای حبیب خدا" ہرگز نہ کہا کہ یہ خاص کلمہ اسلامی تھا **ثانیاً** "ہمراہ ہولیا" سے ظاہر یہ کہ بطور خود ساتھ ہولیا حالانکہ حدیث میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مُطّلب سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو رہبری کے لیے ہمراہ فرمادیا تھا فقد اخرج الطبرانی من طریق عبد اللہ ابن لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ قال ثم بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنذر بن عمرو الساعدی وبعث معہ المطلب السلمی لیدلھم علی الطریق الحدیث ذکر فی الاصابۃ فی ترجمۃ للمطلب **ثالثاً** فرمان اقدس خاص بنام عامر بن طفیل نہ تھا بلکہ رؤسائے نجد و بنی عامر کے نام تھا خمیس میں ہے وکتب کتابا الی رؤساء نجد وبنی عامر مدارج میں ہے مکتوبے برؤسائے نجد و بنی عامر نوشت **رابعاً** حافظ قرآن کے اگر یہ معنی کہ قرآن مجید سے کچھ یاد تھا تو اس میں ان صحابہ کی کیا خصوصیت اُنھیں قُرّا نام رکھنے کی یہ وجہ نہیں ہوسکتی اور اگر یہ مراد کہ جس قدر قرآن عظیم اُس وقت تک اُترا وہ سب اُن سب کو یاد تھا تو اس کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ اُنھیں قُرّا کہنے کی وجہ یہ کہ شب کو درس و تلاوت قرآن مجید میں بکثرت مشغول رہتے صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے یتدارسون القراٰن باللیل ویصلون عمدۃ القاری کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں ہے سموا بہ لکثرۃ قراءتھم **خامساً** عامر بن طفیل کے خاص اپنے قبیلۂ بنی عامر نے ہرگز کمک نہ دی بلکہ صاف انکار کردیا کہ تیرا چچا عامر بن مالک انھیں اپنی پناہ میں لے چکا ہے ہم اُس کا ذمہ ہرگز نہ توڑیں گے

---

[1] سب انصاری نہ تھے بعض مہاجر تھے خمیس میں ہے کان اکثرھم من الانصار واربعۃ من المھاجرین مدارج میں ہے اکثر ایشاں انصار بودند وبعضے از مہاجراں نیز خمیس میں ہے لم یکن القراء المذکورون کلھم من الانصار بل کان بعضھم من المھاجرین مثل عامر بن فھیرۃ مولی ابی بکر الصدیق ونافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی وغیرھما رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

مواہب لدنیہ میں ہے استصرخ علیھم بنی عامر فلم یجیبوہ وقالوا لن نخفر ابابراء وقد عقد لھم عقدا وجوارا سیرت ابن ہشام میں ہے استصرخ علیھم بنی عامر فابوا ان یجیبوہ الی مادعاھم الیہ وقالوا لن نخفر الی اخر ما مر خمیس میں ہے استصرخ عامر بن الطفیل بنی عامر علی المسلمین فامتنعوا وقالوا لانخفر ذمۃ ابی براء عمك الخ مدارج میں ہے" تامہ بنی عامر از جنگ مسلمانان ابا آوردند سادساً عامر بن طفیل کا حال فرمان اقدس حرام بن ملحان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کرنا بھی خلاف تحقیق ہے بلکہ اُن کا قاتل اور شخص تھا کہ بعد کو اسلام لے آیا کما رواہ الطبرانی عن ثابت البنانی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ اور عدو اللہ عامر بن طفیل کفر پر مرا کما فی صحیح البخاری عن اسحق بن ابی طلحۃ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ صحیح بخاری شریف میں ہے جعل یحدثھم فاومأ والی رجل فاتاہ من خلفہ فطعنہ یعنی حرام رضی اللہ تعالٰی عنہ اُن کافروں کو پیام اقدس پہنچاتے اور اُن سے باتیں فرمارہے تھے کہ انھوں نے کسی کو اشارہ کیا اُس نے پیچھے سے آکر نیزہ مارا امام حافظ الشان عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا لم اعرف اسم الرجل الذی طعنہ مجھے اُس نیزہ مارنے والے کا نام نہ معلوم ہوا زرقانی شرح مواہب میں ہے فی الطبرانی من طریق ثابت عن انس ان قاتل حرام بن ملحان اسلم وعامر بن الطفیل مات کافرا کما تقدم انتھی من الفتح **سابعاً** ان سب سے قطع نظر کے بعد اُس میں ایک غلطی یہ ہے" کہ جب وہ خط عامر نے پڑھا آگ بن گیا" کتب سیر میں تصریح ہے کہ اُس خبیث نے فرمان اقدس دیکھا تک نہیں سیرت ابن اسحٰق وسیرت ابن ہشام ومواہب لدنیہ میں ہے لما اتاہ لم ینظر الی الکتاب **ثامناً** سخت غلطی فاحش یہ ہے کہ" منذر کو زندہ قید کرلیا" حالانکہ منذر رضی اللہ تعالٰی عنہ عین معرکہ میں شہید ہوئے ہیں معالم التنزیل میں ہے قتل المنذر بن عمرو واصحابہ الا ثلثۃ نفر کانوا فی طلب ضالۃ لھم الخ مدارج میں ہے تامہ اصحاب شہید شدند الا منذر بن عمرو با او گفتند اگر خواہی ترا امان دہیم او امان ایشاں را قبول نکرد وبا ایشاں مقاتلہ کرد تا شہید شد۔ سیرتین ابنائے اسحاق وہشام میں ہے لما رأوھم اخذوا اسیوفھم ثم قاتلوھم حتی قتلوا من عند اخرھم یرحمھم اللہ الا کعب بن زید اخابنی دینار بن النجار فانھم ترکوہ وبہ رمق فارتث من بین القتلٰی فعاش حتی قتل یوم الخندق شھیدا یرحمہ اللہ مواہب میں ہے قتلوا الی اخرھم الا کعب بن زید الخ خمیس میں ہے قتلوا من عند اخرھم الا کعب بن زید الخ خمیس میں ہے قتلوا من عند اخرھم الا کعب بن زید الخ خود حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبردی ان اخوانکم لقوا المشرکین فاقتطعوھم فلم یبق منھم احد وانھم قالوا ربنا بلغ قومنا انا قد رضینا ورضی عنا ربنا فانا رسولھم الیکم قد رضوا ورضی عنھم رواہ الحاکم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ **فریب دہی عوام** جہالات واغلاط کثیرہ کے ساتھ فریب دہی عوام بھی ضروری سوال میں ضرور ہے **فریب ۱** حدیث مذکور ابن حبان ذکر کی جو صراحۃً مطلق تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز صبح میں قنوت نہ پڑھتے مگر جب کسی قوم کے نفع یا ضرر کی دعا فرمانی ہوتی مصنف ضروری سوال نے اس کا ترجمہ لکھ کر معاً جوڑ لگادیا" یعنی سوا اس کے پیمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور کسی مصیبت پر قنوت نہیں پڑھتے تھے" جس سے عوام سمجھیں حدیث میں کسی خاص مصیبت کا ذکر ہے اُسی کے لیے قنوت پڑھنے کا ثبوت ہے باقی بے ثبوت اس مغالطے سے جو فائدہ اُٹھانا چاہا اُسے یہیں ظاہر بھی کردیا" کہ اب یہاں سے سمجھا گیا کہ کفار ظلم کریں تو نماز فجر میں نصرت چاہے طاعون یا وبا کے لیے قنوت ثابت نہیں" حالانکہ ہر ابجد خواں عربی بتاسکتا ہے یہ محض دھوکا دیا ہے حدیث میں اصلاً کسی مصیبت خاص کا نام نہیں جس کے عیر پر نفی قنوت ہو **فریب ۲** قنوت نازلہ خود بھی تو غیر منسوخ مانی ہے اگرچہ خاص

ایک نازلے میں۔ اب جو اس پر سند پیش کرنی ہوئی تو علامہ طحطاوی و علامہ شامی و محقق سامی بحر طامی صاحب اشباہ نامی کا دامن پکڑا کہ "چنانچہ حاشیۂ درمختار طحطاوی و شامی و اشباہ والنظائر وغیرہ وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے" حالانکہ اوپر واضح ہوچکا کہ یہ علمائے کرام تو نہ صرف تعمیم نوازل بلکہ خاص طاعون ہی کے لیے قنوت ثابت کرتے ہیں جس کے سبب معاذاللہ اس شخص کے نزدیک کذب و بہتان میں پڑے ہیں ان کے کلام پورے نقل نہ کرنا درکنار جو عبارت اُن کے نام سے نقل کی اُس میں دو کارروائیاں کیں ایک یہ کہ خود اُن کے ترجمہ کلام میں وہ الفاظ ملادیے جو اپنے ساختہ مذہب کے مطابق تھے دوسرے یہ کہ ایک عربی عبارت اپنی طرف سے بناکر اُس کلام سے ملادی اور سب کا ایک ساتھ ترجمہ کردیا جس سے ناواقف کو دھوکا ہو کہ یہ سارا کلام ان علمائے کرام کا ہے۔ وہ نقل و ترجمہ ملخصًا یہ ہے" وغیرہ وغیرہ نے اُس کی تصریح کی ہے اور وہ یہ ہے کہ وقد قنت ابوبکر الصدیق وعمر وعلی ومعویۃ فالقنوت فی النازلۃ ثابت فافھم واغتنم قلت والمراد بالنازلۃ ھناك ھوالذی مذکور فی الاحادیث ولایقاس علی غیرہ واللہ اعلم ترجمہ اور مقرر قنوت پڑھی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت علی اور حضرت معویہ نے پس قنوت بیچ واقع ہونے سختی اور فتنہ اور فساد اور غلبۂ کفار اشرار کے ثابت ہے سو سمجھ اور غنیمت جان اب کہتا ہوں میں کہ مراد نازلہ سے اُس جگہ وہی نازلہ مراد ہے جو مذکور ہوا ہے حدیثوں میں اور نہیں خیال کیا جاوے گا اوپر غیر اُس نازلہ کے اعنی ہر ایک نازلہ نہیں" ترجمۂ اصل میں فتنہ و فساد و غلبۂ کفار اشرار لفظ بڑھادیے کہ نرے بے علم کہیں دیکھو جو بات مولوی صاحب نے کہی تھی وہی ان کتابوں میں لکھی ہے ورنہ اصل عبارت علما میں نہ ان لفظوں کا اصلاً پتا نہ اُس غرض فاسد کے سوا ترجمہ میں اس پیوند کا کوئی منشا پھر قلت سے آخر تک ایک عبارت عربی گڑھ کر عبارت سے ملادی اور اُس کا ترجمہ ترجمہ سے کہ ناواقف کم علم جانیں یہ قلت اُنھیں علما نے فرمایا ہے ورنہ یہ کہیں کا دور نہیں کہ اُردو رسالے میں جو بات اُردو ہی زبان میں ظاہر کرنی ہو اُسے پہلے عربی میں بولیں پھر اپنی عربی کی اُردو کریں اور کلام علما میں قلت ہزار جگہ ہوتا ہے تو صاف اسی طرف ذہن جائے گا کہ یہ کلام بھی اُنھیں کا ہے فریب ۳ اشباہ میں فرمایا تھا فائدہ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنہ فاجبت بانی لم ارہ صریحا یعنی فائدۂ طاعون دُور ہونے کی دعا میں مجھ سے اس کا سوال ہوا تھا میں نے جواب دیا کہ اس کی تصریح میں نے نہ دیکھی پھر غایۃ ذہنی وفتح القدیر کی وہ عبارتیں نقل فرمائیں کہ نازلہ کی قنوت پڑھے پھر فرمایا فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت ولاشك ان الطاعون من اشد النوازل یعنی ان عبارات سے واضح کہ ہمارے نزدیک بلا میں قنوت ثابت ہے اور شک نہیں کہ طاعون سخت تر بلاؤں میں سے ہے پھر اس دعوے کے ثبوت کو کہ نازلہ ہر شدت و سختی کو عام ہے مصباح و قاموس و صحاح کی عبارات مذکورۂ سابق نقل فرمائیں پھر عبارت سراج وہاج وملتقط و کلام امام طحاوی سے ثبوت موکد قائم فرمایا کہ جو کوئی بلا ہو اُس کے لیے قنوت پڑھنے میں حرج نہیں کسی عاقل غیر مجنون کے نزدیک اس کلام کے معنی سوا اس کے کچھ نہیں ہوسکتے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھی جانے کو فرمارہے ہیں لاجرم علامہ سید شریف طحطاوی نے حاشیۂ مراقی الفلاح میں فرمایا فی الاشباہ یقنت للطاعون لانہ من اشد النوازل یعنی اشباہ میں ہے کہ طاعون کے لیے قنوت پڑھے اس لیے کہ وہ سخت تر بلاؤں میں سے ہے اب مصنف ضروری سوال کی سُنیے" اشباہ والنظائر والے صاحب نے فرمایا ہے لوگوں نے مجھ سے پوچھا طاعون میں قنوت پڑھنے سے سو میں نے جواب دیا کہ صریح مسئلہ اس کا کہیں نہیں دیکھا میں حکم کرنہیں سکتا"

[1] اس خوبی علم کو دیکھیے کہنا یہ مقصود ہے کہ لا یقاس علیہ غیرہ اور نازلہ اس پر قیاس نہ کیا جاوے گا اور کہا یہ کہ لا یقاس علی غیرہ نقلیہ کیا جائیگا او پر غیر اُس نازلہ کے

اول تو سوال خاص قنوت طاعون سے ہونا بنایا کہ جو جواب گڑھا جائے گا وہ بالتخصیص صراحۃً اُسی پر وارد ہو پھر جواب میں یہ لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیے کہ "میں حکم کر نہیں سکتا" حالانکہ عبارت اشباہ میں اس کا وجود مفقود بلکہ بالتصریح اُس میں قنوت کا حکم دینا موجود اسے کس درجہ کی تحریف و بد دیانتی ومغالطہ و فریب دہی کہا چاہیے والعیاذ باللہ رب العلمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **مخالفت توبہ نامہ** خود اس ضروری سوال سے بھی پیدا **اوّلاً** اُس میں اپنے طرفداروں کے ایک رسالے کی نسبت لکھا تھا کہ "اُس میں سادات کرام وعلمائے عظام کی شان وعظمت کے خلاف الفاظ رکیکہ برتے گئے ہیں واقعی یہ کمال درجے کی بے ادبی میرے طرفداروں سے تو گویا مجھی سے ہوئی میں رشد اُن کل حضرات بابرکات سے معافی چاہتا ہوں خواہ حضرات سادات وعلما اہل سورت خواہ اہل المبئی خواہ آفاقی" وہاں تو آج کل کے علما کو جو آپ کے طرفداروں نے کچھ الفاظ رکیکہ لکھے اُس سے معافی چاہی اور ضروری سوال میں خود آپ اکابر سابقین علمائے عظام وفقہائے کرام وسادات فخام مثل امام نووی وامام ابن حجر وامام طیبی وعلامہ ابن ملک ومحقق زین ابن عابدین ابن نجیم ومولٰنا علی قاری مکی وسید علامہ طحطاوی وسید علامہ شامی وامثالہم کو معاذ اللہ کذب وبہتان کی طرف نسبت فرما رہے ہیں شاید یہ الفاظ رکیکہ نہ ہوں گے **ثانیاً** اُس میں لکھا تھا "واللہ باللہ میں مذاہب اربعہ حقہ کو سچے دل سے حق جانتا ہوں" یہاں صراحۃً قنوت فجر کو کہ مذہب امام مالک وامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہما ہے بدعت وضلالت وفی النار بتایا ادھر قنوت طاعون ووبا کو کذب وبہتان ٹھہرایا شراح حنفیہ سے قطع نظر بھی کیجیے تو ائمہ شافعیہ کے یہاں اُس کی صریح تصریحیں موجود اور امام ابن حجر مکی نے خود امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بیان مذہب میں اُسے ذکر فرمایا **ثالثاً** اُسی میں لکھا تھا "جمہور علما کا اتباع اختیار کیا اولیائے کرام نذر ونیاز عرفی ہیں جبکہ فقہائے کرام نے تصفیہ کر دیا ہے اور مستحسن کر رکھا ہے تو ہم اُنھیں کی پیروی کریں یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے لیکن بندہ اپنے پرانے خیالات سے باز آکر اولیا کی نذر ونیاز عرفی جو فی زماننا خاصاً عوام میں مروج ہے کہ اس کو مستحسن جانتا ہوں سوائے اس کے میری تصانیف میں جو بات خلاف اقوال جمہور علما ہو اُس کو واپس لیتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آیندہ علمائے کرام کے مخالف کوئی مسئلہ نہیں کہوں گا" اور یہاں نہ ظاہر ارشاد جمیع متون پر اقتصار لیا نہ طریقۂ مصرحۂ جمہور شارحین اختیار کیا سب کے مخالف مسئلہ لکھ دیا یہ ضروری سوال کی مخالفتیں تھیں **رابعاً** شرائط بحث میں تو صراحۃً اُس توبہ کو توڑ دیا نذر ونیاز عرفی اولیائے کرام قدست اسرارہم جو فی زماننا مروج ہے ظاہر ہے کہ زمانہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین میں اس پر کوئی نزاع قائم نہ ہوئی نہ اس کا کوئی تصفیہ اُس وقت کے فقہائے کرام نے کیا تو لاجرم توبہ نامے میں جمہور علمائے متاخرین ہی کی پیروی کو لکھا اور اُن کی مخالفت کا عہد کیا تھا اب شرائط ثلثہ کی بحث میں قرون ثلثہ کے متاخرین متقدمین سب کو بالائے طاق رکھ کر صاف لکھ دیا کہ سند دین میں اصول وفروع مسائل میں زمانہ خیر القرون کی ہونی چاہیے یعنی صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور اُس پر عمل بھی جاری ہوا ہو یوئے وہابیت پیدا ہونے کو **اوّلاً وثانیاً** ضروری سوال ہی کی وہ تقریریں کہ یہ ارشاد فقہا کذب وبہتان ہے اور وہ مذہب ائمہ بدعت وضلالت وفی النار ہے کافی تھیں **ثالثاً** مگر شرائط بحث میں تو صاف صاف وہی معمولی تقریر وہابیہ کہ قرون ثلثہ کی سند معتبر ہے باقی سب باطل صراحۃً لکھ دی اور اُس کے ساتھ اور تنگی بڑھادی کہ صحابہ وتابعین کی سند بھی مقبول نہیں جب تک اُس پر عمل نہ جاری ہوا ہو یہ باتیں ضرور وہابیت کی ہیں **رابعاً** اور شرط لگائی کہ "کوئی مسئلہ کسی کتاب میں بے سند لکھا ہو وہ بغیر اسناد کے تسلیم نہ کیا جائے گا ہر شخص جانتا ہے کہ کتب فقہیہ

متون وشروح وفتاوی کسی میں ذکراسناد نہیں ہوتا تو اس شرط میں صاف بتادیا کہ کتب فقہ مہمل وناقابل عمل ہیں اُن کا مسئلہ تسلیم نہ کیا جائیگا یہ اول نمبر کی وہابیت غیر مقلدی ہے ان وجوہ سے ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ زید اپنی قدیم وہابیت پر باقی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

بالجملہ ان تمام بیانات جلیلہ سے واضح ہوا کہ ضروری سوال کی تحریر ہمارے علمائے کرام کے خلاف ہے وہ سراسر غلطیوں سے بھری ہے جو اُسے صحیح ودرست بتائے سخت جاہل ونافہم ہے۔ ضروری سوال کا مصنف علم دین سے بہرہ نہیں رکھتا وہ نہ عبارت سمجھ سکتا ہے نہ ترجمے کی لیاقت رکھتا ہے پھر مطلب سمجھنا تو بڑا درجہ ہے وہ خود اپنا لکھا نہیں سمجھتا نہ نافع ومضر میں تمیز کرتا ہے اور اس کے ساتھ کلمات علما کو بدلنا گھٹانا بڑھانا مغالطہ عوام کو کچھ کا کچھ مطلب بنانا علاوہ ہے ایسا بے علم وکج فہم ہرگز فتوٰی دین کی قابلیت نہیں رکھتا نہ اُس کے فتوے پر اعتماد ہوسکتا ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد وجامع ترمذی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا لوگ جاہلوں کو سردار بنائیں گے اُن سے مسئلے پوچھے جائیں گے وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے آپ بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ بنائیں گے اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ جو ایسے شخص کے فتوے پر اعتماد کریگا گمراہ ہوجائے گا نیز اُس کے اقوال وکلمات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ فقہائے کرام کی شان میں گستاخ ہے ارشادات علما کو کذب وبہتان بتاتا اور مذہب اہل حق کو ضلالت وفی النار بتاتا اور تمام کتب فقہ کو مہمل وبیکار ٹھہراتا ہے اُس نے اپنی توبہ توڑی اور قدیمی وہابیت اب تک نہ چھوڑی مسلمانوں کو اُس کی صحبت سے احتراز چاہیے کہ بحکم صحیح گمراہی میں پڑنے کا اندیشہ ہے ایسی حالت میں جو اُس کی اعانت کرے گمراہی کی بنیاد قائم کرتا ہے ہاں اگر وہ پھر از سر نو ان تمام حرکات سے تائب ہو اور ایک زمانہ ممتد گزرے جس میں اُس سے وہ باتیں صادر ہوں جن سے اس کی توبہ دوم کا برخلاف توبہ اول سچا ہونا ظاہر ہو تو اُس وقت اُس سے تعرض نہ کیا جائے مگر اُس کے فتوے پر اعتماد پھر بھی نہیں ہوسکتا کہ اس قدر سے اُس کا جہل زائل ہوکر عالم نہ ہوجائے گا لاکھوں عوام سنی المذہب بحمداللہ تعالٰی ایسے ہیں جن سے تمام عمر میں کبھی کوئی بات بدمذہبی یا گستاخی شان ائمہ وفقہا وکتب فقہیہ کی صادر ہی نہ ہوئی مگر جبکہ وہ بے علم ہیں مفتی نہیں بن سکتے اللہ عزوجل خذلان سے بچائے اور بطفیل خاکپائے بندگان بارگاہ بیکس پناہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم توفیق علم وعمل عطا فرمائے آمین آمین آمین والحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا وآلہ وصحبہ اجمعین آمین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم کتبہ محمد ن المعروف بحامد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم۔

فی الواقع یہ تفصیل کہ قنوت نازلہ جائز ہے مگر اُس کا جواز صرف ایک نازلہ سے خاص باقی اس میں ناجائز ہمارے ائمہ کرام کا مذہب نہیں مصنف ضروری سوال کی تحریروں سے اُس کی جہالت وبطالت صاف ظاہر ہے بیشک ایسے شخص کو مفتی بنانا حلال نہیں نہ اُس کے فتوے پر اعتماد جائز مجیب سلمہ القریب المجیب نے جو امور بالجملہ میں لکھے ضرور قابل لحاظ ومستحق عمل ہیں مسلمانوں کو اُن کی پابندی چاہیے کہ باذنہ تعالٰی مضرت دینی سے محفوظ رہیں وباللہ العصمۃ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مسئلہ - از رنگون گلی ۲۵۱ دوکان ۴۵ مسئولہ حافظ محمد یوسف صاحب ۵ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ

ہمارے سنی حنفی عالم لوگ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ اس شہر میں ایک مسجد کا امام صاحب دو تین روز سے فجر کے فرض دوسری رکعت میں سمع اللہ لمن حمدہ کے بعد ہاتھ اُٹھاکر قنوت پڑھتا ہے یعنی سلطان کے واسطے دعا مانگتا ہے اور سب مقتدی لوگ بلند آواز سے آمین پکارتے ہیں پس دریافت طلب یہ بات ہے کہ ہمارا مذہب حنفی سے یہ امام صاحب کیسا ہیں اور اُن کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگرچہ متون میں مطلق حکم ہے کہ لایقنت فی غیرہ غیروتر میں قنوت نہ پڑھے مگر محققین شراح نے باتباع امام طحاوی وقت نازلہ وحدوث بلائے عام نمازِ فجر میں قنوت پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا یہ مسئلہ ایسا نہیں جس کی بنا پر اُس عالم کے پیچھے نماز میں کچھ حرج ہو جبکہ وہ واقع میں سنی المذہب صحیح العقیدہ ہے اور اگر غیر مقلد ہے تو آپ ہی گمراہ بددین ہے اور اُس کے پیچھے نماز ناجائز محض کما حققناہ فی النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید درمختار میں ہے لایقنت لغیرہ الالنازلۃ غنیہ میں ہے ھو من ھبنا وعلیہ الجمھور ردالمحتار میں کلام امام طحاوی نقل کرکے فرمایا ھو صریح فی ان قنوت النازلۃ عندنا مختص بصلاۃ الفجر دون غیرھا من الصلوات الجھریۃ والسریۃ امام کو چاہیے کہ یہ قنوت بھی آہستہ پڑھے اور مقتدی بھی دعا ہی پڑھیں ہاں اگر امام قنوت بآواز پڑھے تو مقتدی آمین کہیں مگر بآواز نہ کہیں بلکہ آہستہ کہ جہر بآمین نماز میں مکروہ ہے پھر علما کو اختلاف ہوا کہ یہ قنوت رکعت ثانیہ کے رکوع کے بعد ہو یا پہلے اور تحقیق یہ ہے کہ رکوع سے پہلے ہونا چاہیے ردالمحتار میں ہے ھل المقتدی مثلہ ام لاوھل القنوت قبل الرکوع اوبعدہ لم ارہ والذی یظھرلی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ یقنت بعد الرکوع ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ واستظھر الحموی انہ قبلہ والاظھر ما قلناہ واللہ تعالٰی اعلم **اقول** ھل الاحق بالقبول ما قال السید الحموی لقول الفتح ولما ترجح ذلک خرج ما بعد الرکوع من کونہ محلا للقنوت اھ وقال ایضا وھذا تحقیق خروج القومۃ عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع فانہ یتابعہ اتفاقا اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ ازکراچی گاڑی حاطہ مولیڈنہ میمن محلہ رام باغ مرسلہ نوراحمد ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۱ھ

کیا حنفی امام نمازِ فجر میں دعائے قنوت ودیگر دعاؤں کو بآواز بلند پڑھے تو جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

حنفی مذہب میں وتر کے سوا اور نمازوں میں قنوت منع ہے متون کا مسئلہ ہے ولایقنت فی غیرہ مگر جب معاذ اللہ کوئی بلائے عام نازل ہو جیسے طاعون ووبا وغیرہ تو امام اجل طحاوی وامام محقق علی الاطلاق وغیرہ شراح نے نمازِ فجر میں دعائے قنوت جائز رکھی ہے کما فصلناہ فی فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ سائل مذکور الصدر

حنفی امام بسم اللہ وآمین آہستہ حنفی طریقہ پر نہ پڑھے اور دعائے قنوت ودیگر دعاؤں کو شافعی طریقہ سے پڑھے تو نماز اور ایسے امام کی اقتدا جائز ہے یا نہیں۔ یہ فعل امام نے متواتر تین روز بغیر اطلاع مقتدیوں کے کیا جس سے مقتدیوں کی جداگانہ حالتیں مشکوک ہیں کوئی رکوع میں کوئی قیام میں اور کوئی سجدہ میں غرضیکہ نماز بھی ہوئی یا نہیں

الجواب

۱؎ بے صورت نازلہ جو کوئی ایسا کرے گا موجب کراہت ہوگا اُسے منع کیا جائے گا اگر نہ مانے اُس کی اقتدا نہ کریں۔ ۲؎ جس نے امام سے پہلے کوئی فعل کیا اور امام سے پہلے ہی فارغ ہولیا اور پھر امام کا اُس میں ساتھ نہ دیا مثلاً وہ متوجہ قنوت ہوا اور یہ رکوع میں گیا اور امام رکوع میں نہ آنے پایا تھا کہ اس نے سر اُٹھالیا اور پھر امام کے ساتھ یا بعد رکوع نہ کیا تو ایسے مقتدی کی نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی اور اُس میں جو بدنظمی ہوئی اُس کا وبال امام کے سر، ائمہ دین نے تو جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو معاف رکھا ہے جبکہ جماعت کثیر ہو کہ ہر قسم کے لوگوں کا مجمع ہوگا بعض کو باعث وحشت ہوگا کہ یہ کیا چیز ہے حالانکہ وہ بعد ختم نماز ہے نہ کہ عین وسط نماز میں بے اطلاع مقتدیان ایسی نئی حرکت کس قدر باعث فتنہ ہے نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کراچی بندر صدر بازار دوکان سیٹھ حاجی احمد حاجی کریم محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

امام حنفی المذہب در وقت حدوث حادثہ نازلہ طاعون و وبا در رکعت اخیر نماز فرض فجر دعا قنوت شفعویہ مع چند الفاظ دعائے عربیہ دافع الوبا سہ روز یا ہفت روز خواند آیا دریں صورت ایں فعل امام مطابق مذہب جمہور حنفیہ است یا نہ و اگر کسے ایں امام را باعث مرتکب شدن فعل صدر وہابی و غیر مقلد خوانست پس حکم او چیست۔

الجواب

قنوت در نازلہ محققین حنفیہ مثل امام طحاوی و امام ابن الہمام وغیرہما کبرائے اعلام اثبات کردہ اند عمل بروے ہیچ علاقہ بوہابیت و غیر مقلدی ندارد و ہر کہ بایں طعنہ زندہ جہل ست تفہیم باید کرد۔ آنجا کہ مجمع ہمچو عوام باشد امام بایں کار نباید کرد کہ باعث تنفیر و فتح باب غیبت نشود قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا ائمہ منع فرمودہ اند کہ پیش جہال قرا تہائے کہ گوش او با آں آشنا نیست نخوانند تا منجر بفتنہ ایشاں نشود اگرچہ ہمہ قراتہا یقیناً حق ست کما فی غنیۃ العلامۃ ابراہیم الحلبی وغیرہا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بمبئی ۳ سوالہ محمد سعد اللہ گلی خطیب زکریا مسجد ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

ما قولکم دام فضلکم نظر بر مصائب حاضرہ جنھوں نے آج کل بالخصوص سلطنت اسلامیہ عثمانیہ اور بالعموم تمام مسلمانان عالم کو گھیر رکھا ہے بعض متعنتین جہری فرض نمازوں میں بآواز بلند قنوت خوانی کا فتوی دیتے ہیں نمونۃً فتوی مولوی کفایت اللہ دہلوی کا لفافہ ہذا ہے علمائے احناف اہلسنت کے نزدیک (۱) وقت نازلہ قنوت تمام جہری فرض نمازوں میں ہے یا صرف فجر میں (۲) بعد سمع اللہ لمن حمدہ یا ہاتھ اٹھا کر بجہر پڑھی جائے یا کس طرح (۳) یہ وقت اس کا مقتضی ہے یا نہیں کہ قنوت پڑھی جائے بینوا اجرکم اللہ

الجواب

قنوت نازلہ امام طحاوی وغیرہ شراح نے جائز رکھی ہے وہ صرف نماز فجر میں ہے اور ہمارے نزدیک بعد رکوع قنوت کا محل ہی نہیں قبل رکوع چاہیے کما نص علیہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر اس ہندوستان میں اسلام اس وقت خود مسلمان کہلانے والوں کے ہاتھوں سے سخت نزع میں ہے قنوت کا وقت ہے واللہ تعالٰی اعلم وہ رکعت ثانیہ میں بعد قراءت ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہیں اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں جس مقتدی کو یاد نہ ہو آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از دھامپور محلہ موچیان ڈاکخانہ خاص ضلع بجنور مسئولہ غلام محمد صاحب ۸ رشعبان ۱۳۳۹ھ

جناب مولوی صاحب رہنمائے گمرہان دام افضالہ بعد ادائے نیاز مندانہ کے معروض خدمت ہے یہاں قصبہ دھامپور میں زمرہ خلافت نے نماز میں ایک نیا طریقہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ پانچوں وقت کی نماز میں اخیر فرض میں رکوع کرکے کھڑے ہوجاتے ہیں اور امام صاحب دعا آواز بلند پڑھتا ہے اور مقتدی بآواز بلند کئی کئی مرتبہ آمین کہتے ہیں بلکہ بیس بیس مرتبہ سے زیادہ مقتدی آمین کہتے ہیں بعدہ سجدہ میں جاکر سلام پھیرتے ہیں۔ عالیجاہا ہمارے امام صاحب حنفی کے طریقہ میں یہ نماز جائز ہے یا ناجائز یا کسی اصحاب نے یا کہ اماموں میں سے کسی نے پڑھی ہے اور اس طریقہ سے نماز ہوتی ہے یا کہ فاسد ہوجاتی ہے ہم کو اس نماز میں شریک ہونا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

یہ طریقہ قنوت نازلہ کا ہے جو متون مذہب حنفی کے خلاف ہے مگر بعض شراح نے اجازت دی ہے اُس سے بھی چار باتوں میں مخالف ہے **اول** بعد رکوع ہمارے نزدیک محل قنوت ہی نہیں کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر **دوم** امام کا جہر سے دعا پڑھنا مخالف قرآن کریم و مذہب حنفی ہے **سوم** یوہیں مقتدیوں کا آمین بالجہر **چہارم** قنوت نازلہ ہمارے یہاں صرف نماز فجر میں ہے اور بعض کتب میں نماز جہر واقع ہوا پانچوں نمازوں میں ہونا ہمارے یہاں کسی کا قول نہیں تو ہمارے نزدیک اس کے سبب تاخیر فرض لازم آئے گی اور اُس کے سبب نماز واجب الاعادہ ہوگی ایسی نماز میں شرکت نہ کی جائے جبکہ خالص حنفی جماعت مل سکتی ہو اور شرکت کی ہو ظہر و عصر بلکہ عند التحقیق غیر فجر کا اعادہ کرلیں بلکہ فجر کا بھی جبکہ لوگ بعد رکوع قنوت کریں کہ مذہب حنفی میں خلاف محل ہے اگرچہ شامی و شرنبلالی کو شبہہ ہوا وہ مذہب میں صاحب قول نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از کوہ کسوتی کمسریٹ روٹی گودام مسئولہ عبداللہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ عرصہ ایک سال سے میں سُنا کرتا ہوں کہ اس جگہ اور دیگر شہروں میں ایک نماز روا جاً پڑھی جارہی ہے جس کا ثبوت مجھ کو آج تک کسی نے نہ دیا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ حدیث کی کتابوں میں دیکھو تو تم کو معلوم ہوجائے گا نماز اس طرح پڑھی جاتی ہے کہ ہر ایک فرضی نماز کی آخر رکعت میں بعد رکوع امام کچھ پڑھتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور استفسار کرنے پر کہ امام کیا پڑھتا ہے یہ جواب ملتا ہے کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی ہے اور اگر دعائے قنوت کی عربی عبارت دریافت کی جاتی ہے تو اس سے صاف جواب۔ سخت حیرت اور تعجب کا مقام ہیں مسجد جانے سے قاصر بلکہ مستثنیٰ اس وجہ سے یہ مسئلہ حل طلب بہت ضروری ہے (۲) اس خادم کی نظر سے ربع اول مظاہر حق جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت مندرجہ ذیل احادیث گزریں جس سے بالکل حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امر ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نے امت کے لوگوں کو امر کیا ہو کہ وہ بھی اس کو پڑھا کریں بلکہ حدیث خود ظاہر کر رہی ہے کہ حضور نے بفرمان ربی اس کو ترک کردیا فصل اوّل کتاب مذکور

"عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا اراد ان یدعو علی احد او یدعو لاحد قنت بعد الرکوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللھم انج الولید وسلمۃ بن ھشام وعیاش بن ابی ربیعۃ اللھم اشدد وطأتک علی مضر سنین کسنی یوسف یجھر بذلک وکان یقول فی بعض صلوتہ اللھم العن فلانا و فلانا لاحیاء من العرب

حتی انزل اللہ لیس لك من الامر شیئ الایۃ متفق علیہ وعن عاصم الاحول قال سئلت انس بن مالك عن القنوت فی الصلاۃ کان قبل الرکوع او بعدہ قال قبلہ انما قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد الرکوع شہرا انہ کان بعث اناسا یقال لہم القراء فاصیبوا فقنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد الرکوع شہرا یدعوا علیہم متفق علیہ فصل ثانی کتاب مذکور عن ابن عباس قال قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہرا متتابعا فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلاۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ من الرکعۃ الاخیرۃ یدعو علی احیاء من بنی سلیم علی رعل وذکوان وعصیۃ ویؤمن من خلفہ رواہ ابوداود۔ وعن انس ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت شہرا ثم ترکہ رواہ ابوداود والنسائی۔ چونکہ حنفی مذہب کے مطابق آمین آواز سے کہنا روکا گیا ہے مگر اب تو پورے پندرہ منٹ آمین اس زور سے کہی جاتی ہے کہ مسجد گونج اُٹھتی ہے بلکہ نماز جمعہ میں لوگوں کی کثرت سے آمین کا شور تو حد درجہ بڑھ جاتا ہے اس بستی میں صرف ایک مسجد ایک قبرستان ہے مذہب حنفی کے سب پیرو ہیں امام مسجد جن سے اس کا رواج ہوا ہر شخص کو مجبور کر رہے ہیں کہ اس کی ادا میں اگر کوئی قاصر ہوگا اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اُس کا جنازہ مسلمان نہیں اُٹھائیں گے بسبب ملازمت لوگ باہر سے آتے ہیں اُن کے لیے ایسا نادرشاہی حکم بہت ہی گراں ہو رہا ہے اور بے وقت پردیس میں موت ہونے کے لحاظ سے مجبوراً ادا کر رہے ہیں وہی مثل کہ زبردست مارے رونے نہ دے اور حنفیہ قہر درویش برجان درویش کے مصداق ہو رہے ہیں۔ والسلام

الجواب

(۱) اصل مسئلہ متون یہ ہے کہ وتروں کے سوا کسی نماز میں دعائے قنوت نہیں تنویر الابصار وغیرہ میں ہے ولا یقنت فی غیرہ مگر امام طحاوی وغیرہ شراح نے معاذ اللہ کسی نازلہ یعنی عام مصیبت کے وقت اُس کے دفع کے لیے بھی قنوت جائز رکھی اسی بارے میں حدیث ہے قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہرا اعلی عدۃ قبائل من الکفار اس کے لیے کوئی دعا مخصوص نہیں بلکہ جو بلا مثل طاعون ووبا یا غلبہ کفار والعیاذ باللہ تعالٰی اس کے دفع کی دعا کی جائے گی تحقیق یہ ہے کہ یہ قنوت صرف نماز فجر میں ہے وما وقع فی بعض الکتب فی صلاۃ الجہر فمصحف من صلاۃ الفجر اور تحقیق یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں بعد قراءت قبل رکوع ہو لان ما بعد الرکوع قد خرج عن محلیۃ القنوت کما حققہ المحقق فی الفتح اور امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں لانہ دعاء وسنۃ الدعاء الاخفاء جن مقتدیوں کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہیں واللہ تعالٰی اعلم (۲) اوپر بیان ہوا کہ اس قنوت کا جواز ہی ظاہر متون مذہب حنفی کے خلاف ہے نہ کہ معاذ اللہ اُس پر ایسا اصرار کہ جو نہ کرے خارج از اسلام سمجھا جائے اور مسلمان اُس کا جنازہ نہ اُٹھائیں یہ ظلم اور اشد ظلم ہے اور سخت کبیرہ ہے اور اللہ ورسول پر افترا اور نئی شریعت دل سے گڑھنا اور مسلمانوں کو ناحق معاذ اللہ کافر بنانا اور بحکم ظواہر احادیث خود کافر بننا ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقد باء بہ احدھما اور آمین بالجہر مذہب حنفی میں کہیں نہیں ہاں شراح وقت نازلہ قنوت اُسی طریقہ پر روا رکھتے ہیں جس کی تحقیق اوپر بیان ہوئی اور حدیث فعلی بھی مثل حدیث قولی حجت ہے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلوا کما رأیتمونی اصلی اور ترک دعا بوجہ قضائے حاجت یا بعض مخصوصین پر دعا سے رب عزوجل کی ممانعت نفس دعا سے منع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از دمن قریب سورت بخدمت جناب مولنا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی (رحمہ اللہ تعالٰی) واز انجا بغرض تصدیق نزد فقیر ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعائے قنوت کا کسی مصیبت کے نازل ہونے کے وقت فرائض پنجگانہ میں پڑھنا یا خاص کسی وقت کے فرض نماز میں پڑھنا شرع شریف سے ثابت ہے یا نہیں خاصکر ایام وبائے طاعون میں اور اُس کے پڑھنے کا محل فرض کی آخر رکعت میں قبل رکوع کے قومہ میں امام اور مقتدی دونوں پڑھیں یا صرف امام بآواز بلند پڑھے اور مقتدی آمین آہستہ آہستہ کہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہ اللھم لک الحمد عامہ بلکہ عام متون مذہب میں دربارہ وتر ارشاد ہوا لا یقنت فی غیرہ وکذا صرحوا ان المأموم لایتبع امامہ القانت فی الفجر وعللوہ بانہ منسوخ وانہ محدث اور محققین شراح مثل امام ابن الہمام وعلامہ سروجی وامام عینی شارحین ہدایہ وعلامہ شمنی شارح نقایہ وعلامہ ابراہیم حلبی شارح منیہ وعلامہ زین بن نجیم شارح کنز وعلامہ شرنبلالی شارح نورالایضاح وعلامہ علائی شارح تنویر وعلامہ سید حموی شارح اشباہ وعلامہ نوح آفندی وعلامہ سید ابو السعود ازہری محشی کنز وعلامہ سید احمد طحطاوی وعلامہ سید محمد شامی محشیان در وغیرہم بہ تبعیت امام اجل حافظ الحدیث ابو جعفر طحاوی ہنگام نزول نوازل مثل طاعون وغیرہ والعیاذ باللہ تعالٰی صرف نماز فجر میں تجویز قنوت کی تنقیح و تقیید اور اطلاق متون کی اس سے تقیید فرماتے ہیں غنیۃ المستملی و مراقی الفلاح وغیرہما میں ہے ھو مذھبنا وعلیہ الجمھور اھ وقد صح بہ الحدیث فی الصحیحین وغیرھما عن انس وابی ھریرۃ وغیرھما رضی اللہ تعالٰی عنہم قالوا وھو محمل ماروی من قنوت امراء المؤمنین الصدیق والفاروق والمرتضی ومعویۃ وغیرھم رضوان اللہ تعالٰی علیہم قلت ولیست المسئلۃ مما تجری فیہا المماکسۃ پھر برتقدیر قنوت بلاشبہہ سبیل وہی ہے جو فاضل مجیب سلمہ المجیب نے اختیار فرمائی کہ امام ومقتدی سب آہستہ پڑھیں **اقول** وما وقع من الخلف بین ائمتنا الکرام ومشائخنا الاعلام فی قنوت الوتر ھل یجھر بہ ام یسر وھو المختار کما فی الھدایۃ وھو الاصح کما فی المحیط والصحیح کما فی شرح الجامع الصغیر لقاضی خاں وھل یؤمن المأموم ام یقنت وھو الصحیح المختار کما فی المحیط والشرح المذکور وغیرھما فانما منشؤہ ان لقنوت الوتر اللھم انا نستعینک الخ شبھۃ القراٰن علی ما ذکروہ فکما یجھر الامام بالقراٰن فکذا بما فیہ شبھتہ وکما لایقرؤ المؤتم القراٰن فکذا ما لہ شبھتہ کما قررہ فی الحلیۃ والغنیۃ والبحر وغیرھا ولا کذلک قنوت النوازل وانما ھو دعاء محض فیشترک فیہ الامام والمأموم ویخفیانہ کسائر الادعیۃ فانہ ھو المندوب الیہ فی الدعاء مگر اخفا واجب نہیں کہ جہر گناہ ہو وقد صرحوا بانہ اذا جھر سھوا بشیئ من الادعیۃ والاثنیۃ لایجب علیہ السجود کما فی ردالمحتار ولو وجب لوجب کما لایخفی پھر اگر امام جہر کرے تو بنظر حشمت امامت مقتدیوں کا اُس کی دعا پر آہستہ آمین کہنا ہی اُس سے جدا اپنی متفرق دعا میں مشغول ہونے سے اولٰی ہے کما استظھرہ العلامۃ الشامی رہا یہ کہ قول بقنوت نازلہ پر اُس کا محل قبل رکوع ہے یا بعد مشائخ مذہب وعلمائے متقدمین سے اس باب میں کوئی قول منقول نہیں متاخرین شراح کی نظر مختلف ہوئی علامہ شرنبلالی کے کلام سے بعد رکوع ہونا ظاہر علامہ شامی نے اسی کو اظہر کہا علامہ سید حموی نے فرمایا قبل رکوع چاہیے علامہ ازہری نے اسے مقرر رکھا علامہ طحطاوی نے فرمایا مقتضائے نظر تخییر ہے چاہے قبل پڑھے یا بعد شرح نورالایضاح میں ہے قال الامام ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی انما لایقنت عندنا فی الفجر من غیر بلیۃ فان

وقعت فتنۃ او بلیۃ فلا باس بہ فعلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای بعد الرکوع کما تقدم فتح اللہ المعین میں بعد نقل قول
امام طحاوی ہے ظاہرہ انہ لو قنت فی الفجر لبلیۃ انہ یقنت قبل الرکوع حموی حاشیہ مراقی میں ہے قال الحموی وینبغی ان یکون القنوت
قبل الرکوع فی الرکعۃ الاخیرۃ ویکبر لہ قول شرنبلالی ای بعد الرکوع پر لکھا ھذا یخالف ما قدمناہ عن الحموی ردالمحتار میں ہے الذی
یظھر لی ان المقتدی یتابع امامہ الا اذا جھر فیؤمن وانہ یقنت بعد الرکوع لا قبلہ بدلیل ان ما استدل بہ الشافعی علی قنوت
الفجر وفیہ التصریح بالقنوت بعد الرکوع حملہ علماؤنا علی القنوت للنازلۃ ثم رأیت الشرنبلالی فی مراقی الفلاح صرح بانہ بعدہ
واستظھر الحموی انہ قبلہ والاظھر ما قلناہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے قلت قد ورد فعلہ قبلہ وبہ قال الامام مالک وبعدہ وبہ
قال الامام الشافعی فمقتضی النظر التخییر وذکر الشرنبلالی انہ یقنت بعد الرکوع **اقول** اس قضیہ نظر میں نظر ظاہر ہے فلیس اختلاف
المجتھدین قاضیا بالتسویۃ عندنا اذا کان احد القولین الیق بمذھبنا واقعد باصولنا اور فقیر کے نزدیک اقرب و انسب مختار سید علامہ
حموی ہے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا لما ترجح ذلک خرج ما بعد الرکوع من کونہ محلا للقنوت فلذا روی عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ
تعالٰی انہ لو سھی عن القنوت فتذکرہ بعد الاعتدال لا یقنت ہاں اس میں شک نہیں کہ بر تقدیر قنوت نوازل مقتدی قبلیت و بعدیت میں اتباع
امام کرے گا اگر امام بعد رکوع پڑھے تو یہ بھی بعد ہی پڑھے گا فانہ اذا کان یتابعہ فی قنوت الوتر بعد الرکوع مع نص المذھب انہ قبل
الرکوع فھذا اولٰی فتح القدیر میں ہے ھذا یحقق خروج القومۃ عن المحلیۃ بالکلیۃ الا اذا اقتدی بمن یقنت فی الوتر بعد الرکوع
فانہ یتابعہ اتفاقا اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفع طاعون و وبا کے لیے نماز فجر میں قنوت پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وقت نزول نوازل و حلول مصائب اُن کے دفع کے لیے نماز فجر میں قنوت پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور مشروعیت اُس کی مستمر غیر منسوخ
روی الامام البخاری والامام مسلم فی صحیحیھما والحافظ النسائی فی سننہ واللفظ للبخاری قال اخبرنا احمد بن یونس ثنا زائدۃ عن
التیمی عن ابی مجلز عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قنت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھرا یدعو علی رعل وذکوان ولفظ
المسلم من طریق المعتمر عن سلیمٰن التیمی عن ابی مجلز عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ قنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
شھرا بعد الرکوع فی صلٰوۃ الصبح یدعو علی رعل وذکوان ویقول عصیۃ عصت اللہ ورسولہ وفی صحیحہ ایضا حدثنا محمد بن مھران
الرازی فذکر باسنادہ عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ حدثھم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت بعد الرکعۃ فی صلٰوۃ شھرا اذا قال
سمع اللہ لمن حمدہ یقول فی قنوتہ اللھم نج الولید بن الولید اللھم نج سلمۃ بن ھشام اللھم نج عیاش بن ربیعۃ اللھم نج المستضعفین من المؤمنین
اللھم اشدد وطأتک علی مضر اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف قال ابو ھریرۃ ثم رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترک الدعاء بعد
فقلت اری رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ترک الدعاء لھم قال فقیل وما تراھم قد قدموا عبدالرزاق وحاکم و دارقطنی باسناد صحیح بطریق امام باقر حضرت
انس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یزل یقنت فی الصبح حتی فارق الدنیا یہ حدیث اور دیگر احادیث قنوت فجر بخلاف

شافعیہ کہ اُنھیں فجر میں دوام قنوت کی دلیل ٹھیراتی ہیں صریح نوازل میں وارد اُن پر محمول۔ پس حاصل یہ کہ جناب سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وقت نزول شدائد دواماً قنوت پڑھی اور جب وہ بلا دفع ہوجاتی بوجہ ارتفاع ضرورت ترک فرماتے اور مشروعیت اس قنوت کی کتب حنفیہ میں بھی مصرح جیسا کہ اشباہ و درمختار و بحرالرائق و غایہ و ملتقط و سراج وہاج و شرح نقایہ شمنی و فتح القدیر ابن الہمام و کلام رئیس الحنفیہ امام ابوجعفر بن سلامہ طحاوی وغیرہ سے ثابت متون میں غیر وتر میں قنوت پڑھنا ممنوع ٹھیرایا شارحین کرام نے قنوت نوازل کو اس سے استثنا فرمایا فی الدرالمختار ولا یقنت فی غیرہ الا لنازلۃ فیقنت الامام فی الفجر وقیل فی الکل وفی البحرالرائق فی شرح النقایۃ معزیا الی الغایۃ وان نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر وھو قول الثوری واحمد وقال جمھور اھل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلھا وفی الاشباہ والنظائر فائدۃ فی الدعاء برفع الطاعون سئلت عنہ فی طاعون سنۃ تسع وتسعین وتسعمائۃ بالقاھرۃ فاجبت بانی لم ارہ صریحا ولکن صرح فی الغایۃ وعزاہ الشمنی الیھا بانہ اذا نزل بالمسلمین نازلۃ قنت الامام فی صلوۃ الفجر وھو قول الثوری واحمد وقال جمھور اھل الحدیث القنوت عند النوازل مشروع فی الصلوات کلھا انتھی وفی فتح القدیر ان مشروعیۃ القنوت لنازلۃ مستمرۃ لم تنسخ وبہ قال جماعۃ من اھل الحدیث وحملوا اھل الحدیث ابی جعفر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مازال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقنت حتی فارق الدنیا ای عند النوازل وما ذکرنا من اخبار الخلفاء یفید تقررہ لفعلھم ذلک بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد قنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ الصحابۃ رضی اللہ عنھم مسیلمۃ الکذاب وعند محاربۃ اھل الکتاب وکذلک قنت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وکذلک قنت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی محاربۃ معاویۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما وقنت معاویۃ فی محاربتہ رضی اللہ تعالٰی عنھما انتھی فالقنوت عندنا فی النازلۃ ثابت وھو الدعاء برفعھا ولاشک ان طاعون من اشد النوازل قال فی المصباح النازلۃ المصیبۃ الشدیدۃ تنزل بالناس انتھی وذکر فی السراج الوھاج قال الطحاوی ولا یقنت فی الفجر عندنا من غیر بلیۃ فان وقعت بلیۃ فلا باس بہ کما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ قنت شھرا فیھا یدعو علی رعل وذکوان وبنی لحیان ثم ترکہ کذا فی الملتقط انتھی یہاں سے ظاہر کہ اختلاف شافعیہ و حنفیہ دربارہ قنوت فجر کہ وہ علی الدوام حکم دیتے اور ہم انکار کرتے ہیں غیر نوازل میں ہے نہ قنوت نوازل میں اور بلاشبہہ طاعون و وبا اشد نوازل سے ہیں اور اُن کے عموم میں داخل کما مر من الاشباہ پس اگر امام دفع طاعون و وبا کے لیے نماز فجر میں قنوت پڑھے تو اُس کے جواز و مشروعیت میں کوئی شبہہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ ۸ رجمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جسے امام کے پیچھے نماز وتر میں بھی رکعتیں فوت ہوئیں اور قنوت بھی وہ جب اپنی باقی نماز پڑھنے کو کھڑا ہو تو اخیر رکعت میں دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا وہی جو امام کے پیچھے پڑھی کافی ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اُسی پر اکتفا کرے دوبارہ نہ پڑھے کہ تکرار قنوت مشروع نہیں فی الدر اما المسبوق فیقنت مع امامہ فقط اھ فی ردالمحتار

لانہ اٰخر صلاتہ وما یقضیہ اولہا حکما فی حق القراءۃ وما اشبہا واذا وقع قنوتہ فی موضعہ بیقین لایکرر لان تکرارہ غیر مشروع شرح المنیۃ اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

دو سہ مردم در آں مسجد کہ امام بجماعت تراویح مشغول تام ست حاضر گردیدند آنہا نماز فرض بجماعت ادا نمایند یا جداگانہ خواندہ ملحق جماعت تراویح شوند و باز وتر را ہمراہ امام بخوانند یا تنہا چرا کہ امام را بجماعت فرض نیافتہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جماعت تراویح مانع جماعت فرض نیست لان قیام جماعۃ انما یمنع اقامۃ جماعۃ اخری فی زمانہا ومکانہا اذا کانت الاولی داعیۃ لکل من یأتی الی الدخول فی نفسہا وجماعۃ التراویح لاتدعو من لم یصل الفرض الی الدخول فیہا فان الصحیح المعتمد بطلان التراویح قبل اداء الفرض ولذا قال فی جامع الرموز اذا دخل واحد فی المسجد والامام فی التراویح یصلی العشاء اولاثم یتابعہ پس آنانکہ از پس رسیدند چوں شرعاً مامورند بادائے فرض پیش از تراویح چرا ممنوع باشد از جماعت حالانکہ چوں امام در تراویح ست محراب مشغول باشد پس عدول از وکہ مبدل ہیأت ست و بر مذہب صحیح ومفتی بہ نافی کراہت ست کما نص علیہ فی مواضع من ردالمحتار اینجا خود حاصل ست پس بر مذہب صحیح ایناں را ہیچ مانع از اقامت جماعت نیست آرے ہر قدر کہ توانند دور از جماعت قوم جماعت فرض برپا کنند تاہم خویشتن از التباس افعال واشتغال بال ایمن باشند وہم بر اہل تراویح خصوصاً امام تالی قرآن تلبیس نمایند ھذا کلہ مما لایخفی علی من لہ مساس بالفقہ باز آنکس کہ فرض بجماعت گزاردہ است خواہ خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ او را میرسد کہ در وتر بایں امام اقتدا کند آرے ہر کہ فرض بتنہائی ادا نمود او را در وتر ہم منفرد باید بود علامہ شامی در ردالمحتار فرمود لوصلاھا (یعنی صلاۃ العشاء) جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ ومن فقیر ایں مسئلہ را در فتاوی خودم ہر چہ تمام تر رنگ تفصیل دادہ ام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

بقلم خجستہ رقم عبارت فتاوی صاحب چنیں ترقیم آمدہ است کہ ہر آنکس کہ نماز فرض بجماعت گزاردہ است خود امام بود یا بامام دیگر غیر ایں امام اقتدا نمودہ او را میرسد کہ در وتر اقتدا بکند آرے ہر کہ فرض بتنہائی ادا نمود او را در وتر ہم منفرد باید بود بدیں طور علامہ شامی در ردالمحتار فرمودہ است فقط صاحبا در فوائد الاعمال تصنیف قاضی محمد تقی صاحب فیروز پوری کہ فیروز پور از توابع ملک میوات ست وایں کتاب در علم فقہ معتبر ست ارقام فرمودہ کہ بعد نماز فرض در جماعت واجب ست پس بسبب سنت جماعت واجب را ترک نماید وسنت را ادا سازد کے روا بود بلکہ لازم وواجب ست بعد ادائے نماز وتر تراویح باقی ماندہ ادا کند اگرچہ بجماعت فرض مشمول نشدہ باشد ہمیں ست حکم کتب الفقہ ودر شامی جلد اول صفحہ ۴۷۶ ودر طحطاوی جلد اول صفحہ ۲۹۷ و در درالمختار وتزکیۃ القیام مصنفہ مولانا صاحب عبدالحق محدث دہلوی نوشتہ است کہ اگرچہ جماعت فرض بدست نیامدہ باشد تاہم وتر را ضرور بجماعت ادا سازد لاہذا پس بعدم جماعت فرض وتر را بجماعت ادا نمودن درست ست یا قطعی حکم ممانعت ست مطلع فرمایند وایں گستاخی کہ ازیں احقر البریہ رفتہ است معاف فرمایند وبخوف طول اصل عبارت موقوف داشتہ۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب حق بالتحکم مسئلہ ہمان ست کہ فقیر نوشت وانچہ از چار کتاب آوردہ اند کہ جماعت وتر مطلق ضروری ولابدی ست درسہ پیشیں اعنی حاشیۂ شامی وطحطاوی ودرمختار زنہار ازیں معنی نشانے نیست وتزکیۃ القیام را فقیر گاہے ندیدہ بلکہ نامش نشنیدہ ام اگر از تصانیف شیخ محقق قدس سرہ العزیز ست یقین دارم کہ ایں حکم درو ہرگز نباشد وچساں گمان بردہ آید کہ علمائے معتمد ہمچو شیخ مستند ایں چنیں کلامے بے سند برخلاف اجماع رقم زند ضروری ولابدی بودنش درکنار علما را اختلاف ست کہ افضل در وتر جماعت ست یا بخانۂ خویش تنہا گزاردن ائمۂ افتا ہر دو قول را تصحیح فرمودہ اند طرفہ آنکہ در درمختار ہمیں قول اخیر یعنی افضلیت انفراد را مذہب قرار داد وشیخ محقق در ماثبت بالسنۃ ہموں را مختار گفت وآنانکہ افضلیت جماعت را مرجح داشتند سپید نگاشتند کہ جماعت در وتر سنتے بیش نیست بلکہ سنیت او از سنیت جماعت تراویح نازل تر ست ودر بحرالرائق وغیرہ ہمیں بلفظ استحباب تعبیر رفت۔ اینک عبارت درمختار هل الافضل فی الوتر الجماعۃ ام المنزل تصحیحان لکن نقل شارح الوهبانیۃ ما یقتضی ان المذهب الثانی واقرہ المصنف وغیرہ شیخ فرماید اختلفوا فی الافضل فقال بعضهم الافضل الجماعۃ وقال الآخرون الافضل ان یوتر فی منزلہ منفردا وهو المختار۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی فرمود رجح الکمال الجماعۃ وفی شرح المنیۃ والصحیح ان الجماعۃ فیها افضل الا ان سنیتها لیست کسنیۃ جماعۃ التراویح اھ ملخصا۔ علامہ طحطاوی زیر قولش فی رمضان یصلی الوتر بها ای بالجماعۃ تحریر نمود ای استحبابا کما فی البحر وظاهر ما سیاتی لہ انها فیہ سنۃ کالتراویح پس روشن شد کہ نسبت کلام مذکور بایں علما پر غلط بودہ است واگر از حکم ضروری ولابدی بودن جماعت قطع نظر نمودہ آید تاہم نسبت بعلامۂ شامی بنسبت بمخالف ست زیراکہ او رحمہ اللہ تعالٰی تصریح فرمودہ است کہ ہر کہ در فرض منفرد بود در وتر ہم اقتدا کند از علامہ شمس قہستانی آورد اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر باز خود گفت ینبغی ان یکون قول القہستانی معہ احترازا عن صلاتہا منفردا اما لو صلاها جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراهۃ فتامل اھ ودر درمختار ایں مسئلہ را اصلا ذکرے نیست مصنف وشارح اعظم اللہ تعالٰی اجورهما وافاض علینا نورهما ہمیں نوشتہ اند کہ ہر کہ در تراویح منفرد بود در جماعت وتر داخل می تواند شد حیث قالا لو لم یصلها ای التراویح بالامام او صلاها مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ ایں مسئلہ را با مسئلہ ماچہ علاقہ کہ اینجا کلام در منفرد فی الفرض ست نہ منفرد فی التراویح وضرور نیست کہ ہر کہ تراویح تنہا گزاردہ است در فرض نیز منفرد بودہ باشد باز شارح رحمہ اللہ تعالٰی سوالے آوردہ است کہ اگر ہمہ جماعت تراویح را ترک گفتہ باشند آیا ایشاں را میرسد کہ وتر بجماعت گزارند اینجا ہیچ حکمے نمود وامر بمراجعت کتب فرمود حیث قال بقی لو ترکها الکل هل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع آرے علامہ حلبی محشی در جواب ایں سوال از رائے وفہم خود چناں بحث کرد کہ گو جماعت تراویح یکسر متروک باشد تاہم مقتضائے تعلیل آن ست کہ جماعت وتر روا باشد زیراکہ او نماز مستقل بنفسہ است وهذا نصہ علی ما نقل العلامۃ الطحطاوی قولہ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی المسئلۃ السابقۃ بقولهم لانها تبع ان یصلی الوتر بجماعۃ فی هذہ الصورۃ لانہ لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللہ تعالٰی اینجا نیز چنانکہ دیدی کلام در منفرد فی الفرض نیست نعم ربما یوهم قولہ ولا للعشاء جواز جماعۃ الوتر وان ترکوا جماعۃ الفرض اصلا لکنہ کما علمت خلاف المنقول وما کان لبحث ان یقبل علی خلاف المنصوص لاسیما وهو غیر مستقیم فی نفسہ اذ لیس قضیۃ

التعلیل ما مر کما افاد العلامۃ الشامی واجاد حیث قال قولہ بقی الخ الذی یظھر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ التراویح
وان کان الوتر نفسہ اصلا فی ذاتہ لان سنیۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت بالاثر تابعۃ للتراویح علی انھم اختلفوا فی افضلیۃ
صلاتھا بالجماعۃ بعد التراویح کما یاتی اھ ومن فقیر در فتوی عربیہ کہ بجواب سوال مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاری بتاریخ نوزدہم
شہر ربیع الآخر ۱۳۰۶ھ ہجریہ نوشتہ ام ایں مقام را باقصائے مراتب تنقیح وتوضیح رسانیدہ ام وباللہ التوفیق سخن گفتن ماند از کتاب فوائد الاعمال
ہر باما معتبر بودن کتابے نزد بعض معتقدین چیزے ومعتبر بودنش فی نفسہ چیزے دیگر ست باز اعتبار کتابے مستلزم آں نیست کہ ہرچہ دروے مذکور ست
مختار ومنصور ست زنہار در کتب اجلۂ ائمہ ہیچ یک کتابے نیابی کہ در بعض مواضع مجال نقد وتنقیح نداشتہ باشد تا بتالیف ما احداث ہند چہ رسد
مؤلف اگر ایں مسئلہ را از پیش خود گفتہ است بجوئے نیرزد ورنہ بروے لازم بود کہ نص کتاب آوردے یا لااقل نام کتاب بردے تنہا گفتنش کہ
ہمیں ست حکم کتب الفقہ چگونہ قبول افتد حالانکہ در کتب فقہ ہمچو منیۃ الفقہا وغنیہ وشرح نقایہ ورد المحتار تنصیص بخلافش می یابیم باز اگر
برخاطر احباب گراں نیاید سخن از نقد کلامش رانم وبرہمگناں واضح ولائح گردانم کہ ایں کلام چہ قدر از پایۂ فقاہت دور وبچند افتادہ ست
اولا باید دانست کہ علمارا در وقت تراویح دو قول مذیل بطراز تصحیح ست یکے آنکہ وقتش ما بین عشا ووتر ست تا آنکہ بعد وتر روا نبود چنانکہ پیش
از فرض روا نیست صححہ فی الخلاصۃ ورجحہ فی غایۃ البیان بانہ الماثور المتوارث اھ ش عن البحر دوم آنکہ بعد عشا تا طلوع فجر
وہمیں ست ارجح التصحیحین عزاہ فی الکافی الی الجمھور وصححہ فی الھدایۃ والخانیۃ والمحیط اھ ش عن الزین بر مذہب اول
ہر کرا چیزے از تراویح باقی ماند وامام بوتر برخاست حکم ہمیں ست کہ بہ بقیہ تراویح اشتغال نماید وبجماعت وتر در نیاید زیرا کہ نزد ایشاں
پس از وتر وقت تراویح فوت میشود امام طاہر بن احمد بخاری در خلاصہ فرمود یشتغل بالترویحۃ الفائتۃ لانہ لایمکنہ الاتیان بھا
بعد الوتر وبر مذہب دوم ہر دو امر مخیر ست اما اختلاف در افضل افتاد ہر کہ در وتر انفراد را بہتر دانستہ نزد او اشتغال بترویحہ فائتہ احسن باشد
وہر کہ جماعت نیکو تر گفتہ پیش او بجماعت وتر در ساختن وترویحہ فائتہ را پس انداختن خوشتر آید ومانا کہ ہمیں احب باشد وفقیر گویم چوں تصحیح دوم
جانب عدم صحت تراویح بعد وتر ست ینبغی الانسب مراعات آں باشد واللہ تعالی اعلم قال فی الدر المختار ووقتھا بعد صلاۃ العشاء الی
الفجر قبل الوتر وبعدہ فی الاصح فلو فاتہ بعضھا وقام الامام الی الوتر اوتر معہ ثم صلی ما فاتہ اھ قال فی رد المحتار قولہ
فلو فاتہ بعضھا الخ تفریع علی الاصح لکنہ مبنی علی ان الافضل فی الوتر الجماعۃ لا المنزل وفیہ خلاف سیأتی فقولہ
اوتر معہ ای علی وجہ الافضلیۃ الخ بالجملہ بریک مذہب راہ ہمیں ست کہ بجماعت وتر شرکت نکند وبر مذہب دیگر نزد بعضے افضل ہمیں ست
ونزد بعضے اگرچہ اقتدا افضل اما وجوب ولزوم اقتدا کہ صاحب فوائد نوشت مذہب ہیچ عالمے نیست ونہ زنہار از شرع بروے دلیلے۔
ثانیا قول او پس بسبب سنت جماعت واجب را ترک نماید وسنت را ادا سازد کے روا بود طرفہ استدلالے ست اگر لفظ واجب صفت جماعت ست
بداہۃ غلط وباطل بالا گفتہ ایم کہ جماعت وتر نزد ہیچ کسے واجب نیست واگر مضاف الیہ است پس دلیل واضح الاختلال سخن در ترک جماعت ست
نہ در ترک وتر پس قول او "کے روا بود" کے روا بود الحاصل حکم ہماں ست کہ فقیر در فتوائے پیشیں نوشتہ ام واز رد وقدح ہمچو کلمات سکوت
اولی بود اگر ایضاح صواب وکشف ارتیاب مقصود نبودے باز در ضمن بیان مسائل نافعہ کہ بروئے کار آمد نفع خوبی ست کہ حامل بر تحریرش شد

مہربا تا سخن برانچہ نقل فرمودہ اندرواں کردم ورنہ فقیر کتاب فوائد الاعمال ہم ندیدہ ام ندانم کہ اصل عبارتش چیست ومولفش کیست واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۰۴: مرسلہ مولوی محمد عبداللہ صاحب پنجابی ہزاروی مدرس اول مدرسہ عربیہ بریلی ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الرجل الذی اقتدی بالامام فی التراویح وقد صلی الفرض فی بیتہ اومع غیر ذلک الامام ھل یصلی الوتر بالجماعۃ ام لا والوتر بالجماعۃ تابع لرمضان ام لجماعۃ الفرض۔ بینوا توجروا۔

الجواب

من صلی الفرض منفردا لایدخل فی جماعۃ الوتر ومن صلاھا جماعۃ ولوخلف غیر ھذا الامام فلہ ان یأتم بہ فی الوتر ای وان لم یکن ادرک التراویح معہ ھو الصحیح المعتمد فی الغنیۃ شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی اذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لایتبعہ فی التراویح ولا الوتر وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لایتابعہ فی الوتر وقال ابویوسف البانی اذا صلی مع الامام شیئا من التراویح یصلی معہ الوتر وکذا اذا لم یدرک معہ شیئا منھا وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ لہ ان یصلی الوتر معہ وھو الصحیح ذکرہ ابواللیث وکذا قال ظھیرالدین المرغینانی لوصلی العشاء وحدہ فلہ ان یصلی التراویح مع الامام وھو الصحیح حتی لودخل بعد ما صلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولا وحدہ ثم یتابعہ فی التراویح وفی القنیۃ لوترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح جماعۃ لانھا تبع للجماعۃ اھ وقال فی ردالمحتار عند قولہ لولم یصلھا (ای التراویح) بالامام لہ ان یصلی الوتر معہ فی التتارخانیۃ عن التتمۃ انہ سئل علی بن احمد عمن صلی الفرض والتراویح وحدہ او التراویح فقط ھل یصلی الوتر مع الامام فقال لا اھ ثم رأیت القھستانی ذکر تصحیح ماذکرہ المصنف (ای من جواز الوتر جماعۃ لمن صلی التراویح منفردا ای والفرض جماعۃ قال الشامی) ثم قال (یعنی القھستانی) لکنہ اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر اھ **قلت** وعزاہ القھستانی للمنیۃ وھی منیۃ الفقہاء لامنیۃ المصلی کما ظنہ بعض المتصدین للفتوی فی عصرنا فنسبہ الی عدم مطابقۃ النقل للمنقول عنہ قال الشامی فقولہ (یعنی المصنف) ولولم یصلھا ای وقد صلی الفرض معہ لکن ینبغی ان یکون قول القھستانی معہ احترازا عن صلاتھا منفردا **قلت** فیکون علی وزان قول الغنیۃ المار اذا لم یدرک معہ شیئا منھا فانما اراد بہ الانفراد لاما یشمل الادراک مع غیرہ بدلیل قولہ عطفا علیہ وکذا اذا صلی التراویح مع غیرہ قال الشامی اما لوصلاھا (یعنی الفریضۃ) جماعۃ مع غیرہ ثم صلی الوتر معہ لاکراھۃ تأمل انتہی **اقول** معلوم ان الضمیر فی قولہ لایتبعہ للامام مطلقا لالخصوص ھذا الامام فان من صلی الفریضۃ منفردا لیس لہ ان یدخل فی جماعۃ الوتر لامع ھذا الامام ولا مع غیرہ فکذلک فی قولہ معہ وبالجملۃ فالمتحصل شیأن احدھما ان المنفرد فی الفرض ینفرد فی الوتر وما وقع فی منھیۃ الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید للفاضل المفتی محمد عنایت احمد علیہ رحمۃ الاحد ان لم یصل الفرض بجماعۃ فلہ ان یدخل فی جماعۃ الوتر وعزاہ لحاشیۃ الطحطاوی فسھو۔ وانا قد راجعت المعزی الیہ فلم اجدہ ناصا بما ظن نعم قد تشم من بعض کلماتہ رائحۃ ذلک حیث قال عند قول

الدر المختار لو ترکہا الکل (یعنی جماعۃ التراویح) ہل یصلون الوتر بجماعۃ فلیراجع قضیۃ التعلیل فی المسألۃ السابقۃ (ای لاترکوا الجماعۃ فی الفرض لم یصلوا التراویح جماعۃ) بقولہم لانہا تبع ان یصلی الوتر جماعۃ فی ہذہ الصورۃ لانہ لیس بتبع للتراویح ولا للعشاء عند الامام رحمہ اللّٰہ تعالٰی انتہی حلبی انتہی فقد یوہم قولہ ولا للعشاء جاز الوتر بجماعۃ ولو لم یصل ہو بل الکل الفرض بہا لکنہ کما علمت خلاف المنصوص فان الذی فی رد المحتار عن شرح النقایۃ عن المنیۃ ان لم یحمل علی ما مر کان ادخل فی الرد علی ہذا الایہام واما ما ذکر انہ لیس بتبع عند الامام فنعم ونعم الجواب عنہ ما افاد المولی المحقق ابن عابدین ان اصالتہ فی ذاتہ لاتنافی کون جماعتہ تبعا **قلت** الاتری ان الظہر والعصر من اعظم الفروض المستقلۃ والجمع بینہما من توابع الوقوف بعرفۃ ولو فی حجۃ نافلۃ فافہم قال الشامی علی انہم اختلفوا فی افضلیۃ صلاتہا بالجماعۃ بعد التراویح اھ ای فکانت جماعتہ ادون حالا من جماعۃ التراویح المسنونۃ عند الجمہور حتی لو ترکہا الکل اثموا فکیف بجماعۃ الفرض الواجبۃ علی الصحیح الرجیح فساغ ان یکون تبعا فی الجماعۃ وان کان اصلا فی الذات حتی افسد تذکرہ المکتوبات **قلت** علی ان التعلیل بالقضیۃ المذکورۃ تعلیل بالنفی وہو عندنا من التعلیلات الفاسدۃ کما صرحوا بہ فی الاصول وحصر العلۃ فی التبعیۃ ممنوع محتاج الی البیان ہذا **والاخر** ان من صلی الفرض بجماعۃ یجوز لہ الدخول فی جماعۃ الوتر سواء صلی الفرض خلف ہذا الامام او خلف غیرہ کما قررہ الشامی وسواء صلی التراویح وحدہ او خلف ہذا الامام او غیرہ کما نصوا علیہ **قلت** بل ومن لم یصلہا رأسا کما یشملہ اطلاق قولہ ولو لم یصلہا بالامام یصلی الوتر فانہ یصدق بانتفاء القید والمقید جمیعا ولیحرر اما ما ذکروا ان جماعۃ الوتر ہل ہی تبع لجماعۃ التراویح ام لا جنح الفاضلان الحلبی والطحطاوی فی حواشی الدر الی الثانی کما سمعت واستظہر الشامی الاول قائلا ان سنیۃ الجماعۃ فی الوتر انما عرفت تابعۃ للتراویح **قلت** وہذا ہو الاظہر فان شرعیۃ جماعتہ لو کانت لاصالتہ فاصالتہ دائمۃ لا تختص برمضان ثم رأیت العلامۃ البرجندی نص فی شرحہ للنقایۃ ان الجماعۃ فیہ بتبعیۃ التراویح علی ما ہو المشہور اھ فقد ثبت روایۃ واعتضد درایۃ وترجح شہرۃ فانقطع النزاع فاعلم ان ہذا کلہ فیما لو ترك الکل جماعۃ التراویح کما قدمنا من الغنیۃ عن القنیۃ اما اذا جمع القوم وتخلف عنہا ناس ثم ادرکوا الوتر مع الامام فلا شك ان لہم الدخول فی جماعۃ الوتر اذا کانوا صلوا الفرض بجماعۃ کما سمعت نعم ذہب بعض کالامام علی بن احمد وعین الائمۃ الکرابیسی الی تبعیۃ لجماعۃ التراویح فی حق کل مصل بمعنی ان من لم یدرکہا مع الامام لا یتبعہ فی الوتر لکنہ کما علمت قول مرجوح **قلت** وبہذا التحقیق ظہر التوفیق بین کلام العلامۃ البرجندی المذکور وکلام الفاضل شیخی زادہ فی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر حیث قال لو لم یصلہا (یعنی التراویح) مع الامام صلی الوتر بہ لانہ تابع لرمضان وعند البعض لا لانہ تابع للتراویح عندہ وفی القہستانی ویجوز ان یصلی الوتر بالجماعۃ وان لم یصل شیئا من التراویح مع الامام او صلاہا مع غیرہ وہو الصحیح اھ ما فی المجمع فانہ صریح فی ان القول بتبعیۃ للتراویح قول مرجوح خلاف الجمہور وصریح ما فی البرجندی انہ ہو القول المشہور ووجہ التوفیق ان التبعیۃ فی کلام المجمع

---

[1] جواب اما فی قولہ اما ما ذکروا ۱۲

ماخوذۃ بالنظر الی کل احد فی خاصۃ نفسہ ولذا ابنی علیہ منع من لم یدرکھا مع الامام عن دخولہ فی الوتر وفی کلام البرجندی بمعنی وقوعہ بعد اقامۃ الناس جماعۃ التراویح وان لم یدرکھا بعض القوم فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق ثم انما المعنی بتبعیتہ لرمضان ان جماعتہ غیر مشروعۃ الافیہ لاسلب تبعیتہ عما سواہ مطلقا حتی ینافی تبعیتہ لجماعۃ التراویح بل والفرض فان فیہ ماقد علمت فاذن لاخلاف بین التبعیتین الاعلی قول البعض المرجوح ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالی ولی التوفیق نعم وقع فی شرح المنیۃ الصغیر مانصہ اذالم یصل الفرض مع الامام قیل لایتبعہ فی التراویح ولافی الوتر وکذا اذالم یصل معہ التراویح لایتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ حتی لو دخل بعد ماصلی الامام الفرض وشرع فی التراویح فانہ یصلی الفرض اولاوحدہ ثم یتابعہ فی التراویح وفی القنیۃ لو ترکوا الجماعۃ فی الفرض لیس لھم ان یصلوا التراویح جماعۃ اھ فاوھم ذلک عند بعض الناس ان الحلبی صحح جواز اتباع الامام فی الوتر وان لم یتبع فی الفرض وانا **اقول** لیس ھو رحمہ اللہ تعالی من اصحاب التصحیح وانما وظیفتہ النقل عن ائمۃ الترجیح ومعلوم ان شرحہ الصغیر انما ھو ملخص من شرحہ الکبیر وھذہ عبارۃ الکبیر بمرأی عین منک لاتری فیہ تصحیحا اصلا ناظرا الی ھذا المتوھم وانما فیہ تصحیحان **الاول** من الامام الفقیہ ابی اللیث بجواز اتباع الامام فی الوتر سواء صلی التراویح کلھا او بعضھا معہ اومع غیرہ اووحدہ منفردا وھذا محمل قولہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ **والثانی** عن الامام ظہیر الدین المرغینانی لجواز الاتباع فی التراویح وان لم یتبعہ فی الفرض وعلیہ یتفرع الفرع المذکور فی الشرحین معا حتی لو دخل بعد ماصلی الامام الفرض فالتوھم الحاصل فی عبارۃ الشرح الصغیر انما منشؤہ ماوقع فیہ ھھنا من الاختصار المخل الاتری انہ اقتصر فی التفریع المذکور کاصلہ الکبیر علی قولہ یتابعہ فی التراویح ولو کان مرادہ بقولہ فی ذلک کلہ مایشمل المتوھم لزاد ایضا والوتر وبالجملۃ فالمعروف المعلوم من تصحیحات الائمۃ ھو الذی بینہ فی الشرح الکبیر وھذا المتوھم لایعرف لہ تصحیح ولاترجیح فلایعارض مانص علیہ فی منیۃ الفقہاء وحکم بہ حکما جازما من دون ذکر خلاف فعلیک بالتبصر والانصاف ولک ان تقول ان الامام معرف باللام وضمیر یتبعہ راجع الیہ والمعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ کان المراد عین الاول غالبا فالمعنی اذا لم یصل الفرض مع ھذا الامام فلہ ان یتبعہ فی الوتر ای لایجب لاتباعہ فی الوتر ان یکون اتبع ھذا الامام بعینہ فی الفرض وھذا صحیح لاشک ویؤید ھذا الفھم ان القھستانی لما قال اذا لم یصل الفرض معہ لایتبعہ فی الوتر احتاج الشامی الی ابانۃ مرادہ وان المقصود مع امام ما لامع خصوص ھذا الامام وان جادل مجادل فنقول الشرح الصغیر مطالب بتصحیح نقل ھذا التصحیح الذی لایعلم لہ اثر اصلا فی کتاب قبلہ حتی فی الکبیر الذی کان اصلہ واللہ الموفق فقد تحرر بما تقرر ان جماعۃ الوتر تبع لجماعۃ الفرض فی حق کل احد من المصلین و لجماعۃ التراویح فی الجملۃ لافی حق کل ولرمضان بمعنی انما تکرہ فی غیرہ لو علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد کما فی الدر عن الدرر حتی جاز اقتداء ثلثۃ بامام بلاکراھۃ فی الاصح کما فی حاشیۃ العلامۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلامۃ الشرنبلالی رحمۃ اللہ تعالی علی العلماء جمیعا اتقن ھذا فلعلک لاتجد ھذا التحریر فی غیر ھذا

لتقریروما توفیقی الا بالعلیم الخبیر واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ۔ دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولٰی بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یانہیں اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اُس کا اعادہ ہو یانہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یانہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صورت اولٰی میں مذہب اصح پر نماز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اُس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی ردالمحتار لوتطوع بثلاث بقعدۃ واحدۃ کان ینبغی الجواز اعتبارا بصلاۃ المغرب لکن الاصح عدمہ لانہ قد فسد مااتصلت بہ القعدۃ وھو الرکعۃ الاخیرۃ لان التنفل بالرکعۃ الواحدۃ غیر مشروع فیفسد ماقبلھا۔ اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولٰی نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کماصرح بہ فی ردالمحتار عن النھرالفائق عن الزاھدی اور دونوں قعدے کیے تو قطعًا چاروں رکعتیں ہوگئیں ولاکراھۃ ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی ردالمحتار نعم الافضل مثنٰی مثنٰی کمالایخفی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ از جوالاپور ضلع سہارنپور مرسلہ سید یاد علی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جماعت تراویح میں مشغول ہے اب چند آدمی آئے وہ فرض جماعت سے پڑھیں تو کوئی حرج ہے یانہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ولو فی مسجد محلۃ حیث لم یکرر الاذان وعدلوا عن المحراب کما ھو معلوم مشاھد حاشیہ طحطاوی میں ہے اذا کررت بغیر اذان فلاکراھۃ مطلقا وعلیہ المسلمون۔ غنیہ میں ہے عن ابی یوسف اذا لم یکن علی الھیأۃ الاولی لایکرہ والایکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیأۃ کذا فی فتاوی البزازیۃ اھ مگر جہاں تک ممکن ہو جماعت تراویح سے دور جماعت کریں اور ان کا امام ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرے تاکہ تخلیط وتلبیس سے امین رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار

۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ۔ از دہلی کھڑکی فراش خانہ مسجد حضرت حافظ عبدالعزیز صاحب قدس سرہٗ مرسلہ جناب مستطاب مولانا مولوی حافظ شاہ سراج الحق محمد عمر صاحب قادری اواخر ربیع الاول شریف ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ الاسرار یعنی نماز غوثیہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور شرع میں جائز ہے

یا نہیں زید اس کی روایت کو بے اصل اور اُسے بہجۃ الاسرار میں کسی فاسق بدعتی کا الحاق بتاتا اور تصانیف شیخ اکبر و امام شعرانی کی نظیر دیتا ہے کہ اُن میں بھی الحاق ہوئے اور کہتا ہے کہ نماز فرض کے بعد قبلے سے انحراف اور کسی مزار و ولی کی تعیین سمت اور بہیأت نماز یا تعظیم اُس طرف چلنا تذلل و خشوع تمام کرنا ہرگز درست نہیں اور کہتا ہے آنجناب یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کتاب وسنت وسیرت صحابہ کے اتباع اور احکام شرع پر قیام اور محدثات سے اجتناب تام اور طاعات میں اخلاص اور ہر حال میں خدا پر توکل واعتماد میں استقامت کا ملہ تھی وہ ان امور کے خلاف کیونکر فرماتے کہ بعد نماز مغرب عراق کی طرف بتعظیم تمام چلو اور دل سے متوجہ ہو کر میرا نام لے کر حاجت چاہو یہ فعل کتاب وسنت وطریقہ خلفائے راشدین کے خلاف ہے اور سیرت وعمل صحابہ کے موافق نہیں اور تابعین وتبع تابعین ودیگر اسلاف کرام وائمہ اعظام سے اس کا مثل منقول نہیں عوام کہ اسے عمل مشائخ کہتے ہیں قابل التفات نہیں مشائخ میں جو اہل علم وفقہا وائمہ ہوئے کسی نے اس کے مثل تصریح نہ کی اور قول وفعل بعض غیر موثوق پر عمل نہ چاہیے بلکہ سواد اعظم کا اتباع چاہیے صحابہ محبت وتعظیم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہم سے زیادہ اور ثواب وحسنات پر بہت حریص تھے اگر یہ عمل موجب ثواب وقربت الی اللہ ہوتا توسلف کرام بلکہ خود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ مدینہ منورہ کی طرف کرتے) آیا یہ کلام اُس کا غلط ہے یا صحیح۔ بینوا توجروا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی حسن بلائہ ٭ ملأ ارضہ وملأ سمائہ ٭ وملأ ما شاء فی قدرہ وقضائہ ٭ والشکر للمصطفٰی علی نعمائہ ٭ شکرا یبلغ حسن الائہ ٭ ویکافئ عنا مزید عطائہ ٭ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی ابنائہ ٭ وازواجہ واصحابہ واحبائہ ٭ ووارث علمہ ومجدہ وسنائہ ٭ غوثنا الاعظم رافع لوائہ ٭ ومشایخنا الکرام وسائر اولیائہ ٭ صلاۃ تکشف لنا الاسرار ٭ وتصرف عنا اذی الاشرار ٭ وتکون عدۃ لیوم لقائہ ٭ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ شھادۃ موجبۃ لرضائہ ٭ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الصادع بالحق بعد خفائہ ٭ صلی اللہ تعالٰی وسلم علیہ ٭ وعلی کل عبد مرضی لدیہ ٭ صلاۃ تأتی علی قدر کبریائہ ٭ وسلام یدوم بدوامہ وبقائہ ٭ اٰمین اٰمین ٭ الٰہ الحق اٰمین یا ارحم العباد وسامع دعائہ ٭ قال العبید الذلیل ٭ للمولی الجلیل ٭ ابو محمد عبدالمصطفٰی احمد رضا ٭ المحمدی السنی ٭ الحنفی القادری ٭ البرکاتی البریلوی ٭ لطف بہ اللہ فی شدتہ ورخائہ ٭ مستعینا باللہ فی دفع الارتیاب ٭ ورفع الحجاب ٭ عن وجہ الصواب ٭ مسمیا للجواب ٭ بعلم یُعلم عام املائہ ٭ انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ ٭ جعلھا اللہ ذخیرۃ لدیہ ٭ وذریعۃ الیہ ٭ یوم تشرق الارض بنور ربھا وجمیل ضیائہ ٭ اٰمین ٭ والحمد للہ رب العٰلمین ٭

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

الجواب

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات عالیہ مشائخ کرام قدست اسرارہم العزیزہ کی معمول اور قضائے حاجات وحصول مرادات کے لیے

عمدہ طریق مرضی ومقبول آور حضور پرنور غوث الکونین غیاث الثقلین صلوات اللہ وسلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ سے مروی ومنقول اجلۂ علما واکابر کملا اپنی تصانیف علیہ میں اُسے روایت کرتے اور مقبول ومقرر وسلم معتبر رکھتے آئے امام اجل ہمام اکمل سیدی ابوالحسن نورالدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قدس اللہ سرہ العزیز بسند جود بہجۃ الاسرار شریف میں اور شیخ شیوخ علماء الہند شیخ محقق مولنٰنا عبدالحق محدث دہلوی نوراللہ مرقدہ زبدۃ الآثار لطیف میں اور دیگر علمائے کرام وکملائے عظام رحمہم اللہ تعالٰی اپنے اپنے اسفار منیف میں اُس جناب ملائک رکاب علیہ رضوان العزیز الوہاب سے راوی وناقل کہ ارشاد فرمایا من صلی رکعتین (زید فی روایۃ) بعد المغرب (وزادا) یقرؤ فی کل رکعۃ بعد الفاتحۃ سورۃ الاخلاص احدی عشرۃ مرۃ (ثم اتفقوا فی المعنی واللفظ للامام ابی الحسن قال) ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد السّلام ویسلم علیہ ثم یخطو الی جہۃ العراق احدی عشرۃ خطوۃ ویذکر اسمی ویذکر حاجتہ فانہا تقضی (زاد الشیخ بفضل اللہ وکرمہ (وقال اٰخر) قضی اللہ تعالٰی حاجتہ جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص گیارہ بار پھر بعد سلام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت ذکر کرے اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے اُس کی مراد پوری ہو) اسی طرح امام جلیل علامۂ نبیل امام عبداللہ یافعی مکی طیب اللہ ثراہ صاحب خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبدالقادر نے روایت کی یونہیں فاضل کامل مولنٰنا علی قاری ہروی نزیل مکۂ معظمہ صاحب شرح فقہ اکبر ومشکوٰۃ اکرم اللہ نزلہ نے نزہۃ الخاطر میں ذکر فرمایا زبدۂ مبارکہ میں اپنے شیخ واستاذ احسن اللہ مثواہ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا اور حضرت شیخ محقق تغمدہ اللہ برحمتہ سے اس نماز مبارک میں خاص ایک رسالۂ نفیس عجالہ ہے اُس سے ثابت کہ حضرت وَرِع سراپا سعادت حامل شریعت کامل طریقت سیدی عبدالوہاب متقی مکی برد اللہ مضجعہ نے کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار کو معتمد ومعتبر اور اس مبارک روایت کو مسلم ومقرر فرمایا اور مولنٰنا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرؤف الہادی کہ سالِ وفات امام اجل علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی میں متولد ہوئے[1] حضرت شیخ غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحب مقامات رفیعہ وتصانیف کثیرہ بدیعہ ہیں، بیضاوی وہدایہ وتلویح وشرح وقایہ ومطول ومختصر وشرح عقائد ومواقف وغیرہا پر حواشی مفیدہ رکھتے ہیں اور کبرائے منکرین نے بھی اپنے رسائل میں اُن سے استناد کیا نہایت شد ومد سے اس نماز مبارک کی اجازت دیتے اور اُس پر بتاکید اکید تحریص وترغیب فرماتے یونہیں شیخ نے اخبار الاخیار شریف اور مولنٰنا ابوالمعالی محمد مسلمی علمہ اللہ تعالٰی بلطفہ نے جنھیں رسالۂ مذکورۂ شیخ محقق میں علمائے سلسلۂ علیہ سے شمار کیا تحفۂ شریفہ اور حضرت سیدنا ومولٰنا اسد الواصلین جبل العلم والیقین حضرت سید شاہ حمزہ عینی قادری فاطمی حسینی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کاشف الاستار شریف میں اُسے نقل وارشاد فرمایا اور امام یافعی بل اللہ تربتہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضور پرنور غوث اعظم صلی اللہ تعالٰی علی جدہ الاکرم وعلیہ وسلم کے اصحاب کرام عطر اللہ ضرائحہم القادسۃ اس نماز کو عمل میں لاتے اور زبدۃ الآثار میں اولیائے طریقۂ علیۂ عالیہ قادریہ روحت ارواحہم کے آداب میں فرمایا وملازمۃ صلاۃ الاسرار التی بعدہا التخطی احدی

---

[1] نقلہا برمتہا مولنٰنا سراج الحق محمد عمر القادری حفظہ اللہ تعالٰی ابن الفاضل الجلیل مولنٰنا فرید الدین الدہلوی رحمہ اللہ تعالٰی فی کتابہ ریاض الانوار من شاء فلیرجع الیہا ص۲۵ یعنی ۹۱۱ھ ووفاتہ لسلخ صفر ۹۹۸ھ ۱۲ منہ

عشرۃ خطوۃ یعنی اس خاندانِ پاک کے آداب سے ہے صلاۃ الاسرار کی مداومت کرنی جس کے بعد گیارہ قدم چلنا ہے باانیہمہ اس کا اعمال مشائخ کرام سے ہونا نہ ماننا آفتاب روشن کا انکار کرنا ہے اور خود کون سی راہ ہے کہ ان ائمہ و اکابر کو خواہی نخواہی جھٹلائیے اور عیاذًا باللہ بدعتی و ناحق کوش ٹھہرائیے پھر یہ مقبولانِ خدا صرف اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ اُسے خاص حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد بتلاتے ہیں اور حضور کے ارشاد واجب الانقیاد پر رَدّ و ایراد اگر انجانی سے نہ ہو تو معاذ اللہ وہ آتش سوزاں و بلائے بے درماں و قہر بے امان ہے جس کا حرہ اس دارالغرور والالتباس میں نہ کھُلا تو کل کیا دُور ہے الان موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب ۵ حضور خود ارشاد فرماتے ہیں تکذیبکم لی سم قاتل لادیانکم وسبب لذھاب دنیاکم واخراکم میرے ارشاد کو خلاف بتانا تمھارے دین کے لیے زہر قاتل اور تمھاری دنیا و عقبیٰ دونوں کی بربادی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی اور ان اکابر ملت و علمائے اُمت کو نقل و روایت میں بھی غیر موثوق جاننا اسی دارالفتن ہندوستان میں آسان ہے جہاں نہ کسی موتھ کو لگام نہ کسی زبان کی رُوک تھام یہ امام ابوالحسن نورالدین علی شطنوفی قدس سرہ کہ بہجۃ الاسرار شریف کے مصنف اور برطرز حدیث بسند متصل اس روایت جلیلہ کے پہلے مخرج ہیں اجلۂ علما و ائمۂ قرائت و اکابر اولیا و سادات طریقت سے ہیں امام اجل شمس الدین ابن الجزری رحمہ اللہ تعالٰی کہ اجلۂ محدثین و علمائے قرات سے ہیں جن کی حصن حصین مشہور و معروف دیار و امصار ہے اُس جناب کے سلسلۂ تلامذہ میں ہیں اُنھوں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف اپنے شیخ سے پڑھی اور اُس کی سند و اجازت حاصل کی اپنے رسالہ طبقات القرّاء میں فرماتے ہیں انی قرأت ھذا الکتاب اعنی بھجۃ الاسرار بمصر وکان فی خزانۃ سلطان المصر علی الشیخ عبدالقادر وکان من اجلۃ مشائخ مصر فاجازنی روایتہ الخ یعنی میں نے یہ کتاب بہجۃ الاسرار مصر میں خزانۂ شاہی سے حاصل کرکے شیخ عبدالقادر سے کہ اکابر مشائخ مصر سے تھے پڑھی اور اُنھوں نے مجھے اُس کی روایت کی اجازت دی) امام شمس الدین ذہبی مصنف میزان الاعتدال کہ علم حدیث و نقد رجال میں اُن کی جلالت شان عالم آشکار اُس جناب کے معاصر تھے اور باآنکہ حضرات صوفیۂ کرام کے ساتھ اُن کی روش معلوم ہے سامحنا اللہ تعالٰی وایاہ امام ابوالحسن ممدوح کی ملاقات کو اُن کی مجلس تدریس میں گئے اور اپنی کتاب طبقات المقرئین میں اُن کی مدح وستائش سے رطب اللسان ہوئے فرماتے ہیں علی بن جریر اللخمی الشطنوفی الامام[1] الاوحد نورالدین شیخ القراء بالدیار المصریۃ ابوالحسن اصلہ من الشام ولد بالقاھرۃ سنۃ اربع واربعین وستمائۃ وتصدر للاقراء بجامع الازھر وغیرہ تکاثر علیہ الطلبۃ وحضرت مجلس اقرائہ فاعجبنی سمتہ وسکوتہ وکان ذا غرام بالشیخ عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ وجمع اخبارہ ومناقبہ فی نحو ثلث مجلدات اھ ملخصًا یعنی علی بن جریر لخمی شطنوفی امام یکتا ہیں نورالدین لقب ابوالحسن کنیت بلادِ مصر میں علمائے قرات کے اُستاد ہیں اصل اُن کی شام سے ہے ۶۴۴ھ میں قاہرۂ مصر میں پیدا ہوئے اور جامع ازہر وغیرہ میں مسند اقرا پر صدر نشینی کی بکثرت طلبہ اُن کے پاس جمع ہوئے میں اُن کی مجلس درس میں حاضر ہوا اُن کی نیک روش و کم سخنی مجھے پسند آئی حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شیدائی تھے اُنھوں نے حضور کے فضائل تین مجلد کے قریب میں جمع کیے ہیں) تم ظاہر کہ امام ذہبی رحمہ اللہ تعالٰی کے مثل سے یہ کلمات جلیلہ اُس جناب کی کمال وثاقت و عدالت و وفور علم و جلالت پر شاہد عدل و دلیل فصل ہیں اور

[1] بعینہ اسی طرح امام اجل جلال الملۃ والدین سیوطی نے حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں اس جناب کو الامام الاوحد لکھا یعنی بے مثل امام ۱۲ منہ غفرلہ

خود امام ہیں وحدیعنی بمثل امام یکتا امام کا لفظ اجل واعظم تمام فضائل ومناقب جلیلہ کا یکتا جامع اکمل واتم ہے وہ جناب سند عالی رکھتے اور زمانہ اقدس حضور پُر نور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نہایت قریب ہیں اُنھیں حضور اقدس تک صرف دو واسطے ہیں قاضی القضاۃ امام اجل حضرت سیدنا ابو صالح نصر قدس سرہ کے اصحاب سے ہیں اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سیدنا ابو بکر تاج الملۃ والدین عبدالرزاق رحمہ اللہ تعالٰی اور وہ اپنے والد ماجد حضور پُر نور سید السادات غوث الافراد قطب الارشاد غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خلیفہ ومرید وصاحب ومستفید ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی زبدۃ الآثار شریف میں فرماتے ہیں یہ کتاب بہجۃ الاسرار کتاب عظیم وشریف ومشہور ہے اور اس کے مصنف علمائے قرات سے عالم معروف ومشہور اور اُن کے احوال شریفہ کتابوں میں مذکور ومسطور پھر ذہبی وابن الجزری کے وہ اقوال نقل فرمائے اور رسالہ مذکورہ شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں اسی نماز مبارک کے بارے میں مرقوم اقوی دلائل واوضح مسائل درین باب کتاب عزیز بہجۃ الاسرار معدن الانوار کہ معتبر ومقرر ومشہور ومذکور است ومصنف این کتاب از مشاہیر مشائخ وعلماست میان وی وحضرت شیخ یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ دو واسطہ است ومقدم است بر امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہ ایشان نیز از منتسبان سلسلۂ شریفہ ومحبان جناب غوث الاعظم اند رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں امام یافعی وعلامہ علی قاری وحضرت شیخ محقق دہلوی وغیرہم اکابر کی امامت وجلالت ووثاقت وعدالت سے کون آگاہ نہیں ؎

وکیف یصح فی الاعیان شیئ　　　اذا احتاج النھار الی دلیل

بالجملہ ایسے اکابر کی روایات معتمدہ کو بے وجہ وجیہ رَد کرنا یا سخت جہالت ہے یا خبث وضلالت والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی اور بے دلیل دعوی الحاق محض مردود ورنہ تصانیف ائمہ سے امان اُٹھ جائے اور نظام شریعت درہم وبرہم نظر آئے جو سند پیش کیجیے مخالف کہہ دے یہ الحاق ہے پہلے تمسک واستناد کا دروازہ ہی بند ہو گیا ہیہات کیا زور زبان کچھ کہہ دینا قابل قبول ہو سکتا ہے حاشا وکلّا ادعائے بے دلیل مطرود وذلیل ہاں ہم کو مسلّم کہ بعض کتابوں میں بعض الحاق بھی ہوئے مگر اس سے ہر کتاب کی ہر عبارت تو مطروح یا مشکوک نہیں ہو سکتی کسی خاص عبارت کی نسبت یہ دعوٰی زنہار مسموع نہیں جب تک بوجہ وجیہ اُس میں الحاق ثابت نہ کردیں جس کے لیے امثال[1] مقام میں صرف دو طریقے متصور ایک تو یہ کہ اُس کتاب کے صحیح معتمد عمدہ قدیم نسخے اس عبارت سے خالی ملیں یا خاص مصنف کا اصل مسودہ پیش کیا جائے جس میں اس عبارت کا نشان نہ ہو حضرت جناب شیخ اکبر وامام شعرانی قدس سرہما کی تصانیف میں الحاق یونہیں ثابت ہوا امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لواقح الانوار میں فرماتے ہیں قدم علینا الاخ العالم الشریف شمس الدین السید محمد ابن السید ابی الطیب المدنی المتوفی سنۃ خمس وخمسین وتسعمائۃ فاخرج الی نسخۃ من الفتوحات التی قابلھا علی النسخۃ التی علیھا خط الشیخ محی الدین بنفسہ بقونیۃ فلم ار فیھا شیئا مما توقفت فیہ وحذفتہ فعلمت ان النسخ التی فی مصر الاٰن کلھا کتبت من النسخۃ التی دسوا علی الشیخ

---

[1] اشارۃ الی انہ قد یعلم ذلک بالرجوع الی المتکلم وانکارہ عند من لا یتھمہ ویعرف تارۃ باعتراف المفتری کما وقع لبعض الوضاعین ویقبل اخری اذا نص علی ذلک من یرجع الیہ لعظمہ وفضلہ ولا ینکر علیہ لثقتہ وعدلہ وکذلک یحکم بہ اذا لم یأت ذلک الا من طریق من عرف بالکذب کقول المحدثین ان ھذا موضوع ای فی سندہ وضاع اوکذاب وھذا انما یعطی عدم الجزم لا الجزم بالعدم الا اذا ضم الیہ دلیل اٰخر فالکذوب قد یصدق واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

فیھا مایخالف عقائد اھل السنۃ والجماعۃ کما وقع لہ ذٰلک فی کتاب الفصوص وغیرہ الخ یعنی ہمارے دوست عالم شریف سید شمس الدین محمد بن سید ابو الطیب مدنی جن کی وفات ۹۵۵ھ میں ہوئی ہمارے یہاں آئے میں نے فتوحات شیخ اکبر قدس سرہ کا تذکرہ کیا انھوں نے ایک نسخۂ فتوحات نکالا جسے انھوں نے اُس نسخے سے مقابلہ کیا تھا جو شہر قونیہ میں کہ شیخ اکبر قدس سرہ کا وطن ہے خاص شیخ قدس سرہ کے دستخط شریف سے مزین ہے اس نسخے میں مَیں نے کہیں اُن عبارتوں کا نشان نہ پایا جن میں مجھے تردد تھا اور میں نے فتوحات کے انتخاب میں قلم انداز کردی تھیں تو مجھے یقین ہوا کہ اب جس قدر نسخے مصر میں ہیں سب اُسی نسخے سے نقل ہوئے ہیں جس میں لوگوں نے عقائد اہل سنت وجماعت کے خلاف عبارتیں شیخ پر افترا کرکے ملا دی ہیں جیسا کہ ان کی فصوص وغیرہ کے ساتھ بھی یہی واقع ہوا) اس کے بعد امام شعرانی نے وہ تحریریں نقل فرمائیں جو عالم ممدوح سید شریف مدنی مرحوم نے نسخۂ مذکورۂ قونیہ پر خود حضرت شیخ ودیگر عمائد رحمہم اللہ تعالٰی کے دستخطوں سے لکھی دیکھیں اور بیان کیا کہ یہ نسخہ خود حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالٰی کا وقف فرمایا ہوا ہے شیخ نے اپنی علامت وقف یوں تحریر فرمائی ہے وقف محمد بن علی بن عربی الطائی ھذا الکتاب علی جمیع المسلمین یہ کتاب محمد بن علی بن عربی طائی نے تمام مسلمانوں پر وقف کی) اور اُس کے آخر میں قلم شیخ رحمہ اللہ تعالٰی سے یہ تحریر ہے قد تم ھذا الکتاب علی ید منشئہ وھو النسخۃ الثانیۃ منہ بخط یدی وکان الفراغ منہ بکرۃ یوم الاربعاء الرابع والعشرین من شہر ربیع الاول سنۃ ست وثلثین وستمائۃ وکتبہ منشؤہ یہ کتاب بقلم مصنف تمام ہوئی اور یہ میرے خط سے دوسرا نسخہ ہے اس کی تحریر سے روز چارشنبہ وقت صبح بتاریخ بست وچہارم ماہ مبارک ربیع الاول ۶۳۶ھ فراغ ہوا لکھا ہے اس کے مصنف نے رحمہ اللہ تعالٰی۔ اور سید موصوف نے یہ بھی بیان فرمایا کہ یہ سینتیس ۳۷ مجلدیں ہے اور اس میں اُس نسخے سے جس میں ملحدوں نے عقائد شنیعہ الحاق کیے عبارت زیادہ ہے اور اُس کی پشت پر نام کتاب بخط مصنف علیہ الرحمہ لکھا ہے اس کے نیچے شیخ صدر الدین قونوی رحمہ اللہ تعالٰی کے خط سے یہ عبارت تحریر ہے انشاء مولٰنا شیخ الاسلام وصفوۃ الانام محی الدین بن عربی یہ کتاب ہمارے آقا سردار مسلماناں برگزیدۂ جہاں محی الدین بن عربی کی تصنیف ہے) اور اس کے نیچے لکھا ہے ملک ھذہ المجلدۃ محمد بن اسحٰق القونوی یہ مجلد محمد بن اسحٰق قونوی کی ملک میں آیا) اس کے نیچے شیخ صدر الدین ممدوح کے خط سے محمد بن ابی بکر تبریزی کی روایت کہ اُن سے بطریق سماع حاصل ہوئی مکتوب ہے اور محمد بن اسحٰق قونوی کی شرح دستخط یہ ہے انتقل الی خادمہ وربیب لطفہ محمد بن اسحٰق سنۃ سبع وثلثین وستمائۃ یہ کتاب مصنف کے خادم ولطف پروردہ محمد بن اسحٰق قونوی کی طرف ۶۳۷ھ میں منتقل ہوئی) انتہی ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ کونسا نسخہ معتمد ہوگا خود قلم خاص حضرت مصنف قدس اللہ تعالٰی سرہ العزیز کی تحریر اور اُس کے اول وآخر میں خود مصنف ودیگر علما وعمائد کے دستخط کثیر جب یہ نسخہ اُن عبارات شنیعہ سے خالی ملا تو الحاق وافترا میں کیا شک رہا والحمد للہ رب العلمین ولہذا مفتی سلطنت عثمانیہ عمدۂ علمائے روم علامہ ابو السعود علیہ رحمۃ الملک الودود نے اپنے فتوے میں تصریح فرمائی کہ یتقنا ان بعض الیھود افتراھا علی الشیخ قدس اللہ سرہ ہمیں یقین ہے کہ بعض یہودیوں نے یہ کلمات شیخ قدس سرہ پر افترا کیے ہیں) کما نقلہ فی الدر المختار عن معروضاتہ اب کلام امام شعرانی کا حال سُنیے خود امام موصوف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میزان میں فرماتے ہیں وقع لی ذٰلک مع بعض الاعداء فانھم دسوا فی کتابی المسمی بالبحر المورود فی المواثیق والعھود امورا تخالف

ظاھر الشریعۃ وداروا بھا فی الجامع الازھر وغیرہ وحصل بذلک فتنۃ عظیمۃ وما خمدت الفتنۃ حتی ارسلت لھم نسختی التی علیھا خطوط العلماء ففتشھا العلماء فلم یجدوا فیھا شیئا مما یخالف ظاھر الشریعۃ مما دسہ الاعداء فاللہ تعالٰی یغفر لھم ویسامحھم اھ یعنی مجھے یہ واقعہ بعض اعدا کے ساتھ پیش آچکا ہے اُنھوں نے میری کتاب البحر المورود فی المواثیق والعھود میں خلاف شرع باتیں الحاق کردیں اور اُسے جامع ازہر وغیرہ میں لیے پھرے اور اس کے سبب بڑا فتنہ اُٹھا اور فرو نہ ہوا یہاں تک کہ میں نے اُن کے پاس اپنا نسخہ جس پر علما کے دستخط تھے بھیج دیا اہلِ علم نے تلاش کی تو اُس میں وہ امور مخالفِ شریعت جو دشمنوں نے ملادیے تھے اصلاً نہ پائے اللہ تعالٰی اُن کی مغفرت کرے اور درگذر فرمائے) خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاق کا یہ ہے دوسرے یہ مصنف کا امام معتمد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہے اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اُس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بدمذہبی و ضلالت جس میں اصلاً تاویل و توجیہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علما تو علما عام اہلِ اسلام کی طرف بے تحقق تواتر و ثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء[1] رَدّ کردیں گے اور تحسینا للظن الحاقی کہیں گے اور اسی سے ملحق ہے بات کا ایسا سخیف و رذیل ہونا کہ کسی طرح عقلِ سلیم اُس امام عظیم سے اس کا صدور منظور نہ کرے جیسے باب ذوی الارحام میں قبیل فصل صنف اول سراجیہ میں یہ مہمل عبارت لان عندھما کل واحد منھم اولی من فرعہ وفرعہ وان سفل اولی من اصلہ جس کے لیے اصلاً کوئی محصل نہیں ولہذا علامہ سید شریف نے شرح میں نقل فرمایا لم یتحصل منھا معنی فھی من ملحقات بعض الطلبۃ القاصرین الخ اور اسی قبیل سے ہے وہ عبارت جس میں کسی طائفہ زائغہ کے لیے کوئی غرض فاسد ہو اور امام مصنف اُس سے بَری اور جابجا خود اُس کا کلام اُس غرض مردود کے خلاف پر شاہد جیسے بعض خدا ناترسوں کا امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی کی طرف معاذ اللہ کلمات مذمت امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت کرنا حالانکہ اُن کی کتب متواترہ احیاء وغیرہ مناقب امام کی شاہد عدل ہیں[1] اور مثل آفتاب روشن و بے نقاب کہ ما نحن فیہ میں ان صورتوں سے کوئی شکل نہیں والحمد للہ رب العلمین اگر منکر بہجۃ الاسرار شریف کے نسخ قدیمہ صحیحہ معتمدہ اس روایت سے خالی دکھا دیتا یا زبانی انکار کے سوا کوئی دلیل معقول قابل قبول ارباب عقول اُس کے یقینی ضلالت و مخالف عقیدۂ اہلِ سنت ہونے پر قائم کرلیتا تو اُس وقت دعوی الحاق زیب دیتا نہ کہ علی الرغم اُس کے علمائے مابعد طبقۃً فطبقۃً اُس روایت کو نقل فرمائیں اور مقرر و مسلم رکھتے آئیں اور بہجۃ کا ایک نسخۂ معتمدہ بھی اُس کے خلاف نہ ملے اور محض براہ سینہ زوری الحاق کا ادعائے باطل کردیا جائے فن اصول میں جسے ادنٰی مداخلت ہے اُس پر کالشمس واضح کہ مجرد امکان منافی قطع و یقین بالمعنی الاعم نہیں جب تک احتمال ناشی عن دلیل نہ ہو ورنہ تمام نصوص قرآن و حدیث سے ہاتھ دھو بیٹھیے اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ منکر کا تصانیف شریفہ جناب شیخ اکبر و امام شعرانی قدس سرہما کی نظیر دینا

---

[1] ما ینسب الی الامام الغزالی یردہ ما ذکرہ فی احیائہ المتواتر عنہ حیث ترجم الائمۃ الاربعۃ وقال واما ابوحنیفۃ فلقد کان ایضا عابدا زاھدا عارفا باللہ خائفا منہ مریدا وجہ اللہ تعالٰی بعلمہ الخ اھ در مختار یعنی امام حجۃ الاسلام احیاء العلوم میں فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ خدا کی قسم عابد زاہد عارف باللہ تھے اللہ تعالٰی سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے وجہ اللہ کا ارادہ رکھنے والے ۱۲

کس درجہ لغو و بے محل تھا کہاں وہ روشن وقائع قطعی ثبوت کہاں یہ زبانی شوشے حیلۂ بہوت کاش منکر نے جہاں تصانیف مذکورہ کا نام لیا تھا وہاں امام شعرانی کے اقوال مسطورہ بھی نقل کرلاتا تاکہ دعوئ مدلل وادعائے بے دلیل کا فرق کھل جاتا وللّٰہ الحجۃ السامیۃ اور اس نماز کو **قرآن وحدیث** کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہر گز ہرگز قرآن وحدیث میں کہیں اُس کی ممانعت نہیں نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے ثبوت دعوے میں پیش کرسکا ہر جگہ صرف زبانی اِدّعا سے کام لیا مگر یہ وہی جہالت قبیحۂ وسفاہت فضیحہ ہے جس میں فرقۂ جدیدہ طائفۂ حادثہ قدیم سے مبتلا یعنی قرآن وحدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اُس کی ممانعت بھی قرآن وحدیث میں نہ ہو آن ذی ہوشوں کے نزدیک امر ونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں اور عدم ذکر ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شے کا نام ہے ترمذی وابن ماجہ وحاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللّٰہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللّٰہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفا عنہ حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے) یعنی اُس میں کچھ مواخذہ نہیں اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود کہ فرماتا ہے جل ذکرہ یایھا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسئلوا عنھا حین ینزل القراٰن تبد لکم عفا اللّٰہ عنھا واللّٰہ غفور رحیم ۝ اے ایمان والو وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمھیں بُرا لگے اور اگر قرآن اُترتے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ نے اُن سے معافی فرمائی ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے) بہت باتیں ایسی ہیں کہ اُن کا حکم دیتے تو فرض ہوجاتیں اور بہت ایسی کہ منع کرتے تو حرام ہوجاتیں پھر جو اُنھیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا اُس مالک مہربان نے اپنے احکام میں اُن کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لیے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی اُن کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمھیں کو دقت ہوگی اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں دارقطنی ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان اللّٰہ تعالٰی فرض فرائض فلا تضیعوھا وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا بیشک اللہ تعالٰی نے کچھ باتیں فرض کیں اُنھیں ہاتھ سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں اُن کی حُرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں اُن سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا اُن میں کاوش نہ کرو) احمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ذرونی ما ترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علٰی انبیائھم فاذا نھیتکم عن شیئ فاجتنبوہ واذا امرتکم بامر فأتوا منہ ما استطعتم یعنی جس بات میں میں نے تم پر تضییق نہ کی اُس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی اُمتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں میں جس بات کو منع کروں اُس سے بچو اور جس کا حکم دُوں اُسے بقدرِ قدرت بجا لاؤ) احمد بخاری مسلم سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیئ لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسألتہ بیشک مسلمانوں کے بارے میں اُن کا بڑا گنہگار وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اُس کے سوال کے بعد حرام کردی گئی) یہ احادیث باعلٰی ندا منادی کہ قرآن وحدیث میں جن باتوں کا

ذکر نہیں نہ اُن کی اجازت ثابت نہ ممانعت وارد وہ اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب وسنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع ونادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا اُس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی بالجملہ یہ قاعدۂ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن وحدیث سے جس چیز کی بھلائی یا بُرائی ثابت ہو وہ بھلی یا بُری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف وجائز ومباح وروا اور اُس کو حرام وگناہ ونادرست وممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افترا قال ربنا تبارك وتعالٰی لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ○ اسی طرح اس نماز کو طریقۂ خلفائے راشدین وصحابۂ کرام کے مخالف کہنا بھی اُسی سفاہتِ قدیمہ پر مبنی کہ جو فعل اُن سے منقول نہ ہو عموماً اُن کے نزدیک ممنوع تھا حالانکہ عدمِ ثبوت فعل وثبوت عدم جواز میں زمین وآسمان کا فرق ہے امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں الفعل یدل علی الجواز وعدم الفعل لا یدل علی المنع (کرنا تو جواز کی دلیل ہے اور نہ کرنا ممانعت کی دلیل نہیں) رافضیوں نے اس طائفۂ جدیدہ کی طرح ایک استدلال کیا تھا اُس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفۂ اثناعشریہ میں لکھتے ہیں نکردن چیزی دیگرست ومنع فرمودن چیزی دیگر ام ملخصا۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں بعد بیان اس امر کے کہ اذانِ مغرب کے بعد فرضوں سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا نہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ سے فرماتے ہیں ثم الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اٰخر یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابۂ کرام کے نہ کرنے سے اس قدر ثابت ہوا کہ مندوب نہیں رہی کراہت وہ اس سے ثابت نہ ہوئی جب تک اور کوئی دلیل اُس پر قائم نہ ہو آور اسے اخلاص وتوکل کے خلاف ماننا عجب جہالت بے مزہ ہے اس میں محبوبانِ خدا کی طرف توجہ بغرض توسل ہے اور اُن سے توسل قطعاً محمود اور ہرگز اخلاص وتوکل کے منافی نہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون ○ (اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈھو اور اُس کی راہ میں کوشش کرو کہ تم مراد کو پہنچو) اور انبیا وملٰئکہ علیہم الصلاۃ والسّلام کی نسبت فرماتا ہے اولٰئك الذین یدعون یبتغون الٰی ربھم الوسیلۃ وہ ہیں کہ دعا کرتے اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈھتے ہیں اور آدم علیہ الصلاۃ والسلام ودیگر انبیا وصلحا وعلما وعرفا علیہم التحیۃ والثنا کا قدیماً وحدیثاً حضور اقدس غایۃ الغایات نہایۃ النہایات علیہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات سے حضور کے ظہور پُرنور سے پہلے اور بعد بھی حضور کے زمان برکت نشان میں اور بعد بھی عہد مبارک صحابۂ وتابعین سے آج تک اور آج سے قیام قیامت وعرصات محشر ودخولِ جنت تک استشفاع وتوسل احادیث وآثار میں جس قدر وفور وکثرت وظہور وشہرت کے ساتھ وارد محتاج بیان نہیں جسے اُس کی گونہ تفصیل دیکھنی منظور ہو مواہب لدنیۂ امام قسطلانی وخصائص کبرائے امام جلال الدین سیوطی وشرح مواہب علامہ زرقانی ومطالع المسرات علامہ فاسی ولمعات واشعہ شرح مشکوٰۃ وجذب القلوب الٰی دیار المحبوب ومدارج النبوۃ تصانیف شیخ محقق مولنا عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا کتب وکلام علمائے کرام وفضلائے عظام علیہم رحمۃ العزیز العلام کی طرف رجوع لائے کہ وہاں حجاب غفلت منکشف ہوتا ہے اور منصف خطا سے منصرف وباللہ سبحنہ وتعالٰی التوفیق اسی طرح صحیح بخاری شریف میں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طلب باراں میں توسل کرنا مروی وشہور حصن حصین میں ہے وان یتوسل الی اللہ تعالٰی بانبیائہ خ رمس والصّلحین من عبادہ خ یعنی آداب دعا سے ہے کہ اللہ تعالٰی کی طرف اُس کے انبیا سے توسل کرے اسے بخاری وبزار وحاکم نے

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور اللہ کے نیک بندوں کا وسیلہ پکڑے اسے بخاری نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا) اور سب سے زیادہ وہ حدیث صحیح معروف ومشہور ہے جسے نسائی وترمذی وابن ماجہ وحاکم وبیہقی وطبرانی وابن خزیمہ نے عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور ترمذی نے حسن غریب صحیح اور حاکم نے برشرط بخاری ومسلم صحیح کہا اور حافظ امام عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اُس کی تصحیح کو مسلّم ومقرر رکھا جس میں حضور اقدس ملجائے بیکساں ملاذ دوجہاں افضل صلوات اللہ تعالٰی وتسلیماتہ علیہ وعلٰی ذریاتہ نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) یامحمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضٰی لی اللھم فشفعہ فیّ (الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ مہربانی کے نبی ہیں یارسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو الٰہی اُن کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما) اور لطف یہ ہے کہ بعض روایات حصن حصین میں لِتَقْضِیَ لِی بصیغہ معروف واقع ہوا یعنی یارسول اللہ میں آپ کے توسل سے خدا کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ آپ میری حاجت روائی کردیں) مولٰینا فاضل علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں وفی نسخۃ بصیغۃ فاعل ای لتقضی الحاجۃ لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی اھ اور یہ حدیث نفیس نجیح مذیل بطراز گرانبہائے تصحیح[1] امام ابوالقاسم سلیمٰن لخمی طبرانی کے پاس یوں ہے ان رجلا کان یختلف الٰی عثمٰن بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حاجۃ لہ وکان عثمٰن لایلتفت الیہ ولاینظر فی حاجتہ فلقی عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فشکا ذلك الیہ فقال لہ عثمٰن بن حنیف ائت المیضاۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسألك واتوجہ الیك بنبینا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فیقضی حاجتی وتذکر حاجتك ورح الیّ حتی اروح معك فانطلق الرجل فصنع ماقال لہ ثم اتی باب عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ فجاء البواب حتی اخذہ بیدہ فادخلہ علی عثمٰن بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسۃ وقال حاجتك فذکر حاجتہ فقضاھا لہ ثم قال ماذکرت حاجتك حتی کانت ھذہ الساعۃ وقال ماکان لك من حاجۃ فأتنا ثم ان الرجل خرج من عندہ فلقی عثمٰن بن حنیف فقال لہ جزاك اللہ خیرا ماکان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الیّ حتی کلمتہ فیّ فقال عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ ماکلمتہ ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر فشکا الیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائت المیضاۃ فتوضأ[2] ثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات فقال عثمٰن بن حنیف فواللہ ماتفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضرقط یعنی ایك حاجتمند اپنی حاجت کے لیے امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خدمت میں آتا جاتا امیر المومنین نہ اُس کی طرف التفات کرتے نہ اُس کی حاجت پر

[1] امام منذری ترغیب میں فرماتے ہیں قال الطبرانی بعد ذکر طرقہ والحدیث صحیح طبرانی نے اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے کہا حدیث صحیح ہے ۱۲ منہ

[2] ھکذا ھو ھنا بثبت الصلاۃ فی نفس الحدیث فی النسخۃ الصحیحۃ للترغیب التی من اللہ تعالٰی بھا علی ھذا المحتاج ولعل عثمٰن بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا روی الحدیث اتی بہ کما ھو واذا علم الرجل زاد الصلاۃ کما ھو المطلوب فی امثال المقام واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ

نظر فرماتے اس نے عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس امر کی شکایت کی انھوں نے فرمایا وضو کرکے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھ پھر یوں دعا مانگ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی رحمت کے وسیلے سے توجہ کرتا ہوں یارسول اللہ میں حضور کے توسل سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائے اور اپنی حاجت کا ذکر کر شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تیرے ساتھ چلوں حاجتمند نے یوں ہی کیا پھر آستانِ خلافت پر حاضر ہوا دربان آیا اور ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے حضور لے گیا امیر المؤمنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا مطلب پوچھا عرض کیا فوراً روا فرمایا اور ارشاد کیا اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا پھر فرمایا جو حاجت تمھیں پیش آیا کرے ہمارے پاس چلے آیا کرو یہ شخص وہاں سے نکل کر عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملا اور کہا اللہ تمھیں جزائے خیر دے امیر المؤمنین میری حاجت پر نظر اور میری طرف التفات نہ فرماتے تھے یہاں تک کہ آپ نے اُن سے میرے بارے میں عرض کی عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے تو تیرے معاملے میں امیر المؤمنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہوا یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور نابینائی کی شکایت کی حضور نے یوہیں اُسے ارشاد فرمایا کہ وضو کرکے دو رکعت پڑھے پھر یہ دعا کرے خدا کی قسم ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ ہمارے پاس آیا گویا کبھی اندھا ہی نہ تھا) **تنبیہ** ایھا المسلمون حضرات منکرین کی غایت دیانت سخت محل افسوس و عبرت اس حدیث جلیل کی عظمت رفیعہ و جلالت منیعہ اوپر معلوم ہوچکی اور اس میں ہم اہل سنت و جماعت کے لیے جواز استمداد والتجا و ہنگام توسل ندائے محبوبان خدا کا بحمد اللہ کیسا روشن و واضح و بین و لائح ثبوت جس سے اہل انکار کو کہیں مفر نہیں اب ان کے ایک بڑے عالم مشہور نے باوجود اس قدر دعوی بلند علم و تدین کے اپنے مذہب کی حمایت بیجا میں جس صریح بیباکی و شوخ چشمی کو کام فرمایا ہے انھیں اُس سے شرم چاہیے تھی حضرت نے حصن حصین شریف کا ترجمہ لکھا جب اس حدیث پر آئے اُس کی قاہر شوکت عظیم عزت نے جرأت نہ کرنے دی کہ نفس متن میں اُس پر طعن فرمائیں اور ادھر پاسِ مشرب ناخن بدل جوشِ عصبیت تاب گسل ناچار حاشیہ کتاب پر یوں ہجوم ہموم کی تسکین فرمائی کہ یک راوی ایں حدیث عثمٰن بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ست چنانکہ در تقریب موجود است و حدیث راوی متروک الحدیث قابل حجت نمی شود۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انصاف و دیانت کا تو یہ مقتضی تھا کہ جب حق واضح ہوگیا تھا تسلیم فرماتے ارشاد مفترض الانقیاد حضور پر نور سید الانبیا صلوات اللہ و سلامہ علیہ وعلٰی آلہ الامجاد کی طرف رجوع لاتے نہ کہ خواہی نخواہی بزور تحریف ایسی صحیح رجیح حدیث کو جس کی اس قدر ائمہ محدثین نے یکزبان تصحیح فرمائی معاذ اللہ ساقط و مردود قرار دیجیے اور انتقام خدا و مطالبہ حضور سید روز جزا علیہ افضل الصلاۃ والثنا کا کچھ خیال نہ کیجیے اب حضرات منکرین کے تمام ذیلیوں سے انصاف طلب کہ اس حدیث کا راوی عثمٰن بن خالد بن عمر بن عبداللہ متروک الحدیث ہے جس سے ابن ماجہ کے سوا کتب ستہ میں کہیں روایت نہیں یا عثمان بن عمر بن فارس عبدی بصری ثقہ جو صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما تمام صحاح کے رجال سے ہیں کاش اتنا ہی نظر فرمالیتے کہ جو حدیث کئی صحاح میں مروی اُس کا مدار روایت وہ شخص کیونکر ممکن جو ابن ماجہ کے سوا کسی کے رجال سے نہیں وائے بیباکی مشہور و متداول صحاح کی حدیث جن کے لاکھوں نسخے ہزاروں بلاد میں موجود اُن کی اسانید میں صاف صاف عن عثمٰن بن عمر مکتوب پھر کیا کہا جائے کہ ابن عمر کا ابن خالد بنا لینا کس درجہ کی حیا و دیانت ہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اور سنیے ابن السنی عبداللہ بن مسعود اور بزار عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا فان للہ تعالٰی عبادا فی الارض تحبسہ جب تم میں کسی کا جانور جنگل میں چھوٹ جائے تو چاہیے یُوں ندا کرے اے خدا کے بندو روک لو کہ اللہ تعالٰی کے کچھ بندے زمین میں ہیں جو اُسے روک لیں گے) بزار کی روایت میں ہے یوں کہے اعینوا یا عباد اللہ مدد کرو اے خدا کے بندو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ان لفظوں کے بعد رحمکم اللہ اور زیادہ فرماتے رواہ ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ امام نووی رحمہ اللہ تعالٰی اذکار میں فرماتے ہیں ہمارے بعض اساتذہ نے کہ عالم کبیر تھے ایسا ہی کیا چھوٹا ہوا جانور فوراً رُک گیا اور فرماتے ہیں ایک بار ہمارا ایک جانور چھُٹ گیا لوگ عاجز آئے ہاتھ نہ لگا میں نے یہی کلمہ کہا فوراً رک گیا جس کا اس کہنے کے سوا کوئی سبب نہ تھا نقلہ سیدی علی القاری فی الحرز الثمین امام طبرانی سیدنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بہا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عبادا لا یراھم جب تم میں کوئی شخص سنسان جگہ میں بہکے بھُولے یا کوئی چیز گُم کرے اور مدد مانگنی چاہے تو یوں کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو کہ اللہ کے کچھ بندے ہیں[1] جنھیں یہ نہیں دیکھتا) عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں قد جرب ذلک بالیقین یہ بات آزمائی ہوئی ہے) رواہ الطبرانی ایضا فاضل علی قاری علامہ میرک سے وہ بعض علمائے ثقات سے ناقل ھذا حدیث حسن یہ حدیث حسن ہے) اور فرمایا مسافروں کو اس کی ضرورت ہے اور فرمایا مشائخ کرام قدست اسرارہم سے مروی ہوا انہ مجرب قرن بہ النجح یہ مجرب ہے اور مراد ملنی اس کے ساتھ مقرون) ذکرہ فی الحرز الثمین ان احادیث میں جن بندگان خدا کو وقتِ حاجت پُکارنے اور اُن سے مدد مانگنے کا صاف حکم ہے وہ ابدال ہیں کہ ایک قسم ہے اولیائے کرام سے قدس اللہ تعالٰی اسرارھم وافاض علینا انوارھم یہی قول اظہر و اشہر ہے کما نص علیہ فی الحرز الحصین اور ممکن کہ ملٰئکہ یا مسلمان صالح جن مراد ہوں وکیفما کان ایسے توسل و ندا کو شرک و حرام اور منافی توکل و اخلاص جاننا معاذ اللہ شرع مطہر کو اصلاح دینا ہے **تنبیہ** یہاں تو حضرات منکرین کے انھیں عالم نے یہ خیال فرماکر کہ معجم طبرانی بلاد ہند میں متداول نہیں بے خوف و خطر خاص متن ترجمہ میں اپنے زور علم و دیانت و جوش تقوے و امانت کا جلوہ دکھایا فرماتے ہیں اس حدیث کے راویوں میں سے عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے تقوٰی اور عدالت اس کی معلوم نہیں جیسا کہ کہا ہے تقریب میں کہ نام ایک کتاب کا ہے اسماء الرجال کی کتابوں میں سے **اقول** مگر بحمد اللہ آپ کا تقوٰی و عدالت تو معلوم کیسا طشت از بام ہے خدا کی شان کہاں عتبہ بن غزوان رقاشی کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جنھیں تقریب میں مجہول الحال اور میزان میں لا یعرف کہا اور کہاں اس حدیث کے راوی حضرت عتبہ بن غزوان بن جابر مازنی بدری کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابی جلیل القدر مہاجر و مجاہد غزوہ بدر ہیں جن کی

[1] جن کے سید و مولٰی و سند و ماوٰی حضور پُرنور سیدنا عبدالقادر جیلانی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ کما نص علیہ سیدنا الخضر علیہ الصلٰوۃ والسلام رواہ ونقلہ فی البھجۃ والزبدۃ والتحفۃ وغیرھا ۱۲ منہ

جلالت شان بدر سے روشن مہر سے اَبیَن رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ مترجم صاحب دیباچہ ترجمہ میں معترف کہ حرز ثمین اُن کے
پیش نظر ہے شاید اُس حرز میں یہ عبارت تو نہ ہوگی رواہ الطبرانی عن زید بن علی عن عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ عن
نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا جس تقریب کا آپ نے حوالہ دیا اُس میں خاص برابر کی سطر میں یہ تحریر تو نہ تھی (مت س ق) عتبۃ بن غزوان
بن جابر المزنی صحابی جلیل مہاجر بدری مات سنۃ سبع عشرۃ ھ ملخصا پھر کون سے ایمان کا مقتضٰی ہے کہ اپنے مذہب
فاسد کی حمایت میں ایسے صحابی رفیع الشان عظیم المکان کو بزور زبان وزور جنان درجۂ صحابیت سے طبقۂ ثالثہ میں لاڈالیے اور شمس عدالت
و بدر جلالت کو معاذ اللہ مردود الروایۃ مطعون جہالت بنانے کی بدراہ نکالیے ولکن صدق نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
اذا لم تستحی فاصنع ماشئت مسلمان دیکھیں کہ حضرات منکرین انکار حق و اصرار باطل میں کیا کچھ کر گزرے پھر دعائے حقانیت گویا
تیر کا وضوئے محکم ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم خیر یہ تو محدثین تھیں اب شاہ ولی اللہ صاحب کی سنیے
اپنے قصیدۂ اطیب النغم کی شرح میں پہلی بسم اللہ یہ لکھتے ہیں کہ لابدست از استمداد بروح آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسی میں
ہے بنظر نمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست زدن اندوہگین ست در ہر شدتے اُسی میں ہے بہترین خلق خدا ست
و نافع ترین ایشان ست مردماں را نزدیک ہجوم حوادث زماں اُسی میں ہے فصل پانزدہم در ابتہال بآنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
رحمت فرستد بر تو خدائے تعالٰی اے بہترین کسیکہ امید داشتہ شود و اے بہترین عطا کنندہ اُسی میں ہے اے بہترین کسیکہ امید داشتہ
شود برائے ازالۂ مصیبتے اُسی میں ہے تو پناہ دہندۂ منی از ہجوم کردن مصیبتے وقتیکہ بخلاند در دل بدترین چنگالہا را اور اپنے قصیدۂ ہمزیہ کی
شرح میں تو قیامت ہی توڑ گئے لکھتے ہیں آخر حالتی مادح آنحضرت را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقتیکہ احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا
آنست کہ ندا کند زار و خوار شدہ بشکستگی دل و اظہار بے قدری خود باخلاص در مناجات و پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا اے بہترین
مخلوقات عطائے ترا میجویم روز فیصل کردن اُسی میں ہے وقتیکہ فرود آید کار عظیم در غایت تاریکی پس توئی پناہ از ہر بلا اُسی میں ہے بسوئے
تست آوردن من و بتست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من بالجملہ بندگان خدا سے توسل کو اخلاص و توکل کے خلاف نہ جانے گا مگر
سخت جاہل محروم یا ضال مکابر ملوم رہا اس نماز مبارک کے افعال پر کلام اوّلاً جب اس کی ترکیب خود حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ
کے ارشاد سے ثابت تو مدعی تسنن کو کیا گنجائش انکار خود منکرین کی زبانیں اس شہادت میں ہمارے دل و زبان کی شریک ہیں کہ وہ جناب اتباع
قرآن و حدیث و اقتفائے سنت سنیہ و مراعات سیرت صحابہ و اجتناب محدثات شنیعہ و التزام احکام شرعیہ پر استقامت کاملہ رکھتے تھے رضی اللہ
تعالٰی عنہ وارضاہ وامدنا فی الدارین بنعماہ آمین ثانیاً وہ علما و اولیا جن میں بعض کے اسمائے طیبہ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے ذکر کیے
جنہوں نے یہ نماز پسند کی اجازت دی سند لی خود پڑھی منکرین میں کون اُن کے پائے کا ہے پھر ان کے کہے سے کیونکر مسلم ہو کہ حکم شرع پر ہی
چلے اور وہ سب معاذ اللہ گنہگار فساق بدعتی گزرے اور ان اکابر کو غیر موثوق کہہ کر اتباع سواد اعظم کی طرف بلانا وہی پرانی تلبیس ہے سواد اعظم کا
خلاف جب ہو کہ جمہور ائمۂ دین فقہا و محدثین عرفائے محدثین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اس نماز سے ممانعت کرتے آئے ہوں جب منکرین دو چار
ائمۂ معتمدین سے صحیح طور پر (جو دیدہ و دانستہ کذب و افترا و وضع اسمائے کتب و علما و استناد بمجاہیل و اجزائے خاطئہ سے کہ اب قدیم اکابر منکرین کے

خالی ہو) اس نمازِ کریم کی ممانعت کا ثبوت نہ دے سکے نہ انشاء اللہ تعالٰی قیامِ قیامت دے سکیں تو سوادِ اعظم کا نام لینا صرف عوام کو دھوکا دینا ہے **ثالثًا** ان صاحبوں کے اصول پر تو اس نماز کے جواز واباحت اور منع وانکار کی قباحت وشناعت پر نئے طور سے (جسے معارضہ بالقلب کہیں) سوادِ اعظم ائمہ وعلما ومحدثین وفقہا کا اجماع قطعی ثابت ہوگا پہلے معلوم ہوچکا کہ ان حضرات کے مذہب میں عدم ذکر ذکرِ عدم ہے اور خود بیان منکرین کے ادعائے سوادِ اعظم کا یہی مبنی کما لایخفی اب ہم کہتے ہیں کلماتِ ائمہ میں اس نماز پر انکار جائز ہونا ہرگز مذکور نہیں ومن ادعی فعلیہ البیان ولایستطیعہ حتی یرجع القارظان اور عدم بیان بیان عدم تو لاجرم اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک اس نمازِ مبارک پر انکار روا نہیں اور جس پر انکار ناجائز ہوگا وہ اقل درجہ مباح ہوگا فثبت المقصود وبھت العنود والحمد للہ العلی الودود **رابعًا** ان حضرات کی عجیب عادت ہے جواز کہ عقلاً ونقلاً محتاج دلیل نہیں بے دلیل خاص قبول نہیں کرتے اور عدمِ جواز کے لیے ان کے زبانی دعوے کافی ہوجاتے ہیں کاش جہاں یہ کہتے ہیں کہ توجہ بغداد دروش باوب درست نہیں وہاں اس پر کوئی دلیل شرعی بھی قائم کرتے اور جب کچھ نہیں تو ہمارے لیے اصل جواب وہی ہے جو مدعیان بے ثبوت کے مقابل قرآنِ عظیم نے تعلیم فرمایا کہ قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین ۰ اور منکر نے اثنائے تقریر میں جو اپنے لیے بات آسان کرنے کو ہیأت نماز وتذلل تام وانتہائے تعظیم کی قیدیں بڑھالیں وہ خود اُسی پر مردود کہ ہرگز ترکیب صلاۃ الاسرار میں ان باتوں کا نشان نہیں ہاں محبوبانِ خدا کی نفس تعظیم بیشک اہم واجبات واعظم قربات سے ہے قال اللہ تعالٰی ومن یعظم حرمٰت اللہ فھو خیر لہ عند ربہ وقال تعالٰی ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب ۰ وقال تعالٰی انا ارسلنٰک شاھدا ومبشرا ونذیرا ۰ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ ۰ خود منکر نے کہا کہ صحابۂ کرام تعظیم سید الانام علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام میں ہم سے زیادہ تھے بلکہ شاید ابھی منکرین کو خبر نہیں کہ علمائے دین نے روضۂ منورہ کے حضور خاص بہیأت نماز قیام کرنے کا حکم دیا تو منکر کو اس قید کا اضافہ بھی کام نہ آیا بلکہ گناہ بے لذت ٹھہرا لباب وشرح لباب کی عبارت عنقریب مذکور ہوگی بالفعل اختیار شرح مختار وفتاوٰی عالمگیر کی تصریح لیجیے فرماتے ہیں یتوجہ الی قبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقف کما یقف فی الصلاۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ اھ ملتقطا یعنی قبر شریف سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توجہ کرے اور یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور کی صورت مبارک کا تصور باندھے) اے عزیز اصل کار یہ ہے کہ محبوبانِ خدا کے لیے جو تواضع کی جاتی ہے وہ درحقیقت خدا ہی کے لیے تواضع ہے ولہذا بکثرت احادیث میں اُستاذ وشاگرد وعلما وعام مسلمین کے لیے تواضع کا حکم ہوا جنھیں جمع کیجیے تو دفتر طویل ہوتا ہے طبرانی معجم اوسط اور ابن عدی کامل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینۃ والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منہ علم سیکھو اور علم کے لیے سکون وہیبت سیکھو اور جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لیے تواضع کرو) اور خطیب نے کتاب الجامع لآداب الراوی والسامع میں اُن سے یوں روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تواضعوا لمن تعلمون منہ وتواضعوا لمن تعلمونہ ولا تکونوا جبابرۃ العلماء فیغلب جھلکم علمکم جس سے علم سیکھتے ہو اُس کے لیے تواضع کرو اور جسے علم سکھاتے ہو اُس کے لیے تواضع کرو اور متکبر عالم نہ بنو کہ تمہارا جہل تمہارے علم پر غالب ہوجائے) باایں ہمہ علما نے تصریح فرمائی کہ غیرِ خدا کے لیے تواضع حرام ہے فتاوٰی ہندیہ میں ہے التواضع لغیر اللہ حرام کذا فی الملتقط تو بات وہی ہے کہ انبیا واولیا وعلما ومسلمین کے واسطے تواضع اس لیے ہے کہ وہ اللہ کے

نبی ہیں یہ اللہ کے ولی ہیں وہ دین الٰہی کے قیم ہیں یہ ملتِ الٰہیہ پر قائم ہیں تو علتِ تواضع جب وہ نسبت ہے جو انھیں بارگاہِ الٰہی میں حاصل تو یہ تواضع بھی درحقیقت خدا ہی کے لیے ہوئی جیسے صحابۂ کرام واہل بیت عظام کی تعظیم ومحبت بعینہٖ محبت وتعظیم سید عالم ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کمانص علیہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی غیر ما حدیث ونحن فی غنی عن سردھا ھھنا فما ھی شوارد بل معلومۃ الموارد تواضع لغیر اللہ کی شکل یہ ہے کہ عیاذاً باللہ کسی کافر یا دنیادار غنی کے لیے اُس کے سبب تواضع ہو کہ یہاں وہ نسبت موجود ہی نہیں یا موجود ہے تو ملحوظ نہیں اسے عزیز کیا وہ احادیث کثیرہ بشیرہ جن میں صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خشوع وخضوع بجالانا مذکور اس درجۂ اشتہار پر نہیں کہ فقیر کو اُن کے جمع واستیعاب سے غنا ہو ابوداود ونسائی ترمذی ابن ماجہ اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال اتیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ حولہ کأنّ علی رؤسھم الطیر میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا حضور کے اصحاب حضور کے گرد تھے گویا اُن کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں اپنی سر جھکائے گردنیں خم کیے بے حس وحرکت کہ پرندے لکڑی یا پتھر جانکر سروں پر آبیٹھیں اس سے بڑھ کر اور خشوع کیا ہوگا ھند بن ابی ہالہ وصاف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی عنہ کی حدیث حلیۂ اقدس میں ہے اذا تکلم اطرق جلساؤہ کأنّ علی رؤسھم الطیر جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلام فرماتے جتنے حاضرانِ مجلس ہوتے سب گردنیں جھکالیتے گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں ؎

عجب ست باوجودت کہ وجود من بماند ۔۔۔ تو بگفتن اندر آئی ومرا سخن بماند

مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس شریف میں لکھتے ہیں یکے از مشائخ گوید کہ من وشیخ علی ہیتی در مدرسۂ شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بودیم کہ یکی از اکابر بغداد پیش آمد وگفت یا سیدی قال جدک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من دعی فلیجب دھا انا ادعوک الی منزلی گفت اگر مرا اذن کنند بیایم زمانے سر در پیش انداخت پس گفت می آئیم وبراستر سوار شد شیخ علی ہیتی رکاب راست وی گرفت ومن رکاب چپ تا بسرائے آں شخص رسیدیم ہمہ مشائخ بغداد وعلما واعیان آنجا بودند سماطے برکشیدند بروی انواع نعمتہا وسلۂ بزرگ سرپوشیدہ دو کس در رشتہ آوردند ودر آخر سماط بنہادند بعد ازاں آں شخص کہ صاحب دعوت بود گفت الصلا وشیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر در پیش افگندہ بود وہیچ نخورد واذن نیز نداد وہیچکس ہم نخورد واھل المجلس کأنّ علی رؤسھم الطیر ھیبۃ (یعنی اہل مجلس کہ تمام اولیا وعلما وعمائد بغداد تھے ہیبت سرکار قادریت کے سبب ایسے بیٹھے تھے گویا اُن کے سروں پر پرندے ہیں) مقصود اسی قدر تھا مگر ایسی جاں فزا بات کا ناتمام رہنا دل کو نہیں بھاتا لہذا تفریج قلوب سنت وغیظ صدور بدعت کے لیے تتمۂ روایت نقل کروں فرماتے ہیں شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمن وشیخ علی ہیتی اشارتی کرد کہ آں سلہ را پیش آرید برخاستیم وآں را پیش برداشتیم بس گراں بود در پیش شیخ بنہادیم وفرمود تا سرآنرا بکشادیم فرزند آں شخص بود نابینائے مادرزاد بر جائے ماندہ ومجذوم ومفلوج گشتہ شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وی را گفت قم باذن اللہ معافی آں کودک برخاست دواں وبینا وبر وی ہیچ آفتی نے فرماید

یہ فائدہ ضرور ملاحظہ ہو ۔[1] عجیب تر بشنو۔ مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں ایشاں بجناب پیر خود نوشتند کہ محبت شما بر محبت خدا ورسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غالب ست وموجب انفعال میشود در جواب برنگاشتند کہ محبت پیر ہمیں محبت خدا ورسول ست وسبب جذب کمالات الٰہیہ کہ در باطن پیر ثابت ست می شود ست چوں دیدۂ عقل آمد احول ؛ معبود تو سری ست اول ؛ انتہی بلفظہ ۱۲ منہ

از حاضراں برخاست شیخ رضی اللہ تعالٰی عنہ در انبوہ مردم بیروں آمد و ہیچ نخورد پیش شیخ ابوسعید قیلوی رفتم و آں قصہ باوے بگفتم گفت شیخ عبدالقادر یبرئ الاکمہ والابرص ویحیی الموتی باذن اللہ عزوجل ست انتہٰی ؎

قادر اقدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی　　مردہ راجانے دہی و درد را درماں کنی

امام ابو ابراہیم تجیبی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں واجب علٰی کل مؤمن متٰی ذکرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع ویخشع ویتوقر ویسکن من حرکتہ ویأخذ فی ہیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ بہ نفسہ لوکان بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتأدب بما ادبنا اللہ تعالٰی بہ ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یاد کرے یا اُس کے سامنے حضور کا ذکر آئے خضوع وخشوع بجالائے اور باوقار ہوجائے اور اعضا کو حرکت سے باز رکھے اور حضور کے لیے اُس ہیبت وتعظیم کی حالت پر ہوجائے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روبرو اُس پر طاری ہوتی اور ادب کرے جس طرح خدا تعالٰی نے ہمیں اُن کا ادب سکھایا ہے امام علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں اس قول کے نیچے لکھتے ہیں یفرض ذلک ویلاحظہ ویتمثلہ فکانہ عندہ یعنی یادِ حضور کے وقت یہ قرار دے کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روبرو حاضر ہوں اور حضور کا خیال کرے اور صورت اقدس کا تصور باندھے گویا حضور کے سامنے حاضر ہے) امام اجل سیدی قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفا شریف میں امام تجیبی کا ارشاد نقل کرکے فرماتے ہیں وھذہ کانت سیرۃ سلفنا الصالح وائمتنا الماضین رضی اللہ تعالٰی عنہم ہمارے سلف صالح وائمہ سابقین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا یہی داب وطریقہ تھا) اور فرماتے ہیں کان مالک اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتغیر لونہ وینحنی امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی جب سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر کرتے رنگ اُن کا بدل جاتا اور جھک جاتے نسیم میں ہے لشدۃ خشوعہ یہ جھک جانا بسبب شدت خشوع تھا شفا شریف وغیرہ تصانیف علما میں اس قسم کی بہت روایات مذکور شاہ ولی اللہ قصیدہ ہمزیہ میں لکھتے ہیں ؎

ینادی ضارعا بخضوع قلب　　وذل وابتھال والتجاء

رسول اللہ یا خیر البرایا　　نوالک ابتغی یوم القضاء

دیکھو صاف بتاتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ندا اور حضور سے عرضِ حاجت کرے تو تضرع وخضوعِ قلب وتذلل والحاح وزاری سب کچھ بجالائے میں کہتا ہوں واللہ ایسا ہی چاہیے مگر آپ کے ان شرک فروشوں کی دوا کون کرے غرض اس مطلب نفیس میں کلمات علما کا استیعاب کیجیے تو دفتر چاہیے لہٰذا میں یہاں منسک متوسط اور اُس کی شرح مسلک متقسط کی ایک نفیس عبارت کہ بہت فوائد جلیلہ پر مشتمل تلخیصاً ابد ذکر کرتا ہوں مولٰنا رحمۃ اللہ سندی متن اور فاضل علی قاری شرح میں فرماتے ہیں فاذا فرغ من ذلک قصد التوجہ الی القبر المقدس وفرغ القلب من کل شیئ من امور الدنیا واقبل بکلیتہ لما ھو بصددہ لیصلح قلبہ للاستمداد منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولیلاحظ مع ذلک الاستمداد من سعۃ عفوہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعطفہ ورأفتہ (ای شدۃ رحمتہ علی سائر العباد) ان یسامحہ فیما عجز عن ازالتہ من قلبہ ثم توجہ (ای بالقلب والقالب) مع رعایۃ غایۃ الادب

فقام تجاہ الوجہ الشریف متواضعا خاضعا خاشعا مع الذلۃ والانکسار والخشیۃ والوقار والھیبۃ والافتقار غاض الطرف مکفوف الجوارح (من الحرکات) فارغ القلب (عمن سوی مقصودہ ومرامہ) واضعا یمینہ علی شمالہ (تادبا فی حال اجلالہ) مستقبلا للوجہ الکریم مستدبرا للقبلۃ ناظرا الی الارض متمثلا صورتہ الکریمۃ فی خیالک مستشعرا بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم بحضورک وقیامک وسلامک (بل بجمیع افعالک واحوالک وارتحالک ومقامک) مستحضرا عظمتہ وجلالتہ وشرفہ وقدرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم قال من غیر رفع صوت (لقولہ تعالٰی ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ الایۃ) ولا اخفاء (ای بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنۃ وان کان لا یخفی شیئ علی الحضرۃ) بحضور (قلب واستحیاء) السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ثم یقول یارسول اللہ اسألک الشفاعۃ ثلثا (لانہ اقل مراتب الالحاح لتحصیل المنال فی مقام الدعاء والسؤال) یعنی جب مقدمات زیارت سے فارغ ہو قبر انور کی طرف توجہ کا قصد اور دل کو تمام خیالات دنیویہ سے فارغ کرے اور ہمہ تن اُس طرف متوجہ ہوجائے تاکہ اُس کا قلب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استمداد کے لائق ہو بایںہمہ جو خیال مجبورانہ دل میں باقی رہے جس کے ازالہ پر قادر نہ ہو اُس کی معافی کے لیے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کمال مغفرت ومہربانی ورافت اور تمام بندوں پر حضور کی شدّت رحمت سے مدد مانگے پھر دل وبدن دونوں سے نہایت ادب کے ساتھ مواجہہ شریفہ میں حاضر ہو تواضع وخضوع وخشوع وتذلل وانکسار وخوف ووقار وہیبت واحتیاج کے ساتھ آنکھیں بند کیے اعضا کو حرکت سے روکے دل اُس مقصود مبارک کے سوا سب سے فارغ کیے ہوئے ادب وتعظیم حضور کے لیے دہنا ہاتھ بائیں پر رکھے حضور کی طرف مونھ اور قبلے کو پیٹھ کیے نگاہ زمین پر جمائے رہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور باندھے اور ہوشیار ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام افعال واحوال اور منزل بمنزل کے قیام وارتحال پر مطلع ہیں اور حضور کی عظمت وجلال وشرف ومنزلت کو خوب خیال کرے پھر نہ تو آواز بلند ہو کہ اللہ تعالٰی اُن کے حضور پست آواز کا حکم دیتا ہے نہ بالکل آہستہ جس میں سنانے کی سنّت فوت ہو اگرچہ سرکار پر کچھ پوشیدہ نہیں اس طرح حضور قلب وشرم وحیا کے ساتھ عرض کرے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہے یارسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یارسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں یارسول اللہ میں حضور سے شفاعت مانگتا ہوں تین بار اس لیے کہے کہ یہ دعا وسوال میں حصول مقصود کے واسطے ادنٰی مرتبہ الحاح کا ہے وصلی اللہ تعالٰی علی قاضی حاجاتنا ومعطی مراداتنا سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ان احادیث وروایات وکلمات طیبات سے کالشمس فی وسط السماء روشن وآشکا ہوگیا کہ ہنگام توسل محبوبانِ خدا کی طرف مونھ کرنا چاہیے اگرچہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور دل کو اُن کی طرف خوب متوجہ کرے یہاں تک کہ ہر این وآں خاطر سے محو ہوجائے اور اُن کے لیے خضوع وخشوع محمود ومشروع اور اس میں اُن کا زمانۂ وفات ظاہری وحضور مرقد وذکر مجرد سب برابر ہے اور ان کے سوا عبارات اخیرہ سے جو اور فوائد جمیلہ وعوائد جلیلہ حاصل ہوے بیان سے غنی ہیں والحمد للہ رب العٰلمین پس زید منکر نے کہ توجہ قلب وخشوع وہیأت نماز وغیرہ کی قیدیں بڑھا کر گمان کیا تھا کہ اب اُسے اثبات عدم جواز کی طرف راہ آسان ہوگی بحمداللہ ثابت ہوا کہ اُس کا محض خیال ہی خیال تھا واللہ یحق الحق بکلمتہ ولوکرہ المبطلون۔ فقیر حیران ہے

کہ اس نماز مبارک میں اول تو صلاۃ مفروضہ کے بعد قبلے سے انحراف کہاں اور ہو بھی تو اُس میں کیا گناہ ہے ہر نماز مفروضہ کے بعد امام کو قبلے سے انحراف سنّت معلومہ ہے پھر اسے ممانعت میں کیا مداخلت ہاں جو کچھ غیظ و غضب کرنا ہو تعیین سمت پر کیجیے اور اس کا جواب مرزا مظہر جانجاناں شہید سے لے لیجیے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ۔ قیم طریقۂ احمدیہ۔ داعی سنّت نبویہ تحلّی با نواع فضائل و فواضل لکھتے ہیں اور حاشیۂ مکتوبات پر شاہ صاحب مذکور سے مرزا صاحب موصوف کی نسبت منقول انچہ قدر ایشاں ما مردم میدانیم شما چہ دانید احوال مردم ہند بر ما مخفی نیست کہ خود مولد و منشأ فقیر ست و بلاد عرب را نیز دیدہ ایم و سیر نمودہ و احوال مردم ولایت از ثقات آنجا شنیدہ ایم و تحقیق کردہ عزیزے کہ بر جادۂ شریعت و طریقت و اتباع کتاب و سنّت ہمچنیں استوار و مستقیم باشد و در ارشاد طالبان شان عظیم و نفسے قوی دارد دریں جزو زماں مثل ایشاں در بلاد مذکور یافتہ نمی شود مگر در گزشتگاں بلکہ در ہر جزو زمان وجود ایں چنیں عزیزاں کمتر بودہ است چہ جائے ایں زماں کہ پر فتنہ و فساد ست انتہی یہی جناب مرزا صاحب اپنے مکتوبات میں ایک مرید رشید کو (جن کی بی بی کی نسبت فرمایا تھے پاک درخاک آں عفیفہ کاشتہ ایم بر وقت مقدر سر سبز خواہد شد) تحریر فرماتے ہیں انچہ از قصد خود و مردم خانہ بجانب شاہجہاں آباد نوشتہ اند بشرط امن مبارک ست دتا رسیدن شما فقیر ان شاء اللہ تعالٰی بعد نماز یک دو گھڑی روز بر آمدہ پیش از حلقہ یا بعد آں بجانب آں مستورۂ شما متوجہ خواہد شد باید کہ ہر روز منتظر و متوقع فیض رو بایں طرف کردہ بعد نماز صبح بنشیند کہ محبت ایں عفیفہ کہ فرزند ماست در دل فقیر تاثیر کردہ است الخ دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں جانِ من سلامت باشی دریں مدت مفارقت دو رقعہ شما رسید و حرز جاں گردید باید دید کہ انکار با ما چہ میکند ہر صبح بعد نماز متوجہ بفقیر بنشیند بے ناغہ توجہ میدہم از کسی توجہ نگیرید زیادہ عمر و مزۂ عمر باد انتہی ملخصًا انھیں مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے نسبت ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ میرسد و فقیر را نیازے خاص بآنجناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد الخ شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب شرح رباعیات میں اپنی یہ رباعی لکھی ؎

آنانکہ ز او ناس بہیمی جستند	با لجتہ انوار قدم پیوستند
فیضِ قدس از ہمت ایشاں میجو	دروازۂ فیض قدس ایشاں ہستند

پھر اس کی شرح میں لکھا یعنی توجہ بارواح طیبہ مشائخ در تہذیب روح و سر نفع بلیغ دارد انھیں شاہ صاحب نے ہمعات میں حدیث نفس کا یوں علاج بتایا بارواح طیبۂ مشائخ متوجہ شود و برائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبر ایشاں رود و از انجا انجذاب دریوزہ کند نفیسہ امام علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں لم یزل العلماء وذووالحاجات یزورون قبر الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ویتوسلون عندہ فی قضاء حوائجھم ویرون نجح ذٰلک منھم الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فانہ جاء عنہ انہ قال انی لاتبرک بابی حنیفۃ واجیئ الی قبرہ فاذا عرضت لی حاجۃ صلیت رکعتین وجئت الی قبرہ وسألت اللہ تعالٰی عندہ فتقضی سریعا یعنی ہمیشہ سے علما و اہل حاجت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار مبارک کی زیارت اور اپنی حاجت روائیوں کو بارگاہِ الٰہی میں اُن سے توسل کرتے اور اس سبب سے فوراً مرادیں پاتے ہیں

اُن میں سے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فرماتے ہیں میں ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تبرک کرتا اور اُن کی قبر پر جاتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے دو رکعت نماز پڑھتا اور اُن کی قبر کی طرف آکر خدا سے سوال کرتا ہوں کچھ دیر نہیں لگتی کہ حاجت روا ہوتی ہے)

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالٰی لہ یہاں نکاتِ غامضہ ہیں کہ اُن پر مطلع نہیں ہوتے مگر توفیق والے جب معلوم ہولیا کہ حق جل وعلاعز مجدہ کی طرف اُس کے محبوبوں سے توسل محمود و مقصود و سنت ماثورہ و طریقۂ ماموره اور ہنگام توسل اُن کی جانب توجہ درکار یہاں تک کہ جب خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا دعا میں قبلہ کی طرف مونھ کروں یا مزار مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف فرمایا ولم تصرف وجھك عنہ وھو وسیلتك ووسیلة ابیك اٰدم علیہ الصلوۃ والسلام الی اللہ تعالٰی یوم القیامة بل استقبلہ واستشفع بہ فیشفعك اللہ تعالٰی کیوں اپنا مونھ اُن سے پھیرتا ہے وہ قیامت کو تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کا اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ ہیں بلکہ اُنھیں کی طرف مونھ کر اور شفاعت مانگ کہ اللہ تعالٰی تیری درخواست قبول فرمائے) اخرجہ الامام القاضی عیاض فی الشفاء وغیرہ فی غیرہ اور سوال حاجت سے پہلے دو رکعت نماز کی تقدیم مناسب کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط پھر کامل اکسیر یہ ہے کہ کسی محبوب خدا کے قریب جائیے اسی طرف حق جل وعلا نے قرآن عظیم میں ہدایت فرمائی کہ ارشاد کرتا ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۝ اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول اُن کے لیے استغفار کرے تو بیشک اللہ تعالٰی کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں) سبحان اللہ خدا ہر جگہ سنتا ہے اور بے سبب مغفرت فرماتا ہے مگر ارشاد یوں ہوتا ہے کہ گناہگار بندے تیری خدمت میں حاضر ہو کر ہم سے دعائے بخشش کریں اور قدیماً وحدیثاً علما و صلحا اس آیۂ کریمہ کو زمانۂ حیات و وفات سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عام اور حاضری مزار مبارک کو حاضری مجلس اقدس کی مثل سمجھا کیے اور اوقاتِ زیارت میں یہی آیۂ کریمہ تلاوت کرکے اللہ تعالٰی سے استغفار کرتے رہے اس مضمون کی بہت روایات وحکایات مواہب لدنیہ و منح محمدیہ و مدارج النبوۃ و جذب القلوب الی دیار المحبوب و خلاصۃ الوفا فی اخبار دار المصطفٰی وغیرہا تصانیف علما میں مذکور و مشہور بعض اُن سے حضرت مقدام المحققین خدمت والد قدس سرہ الماجد نے سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں ذکر کرکے اس مسئلے کا اثبات فرمایا من شاء فلیتشرف بمطالعتہ اسی طرح بہت علما مصنفان مناسک باب زیارت شریفۂ مدینۂ طیبہ میں وقت حاضری اس آیت کو پڑھ کر استغفار کا حکم دیتے ہیں تو ثابت ہوا کہ محبوبان خدا کی طرف جانا اور بعد وصال اُن کی قبور کی طرف چلنا دونوں یکساں جیسا کہ سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزار فائض الانوار کے ساتھ کیا کرتے اب یہ کہ گدائے سرکار قادریہ اُس آستان فیض نشان سے دُور و مہجور ہے گو بعد نماز مزار اقدس تک جانے کی حقیقت اسے میسر نہیں تاہم دل سے توجہ کرنا اور چند قدم اُس سمت چل کر اُن چلنے والوں کی شکل بنانا ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حدیث حسن میں ارشاد فرمایا من تشبہ بقوم فھو منھم جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ اُنھیں سے ہے اخرجہ الطبرانی فی الاوسط عن حذیفة رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد حسن وان کان طریق ابی داود عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما لیس بذلك ایک نکتہ تو اس چلنے میں یہ ہے **ثانیاً** توسل میں توجہ باطن ضرور اور ظاہر عنوان باطن لہذا یہ چلنا مقرر ہوا کہ حالت قالب حالتِ قلب پر شاہد ہو جس طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ قلب لباس قلب احوال

وکشف باس کی خبر دے شاہ ولی اللہ نے قول الجمیل میں قضائے حاجت کے لیے صلاۃ کن فیکون کی ترکیب لکھی جس کے آخر میں ہے کہ پھر پگڑی اُتارے آستین گلے میں ڈالے پچاس بار دعا کرے ضرور مستجاب ہو) اُس پر اُن کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں بعض ناواقفوں نے اعتراض کیا ہے آستین گردن میں ڈالنا کیونکر جائز ہوگا حالانکہ ادعیۂ ماثورہ میں یہ ثابت نہیں ہم جواب دیتے ہیں کہ قلب رداء یعنی چادر کا اُلٹنا پلٹنا نماز استسقا میں رسول علیہ السلام سے ثابت ہے تا حال عالم کا بدل جائے تو اس طرح آستین گردن میں ڈالنا امر مخفی کے اظہار کے واسطے یعنی تضرع کے واسطے حصول شعار گردش حال کے یا مقصود کے کیونکر ناجائز ہوگا۔ انتہیٰ مترجما بترجمۃ المولوی خرم علی البلھوری فی شفاء العلیل ترجمۃ القول الجمیل میں کہتا ہوں جب آستین گلے میں باندھنا باآنکہ طرق ماثورہ میں وارد نہیں اس وجہ سے کہ اُس میں تضرع مخفی کا اظہار شدید ہے اگرچہ نفس اظہار گڑگڑانے کی صورت سے حاصل تھا جائز ٹھہرا تو یہ چند قدم جانب عراق محترم چلنا اس وجہ سے کہ اُس میں توجہ مخفی کا اظہار قوی ہے کیونکہ ناجائز ہوگا **ثالثاً** ظاہر مصلح خاطر ہے لہذا جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے مناسب افعال وجوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو اسی لیے نماز میں تلفظ بہ نیت بقصد جمع عزیمت علما نے مستحسن رکھا کما فی المبسوط والھدایۃ والکافی والحلیۃ وغیرھا شاہ ولی اللہ حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں من جبلۃ الانسان انہ اذا استقر فی قلبہ شیئ جری حسب ذلک الارکان واللسان وھو قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی جسد ابن اٰدم مضغۃ الحدیث بفعل اللسان والارکان اقرب مظنۃ وخلیفۃ لفعل القلب اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں الھیأۃ المندوبۃ ترجع الی معان منھا تحقیق الخضوع کصف القدمین ومنھا محاکاۃ ذکر اللہ تعالٰی باصابعہ ویدہ حذو ما یعقلہ بجنانہ کرفع الیدین والاشارۃ بالمسبحۃ لیکون بعض الامر معاضد البعض الخ اھ ملخصا اور اسی قبیل سے ہے دعا میں ہاتھ اُٹھانا چہرے پر پھیرنا شاہ ولی اللہ تصریح کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اُس پر خوب متنبہ ہو جائے اور حالت قلب ہیأت بدن سے تائید پائے کتاب مذکور میں ہے اما رفع الیدین ومسح الوجہ بھما فتصویر للرغبۃ ومظاھرۃ بین الھیأۃ النفسانیۃ وما یناسبھا من الھیأۃ البدنیۃ وتنبیہ للنفس علی تلک الحالۃ بعینہ یہی حالت اس چلنے کی ہے کہ رغبت باطنی کی پوری تصویر بتاتا اور قلب کو انجذاب تام پر متنبہ کرتا ہے جیسا کہ اس عمل شریف کے بجالانے والوں پر روشن گو منکر محروم بیخبر باشد ع ذوق ایں مے نشناسی بخدا تا نچشی **رابعاً** سنت نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے اسی لیے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو یونہیں لیے چلے آؤ پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی مسلم فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال عرسنا مع نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم نستیقظ حتی طلعت الشمس فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیأخذ کل رجل براس راحلتہ فان ھذا منزل حضرنا فیہ الشیطان قال ففعلنا ثم دعا بالماء فتوضأ الحدیث یہاں بھی جب یہ محتاج دو رکعت نماز پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف مونھ کرکے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے نفس نماز میں جو غفلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الٰہی میں تقصیر کرادی ناچار ہٹتا ہے اور

ہُو ظاہر کہ جہت توجہ اس کے لیے اولٰی والیسر یمیناً وشمالاً انصراف میں ترکِ توجہ اور رجعت قہقری بُعد کی صورت اور اقبال نشانِ اقبال نکان ھُوَ المختار **خامسًا** خادم شرع جانتا ہے کہ صاحب شرع صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو باب دعا میں تفاؤل پر بہت نظر ہے اسی لیے استسقا میں قلب ردا فرمایا کہ تبدل حال کی فال ہو الدارقطنی بسند صحیح علی اصولنا عن الامام ابن الامام ابن الامام جعفر بن محمد بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم عن ابیہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حول رداءہ لیتحول القحط امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں قالوا والتحویل شرع تفاؤلًا بتغییر الحال من القحط الی نزول الغیث والخصب ومن ضیق الحال الی سعتہ **اسی لیے** بدخوابی کے بعد جو اُس کے دفع شر کی دعا تعلیم فرمائی ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ کروٹ بدل لے تاکہ اُس حال کے بدل جانے پر فال حسن ہو مسلم وابوداود والنسائی وابن ماجہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما مرفوعًا اذا رأی احدکم الرؤیا یکرھہا فلیبصق عن یسارہ ثلثا ولیستعذ باللہ من الشیطان ثلثا ولیتحول عن جنبہ الذی کان علیہ علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں تفاؤلًا بتحول تلک الحال **اسی لیے** ہنگام استسقا پشت دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باران آنے کی فال ہو مسلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استسقی فاشار بظھر کفیہ الی السماء اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے طیبی گفتہ این نیز برائے تفاؤل ست بقلب وتبدل حال مثل صنیع وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در تحویل ردا اشارتست بمطلوب کہ بطون سحائب بجانب زمین گردد وبریزد انچہ در دست از امطار واللہ تعالٰی اعلم **اسی لیے** علمانے مستحب رکھا جب دفع بلا کے لیے دعا ہو پشت دست سوئے سما ہو گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا اور جوش بلا کو دباتا ہے اشعہ میں ہے گفتہ اند چوں دعا برائے طلب وسوال چیزے از نعما بود مستحب ست کہ گردانیدہ شود بطن کفہا بجانب آسمان وہرگاہ کہ برائے دفع ومنع فتنہ وبلا باشد پشتہائے دست بجانب آسمان کند از برائے اطفائے نائرہ فتنہ وبلا وپست کردن قوت حادثہ وغلبہ آں **اسی لیے** دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد وقبول دعا کی فال ہو گویا دونوں ہاتھ خیر وبرکت سے بھر گئے اس نے وہ برکت اعلٰی واشرف اعضا پر اُلٹ لی کہ اُس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی ترمذی وحاکم کی حدیث میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یحطھما حتی یمسح بھما وجہہ علامہ عبد الرؤف مناوی تیسیر میں فرماتے ہیں تفاؤلًا باصابۃ المراد وحصول الامداد اور حدیث حسن ابی داود عن السائب بن یزید عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجہہ بیدیہ کے نیچے لکھا تفاؤلًا وتیمنا بان کفیہ ملئتا خیرا فافاض منہ علی وجہہ اور حدیث ابی داود وبیہقی عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم کے تحت میں لکھا تفاؤلًا باصابۃ المطلوب وتبرکا بایصالہ الی وجہہ الذی ھو اشرف الاعضاء ومنہ یسری الی بقیۃ البدن فاضل علی قاری نے حرز ثمین میں فرمایا لعل وجھہ انہ ایماء الی قبول الدعاء وتفاؤل بدفع البلاء وحصول العطاء فان اللہ سبحٰنہ یستحیی ان یرد یدی عبدہ صفرا خالیا من الخیر فی الخلاء والملاء **اسی طرح** صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نائب جلیل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مقاصد شرع پر لحاظ فرما کر خاص اُن کے موافق یہ چلنا مقرر فرمایا کہ نفی اعراض وعطائے قربت وحصول اغراض واقبال اجابت کے لیے فال حسن ہو واللہ تعالٰی الموفق **سادسًا** صحیح مسلم شریف میں بروایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما ثابت کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمتِ اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اُس کے خوشہ ہائے انگور دستِ اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلاۃ الکسوف تھی وذلک قولہ (بعد ما وصف صلاۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الکسوف) ثم تأخر (یعنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) وتأخرت الصفوف خلفہ حتی انتھینا (وقال مسلم وقال ابوبکر یعنی ابن ابی شیبۃ شیخہ حتی انتھی) الی النساء ثم تقدم وتقدم الناس معہ حتی قام فی مقامہ فانصرف حین انصرف وقد اضت الشمس فقال (وقص الحدیث حتی قال) مامن شیئ توعدونہ الا وقد رأیتہ فی صلاتی ھٰذہ لقد جیئ بالنار وذلکم حین رأیتمونی تأخرت (وساق الخبر الی ان قال) ثم جیئ بالجنۃ وذلکم حین رأیتمونی تقدمت حتی قمت فی مقامی ولقد مددت یدی وانا ارید ان اتناول من ثمرھا (الحدیث مختصر) اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل عراق شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار وبرکات وفیوض وخیرات اُس جانب مبارک سے باہزاراں جوش وہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں یہ بیتابانہ اُن خوشہائے انگور جنات نور وباغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور اُن عزیز مہانوں کے لیے رسم باجمال تلقی واستقبال بجالاتے ہیں سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اُس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات وخیرات کی طرف مسارعت کرے،

ان جئتکم قاصدا اسعی علی بصری لم اقض حقا وای الحق ادیت

رہے ہم عامی جن کا حصہ یہی شقشقۂ لسان واضطراب ارکان ہے وبس نسأل اللہ العفو والعافیۃ ہم اس امر جمیل میں اُن اہل بصائر کے طفیلی ہیں ع وللارض من کأس الکرام نصیب ؎ جیسے نماز کہ اُس کے اکثر افعال واحکام اُن اسرار وحکم پر مبنی جو حقیقۃً صرف احوال سنیۂ اہل قلوب پر مبتنی پھر عوام بھی صورت احکام میں اُن کے مشارک مثلاً نماز نہاری میں اخفا واجب ہوا اور لیلی میں جہر کہ لیل آیت لطف ہے اور اُس کی تجلی لطیف اور نہار آیت قہری ہے اور اُس کی تجلی شدید پھر تجلی جہری تجلی ستری سے بہت قوی وگرم لہٰذا تعدیل کے لیے تجلی قہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی اور لطفی کے ساتھ گرم جمعہ وعیدین میں باوجود نہاریت حکم جہر ہوا کہ بوجہ کثرت حاضرین انس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہود خلق شہود تجلی سے قدرے ذاہل بھی ہوگا معہٰذا ایک ہفتہ کی تقصیرات جمع ہو کر حجاب میں گونہ قوت پیدا کرتی ہیں تو گلبہا ہے یہ معالجہ مناسب ہوا جو اپنی حرارت سے اُسے گلا دے جیسے اطبا خطوط دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادراً بغرض تمرین اُسے علاج سمجھتے ہیں اور کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفا ہی رہا کہ وہ وقت تخویف وتجلی جلال اور وقفہ طویل ہے جہر نہ ہوسکے گا اسی لیے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلاً قراءت نہیں کہ یہ ہیبت عظیم وتجلی جلال تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قراءت رکھتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شدت برشدت بڑھ جائے گی، شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کہ سنت الٰہیہ ہے تجلی شیأ فشیأ وارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی اِسی لیے ہر دو رکعت پر جلسۂ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے حظ اُٹھالے اور پچھلی رکعتوں میں قراءت معاف کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد پر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت وہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اُسے اُس کے حال ووقت پر چھوڑنا مناسب رکوع وسجود میں قراءت قرآن

ممنوع ہوئی کہ اُن کی تجلی تجلّی قیام سے سخت اشد دوسری تجلی شدید قرأت مل کر افراط ہوگی نیز[14] قعود میں قرأت ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لیے رکھا گیا تجلی قرآنی کی شدت مل کر اُسے مقصود سے خالی کردے گی اسی[15] لیے رکوع کے بعد قومہ کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اقوی کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا اسی[16] بنا پر بین السجدتین اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ تجلی سجدۂ ثانیہ اور اشد و اعظم ہوگی اشد بر اشد کی توالی سے بنیان بشری نہ منہدم ہوجائے امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان میں نقل فرماتے ہیں انه وقع لبعض تلامذة سیدی عبد القادر جیلی رضی اللّٰه تعالٰی عنه انه سجد فصار یضمحل حتی صار قطرة ماء علی وجه الارض فاخذها سیدی عبد القادر رضی اللّٰه تعالٰی عنه بقطنة ودفنها فی الارض وقال سبحن اللّٰه رجع الی اصله بالتجلی علیه یعنی حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم گھُلنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پوست ہڈی پسلی کسی شئے کا نشان نہ رہا صرف ایک بوند پانی کی زمیں پڑی رہ گئی حضور پُرنور نے روئی کے پھوئے سے اُٹھا کر زمین میں دفن کردی اور فرمایا سبحن اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا)

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

سابعًا دیدۂ انصاف بے غبار وصاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اُس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جُدائی مقصود ہو اُس سے کچھ گام دُور ہونا بھی نافع و بکار آمد ہوتا ہے جب کمال قرب و بعد میسر نہ ہو طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بسند صحیح مستدرک میں برشرط شیخین ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کل شیئ یتکلم به ابن اٰدم فانه مکتوب علیه فاذا اخطأ الخطیئة ثم احب ان یتوب الی اللّٰه عزوجل فلیأت بقعة مرتفعة فلیمد یدیه الی اللّٰه ثم یقول اللّٰهم انی اتوب الیك منها لا ارجع الیها ابدا فانه یغفر له مالم یرجع فی عمله ذلك آدمی کا ہر بول اُس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالٰی کی طرف توبہ کرنا چاہے اُسے چاہیے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالٰی کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے الٰہی میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی اُدھر عود نہ کروں گا اللہ تعالٰی اس کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اُس گناہ کو پھر نہ کرے) توبہ کے لیے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بُعد اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو جب سیدنا موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسّلام کا زمانۂ انتقال قریب آیا تیہ میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبّارین کا قبضہ تھا وہاں تشریف لے جانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی کہ اُس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے بخاری مسلم نسائی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ارسل ملك الموت الی موسٰی علیهما الصلٰوة والسّلام (فذکر الحدیث الی ان قال) فسأل اللّٰه ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں دعائے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں نزدیک گردان مرا ازاں اگرچہ مقدار یک سنگ انداز باشد ظاہر ہے کہ ہنگام حاجت سر دست عراق شریف کی حاضری متعذر لہذا چند قدم اُس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا کہ مالا یدرك کله لا یترك کله وللّٰه الحمد دقه دجلہ رہی عدد یازدہ کی تخصیص اُس کی وجہ ظاہر کہ ان اللّٰه تعالٰی وتر یحب الوتر اللہ تعالٰی طاق ہے طاق کو دوست رکھتا ہے قاله النبی صلی اللّٰه تعالٰی

علیہ وسلم رواہ الامام احمد عن ابن عمر بسند صحیح والترمذی عن علی بسند حسن و ابن ماجۃ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور افضل الاوتار واول الاوتار ایک ہے مگر یہاں تکثیر مطلوب اور اُس کے ساتھ تبییر بھی ملحوظ لہذا یہ عدد مختار ہوا کہ یہ افضل الاوتار کا پہلا ارتفاع ہے جو خود بھی وتر اور مشابہت زوج سے بھی بعید کہ سوا ایک کے اُس کے لیے کوئی کسر صحیح نہیں اور اس سے ایک گھٹا دینے کے بعد بھی جو زوج حاصل ہوتا ہے زوج محض ہے نہ زوج الازواج کہ اُس کے دونوں حصص متساویہ خود افراد ہیں بلکہ خلوتِ مرتبہ پر وہ بعینہ ایک ہے۔ شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں الشارع لم یخص عددا الا لحکم ترجع الی اصول الاول ان الوتر عدد مبارک لایجاوزعنہ ما کان فیہ کفایۃ ثم الوتر علی مراتب وتر یشبہ الزوج کالتسعۃ والخمسۃ فانھما بعد اسقاط الواحد ینقسمان الی زوجین والتسعۃ وان لم تنقسم الی عددین متساویین فانھا تنقسم الی ثلثۃ متساویۃ وامام الاوتار الواحد وحیث اقتضت الحکمۃ ان یؤمر باکثار اختار عددا یحصل بالترفع کالواحد یترفع الی احد عشر اھ ملتقطا اس کے بعد فقیر گدائے سرکار قادریہ غفر اللہ لہ کل ذنب وخطیۃ نے سرکار غوثیت مدار سے اس عدد مبارک کے اختصاص پر بعض دیگر نکات جمیلہ عظیمہ جلیلہ پائے ہیں کہ بتوفیق اللہ تعالٰی رسالہ مبارکہ ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار میں ذکر کیے یہاں اُن کا بیان زخمہ بر عود بیگانہ فمن شاء فلیرجع الی ذالک التحریر الانیق واللہ سبحنہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔ **بالجملہ** اس نماز مقدس میں اصلا کوئی محذور شرعی نہیں اور خود کونسا طریقہ دیانت وانصاف ہے کہ جو امر حضور پُر نور محی الملۃ مقیم السنۃ ملاذ النقل معاذ العرفا وارث الانبیا ولی الاولیا منبع الارشاد مرجع الافراد امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ ملجأ الامہ قطب الاعلم غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وجعل حرزنا فی الدارین رضاہ ارشاد فرمائیں اور حضور کے اصحاب اکابر انجاب قدست اسرارھم وتممت انوارھم کہ بالیقین اعاظم علما واجلۂ کملا تھے اُسے بجا لائیں اور طبقۃً فطبقۃً اولیا وعلمائے سلسلۂ علیۂ عالیۂ قادریہ روح ارواح اصحابھا وارْوی قلوبنا بماھل عبابھا اُسے اپنا معمول بنائیں اور ثقات علما وکبار اولیا اپنی تصانیف میں اُسے نقل وروایت کریں اجازتیں دیں اجازتیں لیں اور منکرین مکابرین کو اصلا قدرت نہ ہو کہ آیت وحدیث تو بڑی چیز ہے کہیں دو چار عمائد دین وفقہائے معتمدین ہی سے اُس پر رد وانکار بے اعانت کذب واختلاق ومکابرہ وشقاق ثابت کرسکیں ایسی جمیل چیز جلیل عزیز کو محض زبانی ہوائے نفسانی واصول بہتانی کی بنا پر بلحاظ اصل مذہب شرک قطعی اور فاعلوں مجوزوں کو معاذ اللہ مشرک جہنمی اور بخوف اہل حق تسہیل امر کو ہارے جی سے صرف فاسق بدعتی بتائیے اور انکار ارشاد سید الاولیا وتضلیل وتفسیق علما وعرفا کا وبال عظیم گردن پر اٹھائیے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ٥ اور حضرات منکرین کا یہ کہنا کہ صحابہ تابعین سے منقول نہیں صحابہ محبت وتعظیم میں ہم سے زیادہ تھے ثواب ہوتا تو وہی کرتے اوّلًا وہی معمولی باتیں ہیں جن کے جواب علمائے اہل سنت کی طرف سے ہزار ہزار بار ہوچکے جسے آفتاب روشن پر اطلاع منظور ہو اُن کی تصانیف شریفہ کی طرف رجوع لائے علی الخصوص کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصانیف لطیفہ وتالیف منیفۂ حضرت تاج المحققین سراج المدققین حامی السنن ماحی الفتن بقیۃ السلف حجۃ الخلف فرد الاماثل فخر الاکابر وارث العلم کابرًا عن کابر سیدی ووالدی حضرت

مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی اعظم اللہ اجرہ ونور قبرہ وقدس سرہ ورزقنا برہ
واعطاء المسرۃ ووقاہ المضرۃ وکل معرۃ بجاہ المصطفٰی وآلہ الشرفاء علیہ وعلیہم الصلاۃ والثناء امین امین یا اھل التقوی
واھل المغفرۃ اور فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بھی اس بحث اور اس کے امثال کو بروجہ اجمال رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیام لنبی تہامہ
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین - وغیرہما اپنے رسائل ومسائل میں بقدر کفایت منقح کرچکا والحمد للہ
رب العلمین **ثانیًا** یہاں تو ان جہالات کا کوئی محل ہی نہیں یہ نماز ایک عمل ہے کہ قضائے حاجات کے لیے کیا جاتا ہے اور اعمال مشایخ میں
تجدید واحداث کی ہمیشہ اجازت شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں: اجتہاد را در اختراع اعمال تصریفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا
نسخہائے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را بآں نور دوختن ویا نور را گفتن تا
ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت مید ہد واحادیث نفس را می نشاند اسی میں ہے چند نوع از کرامات از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمی شود
از انجملہ ظہور تاثیر در اعمال تصریفیہ او تا عاملے بعیض او منتفع شوند اھ ملخصا خود شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور انکے
فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز صاحب نے ہر گونہ حاجات کے لیے صدہا اعمال بتائے کہ تازہ بنے تھے یا آپ ہی بنائے جن کا پتا قرون ثلثہ
میں اصلاً نہ تھا بعض اُن میں سے فقیر نے اپنے رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین میں ذکر کیے اور خود اُن کی قول الجمیل ایسی باتوں
کی حائز وکفیل جامع تر سینے شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تصریح کرتے ہیں کہ انھوں نے جواہر خمسہ شیخ
محمد غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الباری کی سندیں اور اُس کے اعمال کی اجازتیں اپنے استاذ علم حدیث مولنٰنا ابوطاہر مدنی وشیخ محمد سعید لاہوری
مرحومین سے حاصل کیں حیث قال این فقیر خرقہ از دست شیخ ابوطاہر کردی پوشیدہ وایشاں بعمل انچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند
عن ابیہ الشیخ ابراھیم الکردی عن الشیخ احمد القشاشی عن الشیخ احمد الشناوی عن السید صبغۃ اللہ عن الشیخ
وجیہ الدین علوی الگجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاری وایضًا لبسہا الشیخ ابوطاھر عن الشیخ احمد النخلی
بسندہ الی اخرہ وایضا فقیر در سفر حج چوں بلاہور رسید ودست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل
اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ وسند خود بیان کردند وایشاں دریں زمانہ یکی از اعیان مشایخ طریقہ حنفیہ وشطاریہ بودند وچوں کسی را اجازت
میدادند او را در دعوت رجعت نمی شود رحمہ اللہ تعالٰی قال الشیخ المعمر الثقۃ حاجی محمد سعید لاھوری اخذت الطریقۃ الشطاریۃ
واعمال الجواھر الخمسۃ من السیفی وغیرہ عن الشیخ محمد اشرف لاھوری عن الشیخ عبد الملک بایزید الثانی عن الشیخ
وجیہ الدین الگجراتی عن الشیخ محمد غوث الگوالیاری انتہی حضرات منکرین ذرا مہربانی فرماکر جواہر خمسہ پر نظر ڈالیں اور اس کے
اعمال کا ثبوت قرون ثلثہ سے دیدیں بلکہ اپنے اصول مذہب پر اُن اعمال کو بدعت وشرک ہی سے بچالیں جن کے لیے شاہ ولی اللہ جیسے
سُنّی موحد محدث نے سند لیتے اور اپنے مشایخ حدیث وطریقت سے اجازت حاصل کرتے ہیں زیادہ نہ سہی یہی دعائے سیفی جس کی نسبت شاہ
ولی اللہ نے لکھا کہ میں نے اپنے شیخ سے اخذ کی اور اجازت لی اُسی کی ترکیب میں ملاحظہ ہو کہ جواہر خمسہ میں کیا لکھا ہے ناد علی ہفت بار یا سہ بار
یا یکبار بخواند وآں اینست ناد علیا مظھر العجائب تجدہ عونا لك فی النوائب کل ھم وغم سینجلی بولایتك یا علی یا علی یا علی

مسئلہ - قال اللہ تعالٰی واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اور جب خدا نے عہد لیا اُن لوگوں سے جنھیں کتاب دی گئی اُسے صاف بیان کردیں گے لوگوں سے اور چھپائیں گے نہیں) اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملت نجدیہ ہداھم اللہ تعالٰی الی الملۃ الحنفیۃ کہ جو لوگ نادعلی پڑھیں پڑھائیں سیکھیں سکھائیں اُس کی سندیں دیں اجازتیں لائیں اُس کے سلسلے کو سلاسل اولیاء اللہ میں داخل کرجائیں اُس کے حکم دینے والوں کو ولی کامل بتائیں اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ بتائیں اُن میں بعض کو بلفظ ثقہ و اعیانِ مشائخ اور اُن کی ملاقات کو بکلمۂ دستبوس تعبیر فرمائیں اُنھوں نے غم و مصیبت و رنج و آفت کے وقت یا علی یا علی کہنا روا رکھا یا نہیں اور اسے ورد وظیفہ بنایا یا نہیں اور غیر خدا کو خدا کا شریک فی العلم و شریک فی التصرف ٹھہرایا یا نہیں اور وہ اس سبب سے مشرک کافر بے ایمان جہنمی ہوئے یا نہیں پھر جو ایسوں کو اپنا پیر جانیں عالم اُمت حامی سنت و قطب زمان و مرشدِ دوراں مانیں (جیسے جناب شاہ عبدالعزیز صاحب) اُنھیں مقتدائے دین و پیشوائے مسلمین بتائیں اُن کے علم و افضال و عرفان و کمال پر سچے دل سے ایمان لائیں (جیسے تمام اصاغر و اکابر حضرات وہابیہ) اُنھیں سید الحکما و سید العلما و قطب المحققین فخر العرفا المکملین اعلمہم باللہ و قبلۂ ارباب تحقیق و کعبۂ اصحاب تدقیق و قدوۂ اولیا و زبدۂ ارباب صفا بلکہ امام معصوم و صاحب وحی تشریعی ٹھہرائیں (جیسے میاں اسمٰعیل دہلوی) ان سب صاحبوں کی نسبت کیا حکم ہے یہ حضرات ایک مشرک شرک جو شرک پسند شرک آموز کو پیر و پیشوا و امام و مقتدا بنا کر سید العلما و مقبول خدا بتا کر خود بھی کافر و مشرک و مستحق عذاب الیم و ہلاک ہوئے یا نہیں اور اُن پر بھی مسئلۂ الرضاء بالکفر کفر و مسئلہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر و حکم آیۂ کریمہ ومن یتولھم منکم فانہ منھم و حدیث صحیح المرء مع من احب جاری ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔ خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا پھر اصل مبحث یعنی در بارۂ اعمال تجدید و اختراع کی طرف چلیے یہی شاہ ولی اللہ صاحب اسی انتباہ میں قضائے حاجات کے لیے ختم خواجگان چشت قدست اسرارہم کی ترکیب بتاتے اور اُس کے آخر میں یوں فرماتے ہیں دہ مرتبہ درود خواندہ ختم کنند و بر قدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدائے تعالٰی سوال نمایند ہمیں طور ہر روز میخواندہ باشد ان شاء اللہ تعالٰی در ایام معدودہ مقصود بحصول انجامد مرزا مظہر جانجاناں صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں دعائے حزب البحر وظیفۂ صبح و شام و ختم حضرات خواجگاں قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں ختم خواجہا رضی اللہ تعالٰی عنہم و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد حلقۂ صبح لازم گیرید مکتوب آخر میں کہتے ہیں ختم حضرات خواجہا و ختم حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہم نیز اگر یاراں جمع آیند بعد از حلقۂ صبح براں مواظبت نمایند کہ از معمولات مشائخ ست و فائدۂ بسیار و برکت بیشمار دارد اور مرزا صاحب موصوف کے معمولات مسمی بہ معمولات مظہری سے اُس کی ترکیب یوں منقول اول دست بر داشتہ سورۂ فاتحہ یکبار بخواند الخ اخیر میں لکھا بعد ازاں از جناب خدائے عزوجل حصول مطالب بتوسل ایں بزرگواراں باید خواست و تا سرانجام مقصود مداومت باید نمود الخ ان صاحبوں سے کوئی نہیں کہتا کہ یہ طریقے قرونِ ثلثہ میں کہاں منقول ہیں ان میں کچھ ثواب یا تقرب الی اللہ کی امید ہوتی تو صحابہ ہی بجالاتے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی فاتحہ شیرینی پر دلاتے والحمد للہ علی وضوح الحق **ثالثاً** خیر صلاۃ الاسرار شریف تو ایک عمل لطیف ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض و دفع اعراض کے لیے پڑھتا ہے مزاج پرسی اُن حضرات کی ہے جو خاص امور ثواب و تقرب رب الارباب میں جو محض اسی نیت سے کیے جاتے ہیں

ہمیشہ تجدید و اختراع کو جائز مانتے اور اُن محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانتے ہیں وہ کون شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز مرزا مظہر جانجاناں شیخ مجدد الف ثانی مولوی اسمعیل دہلوی مولوی خرم علی بلہوری وغیرہم جنھیں منکرین بدعتی و گمراہ کہیں توکس کے ہوکر رہیں خود شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیرانِ مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھتے ہیں لم یثبت تعیین الاداب ولاتلک الاشغال یہ خاص آداب و اشغال نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہوئے) **شاہ عبدالعزیز صاحب** حاشیۂ قول الجمیل میں فرماتے ہیں اسی طرح پیشوایانِ طریقت نے جلسات وہیآت واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کیے ہیں مناسبات مخفیہ کے سبب سے جن کو مرد صافی الذہن اور علوم حقہ کا عالم دریافت کرتا ہے (الٰی قولہ) تو اس کو یاد رکھنا چاہیے انتھی بترجمۃ البلہوری **مولوی خرم علی** صاحب مصنف نصیحۃ المسلمین اسے نقل کرکے لکھتے ہیں یعنی ایسے امور کو مخالفِ شرع یا داخل بدعاتِ سیئہ نہ سمجھنا چاہیے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں انتہی اور سنیے اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی کہ ثالثھا الرابطۃ بشیخہ فاذا صحبہ خلی نفسہ من کل شیئ الامحبتہ وینتظر لما یفیض منہ واذا غاب الشیخ عنہ یخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ والتعظیم فتفید صورتہ ما تفید صحبتہ اھ ملخصا یعنی تیسرا طریقہ وصول الی اللہ کا رابطۂ شیخ ہے جب شیخ کی صحبت میں ہو تو اپنا دل اُس کی محبت کے سوا ہر چیز سے خالی کرے اور فیض کا منتظر ہو اور جب شیخ غائب ہو تو اُس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اُس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی) شفاء العلیل میں شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ تر قریب ہے انتہی اب کون کہے کہ یہ وہی راہ ہے جسے آپ کے سچے معتقدین ٹھیٹ بت پرستی بتائیں گے مرزا مظہر صاحب نے اگرچہ کتاب و سنت کو طرق حادثہ سے افضل مانا اور بیشک ایسا ہی ہے مگر ان کے بھی مباح و مفید ہونے کی تصریح فرمائی مکتوب ۱۱ میں لکھتے ہیں ذکر جہر با کیفیات مخصوصہ ونیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون آخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبدءِ فیاض اخذ نمودہ اند و شرع ازاں ساکت ست و داخل دائرۂ اباحت و فائدہ دراں متحقق و انکار آں ضرور نے اور سنیے مکتوب ۱۶ میں ہے اگرچہ از مصحف مجید فال زدن در حدیث شریف نیامدہ اما ممنوع ہم نیست اگر کسی[1] زند مضایقہ ندارد انھیں کے ملفوظات میں ہے حضرت مجدد رضی اللہ تعالٰی عنہ طریقۂ نو بیان نمودہ و مقامات و کمالات طریقۂ خود بسیار تحریر فرمودہ و دراں مقامات ہیچ شبہہ نیست کہ با قرار ہزاراں علماء و عقلا بتواتر رسیدہ اھ ملخصا اُسی میں ہے **حضرت شاہ ولی اللہ** محدث رحمۃ اللہ علیہ طریقۂ جدیدہ بیان نمودہ اند و در تحقیق اسرار معرفت طرز خاص دارند مثل ایشاں در محققانِ صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن و علم نو بیان کردہ اند چند کس گزشتہ باشند اھ ملخصا میاں اسمعیل دہلوی صراط المستقیم میں لکھتے ہیں اشغال مناسبہ ہر وقت و ریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد و لہذا محققاں ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا ءً علیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود الخ اب خدا جانے یہ حضرات بدعتی کیوں نہ ہوئے اور انھیں خاص ان امور دینیہ میں جو محض تقرب الی اللہ کیلئے کیے جاتے ہیں نئی نئی باتیں جو

---

[1] اقول یہ جناب مرزا صاحب کا خیال تھا صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم سے فال کھولنا منع ہے حدیقہ ندیہ میں ہے قال والدی رحمہ اللہ تعالٰی فی شرحہ علی شرح الدرر و فی کتاب التحفۃ اخذ الفال من المصحف مکروہ کذا ذکرہ القھستانی یعنی کراھۃ التحریم الخ ۱۲ منہ دام ظلہ

قرآن میں نہ حدیث میں نہ صحابہ میں نہ تابعین میں نکالنی اور عمل میں لانی اور ان سے امید وصول الی اللہ رکھنی کس نے جائز کی مسئلہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سئل عن علم فکتمہ الجمہ اللہ یوم القیمۃ بلجام من نار اخرجہ احمد و ابوداود والترمذی وحسنہ والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ جس سے کوئی علمی بات پوچھی جائے وہ اُسے چھپائے اللہ تعالٰی روز قیامت اُسے آگ کی لگام دے) اب کیا فرماتے ہیں علمائے ملتِ اسمٰعیلیہ ھداھم اللہ تعالٰی الی الشریعۃ الحقۃ الابراھیمیۃ کہ دین خدا میں ایسی نئی نئی باتیں نکالنا اور یہ اقرار کرکے کہ کتاب وسنت سے ان کا ثبوت نہیں اُن پر عمل کرنا اور اُنھیں موجب ثواب وقرب رب الارباب سمجھنا بدعت سیئہ شنیعہ ہے یا نہیں اور یہاں حدیث من احدث فی امرنا ما لیس منہ فھو رد و حدیث کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار و حدیث شر الامور محدثاتھا و حدیث اصحاب البدع کلاب اھل النار وارد ہوں گی یا نہیں اور جن صاحبوں نے یہ باتیں ایجاد فرمائیں آپ کیں اوروں سے کرائیں کتابوں میں لکھیں زبانی بتائیں حسب تصریح تقویۃ الایمان اُن کے اصل ایمان میں خلل آیا یا نہیں اور وہ بدعتی فاسق مخالف سنت قرار پائے یا نہیں اور اُن سے بھی کہا جائے گا یا نہیں کہ صحابہ ثواب وحسنات پر تم سے زیادہ حریص تھے بھلائی ہوتی تو وہی کرجاتے اور میاں بشیر قنوجی یہاں بھی ہیأت عبادات کو توقیفی بتائیں گے یا نہیں پھر جو لوگ ان صاحبوں کو امام و پیشوا جانتے اور ان کی مدح وستائش میں حد سے زیادہ غلو کرتے ہیں (جیسے شاہ ولی اللہ مداح ومعتقد مرزا مظہر صاحب اور شاہ عبدالعزیز وصاف ومرید شاہ ولی اللہ صاحب اور مولوی اسمٰعیل غلام وبادخوان ہر دو شاہ صاحب اور تمام حضرات وہابیہ مداحین ومعتقدین جمیع صاحبان مذکورین) ان سب کے بارے میں کیا حکم ہے آیا بحکم حدیث من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام یہ سب کے سب قصر اسلام کے ڈھانے والے ہوئے یا نہیں یا یہ احکام صرف مجلس میلاد وغیرہ اُنھیں امور کے لیے ہیں جن میں محبوبانِ خدا کی محبت وتعظیم ہو باقی سب حلال وطیب اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے کہ تصور برزخ کو اتنا پسند کیا کہ اُسے سب سے زیادہ قریب تر راستہ خدا کا بتایا اور مولوی خرم علی صاحب نے اُسے نقل کرکے مسلم رکھا یہ دونوں صاحب مع اصل کاتب یعنی شاہ ولی اللہ صاحب پھر ان صاحبوں کے معتقدین ومداح سب کے سب مشرک شرک پرست ٹھہرے یا نہیں یا یہ حضرات احکام شرع سے مستثنٰی ہیں اور تقویۃ الایمان وتذکیر الاخوان وغیرہما کی آیتیں حدیثیں صرف مومنین اہل سنت کو جو خاندان عزیزی سے نہ ہوں معاذ اللہ مشرک بدعتی بنانے کے لیے اُتری ہیں۔ بینوا توجروا۔ سبحٰن اللہ ان صاحبوں کے یہ احداث واختراع سب مقبول ہوں اور ناجائز وبدعت ٹھہرے تو وہ نماز جو حضور پُرنور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قضائے حاجات کے لیے ارشاد فرمائی ؏ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا ؛ حق جل علا مسلمانوں کو نیک توفیق بخشے اور اپنے محبوبوں کی جناب میں معاذ اللہ بدعقیدہ نہ کرے خصوصاً حضور سید المحبوبین مطلوب المطلوبین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم اجمعین آمین۔ یہ ہے جو اس گدائے سرکار فیضبار قادریہ پر برکات ونعمات حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فائض ہوا ؏ گر قبول افتد زہے عزوشرف بگدائے بینوا فقیر ناسزا اپنے تاجدار عظیم الجود عمیم العطا کے لطف بے منت وکرم بے علت سے اس صلے کا طالب کہ عفو وعافیت وحسن عاقبت کے ساتھ اس دارِ ناپائدار سے رخصت ہوتے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عزیز پسر بتول زہرا کے لختِ جگر علی مرتضٰی کے نور نظر

حسن وحسین کے قرۃ بصر محی سنت ابی بکر وعمر صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم وسلم یعنی حضور غوث صمدانی قطب ربانی واہب الآمال ومعطی الامانی حضور پُرنور غوث اعظم قطب عالم محی الدین ابومحمد عبدالقادر حسنی حسینی جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وجعل حرزنا فی الدارین رضاہ کی محبت وعشق وعقیدت واتباع واطاعت پر جائے اور جس دن یوم ندعوکل اناس بامامھم کا ظہور ہو یہ سراپا گناہ زیر لوائے بیکس پناہ سرکار قادریت ظل اللہ جگہ پائے فان ذٰلک علی اللہ یسیران اللہ علی کل شیئ قدیر بحمد اللہ وقع الفراغ من تسویدہ لثمان خلون للقمر الزاھر من شہر سیدنا الغوث الفاخر اعنی شہر ربیع الاٰخر فی ثلثۃ مجالس من ثلث غدوات عام الف وثلث مائۃ وخمس من ھجرۃ سید الکائنات علیہ وعلٰی اٰلہ واٰبنہ الوارث لمجدہ وکمالہ افضل الصلوات واکمل التسلیمات وازکی التحیات وانمی البرکات اٰمین اٰمین والحمدللہ رب العٰلمین واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار

۱۳۰۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

شکرالک یامن بالتوسل الیہ یغفر کثرالذنوب ٭ وحمدالک یامن بالتوکل علیہ یجبر کسر القلوب ٭ اسألک ان تصلی وتسلم وتبارک علی سراج افقک ٭ وملجأ خلقک ٭ وافضل قائم بحقک ٭ المبعوث بتیسیرک ورفقک ٭ رحمۃ للعٰلمین ٭ وشفیعا للمذنبین ٭ واما نا للخائفین ٭ ولیسر اللیائسین ٭ وبشری للاٰئسین ٭ محمد ن النبی الرؤف الرحیم ٭ الجواد الکریم ٭ العلی العلیم ٭ الغنی الحی الحکیم الحلیم ٭ مصحح الحسنات ٭ مقیل العثرات ٭ قاضی الحاجات ٭ واھب المرادات ٭ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ الطاھرین ٭ واصحابہ الظاھرین ٭ وازواجہ الطیبات امھات المؤمنین ٭ واولیاء امتہ الکاملین العارفین ٭ وامناء ملتہ الراشدین المرشدین ٭ لاسیما علی ھذا الفرد الفرید ٭ الغوث المجید ٭ الغیث المُجید ٭ واھب النعم ٭ سالب النقم ٭ کاسب العدم ٭ صاحب القدم ٭ جود الجود وکرم الکرم ٭ ملاذ العرب ومعاذ العجم ٭ مناح العطایا ٭ مناع الرزایا ٭ القطب الربانی ٭ والغوث الصمدانی ٭ سیدنا ومولٰنا ابی محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی ٭ رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ ٭ وجعل حرزنا فی الدارین ٭ اٰمین اٰمین ٭ یاارحم الراحمین ٭ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ٭ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ بالرحمۃ ارسلہ ٭ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلٰی کل محبوب ومرضی لدیہ ٭ اما بعد فقد سألنی الفاضل الکامل ٭ جمیل الشمائل ٭ جامع الفضائل ٭ والفخر الجسیم ٭ والشرف العظیم ٭ مولٰنا الشاہ محمد ابراھیم ٭ القادری المدراسی الحیدرآبادی ٭

جعله الله من اولی الایادی ٭ وحفظه من شر الاعادی ٭ اجازة الصلاة الغوثیة ٭ المبارکة المرضیة ٭ المعروف عندنا بصلاة الاسرار ٭ المجربة مرار القضاء الاوطار ٭ ودفع الاشرار ٭ تحسین ظن منه بهذا العبد الظلام ٭ الکثیر الاثام ٭ ما لفقیر الاذل ٭ الحقیر الارذل ٭ عبد المصطفٰی احمد رضا ٭ المحمدی السنی الحنفی ٭ القادری البرکاتی البریلوی ٭ لطف الله به ٭ وعفا عن ذنبه ٭ واصلح عمله ٭ وحقق امله ٭ مع انی لست هنالك ٭ ولا اهلا لذلك ٭ لکنی اجبته بالانقیاد ٭ واجزته بالمراد ٭ رجاء البرکة لی وله فی الدنیا والاٰخرة ٭ ان ربنا تعالٰی هو اهل التقوٰی واهل المغفرة ٭ کما اجازنی بها سیدی ومولائی وسندی ومأوای ٭ شیخی ومرشدی ٭ وکنزی وذخری لیومی وغدی ٭ تاج الکاملین ٭ سراج الواصلین ٭ حضرة السید الشاه اٰل الرسول الاحمدی ٭ المارهری ٭ رضی الله تعالٰی عنه بالرضی السرمدی ٭ بحق روایته لها واجازته بها عن شیخه الاجل ٭ وعمه الابجل ٭ الامام الاکمل ٭ والکرم الاشمل ٭ والقمر الاجمل ٭ فرد عصره ٭ وقطب دهره ٭ ذی الفیض العظیم والفضل المبین ٭ حضرة ابی الفضل شمس الملة والدین ٭ السید الشاه اٰل احمد اچھے میاں المارهری ٭ رضی الله تعالٰی عنه بالرضوان الابدی ٭ عن ابیه العریف ٭ النبیه الغطریف ٭ البحر الطمطام ٭ والحبر الصمصام ٭ ذی الفناء والبقاء ٭ والوصول واللقاء ٭ حضرة السید الشاه حمزة العینی المارهری ٭ علیه الرضوان الدائم من العلی القوی ٭ بسنده المسلسل کابرا عن کابر ٭ عن الحضرة الرفیعة ٭ والسدة المنیعة ٭ مرجع البریة ٭ الحضرة القادریة ٭ علی حضارها وخدامها رضوان القادر ٭ فان اصلها ماثور بطرق عدیدة ٭ عن الحضرة المجیدة ٭ کما ذکره العلماء منهم الامام ابو الحسن نور الدین علی بن جریر اللخمی الصوفی الشطنوفی فی بهجة الاسرار والامام الاجل عبد الله بن الاسعد الیافعی الشافعی الفاضل علی بن سلطان محمد القاری الهروی المکی والشیخ المحقق شیخ شیوخ علماء الهند عبد الحق بن سیف الدین المحدث الدهلوی وغیرهم رحمة الله تعالٰی علیهم اجمعین انه قال سیدنا ومولٰنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه من توسل بی فی شدة فرجت عنه ومن استغاث بی فی حاجة قضیت له ومن صلی بعد المغرب رکعتین ثم یصلی ویسلم علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثم یخطو الی جهة العراق احدی عشرة خطوة یذکر فیها اسمی قضی الله تعالٰی حاجته قلت وفرجت وقضیت تحتملان صیغة المجهول لواحدة غائبة وصیغة المعلوم للواحد المتکلم وعلی هذه ترجمة الشاه ابی المعالی رحمه الله تعالٰی فی التحفة القادریة وایا ما کان فالحاصل واحد اولهما تحمل الحقیقة الباطنة الذاتیة[2] والظاهرة[3] المستفادة والاخری تتعین للاخیر والمرجع ماذکره رضی الله تعالٰی عنه اٰخرا

---

[1] یجب ان یعلم انه لیس بابن جهضم الذی تکلم فیه الذهبی علی دابه مع الصوفیة الکرام فی المیزان فانه مقدم علی سیدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه بزمان وهذا معاصر الذهبی وبینه وبین سیدنا والسلطان صحب المولی ابا صالح قاضی القضاة نصرا صحب اباه سیدی عبد الرزاق صحب اباه سیدنا الغوث الاعظم رضی الله عنهم وقد وصفه الذهبی نفسه فی طبقات القراء بالامام الاوحد وکذلک الامام الجلال السیوطی فی حسن المحاضرة فما نسبة الذهبی کتاب بهجة الاسرار الی ذلک فان کان له ایضا کتاب اسمه هذا فذاک والا فاشتباه عظیم واجب التنبیه ۱۲ منه

[2] وهی التی تثبت بالذات من دون عطاء ولا الاستناد الی جعل وهذا تختص بصفات الله سبحٰنه وتعالٰی فحسب ۱۲ منه

[3] وهی التی حصلت بالعطاء ولا ثبوت لها الا بالجعل وهکذا جمیع صفات المخلوق کالعلم والقدرة والعطاء والعون حتی الوجود ۱۲

بقوله قضی الله تعالٰی حاجته ان الٰی ربك المنتهی **ثم** ان لمشا یخنا قدست اسرارھم ورحمنا الله تعالٰی بھم فی ھذہ الصلاۃ طریقتین صغرٰی وکبرٰی والمعمول عندنا الاسھل الاشمل من حیث السوغ لکل احد من دون الاختصاص بالقائمین فی مجالی الشھود الھائمین فی فیافی الوجود ھی الطریقۃ الانیقۃ الصغرٰی **صفتھا** بحیث یکون کالشرح للفظ الکریم ویتضمن مختارات ھذا العبد الاثیم ان **من** عرضت له حاجۃ دینیۃ اودنیویۃ **صلی بعد** صلاۃ المغرب بسنتھا **رکعتین** من غیر فریضۃ ناویا صلاۃ الاسرار تقربا الی الله تعالٰی وھدیۃ لروح سیدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه وان جدد لھما الوضوء فھو اضوء وقد عھدنا ذلك من النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی صلاۃ الحاجۃ والا فھو بسبیل من الرخصۃ فان توضأ فلیحسن وضوءہ ھکذا امر النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ذلك المکفوف بصرہ واحب الی ان یقدم صدقۃ[1] فانھا اسرع فی الانجاح واسد لابواب البلاء وقد امر الله تعالٰی من یناجی رسوله ان یقدموا بین یدی نجوٰھم صدقۃ فنجوی الله تعالٰی احق مع ان ھذہ الصلاۃ تشتمل علی نجوی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایضًا والوجوب وان نسخ رحمۃ من الله تعالٰی فلا مریۃ فی الاستحباب ھذا ویقرؤ فیھا بعد الفاتحۃ ما تیسر من القراٰن فان قرأ الاخلاص احدٰی عشرۃ مرۃ فھو احسن حتی اذا سلم حمد الله تعالٰی واثنی علیه بما ھو اھله والافضل الصیغ[2] الواردۃ عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانه لایقدر احد ان یحمد الاحد کحمد احمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم ومن احسنھا اللھم ربنا لك الحمد حمدا کثیرًا طیبا مبرکا فیه کما تحب ربنا وترضی ملأ السمٰوٰت وملأ الارض وملأ ما شئت من شیئ بعد ومنھا اللھم لك الحمد حمدا دائما مع دوامك ولك الحمد حمدا خالدا مع خلودك ولك الحمد حمدا لامنتھی له دون مشیتك ولك الحمد حمدا دائمًا لایرید قائله الارضاك ولك الحمد حمدا عند کل طرفۃ عین وتنفس کل نفس ومنھا اللھم لك الحمد کما ینبغی لجلال وجھك وعظیم سلطٰنك ومنھا اللھم لك الحمد شکرًا ولك المن فضلا ومنھا اللھم لك الحمد کما تقول وخیرا مما نقول الی غیر ذلك مما وردت به الاحادیث فلیجمعھا اولیکتف ببعضھا ویعجبنی ان یختمھا بقوله اللھم لااحصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك فانه من اجمع حمد واوسع ثناء علیه سبحنه وتعالٰی ومن لم یحسن من ذلك شیأ فلیقل الحمد لله ثلثا اولیقرء الفاتحۃ اوایۃ الکرسی بنیۃ الثناء فلا یجدن ثناء افضل منھا **ثم یصلی ویسلم علی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم** احدٰی عشرۃ مرۃ اذ لایستجاب دعاء الا بالصلاۃ علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وامر بالسلام احرازًا للفضلین واحترازا عن الخلاف فان من العلماء من کرہ الافراد ثم العبد یختار ھٰھنا الصلاۃ الغوثیۃ المرویۃ عن سیدنا

---

[1] الافضل الاسرار بحسن القراٰن وھی تقی مصارع السوء کما فی الحدیث وفضلھا اکثر من ان یحصی والاحسن ان یتصدق بزوجین لفضل ذلك ورد حدیث دفلسان زوجان وخبزان زوجان ومن لم یجد فودعتان زوجان والودعۃ خرمھرہ ۱۲ [2] کقوله اللھم لك الحمد حمدا یوافی نعمك ویکافی مزید کرمك وقوله اللھم لك الحمد انت قیم السمٰوٰت والارض ومن فیھن ولك الحمد انت ملك السمٰوٰت والارض ومن فیھن ولك الحمد انت نور السمٰوٰت والارض ومن فیھن ولك الحمد وقوله اللھم لك الحمد فی بلائك وصنیعك الی خلقك ولك الحمد فی بلائك وصنیعك الی اھل بیوتنا ولك الحمد فی بلائك وصنیعك الی انفسنا خاصۃ ولك الحمد بما ھدیتنا ولك الحمد بما اکرمتنا ولك الحمد بما سترتنا ولك الحمد بالقراٰن ولك الحمد بالاھل والمال ولك الحمد بالمعافاۃ ولك الحمد حتی ترضی ولك الحمد اذا رضیت یا اھل التقوی واھل المغفرۃ الی غیر ذلك من صیغ کثیرۃ ۱۲ منه

الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنہ وھی اللّٰھم صل علی (سید[1] نا ومولٰنا) محمد معدن الجود والکرم واٰلہ وسلم والعبد یقولھا ھکذا اللّٰھم صل علی سیدنا ومولٰنا محمد معدن الجود والکرم واٰلہ الکرام وابنہ الکریم وامتہ الکریمۃ یا اکرم الاکرمین وبارک وسلم ثم لیتوجہ بقلبہ الی المدینۃ الطیبۃ ولیقل احدی عشرۃ مرۃ یا رسول الله یا نبی الله اغثنی وامددنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات **ثم یخطو الی جہت العراق** وھو من بلادنا بین الشمال والمغرب افادہ سیدی حمزۃ رضی الله تعالٰی عنہ وھی ایضا جہۃ المدینۃ المنورۃ وکربلاء والعبد الضعیف قد استخرج جہۃ حضرۃ بغداد من بلدتنا بریلی بالمؤامرۃ البرھانیۃ علی ان عرضھا لج ک[2] وطولھا مد[3] کح وعرض بریلی کح[4] کا وطولھا عط[5] کز گرنجاء الانحراف الشمالی اعنی من نقطۃ المغرب الی نقطۃ الشمال یح[6] ح فیستخرج خط الزوال ویقیم علیہ عمودا الی المغرب ویدیر علیھما قوسا بجعل راس القائمۃ مرکزا فیجزیھا اخماسا[7] ویصل خطا بین الراس والخمس الاول مما یلی المغرب فھذا الخط ھو سمت حضرۃ بغداد اما المدینۃ الکریمۃ فاربع درج اعنی ح نز من نقطۃ المغرب الی الشمال علی ما استخرجت بعدۃ طرق برھانیۃ **احدی عشرۃ خطوۃ** معتدلۃ معتادۃ فانہ المتبادر من الکلام لا ما یفعلہ بعض العوام من انھم لا یرفعون قدما ولا یخطون خطوۃ وانما یتقدمون کل مرۃ نحو ثلاث اصابع او اربع فلیس ھذا من الخطوۃ فی شیئ[8] وانما امرنا بالخطا فالعدول عنھا بدون ضرورۃ عین الخطا نعم ان کان فی مضیق لایجد مساغا للخطوات المعھودۃ ولا الخروج الی مندوحۃ فلیأت بما استطاع واشد شناعۃ من ھذا ما رأیت بعضھم من انہ یصلی رکعتین حتی اذا کان فی اٰخر قراءۃ الاخری انحرف الی العراق فتخطی ثم عاد الی مکانہ فتوجہ نحو القبلۃ واتم الصلاۃ ولا یدری المسکین ان ھذا مع مخالفتہ للوارد[9] مفسد[10] لصلاتہ وابطال العمل حرام ثم النفل یجب بالشروع فیلزمہ القضاء وھو لا یریدہ ولا یدری بہ فیأثم مرتین[11] ولمثل ھذا ورد[12] فی الحدیث المتعبد بغیر فقہ کالحمار فی الطاحون واکبر اثما منہ شیخہ الذی علمہ ھذا ولاحول ولاقوۃ الا بالله العلی العظیم ھذا ولیکن عند التخطی علی ھیأۃ الھیبۃ والخضوع والادب والخشوع وانا احب ان یتخیل کانہ حاضر فی بغداد ومرقدہ رضی الله تعالٰی عنہ بین عینیہ وھو راقد فیہ مستقبل القبلۃ الکریمۃ والعبد یعتمد کرمہ فیرید ان یتقدم الیہ اذ یعتریہ الحیاء من قبل المعاصی فیقف حیران کانہ یستاذن

---

[1] اعلم ان لفظ سیدنا ومولٰنا من زیادات للفقیر علی ما بلغنا عن مشایخنا وقد زاد امیر المومنین عمر وابنہ عبدالله رضی الله تعالٰی عنھما علی تلبیۃ رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم واجاز العلماء زیادۃ السیادۃ فی الصلاۃ کما فی الدر المختار فکیف فی غیرھا وقصۃ الترکی فی قراءۃ دلائل الخیرات معلومۃ والولایۃ مثل السیادۃ ۱۲ [2] ثلاث وثلاثون درجۃ وثلث ۱۲ [3] اربع واربعون درجۃ وثمان وعشرون دقیقۃ ۱۲ [4] ثمان وعشرون درجۃ واحدی وعشرون دقیقۃ ۱۲ [5] تسع وسبعون درجۃ وسبع وعشرون دقیقۃ من قرنیس مرصد لندن ۱۲ [6] ثمانی عشرۃ درجۃ ومثلھا الدقائق ۱۲ [7] اقتصر علی التخمیس لعدم الحاجۃ الی تدقیق الدقائق مع ما فیہ من الدقۃ ۱۲ [8] فی صفۃ ھذہ الصلاۃ عن سیدنا الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنہ کما سمعت ۱۲ [9] لان المشی عمل کثیر [10] اثم الابطال حاضر الوقت واثم ترک القضاء یظھر عند الموت والعیاذ بالله تعالٰی ۱۲ [11] اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ بن الاسقع رضی الله تعالٰی عنہ ومثلہ قول علی کرم الله وجہہ قصم ظھری اثنان جاہل متنسک وعالم متھتک نسأل الله العفو والعافیۃ ۱۲

ولیتشفع الیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسعۃ جودہ و ببشری مقالتہ اَنَّ[1] لم یکن مریدی جید افانا جید فبینا ھوکذلک وھو رضی اللہ تعالٰی عنہ ینظر الیہ ویعلم فقرہ وحیاءہ اذ یجئ الکرم العمیم فیشفع للعبد الاثیم فکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول اذنت لھذا الفقیر المضطران یخطو الی تلک الخطوات ویذکر فیھا اسمی ولا یخشی المعاصی عندی فانی اناضمینہ وکفیل مھماتہ فی الدنیا والاخرۃ فینشط العبد ویتقدم علی اقدام الوجد قائلا علی کل خطوۃ یاغوث الثقلین ویا کریم الطرفین فانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حسنی الاب حسینی الام اغثنی وَاَمْدِدنی فی قضاء حاجتی یا قاضی الحاجات ثم لیدع اللہ سبحنہ وتعالٰی متوسلا الیہ بجاہ سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم بجاہ ابنہ ھذا السیّد الکریم غوثنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ولیراع اٰداب الدعاء المذکورۃ فی کلمات العلماء کالحصن الحصین وغیرہ ومن احسن من فصلھا وجمع شتاتھا مقدام المحققین امام المدققین العالم الربانی سیدی ووالدی[2] قدس سرہ الزکی فی کتابہ الشریف احسن الوعاء لاٰداب الدعاء وقد لخصھا تلخیصا حسنا فی باب الحج من کتابہ المستطاب جواھر البیان فی اسرار الارکان ولیبدأ بیا ارحم الراحمین ثلثا فان من قالہ ناداہ ملک موکل بہ ان ارحم الراحمین قداقبل علیک وبیاء بدیع السمٰوٰت والارض یاذا الجلال والاکرام فانہ اسم اللہ الاعظم علی قول وکذا تسبیح سیّدنا ذی النون علی نبینا الکریم وعلیہ الصلاۃ والتسلیم ولیختمہ باٰمین ثلثا فانہ خاتم الدعاء وما خص اللہ تعالٰی بہ ھذہ الامۃ المرحومۃ وبالصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین والحمد للہ رب العٰلمین لیکون البدء وختم کلامھا بالصلاۃ علی واھب الصلات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فان الدعاء طائر والصلاۃ جناحہ فبذلک یتم الجناحان ولان الصلاۃ علیہ علیہ الصلاۃ والسلام مقبولۃ لاشک فاذا استجیب الطرفان فاللہ تعالٰی اکرم من ان یدع ما بینھما ولیکن الدعاء وترا فان اللہ وتر یحب الوتر ولیصل بعد کل مرۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ لم یرشیئ اجلب للاستجابۃ من الصلاۃ والسلام علی ھذا النبی الکریم علیہ وعلی اٰلہ افضل الصلاۃ والتسلیم ولیجتھد ان تخرج دمعۃ فانھا علم الاجابۃ فان لم یبک فلیتباک فمن تشبہ بقوم فھو منھم ثم المختار عندی ان یبقی حین الدعاء ایضا کما ھو مستقبل الجھۃ العراقیۃ فانھا کما

---

[1] اخرج الامام الشطنوفی روح اللہ تعالٰی روحہ فی بھجۃ الاسرار عن الشیخ القدوۃ ابی الحسن علی القرشی قال قال سیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلی رضی اللہ تعالٰی عنہ عطیت سجلا مدالبصر فیہ اسماء اصحابی ومریدی الی یوم القیمۃ وقیل لی وہبالک وسألت مالکا خازن النار ہل عندک من اصحابی احد فقال لا وعزۃ ربی وجلالہ ان یدی علی مریدی کالسماء علی الارض ان لم یکن مریدی جیدا فانا جید وعزۃ ربی وجلالہ لابرحت قدمای من بین یدی ربی حتی ینطلق بی وبکم الی الجنۃ اھ والحمد للہ رب العٰلمین الکرم عمیم والرجاء عظیم ۱۲ منہ [2] ھو البحر الزاخر البدر الباھر النجم الزاھر حامی السنن ماحی الفتن العالم العامل الفاضل الکامل الحاج الزائر الجامع المفاخر مولٰنا المولوی محمد نقی علی خان المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی اجل خلفاء حضرۃ شیخنا ومرشدنا بحر الرحمۃ مولی النعمۃ حضرۃ السیّد الشاہ اٰل الرسول الاحمدی المارھری قدس اللہ تعالٰی سرہما وافاض علینا برہما ولد رحمہ اللہ تعالٰی مستھل رجب ۱۲۴۶ھ ونشأ فی بحر العلم والعرفان تفقہ علی ابیہ الفاضل الاجل العارف الاکمل مولٰنا المولوی محمد رضا علی خان قدس سرہ وصنف تصانیف جلیلۃ تاقت خمسۃ وعشرین من اجلھا ھذا الکتاب الجلیل الذی لم یر مثلہ فی بابہ والتفسیر الکبیرۃ لسورۃ الانشراح وسرور القلوب فی ذکر المحبوب واصول الرشاد لقمع مبانی الفساد واذاقۃ الاٰثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیر ذلک توفی سلخ ذی القعدہ ۱۲۹۷ھ رحمہ اللہ تعالٰی رحمۃ واسعۃ

اسمعناك جهة الشفعاء الكرام ولاعليه ان لاينحرف الى القبلة وقد[1] سأل ابوجعفر المنصور ثانی الخلفاء العباسية عالم المدينة مالك بن انس رضی الله تعالى عنه يا اباعبدالله استقبل القبلة وادعوام استقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ولم تصرف وجهك عنه وهو وسيلتك ووسيلة ابيك أدم عليه السلام الى الله عزوجل يوم القيمة بل استقبله واستشفع به فيشفعك الله تعالى اه فمن فعل ذلك موقنا بقلبه غير مستعجل من ربه يقول دعوت فلم يجب لی قضى الله تعالى حاجته مالم يدع باثم او قطيعة رحم فهذه صفتها واللفظ الكريم مكتوب فيها بالحمرة وما عليه خط احمر فهو الذی بلغنا عن مشايخنا قدست اسرارهم وما دون ذلك فهو من هذا العبد الاثيم غفر الله تعالى له **وليعلم** العارف ان ماذكرته لايركن الى خلاف لذرة من الكلمات العلية * ولافيه عليها زيادة اجنبية * وانما هو تصريح مطوی * او توضيح منوی * او تبيين مجمل * او تعيين افضل * معتمدا فی ذلك على احاديث كثيرة * اشرت اليها فی جمل يسيرة * يعرفها الماهر كالشمس فی فیء * ويمر الغافل كأن لم يكن شیء * فجاءت بحمد الله عروسا مليحة * مكشوفة النقاب عن عوارضها الصبيحة * مجلينها حليتها * ثم اجليتها * فالحمد لله اولا واخرا * وباطنا وظاهرا * **والمامول** من لطف مولنا الشاه محمد ابراهيم وغيره من اخواننا القادرية سلمهم المولى الكريم * ان لاينسوا هذا الفقير فی صالح دعائهم * غب هذه الصلاة وفی سائر انائهم * وليسمحوا له بسؤال المغفرة * وكمال العافية فی الدنيا والاخرة * والعبد يدعوله ولهم * والدعاء يغنی عن دروع واطم[2] * لاسيما دعوة المسلم لاخيه بظهر الغيب * طهرنا الله جميعا من كل عيب * ووقانا شرور الجهل والريب * وحشرنا طرا[3] فی الامة المحمدية * والجماعة المباركة السنية السنية * والزمرة الكريمة القادسة القادرية * انه على مايشاء قدير * فنعم المولى ونعم النصير * (**لطيفة نظيفة**) بامره رضی الله تعالى عنه ان يخطوا احدى عشرة خطوة علمنا ان لهذا العدد مزية اختصاص بالحضرة القادرية من زمنه رضی الله تعالى عنه وليس ان القادريين هم اختاروه لكون العرس الشريف فی الحادی عشر ولكن لم اكن اعلم سرا فی ذلك حتى صليت فی شاهجهان اباد[4] ذات ليلة صلاة الاسرار وانا مقبل عليها بشراشر[5] قلبی ماكانت منی التفاتة الى ذلك اذ لمعت بارقة سر جليل * فی خاطر كليل * والله اعلم متى جاءت وكيف جاءت ماشعرت بها الا وهی حليلة ببالی فتأملتها بعد الفراغ من الصلاة فاذا هی كما اود واشتهی وهی ان

---

[1] قال الفقير احمد رضا غفرالله تعالى له انبأنا سراج الحنفية عبدالرحمن بن عبدالله السراج المكی عن مفتی الحنفية جمال بن عمر المكی عن المولى عابد السندی المدنی عن الشيخ صالح الفلانی عن محمد بن سنة عن الشريف محمد بن عبدالله عن محمد بن اركماش عن الحافظ ابن حجر العسقلانی عن ابی اسحق التنوخی عن ابی المواهب ربيع بن ابی عامر يحيى بن عبدالرحمن بن ربيع انا الحسن بن علی الغافقی اجازنا القاضی عياض ثنا القاضی ابی عبدالله محمد بن عبدالرحمن الاشعری وابوالقاسم احمد بن بقی الحاكم وغير واحد فيما اجازونيه قالوا انا ابوعباس احمد بن عمر بن دلهاث نا ابوالحسن علی بن فهر ابوبكر محمد بن احمد بن الفرج نا ابوالحسن عبدالله بن المنتاب نا يعقوب بن اسحق بن ابی اسرائيل نا ابن حميد قال ناظر ابوجعفر امير المومنين مالكا فذكر الحديث وفيه وقال يا اباعبدالله استقبل الحديث ۱۲ منہ

[2] يحفظ الله تعالى ابدا ۱۲ منہ

[4] هی قاعدة ديار الهند المعروفة بدهلی وكان ذلك سنة اثنتين بعد الالف وثلثمائة حين شددت الرحال قاصدا زيارة سيدی سلطان المشائخ نظام الحق والدين قدس الله تعالى سره المكين ۱۲ منہ

[5] ای بجميع اجزائه ۱۲

[3] ای جميعا

فی احد عشر عقد او وحدة وهما[1] بالحروف یاء والف والمجموع یا ان قدمت العقد و ای ان عکست[2] ویا للنداء وای[3] للایجاب فکانت فی ذلک اشارة الی معاملته رضی الله تعالٰی عنه مع السائلین والفقراء المستغیثین فانهم فی مقام الکثرة مع کثرتهم فی انفسهم واذا ادوا لسؤال حاجاتهم من الحضرة العلیة توجهوا الی الوحدة وکان علیهم افراغ القلوب من تشتت الخاطر مع کونهم هنا علی منهج واحد سواء منهم العاکف والباد وعظیم الملك وعدیم الزاد فقد انتقلوا بوجهین من الکثرة الی الوحدة وهذا شان[4] یا وحرکة الیاء لاضطرابهم فی الطلب وتخصیص الفتح یدل مالهم من فتح وفیض ببرکة هذا النداء ثم هو رضی الله تعالٰی عنه مستغرق فی بحار الوحدة رفیع مقامه عن مجامع الکثرة فاذا نودی لکشف بلاء او رشف عطاء دعاه الکرم الی التنزل من غیب الوحدة الی مشاهد الکثرة وذلك شان[5] ای والکسر یحکی التنزل وسکون الیاء لتسکین قلقهم فکان المعنی انهم تحرکوا من مقام الکثرة مضطربین وهم یوزعون متوجهین الی حضرة الوحدة متحدین هنالك فی الرغبة والرهبة وکان رضی الله تعالٰی عنه ساکنا فی مقام الوحدة فتنزل منه الی نادی الکثرة لتسکین قلوبهم واصلاح خطوبهم والحاصل انه اذا دعی یجیب وسائله لایخیب ومن عجائب صنع الله سبحٰنه وتعالٰی ان ا اول الحروف فلاحرف فوقها وی اخر الکل فلاحرف تحتها فمن ترقی من ی فلامظهر له وراء ا ومن تنزل من ا فلامنزل له تحت ی فدل ذلك ان سیدنا رضی الله تعالٰی عنه اخذ فی الطرفین بغایة الغایات فتنقطع مطایا الکاملین دون سیره فی الله فلذا کانت قدامه علی جمیع الرقاب ولذا قال رضی الله تعالٰی عنه الانس لهم مشایخ والجن لهم مشایخ والملئکة لهم مشایخ وانا شیخ الکل بینی وبین مشایخ الخلق کما بین السماء والارض لاتقیسونی باحد ولاتقیسوا علی احدا وکذا ما استکمل المکملون[6] سیره من الله ولذا کانت هدایته اتم واوفر وطریقته انفع وایسر وکراماته اکثر واظهر حتی لم ینقل عشرها ولا معشارها عن احد من الاولیاء فیما نعلم ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم واخر دعونا ان الحمد لله رب العٰلمین۔

[1] اعلم ان مالا یوجد له حرف واحد فالمصیر فیه الی الترکیب ویجب القصر علی اقل مایمکن فلا یختار الثلاثی ما امکن الثنائی ولا الرباعی ماساغ الثلاثی کما لا یختار الثنائی ما وجد حرف واحد ثم الحاجة الی الترکیب انما تقع فیما بین عقد وعقد الی مائة وفی العقود غیر المئات المحضة ایضا من مائة الی الف ثم تدوم الی مالانهایة له وذلك لان العقود والمئات لکل منها حروف معلومة فالترکیب الثنائی مثلا وان تصور بجمع آحاد الی آحاد کمثل طب وجح وزد وهو فی احد عشر وهو اول مایحتاج الی ذلك لکن اختیار البعض منها دون بعض ترجیح بلامرجح والترکیب الطبعی ان یلتمس العقد فیوضع حرفه ثم حرف مازاد علیه من الآحاد وکذا فیقدم الالف ثم المئات ثم العشرات ثم الآحاد ویکفی هذا الی الف وتسعة وتسعین فلفظها غظصط فاذا زاد فیدور الامر فالفان بغ وثلثة آلاف جغ ومائة الف قغ والف الف غغ وهکذا الی مالانهایة له یعرف ذلك من یعلم ارقام الهیأة والنجوم ومن منافع هذا الوضع الامن من الالتباس فی غالب الصور فان غظصط المذکور مثلا ان کتب من دون نقط لتعینت الحروف بالوضع الطبعی فالاول لایمکن ان یکون ع مهملة لانه لایتقدم ظ ولا الثانی ط مهملة لانها لاتتقدم ص ولا الثالث ض معجمة لانها لاتعقب ظ ولا الرابع ظ معجمة لانها لاتعقب ص وتمام الکلام فی رسالتنا اطیب الاکسیر ۱۲ منه [2] ووقع ههنا علی قول انه کنیته مطلقا ظاهر والا فالتقدیر یا سیدی بل تقضی حاجتی ایجاب ای واشهر ۱۲ منه [3] وذلك طریق الارقام الجفریة یقدمون فیها الآحاد ثم عشرات الخ فالف ومائة واحد عشر بار فاما ایقع وبالارقام النجومیة غقیا ۱۲ [4] الاضافة لتفخیم ای عظیم فکان معنویة فالتعظیم معنی السلطان کعظیم الروم ای سلطانه ۱۲ [5] فانه ینتقل فیها من العقد الی الواحد ۱۲ [6] فان الواحد مقدم فیه علی الکثیر ۱۲ [7] ای جمیع اولهم واخرهم ۱۲ [8] وهاجة الی ابداء استثناء الانبیاء والمرسلین علیهم الصلاة والسلام فانه مرکوز فی اذهان المسلمین وکذا الصحابة والتابعون لهم باحسان لماعرف فی محله وبالجملة فسیدنا رضی الله تعالٰی عنه افضل الاولیاء الامن قام الدلیل علی استثنائه ۱۲ [9] هذا کذاك ۱۲ منه [10] هذا کذلك ۱۲

والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین ٭ محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین ٭ وابنہ ھذا الفرد المکین ٭ والغوث المبین ٭ وعلینا بھم یا ارحم الراحمین ٭ واٰفی ختامہ سنا یقین ٭ من صفر الخیر یوم جمیع المسلمین ٭ سنۃ الف وثلثمائۃ وخمس ٭ من ھجرۃ من اتی بالصلوات الخمس ٭ ورُدّت لامرہ من المغرب الشمس ٭ صلی اللہ علیہ وعلی اٰلہ اجمعین ٭ والحمد للہ رب العٰلمین ۔

وصّاف الرجیح فی بسملۃ التراویح

۱۳۱۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

مسئلہ ۔ ازاوجین ، مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی ملا محمد یعقوب علی خاں صاحب ۲۶ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں تمام بلاد ہندوستان میں کہ سب اہل سنت وجماعت بفضلہ تعالٰی حنفی المذہب ہیں ہمیشہ سے یہی رواج دیکھا سنا کہ تمام حفاظ قرآن تراویح میں بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں کسی ایک سورت پر بس ایک بار آواز سے پڑھ لیتے ہیں اب بعض لوگ پیدا ہوئے کہ اس میں بہت جھگڑا اٹھاتے ہیں زید کہ اس کا رسالہ مرسل خدمت والا ہے باتباع دو مولویوں گنگوہی و پانی پتی کے دعوی کرتا ہے کہ تراویح میں بسم اللہ بالجہر ہر سورت کے سرے پر ماسوا سورۂ برات کے ازبس لازم ہے ورنہ ایک سو ۱۱۳ تیرہ اور کبھی کہتا ہے ایک سو ۱۱۴ چودہ آیت کا نقصان لازم آئے گا بسم اللہ کا جزویت اور غیر جزویت ہونا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آج تک تواتراً منقول ہے حنفیہ کے نزدیک بھی علی سبیل القطع والتواتر ہے متفق علیہ بلکہ اجماع امت متفق ہیں عمرو نے اس جہر سے انکار کیا اُس پر زید نے اُسے کہا بتسویل نفسانی منہمک سیاٰت کے ہوا اور تخریب دین محمدی میں کمر باندھ کر اصول وقواعد دینیہ سے برطرف ہوا اس رسالہ میں ایک عبارت اور دو فتوے مولویین مذکورین سے نقل کئے صفحہ ۱۵ پر لکھا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی تبیین الضاد ترجمۂ تحفۂ نذریہ میں فرماتے ہیں جان کہ جب اہل قرات کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بسملہ ہر سورت کا جزو ہے یا نہیں پس تمام قرآن کو تراویح میں پڑھنے والے پر ان قاریوں کی قرات پڑھے جو بسم اللہ کو ہر سورت کا جزو جانتے ہیں واجب ہے کہ بسم اللہ کو ہر سورت کے سرے پر پکار کر پڑھے ورنہ ختم قرآن مجید میں سے اُس کو ایک سو ۱۱۴ چودہ آیتوں کا کم کرنا اور ترک کر دینا لازم آتا ہے اور جائز نہیں ہے۔ اُن شہروں میں جہاں کے اکثر باشندے حنفی مذہب رکھتے ہیں اس کے خلاف دستور ہے پس معلوم نہیں کہ اس ترک وغفلت کا کیا سبب ہے فقط صفحہ ۱۷ پر لکھا استفتائے مولوی رشید احمد گنگوہی" بسم اللہ کا جہر سے پڑھنا تراویح میں مضائقہ نہیں اور نماز میں اس سے کوئی قباحت نہیں ہوتی یہ بھی قرار کا مذہب ہے اگر حضرت حفص کی اقتدا کرو درست ومقبول ہے اور جو حسب مذہب حنفیہ نہ پڑھو تاہم کوئی عیب نہیں سب حق پر ہیں سب کے مذاہب صحیح ودرست ہیں لیکن حفاظ قرآن مجید کو لازم ہے کہ پڑھا کریں ورنہ بموجب فرمان مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے

عن الحفص ختم میں نقصان رہے گا فقط واللہ اعلم کتبہ رشید احمد گنگوہی " صفحہ۱ پر لکھا استفتاء قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی" زمانہ قراسبعہ کا زمانہ اجتہاد وعمل بالسنہ کا تھا زمانہ تابعین کا تھا اور مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ منقولہ میں اور مدار قرار کا فقط روایت وصحت پر ہے اور قراسب اپنی اپنی قرات کی روایت صحیح رکھتے ہیں اس میں دخل مذہب کو نہیں ہے لہذا قرات میں کسی اہل ہوا کا خلاف نہیں ہے ائمہ مذہب تا زمانہ قرا محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قرا کے تھے ائمہ قرات کو پوچھنا کہ کیا مذہب رکھتے تھے حمق ہے بعد صحت روایت کے آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے پھر حاجت کسی مذہب اور کسی اجتہاد کی نہیں ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی قول احناف کا ہے جب مدار صحت روایت پر مذاہب اربعہ میں ہوا پھر جو کوئی کسی مذہب کا کسی قاری کی قرات پڑھے گا اس کی قرات میں جو ہو اسکی اتباع کرے جو کہ امام عاصم کی قرات میں بروایت حفص بسم اللہ درمیان ہر دو سورت کے ثابت ہے روایۃً اور کہیں حنفیہ کی کتب میں ممانعت قرات عاصم وحفص کی استیعاباً واقع نہیں ہے تو تراویح میں بسم اللہ پڑھنا جائز ہوا ورالّا پورا ختم روایت حفص میں نہ ہوا فقط واللہ اعلم بالصواب العبد عبدالرحمن عفی عنہ " صفحہ۲۱ پر لکھا " صلاۃ مفروضہ میں ختم مقصود نہیں اس لیے وہاں جہر لازم نہیں وہاں اتباع ابوحنیفہ کا چاہیے اور تراویح میں مقصود ختم کامل قرآن ہے وہاں اتباع قرائے مبسملین بسم اللہ کو جہراً پڑھنا ساتھ تاکد کے جائز ہے ورنہ ختم میں نقصان لازم آتا ہے چنانچہ یہی تقریر خاکسار نے بارہا قاری عبدالرحمن صاحب کی زبانی بھی سنی ہے" اب علما سے عرض ہے کہ یہ بیانات وفتاوے صحیح ہیں یا غلط اور یہاں مذہب حنفی میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه سرا وجھارا ولیلا ونھارا حمدا اکبارا ادامۃ واکثارا والصلوات السامیۃ والتحیات النامیۃ علی من سن فی الصلاۃ اسرار التسمیۃ وعلی اٰلہ وصحبہ النفوس الحامیۃ لبیضۃ السنۃ من الغوغاء العامیۃ اٰمین اٰمین یا ارحم الراحمین بسم اللہ شریف کا تراویح میں ہر سورت پر جہر مذہب حنفی میں لازم وواجب ہونا محض بے اصل وباطل صریح اور حنفیہ کرام پر افترائے قبیح ہے تحصیل سنت ختم فی التراویح کے لیے صرف ایک بار کسی سورت پر جہر کرنے کی ہماری کتب میں صاف تصریح ہے زید بے علم اور اُس کے دونوں متبوعوں کی تحریر سراسر بے تحریر وغیر صحیح ہے مسلم الثبوت میں ہے البسملۃ من القراٰن اٰیۃ فتقرأ فی الختم مرۃ یعنی بسم اللہ شریف قرآن عظیم کی ایک آیت ہے تو ختم میں ایک بار پڑھی جائے ملک العلما بحرالعلوم اس کی شرح فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں علی ھذا ینبغی ان یقرأھا فی التراویح بالجھر مرۃ ولا یتأدی سنۃ الختم دونھا یعنی اس بنا پر چاہیے کہ بسم اللہ شریف تراویح میں جہر سے ایک بار پڑھی جائے بے اس کے سنت ختم ادا نہ ہوگی شرح مولانا ولی اللہ میں ہے من قال بکون البسملۃ جزء من القراٰن من غیر تعیین المحل او بجزئیتھا لہ فی اول کل سورۃ قال بوجوب قراءتھا فیما یختم فیہ القراٰن من الصلاۃ کالتراویح الاان الجماعۃ الاولی تقول بوجوب قراءتھا جھرا مرۃ والثانیۃ تقول بوجوب قراءتھا جھراً فی اول کل سورۃ سوی البراءۃ یعنی جو علما بسم اللہ شریف کو جزو قرآن مجید مانتے ہیں خواہ بے تعیین محل (جیسے علماء حنفیہ وغیرہم) یا یوں کہ ہر سورت کی پہلی آیت ہے (جیسے

علماء شافعیہ) ان سب کے نزدیک جس نماز میں قرآن مجید کا ختم کیا جائے جیسے تراویح اُس میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا ضرور ہے مگر ہمارے ائمہ وجمہور علما کے نزدیک صرف ایک بار بآواز اور شافعی مذہب میں سورۂ برأت کے سوا ہر سورت کی ابتدا پر۔ **قمر الاقمار** مولانا عبدالحلیم انصاری میں ہے اعلم ان التسمیۃ اٰیۃ من القراٰن کلہ انزلت للفصل بین السور ولیست جزء من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ فالقراٰن عبارۃ عن مائۃ واربعۃ عشر سورۃ واٰیۃ وھی التسمیۃ فلابد فی ختم القراٰن من قراءۃ التسمیۃ مرۃ علی صدر اٰیۃ سورۃ کانت وھذا کلہ عندنا علی المختار اھ مختصرا یعنی بسم اللہ شریف سارے قرآن مجید میں صرف ایک آیت ہے کہ سورتوں میں فصل کے لیے اتاری گئی نہ وہ فاتحہ کی جز ہے نہ ہر سورت کی تو قرآن عظیم نام ہے ایک سو چودہ ۱۱۴ سورتوں اور ایک آیت کا کہ وہ بسم اللہ شریف ہے پس ختم قرآن میں بسم اللہ شریف کا کسی سورت کے سرے پر ایک بار پڑھنا ضرور ہے یہ سب ہمارے ائمہ کا مذہب مختار ہے جواب مسئلہ تو اسی قدر سے ہوگیا مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ بعون رب قدیر جل جلالہ تحقیق حق نجیح وتلخیص قول رجیح کے لیے چند افادات عالیہ لکھے جن سے بتوفیقہ تعالٰی احکام مسئلہ کو نور انکشاف اور اوہام باطلہ کو ظہور انکساف ملے واللہ المعین وبہ نستعین **افادۂ اولٰی** بسم اللہ شریف کے باب میں ہمارے ائمہ کرام بلکہ جمہور ائمہ صحابہ وتابعین وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب حق ومحقق یہ ہے کہ وہ کسی سورت قرآن کی جز نہیں جداگانہ آیت واحدہ ہے کہ تبرک وفصل بین السور کے لیے مکرر نازل ہوئی **امام** عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری علیہ رحمۃ الباری کہ اجلۂ ائمہ حنفیہ سے ہیں کتاب التحقیق شرح حسامی میں فرماتے ہیں الصحیح من المذھب انھا من القراٰن لکنھا لیست جزءً من کل سورۃ عندنا بل ھی اٰیۃ منزلۃ للفصل بین السور کذا ذکرہ ابوبکر الرازی ومثلہ روی عن محمد رحمہ اللہ تعالٰی **امام** محقق ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں المشھور عن اصحابنا انھا لیست باٰیۃ من الفاتحۃ ولا من غیرھا بل ھی اٰیۃ من القراٰن مستقلۃ نزلت للفصل بین السور **علامہ** ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں ان مذھبنا ومذھب الجمھور لیست اٰیۃ من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ **امام** ابوالبرکات نسفی کنز الدقائق اور **علامہ** ابراہیم حلبی ملتقی الابحر اور **علامہ** محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی تنویر الابصار میں فرماتے ہیں ھی اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور ولیست من الفاتحۃ ولا من کل سورۃ **امام** عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں قال اصحابنا البسملۃ اٰیۃ من القراٰن انزلت للفصل بین السور لیست من الفاتحۃ ولا من اول کل سورۃ اسی طرح بہت کتب میں ہے

افادۂ ثانیہ مجرد تکرر نزول ہرگز موجب تعدد نہیں ورنہ قائلان تکرار نزول فاتحہ قرآن عظیم میں دو سورۂ فاتحہ مانتے کہ اُن کے نزدیک فاتحہ مکۂ معظمہ میں نازل ہوکر مدینۂ طیبہ میں دوبارہ اُتری **علامہ** حسن چلپی حاشیۂ تلویح میں فرماتے ہیں تعدد نزولھا لایقتضی تعدد قراٰنیتھا کیف وقد قیل بتکرار نزول الفاتحۃ ولم یقل احد بتعدد قراٰنیتھا **علامہ** مولٰی خسرو کے حاشیۂ تلویح میں ہے القول بتکررہ لایقتضی القول بتعددھا کیف وقد قیل الٰی اٰخر ما مرّ ولہٰذا **علامہ** بحر نے بحر الرائق میں فرمایا انھا فی القراٰن اٰیۃ واحدۃ یفتتح بھا کل سورۃ وعند الشافعی اٰیات فی السور اسی طرح قمر الاقمار سے بھی گزرا کہ وہ ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک تمام قرآن میں صرف ایک آیت ہے نہ یہ کہ ایک سو تیرہ ۱۱۳ یا چودہ آیتیں ہوں اور جب آیت واحدہ ہے تراویح میں اس کی صرف ایک بار تلاوت ادائے سنت ختم کے لیے آپ ہی کافی کما لایخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل کون جاہل کہے گا کہ ایک آیت کو جب تک سو بار

نہ پڑھو ختم پورا نہ ہو **افادۂ ثالثہ** بسم اللہ شریف کا جزوسورت ہونا ہرگز ہرگز حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہونا درکنار ثابت کرنا دشوار اس کے تواتر کا ادعا محض بہتان وافترا بلکہ احادیث صحیحہ اس کلیہ کے نقض پر صاف گواہ کحدیث قسمۃ الصلوۃ و حدیث ثلثین اٰیۃ لملك وغیرھا کما فصله العلماء الکرام فی تصانیفهم ولاحاجة الی ایرادها هنا فان شهرة الکلام فیه اغنتنا عن اعادته واطالة المقال بتذکاره **افادۂ رابعہ** یوہیں اُس پر اجماع امت کا بیان افترا وبہتان بلکہ علما فرماتے ہیں صحابہ کرام وتابعین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع تھا کہ بسم اللہ شریف جزسور نہیں قول جزئیت اُن کے بعد حادث ونو پیدا ہوا **سیدی** فقیہ مقری علی نوری سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں هذا ان قلنا ان **البسملة** لیست باٰیة ولا لبعض اٰیة من اول الفاتحة ولا من غیرها وانما کتبت فی المصاحف للیمن والتبرك او انها فی اول الفاتحة لابتداء الکتاب علی عادة اللہ جل وعز فی ابتداء کتبه وفی غیر الفاتحة للفصل بین السور قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایعرف فصل السورة حتی ینزل علیه بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وهو مذهب مالك وابی حنیفة والثوری وحکی عن احمد وغیره وانتصر له مکی فی کشفه وقال انه الذی اجمع علیه الصحابة والتابعون والقول بغیره محدث بعد اجماعهم وشنع القاضی ابوبکر بن الطیب بن الباقلانی المالکی البصری نزیل بغداد علی من خالفه وکان اعرف الناس بالمناظرة وادقهم فیها نظرا **امام** زیلعی تبیین الحقائق **پھر علامہ** سید ابو السعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں قال بعض اهل **العلم** من جعلها من کل سورة فی غیر الفاتحة فقد خرق الاجماع لانهم لم یختلفوا فی غیر الفاتحة **امام** بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فان قیل نحن نقول انها اٰیة من غیر الفاتحة فکذلك انها اٰیة من الفاتحة قلت هذا قول لم یقل به احد ولهذا قالوا زعم الشافعی انها اٰیة من کل سورة وما سبقه الی هذا القول احد لان الخلاف بین السلف انما هو فی انها من الفاتحة اولیست باٰیة منها ولم یعدها احد اٰیة من سائر السور **افادۂ خامسہ** تمام مصاحف حنفیہ میں ہر بسم اللہ شریف پر نشان آیت موجود ہے وہ بلاشبہ اُن کے نزدیک آیت تامہ ہے اب سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک تمام سور میں آیات حنفیہ کی گنتی بتائیے دیکھئے تو کہیں بھی بسم اللہ شریف گنتی میں آئی ہے مثلاً سورۂ اخلاص چار آیت ہے بسم اللہ سے الگ ہی چار آیتیں ہیں سورۂ کوثر میں تین آیتیں ہیں بسم اللہ سے جدا ہی تین آیتیں ہیں وعلی هذا القیاس بخلاف سورۂ فاتحہ کہ سات آیتیں ہیں اور ان کے نزدیک انعمت علیهم پر آیت نہیں ولہذا ہمارے مصاحف میں اُس پر نشان آیت عند الغیرہ لکھتے ہیں نہ ○ یہ صاف دلیل واضح ہے کہ ہمارے قرار کے نزدیک بسم اللہ بقرہ سے ناس تک کسی سورت کی جز نہیں بلکہ ایک انھیں قاریوں کی کیا تخصیص سب کے نزدیک سوا فاتحہ کے کہ مختلف فیہا ہے باقی تمام سورتوں کے شمار آیات سے بسم اللہ شریف خارج ہے یہ بھی اُس ارشاد علما کا پتا دیتا ہے کہ قول جزئیت حادث وخلاف اجماع ہے **امام** زیلعی تبیین **پھر علامہ** ازہری فتح المعین میں فرماتے ہیں ان کتاب المصاحف کلهم عدوا اٰیات السور فاخرجوها من کل سورة وقال بعض اهل العلم الی اٰخر ما مر عمدہ میں **امام** عینی کا ارشاد گزرا لم یعدها احد اٰیة من سائر السور **تنبیہ** شمار سے اخراج تو عدم جزئیت میں صریح ظاہر ہے اور ادخال میں علمائے کرام نے جائز فرمایا کہ صرف ظن کی طرف مستند ہو تو مفید قطعیت جزئیت نہ ہوسکے گا **امام** زیلعی نصب الرایہ اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں لعل اباهریرة

سمع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقرؤھا فظنہا من الفاتحۃ فقال انہا احدی اٰیاتہا ونحن لاننکر انہا من القراٰن ولکن النزاع وقع فی مسئلتین احدھما انہا اٰیۃ من الفاتحۃ والثانیۃ ان لہا حکم سائر اٰیات الفاتحۃ جہرا وسرا ونحن نقول انہا اٰیۃ مستقلۃ قبل السورۃ ولیست منہا جمعا بین الادلۃ وابوھریرۃ لم یخبر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال ھی احدی اٰیاتہا وقراءتہا قبل الفاتحۃ لایدل علی ذلک واذا جاز ان یکون مستند ابی ھریرۃ قراءۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لہا وقد ظہر ان ذلک لیس بدلیل علی محل النزاع فلا یعارض بہ ادلتنا الصحیحۃ الثابتۃ اھ **افادۂ سادسہ** جزئیت بسم اللہ شریف کو قطعی کہنا محض جہالت اور تصریحات ائمہ کرام وعلمائے عظام سے غفلت ہے بلکہ جزئیت سورت درکنار جزئیت قرآن بھی خبراً متواتر نہیں ولہذا انکرھا الامام الاوزاعی والامام مالک وبعض مشایخنا ونسب للمتقدمین بل وقع فی التلویح وحواشی الکشاف وغیرھما انہ المشہور من مذھب ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال القہستانی ان ھذا لم یوجد قال الشامی فی ردالمحتار ای بل ھو قول ضعیف عندنا علامہ حسن چلپی حاشیہ تلویح میں فرماتے ہیں قال الجد المحقق فی تفسیر الفاتحۃ قال ابوحنیفۃ ومالک رحمہما اللہ تعالٰی المعتبر التواتر فی قراٰنیتہا لافی نقلہ فقط وھو الحق اذ من الظاہر ان النقل اذا لم یکن علی انہ قراٰن لایفید القراٰنیۃ والتواتر فی نقل البسملۃ لیس علی انہ قراٰن والا لم یخالف فیہ بل کتب فی المصاحف للفصل والتبرک بہا الخ ہمارے ائمہ کرام اثبات فرماتے ہیں بوجہ اثبات فی المصاحف دامر بالتجرید دلیل عقلی قائم فرماتے ہیں نہ تواتر سمعی بالجملہ حق یہ کہ بسم اللہ شریف کا جز قرآن عظیم ہونا تو ہمارے نزدیک دلیل قطعی سے ثابت ہے مگر جز سورہ ہونا ہرگز نقلاً عقلاً کسی طرح قطعی نہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام اسے دلیل قطعی سے باطل اور بعض اخبار احاد کو کہ موہم جزئیت واقع ہوئے مخالفت قاطع کے سبب نامقبول ومضمحل بتاتے ہیں نہایت یہ کہ علمائے شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی کہ قائلین جزئیت ہیں خود منکر قطعیت ہیں امام نووی شافعی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے امام عبدالعزیز بن احمد بخاری تحقیق میں فرماتے ہیں النقل المتواتر لما لم یثبت انہا من السورۃ لم یثبت ذلک علامہ بہاری مسلم الثبوت اور علامہ بحرفواتح الرحموت میں فرماتے ہیں (لم یتواتر انہا جزء منہا) فلا تثبت الجزئیۃ اذ قد سبق ان تواتر الجزئیۃ شرط لاثباتہا انھیں میں ہے (عارضہ القاطع) وھو عدم تواتر الجزئیۃ الدال علی عدمہا فی الواقع فیضمحل المظنون وھذا ھو الجواب عن الاخبار الاحاد التی توھم الجزئیۃ بل یجب ان تکون ھذہ الاخبار مقطوع السھو والا لتواترت الخ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں لایثبت کونہا اٰیۃ من کل سورۃ من السور بلا دلیل قطعی کما فی سائر الاٰیات واجماع الصحابۃ علی اثباتہا فی المصحف لایلزم منہ کونہا اٰیۃ من کل سورۃ بل اللازم منہ مع الامر بالتجرید عن غیر القراٰن انہا من القراٰن وبہ نقول انہا اٰیۃ منہ نزلت للفصل بین السور علامہ بحرالفقہ زین بن نجیم مصری شرح منار پھر علامہ سید محمد آفندی شامی منحۃ الخالق حاشیہ بحرالرائق میں فرماتے ہیں ھی قراٰن لتواترھا فی محلہا ولا کفر لعدم تواتر کونہا فی الاوائل قراٰنا علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح اللہ المعین میں فرماتے ہیں ثبوت قراٰنیتہا لاعلی سبیل التواتر ولہذا علل فی النہر عدم تکفیر جاحدھا بعدم تواتر کونہا قراٰنا علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں انہا وان تواتر کتابتہا فی المصاحف لم یتواتر کونہا قراٰنا

علامہ شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں فرماتے ہیں ولم یتواتر تسمیتھا قرانا وایۃ بالنقل عنہ علیہ الصلوۃ والسلام اذلو تواتر لکفر جاحدھا وھو لا یکفر بالاتفاق اُسی میں امام قرطبی رحمہ اللہ سے ہے المسألۃ اجتھادیۃ ظنیۃ لاقطعیۃ کما ظنہ بعض الجھلۃ من المتفقھۃ اسی میں تفسیر امام سین سمی بالوجیز سے ہے المطلوب ھنا الظن لا القطع اُسی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی شافعی سے ہے انہ اقام الدلیل علی الاکتفاء بالظن فیما نحن امام ابن حجر مکی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں البسملۃ اٰیۃ من الفاتحۃ ظنا لاعلما وقطعا الخ نقلہ عنہ القاری فی المرقات علامہ سفاقسی غیث النفع فی القراءات السبع میں فرماتے ہیں ان المحققین من الشافعیۃ وعزاہ للماوردی للجمھور علی انہ اٰیۃ حکما لا قطعا قال النووی والصحیح انھا قراٰن علی سبیل الحکم ولو کانت قراٰنا علی سبیل القطع لکفر نافیھا وھو خلاف الاجماع اسی میں شرح منہاج النووی تصنیف امام جلال الدین محلی شافعی سے ہے البسملۃ منھا ای من الفاتحۃ عملا لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عدھا اٰیۃ منھا صححہ ابن خزیمۃ والحاکم ویکفی فی ثبوتھا من حیث العمل الظن **افادہ سابعہ اقول** وباللہ التوفیق قرآن عظیم کے ختم میں لااقل ایک بار بسم اللہ شریف پڑھنے پر تمام قراء کا اجماع قطعی ہے کہ ابتداء تلاوت[1] سورت غیر براءت میں اتیان بسملہ مجمع علیہ ہے پھر ہر دو سورت کے درمیان اثبات وحذف میں قراء مختلف ہیں امام نافع مدنی بروایت قالون اور امام عبداللہ بن کثیر مکی وامام عاصم بن بہدلہ کوفی وامام علی بن حمزہ کسائی کوفی پڑھتے اور امام مدنی بروایت ورش اور امام عبداللہ بن عامر شامی وامام حمزہ بن حبیب زیات کوفی وامام ابوعمرو بن العلاء بصری حذف کرتے ہیں تو اگر جلسہ واحدہ میں کوئی شخص قرآن عظیم بابتداء واحد ختم کرے تاہم ایک بار بسم اللہ شریف باجماع قراء پڑھے گا اور تکرار میں اختلاف رہے گا غیث النفع میں ہے لاخلاف بینھم فی ان القارئ اذا افتتح قراءتہ باول سورۃ غیر براءۃ انہ یبسمل سواء کان ابتداءہ عن قطع او وقف (الی ان قال) واختلفوا فی اثباتھا بین السورتین سواء کانتا مرتبتین او غیر مرتبتین فاثبتھا قالون والمکی وعاصم وعلی وحذفھا حمزۃ ووصل السورتین (الی قولہ) وانما اختلفوا فی الوصل ولم یختلفوا فی الابتداء لانھا مرسومۃ فی المصاحف فمن یترکھا فی الوصل لولم یأت بھا فی الابتداء لخالف المصاحف وخرق الاجماع الخ سراج القاری شرح شاطبیہ میں ہے اخبران رجالا نبملوا بین السورتین وھم قالون والکسائی وعاصم وابن کثیر والباقین لایبسملون بین السورتین لان ھذا من قبیل الاثبات والحذف اھ ملخصا اب نظر غائر کیجئے تو حذف صراحۃً نافی ومنافی جزئیت ہے کہ اگر جز ہوتی تو حذف کیونکر ہوسکتی اور اثبات اصلاً مفید جزئیت نہیں کہ اثبات اعوذ پر بھی اجماع قراء ہے اور وہ بھی مثل اثبات بسملہ متواتر حالانکہ باجماع مسلمین قرآن نہیں غیث النفع میں ہے لاخلاف بین العلماء ان القارئ مطلوب منہ فی اول قراءتہ ان یتعوذ الخ شرح الشاطبیہ لابن القاصح میں ہے الاستعاذۃ قبل القراءۃ باجماع وقولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القراٰن تو مجرد اثبات وروایت متواترہ قراء سے عند التحقیق جزئیت قرآنیہ بھی جزم نہ ہوسکتا نہ کہ خاص جزئیت سورت پر ولہٰذا علمائے عالم جیسا کہ اثبات و تواتر تعوذ پر اجماع کرکے اس کی عدم قرآنیت پر اجماع رکھتے ہیں

---

[1] شروع تلاوت اگر ابتدائے سورت کے علاوہ کہیں وسط سے ہو تو بسم اللہ کی حاجت نہیں بہتر ہے اور اگر ابتدائے سورت سوائے براءت سے تلاوت آغاز کرے تو بسم اللہ باجماع پڑھے پھر اثنائے تلاوت میں جو سورتیں آتی جائیں اُن پر بسم اللہ پڑھنے نہ پڑھنے میں اختلاف ہے ۱۲

یوہیں اثبات وتواتر بسملہ یک بار مطلقاً پر اجماع فرماکر اُس کی قرآنیت میں اختلاف رکھتے ہیں تو مجرد اثبات قراء وتواتر روایت سے جزئیت پر دلیل لانی محض باطل ہے ہاں قرآنیت بسم اللہ پر اس کے سوا ایک دلیل قطعی قائم ہوئی جس کا ذکر اوپر گزرا لہذا جمہور ائمہ قائل قرآنیت ہولئے اور جزئیت سورت پر کوئی دلیل قطعی نہیں لہذا جمہور ائمہ جانب جزئیت نہ گئے بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے مثل آفتاب روشن ہوگیا کہ ائمہ قرات کا اثبات متواترا اصلا مفید جزئیت نہیں اسی بنا پر حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے تواتر جزئیت کا ادعائے باطل درکنار قراء سے تواتر قول بالجزئیت بھی ثابت نہیں ہوسکتا بالجملہ یہ کہنا حق ہے کہ اثبات وحذف دونوں متواتر قطعی اور یہ کہنا باطل کہ جزئیت وعدم دونوں القطع مروی کہ اثبات وجزئیت میں شرق وغرب کا فرق ہے اس پر ایک دلیل جلیل واضح وروشن یہ بھی ہے کہ قائلان جزئیت بعض احادیث آحاد سے احتجاج واستناد کی طرف جھکے اور اس بنا پر کہ ثبوت قطعی نہیں ظنیت مسئلہ کی تصریحیں کرگئے دفع اعتراض کے لیے یہاں کفایت ظن کے قائل ہولیے جیسا کہ ابھی کلمات امام حجۃ الاسلام و امام ماوردی وامام نووی وامام محلی وامام ابن حجر وغیرہم سے مذکور ہوا اگر اثبات قرا مثبت جزئیت ہوتا تو اُسی پر نہ تعویل کرتے قطعیت چھوڑ کر ظنیت کی طرف کیوں اترتے ھذا اکلہ جلی واضح عند کل من لہ فہم وعقل فضلا عن اھل العلم والفضل اور یہیں سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اس مسئلہ میں مذہب کو دخل نہ ماننا محض جہالت وسخت سفاہت ہے بلکہ حقیقۃً روایت قرا نے جزئیت میں کچھ دخل نہ دیا واژگوں فہموں نے اُلٹا سمجھ لیا آخر امام قرطبی وغیرہ کا ارشاد سُن چکے کہ مسئلہ اجتہادیہ ہے علامہ بہاری وعلامہ بحر فرماتے ہیں (ترکھا نصف القراء) وھم ابن عامر ونافع بروایۃ الورش وحمزۃ وابو عمرو قال مطلع الاسرار الالٰھیہ قدس سرہ فی غیر الفاتحۃ (وتواترانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ وسلم (ترکھا) عند قراءۃ السور لان قراۃ القراء متواترۃ (ولا معنی عند قصد قراءۃ سورۃ ان یترك اولھا) فیجب ان لا تکون جزء ویشھد علیہ ماروی فی الخبر الصحیح عدم الجھر بھا فی الصلاۃ فان قلت قد قرءھا الباقون من القراء فتواتر قراءتہ علیہ وعلی اٰلہ واصحابہ الصلاۃ والسلام فیجب ان تکون جزء قال (وتواتر قراءتھا عنہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بقراءۃ) القراء (الاٰخرین لا یستلزم کونھا) جزء (منھا) لجواز انیکون للتبرك کالاستعاذۃ اسی طرح اور کتب میں ہے مگر جہال زمانہ کو خبر نہیں

افادۂ ثامنہ اقول روایت اثبات کا اثبات جزئیت عند المبسملین سے بھی بے علاقہ ہونا تو ظاہر ہوچکا اور ہم یہ بھی ثابت کر آئے کہ شمار آیات سور دلیل واضح ہے کہ قراء مبسملین بھی جزئیت سور نہیں مانتے تاہم اب اگر بالفرض کسی طریقہ سے ثابت بلکہ متواتر بھی ہو کہ امام عاصم کا مذہب جزئیت تھا تو وہ جدا بات ہے اُس میں ہمیں کلام نہیں مذہب میں ہم اُن کے مقلد نہیں نہ اُن کی قرات کا اعتبار برخلاف مذہب اُن کے مذہب پر عمل لابد کرسکے امر واضح پر دلیل روشن درکار ہو تو سنئے شک نہیں کہ ہمارے ائمہ نے قرات عاصم وروایۃ حفص اختیار فرمائی اور شک نہیں کہ بالاجماع نماز سریہ وجہریہ سب میں ہمارے یہاں اخفاء بسملہ کا حکم اور شک نہیں کہ مذہب امام پر نماز جہریہ میں ایک آیت کے سہواً اخفا پر بالاتفاق سجدہ اور عمداً پر اعادہ لازم تو قطعاً ثابت کہ حفص وعاصم اگرچہ جزئیت فاتحہ کی طرح جزئیت ہر سورت بھی مانتے ہوں مگر اُن کی قرات اختیار کرنے نے ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور نہ کیا ورنہ ضرور جہریہ میں جہر تسمیہ علی الفاتحہ کا حکم ہوتا اور اُس کا ترک سجدۂ سہو یا اعادہ چاہتا پھر بعد فاتحہ سر سورت پر اتیان بسملہ میں عامۂ متون مذہب مثل ہدایہ و وقایہ ونقایہ واصلاح وغرر وملتقی الابحر وتنویر وغیرہا انکار محض پر ہیں الا اسی پر بدائع وشرح وقایہ وایضاح ودرر وجوہرہ نیرہ ومجمع الانہر وغیرہ

شروح نے مثنیٰ فرمائی محققین کے نزدیک اگرچہ اُس کا حاصل کراہت نہیں صرف نفی سنیت ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ تاہم اگر اختیار قراءت عاصم اختیار جزئیت لازم کرتا تو نفی سنیت اور التزام ترک بسملہ میں نفی کراہت پر اجماع حنفیہ ناممکن تھا ابھی مسلم و واضح سے سُن چکے کہ سورت پڑھتے وقت اُس کے اول سے ایک آیت چھوڑ دینا بے معنی ہے سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں فیہ ھجر شیئ من القراٰن وذٰلک لیس من اعمال المسلمین اھ نقلہ الشامی عن النھر عن الامام فی باب سجود التلاوۃ پس آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ ہمیں عمل قول جزئیت پر مجبور کرنا ہمارے ائمہ کرام کے اجماع تام کے خلاف اور محض اپنے ذہن کی تراشیدہ بات ہے قصد و عدم قصد ختم سے تفرقہ محض جہالت۔ اختیار قراء عاصم موجب عمل برجزئیت نہیں تو ختم میں کیا نقصان اور اگر ہے تو فرض میں وجوب جہر کیوں نہیں کیا فرائض میں ہم قرآن بقراءت عاصم نہیں پڑھتے بھلا ختم میں اتنا ہی ہے کہ سنت ناقص رہی یہاں تو واجب ترک ہوتا ہے **افادہ تاسعہ** **اوّل** بطور مناظرہ علی التنزل اگر مان لیجے کہ اختلاف قراء روایت جزئیت و عدم جزئیت ہے تاہم جس نے ختم میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھی اُس نے یقیناً کلام اللہ ختم کیا نقص اگر ہوا تو روایت میں نہ کہ قرآن میں تو پورے قرآن کا ثواب نہ ملنا کیا معنی کیا سنت یہ ہے کہ مثلاً امام عاصم کی روایت تراویح میں پوری کی جائے یا یہ کہ قرآن عظیم کا ختم کامل ہو اگر اول مانو تو محض باطل اور شرع مطہر پر کھلا افترا کس دلیل شرعی کا حکم ہے کہ خاص فلاں روایت کا اتمام مسنون اور ثانی مانو اور وہی حق ہے تو قرآن عظیم تو بالقطع والیقین یوں بھی ختم ہوگیا پھر کامل ثواب نہ ملنا یعنی چہ کیا بعض روایات پر قرآن کامل ہے بعض پر معاذ اللہ ناقص حاش للہ ہر طرح تام و کامل ہے ورنہ لازم آئے کہ بعض بلکہ ہر عرضہ میں حضور پرنور سید العلمین و حضرت جبریل روح الامین صلی اللہ تعالٰی علیہما وسلم میں ناقص قرآن کا دور ہوا ہر قاری کے پاس ناقص قرآن رہا کہ ہر قراءت میں بہ نسبت دوسری کے کچھ نہ کچھ اثبات و حذف ہے اپنے نزدیک تامی عنداللہ تامی کو مستلزم نہیں اور جب عنداللہ تامی تو نقص ثواب کا زعم رب العزت کی جناب میں سوئے ظن ہے اِنَّ اللہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ اگر کہیے گو یہ قرآن فی نفسہ تام و کامل ہے مگر مثلاً امام عاصم کے نزدیک پورا نہ ہوا **اقول** دو حال سے خالی نہیں یا تو قراء کے نزدیک روایات اُخر بھی متواترہ نہیں اور ان میں ایک کا اختیار اس بنا پر کہ اپنے اساتذہ پر یوہیں بڑھا اُن کے نزدیک اپنی ہی روایت متواتر ہوئی تواتر باقی پر اطلاع نہ ملی علی الاول بلاشبہہ امام عاصم پر یہ اعتقاد فرض کہ کلام الٰہی پورا ختم ہوگیا اگرچہ اُن کی روایت پوری نہ ہوئی اور ثواب کامل اسی پر منوط تھا نہ خاص ان کی روایت پر وعلی الثانی جب ہم پر مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح اُن روایات کا تواتر روشن ہوگیا تو امام عاصم کا نہ جاننا مطلع نہ ہونا کچھ حجت نہیں غرض نہ عاصم کی روایت پر ثواب محصور نہ عاصم کے خیال کی تقلید ضرور جبکہ بالقطع والیقین حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس کا خلاف بتواتر ماثور کیا مزے کی بات ہے کہ امام مذہب بلکہ انصافاً امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب تو محض اپنے اس زعم باطل پر چھوڑا جائے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی قول احناف ہے اور امام عاصم کا ایک خیال کہ عدم اطلاع پر مبنی ہو اُس پر جمود ایسا ضرور کہ اُس کے مقابل حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر قطعی بھی نامنظور **افادہ عاشرہ** اگر بعد طلوع فجر ساطع و ظہور حق لامع اپنی خطا پر مطلع ہو کر دعوی نقصان ثواب سے عدول کرکے اس راہ چلیے کہ بلاشبہہ قرآن بھی کامل ختم کامل کا ثواب بھی حاصل مگر جبکہ ہم قراءت امام عاصم اختیار کیے ہوئے ہیں تو ہم پر شرعاً یہی واجب کہ انھیں کی روایت پر قرآن ختم کریں **اقول** یہ بھی محض باطل اتباع قراءت

واحدہ صرف ہنگام روایت واجب ہے کہ روایت احد القراء کا نام کرکے بعض حروف روایت دیگر پڑھے تو کذب فی النسبۃ وتخلیط وتغلیط لازم آئے کہ اس تقدیر پر اس کا مفاد یوں ہوگا کہ یہ لفظ اس طرح اس امام کی روایت ہے حالانکہ وہ اُس کی روایت نہیں تلاوت میں تعیین قراءت واجب نہیں کہ آخر سب قرآن اور سب حق منزل من عند الرحمٰن ہے تو تخصیص بعض وانکار بعض کے کیا معنی اختلاف قراءت مثل اختلاف مذاہب نہیں کہ تعیین واجب یا تلفیق باطل ہو یہاں اگر بعض سور بلکہ ایک سورت کی بعض آیات بلکہ ایک آیت کے بعض کلمات ایک قراءت کے مطابق پڑھے اور بعض دیگر بعض دیگر کے تو عند التحقیق اصلاً ممانعت نہیں جب تک وہ تلفیق موجب اختلال نظم یا فساد معنی نہ ہو اور اگر ایک کلام ختم ہو کر دوسری بات شروع ہو جب تو احق واولٰی بالجواز ہے خصوصاً جبکہ مجلس متبدل ہو امام خاتم الحفاظ جلال الحق والدین سیوطی اتقان شریف میں امام سید القراء شیخ المقرئین شمس الملۃ والدین ابو الخیر ابن الجزری سے نقل فرماتے ہیں الصواب ان یقال ان کانت احدی القراءتین مرتبۃ علی الاخری منع ذلک منع تحریم کمن یقرؤ فتلقی اٰدم من ربہ کلمٰت برفعھما او نصبھما اخذ ارفع اٰدم من قراءۃ غیر ابن کثیر ورفع کلمات من قراءتہ ونحو ذلک مما لایجوز فی العربیۃ واللغۃ ومالم یکن کذلک فرق فیہ بین مقام الروایۃ وغیرھا فان کان علی سبیل الروایۃ حرم ایضا لانہ کذب فی الروایۃ وتخلیط وان کان علی سبیل التلاوۃ جاز ہاں ائمہ کرام نے حفظ دین عوام کو یہ وصیت فرمائی کہ جاہلوں کے سامنے قراءت غریبہ و وجوہ عجیبہ نہ پڑھیں کہ مبادا وہ انکار یا طعن یا استہزا کی آفت میں پڑیں درمختار میں ہے یجوز بالروایات السبع لکن الاولٰی ان لایقرء بالغریبۃ عند العوام صیانۃ لدینھم ردالمحتار میں ہے قولہ یجوز بالروایات السبع بل یجوز بالعشر ایضا کما نص علیہ اھل الاصول ط قولہ بالغریبۃ ای بالروایات الغریبۃ والامالات لان بعض السفھاء یقولون مالایعلمون فیقعون فی الاثم والشقاء ولاینبغی للائمۃ ان یحملوا العوام علی مافیہ نقصان دینھم ولایقرؤ عندھم مثل قراءۃ ابی جعفر وابن عامر وعلی بن حمزۃ والکسائی صیانۃ لدینھم فلعلھم یستخفون او یضحکون وان کان کل القراءات والروایات صحیحۃ قطعیۃ ومشایخنا اختاروا قراءۃ ابی عمرو حفص عن عاصم اھ عن التتارخانیہ عن فتاوی الحجۃ اسی طرح عالمگیریہ وغیرہا میں ہے **افادۂ حادیہ عشر**

اقول جس مصلحت کے لیے یہاں علماء نے پیش عوام روایت غریبہ کی تلاوت سے منع کیا مسئلہ بسملہ میں انصافاً دیکھئے تو ہمارے بلاد میں خاص صورت اخفاء میں ہے کہ یہاں کے تمام حفاظ و قراء و سامعین عامۂ مسلمین کے کان ہر سورت پر جہر بسم اللہ سے اصلاً آشنا نہیں وہ اسے سن کر مخالفت کریں گے طعن واعتراض سے پیش آئیں گے تمہارے زعم میں یہ اعتراض اُس امر پر ہوگا جو قرناً فقرناً حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہے اور دوسرا امر جس کے وہ عادی ہیں یعنی اخفاء تم خود بھی مقر ہو کہ وہ بھی حق وصحیح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایسا ہی متواتر ہے تو اُسی کو کیوں نہ لیجیے اور عکس کرکے مسلمانوں میں فتنہ عوام میں شورش کیوں پیدا کیجیے اب اپنے زعم باطل پر تم خود اس کے باعث ہوتے ہو کہ امر متواتر عن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر مسلمانوں سے انکار واعتراض کراؤ کیا اسی کا شریعت مطہرہ نے حکم دیا ہے کیا اسی پر قاری یا ملا ہونا رہ گیا ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک بات نئی بیگانہ تازی جدا اکثر مسلمین کے گوش ناآشنا نہ ہو شہرت تام کا ذریعہ نہیں ہوتی مگر پناہ بخدا کہ تاریان قرآن قراءت قرآن سے شہرت نام کی نیت کریں

علمائے کرام ایسے محل پر ترک افضل کی رائے دیتے ہیں نہ کہ ترک مساوی **امام** علامہ جمال الدین زیلعی نصب الرایہ میں نقل فرماتے ہیں یسوغ للانسان ان یترك الافضل لاجل تالیف القلوب واجتماع الکلمۃ خوفا من التنفیر کما ترك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بناء البیت علی قواعد ابراھیم لکون قریش کانوا حدیثی عھد بالجاھلیۃ وخشی تنفیرھم بذلك ورأی تقدیم مصلحۃ الاجتماع علی ذلك ولما انکر الربیع علی ابن مسعود اکمالہ الصلاۃ خلف عثمٰن قال الخلاف شر وقد نص احمد وغیرہ علی ذلك فی البسملۃ وفی وصل الوتر وغیر ذلك مما فیہ العدول عن الافضل الی الجائز المفضول مراعاۃ لائتلاف المامومین اولتعریفھم السنۃ وامثال ذلك وھذا اصل کبیر فی سد الذرائع یہ سب اس تقدیر پر تھا کہ بفرض باطل قطعیت جزئیت مان لی جائے ورنہ حق وتحقیق کا ایضاح پہلے ہوچکا اُس تقدیر پر قاری وملا اپنی اس تنفیر واثارت فتنہ کی حد تائیں یہاں تو بداہۃً عوام اُس غیر قصدی الزام سے بھی محفوظ اور یہ تنفیر وایقاع اختلاف ویسے مستند معتمد سے نا محفوظ کما لایخفی واللہ الھادی

افادۂ ثانیہ عشر یہاں تک دعوٰی قطعیت جزئیت ولزوم نقصان ختم کا رد تھا کہ بحمد اللہ باحسن وجوہ ظاہر ہوا اب بعونہٖ تعالٰی جہر واخفا کی طرف چلیے تراویح میں جہر بسملہ کا حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر کہنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے تواتر درکنار زنہار کسی حدیث آحاد سے بھی اس کا ثبوت نہیں جہر فی التراویح تو جدا مطلقاً کسی نماز میں حضور والاصلوات اللہ وسلامہ علیہ کا بسم اللہ شریف جہر سے پڑھنا ہرگز ہرگز متواتر نہیں تواتر کیسا نفس ثبوت میں تحت کلام ونزاع ہے **امام حافظ** عقیلی کتاب الضعفا میں لکھتے ہیں لایصح فی الجھر بالبسملۃ حدیث مسند بسم اللہ میں کوئی حدیث مسند صحیح نہیں ذکرہ فی عمدۃ القاری **امام** دارقطنی فرماتے ہیں لم یصح فی الجھر حدیث جہر تسمیہ میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی ذکرہ فی عنایۃ القاضی یہی امام دارقطنی جب مصر تشریف لے گئے کسی مصری کی درخواست سے دربارۂ جہر ایک جز تصنیف فرمایا بعض مالکیہ نے قسم دے کر پوچھا کہ اس میں کون سی حدیث صحیح ہے آخر براہِ انصاف اعتراف فرمایا کہ کل ماروی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجھر فلیس بصحیح نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر میں جو کچھ روایت کیا گیا ہے اُس میں کچھ صحیح نہیں ذکرہ الامام الزیلعی عن التنقیح عن مشایخہ عن الدارقطنی والمحقق فی الفتح **امام** ابن الجوزی نے کہا لم یصح عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الجھر شیئ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جہر بسم اللہ میں کوئی روایت صحیح نہیں ذکرہ القاری فی المرقاۃ یہاں تک کہ تنقیح میں احادیث جہر لکھ کر فرماگئے ھذہ الاحادیث لایحسن بمن لہ علم بالنقل ان یعارض بھا الاحادیث الصحیحۃ ولولا ان یعرض للمتفقہ شبھۃ عند سماعھا فیظنھا صحیحۃ لکان الاضراب عن ذکرھا اولی ویکفی فی ضعفھا اعراض المصنفین للمسانید والسنن عن جمھورھا خلاصہ یہ کہ وہ احادیث نہ احادیث صحیحہ کے مقابل نہ ذکر کے قابل ولہذا مصنفان مسانید وسنن نے اُن کے ذکر سے اعراض کیا نقلہ فی نصب الرایۃ خود پیشوائے وہابیہ ابن القیم نے اپنی کتاب مسمّی بالھدی میں لکھا صحیح تلك الاحادیث غیر صریح وصریحھا غیر صحیح ان حدیثوں میں جو صحیح ہے وہ جہر میں صریح نہیں اور جو جہر میں صریح ہے وہ صحیح نہیں نقلہ امام الوھابیۃ الشوکانی فی نیل الاوطار **امام** زیلعی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں الحاصل ان احادیث الجھر لم تثبت خلاصہ یہ کہ جہر کی حدیثیں ثابت نہ ہوئیں اثرہ السید الازھری فی الفتح **امام** زیلعی نصب الرایہ میں فرماتے ہیں

ھذہ الاحادیث کلھا لیس فیھا صریح صحیح ولیست مخرجۃ فی شیئ من الصحیح ولا المسانید ولا السنن المشھورۃ وفی رواتھا الکذابون والضعفاء والمجاھیل الخ ان حدیثوں میں کوئی حدیث صریح وصحیح نہیں نہ صحاح ومسانید وسنن مشہورہ میں مروی ہوئیں انکی روایتوں میں کذاب، ضعیف، مجہول لوگ ہیں امام عینی عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں احادیث الجھر لیس فیھا صریح بخلاف حدیث الاخفاء فانہ صحیح صریح ثابت فی الصحیح والمسانید المعروفۃ والسنن المشھورۃ جہر کی حدیثوں میں کوئی حدیث صحیح وصریح نہیں بخلاف حدیث اخفا کہ وہ صحیح وصریح اور صحاح ومسانید وسنن مشہورہ میں ثابت ہے امام اعظم ابوحنیفہ[1] وامام مالک[2] وامام شافعی[3] وامام احمد[4] چاروں ائمہ مذہب اور بخاری[5] ومسلم[6] وابوداود[7] وترمذی[8] ونسائی[9] وابن ماجہ[10] چھوں ائمہ حدیث اور دارمی[11] وطحاوی[12] وابن خزیمہ[13] وابن حبان[14] ودارقطنی[15] وطبرانی[16] وابویعلی[17] وابن عدی[18] وبیہقی[19] وابونعیم[20] وابن عبدالبر[21] وغیرہم اکابر حفاظ واجلۂ محدثین اپنی صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم میں باسانید کثیرہ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلف ابی بکر وعمر وعثمٰن فلم اسمع احدا منھم یقرؤ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا لفظ مسلم وفی لفظ للامام احمد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم باسناد علی شرط الصحیح کما افادہ فی الفتح کانوا لایجھرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وفی لفظ لابن خزیمۃ والطبرانی وابی نعیم کانوا یسرون ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولابن ماجۃ فکلھم یخفون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں نے حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمٰن غنی کے پیچھے نماز پڑھی ان میں کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہ سنا وہ بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرماتے تھے وہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے یہ وہ حدیث جلیل ہے جس کی تخریج پر چاروں ائمہ مذہب اور چھوں اصحاب صحاح متفق ہیں بلکہ طبرانی نے انھیں سے روایت کی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یسر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم وابابکر وعمر وعثمٰن وعلیا بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمٰن وعلی رضی اللہ تعالٰی عنہم بسم اللہ شریف آہستہ پڑھتے تھے امام الائمہ امام ابوحنیفہ وامام محمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وغیرہم ابن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی قال سمعنی ابی وانا اقول بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فقال ای بنی ایاک والحدث قال ولم ار احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ابغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وصلیت مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومع ابی بکر ومع عمر ومع عثمٰن فلم اسمع احدا منھم یقولھا فلا تقلھا، انت اذا صلیت فقل الحمد للہ رب العٰلمین یعنی مجھے میرے باپ نے نماز میں بسم اللہ شریف پڑھتے سنا فرمایا اے میرے بیٹے بدعت سے بچ ابن عبداللہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صحابہ میں اُن سے زیادہ کسی کو اسلام میں نئی بات نکالنے کا دشمن نہ دیکھا انھوں نے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم کے ساتھ نماز پڑھی کسی کو بسم اللہ شریف پڑھتے نہیں سنا تم بھی نہ کہو جب نماز پڑھو الحمد للہ رب العالمین سے شروع کرو انھیں عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی امام کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے سنا پکار کر فرمایا یا عبد اللہ انی صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنھم فلم اسمع احدا منھم یجھر بھا اے خدا کے بندے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابوبکر وعمر وعثمٰن رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھیں اُن میں کسی کو بسم اللہ جہر سے پڑھتے نہ سنا رواہ الامام الاعظم ذکرہ فی الفتح امام اعظم وامام محمد وامام احمد

وامام طحاوی وامام ابوعمر ابن عبدالبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم قراءۃ الاعراب بسم اللہ شریف آواز سے پڑھنی گنواروں کی قراءت ہے نیز اُسی جناب سے مروی ہوا لم یجھر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالبسملۃ حتی مات نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بسم اللہ شریف کا جہر نہ فرمایا یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے ذکرہ المحقق فی الفتح اثرم بسند صحیح عکرمہ تابعی شاگرد خاص حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی انا اعرابی ان جھرت ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں گنوار ہوں اگر بسم اللہ شریف جہر سے پڑھوں سعید بن منصور اپنی سنن میں راوی حدثنا حماد بن زید عن کثیر بن شنظیر ان الحسن سئل عن الجھر بالبسملۃ فقال انما یفعل ذلک الاعراب یعنی امام حسن بصری سے جہر بسم اللہ کا حکم پوچھا گیا فرمایا یہ گنواروں کا کام ہے ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں امام ابراہیم نخعی تابعی سے راوی الجھر ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم بدعۃ بسم اللہ شریف جہر سے کہنا بدعت ہے اثرم انھیں سے راوی ما ادرکت احدا یجھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والجھر بھا بدعۃ میں نے صحابہ وتابعین میں کسی کو بسم اللہ شریف کا جہر کرتے نہ پایا اُس کا جہر بدعت ہے سبحٰن اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تواتر درکنار ان حضرات عالیہ کے نزدیک کچھ بھی ثبوت ہوتا تو کیا یہ اجلّہ صحابہ وتابعین معاذ اللہ اُسے بدعت بتاتے یا گنواروں کا فعل کہہ سکتے ولکن الجھلۃ یقولون مالا یعلمون نہایت کہ امام الفقہا امام المحدثین اوحد الاولیا اوحد المجتہدین سیدنا امام سفین ثوری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اختیار جہر بسم اللہ کا قول سخت مہجور ومجور مانا اور اُس کے اخفا کو افضل واولٰی سمجھنا تتمۂ عقائد اہل سنت جانا محدث لالکائی کتاب السنۃ میں بسند صحیح راوی حدثنا المخلص نا ابوالفضل شعیب بن محمد نا علی بن حرب بن بسام سمعت شعیب بن جریر یقول قلت لسفین الثوری حدث بحدیث السنۃ ینفعنی اللہ بہ فاذا وقفت بین یدیہ قلت یارب حدثنی بھذا سفین فانجوا انا وتوخذ قال اکتب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم القراٰن کلام اللہ غیر مخلوق (وجعل یسرد الی ان قال) یا شعیب لا ینفعک ماکتبت حتی تری المسح علی الخفین وحتی تری ان اخفاء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم افضل من الجھر بہ وحتی تؤمن بالقدر (الی ان قال) اذا وقفت بین یدی اللہ فسئلت عن ھذا فقل یارب حدثنی بھذا سفین الثوری ثم خل بینی وبین اللہ عزوجل یعنی شعیب بن جریر نے امام سفین ثوری سے کہا مجھے عقائد اہل سنت بتا دیجئے کہ اللہ عزوجل مجھے نفع بخشے اور جب میں اُس کے حضور کھڑا ہوں تو عرض کردوں کہ الٰہی یہ مجھے سفین نے بتائے تھے تو میں نجات پاؤں اور جو پوچھ گچھ ہو آپ سے ہو فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں اور اسی طرح اور عقائد ومسائل لکھوا کر فرمایا اے شعیب یہ جو تم نے لکھا تمھیں کام نہ دے گا جب تک مسح موزہ کا جائز نہ مانو اور جب تک یہ اعتقاد نہ رکھو کہ بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا باواز پڑھنے سے افضل ہے اور جب تک تقدیر الٰہی پر ایمان نہ لاؤ جب تم اللہ عزوجل کے حضور کھڑے ہو اور تم سے سوال ہو تو میرا نام لے دینا کہ یہ عقائد ومسائل مجھے سفین ثوری نے بتائے پھر مجھے اللہ تعالٰی کے حضور چھوڑ کر الگ ہو جانا امام ذہبی طبقات الحفاظ میں فرماتے ہیں ھذا ثابت عن سفین وشیخ المخلص ثقۃ یہ روایت سفین سے ثابت ہے اور راوی ثقہ واللہ تعالٰی اعلم **افادۂ ثالثہ عشر اوّل** ہم آفتاب روشن کی طرح ثابت کر آئے کہ اگر بفرض باطل مذہب عاصم جزئیت ہر سورت صحیح تاہم اختیار قراءت عاصم ہمیں اختیار جزئیت پر مجبور نہیں کرسکتا ہے اگر بالفرض عاصم سے ثابت ہو حالانکہ ہرگز

ثابت نہیں کہ اُن کا طریقہ نماز میں ہر جگہ جہر بسم اللہ تھا تاہم اُن کی قراءت اختیار کرنی ہرگز اسے مستلزم نہیں کہ نماز میں دربارۂ جہر و اخفا اُن کی پیروی ضرور ہو کہ یہ مسئلہ فقہیہ ہے اور ہم فقہ میں اُن کے مقلد نہیں آخر نہ دیکھا کہ ہمارے ائمہ کرام نے اُن کی قراءت اختیار فرمائی اور نماز میں بسم اللہ شریف کے اخفا کا حکم دیا لاجرم ہمارے علما نے صاف صریح تصریح فرمائی کہ جہر و اخفائے بسم اللہ شریف میں امام قراءت کا اتباع بیرون نماز ہے نماز میں اخفا ہی کرے اور بیرون نماز بھی اتباع قاری خاص صرف بروجہ اولویت ہے نہ بطور وجوب ولزوم وضرورت لما قدمنا ان القراءات کلھا حقۃ بالیقین لا احتمال فیھا للخطأ ولا ینافی بعضھا بعضا فلا حجر فی شیئ منھا لا جمعا ولا افرادا مالم یؤد التلفیق الی التغییر بخلاف المجتھدات الخلافیۃ فان المجتھد یخطئ ویصیب فلا نعد وعما اعتقدنا انہ صواب یحتمل الخطأ الی ما ظننا انہ خطأ یحتمل الصواب ولئن لفقت لربما اتفق الاقوال علی فساد العمل۔ **مجتبٰی** شرح قدوری پھر **کفایہ** شرح ہدایہ پھر **ردالمحتار** حاشیہ درمختار میں ہے لایجھربھا فی الصلوۃ عندنا خلافا للشافعی وفی خارج الصلاۃ اختلاف الروایات والمشایخ فی التعوذ والتسمیۃ قیل یخفی التعوذ دون التسمیۃ والصحیح انہ یتخیر فیھما ولکن یتبع امامہ من القراء وھم یجھرون بھما الاحمزۃ فانہ یخفیھما اھ بحمد اللہ تعالٰی یہ خیالات جدیدۂ وہابیہ کے رد میں ہمارے علما کا نص صریح ہے **افادۂ رابعہ عشر اقول** وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ روایات قرار طبقۃً فطبقۃً قرنًا فقرنًا بذریعہ تدریس وتعلیم وتلقی تلامذہ عن الشیوخ ہیں تو یہ جہر و اخفا اوقات تعلیم و اقرا کی خبر دیتے ہیں نہ خاص حال نماز کی حضور پرنور سید العٰلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تو طریقہ تعلیم قرآن عظیم معین رہا کہ تلامذہ پڑھتے استاذ سنتے بتاتے نہ یہ کہ نمازوں میں سُن سُن کر سیکھتے جس میں سوال وجواب وتفہیم وتفہم کا کوئی موقع نہیں بیرون نماز بھی قراءت شیوخ کا دستور نہ تھا بلکہ اسے ناکافی سمجھتے اگرچہ یہاں ممکن تھا کہ جو طرز ادا تلمیذ کی سمجھ میں نہ آتا دریافت کرلیتا استاذ اعادہ کردیتا **اتقان شریف** میں ہے اوجہ التحمل عند اھل الحدیث السماع من لفظ الشیخ والقراءۃ علیہ السماع علیہ بقراءۃ غیرہ والمناولۃ والاجازۃ والمکاتبۃ والوصیۃ والاعلام والوجادۃ فاما غیر الاولین فلا یأتی ھنا لما یعلم مما سنذکرہ واما القراءۃ علی الشیخ فھی المستعملۃ سلفا وخلفا واما السماع من لفظ الشیخ فیحتمل ان یقال بہ ھنا لان الصحابۃ رضی اللہ عنھم انما اخذوا القراٰن من فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لکن لم یأخذ بہ احد من القراء والمنع فیہ ظاہر لان المقصود ھنا کیفیۃ الاداء ولیس کل من سمع من لفظ الشیخ یقدر علی الاداء کھیأتہ بخلاف الحدیث فان المقصود فیہ المعنی او اللفظ لا بالھیأت المعتبرۃ فی اداء القراٰن واما الصحابۃ فکانت فصاحتھم وطباعھم السلیمۃ تقتضی قدرتھم علی الاداء کما سمعوہ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ نزل بلغتھم ومما یدل للقراءۃ علی الشیخ عرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم القراٰن علی جبریل فی رمضان کل عام اھ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اگرچہ بسبب کمال افادۂ حضور مفضل کامل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونہایت استعداد نفوس قوابل رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی بطور تعلیم وتلقین ظاہر وباطن ونظم ومعنی وحکم وحکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قراءت اقدس سے لفظ یاد کرلیے صحابۂ کرام دس دس آیتیں مع اُن کے علم وعمل کے سیکھتے جب اُن پر قادر ہوجاتے بقیہ اور تعلم فرماتے اسی طرح امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقرہ

حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی کہ جس قدر تدبر زائد دیر زائد ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی قال کنا اذا تعلمنا من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر اٰیات من القراٰن لم نتعلم العشر التی بعدھا حتی نعلم ما فیہ فقیل لشریک من العمل قال نعم ابوبکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبدالرحمن اسلمی سے راوی قال حدثنا من کان یقرئنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انھم کان یقترؤن من رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشر اٰیات ولا یأخذون فی العشر الاخری حتی یعلموا ما فی ھذہ من العلم والعمل فعلمنا العلم والعمل ابن سعد طبقات[1] میں بطریق عبداللہ بن جعفر عن ابی الملیح عن میمون اور امام مالک موطا میں بلاغًا[2] راوی ان ابن عمر تعلم البقرۃ فی ثمان سنین خطیب بغدادی کتاب رواۃ مالک میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی قال تعلم عمر البقرۃ فی اثنتی عشرۃ سنۃ فلما ختمھا نحر جزورا تو ظاہر ہوا کہ یہ روایات جہر و اخفا قراءت خارج از نماز کی نقل ہیں اب بحمداللہ تعالیٰ اُس ارشاد علما کا راز واضح ہوا کہ بیرون نماز اتباع امام قراءت مناسب ہے اس کی نظیر منیر مسئلہ تعوذ ہے عامۂ قرا کا اُس کے جہر پر اتفاق ہے امام اجل ابو عمرو دانی نے اس پر اجماع[3] اہل ادا نقل فرمایا امام عارف باللہ شاطبی نے باوصف حکایت خلاف تصریح فرمائی کہ ہمارے حفاظ و رواۃ اُس کا اخفا نہیں مانتے تیسیر باب ذکر الاستعاذہ میں ہے لا اعلم خلافا بین اھل الاداء فی الجھر بھا عند افتتاح القراٰن وعند الابتداء برؤس الاجزاء وغیرھا فی مذھب الجماعۃ اتباعا للنص واقتداء بالسنۃ حرز الامانی و وجہ التہانی میں ارشاد فرمایا ؎ اذا ما اردت الدھر تقرء فاستعذ ؛ جھارا من الشیطان باللہ مسجلا سراج القاری میں ہے "قولہ مسجلا ای مطلقا لجمیع القراء وفی جمیع القراٰن" پھر فرمایا ؎ واخفاؤہ فصل آباہ وعاتنا ؛ وکم من فتی کالمھدوی فیہ اعملا ؎ شرح میں ہے ای روی اخفاء التعوذ عن حمزۃ ونافع اشار الی حمزۃ بالفاء من فصل والی نافع بالالف من اباہ وجھر بہ الباقون وھم ابن کثیر وابو عمرو وابن عامر وعاصم والکسائی ھذا ھو المقصود بھذا النظم بالباطن وفیہ بظاھرہ علی ان من ترجع قراءتہ الیھم من الائمۃ ابوا الاخفاء ولم یاخذوا بہ بل اخذوا بالجھر للجمیع ولذلک امر بہ مطلقا فی اول الباب اب کون عاقل کہے گا کہ یہ اطباق جمہور رواۃ واتفاق جمیع اہل ادا[4] نماز و غیر نماز سب کو شامل وہ سب تمام قرا کے طور پر نماز میں بھی اعوذ بجہر پڑھتے تھے حاشا بلکہ قطعاً یہ روایات و نقول سب محل روایت و تلاوت بیرون نماز سے متعلق ہیں لاجرم شرح میں فرمایا قولہ فاستعذ جھارا ھو المختار لسائر القراء وھذا فی استعاذۃ القاری علی المقری او بحضرۃ من یسمع قراءتہ امامن قرأ خالیا او فی الصلوۃ فالاخفاء اولی امام جلیل جلال سیوطی اتقان میں کتاب النشر امام القراء محمد محمد محمد ابن الجزری سے ناقل المختار عند ائمۃ القراءۃ الجھر بھا وقیل یسر مطلقا وقیل ماعدا الفاتحۃ وقد اطلقوا اختیار الجھر وقیدہ ابو شامۃ بقید لابد منہ وھو ان یکون بحضرۃ من یسمعہ لان الجھر بالتعوذ اظھار شعار القراءۃ کالجھر بالتلبیۃ وتکبیرات العید ومن فوائدہ ان السامع ینصت للقراءۃ من اولھا لا یفوتہ منھا شیئ واذا اخفی التعوذ لم یعلم السامع بھا الا بعد ان فاتہ

---

[4] ای وان جاءت الروایۃ علی اخفاء فصلھا ۱۲ منہ

من المقروشیئ وھذا المعنی ھوالفارق بین القراءۃ فی الصلاۃ وخارجھا اھ **افادۂ خامسہ عشر** قرآنیت بسم اللہ ضرور حق ہے مگر وہ ہرگز من حیث الروایہ ثابت نہیں بلکہ کتابت مصاحف واجماع علی التجرید سے ولہذا جب امام ولی صالح قدس سرہ المجید نے قصیدہ میں فرمایا سہ وبسمل بین السورتین بسنۃ ؎ رجال نموھا دریۃ وتحملا ؎ شارح علامہ نے صاف تصریح فرمادی کہ اراد بالسنۃ التی نموھا کتابۃ الصحابۃ لھا فی المصحف پھر اس کا حاصل بھی صرف اس قدر کہ بسم اللہ کلام الٰہی ہے نہ یہ کہ ہر سورت کی جزہے یا ختم میں ہر جگہ اُس کا جہر لازم کما مر فی الافادۃ السادسۃ اور جب اسے چھوڑ کر نفس روایت بمعنی متعارف کی راہ لیجیے اور صرف اس کی صحت کو مناط ومناط کرا اثبات مدعا کا حوصلہ کیجیے تو یہ محض باطل وہوس عاطل فقط صحت روایت پر مدار قراءت ہونے سے کیا مقصود ہے آیا یہ کہ صرف اس قدر سے قرآنیت ثابت ہوجاتی ہے تو قطعاً مردود کہ قرآنیت بے دلیل قطعی یقیناً مفقود افادۂ ششم میں اس کا بیان موجود **اقول** ولا نسلم ان فی الفرش حتی عن السبعۃ مالم یتواتروان اشتھر بل القراٰن متواتر قطعا بجمیع اجزائہ وان لم تقف انت علی تواتر بعضہ فلیس من شرط المتواتر تواترہ عندك اتقان میں ہے لاخلاف ان کل ما ھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا باصلہ واجزائہ واما فی محلہ ووضعہ وترتیبہ فکذلك عند محققی اھل السنۃ لان العادۃ تقضی بالتواتر فی تفاصیل مثلہ لان ھذا المعجز العظیم الذی ھو اصل الدین القویم والصراط المستقیم مما تتوفر الدواعی علی نقل جملہ وتفاصیلہ فما نقل اٰحادا ولم یتواتر یقطع بانہ لیس من القراٰن قطعا الخ اور اگر یہ مراد کہ جب روایت صحیح ہو دیگر کریں گے صرف اسی قدر پر پڑھنا جائز سمجھیں گے تو **اولا** یہ بھی چاروں مذہب میں باطل جمہور محققین قراء ومحدثین وفقہا واصولیین اس کے بطلان کے قائل **اقول** کیف لا وانما الکلام فی قراءتہ قراٰنا وھی موقوفۃ علی ثبوت قراٰنیتہ الموقوف علی تواترھا والا فلاشك فی جواز قراءۃ الاٰحاد بل الشواذ للاحتجاج بھا فی حکم کخبر الواحد او الاستشھاد بھا علی مسئلۃ ادبیۃ مثلا اذا لم یعتقد قراٰنیتھا ولم یوھمھا والا حرم باجماع مسلمین کما نص علیہ فی غیث النفع عن ابی القاسم النویری فی شرح طیبۃ النشر عن الامام ابی عمر فی التمھید غیث النفع میں ہے مذھب الاصولیین وفقھاء المذاھب الاربعۃ والمحدثین والقراء ان التواتر شرط فی صحۃ القراءۃ ولا تثبت بالسند الصحیح غیر المتواتر ولو وافقت رسم المصاحف العثمانیۃ والعربیۃ وقال الشیخ ابو محمد مکی القراءۃ الصحیحۃ ماصح سندھا الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وساغ وجھھا فی العربیۃ ووافقت خط المصحف وتبعہ علی ذلك بعض المتاخرین ومشی علیہ ابن الجزری فی نشرہ وطیبتہ وھذا قول محدث لایعول علیہ ویؤدی الی تسویۃ غیر القراٰن بالقراٰن ولا یقدح فی ثبوت التواتر اختلاف القراء فقد تواتر القراءۃ عند قوم دون قوم الخ اور بعض متاخرین کہ جائز رکھتے ہیں وہ بھی شہرت واستفاضہ وقبول قراء شرط کرتے ہیں مجرد صحت روایت پر قناعت کسی معتمد فی الفن کا قول نہیں خود امام ابن الجزری جنھوں نے نشر میں یہ ضابطہ باندھا کہ کل قراءۃ وافقت العربیۃ ولو بوجہ ووافقت احدی المصاحف العثمانیۃ ولو احتمالا وصح سندھا فھی القراءۃ الصحیحۃ انھیں نے اس ضابطہ کی تشریح میں آپ ہی فرمایا اذا کانت القراءۃ مما شاع وذاع وتلقاہ الائمۃ بالاسناد الصحیح اذ ھو الاصل الاعظم والرکن الاقوم پھر فرمایا نعنی بہ ان

یروی تلک القراءۃ العدل الضابط عن مثلہ وھکذا حتی تنتھی وتکون مع ذلک مشھورۃ عند ائمۃ ھذا الشان امام جلیل جلال سیوطی جنھوں نے یہاں کلام امام القراء کی تعریف کی اگرچہ اس کے بعد وہ کلام مذکور سابق افادہ فرمایا جس نے اُس کے مضمون کی تضعیف[1] کی اعنی لاخلاف ان کل ماھو من القراٰن یجب ان یکون متواترا الی اخر ما مر اس کلام کی تلخیص میں فرماتے ہیں اتقن الامام ابن الجزری ھذا الفصل جدا وقد تحرر لی منہ ان القراءات انواع الاول المتواتر الثانی المشھور وھو ما صح سندہ ولم یبلغ درجۃ التواتر ووافق العربیۃ والرسم واشتھر عند القراء ویقرؤ بہ علی[2] ما ذکر ابن الجزری الثالث الاٰحاد وھو ما صح سندہ وخالف الرسم او العربیۃ او لم یشتھر الاشتھار المذکور ولا یقرؤ بہ اھ **ثانیا** اگر بالفرض یہ مسلم بھی ہو تو اس سے حاصل کتنا جواز قراءت نہ بروجہ قرآنیت۔ یہ محض ایک امر زائد وخارج ہے جس سے نہ لزوم وضرورت ثابت ہوسکے نہ بحال ترک کسی عاقل کے نزدیک حکم نقصان ختم کی راہ ملے اللھم الاعند مجنون نابذ العقول لا یسمع ما یقال ولا یدری ما یقول **بالجملہ** یہاں تین چیزیں اثبات مبسلین کتابت مصاحف روایت منصوصہ **اول** تو اولاً بحث سے محض برکنار جس سے جزئیت سور درکنار قرآنیت کا اثبات بھی ظاہر البطلان **ثانیا** روایات جہر واثبات سب بیرون نماز کی حکایات اُس سے مطلق نماز یا خاص تراویح پر حکم ناقابل التفات **ثالثا** بفرض باطل بطور مناظرہ ادعائے نقصان ختم میں یوں بھی کلام کہ خلاف واثبات دونوں طور پر قرآن تمام **دوم** ثبوت قرآنیت پر ضرور دلیل مبین مگر حاشا جزئیت سور وجہر فی الصلاۃ سے علاقہ نہیں نہ تکرر نزول تعدد آیات پر دلیل معقول تو ایک بار پر اقتصار میں نقصان ختم کا زعم مخذول **سوم** کی دو صورتیں ہیں تواتر یا مجرد صحت اور ہر ایک دربارۂ جہر فی التراویح یا درباب جزئیت بسم اللہ شریف میں تواتر نص تو سرے سے دربارۂ قرآنیت ہی نہیں تا بجزئیت چہ رسد اور جہر مذکور وجزئیت سور میں نفس صحت معدوم تا بتواتر چہ رسد خود قائلان جزئیت مصرحان ظنیت ونافیان قطعیت اور عند التحقیق انتفائے قطعیت خود انتفائے جزئیت ولہذا صحابہ وتابعین وجمہور ائمہ دین کو اس سے انکار اور قول جزئیت کے محدث ونو پیدا ہونے کا صاف اظہار ہاں صرف دربارۂ فاتحہ بعض اخبار آحاد مذکور کہ عند المحققین مخالفت قاطع کے سبب مہجور اور مجرد صحت روایت پر اقتصار وقناعت باطل ومقہور پھر علی التسلیم اُن سے ثابت ہوگا تو وہ امر جدید جو دعوٰی مخالف کے عموم وخصوص دونوں کا مخالف ورد شدید یعنی صرف جزئیت فاتحہ نہ ہر سورت پر جہر کے لیے یہ تعمیم سور کا رد ہوا اور فاتحہ کے ساتھ فرائض جہریہ میں اخفاکس وجہ سے اس نے تخصیص تراویح کو باطل کیا یہ تو امور ثابتہ تھے ولو بوجہ جن میں مخالف کے لیے اصلاً سند نہ کوئی صورت کسی پہلو پر اُس کی مستند اور یہیں سے واضح کہ مسئلے کو منصوصہ قطعیہ اجماعیہ غیر اجتہادیہ ماننا مذہب کو اس میں دخل نہ جاننا محض جہل مستر داب نہ رہا مگر یہ جاہلانہ زعم زاعم کہ جزئیت سور یا جہر فی التراویح مذہب عاصم اور اُن کی قراءت کے آخذ بہ جہر واخفا نماز میں اُن کا اتباع لازم اول ائمہ قراءت پر افترا وتہمت اور ثانی محض جہل وسفاہت مخالفت تصریح ائمہ حنفیت غرض حفاظ حنفیہ پر سر ہر سورت پر جبر جہر محض ظلم وقہر نہ شرع سے اُس پر دلیل قائم بلکہ دلائل شرعیہ اصلیہ وفرعیہ ہمارے قول پر حاکم ہمارے ہی قول کی ناصر وداعی مصالح شرعیہ ہمارے ہی قول کی طرف داعی وللہ الحمد والمنہ والصلاۃ والسلام علی نبینا سید الانس والجنۃ واٰلہ وصحبہ سادات الجنۃ۔ اٰمین۔

[1] بلکہ یہاں بھی ایک لفظ سے اپنی برائت اُس سے ظاہر فرمادی کما سیاتی ۱۲ منہ [2] ھذہ کلمۃ التبری ۱۲ منہ

تذییل

الحمدللہ آفتاب عالمتاب حق وصواب بے نقاب وحجاب شک وارتیاب جلوہ فرمائے منظر احباب ہوا اب کیا حاجت کہ حشویات زائدہ ولغویات بے فائدہ کے رد و ابطال میں تضییع وقت کیجیے زید بے قید اپنی شدت جہالت وقوت سفاہت کے باعث خود اس قابل نہیں کہ اُسکی بات قابل التفات ہو اُس نے کوئی مطلب روشن علم پر تحریر نہ کیا زور تناقض وشور تعارض نے جابجا اپنا ہی لکھا خود رد کردیا عناد واجترا ومکابرہ وافترا سب وشتم علمائے کرام بیت اللہ الحرام کے ماورا جو باتیں اصل مقصد میں لکھیں اپنے دونوں متبوعوں ہی کے کلام سے اُن دونوں متبوعین میں گنگوہی صاحب نے طرفہ تماشا کیا کہ اول تو اپنے پیشوا جناب قاری صاحب کا صاف رد لکھا قاری صاحب نے فرمایا تھا اس مسئلے میں مذہب کو کچھ دخل نہیں گنگوھی صاحب فرماتے ہیں قبلہ یہ باطل مبین دخل نہ ہونا کیا معنی صریح اجتہادیہ ہے حفص کا مذہب جہر امام اعظم کا مذہب اخفا ہے جس کی پیروی کیجیے درست وبجا ہے قاری صاحب جہر فی الختم اگرچہ نماز میں ہو حفص کی روایت ہے عاصم کی قراءت ہے منقول عن الرسول بروجہ صحت ہے گنگوھی صاحب حضرت نہیں بلکہ حفص کی رائے ہے عقلی اجتہاد سے ہاں مذہب سب بجا ہیں یوں حق درشاد ہے قاری صاحب یہ اُن مورسے جن میں نزاع کی گنجایش ہی نہیں یہاں تک کہ بدمذہب بھی خلاف سے کنارہ گزیں گنگوھی صاحب قبلہ یہ لاف ہے صاف گزاف ہے خود ائمہ سنت نزاع کررہے ہیں خود امام اعظم کا صریح خلاف ہے قاری صاحب یہاں چاروں مذہب میں صرف صحت روایت پر مدار کار ہے گنگوھی صاحب حضرت چاروں درکنار خود اپنے مذہب میں اس سے انکار ہے قاری صاحب جب مسئلہ بروایت صحیحہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہوچکا خلاف ابوحنیفہ باقی ہی کب رہا اذا صح الحدیث فھو مذھبی قول احناف ہے تو بعد صحت روایت خلاف وتخالف سے مطلع صاف ہے گنگوھی صاحب قبلہ یہ تو بداہۃً مردود، خلاف امام اعظم قطعًا موجود قاری صاحب بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت یعنی کوئی خلاف کرے بھی تو کیا قابل سماعت گنگوھی صاحب واہ حضرت سب حق وہدایت جس کی اقتدا کرو اہتدا کی بشارت غرض اولًا قاری صاحب کے خیالات کا رد کلی فرماکر اخیر میں سارا دھڑا قاری صاحب کے سر دھرا کہ یہ سب کچھ ہے مگر حافظوں پر وہی ضرور جو حضرت قبلہ قاری صاحب کو منظور، مُلک خدائے غالب کا حکم جناب قاری صاحب کا جو ہر سورت پر جہر بسم اللہ نہ کرے گا ختم کامل کے ثواب سے محروم پھرے گا **اقول** ان سب خرافاتوں کا ردِ بالغ وطرز بازغ تو طرح طرح سے افادات میں گذرا یہاں حضرت سے **اولًا** اتنا دریافت کرنا ہے کہ جب سب مذہب حق تھے سب کا اتباع ہدایت سب کے اقتدا کی عام اجازت تو اب حفاظ پر خاص ایک ہی کا اتباع کیوں لازم وضرور ہوگیا حفص کا خلاف تو پہلے بھی معلوم ہی تھا اُس وقت تک تو آپ یہی فرمارہے تھے کہ اس میں عیب نہ اُس میں حرج آپ قاری صاحب کے فرمان میں کیا کسی تازہ وحی نے نزول کیا جس نے ایک حق کو ناحق ایک ہدایت کو ضلالت ایک جائز کو ناجائز کردیا **ثانیًا** یہ آپ فتوی لکھ رہے ہیں یا کوئی اپنی خانگی پنچایت قاری صاحب کا فرمان حدیث ہے یا آیت یا فقہی روایت کونسی شرعی حجت **ثالثًا** ثبوت تو دیجیے کہ مذہب حفص تمام سور میں جزئیت بسملہ تھا **رابعًا** بلکہ پہلے اسی سے چلئے کہ امام حفص کو منصب اجتہاد حاصل تھا **خامسًا** مسئلہ اجتہادیہ ہے یا نہیں اگر نہیں تو اپنے فتوی میں ذکر فرمان

پانی پت تک جو کچھ لکھا سب پر پانی پھیر لے اور اگر ہاں تو آپ اجتہادیات میں امام اعظم ملت امام ائمہ امت کے مقلد ہیں یا مجتہد العصر پانی پت کے باتباع ہوا تقلید امام کو آگ دکھا تا پانی پت کی خاک پر دھونی رماتا کس نے مانا اور یوں بھی سہی تو آپ کو اپنی ذات کا اختیار مسلم حنفیہ کو اُنکے خلاف امام فتوی بتانا کیسا ستم افسوس کہ آپ نے اول تو تقلید شخصی کو ایسا چھوڑا کہ سب مذہب بجا سب پر عمل روا آخر میں پکڑا تو ایسا پکڑا کہ امام کا اتباع متروک و مہجور اور تقلید پانی پت کی ہٹ رکھنی ضرور اس شترگربگی کی کیا سند صُلت علی الاسد و بُلتُ عن النقد خیر انھوں نے تو سب ڈھلی بگڑی قاری صاحب پر ڈھال کر اُن کی ڈھال پکڑی قاری صاحب کی سُنیئے تو اُن سے بہت کچھ کہنا ہے مگر وہ بھی کوئی سند نہ لاسکے ایک کتاب کی عبارت بھی نہ دکھا سکے اور عاقل جانتا ہے کہ محل فتوی میں ادعائے بے دلیل ذلیل و علیل دوم سند دکھانا کہاں کا خوب جانتے تھے کہ یہ چلے خلاف مذہب کہے لہذا وہ راہ چلے کہ اتباع مذہب کا جھگڑا ہی نہ رہے اتنی عمر آئی غیر مقلدوں سے معرض ہیں ترک تقلید پر معترض ہیں اُنھیں گمراہ و مفسد بتایا کرتے ہیں تحریراً و تقریراً جلی کٹی سنایا کرتے ہیں آپ کہ اپنا اجتہاد گرمایا وہ کچھ فرمایا کہ انھیں بھی شرمایا بعد صحت روایت کسی مذہب کی کیا حاجت عمل بالحدیث ہی طریق انصاف ہے جب حدیث صحیح ہو پھر کیا خلاف ہے فھو مذھبی خود قول احناف ہے زمانۂ قرار زمانۂ اجتہاد و عمل بالسنہ گزرا تخصیص دلیل ہے کہ جب دور تقلید آیا عمل بالسنہ نے مونھ چھپایا حالانکہ تقلید ائمہ ہی عمل بالسنہ ہے اُس کا خلاف صریح فتنہ ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سوم اذا صح الحدیث تو سُن لیا مگر صحت فقہی و صحت حدیثی میں میں فرق نہ کیا خاص اس باب میں فقیر کا رسالہ **الفضل الموھبی فی معنی اذا صح الحدیث فھو مذھبی** مطالعہ کیجیے کہ مطلب کھلے شک و ریب کی ظلمت دُھلے چہارم اگر تلقی و القائے بیرون نماز میں صحت روایت جہر مراد چشم ما روشن دل شاد اُس سے تراویح پر حکم خرط القتاد اور اگر خود مطلق نماز یا خاص تراویح میں روایت جہر کی صحت مقصود تو ممنوع و مردود افادہ ۱۲ و ۱۴ یاد کیجیے اور خدا انصاف دے اذا صح الحدیث سے اپنے عکس مراد کا مژدہ لیجیے کہ حدیث صحیح ہمارے ہی ساتھ اور خصوص تراویح میں تو آپ یک دست خالی ہاتھ پنجم مذہب کو دخل نہ ہونے کی بھی ایک ہی کہی مجرد کسی روایت صحیحہ کا وجود مسئلے کو مجتہد فیہا نہ رکھے یہ تو بداہۃً مردود و کتب معلہ خلافیہ دیکھیے ہزاروں مسائل اجتہادیہ ہیں ہر فریق یا ایک ہی کے پاس ایک یا چند روایات صحیحہ موجود ہاں نص قطعی مشہور متواتر دکھا سکتے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا ختم تراویح میں ہر سورت پر اُس کا جہر چاہیے تو یہ کہنا ٹھکانے سے ہوتا کہ مذہب مسائل اجتہادیہ میں ہوتا ہے نہ ان منقولہ میں اور جب اُس کی قدرت نہیں تو محض زبانی ادعاؤں سے مذہب حنفیہ رد ہو جائے حاشا یہ ہوس ہی ہوس ہے ششم جزئیت جمیع سور میں اختلاف ائمہ قرأت آپ نے کہیں دیکھا یا محض طبعی جودت افادۂ ۴ ملاحظہ ہو کہ ماورائے فاتحہ میں قول جزئیت حادث و بے اصل ہے افادۂ ۵ مطالعہ ہو کہ سورۂ بقرہ سے سورۂ ناس تک بسم اللہ باتفاق قرا رسورت سے خارج امارت فصل ہے ہفتم ایک سو چودہ [۱۱۴] آیتوں کی کمی کس حساب سے جبکہ قرآن عظیم میں کل سورتیں اسی قدر ہیں اور برأت میں بالاجماع بسم اللہ نہیں تو بسا مل اوائل ایک سو تیرہ [۱۱۳] ہی رہیں حفاظ بالاتفاق ایک بار جہر کے عامل تو آپ کے طور پر بھی صرف ایک سو بارہ [۱۱۲] ہی کا نقصان حاصل چودہ [۱۴] کس گھر سے آئیں کیا حفد و خلع بھی دو سورتیں شمار فرمائیں بالفرض کوئی جاہل حافظ مطلقاً تارک جہر ہی سہی تاہم کیا برأت مستثنی ہو کر بھی گنتی چودہ کی چودہ [۱۱۴] ہی رہی اس سے تو زید بیچارہ آپ کا مقلد ہی اچھا رہا جس نے کہیں کہیں اپنے خیال سے تیرہ [۱۱۳] کہا ہشتم یہ تو اہل اہوا گمراہان باطنی کی خوب ہی حمایتیں فرمائیں قرأت امر منقول ہے

نہ اجتہادی لہذا اُس میں کسی بدمذہب کا خلاف نہیں سبحن اللہ مگر گمراہوں کا خلاف فروعات ظنیہ اجتہادیہ سے مخصوص یا وہ اشقیا صراحۃً بداہۃً منکر صدہا قواطع ونصوص ویحك یا مقری کانك لاتدری ماعلی لسانك یجری ۔ فانکنت لاتدری الخ تمہیں قراءت میں اہل ہوا کا خلاف نہ ماننا بھی عجب بے خبری ہے یا کوتہ نظری خلاف کی دو صورتیں ہیں ہمارے ائمہ کی کسی قراءت پر طاعن ومنکر ہوں یا کہیں اپنی نئی گڑھت کے مظہر اہل ہوا خذلہم اللہ تعالٰی دونوں راہ چل چکے سردست تحفہ اثنا عشریہ ہی کا تحفہ کافی جسے ہر فارسی خواں بھی سمجھ سکے "باب دوم مکائد روافض قتلہم اللہ تعالٰی میں فرماتے ہیں "کید سیزدہم آنکہ گویند عثمن بلکہ ابوبکر وعمر نیز رضی اللہ تعالٰی عنہم قرآن را تحریف کردند وآیات فضائل اہل بیت اسقاط نمودند از انجملہ وجعلنا علیا صھرك کہ در الم نشرح بود" ایک سنی نے اس پر ظرافۃً کہا ہاں اس کے بعد ایک آیت اور بھی وہ رافضیوں نے گھٹادی یعنی وعلی الروافض قھرك تتمہ باب چہارم میں اُن اشقیا کا زعم نقل کیا "صحابہ بجائے من المرافق الی المرافق ساختند وبجائے ائمہ ھی ازکی من ائمتکم ۔ امۃ ھی اربی من امۃ نوشتند وعلی ہذا القیاس "شرح حدیث الثقلین میں ذکر کیا کلینی رافضی نے کافی میں کہ روافض کے نزدیک اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے روایت کی کسی نے امام جعفر صادق کے حضور قرآن کے کچھ لفظ ایسے پڑھے کہ لوگوں کی قراءت میں نہ تھے امام نے فرمایا کیا ہے ان الفاظ کو نہ پڑھ جیسا لوگ پڑھ رہے ہیں اسی طرح پڑھ یہاں تک کہ مہدی آکر قرآن کو ٹھیک ٹھیک پڑھیں اُسی میں روایت ہے امام زین العابدین نے یہ آیت یوں پڑھی وما ارسلنا من قبلك من رسول ولانبی ولا محدث نہ بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہ نبی نہ محدث جس سے فرشتے باتیں کریں اور فرمایا مولٰی علی محدث تھے اُسی میں روایت ہے امام جعفر صادق نے فرمایا امۃ ھی اربی من امۃ کلام اللہ نہیں اس میں تحریف ہوئی اللہ تعالٰی نے یوں اُتارا تھا ائمۃ ھی ازکی من ائمتکم یہیں شاہ صاحب نے ان ملاعنہ کا زعم نقل فرمایا کہ لفظ ویلك قبل لاتحزن ان اللہ معنا ساقط کردہ اند ولفظ عن ولایۃ علی بعد ازیں آیت وقفوھم انھم مسؤلون o ویملکہ بنوامیۃ بعد خیر من الف شھر وبعلی بن ابی طالب بعد وکفی اللہ المومنین القتال وآل محمد ازیں لفظ وسیعلم الذین ظلموا آل محمد ولفظ علی بعد از ولکل قوم ھاد ذکر کل ذلك ابن شہر آشوب المازندرانی فی کتاب المثالب لہ وعلی ھذا القیاس کلمات بسیار وآیات بے شمار را کردہ اند" نیز کلینی نے امام جعفر صادق سے روایت کی انھوں نے امۃ ھی اربی کی جگہ ائمۃ ھی ازکی پڑھا راوی کہتا ہے میں نے عرض کی میں آپ پر قربان جاؤں کیا ائمۃ ہے ۔ فرمایا ہاں خدا کی قسم، میں نے کہا لوگ تو اربی پڑھتے ہیں حقارت سے ہاتھ جھٹک کر فرمایا اربی کیا دہم آپ کے زعم میں بسم اللہ شریف کا جزء ہر سورت ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایۃً صحیح ہوچکا اور آپ تصریح کرتے ہیں کہ باتفاق مذاہب اربعہ یہاں صرف صحت روایت پر مدار ہے ائمہ حنفیہ کا حال تو افادہ ۸ میں ظاہر ہولیا کہ انھوں نے کیونکر آپ کے اس مدار کا دم نکالا مالکیہ سے پوچھیے وہ کیا فرماتے ہیں ہمارے یہاں تو باوصف جہر سوا اخفاہی کا حکم تھا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب مشہور یہ کہ فرضوں میں بسم اللہ ہرگز پڑھے ہی نہیں نہ آواز سے نہ آہستہ روایت اباحت ضعیف ہے پڑھیگا تو نماز مکروہ ہوگی ہاں نفلوں میں اختیار ہے کیا انھیں اپنے شہر مبارک مدینہ طیبہ کے امام قراءت حضرت نافع کا حال معلوم نہ تھا کہ بروایت قالون بسم اللہ پڑھتے ہیں علامہ زرقانی مالکی شرح موطائے امام مالک میں فرماتے ہیں المشھور من مذھب مالك کراھتھا فی الفرض مقدمہ عشماویہ علامہ عبدالباری منوفی مالکی

مالکی میں ہے المشہور فی البسملۃ والتعوذ الکراھۃ فی الفریضۃ دون النافلۃ وعن مالک القول بالاباحۃ عمدۃ القاری میں ہے قال ابو عمر قال مالک لایقرؤ البسملۃ فی العرض سرا ولا جھرا وفی النافلۃ ان شاء فعل وان شاء ترک ذرا اس تفریق کو بھی اپنے مدارسے تطبیق دیجئے یازدہم تا شانزدہم تقریر شریف میں یہ فقرات عجیب ہیں کہ زمانۂ قراء سبعہ زمانۂ اجتہاد تھا زمانۂ تابعین تھا ائمہ مذہب تا زمانۂ قراء محتاج الیہ ومحصور نہ تھے بلکہ بعد قراء کے تھے قراء کا مذہب پوچھنا عبث ہے ان فقرات کو مقصود میں بھی کچھ دخل ہے یا برائے بیت ہیں جب آپ کے نزدیک اس مسئلے میں مذہب کو اصلا دخل ہی نہیں تو زمانۂ قراء زمانۂ اجتہاد ہو یا عصر تقلید عہد تابعین ہو یا وقت جدید ائمہ مذہب اُس وقت محتاج الیہم ہوں یا یکسر معدود ے چند ہوں یا بے شمار قراء سے سابق ہوں یا لاحق قاری مجتہد ہوں یا مقلد ان امور سے علاقہ ہی کیا رہا اور ان کے خلاف بھی مانیے تو تفاوت کیا فوائے سامی میں اس سے پہلے تین چار سطر کی تقریر اسی کے متعلق کہ زمانہ تبع تابعین ومحدثین تک چار میں حصر مذاہب نہ تھا مجتہدین بکثرت تھے جب اور مذہب مندرس ہوگئے مذہب اہل حق ان چار میں محصور ہوگیا اور بھی ہے کہ وہ بھی محل سے یوں ہیں بیگانہ واجنبی ہے ہفدہم ثبوت تو دیجئے کہ قراء سبعہ سب مجتہد مطلق تھے اگر مجتہد فی المذہب بھی ہوئے تو مذہب پوچھنا کیوں حماقت ہونے لگا ہیجدہم اُس زمانہ میں عدم حصر وکثرت مجتہدین مسلم مگر کیا اُس وقت کا ہر فرد بشر یا ہر عالم اگرچہ کسی فن کا ہو فقیہ ومجتہد تھا اس کا تو زعم نہ کرے گا مگر سخت احمق جاہل یا انتساب گو عام نہ تھا اصلا نہ تھا اس کا بھی مدعی نہ ہوگا مگر بے خبر غافل۔ کیا امام ابو یوسف وامام محمد وغیرہما حنفیہ اور امام اشہب وامام قاسم وغیرہما مالکیہ میں معدود نہیں (کتب طبقات ملاحظہ ہوں) اور جب یقینا قطعاً تقلید بھی تھی اختصاص بھی تھا تو اُس وقت کے قاریوں کا مذہب پوچھنا کیوں حمق ہوا نوزدہم در فن تاریخ ہم کمالے دارند ائمہ مذہب بعد قراء کے تھے بھب جانے دیجئے بدورہی میں کلام کیجئے سات میں چار ہمارے امام سے وفاۃ متاخر ہیں امام ابوعمرو بن العلاء بصری نے ۱۵۴ھ یا ۵۵ امام حمزہ زیات نے ۱۵۴ھ یا ۵۶ یا ۵۸ امام نافع مدنی نے ۱۶۹ھ امام علی کسائی نے ۱۸۹ھ امام الائمہ ابوحنیفہ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین اور یہ امام کسائی تو ہمارے امام سے چالیس پچاس برس چھوٹے ہیں امام کی ولادت ۸۰ھ یا ۷۰ھ[1] میں ہے اور ان کی ۱۱۹ھ میں یہ ہمارے امام کے صاحب صغیر سیدنا امام محمد کے اقران سے ہیں دونوں صاحبوں نے ایک ہی سال انتقال فرمایا جس پر خلیفہ ہارون رشید نے کہا تھا میں نے رَے میں فقہ وادب دونوں دفن کردئے اب کون جاہل کہے گا کہ امام اعظم امام محمد کے بعد ہوئے ہیں بستم ائمہ مذہب محتاج الیہ محصور نہ تھے یہ خاص ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نسبت فرمایا یا مطلق اول تو بداہۃً عقل سے عاطل چار کبھی بھی نامحصور نہیں ہوسکتے اور ثانی اُس سے بڑھ کر شنیع وباطل زمانۂ صحابہ سے آج تک کوئی وقت ایسا نہ گزرا کہ ائمہ کی طرف احتیاج نہ ہو ہر زمانے میں مقلدین کا عدد مجتہدین سے بدرجہا زائد رہا ہے تو ائمہ سے بے نیازی کیونکر ممکن بلکہ علما کی طرف حاجت تو جنت میں بھی ہوگی حالانکہ وہاں احکام تکلیفی نہیں حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان اھل الجنۃ لیحتاجون الی العلماء فی الجنۃ وذلک انھم یرون اللہ تعالٰی فی کل جمعۃ فیقول لھم تمنوا علی ما شئتم فیلتفتون الی العلماء فیقولون ماذا نتمنی فیقولون تمنوا علیہ کذا کذا فھم یحتاجون

---

[1] بلکہ ایک قول میں ولادت امام ۶۱ھ میں ہے کما فی وفیات الاعیان یوں تقریبا ۶۰ برس چھوٹے ہوں گے ۱۲

الیهم فی الجنة کما یحتاجون الیهم فی الدنیا بے شک اہل جنت، جنت میں علما کے محتاج ہوں گے یوں کہ ہر جمعہ کو انھیں اللہ تعالٰی کا دیدار نصیب ہوگا مولٰی سبحانہ وتعالٰی فرمائے گا جو جی میں آئے مجھ سے مانگو (اب جنت سے مکان میں جاکر کون سی حاجت باقی ہے کچھ سمجھ میں نہ آئے گا کہ کیا مانگیں) علما کی طرف مونھ کرکے کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ فرمائیں گے اپنے رب سے یہ مانگو تو لوگ جنت میں بھی علما کے محتاج ہوں گے جس طرح دنیا میں اُن کے محتاج ہیں رواہ ابن عساکر عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اللهم انی اسئلك بعلماء امة حبیبك محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ترحمنا بهم فی الدنیا والاخرة وترزقنا بجاههم عندك العلم النافع والقلب الخاشع والعفو والعافیة والمغفرة صل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد واٰله وصحبه اٰمین والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالٰی اعلم۔

باب احکام المسجد

مسئلہ ۔ از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جواب اس مسئلہ کا کہ سقف مسجد پر بسبب گرمی کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کرلیں یہ بلاکراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام مشتبہ نہ ہو فی العلمگیریة الصعود علی کل مسجد مکروہ ولهذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فح لایکرہ الصعود علی سطحه لضرورة کذا فی الغرائب واللہ تعالٰی اعلم۔

التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۳۰۷ھ

مسئلہ ۔ از قصبہ کٹھور اسٹیشن سائن ضلع سورت ملک گجرات مسجد پورب والے مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کٹھور وسیٹھ بابا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۷ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اُس صحن مسجد کے حکم میں کہ جس پر موسم گرما میں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب وعشاء وفجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد ورفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر ومغرب کو کبھی جماعت ہوچکی ہو تو اکثر آدمی آکر اُس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگئے تو وہاں پر جماعت بھی کرلیتے ہیں اور موسم اعتدال ربیع وخریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحن مذکور پر ہوجایا کرتی ہے اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں اُس پر جنبی وغیرہ ناپاک آدمی کا

بلاعذر شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں دو شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور جنبی کا اُس پر جانا حرام اور دوسرے کے نزدیک مصلے عید کے حکم میں ہے جنبی کو اُس پر جانا جائز ہے دلیل اُس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سورت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حریم مسجد اور صحن مسجد باعتبار مفہوم کے متحد ہیں فنا اور حریم مسجد پر جب جنبی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کہ فنا کو حکم مصلے عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے استاذ بھی ہیں اب ہر ایک مناظرین مرقومۂ بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین کون ہے اور مصلح عندالشرع کون اور لفظ فنا مسجد اور حریم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط اور دوسرے یہ کہ ساکنان شہر سورت کا عرف کہ اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحن مسجد خارج مسجد بولنا یہ عندالشرع معتبر ہے یا نہیں اور کس قدر نمازیں ہر سال میں اُس صحن پر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عندالشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰ الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ ﷺ

صحن مسجد قطعاً جزء مسجد ہے جس طرح صحن دار جزء دار یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا بیشک حانث ہوگا کما یظھر من الھدایۃ والھندیۃ والدرالمختار وردالمحتار وعامۃ الاسفار اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حانث نہ ہوا ولہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا۔ یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت وغایت شہرت سے قریب کہ بدیہیات اولیہ سے ملتحق ہو جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل وافعال شاہد عدل جن کے بعد اصلا احتیاج دلیل نہیں ہاں جو دعوی خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے اور ہرگز نہ لاسکے گا حتی یلج الجمل فی سم الخیاط مدعی خلاف نے کہ صحن مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعوائے بے دلیل ہے دوسری خاص مساجد سورت سے متعلق دونوں محض باطل وزاہق فقیر غفراللہ تعالٰی لہ اس مسئلہ واضحہ کی ایضاح کو بحکم ضرورت صرف دس وجہیں ذکر کرتا ہے جن سے بحکم انجلائے تام پائے اور دونوں دلیل خلاف کا ازالۂ اوہام ہوجائے اسی کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالٰی تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوجائیگا **فاقول** وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق اولاً مسجد اُس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا وتمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ یہ تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات وبنا یا سقف وغیرہ ہرگز اُس کی ماہیت میں داخل نہیں یہانتک کہ اگر عمارت اصلا نہ ہو صرف ایک چبوترہ یا محدود میدان نماز کے لیے وقف کردیں قطعاً مسجد ہوجائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا فتاوی قاضی خاں وفتاوی ذخیرہ وفتاوی عالمگیری وغیرہا میں ہے رجل لہ ساحۃ امر قوما ان یصلوا فیھا بجماعۃ ان قال صلوا فیھا ابدا او امرھم بالصلوۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدا لومات لایورث عنہ اھ ملخصا پھر مسقف وغیر مسقف میں فرق کرنا اُسے مسجد اسے فنا مسجد ٹھہرانا محض بے معنی

ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو بلحاظ اختلاف موسم دو حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطردۂ بنی نوع انسان سے ہے جس پر معظم معمورۃ الارض میں تمام اعصار و امصار کے لوگ اتفاق کیے ہوئے ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے ہوا لینے گرمی سے بچنے کے کام آئے زبان عرب میں اول کو **شتوی** کہتے ہیں اور دوم کو **صیفی** کما افادہ العلامۃ بدرالدین محمود العینی فی کتاب الایمان من البنایۃ شرح الھدایۃ یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اُس معبد یا منزل کے یکساں دو جزء ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف **شتوی** یعنی مسقف کو مسجد اور **صیفی** یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرایئے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گرما کے لیے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و اعتکاف کے لیے مسجد نہ ملے یا اُن کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی حبس و حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نمازیں پڑھیں معتکف رہیں ہوا و راحت کا نام نہ لیں یا اُنھیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجۂ اندرونی میں مشغول نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکنار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے اور جب کچھ نہیں تو بالجزم ثابت کہ جس طرح انھوں نے اپنے چین کے لیے مکان سکونت میں صحن و دالان دونوں درجے رکھے یونہیں عام مسلمین کی عام اوقات میں آسائش و آرام کے لیے مسجد کو بھی انھیں دو حصّوں پر تقسیم کیا **ثالثاً** اب نمازیوں سے پوچھیے آپ اذان سُن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اب دیکھیے کہ وہ موسم گرما میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور اُن کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور اُن کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں خود ہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف **رابعاً** بلکہ غور کیجیے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود اُنھیں کے افعال اُن کی خطا پر دال اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرما میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پر پڑھتے ہوں گے پھر اُن سے پوچھیے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی فضیلت درکنار داعی اللہ کی اجابت کب کی اور حدیث لاصلوۃ لجار المسجد الا فی المسجد کی تعمیل کہاں ہوئی اور سنت عظیمہ جلیلہ کس واسطے چھوڑی کیا کوئی ذی عقل مسلمان گوارا کرے گا کہ مکان چھوڑ کر اذان سُن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے ساتے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اُس کے حریم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے کیا اہل عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی بمجبوری ہمیں پڑھنی ہوئی ہے تو محض بیجا و نامعقول و ناقابل قبول آپ صاحبوں پر حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم تھی جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہیے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حق مسجد سے ادا ہوتے یہانتک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں فتاوی امام قاضی خاں پھر خزانۃ المفتین پھر ردالمحتار وغیرہا میں ہے یذھب الی مسجد منزلہ و یوذن فیہ و یصلی وان کان واحدا لان المسجد منزلہ حق علیہ فیؤدی حقہ موذن مسجد لا یحضرہ مسجدہ احد

قالوا یوذن ویقیم ویصلی وحدہ فذلك احب من ان یصلی فی مسجد اخر **تنبیہ** انھیں وجوہ سے ظاہر ہوگیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ شتوی کو جماعت خانہ کہنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیفی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اُس جماعت خانہ مصطلحہ سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جزء مسجد نہیں اور اگر خارج مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کہنا ایسا ہے جیسے علمائے کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یہ معنی کہ بدن کا بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر یونہی خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا نہ یہ کہ مسجد سے خارج اور بالفرض اگر انھوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شتوی یعنی مسقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہوگا کہ درجہ شتویہ نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں اُن کے افعال دائمی یعنی موسم گرما میں ہمیشہ جماعت مغرب وعشا وفجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر مکانوں سے بارادۂ صلوۃ فی المسجد آکر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا معتکف رہنا کہ عادۃً بالقطع معلوم ومشہود اس مراد ومقصود پر شاہد مبین ومفید تعیین ومورث یقین کما لا یخفی علی صبی عاقل فضلا عن فاضل **خامسًا** طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلت دخول جنب میں بحث ونزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر یہ معاذ اللہ صراحۃً بدعت شنیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والالتزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حق مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے اب اگر وہ اپنے قول باطل پر اصرار کرکے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کردی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہوا کرے اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھیے موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز وجماعت وتراویح واعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجا آوری سے بالطبع گھبرائیں گے لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق وبے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کرلی تو عام خلائق کا تنفر قطعی یقینی تو اس نزاع بیجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر ونماز سے بندگان خدا کو روکنا ہے قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا یاد کیے جانے سے روکے اور اُن کی ویرانی میں کوشش کرے اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم **سادسًا** اس مسئلہ جلیلہ کو کلمات ائمہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہیے تو بوجود کثیرہ میسر علما تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمانۂ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوار قبلہ سے پائین مسجد تک سو گز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائیں میں یعنی جانب شام ایک مسقف دالان جنوب رویہ تھا جسے صُفّہ کہتے اور اہل صفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اُس میں سکونت رکھتے یہ بھی جزء مسجد تھا علامہ رحمۃ اللہ سندی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام منسک متوسط اور مولٰنا علی قاری مکی اُس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں (حدہ) ای حدود المسجد الاول (من المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانۃ الخامسۃ من المنبر ومن الشام حیث ینتھی مائۃ ذراع من محرابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) وھو معلوم لاھل المدینۃ بالعلامۃ الموضوعۃ اھ ملخصا علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں اہل الصفۃ فقراء المھاجرین

ومن لم یکن لہ منھم منزل یسکنہ فکانوا یاوون الی موضع مظلل فی مسجد المدینۃ صحیح بخاری شریف میں ہے باب نوم الرجال فی المسجد وقال ابوقلابۃ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قدم رھط من عکل علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکانوا فی الصفۃ وقال عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان اصحاب الصفۃ الفقراء اھ علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں الصفۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع مظلل فی اخریات المسجد النبوی تاوی الیہ المساکین اب مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ محراب مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محراب امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب شمال ہے پائین مسجد کو پیمائش کرتے آئیے تو سَو گز کی مساحت ایک حصّہ صحن میں آئے گی اور قطعاً معلوم کہ زمانہ اقدس میں جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اُس وقت بھی یہ سَو گز مع صحن تھی اور جبکہ صفہ تک جزء مسجد تھا کما ظھر مما نقلنا من العبارات تو کیونکر معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے **سابعًا** علما ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے کہ اُس سے نماز کی جگہ رُکے گی مگر جبکہ اُس میں منفعت مسجد ہو اس طرح کہ زمین مسجد اس قدر گل ہو کہ ستون بوجہ شدت رطوبت نہ ٹھہرتے ہوں تو جذب تری کے لیے پیڑ بوئے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی نم کھینچ لیں ظہیریہ وخانیہ وخلاصہ وہندیہ وبحر الرائق وغیرہا میں ہے یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانہ یشبہ بالبیعۃ ویشغل مکان الصلوۃ الا ان تکون فیہ منفعۃ للمسجد بان کان الارض نزۃ لا تستقر اساطینھا فیغرس فیہ الشجر لیقل النز ظہیریہ کے لفظ یہ ہیں فتغرس لتجذب عروق الاشجار ذلک النز فیجوز والا فلا وانما جوز مشائخنا فی المسجد الجامع ببخارا لما فیہ من الحاجۃ اھ ظاہر ہے کہ ستون مسجد سقف ہی میں ہوتے ہیں او پیڑ درجہ اندرونی میں نہیں بوتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معہذا جب تری کی وہ بیشتری کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھلواری وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے پودھوں سے دفع نہیں ہوسکتی نہ اُن کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کرلیں اور بڑے پیڑ اندر بوئے جانا معقول نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحن مسجد میں بونا ہے اور اسے اُنھوں نے مسجد میں بونا قرار دیا جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا اور مثال ظہیریہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کردیا قطعاً معلوم کہ جامع بخارا سقف نہیں نہ زنہار اُس کے درخت زیر سقف ہیں بلکہ یقیناً صحن میں بوئے گئے اور اسی کو علمائے کرام نے غرس فی المسجد جانا **ثامنًا** علما فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں فتاوی امام قاضی خاں پھر فتاوی علمگیریہ میں ہے یصح الاقتداء لمن قام علی الدکاکین التی تکون علی باب المسجد لانھا من فناء المسجد متصلۃ بالمسجد ظاہر ہے کہ جو دکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں نہ درجہ مسقف سے تو لاجرم صحن مسجد مسجد ہے اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دکانیں کہ اُس سے متصل ہیں متصل بفنا ہوتیں نہ متصل بمسجد پھر اُن دکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بمسجد ہو نہ وہ کہ متصل بفنا ہو ورنہ اس تعریف پر لزوم دَور کے علاوہ متصل بالفنا بھی فنا ٹھہرے تو سارا شہر یا لااقل تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے کما لایخفی اور یہ ادعا کہ صحن وفنا کا مفہوم واحد جہل شدید ہے کہ کسی عاقل سے معقول نہیں شاید یہ قائل اُن دکانوں کو بھی صحن مسجد کہے گا **تاسعًا** انصاف کیجیے تو یہ خاص جزئیہ بھی یعنی صحن مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہونا کلمات علماء سے مستفاد ہوسکتا ہے ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اُس کے سوا کہیں پانی نہ ملے

تو تیمم کرکے لے آئے مبسوط وعنایہ وردالمحتار وفتاوی حجہ وفتاوی ہندیہ وغیرہا اسفار میں ہے واللفظ للثلثۃ الاول مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولا یجد غیرہ فانہ یتیمم لدخول المسجد عندنا ظاہر ہے کہ عامہ بلاد میں عامہ مساجد جماعات مسقف ہوتی ہیں اور چشمہ آب عادۃً صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات فقہا امور عادیہ غالبہ ہی پر مبتنی ہوتے ہیں بہت نادر ہے کہ حصہ اندرونی میں چشمۂ آب ہو تو اُنھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافھم وتبصر ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر بعد اُن دلائل قاہرہ کے جو ابتداءً زیورگوش سامعین ہوئے حاجت تطویل نہیں عاشراً یاھذا اُن براہین ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا جزء مسجد ہونا اجلٰی بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اُسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاج تصریح صریح وقطعی تھا اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کبھی دکھا سکے تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلمات ائمہ سے ذکر کیے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح واشتہار کے باعث اُس قبیل سے تھا جس پر خادم فقہ کو کتب ائمہ میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن ومشہور باتوں پر فقہائے کرام کم توجہ فرماتے ہیں مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہیے کہ مسجد کے درجہ شتوی میں جسے اہل سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین در ہیں اُن میں بائیں طرف کا در بھی جزء مسجد ہے اور اُس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ تعالٰی جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلمات علما میں یاد آیا جس میں ائمہ دین نے صاف تصریحیں فرمائی ہیں کہ مسجد کے صیفی وشتوی یعنی صحن ومسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں اب سُنیے امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری فتاوی خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد عثمن بن علی زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سمعانی خزانۃ المفتین پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر پھر علامہ عبدالرحمن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر پھر علامہ سیدی احمد مصری حاشیۂ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر خاتم المحققین سیدی محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں واللفظ للخلاصۃ والخزانۃ رجل انتھی الی الامام والناس فی صلاۃ الفجر ان رجا ان یدرک رکعۃ فی الجماعۃ یاتی برکعتی الفجر عند المسجد وان لم یمکن یاتی بھما فی المسجد الشتوی ان کان الامام فی الصیفی وعلی العکس وان کان المسجد واحدا یقف فی ناحیۃ المسجد ولا یصلیھما مخالطا للصف مخالفا للجماعۃ فان فعل ذلک یکرہ اشد الکراھۃ اھ ردالمحتار میں ہے قولہ عند باب المسجد ای خارج المسجد کما صرح بہ القہستانی الخ **اقول** و یوضحہ قول الھدایۃ والھندیۃ یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم یدخل امام ابو البرکات حافظ الدین نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں الافضل فی السنن المنزل ثم باب المسجد ان کان الامام یصلی فی المسجد ثم المسجد الخارج ان کان الامام یصلی فی الداخل او الداخل ان کان فی الخارج اھ ملخصا محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیدی احمد طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں السنۃ فی السنن ان یأتی بھا فی بیتہ او عند باب المسجد وان لم یمکنہ ففی المسجد الخارج الخ منیہ وشرح صغیر منیہ للعلامہ ابراہیم الحلبی میں ہے (السنۃ) المؤکدۃ (فی سنۃ الفجر) ان لا یاتی بھا مخالطا للصف ولا خلف الصف من غیر حائل و (ان یاتی بھا) اما (فی بیتہ) وھو الافضل (او عند باب المسجد) ان امکن بان کان ھناک موضع لائق للصلاۃ (وان لم یمکنہ) ذلک (ففی المسجد الخارج) ان کانوا یصلون فی داخل وبالعکس ان کان ھناک مسجدان صیفی وشتوی اھ

امام محقق علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں اسی قول منیہ کے نیچے فرماتے ہیں المسجد الخارج صحن المسجد اھ دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیفی وشتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل ومسجد خارج سے تعبیر کیا صغیری نے ان عبارات شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کردیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحن مسجد کا نام ہے تو صاف واضح ہوگیا کہ صحن مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علما کبھی مسجد صیفی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علی وضوح الحق ان نصوص صریحہ کے بعد اُن استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجیے کہ فقیر اُنھیں پہلے ذکر کرچکا تھا معہذا اُن کے ابقا میں طالبان علم وخادمان فقہ کی منفعت کہ اقوال علما سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں وباللہ التوفیق اب کہ بحمد اللہ کالشمس علی نصف النہار واضح وآشکار ہوگیا کہ صحن مسجد بالیقین جزء مسجد ہے تو اُس کے لیے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول مصحح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت با اذان واقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان واقامت ونماز بر ہیئت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے بجمیع اجزائہ مسجد ہوجاتی ہے تو ہر ہر جزء میں جداگانہ نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارۂ مسجد کو شامل نہیں ہوسکتی کما لا یخفی فوضح المقصود والحمد للہ العلی الودود تنویر الابصار ودرمختار وردالمحتار میں ہے یزول ملکہ عن المسجد بقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی (وفی الدر المنتقی وقدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرہا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضا اھ ش) وشرط محمد والامام الصلٰوۃ فیہ بجماعۃ (واشتراط الجماعۃ لانہا المقصودۃ من المسجد ولذا اشترط ان تکون جہرا باذان واقامۃ والا لم یصر مسجدا قال الزیلعی وھذہ الروایۃ ھی الصحیحۃ وقال فی الفتح ولو اتحد الامام والمؤذن وصلی فیہ وحدہ صار مسجدا بالاتفاق لان الاداء علی ھذا الوجہ کالجماعۃ لکن لو صلی الواقف وحدہ فالصحیح انہ لا یکفی اھ ش) وقیل یکفی واحد وجعلہ فی الخانیۃ ظاہر الروایۃ (وعلیہ المتون کالکنز والملتقی وغیرہما وقد علمت تصحیح الاول وصححہ فی الخانیۃ وعلیہ اقتصر فی کافی الحاکم فہو ظاہر الروایۃ ایضا اھ ش) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ۔ از بری سال مرسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی کے مکان میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آوے جب اُس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلی مجتمع ہوکر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کرلی اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان کہے تو احتمال سنائی کی ہے اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی اگر صورت مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلی کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب

جو شخص موذی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے برا بھلا کہتا ہے شریر ہے اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے اور اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نیچری یا ندوی یا تفضیلی وغیرہا ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو بہکاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اُسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے فقد نص فی العینی ثم درالمختار وغیرہما من معتمدات الاسفار باخراج کل موذ ولو بلسانہ یوہیں جس کے بدن میں بدبو ہو کہ اُس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندہ دہن یا گندہ بغل یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندھک ملی ہو اُسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلا یقربن مصلانا اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی رنجش دنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے لقولہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا اور مسجد جبکہ بہ نیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں لما فی الاشباہ والدر ان لاھل المحلۃ ان یجعلوا المسجد مسجدین مگر جمعہ قائم کرنے کے لیے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اُس نے اپنا نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعہ مقرر ومعین کریں ہر شخص جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کرسکتا کما نصوا علیہ فی معتمدات المذہب اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو میسر ہوگا تو اُس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر پوربندر ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈ روڈ مسؤلہ کھتری عمر ابوبکر صاحب ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں (۱) صحن مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے (۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ (۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اُس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم (۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

صحن مسجد جزو مسجد ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد وصحن مسجد میں جنازے کے لیے اجازت نہیں ھو الصحیح۔ صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فصیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حوض قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد ورنہ اس پر وضو نا جائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے جس کے نام سے زمین ہے وہ دعوی کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا وہ جسے روک دیتا ہے اُس مسجد میں اُس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اُس مسجد کو کیا کہا جائے گا۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے ان المسٰجد ﷲ مسجدیں خاص اللہ کی ہیں ان میں کسی کا کوئی دعوی نہ زمین والے کو نہ محلے والوں کا اور بلاوجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے اُن میں اللہ کا نام لیا جانے سے اور اُن کی ویرانی میں کوشش کرے مگر اُس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اُسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہوجائے گا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر راپخی قصاب محلہ مرسلہ شیخ ولی محمد سوداگر چرسہ ۴ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیرمقلد وہابی جو تقلید کو بدعت کہے ائمۂ مجتہدین پر طعن کرے ختم نبوت اور کراماتِ اولیا کا قائل نہ ہو جناب ولی الاولیا غوث الاعظم پر طعن کرے انعقاد مجلس میلاد اور یارسول اللہ کہنے کو بدعت کہے آمین بالجہر ورفع الیدین کہے وغیرہ وغیرہ ایسے شخص کی اقتدا اور اُس کی موانست ومکالمت صوم وصلوۃ جائز ہے یا نہیں ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفعِ فتنہ وفساد کے جو موجب اس کا خلاف عقیدت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں بحسب فرمان شرع شریف بحوالۂ کتب ارشاد ہو۔

الجواب

ایسا شخص کافر مرتد ہے اُس کے مرتد ہونے کے لیے صرف انکار خاتمیت ہی کافی ہے قال اللہ تعالی ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ تتمۃ الفتاوی اور اشباہ والنظائر میں ہے ان لم یعرف ان محمدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات تقلید کو بدعت کہنا ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ رفع یدین اور جہر سے آمین کہنا خباثت وعلامات غیرمقلدی ہیں اور کراماتِ اولیا سے انکار اور حضور سید الاولیاء پر طعن گمراہی وبدنصیبی اور مجلس میلاد پاک اور یارسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعار وہابیت ہے اور وہابی لوگ وغیرمقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الھندیہ اور حسام الحرمین سے روشن۔ شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اس سے مجالست وموانست حرام قال اللہ تعالی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظّٰلمین وقال اللہ تعالی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار دفعِ فتنہ وفساد بقدر قدرت فرض ہے اور مفسدوں موذیوں کو بشرطِ استطاعت مسجد سے روکا جائے گا عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے پھر درمختار میں ہے ویمنع منہ کل موذ ولو بلسانہ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از ویرمگام ضلع احمد آباد گجرات جامع مسجد مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ویرمگام گجرات میں جو عیدگاہ ہے اُس پر چند لوگ جن کا چار پانچ نفر سے

زیادہ عدد نہیں خود بخود بلا اجازت بانی مسجد و بلا اجازت مسلمانان شہر ایسے قابض و متصرف ہوگئے ہیں کہ گویا وہ مالک ہی ہیں چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنادیں گے اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تمام مسلمانان شہر اور اہل علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی ہوئی نہ مخالفت ذاتی پر قابضین کی قلیل جماعت کے عقائد کی یہ کیفیت ہے کہ نکاح ثانی کو حرام قطعی سمجھتے ہیں اور مسجد پر تصرفات میں سے یہ بھی ہے کہ اہل شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں آیا اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور دوسری عیدگاہ قرار دے کر اہل شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے اور ان لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے قال تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانان شہر حسب شرائط شرعیہ مقرر کریں گے اس کے سوا وہ امام جسے وہ پانچ چھ شخص برخلاف اہل شہر مقرر کریں نماز عید باطل محض ہوگی اہل شہر اگر کسی وجہ سے اس عیدگاہ میں نماز نہ پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عیدگاہ میں عمارت کی حاجت نہیں اور اگر دوسری عیدگاہ ہی تعمیر کرنی مناسب ہو تو انہیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی عبدالباری ۲۷ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے قطعی نماز نہ پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلی سے لے کر مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھنے پاوے بلکہ اگر کسی نے نیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً توڑوا دے اس لیے کہ اس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اس کی عادت ہے بعد فراغت جمعہ بہت دیر کے بعد وہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے تو اتنی دیر تک کوئی مصلی اس کے محاذ اور عقب میں نماز نہ پڑھے اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اس پر نہایت تشدد کرتا ہے یہ کہاں تک روا ہے۔

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے وان المسجد للہ مسجدیں خاص اللہ کے لیے ہیں ان میں کسی کا ذاتی دعوی نہیں پہنچتا اور فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لیے جانے سے روکے یہ سب ظلم شدید ہے اور بندھی ہوئی نیت توڑوا دینا اشد ظلم ولا تبطلوا اعمالکم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از شہر کہنہ محلہ نجار پورہ مسئولہ عبدالرحمٰن بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت وجماعت کی ہے اور زمانۂ قدیم سے آج تک مسجد مذکورہ پر قبضہ بھی اہلسنت والجماعت کا ایسی مسجد میں شیعہ سنی ہر دو فریق کا باہم نماز پڑھنا اور اذان واقامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اہل سنت کی مسجد میں روافض کا کوئی حق نہیں اہلسنت کی معتمد کتابوں خلاصہ و فتح القدیر و عالمگیری و تنویر الابصار و در مختار میں تصریح ہے کہ روافض کافر ہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں عبارت یہ ہے الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ تعالٰی فھو کافر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع میمن سنگھ مرسلہ میاں عبدالجلیل ۱۰ ذی القعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتان و مفسد ہے جماعت المسلمین بوجہ اُس کے افتراق ہوگیا ہے لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم باغین کا ہے اور یہ بغاوت دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت سے ہے اس صورت میں اس مسجد کہنہ کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

مسجد کہنہ اُن کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہوسکتی کہ مسجد ضرار وہ مسجد ہے جو ابتداءً افساد فی الدین و تفریق بین المومنین کے لیے بنائی گئی ہو قال تعالٰی والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین الی قولہ تعالٰی ام من اسس بنیانہ علی شفا جرف ھار الآیہ تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ اُن کا قبضہ و تسلط ہوجانا اُسے مسجد ضرار نہیں کرسکتا جیسے واقعہ حرہ میں لشکریان یزید یا حادثہ نجد میں متبعان نجدی بلید کا مساجد طیبہ حرمین محترمین میں مفسدانہ دخل والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از گوہالباڑی ضلع مالوہ انگریز آباد ڈاکخانہ ڈھولاہاٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دو اڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہوئی انھیں مسلمانان کی ہے اور ایک دل ایک رائے ہوکر اُسی مسجد میں نماز پنجگانہ جمیع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ ادا کرتے ہیں اتفاق وقت کہ بعد چند سال کے دو مسلمان رئیس میں جو رہنے والے اسی بستی کے ہیں جھگڑا و تکرار دنیاوی دربارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے برپا ہوا اور ہنوز ہے یا نہیں ہے کہ منجملہ دو کے ایک نے بنا سبب بیجا اور نفسانی و ضد میں آکر چالیس پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لے کر اُس مسجد مذکورہ سے روگرداں ہوا اور ہوکر ایک مسجد گیاہی جسے پھوس کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کراکر نماز پنجگانہ مع ہمراہیان خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد ہذا سے مسجد گیاہ اندازی دو سو قدم پر واقع ہے اور اُن دونوں کے راستہ درمیان کسی طرح کا خوف جان و مال کا نہیں ہے نماز پنجوقتی مسجد گیاہ میں ادا ہوسکتی ہے کہ نہیں اس کے جواز ولاجواز سے جہاں تک تعجیل فرماکر ممتاز فرمایا جائے گا عین نوازش و اکرام ہے اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے مگر آنکہ اُن لوگوں نے جتنے روز تک اُس مسجد گیاہ میں جان بوجھ کر نماز پڑھی تو اُن سبھوں کی نماز ہوئی یا نہیں اور بصورت نکلنے حکم جواز آمنا صدقنا و بصورت نکلنے ناجواز اُن مسلمانوں روگردانوں پر از روئے شرع شریف کے کیا لازم آسکتا ہے اور اُن لوگوں کو جماعت میں پھوٹ ڈالنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں اور جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم مطابق شرع کے جاری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں آگاہ فرمایا جاوے - بینوا توجروا -

الجواب

جتنی نمازیں اُن لوگوں نے اس نئی مسجد میں پڑھیں اُن کی صحت اور اُن سے ادائے فرض میں تو اصلاً شبہہ نہیں اگرچہ یہ مسجد اُنھوں نے کسی نیت سے بنائی ہو لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جعلت لی الارض مسجدا وطھورا فایما رجل من امتی ادرکتہ الصلاۃ فلیصل ہاں یہ کہ وہ مسجد شرعاً مسجد ہوئی یا نہیں اور اُس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے ہوئے یا نہیں یہ امور ان لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں اگر یہ مسجد اُنھوں نے بغرض نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لیے بنائی اگرچہ اُس پر باعث باہمی رنجش ہوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بے مسجد ادا کرنی نہ چاہی لہذا یہ مسجد بہ نیت بجا آوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز و ثواب ہونے میں کوئی شبہہ نہیں لانہ وقف صدر عن اھلہ فی محلہ علی وجھہ اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے نہ دوسروں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا یہاں تک کہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ اہل محلہ کو جائز ہے کہ بغرض نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کرلیں درمختار میں ہے لاھل المحلۃ جعل المسجدین واحدا وعکسہ لصلاۃ لا لدرس اوذکر اشباہ میں ہے لاھل المحلۃ جعل المسجد الواحد مسجدین والاولی ان یکون لکل طائفۃ موذن اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لیے نہ بنائی بلکہ اُس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق کردینا تھا تو بیشک یہ مسجد مسجد نہ ہوئی نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفریق جماعت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے قال اللہ تعالٰی والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین الآیۃ مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ اور ہرگز مسلمان سے متوقع نہیں کہ اُس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی قال اللہ تعالٰی ولا تقف مالیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولٰئک کان عنہ مسؤلا تو بے ثبوت کافی شرعی ہرگز اس بری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اُسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اُس میں نماز کو جائز و ثواب اور اُس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق۔ تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام ۲ مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرق فرماتے ہیں ایک مسئلہ صحت اقتدا و اتصال صفوف کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے اُس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتدا نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی پاصف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہوسکتیں تو اقتدا صحیح نہ ہوگی دوسرے مسئلہ مرور پیش مصلی کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حائل نہ ہو ہاں مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلی جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجود پر جمائے رہے تو اس حالت میں جہاں تک اُس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جمائی جائے اُس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنا ممنوع وہاں جائز ہے اس سے آگے روا ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی

یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے باقی عام مساجد جس طرح عامۂ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول وعرض میں سو سو گز ہوں اما ما وقع فی القہستانیۃ عند ذکر المسجد الصغیر ہو اقل من ستین ذراعا وقیل من اربعین وھو المختار کما اشار الیہ فی الجواھر وفی الطحطاوی قولہ او مسجد کبیر ھو ما کان اربعین ذراعا فاکثر والصغیر ما کان اقل من ذلک وھو المختار قہستانی عن الجواھر وفی الشامیۃ بمثلہ بالسند المذکور فرأیتنی کتبت علیہ فیما علقت علی رد المحتار ما نصہ **اقول** وباللہ التوفیق یظھر لی ان ھذا اخطاء بل الفاصل ھٰھنا فی الصغیر والکبیر ما تقدم فی الکتاب (اعنی رد المحتار عن الامداد) فی مسئلۃ الفصل المانع فی الاقتداء من انہ لایمنع الا فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس وذلک لانھم عللوا کراھۃ المرور بین یدیہ فی المسجد الصغیر الی جدار القبلۃ بان المسجد بقعۃ واحدۃ کما فی شرح الوقایۃ وفی شرحنا ھذا وقد ذکر محشینا فی تقریرہ مسألۃ الفصل المانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانہ جعل فیہ مانعا الخ فانظر ای کبیر ذاک ما ھو الا الکبیر جدا کمسجد القدس وما ذکر القہستانی عن الجواھر فانما کان فی الدار فی مسئلۃ الفصل لا فی المسجد کما مرت عبارۃ الجواھر حیث قال العلامۃ المحشی فی القہستانی البیت کالصحراء والاصح انہ کالمسجد ولھذا یجوز الاقتداء فیہ بلا اتصال الصفوف کما فی المنیۃ اھ ولم یذکر حکم الدار فلیراجع لکن ظاھر التقیید بالصحراء والمسجد الکبیر جدا ان الدار کالبیت تامل ثم رأیت فی حاشیۃ المدنی عن جواھر الفتاوی ان قاضی خان سئل عن ذلک فقال اختلفوا فیہ فقدرہ بعضھم بستین ذراعا وبعضھم قال ان کانت اربعین ذراعا فھی کبیرۃ والا فصغیرۃ ھذا ھو المختار اھ وحاصلہ ان الدار الکبیرۃ کالصحراء والصغیرۃ کالمسجد وان المختار فی تقدیر الکبیرۃ اربعون ذراعا **اقول** وبھذا تلتئم کلماتھم وللہ الحمد فان منھم من قید ھذہ المسئلۃ بالمسجد الصغیر کمتننا ھذا والغرر والنقایۃ والبحر والکافی والبرجندی عن المنصوریہ عن الامام قاضی خان وظھیر الدین المرغینانی ومنھم من اطلق کالخلاصۃ وجوامع الفقہ کما فی الفتح والمراد واحد فان الصغیر احتراز عن الکبیر جدا فعامۃ المساجد فی حکم الصغیر فساغ الاطلاق لمن اطلق بل اوضحہ جدا کلام العلامۃ ابن الشلبی علی التبیین عن الدرایۃ عن شیخ الاسلام ان ھذا اعتبار موضع السجود اذا کان فی الصحراء اوفی الجامع الذی لہ حکم الصحراء اما فی المسجد فالحد ھو المسجد اھ فانظر کیف اطلق المسجد واراد بہ مقابل ذلک الکبیر جدا وایضا تلتئم کلمات الذخیرۃ فانہ ذکر فی الفصل الرابع من کتاب الصلوۃ فی مسئلۃ المرور الاصح ان بقاع المسجد فی ذلک کلہ علی السواء الخ واستشھد علیہ بکلام محمد المطلق فی المساجد غیر المختص قطعا بما دون اربعین ثم اعاد المسئلۃ فی الفصل التاسع فقال ان کان المسجد صغیرا یکرہ فی ای موضع یمر والی ھذا اشار محمد فی الاصل فذکر ذلک الکلام لمحمد بعینہ فعلم وللہ الحمد ان المراد بالمطلق والمقید واحد وھی المساجد کلھا سوی ما یمنع فیہ الفصل بصفین الاقتداء ولا ینافیہ اطلاق من اطلق وقال انما یأثم بالمرور فی موضع السجود کفخر الاسلام وصاحب الھدایہ والوقایۃ وغیرھم وذلک لان المساجد کبقعۃ واحدۃ فالی جدار القبلۃ کلہ فی حکم موضع السجود کما قالہ فی شرح الوقایۃ بل اشار الیہ محمد فی الاصل کما فی الذخیرۃ فتحصل وللہ الحمد ان لا خلاف بینھم وان الممنوع فی المسجد المرور مطلقا الی جدار القبلۃ وفی الجامع الکبیر

جدا والصحراء الی موضع نظر المصلی الخاشع وبہ ظہران بحث المحقق فی الفتح وقع مخالفا للمذہب ولما اطبقوا علیہ فاغتنمہ فان ھذا التحریر من فیض القدیر علی العاجز الفقیر وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ اھ ماکتبت علیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ — از شہر محلہ جبولی مسئولہ مولوی غلام جان پنجابی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۶ شعبان ۱۳۳۶ھ

زید نے دس برس ہوئے مسجد کے پیچھے جو زید کا مکان مسجد کے متصل جا خلا تھا اور مسجد کی بنا سے بھی اُس کی بنا جدا گانہ تھی اور زمین بھی زید کی اپنی موروثی تھی اُس مکان پر زید نے ایک بالاخانہ بنایا اور زید کے نیچے مکان کا چھت مسجد کی چھت کے برابر ہے صرف بالاخانہ مسجد سے اونچا ہے بلکہ بالاخانہ مسجد کے برابر بھی نہیں ہے مسجد کے بائیں جانب طالب علم کے حجرے کے برابر ہے ہاں کچھ تھوڑا سا کونا بالاخانے کا مسجد کے کونے کے برابر بھی ہے لیکن زید بالاخانہ بنانے کے بعد دل میں نادم ہوا اور چونکہ روپیہ خرچ ہوچکا تھا اس وجہ سے اُس نے بالاخانے کو اُکھیڑا نہیں لیکن مسجد کی عزت کی وجہ سے زید مع آل وعیال بالاخانہ میں نہیں رہتا نیچے مکان میں رہتا ہے اب اس بالاخانے کو اُکھیڑنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ مسجد کی کسی چیز میں تصرف نہ ہو تو اُس کا اکھیڑنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ — از سیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ محمد عبدالحکیم بشیری مرچنٹ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز پنجگانہ ہوا کرتی ہے اور متولی مسجد کا سہ منزلہ مکان مسجد کے متصل ہے بعد انتقال متولی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور عذر یہ ہے کہ جس مسجد کے قریب کوئی اونچی عمارت ہو اُس مسجد میں نماز نہیں جائز ہے لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے فاصلہ میں بناتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد کے بنانے سے سابق مسجد کے ویران ہوجانے کا احتمال ہے لہذا حکم خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا ہے۔

الجواب

یہ محض جاہلانہ، باطل خیال ہے شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت بلند بلند کئی کئی منزل کے مکان ہیں کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے بہت اونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ نہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا ہوسکتا ہے نہ کسی مسجد سے کعبہ ومسجد ان ظاہری دیواروں کا نام نہیں بلکہ اُتنی جگہ کے محاذی ساتوں آسمان تک سب مسجد ہے اُس سے اونچا کیا اُس کے کروڑویں حصے برابر کوئی مکان بلند نہیں ہوسکتا اگرچہ سو منزلہ ہو درمختار میں ہے انہ مسجد الی عنان السماء ردالمحتار میں ہے وکذا الی تحت الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی اس بیہودہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا ایک تو وہ خیال باطل دوسرے جماعت مسجد میں تفریق کہ مسجد ضرار کے اغراض فاسدہ سے ایک غرض ہے قال تعالٰی وتفریقا بین المؤمنین یہاں کہ اس سے مقصود مسجد اول کا باطل ومعطل کردینا ہے یہ سخت حرام اشد ظلم ہے قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعٰی فی خرابہا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از موضع بیراڈا کخانہ لسٹرا گنج ضلع ڈھاکہ ملک بنگال مرسلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی ۰ ارجمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع فرید پور موضع کھونڈا میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ پنجگانہ و نماز جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں ان دنوں دنیاوی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلی وغیر مصلی اس مسجد قدیم کے مقابل چار پانچ سو ہاتھ کے فاصلہ میں محض ضد ومخالفت سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلی صاحبوں کو یہاں سے بھگا کرلے جانے کی پوری کوشش کررہا ہے تاکہ یہ مسجد قدیم ویران ہوجائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہوجائیں مسجد قدیم میں امام صاحب ومتولی صاحب ودیگر مصلی صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاحم نہ ہوا اور نہ اس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلی صاحبوں کو بوجہ عداوت ومخالفت یہاں سے بھگا لے گیا ہے پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا اگر شرعًا مسجد ضرار قرار پائے بوجہ مخالفت وعداوت وتفریق جماعت تو اس مسجد کو کیا کرنا ہوگا اگر شرعًا مسجد جدید مسجد ضرار ثابت ہوجائے تو جن مولوی صاحبان نے جدید مسجد میں نماز عدم جواز ومسجد ضرار فرمایا تھا اُن عالموں کو گالی دینے وبُرا کہنے وعداوت رکھنے حقیر جاننے والے پر شرعًا کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لیے نہیں بناتے محض ضد اور نفسانیت اور مسجد قدیم کی جماعت متفرق کرنے کے لیے بناتے ہیں تو ضرور وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں اُن لوگوں کو جو اسے مسجد ضرار کہتے ہیں بُرا کہنا اور گالی دینا سخت حرام اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو وغیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اُس میں آنا ترک کرکے اسے اپنی جماعت کے لیے دوسری مسجد لوجہ اللہ بناتے ہیں تو وہ ہرگز مسجد ضرار نہیں ہوسکتی جو اُسے ضرار کہتے ہیں بُرا کہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از موضع میسی تحصیل وڈاکخانہ کھا ضلع نینی تال مرسلہ عبدالرحمٰن پدھان ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی خام تھی وہ شکستہ بھی ہے دوسرے آبادی کم ہوجانے سے ایک کنارے پر آبادی کے ہوگئی ہے جو بہت بے موقع ہے اس لیے مسجد اندر آبادی جدید تعمیر کرانے کی خواہش ہے اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہوسکتی ہے یا نہیں اگر ہوسکتی تو کس طرح خلاصہ حکم سے آگاہی بخشیے۔

الجواب

مسجد بیچ آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے اور اس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے اُس کنارے والے پانچوں وقت اُس میں نماز پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از شہر محلہ گڑھیا موصولہ از شیخ ولایت حسین

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوار زینہ مسجد پر اہل ہنود سے بحق ملکیت تنازعہ ہوکر کل مکانات مع جائے تنازعہ کے اہل اسلام صاحبان بریلی نے بحق مسجد وزیارت مع ایک قطعہ دیگر آراضی ہنود سے خرید لیا مسجد نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی ہونا

تجویز کیا گیا انجمن اسلامیہ بریلی نے تمام تعمیر وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد مذکورہ قطعہ آراضی دیگر میں تجویز کرکے کام تعمیر شروع کیا مسجد کہنہ کو چھوڑ کر متصل اُس کے دوسری مسجد جدید تعمیر کی اور مسجد کہنہ کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور جائے مسجد کہنہ کو دیگر دوکانات میں بغرض حصول زر شامل کرلیا جاتا ہے سوالات ذیل برائے جواب پیش ہیں ۱؎ بجائے توسیع مسجد کہنہ کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بموجب شرع شریف رکھے گی ۲؎ جگہ مسجد کہنہ منہدمہ کو دیگر تعمیر دنیوی میں شامل کرکے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں ۳؎ جن اہل اسلام صاحبان سے یہ فعل مذکورہ بالا ظہور میں آیا حکمًا یا عملًا مشیر اُن کے لیے شرعًا کیا حکم ہے ۴؎ بقیہ اہل اسلام کو فاعل مذکورہ بالا سے کیا عمل درآمد کرنا چاہیے۔

الجواب

جبکہ اس مسجد جدید کو بھی مسلمانوں نے مسجد کرلیا یہ بھی مسجد ہوگئی مسجد اول کی اور اس کی دونوں حفاظت و آبادی فرض ہے مسجد اول کو منہدم کرکے تعمیر دنیوی نہیں تعمیر دینی ہی میں شامل کردینا حرام حرام سخت حرام ہے جنھوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آیہ کریمہ کے تحت میں ہیں ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا اولٰئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین ۵ لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاٰخرۃ عذاب عظیم اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں اللہ کا نام لیے جانے سے روکیں اور اُن کی ویرانی میں کوشاں ہوں اُنھیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روا نہ تھا مگر ڈرتے ہوئے اُن کے لیے دنیا میں رسوائی اور اُن کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں اور اگر اس کی دوکانیں کرلی گئی ہوں فرض قطعی ہے کہ فورًا فورًا اُن دوکانوں کو منہدم کرکے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے جو نہ مانیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو اُن سے اجتناب لازم ہے اُن کے پاس بیٹھنا منع ہے قال اللّٰہ تعالٰی واما ینسینک الشیطٰن فلا تقعد بعد الذکرٰی مع القوم الظٰلمین ۵ اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو اور اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کرکے اُس کی دوکانیں کرے وہ لوگ اگر مخالفت خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کرکے مسجد منہدم کو پھر مسجد کرلیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ — از چھاؤنی بنچہ توپ خانہ ٹین نزد مسجد حافظ محمد عبدالرؤف خاں پیش امام مسجد

مسجد بنانا فرض ہے یا واجب یا مستحب اور بڑا ہے وہ پیسہ جو خرچ ہوگا رے پتھر میں اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے عرض کیا یا امام ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکًا عنایت فرمائیے کہ برکت ہو امام صاحب پہلے چہرہ سائلین کی طرف سے پھیر کر خراب مونھ بنایا اور ایک درہم نکال کردے دیا دوسرے روز وہ شخص آئے اور وہ درہم واپس دیکر کہنے لگے کہ حضرت لیجیے یہ درہم کھوٹا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہوکر کہ خراب ہے وہ پیسہ جو گارے پتھر میں خرچ ہووے۔

الجواب — یہ شیطانی خیال ہیں اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب دروغ اور شیطانی

گزرت ہے ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے حدیث میں ہے امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدار والتنظف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر محلے میں مسجدیں بنوائی جائیں اور یہ کہ وہ ستھری رکھی جائیں بنائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وہ گارے پتھر میں صرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے رب اکبر میں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے فی بیوت اذن اللہ ان ترفع مسجدوں کے بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ زاد فی روایۃ من در و یاقوت جو اللہ کے لیے مسجد بنائے اللہ اُسکے لیے جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنادے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از قطب پور ڈاک خانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسؤلہ رحمت اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین کہ ایک مسجد قدیم از مال حلال تیار کیا گیا تھا اور وقف بھی کیا گیا اُس وقت ایک سود خوار کے سود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہوگئے دونوں میں تمیز نہیں ہوسکتی کہ کون حرام کون حلال ہے مسجد قدیم کو تعمیر کیا یعنی گھر کو ٹین دیا اور صحن مسجد کو اینٹ سے پختہ کیا اور مصلیوں کے وضو کے واسطے کنواں بنوادیا اب عرض یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مذکورہ میں اُس مسجد میں نماز پڑھنا فقط جائز ہی نہیں بلکہ اُس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سود کی مخلوط آمدنی سے ٹین اور فرش اور کنواں بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا بلکہ اُس فرش پر نماز جائز اور اُس کنویں سے پینا اور وضو کرنا حلال امام محمد فرماتے ہیں بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کیس اسٹریٹ صاحب بگانی مرسلہ حکیم سید محمد اسمٰعیل صاحب ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

حضرت مولٰنا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور کو ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چونکہ یہ خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں۔ حضور سے دریافت کرنا میرا فرض منصبی ہے ایک مسجد بنانے کی خواہش صرف حضور سے اجازت اس امر کی لینی ہے۔ یہاں اکثر پرانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمدہ ملتی ہے تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں حضور کی جیسی رائے عالی ہو اس سے بہت جلد بواپسی ڈاک مطلع فرمادیں۔ خداوند کریم حضور کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب

جناب سید صاحب مکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ فقیر جبلپور آیا ہوا ہے آپ کا عنایت نامہ بریلی سے یہاں آیا ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے مولٰی تعالٰی توفیق وبرکات زائد دے اینٹ اگرچہ پرانی استعمال شدہ ہے مگر جبکہ پاک ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے پہلے کوئی مکان معبد کفار ہو اور اُسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا اُن کی قبریں کھُدوا کر اُن کی ہڈیوں وغیرہا کی نجاستوں سے صاف فرماکر حضور انور علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے اُسے مسجد فرمایا۔ وھو تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از ہلدوانی ضلع نینی تال مرسلہ حافظ اسرار الحق صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقف کردیا تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اٹھادیا اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی جو زمین مکان کے عوض میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہوکر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کردی گئی آیا اس زمین کا بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے۔

الجواب

وہ زمین اگر مسلمانوں نے مسجد کردی تو اُسے بیچنا جائز نہیں اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب نہیں اُسے بیچ کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ مرسلہ حاجی شرف الدین عمر میاں متولی جامع مسجد ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ: ۱۔ اس قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ میں ایک عیدگاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے اس کے نزدیک ریل کا احاطہ ہے اب ریلوے کمپنی والے اس ریل کے احاطے کو بڑھانے کی غرض سے عیدگاہ کو گراکر اور جا پر بنادینا چاہتے ہیں آیا یہ شرع شریف میں درست ہے یا نہیں اگر مسلمان ڈبھوئی اس عیدگاہ کو نہ دیں تو ریاست کی جانب سے جبراً گرادینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے۔ ۲۔ ریاست بڑودہ تعلقہ سنکھیڑا موضع ماکنی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس وقت مسمار حالت میں ہے اس مسجد میں چند قیمتی پتھر محرابیں کھمبے وغیرہ جو نقشی کام کیے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں اس موضع کے ہنود وغیرہ جن کی حالت اچھی ہے اُٹھا کرلے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کرسکیں لہٰذا ان پتھروں کو لے جاکر کسی اور قصبہ کی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہنود لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھاکر لے جانے کا اندیشہ ہے۔

الجواب

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں واقعی جبر ہو تو اُس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں واللہ تعالٰی اعلم (۲) صورت مستفسرہ واقعی ہے تو مسلمان اُن پتھروں کو دوسری مسجد میں لگاسکتے ہیں کما بینہ فی ردالمحتار واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے معتکف اور مسافر کے مقیم یا اہل شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اگر بیرونی یا شہری بہ نیت اس کے کہ نماز صبح با جماعت ملے یا تہجد بھی نصیب ہو کیونکہ اگر گھر میں رہ کر نماز صبح با جماعت یا نماز تہجد نہیں ملتی ہے مسجد میں سووے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی اور نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے معتکف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح بظاہر ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت سے اباحت معلوم ہوتی ہے عن عبداللہ بن حارث بن جزء قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخبز ولحم وھو فی المسجد فاکل واکلنا معہ ثم قام فصلی وصلینا معہ ولم نزد علی ان مسحنا

ایذینا بالحصباء۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں معتکف کو سونا تو بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے اور اُس کے غیر کے لیے ہمارے علما کے تین قول ہیں اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولٰی ہے صححہ فی الھندیۃ عن خزانۃ الفتاوی ومشی علیہ فی جامع الاسبیجابی کما نقلہ ابن کمال باشا والکافی فی معراج الدرایۃ والیہ یمیل کلام الدر فی الاعتکاف قلت وفیہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دوم مسافر کو جائز ہے اُس کے غیر کو منع وبہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدر قبیل باب الوتر سوم معتکف کے سوا کسی کو جائز نہیں وبہ جزم فی السراجیۃ وفی جامع الفتاوی ومنیۃ المفتی وغمز العیون ومتن الوقایۃ وغیرھا من المعتمدات اور یہ کراہت کراہت تحریم ہے لقولہ یمنع منہ وانما المنع عن المکروہ تحریما واما کراھۃ التنزیہ فتجامع الاباحۃ کما فی ردالمحتار وغیرہ **اقول** تحقیق امر یہ ہے کہ مرخص وحاظر جب جمع ہوں حاظر کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدل زمان سے متبدل ہوتے ہیں ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل اور ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ عطا فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہوجاتا ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سمع رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا جو کسی شخص کو سُنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اُس پر واجب ہے کہ اُس سے کہے اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اسلیے نہیں بنیں رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے اذا رأیتم من یبتاع فی المسجد فقولوا لاربح اللہ تجارتک جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے رواہ الترمذی وصححہ والحاکم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے کھانے پینے کو نہ بنیں تو غیر معتکف کو اُن میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب وہیبت سے عاری مسجدیں چوپال ہوجائیں گی اور اُن کی بے حرمتی ہوگی وکل ما ادی الی محظور محظور جو بخیال تہجد یا جماعت صبح مسجد میں سونا چاہے تو اُسے کیا مشکل ہے کہ اعتکاف کی نیت کرلے کچھ حرج نہیں کچھ تکلیف نہیں ایک عبادت بڑھتی ہے اور سونا بالاتفاق جائز ہوا جاتا ہے منیۃ المفتی پھر غمز العیون اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے واذا ارادذلک ینبغی ان ینوی الاعتکاف فیدخل ویذکر اللہ تعالٰی بقدر ما نوی اویصلی ثم یفعل ماشاء واللہ تعالٰی اعلم مسجد میں ایسا اکل وشرب جس سے اُس کی تلویث ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ معتکف ہو ردالمحتار باب الاعتکاف میں ہے الظاھر ان مثل النوم الاکل والشرب اذا لم یشغل المسجد ولم یلوثہ لان تنظیفہ واجب کما مر اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو معتکف کو بالاتفاق بلاکراہت جائز ہے اور غیر معتکف میں وہی مباحث واختلافات عائد ہوں گے اور ہیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لم تبن لھذا اعتکاف نفل کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار صرف نیت کافی ہے جتنی دیر بھی ٹھہرے بہ یفتی تو خلاف میں پڑنے کی کیا حاجت وما کان اقرب الی الادب فھو الاحب الاوجب نسأل اللہ حسن التوفیق رہی حدیث

ابن ماجہ وہ ایک واقعۂ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لیے عموم نہیں ہوتا ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس وقت معتکف ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ مامست النار سے وضو نہیں علاوہ بریں فعل وتقریر سے قول اور مبیح سے حاظر راجح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ـ از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی موذن ومولوی عبدالعلی ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں کھانا وہاں کھائیں دنیا کی بات کریں اشعار پڑھیں جائز ہے؟

الجواب

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ـ از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب رضوی ۹ رجمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وہ مسجد میں کسی وقت سو سکتے ہیں یا نہیں نیز ایسے مسلمان مسافر جو آجکل شہروں میں آیا جایا کرتے ہیں اور چندے لے کر گزارہ کرتے ہیں اُنھیں مسجدوں میں رکھنا اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں سوئیں کھائیں پئیں جائز ہے۔

الجواب

صحیح ومعتمد یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا سونا سوا معتکف کے کسی کو جائز نہیں مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے اور اُس کے لیے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے اعتکاف نفل ایک ساعت کا ہو سکتا ہے مسجد کو گھر بنانا کسی کے لیے جائز نہیں وہ لوگ بھی بہ نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ـ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر واہیات لغویات اور گالی گلوج ایک دوسرا آپس میں مجمع خاص وعام کے روبرو کرے تو اُن لوگوں کے لیے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر مگر تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے اتنا کریں کہ انھیں مسجد سے باہر کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ـ از شہر عقب کوتوالی مسئولہ مولوی بدیع الزماں صاحب بنگالی ۷ ر شوال ۱۳۳۶ھ

مسجد کا ایک امام جو شب وروز مسجد کے حجرہ میں رہتا ہے اور عملیات تعویذ گنڈہ وغیرہ آیات قرآنی سے کرتا ہے اُس کو بصورت قیام مسجد ایسا روزگار کرنا اور اس سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

عوض مالی پر تعویذ دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع وشرا ناجائز ہے اور حجرہ فنائے مسجد ہے اور فنائے مسجد کے لیے حکم مسجد عالمگیریہ میں ہے

یبیع تعویذ فی مسجد جامع ویکتب فیه التوراة والانجیل والفرقان ویاخذ علیها مالا ویقول انا ادفع الهدیة لایحل له ذلك کذا فی الکبری اُسی میں ہے قیم المسجد لایجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا یسقط حرمته وهذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمه حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ یکم ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ۔ ایک شخص کچہری میں ملازم ہے فرصت کے وقت رات میں مسجد میں قیام کرکے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے بہت عرصہ سے اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیت اعتکاف کرلیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور کھانے سونے میں نہیں ہے۔

الجواب

اگر واقعی وہ ہر بار نیت اعتکاف کرتا اور کچھ دیر ذکرِ الٰہی کرکے کھاتا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ ازبریلی ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم یا اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور مسند تکیہ مسجد میں اندر مسجد کے لگائے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور اُگالدان مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں سونا کھانا بحالِ اعتکاف جائز ہے اگر ایک جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں بہرحال یہ لازم ہے کہ کوئی چھینٹ شوربا یا شیر وغیرہ کی چھینٹ مسجد میں نہ گرے اور سوائے حالتِ اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاصکر ایک جماعت کے ساتھ کہ کروہ نفل کا اور لوگوں کو بھی اس میں مرتکب بنانا ہے عالمگیری میں ہے یکرہ النوم والاکل فیه لغیر المعتکف مسند لگانا اگر براہِ تکبر ہے تو یہ خارجِ مسجد بھی حرام ہے قال تعالٰی الیس فی جهنم مثوی للمتکبرین ۵ اور اگر براہِ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لیے رکھ دی یہ اُس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں لایابی الکرامة الاحمار ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہیے کہ ادبِ مسجد کے خلاف ہے ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے اُگالدان اگر پیک کے لیے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لیے رکھا تو حرج نہیں اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلاضرورتِ شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہیے مسجد کو گھر سے مشابہ بھی کرنا نہ چاہیے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان المساجد لم تبن لهذا خصوصًا اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ رُکے تو سخت ناجائز و گناہ ہے قال اللہ تعالٰی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیها اسمه۔ بااینہمہ یہ بھی یاد رکھنا فرض ہے کہ جو حقیقۃً عالمِ دین ہادی خلق سنی صحیح العقیدہ ہو عوام کو اُس پر اعتراض اُس کے افعال میں نکتہ چینی اس کی عیب بینی حرام حرام حرام اور باعثِ سخت محرومی اور بدنصیبی ہے اول تو لاکھوں مسائل واحکام فرقِ نیت سے متبدل ہوجاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی علمِ نیت ایک عظیم واسع علم ہے جیسے علمائے ماہرین ہی جانتے ہیں عوام بیچارے فرق پر مطلع نہ ہوکر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور کار پاکاں را قیاس

از خود گیر کے مورد بنتے ہیں اسی مسئلہ میں دیکھیے شرعًا اعتکاف کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت ولہذا مستحب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کرلے جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا علما اعتکاف ہی کی نیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب اُن کو سونا کھانا پیک کے لیے اُگالدان رکھنا روا ہوگا اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو ستی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں عالم بے عمل کی مثال شمع سے دی ہے کہ آپ جلے اور تمھیں روشنی و نفع پہنچاے احمق وہ جو اُس کے جلنے کے باعث اُسے بجھا دینا چاہے اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا علما کو چاہیے کہ اگرچہ خود نیت صحیح رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے اُن کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں اُن کا معترض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا اور جو معتقد ہیں اُن کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرتکب ہونا عالم فرقۂ ملامتیہ سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اُس کا فائدہ ہو مسند ہدایت پر ہے عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں اُن کا نفع ہے حدیث میں ہے راس العقل بعد الایمان باللہ التودد الی الناس دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں بشروا ولا تنفروا احیانًا ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از الہ آباد مسجد صدر مرسلہ حافظ عبدالحمید صاحب فتحپوری ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۳۱ھ

اگر کوئی مسجد میں بآواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اُس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے ایسے موقع پر ذکر بالجہر و تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجہر سے منع کرنا اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین۔

الجواب

بیشک ایسی صورت میں اُسے جہر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نہی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تا حد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اُس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے مٹادے بند کردے اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے اور اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اُسے بُرا جانے اور یہ سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے اور جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لیے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہرًا تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ ذکر جہر میں تھا دوسرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لیے پیش کرنا ردالمحتار میں ہے فی الفتح عن الخلاصۃ رجل یکتب الفقہ وبجنبہ رجل یقرؤ القرآن فلایمکن استماع القرآن فالاثم علی القاری وعلی ھذا لوقرأ علی السطح والناس نیام یأثم اھ ای لانہ یکون سببا لاعراضہم عن استماعہ اولانہ یوذیہم بایقاظہم اُسی میں غنیہ سے ہے یجب علی القاری احترامہ بان لایقرأہ فی الاسواق ومواضع الاشتغال فاذا قرأہ فیہا کان ھو المضیع لحرمتہ فیکون الاثم علیہ دون اھل الاشتغال دفعًا للحرج ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ بآواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو

اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہیے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

الجواب

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ بآواز پڑھنے سے اُس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے مسجد میں جب اکیلا تھا اور بآواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لیے آئے فوراً آہستہ ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ محلہ توپ خانہ مرسلہ منشی حامد علی خاں صاحب ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ

زید اگر مسافرانہ طور پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اُس کا کوئی ایسا شخص شناسا نہ ہو کہ جس کے مکان میں قیام کرسکے اور بسبب پابندی نماز جماعت و وضو وغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس کا سلف سے ثبوت ہے یا نہیں اور جو شخص زید کو بصورت مذکورہ جبراً مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہے اور میں چونکہ ملازم خالد ہوں لہٰذا مجھے حکم خالد ہے کہ بے اذن ہمارے کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دو اور اس پر برسر پیکار ہو تو زید کا اخراج عن المسجد بصورت فتنہ و فساد جائز ہے یا نہیں اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد کی جانب جائز ہے یا نہیں اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں۔

الجواب

ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے خود مسجد اقدس میں حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحاب صفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم قیام پذیر تھے مسجد سے بالجبر اُس کا اخراج ظلم ہے والظلم ظلمات یوم القیمۃ ہاں نظر بحالات زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صدہا سال سے مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعد عشا بند کردیتے ہیں اور سوا خدام کے سب لوگ باہر کردیے جاتے ہیں اگر واقعی ایسی صورت تھی تو نرمی کہنا چاہیے تھا اور مسجد کو خالد کی ملک کہنا ظلم ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے وان المسجد للہ مسجدیں خالص اللہ کے لیے ہیں بہرحال اُس مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں نہ وہ مسجد ضرار ہوسکتی ہے یہ جہل محض ہے پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکور نہیں یا زید مشتبہ نہیں تو اُسے جبراً نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اُس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ زید کو چاہیے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کرکے کچھ ذکر الٰہی کرکے کھائے سوئے کہ مسجد میں کھانا سونا معتکف کو بلا خلاف جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از شہر کہنہ مسئولہ منیر الدین صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من اکل

من ھذہ الشجرۃ المنتنۃ فلایقربن مسجدنا فان الملٰئکۃ تتاذی مما یتاذی منہ الانس رواہ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر علامہ سید شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں ویلحق بما نص علیہ فی الحدیث کل مالہ رائحۃ کریھۃ ماکول اوغیرہ ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو لونڈر کہتے ہیں ملانے سے اُس کی بدبو بالکل جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہوجائے گا بشرطیکہ اُس لونڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شے نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے درمختار میں ہے کرہ تحریما ادخال نجاسۃ فیہ فلایجوز الاستصباح بدھن نجس فیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ مولوی رحیم بخش بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اُس کی بو بالکل دور کردی جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از داناپور محلہ سگونہ مسؤلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں صبح کی نماز میں بوجہ سردی کے تینوں در بند کرکے اور چراغ جلاکر لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور نماز صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلاکر نماز نہ پڑھنا چاہیے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس لیے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں اور کہاں تک اُس کا کہنا صحیح ہے مہربانی فرماکر جواب مع حوالہ کتب فقہ شریف عنایت ہو۔

الجواب

وقت حاجت چراغ جلاکر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں وفیہ حدیث تمیم الداری رضی اللہ تعالٰی عنہ وایقادہ القنادیل فی المسجد الشریف واستحسانہ من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ لما رأی المسجد ین ھونورا اللہ قبر عمر کما نور مساجد نا مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور ممنوع و بدعت سیئہ ہے درمختار میں ہے کرہ غلق باب المسجد الالخوف علی متاعہ بہ یفتی اھ اقول ھذا فی غیر وقت الصلوۃ لقول الشامی الا فی اوقات الصلوۃ فکیف عند نفس قیام الصلوۃ۔ ھذا مردود باجماع اھل الصلوۃ اُس وقت چراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کواڑ بند کرنے کی بناپر ہو اگر بند نہ کریں چراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چراغ بھی بے حاجت کہ وہ حاجت بروجہ باطل ہے اور اگر اتنے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کھلے کواڑوں میں بھی حاجت چراغ ہو تو یہ خلاف افضل ہے مذہب حنفی میں نماز فجر جس قدر وقت روشن کرکے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ شہر بریلی محلہ گھیر جعفر خاں محمود علی خاں ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندرون مسجد مرزائی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں بغرض زیبائش مسجد گملے درختاں

پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لیے تیار کیے گئے ہیں جن میں کھاد وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی ہے اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہیے از روئے شرع شریف کیا حکم ہے۔

الجواب

اگر نماز میں نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از منصور پور متصل ڈاک خانہ شیس گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مسئولہ محمد شاہ خاں ۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں مسجد میں اکثر کا بیان عربی کی ونقشیجات وغیرہ چار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کیے جاتے ہیں منجملہ اُن کے منبر کے قریب دیوار پر عربی ومناجات وغیرہ ایسے موقع پر نصب یعنی چسپاں کیے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پس پشت یا اُس سے کسی قدر اونچے یعنی قریب پس گردن عربی ومناجات ہوتے ہیں ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

ایسی چیزوں کا دیوار قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہیے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ خطبہ میں امام کی پشت اُس کی طرف ہو یہ اور بھی نامناسب ہے ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از علی گڑھ کالج مسئولہ حضرت مولٰنا محمد سلیمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) پروفیسر دینیات خلیفہ اعلیحضرت رضی اللہ تعالٰی عنہ) ۱۳۳۲ھ

مسجد میں طلائی نقش ونگار جائز ہے یا نہیں کیا نمازیوں کے پیش نظر گل وبوٹے چمکتے دمکتے مخل صلاۃ نہیں کیا اس طرح کی زیبائش مسجد کی من جہت معبد ہونے کے شایان شان نہیں محض مختصر جواب اس کا تحریر فرماکر فقیر کو ممنون فرمائیں یہاں مسئلہ درپیش ہے کالج کی مسجد منقش ومطلا کی جارہی ہے۔ فقط

الجواب

مساجد میں زینت ظاہری زمانۂ سلف صالحین میں فضول ونا پسند تھی کہ اُن کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے ولہذا احادیث میں مباہاۃ فی المساجد کو اشراط ساعت سے شمار فرمایا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا لتزخرفنہا کما زخرفت الیھود والنصاری مگر تبدل زمان سے علما نے تزیین مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر مورث عظمت فی العیون ووقعت فی القلوب ہوتی ہے فکان کتحلیۃ المصحف فیہ من تعظیمہ مگر اب بھی دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شاغلات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولٰی یہ ہے کہ دیوار یمین وشمال بھی ملہیات سے خالی رہے کہ اُس کے پاس جو مصلی ہو اُس کی نظر کو پریشان نہ کرے ہاں گنبدوں میناروں سقف اور دیواروں کی وہ سطح کہ مصلیوں کے پس پشت رہے گی ان میں مضائقہ نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش ونگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں مسجد کا مال اُس میں صرف نہ کیا جائے مگر جبکہ اصل بانی مسجد نے نقش ونگار کیے ہوں یا واقف نے اس کی اجازت دی ہو یا مال مسجد فاضل بچا ہو اور اگر صرف نہ کیا جائے گا تو ظالموں کے خورد برد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش ونگار اپنے مال سے کرسکتا ہے اُس میں بھی

دقائق نقوش سے تکلف مکروہ ہے سادگی ومیانہ روی کا پہلو ملحوظ رہے امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں استنبط منہ کراھۃ زخرفۃ المساجد لاشتغال قلب المصلی بذلک اولصرف المال فی غیر وجھہ نعم اذا وقع ذلک علی سبیل تعظیم المساجد ولم یقع الصرف علیہ من بیت المال فلا باس بہ ولواوصی بتشیید مسجد وتحمیرہ وتصفیرہ نفذت وصیتہ لانہ قد حدث للناس فتاوی بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنھم وکافرھم تشیید بیوتھم وتزیینھا ولو بنینا مساجدنا باللبن وجعلناھا متطامنۃ بین الدور الشاھقۃ وربما کانت لاھل الذمۃ لکانت مستھانۃ درمختار میں ہے (ولاباس بنقشہ خلا محرابہ) فانہ یکرہ لانہ یلھی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا خصوصا فی جدار القبلۃ قالہ الحلبی وفی حظر المجتبٰی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر اھ وظاھرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ (بجص وماء ذھب) لو (بمالہ) الحلال (لامن مال الوقف) فانہ حرام (وضمن متولیہ لوفعل) النقش اوالبیاض الا اذا خیف طمع الظلمۃ فلاباس بہ کافی والا اذا کان لاحکام البناء اوالواقف فعل مثلہ لقولھم انہ یعمر الوقف کما کان وتمامہ فی البحر ردالمحتار میں بحر سے ہے واراد من المسجد داخلہ یفید ان تزیین خارجہ مکروہ اھ اور وہ یتنی کتبت علیہ مانصہ اقول فی ھذہ الافادۃ نظر ظاھر بل الظاھر منہ جوازہ بلاکراھۃ بالشروط الثلثۃ ان یکون بمالہ الحلال ولا یتکلف دقائق النقوش لان خارج المسجد لیس محل الھاء المصلی وفیہ تعظیمہ فی العیون وزیادۃ وقعتہ فی القلوب وترغیب الناس فی حضورہ وتعمیرہ وکل ذلک مطلوب محبوب وانما الامور بمقاصدھا وانما لکل امرئ مانوی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از فیض آباد مسجد مغلپورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن ومولوی عبدالعلی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہو اور وہاں گانا مع آلات ڈھولکی وغیرہ ہو اور تماشائی لوگ اندر مسجد کے بلالحاظ پاکی اور ادب کے اور گاگر کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مزامیر کے ساتھ گانا اور اُس کا سننا دونوں حرام ہیں اور حرام فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت اور گاگر کا ہجوم اگر کسی منکر شرعی پر مشتمل نہیں نہ یہ وقت نماز کا ہو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو نہ یہ لوگ مسجد کی بے حرمتی کریں تو حرج نہیں اور بے ثبوت شرعی مسلمانوں کو سمجھ لینا کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از لال پور ضلع بیڑا بنگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ رجمادی الثانی ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنے کو بعض لوگ عدم سنت کہتے ہیں سنت ہونے کی دلیل چاہتے ہیں۔ **بینوا توجروا**۔

الجواب

واعظ کا کرسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نہ زاور نمازیوں کا حرج نہ ہو ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے

سے فعل سنت نہیں جاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از جوہر کوٹ بارکھاں ملک بلوچستان ۲۱ محرم ۱۳۳۶ھ

مجموعہ فتاوی عبدالحئی ص ۵۵ مجموعہ فتاوی ہمایونی تصنیف مولٰنا مفتی عبدالغفور صاحب نے چارپائی والے مسئلہ مسجد میں جواز لکھا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اعتکاف کے موقع میں سریر پر سوئے تھے۔

الجواب

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لم تبن لھذا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اونٹ پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور یوہیں کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا سعد بن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ زخمی ہوئے خون اُن کے زخموں سے جاری تھا اُن کے لیے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس نہ تھا کیا ان احادیث سے استناد کرکے کوئی ایسی جرأت کرسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از شہر بریلی مسئولہ کفایت اللہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ مسجد میں استعمالی جوتا رکھنا چاہیے یا نہیں چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبانِ مبارک سے سنا ہے کہ جوتا مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جوتا رکھتے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عیدگاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جوتا خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے۔ اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے تو جوتا پہن کر جانا چاہیے یا ویسے ہی۔

الجواب

اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جوتا رکھنے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑ کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہو نہ دوسرے نمازی کے نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے نہ اُن سے قطع صف ہو اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومال ڈال دیں۔ جوتا پہن کر جانا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ یکم ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جوتا سامنے رکھتے ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے کس قول سے منع ہے۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان احدکم اذا قام فی الصلٰوۃ فانما یناجی ربہ وان ربہ بینہ وبین القبلۃ فلا یبزقن احدکم قبل قبلتہ ولکن من یسارہ وتحت قدمہ رواہ البخاری عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ

اور فرمایا اذا قام احدکم الی الصلاۃ فلایبصق امامہ فانما یناجی اللہ مادام فی مصلاہ ولا عن یمینہ فان عن یمینہ ملکا ولیبصق عن یسارہ او تحت قدمہ فیدفنہا رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور فرمایا اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون علی یسارہ احد ولیضعہما بین رجلیہ رواہ ابوداود عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از سرائے چھبیلہ ضلع بلندشہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۶ھ

مسجد کے چاہ سے عموماً پانی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا اور رسی سے بھی وہ خراب پیر لگتے ہیں پھر اس کی چھینٹیں کنویں میں ضرور جاتی ہیں منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یوہیں بھرتے آتے ہیں ان کا کیا حکم ہے۔

الجواب

کنوئیں کی ممانعت نہیں ہوسکتی رسّی ڈول اگر مسجد کا ہے اُس کی حفاظت کریں غیر نمازی کے لیے اُس سے نہ بھرنے دیں دربارۂ طہارت اوہام کو شریعت نے دخل نہیں دیا ورنہ عافیت تنگ ہوجائے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بریلی شہر کہنہ مسؤلہ محمد ظہور صاحب ۱۰ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثل جامن مولسری کھنّی وغیرہ کے ہو اور پھل اس مقدار پر آیا کہ جس کو فروخت کیا جائے ایسی صورت میں وہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کیے ہوئے کھاسکتے ہیں یا نہیں دیگر یہ کہ مسجد میں درخت بیلہ چنبیلی مولسری کا ہے اس کے پھول نمازی لوگ بلا کوئی قیمت ادا کیے ہوئے گھر کو لاسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں بے ضرورت شدیدہ درخت بونا منع ہے اور اُس کے پھل پھول بے قیمت نہیں لے سکتے ہندیہ میں ہے اذا غرس شجرا فی المسجد فالشجر للمسجد کذا فی الظہیریۃ اُسی میں ہے فی فتاوی اھل سمرقند مسجد فیہ شجرۃ تفاح یباح للقوم ان یفطروا بھذا التفاح قال الصدر الشہید المختار انہ لایباح کذا فی الذخیرۃ اھ **اقول** وھذا تصحیح صریح من امام جلیل ولاشک انہ ھو قضیۃ الوقف فان الوقف کما لایملک لایباح فیقدم علی ما فی صلح الخانیۃ قبیل فصل المھایاۃ طریق غرس فیہ رجل شجرۃ الفرصاد قالوا لاباس بہ اذا کان لا یضر بالطریق ویطیب للغارس ورقہا واکل فرصادھا وان کانت الشجرۃ فی المسجد قال الفقیہ ابوجعفر رحمۃ اللہ تعالٰی لاباس باکل توتہا ولا یجوز اخذ ورقہا اھ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمٰن صاحب ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملات دنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت ہے اور بروز حشر کیا مواخذہ ہوگا۔

الجواب

دنیا کی باتوں کے لیے مسجد میں جاکر بیٹھنا حرام ہے اشباہ ونظائر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا "مسجد میں دنیا کا کلام نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے

جیسے آگ لکڑی کو"۔ مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بُری ہوئیں تو اُس کا کیا ذکر ہے دونوں سخت حرام در حرام موجب عذاب شدید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش محرر دفتر ججی غازی پور ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں شور وشر کرنا اور دنیا کی باتیں کرنا اور اسی طرح سے وضو میں درست ہے یا نہیں اور اپنے پاس سے غیبت کرنے والوں اور تہمت رکھنے والوں اور جن میں شیوۂ منافقت کا اور مفسدہ کا انداز پایا جاوے نکلوا دینا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

مسجد میں شور وشر کرنا حرام ہے اور دنیوی بات کے لیے مسجد میں بیٹھنا حرام اور نماز کے لیے جاکر دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ اور وضو میں بے ضرورت دنیوی کلام نہ چاہیے اور غیبت کرنے والوں اور تہمت اُٹھانے والوں منافقوں مفسدوں کو نکلوا دینے پر قادر ہو تو نکلوا دے جبکہ فتنہ نہ اُٹھے ورنہ خود اُن کے پاس سے اُٹھ جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۰ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد ویران شدہ یعنی چھت وغیرہ اُس کا گر گیا صرف دیواریں و دیگر آثار اُس کے سب نمودار ہیں اُس مسجد کے متعلق جو دکان ہو اُس کا کرایہ دوسری مسجد پر خرچ ہوسکتا ہے یا نہ اور اُس کرایہ میں سے دوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں

الجواب

نہیں جائز۔ بلکہ اُس کے کرایہ سے اُسی مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از مراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئولہ کار دعلی صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش پختہ بنا دیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحن مسجد میں معلوم نہیں ہوتا ہے البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں کی قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرنا ہے کہ اس صحن مسجد میں کہ جہاں قبریں تھیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں ہوگئیں یا نہیں سوال کا جواب بحوالہ کتب احادیث ارقام فرمائیں۔

الجواب

مسلمانوں کی قبریں ہموار کرکے صحن مسجد میں شامل کرلینا حرام ہوا اور اُن قبروں پر نماز حرام ہے اور اُن کی طرف نماز حرام ہے قبر اُوپر کے نشان کا نام نہیں کہ اُس کے مٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان بدستور بنا دیے جائیں کہ مسلمان اُن پر پاؤں رکھنے اور چلنے اور اُن پر اور اُن کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شاہی علاقہ رام پور۔ مرسلہ نادر شاہ خاں و انعام اللہ خاں ۲۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد کے یمین و یسار قبرستان خام ہے نشان قبور موجود ہیں قبرستان کو نئی مٹی سے یا پختہ چبوترہ باندھ کر فرش مسجد کا بڑھا لیا جائے ایسا کہ بالکل نشان قبر بالکل ظاہر نہ رہے تو اُس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز۔ بینوا توجروا

الجواب

ناجائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام اور قبر پر نماز پڑھنی حرام اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ منشی مردان علی از بجنور محلہ قاضی خاں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجنور جو محلہ قاضیان میں واقع ہے اُس کا فرش موجودہ شرقاً و غرباً یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ جو بعض جمعہ کو نمازیوں کے لیے کافی نہیں ہوتا لہذا اُس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے درصورت بڑھانے فرش کے ایک قبر پختہ جس کا حضیرہ زمین سے قریب بارہ گرہ کے اونچا بنا ہوا ہے بیچ فرش میں پڑ گئی صاحب قبر کے انتقال کو قریب سو سال کے گذری ہوں گی لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا کیا جاوے تاکہ نماز میں کچھ حرج نہ ہو آیا فرش کی برابر کردی جاوے یا اونچی رہنے دی جاوے درصورت بحالت موجودہ رکھنے قبر کے نماز میں کچھ حرج ہوگا یا نہیں ورثائے صاحب قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لیے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتب فقہ تحریر کیا جاوے کہ کتنے میعاد کے برابر کرنا درست ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اُس پر چلیں پھریں اُٹھیں بیٹھیں نماز پڑھیں محض حرام ہے کما نطقت بہ احادیث جمۃ وقد صرح علماءنا ان المرور فی سکۃ حادثۃ فی المقابر حرام کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی مسجد صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاصلے تک حرام کہ جب نماز خاشعین کی پڑھی اور قیام میں موضع سجود پر نظر جمائے تو قبر تک نگاہ پہنچے اور عام مساجد صغیر ہیں مسجد کبیر ایسی ہے جیسے جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے اور قبر اُس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے اوپر کا بلند نشان حقیقت قبر میں داخل نہیں تو اُس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی ردالمحتار میں ہے تکرہ الصلوۃ علی القبر لورود النھی عن ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاءھم مساجد رواہ الشیخان وغیرھما عن ام المومنین الصدیقۃ وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم بلکہ اُس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر نیچی ہو نیچی رہنے دیں اور اُس کے گرداگرد ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اُٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤ گز یا زیادہ اونچی ہو اُن دیواروں پر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں چن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے اب اس کی چھت پر اور اُسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہوگئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اُس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں مسلک متقسط میں ہے انکان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرہ الصلوۃ خلاصہ و ذخیرہ وغیرہما میں ہے ھذا اذا لم یکن بین

المصلی وھذا المواضع حائل کالحائط وانکان حائل لاتکرہ اور بہتر یہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً یا دیوار جانب قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں اس سے دو فائدے ہوں گے اولاً میت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ بحکم حدیث موجب نزول رحمت ہے دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اُس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اُسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحن مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گرہ بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جانیں کہ اس میں میت و احیاء و مسجد و قبر سب کی بھلائی ہے کما اشرنا الیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از شہر الٰہ آباد زیر جامع مسجد چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشبو ساز ۲۹ رشوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں ایک مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر و فقہ و حدیث کی ہوتی ہے بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھا دی جائے بعد گفتگو بسیار کے یہ طے پایا کہ دونوں طرف سے تحریریں ہو جائیں اور رجسٹری کر دی جائے منتظمان مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اُٹھائیں گے جب تک مدرسہ تین شرائط پر قائم رہے گا ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری انگریزی غیر مذہب کی تعلیم نہ داخل ہو مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے مہتمم مدرسہ نے اس کو تسلیم کیا اور تحریر کر دیا کہ ہم اس کے پابند رہیں گے بکر کہتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرانا جائز نہیں ہے منتظمین کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ اس قسم کی تحریر کرا دیں اور رجسٹری کرا دیں زید کہتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو جو کام مسجد میں جائز ہیں اُس کی مزاحمت کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی توثیق کرانا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کبھی نہ روکیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا کس کا قول صحیح ہے زید کا یا بکر کا۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے (۱) تعلیم دین ہو (۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو نہ وہابی وغیرہ بددین کہ وہ تعلیم کفر و ضلال کرے گا (۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اُجرت سے کار دنیا ہو جائے گی (۴) ناسمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں (۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے (۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے (۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھنے سے قطع صف نہ ہو ان شرائط کا اگر وثیقہ لکھا لیا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کہ لکھانا چاہتے ہیں اُس کی پہلی شرط ان میں کی چوتھی اور دوسری ان میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اُس کا لکھا لینا بھی اچھا ہے گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بضرورت معلم باجرت کو اجازت ہے مگر نہ مطلقاً یونہیں سلائی پر سینے والا درزی اگر مسجد کی حفاظت اور اُس میں بچوں کو نہ آنے دینے کے لیے مسجد میں بیٹھے اور اپنا سیتا بھی رہے تو اجازت دی ہے یونہیں غیر نماز کے وقت متعلمان علم دین کو تکرار علم میں رفع صوت کی حدیث میں فرمایا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم۔ بحرالرائق میں ہے قالوا ولایجوز ان تعمل فیہ (ای فی المسجد الصنائع لانہ مخلص للہ تعالٰی فلایکون محلا لغیر العبادۃ غیر انھم قالوا فی الخیاط اذا جلس فیہ لمصلحۃ من دفع الصبیان وصیانۃ المسجد لاباس بہ للضرورۃ ولایدق الثوب عند طیہ دقا عنیفا والذی یکتب ان کان باجر یکرہ وانکان بغیر اجر لایکرہ قال فی فتح القدیر ھذا اذا کتب القران والعلم لانہ

فی عبادۃ اما ھؤلاء المکتبون الذین یجتمع عندھم الصبیان واللغط فلا ولو لم یکن لغط لانھم فی صناعۃ لا عبادۃ اذھم یقصدون الاجارۃ لیس ھو ﷲ تعالٰی للارتزاق ومعلم الصبیان القراٰن کالکاتب ان کان لاجر لاوحسبۃ لاباس بہ اھ فتاوٰی خلاصہ میں قبیل کتاب الحیض ہے: المعلم الذی یعلم الصبیان باجر اذا جلس فی المسجد یعلم الصبیان لضرورۃ الحر وغیرہ لایکرہ وفی نسخۃ القاضی الامام وفی اقرار العیون جعل مسألۃ المعلم کمسألۃ الکاتب والخیاط فان کان یعلم حسبۃ لاباس بہ وان کان باجر یکرہ الا اذا وقع ضرورۃ درمختار میں ہے اذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولو مستغلا بقراءۃ او درس ردالمحتار میں ہے اقول وکذا اذا لم یضق ولکن فی قعودہ قطع للصف درمختار مکروہات وممنوعات مسجد میں ہے ورفع صوت بذکر الا للمتفقھۃ ردالمحتار میں ہے الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصل او قارئ مناقب کردری میں ہے عن ابن عیینۃ قال مررت بہ (ای بالامام رضی اللہ تعالٰی عنہ) وھو مع اصحابہ فی المسجد وقد ارتفعت اصواتھم فقلت یا ابا حنیفۃ ھذا المسجد والصوت لایرفع فیہ فقال دعھم فانھم لایفقھون الا بہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ سائل مذکور الصدر

ایک مسجد قدیم چندہ کے روپیہ سے ازسرنو تعمیر کی گئی اُس کے مغربی دیوار پر عبارت ذیل تین پتھروں میں کندہ کرکے ہر سہ محراب کے اوپر چسپاں کی گئی عبارت یہ ہے: ا یہ جامع مسجد مع دوکانات جنوبی وشرقی وحمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے اہتمام میں رہی آخری متولی کی بے عنوانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا دومنزلہ مکان بن گیا مغربی دیوار اور گنبد کی دیوار شق ہوگئی دوکانات مسجد کی نسبت متولی مذکور نے اپنی خانگی جائداد ہونے کا دعوٰی کیا بالآخر متولی بحکم کچہری تولیت سے خارج کیا گیا اور مسجد دوکانات کا انتظام کچہری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا اس کمیٹی نے حمام کو واپس لے کر جزو مسجد قرار دیا اور اُس وقت سے مسجد کی زینت وآبادی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی ڈاٹ شق ہوجانے سے مسجد کے گرجانے کا اندیشہ تھا لہذا مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے ازسرنو کمیٹی کے زیر اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام ۱۳۳۱ھ میں شروع ہوا ۱۳۳۶ھ میں ختم ہوا تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوا جس میں سے ایک ہزار نوسو دوکانات کے کرایہ سے ملا اور باقی چندہ جمع کیا گیا ضلع الہ آباد کے علاوہ دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور والیان ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا دوکانات زیرین مسجد مع حمام وقف ہیں ان کی آمدنی اخراجات مسجد میں صرف ہوتی ہے۔ اللہ تعالٰی اس مسجد کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور جملہ مسلمانان معاونین مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے ناظرین ارکان کمیٹی وسکریٹری ودیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں سید امیر الدین احمد غفرلہ المولی المجیب خان بہادر سکریٹری کمیٹی انتظام جامع مسجد چوک الہ آباد ساکن دائرہ شاہ رفیع الزماں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ واقع محلہ یحیٰی پور شہر الہ آباد) زید کہتا ہے کہ بچند وجہ یہ عبارت چسپاں کرانا مغربی دیوار پر درست نہیں ہے اول یہ کہ درمختار میں لکھا ہے کہ مغربی دیوار پر نقش کرنا درست نہیں ہے وھو ھذا (ولاباس بنقشہ خلا محرابہ) فانہ یکرہ لانہ یلھی المصلی ویکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوھا خصوصا فی جدار القبلۃ قال الحلبی وفی حظر المجتبٰی وقیل یکرہ فی المحراب دون السقف والموخر اھ وظاھرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلۃ فلیحفظ اور یہاں نحوھا کا لفظ بھی ہے کہ جو ہر ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بٹنے کا اندیشہ ہو۔ دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی

خیانت لکھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وہ اپنے کردار کو پہنچ بھی چکے اور کچہری نے بھی اُن کو تولیت سے علیحدہ کردیا لیکن وہ جب دُنیا سے رحلت فرمائیں گے تو اُن کی بُرائی ہمیشہ کے لیے کندہ رہے گی اور لوگ بُرائی سے اُن کو یاد کریں گے اور یہ حدیث شریف میں منع ہے سوم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریا سے خالی نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے وعن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من بنی للہ مسجدا ای معبدا فیتناول معبد الکفرۃ فیکون للہ لاخراج ما بنی معبد الغیر اللہ قالہ ابن الملک والاظہر ان یکون المسجد علی بابہ ویکون للہ لاخراج ما بنی للریا والسمعۃ ولذا قیل من کتب اسمہ علی بنائہ دل ذلک منہ علی عدم اخلاصہ قال ابن حجر وھو ظاہر مالم یقصد بکتابۃ اسمہ نحو الدعا والترحم وفیہ ان الدعاء والترحم یحصل مجملا ومبہما فلا یحتاج الی تعیین الاسم چہارم یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اُس کا اور اُس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور آیندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضر ہوگا جیسا کہ تمام اوقاف میں ہو رہا ہے بہر حال اگر اس میں کوئی اختلاف بھی کرے تو اختلافی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں احتیاط کا یہی منشا ہے کہ یہ پتھر نہ رہے بکر کہتا ہے کہ یہ پتھر چسپاں کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کتبے لگے ہوئے ہیں اور نماز میں وہاں نظر لے جانے کی ضرورت کیا ہے اور نام کندہ کرانا دعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی منتظم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت ہے بہر حال زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا۔ بینوا توجروا

الجواب

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۳۷ھ میں جا چکا ہے اُس کی نقل مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں دیوار قبلہ پر نام کا سوال زائد ہے بیشک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپادی جائے احمد وابوداود عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دعاہ بعد دخولہ الکعبۃ فقال انی کنت رأیت قرنی الکبش حین دخلت البیت فنسیت ان اٰمرک ان تخمرھا فخمرھما فانہ لاینبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شیئ یلھی المصلی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمٰن بن طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرماکر ارشاد فرمایا ہم نے کعبہ میں دُنبے کی سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دنبہ کہ سیدنا اسمعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ ہوا اُس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہیے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اُٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے اُسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لینتھین اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی الصلاۃ اولتخطفن ابصارھم وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا اُن کی نگاہ اُچک لے جائے گی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہوجائیں گے رواہ احمد ومسلم والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نام کندہ کرانا نیت پر ہے اگر بنیت دعا ہے بے شبہہ روا ہے اور مبہم دعا کافی ہونا بالتعیین دعا چاہنے کا نافی نہیں اور اگر مقصود نام ہے بیشک حرام ہے مگر مسلمان پر بدگمانی کس نے جائز کی یہ امر قلب ہے وہ جانے اور اُس کا رب۔ پہلی جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ میں بھی اس کا جواب جا چکا تھا یہی حکم تھا

وہ مجمل یہ قدرے مفصل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر دفتر انجمن خادم المسلمین مسئولہ گوہر علی حسینی معتمد انجمن ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ مسقف مساجد پر بخیال شوکت اسلام اسلامی سیاہ جھنڈا یعنی لوائے اسلام نصب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

شوکت اسلام اطاعت اسلام میں ہے مسجد پر جھنڈا ایک نئی بات ہے اور کوئی مزاحمت ہو تو تنگی وخفت اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو فی نفسہ کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بھیرہ ضلع شاہ پور ملک پنجاب دروازہ ملتانی مسئولہ فضل حق صاحب چشتی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین برہان الفضلاء والمتصدرین کنز الہدایۃ والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مولٰینا مفتی العلامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مسجد میں جائز ہے یا نہیں کیونکہ مرزائی وغیرہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد میں راگ منع ہیں اور حتی الامکان منع ہیں چونکہ مولود بھی راگ ہیں اس لیے یہ قطعًا ناجائز ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع مطہر ہوں اور الحان سے پڑھنے والے مرد غیر امرد ہوں مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر الٰہی کے لیے بنیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بھی ذکر الٰہی ہے حدیث میں ہے رب عزوجل نے کریمہ ورفعنالک ذکرک o کے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا تمہارے لیے تمہارا ذکر جبریل امین علیہ الصلٰوۃ والتسلیم کو خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھیج کر ارشاد فرمایا اتدری کیف رفعت لک ذکرک جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لیے کیونکر بلند فرمایا حضور نے عرض کی تو خوب جانتا ہے فرمایا جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی میں نے تمہیں اپنے ذکروں میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اُس نے میرا ذکر کیا۔ قادیانی مرتدین ہیں اُن کی بات پر کان لگانا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نقل پڑھتا ہو کوئی سنتیں بیان کرنا چاہیے یا نہیں یا بعد نماز کے۔

الجواب

مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز ایسے وقت بیان کیے جائیں کہ لوگ سننے کے لیے فارغ ہوں نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از جاورہ مرسلہ مولوی حافظ مصاحب علی صاحب یکم رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں اگر نماز کے واسطے صفیں باندھ کر منتظر جماعت یا خطبہ بیٹھے ہوں اور مشغول ذکر الٰہی ہوں اس صورت میں کسی حاکم یا مشائخ یا رئیس یا بادشاہ یا خدام مسجد کے آجانے پر کسی شخص کو یا عام لوگوں کو تعظیم کے لیے کھڑا ہونا یا استقبال کو بڑھنا

جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

جبکہ لوگ جماعت یا خطبہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خطبہ کے لیے نہیں گیا تو اپنے باپ یا پیر یا استاذ علم دین کے لیے ہر شخص قیام کرسکتا ہے اور اگر عالم دین کا تشریف لاتا ہو تو تمام مسجد قیام کرے ان کی تعظیم بعینہٖ اللہ و رسول کی تعظیم ہے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باقی صرف دنیوی عزت یا تونگری رکھنے والے کے لیے بلاضرورت ومجبوری جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ غرہ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اُس مقام کو پاٹ کر اُس پر مسجد بنائی جائے اُس میں نماز پڑھنا کیسا ہے۔

الجواب

سائل مظہر ہے کہ قبرستان عامہ مسلمین کے خاص مواضع قبور پر مٹی ڈال کر چبوترہ بنایا اور اُس پر عمارت قائم کرکے اُسے مسجد ٹھہرایا یہ قطعاً ناجائز وباطل ہے نہ وہ مسجد مسجد ہوسکتی ہے فان الوقف لایملك فلا یوقف مرۃ اخری علی جھۃ اخری نہ اُس میں نماز مباح کان القبر لایخرج عن القبریۃ باضافۃ تراب علیہ فھی صلاۃ علی القبر ثم ھو تصرف فی الوقف بمالیس لہ وتغییر لہ عما قد کان لہ فلا یجوز واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از میرٹھ علاقہ جودھپور متصل مسجد جامع چوٹو کی گلی مرسلہ مولوی عبدالرحمن صاحب وکیل کچا من ۸ ذی الحجہ یوم چہارشنبہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اللہ جماعتہم سوالات مستفسرۂ ذیل کے جوابات میں (۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہبًا مسلمان ہے اس قوم میں کچھ آدمیوں نے دو چار پشت سے شراب کی کشید موقوف کردی ہے اور دوسرے پیشے مثل پیشۂ بساطی اور معماری وغیرہ وغیرہ جن سے اکل حلال میسر ہوسکتا ہے اختیار کرلیے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں (۲) مذکورۂ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اُسی میں وضو بناتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو ملوث نہیں رکھتے بلکہ کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان لوگوں کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جماعت میں شریک کریں یا نہ کریں (۳) وہ مسلمان جنھوں نے شراب کی کشید ترک کردی ہے اُن کے یہاں کی دعوت قبول کی جائے یا نہیں اور ان کی بناکردہ مسجد میں امامت کرنے والے کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہے (۴) قوال یعنی بڑھو مچھے اور طوائف کنجیا کو مسجد میں آنے دینا چاہیے یا نہیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد توبہ مال حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہوسکتا ہی نہیں بلکہ اس کے

قرب وجوار والوں اہل محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے اس میں اذان واقامت وجماعت وامامت کرنا ضرور ہے اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعی فی خرابھا اُس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے اُن میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے اور ان تائبوں کی دعوت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کا مال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لاذنب لہ جس نے گناہ سے توبہ کرلی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں رواہ ابن ماجۃ بسند حسن والبیھقی فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن مسعود والحکیم الترمذی عن ابی سعید الخدری والبیھقی فی الشعب والسنن وابن عساکر عن ابن عباس وفی السنن عن عقبۃ الخولانی والاستاذ القشیری فی رسالتہ والدیلمی وابن النجار عن انس رضی اللہ تعالٰی عنھم اور ان میں جو لوگ اب تک اس فسق عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ مستحق لعنت خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انہیں وضو ومسجد وجماعت سے نہیں روک سکتے اگر اُن کے آنے سے فتنہ نہ ہو یونہی قوال کو بھی اور عورتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں مسجد سے ممنوع ہیں خصوصاً زناپیشہ فاحشات کہ اُن کے باہمی وہ رسوم سنے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے قوال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاتا ہو چند صور استثنائی مذکور فقہیہ کے سوا سب کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلٰوۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد اگرچہ اُس نے کبیرہ گناہ کیے ہوں رواہ ابوداؤد وابویعلٰی والبیھقی بسند حسن صحیح عن ابی ھریرۃ ومعناہ لابن ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع وللطبرانی فی الکبیر وابی نعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ - از بریلی مسئولہ شیخ العزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہوکر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جب دریاں سپرد مسجد کردیں ملک مسجد ہوگئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہوجائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب ادراک الفریضہ

مسئلہ - از اوجین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دیندار ومفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے نیت چار رکعت نماز سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز

باتمام رسانیدہ یا دادائے رکعت دوم برخاست دراں وقت کسے تکبیر نماز فرض گفت اداکنندہ نفل وسنت برچار رکعت تمام نماید یا بر دو رکعت اکتفا سازد و دو رکعت باقیہ را بخواند یانہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مصلی نفل از آغاز ثنا تا انجام تشہد در ہرچہ کہ باشد چوں ہنوز در شفع اول ست وبر شفع دوم یعنی رکعت ثالثہ قیام نکردہ کہ جماعت فرض قائم شد لاجرم برہمیں دو رکعت پیشیں اکتفا نماید وبجماعت درآید فی الدرالمختار الشارع فی نفل لا یقطع مطلقا ویتمہ رکعتین و دو رکعت کہ باقی ماند قضائے آنہا بر ذمہ اش نیست زیرا کہ ہر شفع نفل نماز جداگانہ است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب نشد وچوں واجب نشد قضا نیامد فی الدرالمختار لاقضاء لونوی اربعا وقعد قدر التشہد ثم نقض وہمین ست حکم سنن غیر راتبہ مانند چار رکعت قبلیہ عصر وعشا کہ آنہم نافلہ بیش نیست اما سنن راتبہ رباعیہ کہ قبلیہ ظہر وجمعہ است وہمچو سائر رواتب حکمہا دارد فائق بر احکام نفل مطلق ایں جا علما را معرکے عظیم ست بسیاری آنہا را نیز درحکم مذکور ہمرنگ نوافل داشتہ اند پس اگر جماعت ظہر قائم شد یا امام بخطبۂ جمعہ رفت ہر کہ در شفع اول سنت است ہمیں بر دو رکعت سلام دہد ایں ست روایت نوادر از امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کما فی الھدایۃ واز امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نیز کما فی فتح القدیر وبہمیں قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سغدی کما فیہ ایضا وقاضی نسفی نیز کما فی الشامی عن الوجیز وفی غنیۃ الحلبی من الاوقات المکروھۃ عن قاضی خاں وامام بقالی را نیز ہمیں سو میل ست کما قالہ الکمال وشمس الائمہ سرخسی را ہم کما ذکر ایضا وتبعہ فی الغنیۃ وفی مراقی الفلاح واقرہ فی ردالمحتار وللعبد الضعیف فیہ وقفۃ واللہ تعالٰی اعلم وظاہر ہدایہ اختیار اوست کما فی الشامی وظاہر کافی شرح وافی للامام النسفی نیز کما رأیتہ فیہ وبرہمیں جزم کردہ است علامہ طرابلسی در برہان ومواہب الرحمٰن ومولٰی خسرو در درر وعلامہ کرکی در فیض وظاہرا علامہ علی مقدسی را نیز ہمیں سو میلان ست کما فی ردالمحتار وعلامہ ابراہیم حلبی در متن ملتقی ہمبریں اعتماد کرد وقول دیگر را بلفظ قیل آورد ودر خانیہ اول الصلاۃ فصل معرفۃ الاوقات فرمود بہ اخذ المشائخ ودر فتح انہ اوجہ تلمیذ محققش علامہ محمد حلبی در حلیہ پس از نقلش فرماید ہو کما قال در نور الایضاح علامہ شرنبلالی ونیز در ادراک الفریضہ از حاشیۂ او بر درر الحکام است ہو الاوجہ خاتمۃ المحققین علامہ شامی نیز ہمیں را تایید وتشیید کرد بریں قول ایں دو رکعت کہ گزاردہ است نفل محض گردد ودو باقی را قضا نیست علی ما ہو ظاہر الروایۃ وارجح التصحیحین کما حققہ فی ردالمحتار باز بعد از فرض بلکہ علی اولی الترجیحین عندی کما حققتہ علی ہامش حاشیۃ الشامی پس از سنت بعدیہ ایں سنن قبلیہ را اداکند تا ہم سنت ادا شود وہم فضل جماعت واستماع خطبہ از دست نرود فی نورالایضاح وشرحہ مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی ان کان فی سنۃ الجمعۃ فخرج الخطیب او فی سنۃ الظہر فاقیمت الجماعت سلم علی رأس رکعتین وھو الاوجہ لجمعہ بین المصلحتین ثم قضی السنۃ اربعا بعد الفرض مع مابعدہ فلا یفوت فرض الاستماع والاداء علی وجہ اکمل اھ ملخصا **قول** دیگر آنکہ مصلی ایں دو سنت ہر چار رکعت اتمام کند اگرچہ ہنوز تحریمہ بستہ است کہ جماعت ظہر یا خطبۂ جمعہ آغاز نہادند زیرا کہ ایں ہمہ رکعات ہمچو نماز واحد ست لہذا در قعدۂ اولٰی درود نخوانند در شروع ثالثہ

ثنا وتعوذ آرد و چوں در شفع اولیں خبر بیع شنود و بشفع دوم انتقال نمود شفعہ ساقط نشود و ہمچناں زن مخیرہ را اختیار از دست نرود وکذلک تا از ہر چہار فارغ نیاید خلوت با زن صحیح نشود و کمال مہر لازم نیاید کل ذٰلک فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام العلامۃ الزیلعی عامہ مشائخ بترجیح و تصحیح ایں قول تصریح نمودہ اند امام ولوالجی وصاحب مبتغی وصاحب محیط وعلامہ شمنی فرمودند الصحیح انہ یتمہا اربعا کما فی البحر من ادراک الفریضۃ خود علامہ زین در بحر بعد نقلش فرمود الظاہر ما صحح المشائخ لانہ لاشک ان فی التسلیم علی رأس الرکعتین ابطال وصف السنیۃ لا اکمالہا وتقدم انہ لایجوز الخ برادرش علامہ عمر بن نجیم در نہر ادرا مقرر داشت کما فی ردالمحتار در فتاوی صغرٰی فرمود علیہ الفتوی علامہ شرنبلالی در جمعہ غنیۃ ذوی الاحکام فرماید قولہ (وان کانت سنۃ الجمعۃ یسلم علی راس الرکعتین) اقول الصحیح خلافہ وھو انہ یتم سنۃ الجمعۃ اربعا وعلیہ الفتوی کما فی الصغرٰی وھو الصحیح کما فی البحر عن الولوالجیۃ والمبتغی لانہا بمنزلۃ صلاۃ واحدۃ واجبۃ اھ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی در ظہیریہ فرمود ھو الصحیح کما فی القہستانی والغنیۃ شرح المنیۃ من الاوقات المکروھۃ ہمچناں در سراج وہاج ست کما فی الہندیۃ امام سرخسی فرماید ھو الاصح کما فیہا ایضا علامہ غزی در متن تنویر الابصار فرمود علی الراجح علامہ دمشقی در درمختار تقریرش کرد و گفت خلافا لما رجحہ الکمال و در جمعہ تبعا للبحر فرمود فی الاصح در مجمع الانہر گفت صححہ اکثر المشائخ ہم در آنست الصحیح انہ یتم تا آنکہ محرر مذہب حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در مبسوط کہ از کتب ظاہر الروایۃ ست بایمعنی ایما فرمود ناہیک بہ حجۃ وقدوۃ محقق علی الاطلاق در فتح فرماید الیہ اشار فی الاصل **اقول** دیدی کہ ہر جانب قوتے ست لیس علیہ در فتے شامخہ جلیلہ اما دلیل قول اول کہ امام ابن الہمام قدس سرہ ذکر فرمود گو بدل چسپندہ تر باش لکن عامہ تصحیحات صریحہ ایں طرف ہجوم آوردہ و لفظ ھو الصحیح کہ از جمہور ائمہ طراز دامن قول دوم شد بر لفظ ھو اوجہ کہ از امام محقق علی الاطلاق نصیبہ قول اول ست گراں سنگیہا دارد ہم از روئے مادہ وہم از راہ ہیئت وہم از جہت زوائد کما لایخفی علی الفقیہ النبیہ العارف باسالیب الکلام آں طرف اگر بہ اخذ المشائخ ست کہ بظاہر مراد بایشاں مشائخ خود امام قاضی خاں ست ایں طرف صححہ المشائخ وصححہ اکثر المشائخ ست و نیز آنکہ از عامہ الفاظ آکد ست واقوی اعنی لفظ علیہ الفتوی باز آں طرف اگر از حضرات شیخین مذہب رضی اللہ عنہما روایت نوادر ست ایں جانب اشارہ اصل واشارۂ اصل چیز سہل علما سپید گفتہ اند کہ مفہوم متون بر منطوق فتاوی تقدم دارد علامہ سید احمد حموی در غمز العیون نگارد غیر خاف ان مافی المتون والشروح ولوکان بطریق المفہوم مقدم علی ما فی الفتاوی وان لم یکن فی عبارتہا اضطراب و پیداست کہ نسبت نوادر بہ اصول ہمچو نسبت فتاوی بمتون و بالاخر مسئلہ ازاں قبیل ست کہ انسان از ہر دو قول بر ہر چہ خواہد عمل نماید ہیچ جائے ملامت نیست و من فقیر بقول اخیر خود را مائل تر می یابم بوجہے کہ شنیدی ومی شنوی **فاقول** بہ دلیل قول اول می تواں گفت کہ سنت چوں از وقت خود برگشت نقصان پذیرفت و سنت بر وجہ سنت ادا نشد و سنن مکملات فرائض ست و شک نیست کہ تکمیل کامل اکمل از تکمیل ناقص ست پس نقصان سنن بنقصان فرائض منجر شود پس در تسلیم بر رکعتین ہم ابطال وصف سنیت ست بے آنکہ بر وجہ سنت انجبار یابد وہم انعدام تکمیل فرض ست علی الوجہ الاکمل بخلاف اتمام کہ سنت از نقصان محفوظ مطلق ماند و در فرض اگر جہتے از اکملیت فوت شود جہتے دیگر بدست آید ھذا ما ورد علی قلبی والعلم بالحق عند ربی

ان ربی بکل شیئ علیم۔

مسئلہ ۔ از ادبین مکان پیر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ ہجری

اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکر وضو نماز فجر کا کرکے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے اور جماعت میں ملتا ہے تو سنتیں فوت ہوتی ہیں اس صورت میں سنتیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہوجائے کہ جماعت میں ملنا سنتیں پڑھنے سے اہم وآکد ہے جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھونگا توجماعت ہوچکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکر امید ہوسکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا فی الدرالمختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتها ترکها لکون الجماعۃ اکمل الخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ ۵ / رمضان المبارک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تنہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے تو اب اسے کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز ظہر وعشا میں ضرور شریک ہوجائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا وہیں بیٹھا رہا تو دونوں صورت میں مبتلائے کراہت وتہمت ترک جماعت ہوا اور فجر وعصر ومغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پر تین رکعت نفل نہیں ہوتے اور چوتھی ملائے گا تو بسبب مخالفت امام کراہت لازم آئیگی اور فجر وعصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور ہوا کہ باہر چلا جائے قال العلامۃ الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فی نورالایضاح وشرحہ مراقی الفلاح ان خرج بعد صلاتہ منفردا لایکرہ لانہ قد اجاب داعی اللہ مرۃ فلا تجب علیہ ثانیا الا انہ یکرہ خروجہ اذا اقیمت الجماعۃ قبل خروجہ فی الظہر وفی العشاء لانہ یجوز النفل فیہما مع الامام لئلا یتہم بمخالفۃ الجماعۃ کالخوارج والشیعۃ وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یقفن مواقف التہم فیقتدی فیہما ای الظہر والعشاء متنفلا لدفع التہمۃ عنہ ویکرہ جلوسہ من غیر اقتداء لمخالفۃ الجماعۃ بخلاف الصبح والعصر والمغرب لکراہۃ النفل والمخالفۃ فی المغرب الی اٰخرہ قال العلامۃ الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فی حاشیۃ المراقی قولہ لکراہۃ النفل ای بعد الصبح والعصر وفی النہر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراہۃ مکثہ بلاصلوۃ اشد واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ سبحنہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار ۱۳۲۵ھ

فجر کی سنت وقت قائم ہوجانے جماعت کے کب تک ادا ہوجانا چاہیے اور رہ جاتی ہیں تو کیا بعد فرضوں کے بھی ادا کرسکتے ہیں یا نہیں۔

الجواب

اگر جانے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہوجاؤں گا تو سنتیں پڑھ لے اگرچہ التحیات ہی ملتی سمجھے ورنہ فرضوں میں شریک ہوجائے اور اُن سنتوں کو قضا کرنا چاہے تو بعد بلندی آفتاب کرے فرضوں کے بعد طلوع سے پہلے جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از چمن سرائے سنبھل مرسلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ اہلسنت وجماعت کے صبح کی سنت اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع بھی مل جانے کا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے ورنہ سورج نکلنے پر ادا کرے بعض کا قول ہے قاعدہ اخیرہ کی شرکت بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکبیر اولٰی فرضوں کی ہو ترک سنت کرکے فرضوں میں فوراً شریک ہوجائے اور پھر نماز سنت نہ بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوع آفتاب۔

الجواب

تیسرے شخص کا قول محض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور اُن میں دوسرا اصح ہے اگر تشہد تک بھی جماعت میں ملنا دیکھے تو صبح کی سنتیں صف سے دور ادا کرکے شامل ہوجائے اور جو یہ سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے میں جماعت بالکل فوت ہوجائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہوجائے پھر بعد فرض نہیں پڑھ سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا ہاں بعد بلندی پڑھے تو مستحب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب قضاء الفوائت

مسئلہ ۔ ۲۸ محرم ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہوگیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد۔ بیّنوا توجروا

الجواب

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہرگز نہ پڑھے ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے ردالمحتار میں ہے اذا فاتت وحدھا فلا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع لکراھۃ النفل بعد الصبح واما بعد طلوع الشمس فکذٰلک عندھما وقال محمد احب الی ان یقضیھا الی الزوال کما فی الدرر اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کردینا ہے ناواقفی سے ناشی ہے سنتیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضا ہوگئیں کہ اُن کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں اب اگر فرضوں کے بعد سورج

نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی ادا ہر گز نہ ہوں گی الا تری الی قولہ لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سمی صلاتھا قبل الطلوع بعد الفرض قضاء لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرضِ فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور یہ جائز نہیں لہذا ہمارے اماموں نے اُس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلکتہ ٹارنب براہ ڈاک خانہ ویلزلی اسٹریٹ ۹ مرسلہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الاخرہ ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب بعد آداب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا ہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہوگئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کرنے لگا ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہوگئی ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرح ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسی یکم جنوری کی صبح پھر ظہر و عصر و مغرب و عشا پھر ایسے ہی ۱۵ تاریخ تک رفتہ رفتہ دو چار یوم میں ادا کر چکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اُسی طور پر ادا کرے یا کیا حکم ہے باقی آداب ۔

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ زید پر نہ اُن ۱۵ دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اُسے اختیار ہے اُن میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم اُن میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور اُن میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر اُن نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بلحاظ وقتی کوئی کبھی عود نہیں کرتی اگرچہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس ۲۵ نمازیں ہیں جب دو ہی رہ جائیں گی تو بھی اُسے اختیار ہے اُن میں جسے چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے اور جب ایک ہی رہ جائے گی تو بھی اُسے اختیار ہے کہ اُس کی ادا سے پہلے وقتیہ نماز پڑھ لے ہاں اصح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین مشخص ہو جائے ھو الاحوط من تصحیحین مثلاً دس ۱۰ فجریں قضا ہیں تو یوں گول نیت نہ کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو بلکہ تعیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر مگر یہ کسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں لہذا اُس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے جب ایک پڑھ چکے پھر یوہیں پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اُس کی قضا اس پر نہ رہی نئی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں آئے گی یوہیں اخیر تک نیت کی جائے اسی طرح باقی سب نمازوں میں کرے اور جس سے ترتیب ساقط ہو جیسے یہی دس ۱۰ یا چھ ۶ فجر کی قضا والا وہ پہلی کی جگہ پچھلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی ردالمحتار میں ہے لا یلزم الترتیب بین الفائتۃ والوقتیۃ ولا بین الفوائت اذا کانت الفوائت ستا کذا فی النھر درمختار میں ہے ولا یعود لزوم الترتیب بعد سقوطہ بکثرتھا ای الفوائت بعود الفوائت الی القلۃ بسبب القضاء لبعضھا علی المعتمد لان الساقط لا یعود اُسی میں ہے یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد والاسھل نیۃ اول ظہر علیہ او اٰخر ظہر الخ وتمامہ فی ردالمحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض کے مسبوق ادا کرے درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سنتیں رہ گئیں اُن کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش از نصف النہار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے اُن کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع ومکروہ ہے لقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاصلوۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ـ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ کے جائز ہے اور عمرو کہتا ہے بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لاصلوۃ ولا کلام ان دونوں میں کون حق پر ہے اور کون مطابق حدیث شریف کے عمل کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

جو صاحب ترتیب نہیں اُسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور صاحب ترتیب کو وقتی نماز سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور ورنہ وقتی بھی نہ ہوگی ایسے شخص نے اگر ابھی قضائے فجر ادا نہ کی اور خطبہ شروع ہوگیا تو اُسے قضا پڑھنے سے ممانعت نہیں بلکہ ضرور ولازم ہے ورنہ جمعہ بھی نہ ہوگا ہاں بلاعذر شرعی اتنی دیر لگائی کہ خاص خطبہ کے وقت پڑھنی پڑے اُسے بھی جائز نہیں لتادیہ الی ترک الاستماع وھو فی نفسہ محظور وکل ما ادی الی محظور محظور درمختار میں ہے اذا خرج الامام فلاصلاۃ ولا کلام الی تمامھا خلا قضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینھا وبین الوقتیۃ فانھا لاتکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا ردالمحتار میں ہے قولہ فانھا لاتکرہ) بل یجب فعلھا قولہ والا لا) ای وان سقط الترتیب یکرہ انتہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سنت فجر کی قضا ہوگئیں اب وہ قضا کرے یا نہیں اور اگر قضا کرے تو کس وقت اور یہ سنتیں بیٹھ کر بھی بلاعذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں ـ بینوا توجروا

الجواب

سنت فجر بلا مجبوری ومعذوری بیٹھ کر نہیں ہوسکتیں اور اگر مع فرض قضا ہوئی ہوں تو ضحوۂ کبری آنے تک اُن کی قضا ہے اس کے بعد نہیں اور اگر فرض پڑھ لیے سنتیں رہ گئی ہیں تو بعد بلندی آفتاب اُن کا پڑھ لینا مستحب ہے قبل طلوع روا نہیں عالمگیریہ میں ہے سنۃ الفجر لایجوز ان یصلیھا قاعدا مع القدرۃ علی القیام ولذا قیل انھا قریبۃ من الواجب کذا فی التاتارخانیۃ ناقلا عن الملتقط ولا یجوز اداءھا راکبا من غیر عذر کذا فی السراج الوھاج والسنۃ اذا فاتت عن وقتھا لم یقضھا الا رکعتی الفجر اذا فاتتا مع الفرض یقضیھما بعد طلوع الشمس الی وقت الزوال ثم یسقط ھکذا فی محیط السرخسی وھو الصحیح ھکذا فی البحر الرائق واذا فاتتا بدون الفرض لایقضی عندھما خلافا لمحمد رحمہ اللہ تعالٰی کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہوگئیں مثلاً جماعت قائم ہوگئی نہ پڑھنے پایا شریک ہوگیا اب بعد نماز اُن کی قضا جائز ہے یا نہیں علمائے عصر سے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور اُن کے خلاف بعض عالموں نے فتوی لکھا کہ اُن کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنت مؤکدہ کی ہے نہ مستحب کی جب اُس کا محل جاتا رہا پڑھنا بھی دور ہوا اور بعض اجلۂ فضلا نے یہ تحریر فرمایا کہ اُن کی قضا خلاف قیاس و خلاف اجماع فقہا ہے اور اگر لازم سمجھے گا تو بدعت مذمومہ ہوگا اس صورت میں قول فیصل کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب قول فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ یہ سنتیں اگر فوت ہوجائیں تو اُن کی قضا نہیں علامہ علائی درمختار میں فرماتے ہیں اما ما قبل العشاء فمندوب لایقضی اصلا لیکن اگر کوئی بعد دو سنت بعدیہ کے پڑھے تو کچھ ممانعت بھی نہیں علامہ شرنبلالی شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں لامانع من قضاء التی قبل العشاء بعدھا ہاں اس فعل سے وہ سنن مستحبہ ادا نہ ہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح و سنت مغرب و دو سنت عشا کہ اُن کی قضا نہیں پھر اگر کوئی آج کی فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے نہ سنن و تراویح نہ شرعاً مکروہ و قبیح علامہ امین الدین محمد ردالمحتار میں انھیں سنن عشا کی نسبت فرماتے ہیں لو قضاھا لاتکون مکروھۃ بل تقع نفلا مستحبا لاعلی انھا ھی التی فاتت عن محلھا کما قالوہ فی سنۃ التراویح تنویرالابصار و درمختار کی بحث تراویح میں ہے لاتقضی اذ فاتت اصلا ولا وحدہ فی الاصح فان قضاھا کانت نفلا مستحبا ولیس بتراویح کسنۃ مغرب وعشاء۔ **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام و تنقیح مرام یہ ہے کہ حقیقۃً قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی الاداء فی محل اداء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم داخل فی مطلق السنۃ فما ادی فی غیر المحل لایکون سنۃ فلا یکون قضاء اذ القضاء مثل الفائت بل عینہ عند المحققین نعم ما عین لہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم محلا بعد فوتہ فیقع سنۃ فیکون قضاء حقیقۃ باقی نوافل و سنن اگرچہ مؤکدہ ہوں مستحق قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذمہ پر باقی رہیں فی الھدایۃ الاصل فی السنۃ ان لاتقضی لاختصاص القضاء بالواجب اھ و تمام تحقیقہ فی الفتح مگر بعض جگہ برخلاف قیاس نص وارد ہوگیا کہ وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا فرمائی گئیں جیسے فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلندی آفتاب و قبل از زوال ادا کی جائیں یا ظہر کی پہلی چار سنتیں جو فرض سے پہلے نہ پڑھی ہوں تو بعد فرض بلکہ مذہب ارجح پر بعد سنت بعدیہ کے پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت ظہر باقی ہو نص علی کل ذلک فی غیر ما کتاب کردالمحتار ان شرائط کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعینہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے سوا اور فوت شدہ سنتیں یا یہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت فائتہ **بالجملہ** جو یہ کہے کہ ان کی قضا کا حکم ہے وہ خطا پر ہے اور جو کہے ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو کہے ان کی قضا نہیں مگر بعد کو پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حق پر ہے

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مسئولہ حافظ مولوی سید عبدالوحید صاحب ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل طلوع شمس کے پڑھنا بہتر ہے اور عمرو کہتا ہے بعد کو بہتر ہے اول حدیث پر عمل کرنا چاہیے اور عمرو کہتا ہے دوسری حدیث پر عمل کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوف فوت جماعت خواہ کسی اور وجہ سے رہ گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد بلندی آفتاب پڑھے قبل طلوع نہ صرف خلاف اولٰی بلکہ ناجائز وگناہ وممنوع ہے صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما صحاح وسنن ومسانید میں امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الصلاۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی تغرب صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاصلاۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولابعد العصر حتی تغیب الشمس صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن الصلاۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس وعن الصلاۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس علما فرماتے ہیں اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرہ المناوی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر درمختار میں ہے کرہ نفل قصدا ولو تحیۃ مسجد وکل ماکان واجبا لغیرہ کمنذور ورکعتی طواف والذی شرع فیہ ثم افسدہ ولو سنۃ الفجر بعد صلاۃ فجر وعصر اھ ملخصا ردالمحتار میں ہے الکراھۃ ھنا تحریمیۃ ایضا کما صرح بہ فی الحلیۃ ولذا عبر فی الخانیۃ والخلاصۃ بعدم الجواز والمراد عدم الحل امام احمد وترمذی وحاکم بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھما بعد ما تطلع الشمس جس نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں وہ بعد طلوع آفتاب پڑھے قال الحاکم صحیح واقرہ الذھبی فی التلخیص رہی حدیث ابوداؤد حدثنا عثمٰن بن ابی شیبۃ ناابن نمیر عن سعد بن سعید ثنی محمد بن ابراھیم عن قیس بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ قال رأی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رجلا یصلی بعد صلاۃ الصبح رکعتین فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صلاۃ الصبح رکعتان فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلھما فصلیتھما الاٰن فسکت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی قیس انصاری فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلاۃ صبح دو رکعتیں پڑھتے دیکھا فرمایا صبح کی دو ہی رکعتیں ہیں عرض کی سنتیں میں نے نہ پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں اس پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سکوت فرمایا ورواہ ابن ماجۃ حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ ثنا عبداللہ بن نمیر الخ سندا ومتنا نحوہ غیرانہ قال قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصلاۃ الصبح مرتین اور اسی حدیث میں ترمذی کی روایت یوں ہے حدثنا محمد بن عمرو السواق ناعبدالعزیز محمد عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراھیم عن جدہ قیس قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاقیمت الصلاۃ فصلیت معہ

الصبح ثم انصرف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوجد فی اصلی فقال مھلا یا قیس اصلاتان معا قلت یارسول اللہ انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن جس میں بیان ہے کہ وہ شخص خود یہی قیس تھے ان کا وہ عذرسن کر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں یہ حدیث اُن احادیث جلیلہ صحیحہ کے مقابل لانے کے قابل نہیں **اوّلاً** اس کی سند منقطع ہے خود امام ترمذی نے بعد روایت حدیث فرمایا اسناد ھذا الحدیث لیس بمتصل محمد بن ابراھیم التیمی لم یسمع من قیس **ثانیاً** خود سعد بن سعید پر اس کی سند میں اختلاف کیا گیا بعض نے صحابی کو ذکر ہی نہ کیا جامع ترمذی میں ہے وروی بعضھم ھذا الحدیث عن سعد بن سعید عن محمد بن ابراھیم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خرج فرأی قیسا **ثالثاً** عامہ رواۃ نے اسے مرسلا روایت کیا خود انہیں سعید کے دونوں بھائی عبدربہ بن سعید و یحیٰی بن سعید کہ دونوں سعد سے اوثق واحفظ ہیں مرسلاً روایت کرتے جامع ترمذی میں ہے انما یروی ھذا الحدیث مرسلا سنن ابی داؤد میں ہے روی عبدربہ و یحیی ابنا سعید ھذا الحدیث مرسلا ان جدّ[1] ھم صلّے مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **رابعاً** مدار اس روایت کا سعد بن سعید پر ہے جامع ترمذی میں ہے حدیث محمد بن ابراھیم لانعرفہ مثل ھذا الامن حدیث سعد بن سعید اور سعد باوصف توثیق مقال سے خالی نہیں ان کا حافظہ ناقص تھا امام احمد نے انہیں ضعیف کہا امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں امام ترمذی نے فرمایا تکلموافیہ من قبل حفظہ یعنی ائمہ حدیث نے ان سعد میں ان کے حافظہ کی طرف سے کلام فرمایا لاجرم تقریب میں ہے صدوق سیئ الحفظ آدمی سچے ہیں حافظہ برا ہے ان وجوہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود اُن احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہوسکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مثبت ممانعت ہیں اور یہ ناقل اجازت اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب دلائل حلت وحرمت متعارض ہوں حرمت و ممانعت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ۴ ربیع صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنن اربعہ جو بروز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی عذر سے ترک ہوجائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے اُن کی ادا ہے یا نہیں۔ بینوا بحوالۃ الکتاب و توجروا عند اللہ الوھاب۔

الجواب

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کرے وہ سنت ہی واقع ہوں گی فی الدرالمختار بخلاف سنۃ الظھر وکذا الجمعۃ فانہ ان خاف فوت رکعۃ یترکھا ویقتدی ثم یأتی بھا علی انھا سنۃ فی وقتہ ای الظھر ہاں اگر وقت ظہر نکل گیا تو اب قضا نہیں لما قدمنا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سنت اس کی فوت ہوئیں بوجہ ادائے فرض کے

---

[1] وقع فی نسخ السنن الثلث التی عندی ان جدھم زید او ھو مشکل فان جد یحیی قیس لا زید وقد انکرہ الحافظ فی الاصابۃ فقال بعد ذکر الروایۃ ھکذا قرأت ۱۲ منہ

اب ان سنتوں کو بعد ادائے فرض پڑھے یا بعد طلوع آفتاب اور وقت بھی ادائے سنت کا باقی ہو اور کسی کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں تو ان سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی قضا کس وقت تک چاہیے۔

الجواب

جب فجر کے فرض پڑھ لے تو آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا ابھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو ہاں بعد بلندی آفتاب پڑھے اور جس کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استواسے پہلے فرض و سنت دونوں کی قضا کرے اور اگر یہ وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا پڑھے تو اب سنتوں کی قضا نہیں والمسائل مبسوطۃ فی الدر وغیرہ عامۃ الاسفار الغر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از ملک بنگال ضلع نواکھالی ڈاکخانہ چندراگنج موضع دوالیا مرسلہ محمد ابراہیم ۶ شوال ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مرگیا تو اس وقت اُس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر وقت بلوغ نہ معلوم ہو تو مرد کے لیے اس کی عمر سے بارہ برس اور عورت کے لیے ۹ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کرکے ہر دن کی نماز کے لیے آٹھ سو دس تولے گیہوں کہ سَو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم نَو سیر ہوئے یا سولہ سَو بیس تولہ جَو یا اُن کی قیمت ادا کریں کل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر پر قدرت ہو محتاج کو دے کر قابض کردیں محتاج اپنی طرف سے پھر اُن کو ہبہ کردے یہ قبضہ کرکے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قبضہ پھر اُن کو ہبہ کردے یہ پھر قبضہ کرکے کفارہ میں دیں یوہیں دَور کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہوجائے عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اُس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نَو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنٰی کریں مگر جتنے بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثنا نہ کریں عورت کی عادت دربارۂ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اُتنے دن مستثنٰی کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لیے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آکر فوراً پاک ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی صاحب رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے محقق دین ومفتیان مدقق پابند شرع متین دریں مسئلہ کہ اکثر عوام الناس در آخر جمعہ رمضان المبارک نماز قضائے عمری بجوقتہ متخلف امام می خوانند درست است یا ممنوع زیرا کہ نماز قضا بدون ادا ساقط و دور نمی شود اگر کسے بروز جمعہ آخری رمضان شریف قضائے نماز تمام عمر بہ نیت قضائے عمری بخواہد کہ ادا شود تعجب ست انتہی ونیز صورت نماز قضائے روز متفرقہ چیست یعنی قضائے عصر یکے روز سہ شنبہ ونماز قضائے عصر دوم روز چہارشنبہ اگر ایں ہر دو مردم نماز قضائے عصر جداگانہ بجماعت ادا نمایند درست ست یا منع چراکہ نماز ہر دو مردم روز یکے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب ست ومقتدیان ازیں خوبی عاری پس چنیں امام نماز قضائے

یقینی مقتدیان کہ اکثر قضائے نماز بر ذمہ اوست فارغ الذمہ میشوند یا حکم آں چہ - اعنی پس ادا کنندۂ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرح بسیط بیان فرمایند بحوالہ عبارت کتب رحمۃ اللہ علیکم اجمعین -

الجواب

ایں طریقہ کہ بہر تکفیر صلوات فائتہ احداث کردہ اند بدعتے شنیعہ در دین نہادہ اند حدیثش موضوع و فعلش ممنوع و ایں نیت و اعتقاد باطل و مدفوع اجماع مسلمین بر بطلان ایں جہالت شنیعہ و ضلالت فظیعہ قائم است حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ اند من نسی صلاۃ فلیصلھا اذا ذکرھا لاکفارۃ لھا الا ذلك ہر کہ نمازے فراموش کرد چوں یاد آید آں نماز باز گزارد جز ایں مراد را کفارہ نیست اخرجہ احمد والبخاری ومسلم واللفظ لہ والترمذی والنسائی وغیرھم عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در موضوعات کبیر گوید **حدیث** من قضی صلاۃ من الفرائض فی اٰخر جمعۃ من رمضان کان ذلك جابرا لکل صلاۃ فائتۃ فی عمرہ الی سبعین سنۃ باطل قطعا لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئا من العبادات لاتقوم مقام فائتۃ سنوات الخ امام حجر مکی در تحفہ شرح منہاج الامام النووی باز علامہ زرقانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالٰی فرمایند اقبح من ذلك ما اعتید فی بعض البلاد من صلاۃ الخمس فی ھذہ الجمعۃ عقب صلاتھا زاعمین انھا تکفر صلوات العام او العمر المتروکۃ وذلك حرام لوجوہ لاتخفی و اقتدائے قاضی عصر امروز بقاضی عصر دیروز نا رواست زیرا کہ اتحاد نماز شرط صحت اقتدا است و ہمچناں اقتدائے مفترض بمتنفل نیز کہ زنہار درست نباشد پس بدیں صور ہما ذمہ از نماز فارغ نشود فی نور الایضاح وشرحہ مراقی الفلاح شرط صحۃ الاقتداء ان لایکون الامام مصلیا فرضا غیر فرضہ ای غیر فرض المأموم کظھر وعصر وظھرین من الیومین اھ ملخصا وفی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار لا مفترض بمتنفل و بمفترض فرضا اٰخر کمصلی ظھر امس بمصلی ظھر الیوم لان اتحاد الصلاتین شرط اھ ملخصۃ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نمازیں زیادہ ہوں وہ اُن کی نیت کیونکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضائیں بہت کثیر ہیں جن کی ادا سخت دشوار ہے تو آیا اُس کے لیے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور ہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں - بینوا توجروا

الجواب

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے چار ظہر چار عصر تین مغرب چار عشا کے تین وتر اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نمازیں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لیے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحٰن ربی العظیم سبحٰن ربی الاعلٰی کی جگہ صرف ایک بار کہے مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہیے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اُس وقت سبحٰن کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اُس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح جب

سجدوں میں پورا پہنچ لے اُس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کرلے اُس وقت سجدہ سے سر اُٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہوسکتی ہے دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ فقط سبحن اللہ سبحن اللہ سبحن اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہوکر سبحن اللہ شروع کریں اور سبحن اللہ پورا کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لیے سر جُھکائیں یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری چوتھی رکعت میں ہے وتروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں تیسری تخفیف پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللھم صل علی محمد و اٰلہ کہہ کر سلام پھیر دیں چوتھی تخفیف وتروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار ربّ اغفرلی کہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از مولوی عبداللہ صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قضائے عمری نماز ادا کرنے کی حالت میں جو نفل ہر وقت کی نمازیں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں۔

الجواب

خالی نفلوں کی جگہ بھی قضائے عمری پڑھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کتاب ترکیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین بجے رات سے جگتا رہا اور وقت نماز صبح صادق سوگیا اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے تو اب اس کو ادا کا ملے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

الجواب

اُس نماز کے قضا ہوجانے میں شک نہیں کہ نماز کے لیے شرعًا اوقات معین ہیں قال اللہ تعالٰی ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے اور قضا ہوجانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعًا جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وہ جاتا رہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان للصلاۃ اولا واٰخرا وان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر وان اٰخر وقتھا حین تطلع الشمس بیشک ہر نماز کے لیے اول وآخر ہے اور بیشک نماز صبح کا اول وقت طلوع فجر کے وقت ہے اور اُس کا آخر طلوع شمس پر ہے رواہ الترمذی والامام الطحاوی بسند صحیح عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ مطولا وھذا مختصر امام طحاوی فرماتے ہیں ھذا اتفاق المسلمین ان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر واٰخر وقتھا حین تطلع الشمس یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر جاتا رہتا ہے اما ما ذکر فی بعض کتب الفقہ مرفوعا من نام عن صلاۃ اونسیھا فلیصلھا اذا ذکرھا فان ذلک وقتھا **فاقول** الحدیث فی الصحیحین بلفظ من نسی صلاۃ فلیصلھا اذا ذکرھا لاکفارۃ لھا الا ذلک اخرجاہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی لفظ لمسلم عنہ من نسی صلاۃ اونام عنھا فکفارتھا ان یصلھا اذا ذکرھا وفی اٰخر لہ عنہ فلیصلھا اذا ذکرھا فان اللہ عزوجل یقول اقم الصلاۃ لذکری ولہ عن

ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ فلیصلہا حین ینتبہ لہا فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ولہ کالستۃ الا البخاری والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کاخر الفاظ عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ وللترمذی وصححہ والنسائی فی حدیث ابی قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فلیصلہا اذا ذکرہا ومثلہ لابی یعلی والطبرانی فی الکبیر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ونحوہ لھذا فی الاوسط عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ ولمالک فی موطاہ عن زید بن اسلم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا رقد احدکم عن الصلٰوۃ اونسیہا ثم فزع الیہا فلیصلہا کما کان یصلیہا لوقتہا وللطبرانی عن میمونۃ بنت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہا اذا ذکرہا فلیصلہا ولیحسن وضوءہ فذلک کفارۃ ولیس فی شیئ من ذلک فان ذلک وقتہا بل قد ارشد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی حدیث ابی قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بقولہ فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ان الذی یصلی الیوم لیس لوقتہ والیہ یؤمی حدیث زید فلیصلہا کما کان یصلیہا لوقتہا نعم للطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی السنن عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ رفعہ من نسی صلٰوۃ فوقتہا اذا ذکرہا وقد نص البیہقی علی تضعیفہ فانی تقوم بہ الحجۃ بل ولئن صح لم یقادح الاجماع علی انہ یقبل التاویل ای انہ مطالب بہا الآن کما یطالب بہا فی وقتہا وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی تو کوئی حاجت اُس پر بھی نہیں جبکہ جیتے جاگتے قصداً معاذاللہ قضا کردی ہو بلکہ ہمارے علما تصریح فرماتے ہیں کہ قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اُس سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے رہا ادا کا ثواب ملنا یہ اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اگر وہ جانے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی تقصیر نہ کی صبح تک جاگنے کے قصد سے بیٹھا تھا اور بے اختیار آنکھ لگ گئی تو ضرور اُس پر گناہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اما انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط علی من لم یصل الصلٰوۃ حتی یجیئ وقت الصلٰوۃ الاخری رواہ مسلم عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وللنسائی والترمذی وصححہ عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلفظ انہ لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظۃ اور جب اُس کی جانب سے کوئی تقصیر نہیں تو امید یہی ہے کہ ثواب نماز کامل عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے خارج نہ ہوجائے گی ثواب کا مدار نیت پر ہے بے کیے ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہوچکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت فوت نہ ہوئی وھذا ظاہر جدا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۱۷ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ

قضا نماز کی جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت، اور مسجد میں یا مکان پر اگر جماعت ہوسکتی ہے تو صبح و عشا و مغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہیے یا با آواز اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے مثلاً عشا کی عشا کے وقت اور ظہر کی ظہر کے وقت علٰی ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت۔

الجواب

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہوگئی تو جماعت سے پڑھیں یہی افضل و مسنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں

اور جہری نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر بوجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر پر تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو تعیین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتا ہے درمختار میں ہے یکرہ قضاءھا فیہ (ای فی المسجد) لان التاخیر معصیۃ فلا یظھرھا بزازیہ ردالمحتار میں ہے وفی الامداد انہ اذا کان التفویت لامر عام فالاذان فی المسجد لایکرہ لانتفاء العلۃ کفعلہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم لیلۃ التعریس درمختار میں ہے یجھر الامام وجوبا فی الفجر واولی العشائین اداء وقضاء۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ امانت علی شاہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہوگئی ہیں یا اُس نے دیر سے نماز شروع کی تو اُس کو کیا کرنا چاہیے کہ اُس کی پچھلی نمازیں پوری ہوجائیں۔

الجواب

اُن نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھ سکے اُسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ کی یا سات کی اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں اور ہر بار یوں نیت کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز جو مجھ سے قضا ہوئی جب ایک پڑھ لی پھر یوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اُس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے قضا ہر روز کی صرف بیس رکعت ہے واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ دبیر انجمن نعمانیہ لاہور ۱۴ محرم ۱۹۳۹ء

(۱) ایک شخص جس نے اپنی قریباً چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کہلانے کے نماز روزہ حج زکوۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی کچھ کرلیا اور کبھی کچھ نہیں اور بعد ازاں وہ تائب ہوا اور تجدید ایمان کی اور کسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہوگا یا تجدید ایمان کافی ہوگی کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام نقائض کو رفع کردیتا ہے اور کسی کبائر وغیرہ کا بھی وہ جوابدہ نہیں رہتا۔

(۲) اگر اس کی عمر ایسی مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہوکر ادا نہیں کرسکتا تو بیٹھ کر ادا کرنے سے ادا ہوجائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز روزہ حج زکوۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے گا اُس کی قضا اُس پر فرض رہے گی کافر کا اسلام لانا اُس کے اگلے کبائر کو محو کردیتا ہے مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا جب تک توبہ نہ کرے جو فرائض ترک کیے ہیں اُس سے توبہ میں یہ بھی شرط ہے کہ اُن کی قضا کرے صرف زبانی توبہ توبہ نہیں ہے واللہ تعالی اعلم (۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہونا فرض ہے اگرچہ لکڑی یا آدمی یا دیوار کے سہارے سے جتنی اس طور سے پڑھ سکے کھڑے ہوکر پڑھے جب تھک جائے تھم جائے اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا اور موت آگئی تو امید ہے کہ مولی تعالی باقی نمازیں معاف فرمائے گا واللہ تعالی اعلم

مسئلہ جس شخص نے نماز صبح نہ پڑھی ہو تو اُس کی جمعہ اور عید کی نماز ادا ہوسکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ عید کی تو مطلقاً ہوجائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحب ترتیب نہ ہو یعنی اُس کے ذمہ پانچ نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہوگئی ہوں

اگرچہ ادا کرتے کرتے اب کم باقی ہوں اگر صاحبِ ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھ لے جمعہ نہ ہوگا اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہوگیا کہ صبح کی پڑھے تو ظہر کا وقت ہی نکل جائے اور یہ جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۲۰ رشوال ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اُس پر کفارہ صوم وصلوٰۃ کا واجب تھا بسبب عزبت کے حیات میں ادا نہ کیا اب اُس کے وارثوں نے قرض لے کر اُس کی جانب سے ایک قرآن شریف ہدیہ مسکین کو دیدیا اس صورت میں کفارہ مذکورہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بازار کے بھاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا تھا بقدر اُس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپیہ ہدیہ کا تھا تو دو روپے کے گیہوں جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہوسکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے بدستور رہے قرآن مجید بے شک بے بہا ہے اُس کے ایک کلمے ایک حرف کی برابر ساتوں آسمان وزمین اور جو کچھ اُن میں ہے برابر نہیں ہوسکتے مگر ان امور میں اعتبار مالیت کا ہے قرآن عظیم مال نہیں ہاں یہ کاغذ وجلد جو متضمن نقوش ہیں یہ مال ہیں انھیں کی قیمت ملحوظ ہوگی وبس ورنہ یوں تو جس پر دس کروڑ روپے کسی کے قرض آتے ہوں ایک کلمۃ اللہ پرچہ پر لکھ کر دیدے اور دین سے ادا ہوکر بے شمار اس کا اُس پر فاضل رہے وھذا کلہ ظاھر جدا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ ۲۹ ر ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مرگیا اُس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی کبھی پڑھی اُس کی عمر ستر پچھتر برس کی ہوئی کفارہ نماز کے بہت سے گیہوں یا جَو ہوں گے اور اس قدر مال نہیں تو اُس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنٰی مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اُس کے ذمہ تھیں سال کے دن تین سو پچپن ۳۵۵ ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سو تیس ہوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گیہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چھ رتی اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپیہ بھر کا ہے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم۔ اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہوا اور ۱۲۷۸۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گیہوں ہوئے اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اُس قدر فقیر کو دے کر مالک کردیں قبضہ دلادیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں ہبہ کردے یہ پھر دوبارہ بہ نیت کفارہ اُسے دے کر قبضہ دلادیں وہ پھر انھیں ہبہ کردے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ اُلٹ پھیر اُس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہوگا دور کے لیے یہ بھی کرسکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور یوہیں اُلٹ پھیر کریں کہ روپے سے دور آسان ہوگا اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں فتاوٰی بزازیہ میں ہے ان لم یکن لہ مال یستقرض نصف صاع

ویعطیہ المسکین ثم یصدق بہ المسکین علی الوارث ثم الوارث علی المسکین ثم وثم حتی یتم لکل صلوۃ نصف صاع کما ذکرنا اھ وتفصیل الکلام فی فتاونٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا انتقال ہوا اور اُس کی نمازیں وروزہ قضا ہیں اُس کے ورثا اُن کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اُس مقام پر آبادی اہل ہنود رعیت ومسلمان رعیت وسادات کی ہے جو بوجہ قحط سال انتہا درجہ کے محتاج ہیں اور ذوالقربٰی اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز اور دینا اولٰی اس میں سے کس گروہ کو ہے متوفی کی سکونت سے دور مقامات میں طلبار دین کو دینا اولٰی ہے یا مذکورین سابقین جو اُسی آبادی میں اور قرب وجوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز وروزہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اُس کی قیمت کرکے نقد دینا جائز ہے یا نہیں اگر نماز وروزہ کا غلہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم وبیش تقسیم کردے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ پیمائش کرکے انبار کیا یا اُس کی قیمت جمع کی اور پانچ سو مساکین پر تقسیم کرنا منظور ہے تو کیا کرنا چاہیے

الجواب

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہنود وغیرہم کفار ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلا اجازت نہیں نہ ان کے دیے ادا ہو مسلمین مساکین ذوالقربٰی غیر ہاشمیین کو دینا دونا اجر ہے مدرسہ دینیہ کے طلبۂ علم دین کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتی کہ زکوۃ بھی درمختار میں ہے کرہ نقلھا الا الی قرابۃ او احوج او اصلح او انفع للمسلمین او الی طالب علم اقارب وجیران اور دور کے طلبۂ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے انفع معلوم ہو اُس پر عمل کرے چاہے ناج دے یا اُس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے جب تک وہ اُس کے دینے سے مالک نصاب نہ ہوجائے ہاں مدیون ہو تو بقدر دین ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پوری مقدار یا مقادیر یا اُس کی یا اُن کی پوری قیمت ہو احتیاط اس میں ہے خروجا عن الخلاف درمختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز ردالمحتار میں ہے ھذا ثانی قولین حکاھما فی التتارخانیۃ بلا دون ترجیح وظاھر البحر اعتمادہ والاولی انہ یجوز کما یجوز فی صدقۃ الفطر۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ سو نمازوں اور پچاس روزوں کا فدیہ ڈیڑھ سو مساکین سے زائد کو نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں رواج ہے کہ میت کے جنازہ کے وقت اسقاط کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

اسقاط کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر میت پر نماز روزہ قضا ہیں اور اُس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالت وصیت اُس کا فدیہ

ادا ہو سکے یا وصیت نہ کی اور سب ورثہ اداے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں اُس کی تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے مثلاً فرض کرو کہ چہارم کی قدر ہے تو ثلث مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دیں فقیر اُسے لے کر پھر وارث کو ہبہ کردے یہ پھر بہ نیت فدیہ سے فقیر پھر لے کر ہبہ کردے اور ہر بار فقیر و وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے اور صورت ثانیہ جو وارث جس قدر مال دینے پر راضی ہے اُتنے مال کا اُلٹ پھیر اتنی بار کریں کہ فدیہ ادا ہو جائے یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اُس کی قیمت کسی سے قرض لے کر اس کا اُلٹ پھیر کرلے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے فی الدر المختار لومات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بالکفارۃ یعطی لکل صلاۃ نصف صاع من بر کالفطرۃ وکذا حکم الوتر والصوم وانما یعطی من ثلث مالہ ولو لم یترک مالا یستقرض وارثہ نصف صاع مثلا ویدفعہ للفقیر ثم یدفعہ الفقیر للوارث ثم و ثم حتی یتم اس کے سوا یہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دیدیا کہ وہ تو بے بہا ہے یوں ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے بہا ہے مگر جو بہا ہے یعنی کلام الٰہی کہ ورقوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں نہ وہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اسی کی قیمت معتبر ہوگی اور وہ جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکر ادا ہوگا۔ وھذا ظاھر جدا واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از دھولقہ ضلع احمد آباد گجرات مسئولہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

بخدمت ہادی برحق مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام برکاتہ گزارش یہ ہے کہ ہم قصبہ دھولقہ کے رہنے والے ہیں ہم لوگ بالکل سیدھے سادے اور صرف راہ حق کے تلاش کرنے والے ہیں کسی فریق یا پارٹی سے ہمیں کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن جھکانے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں میں اردو کی معمولی لیاقت کے اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتوی اول گجراتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تحریر مولوی علاء الدین صاحب پر آئی ہوئی چھپی ہے ان دونوں تحریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ لیاقت نہیں رکھتے اس لیے خدمت والا میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس قصبہ میں چھبیس سیر گیہوں فی سیر ۸ روپیہ کے حساب سے اور نقد سوا روپیہ اور ایک کلام اللہ شریف اتنی چیزوں کا حیلہ اس طرح کرتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں بعد پڑھنے کے حاضر فقیروں میں تین دور کرا دیتا ہے اور پھر وہ چیزیں امام وغیرہ بانٹ لیتے ہیں یہ حیلہ شریعت کے مطابق ہے اور جائز ہے یا نہیں صرف مختصر جواب اردو آسان لفظوں میں ہوگا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی۔

الجواب

امام جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو (مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ ہم نے اپنے سر لیے یا اس کا عذاب وثواب ہمارے اوپر کہ ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے) اور وہ لوگ جن پر اُن چیزوں کا دور کراتا ہے فقیر محتاج زکوٰۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھبیس سیر گیہوں کی جو قیمت وہاں اُس وقت بازار کے بھاؤ سے ہو اور اُس مصحف شریف کا جو ہدیہ وہاں اُس وقت ہو اور وہ سوا روپیہ ان کے مجموعہ کو اُن دور والے محتاجوں مصرف زکوٰۃ کے سہ چند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نماز روزوں کا کفارہ ہو اس قدر کا ہو گیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اُس کے ذمہ پر باقی رہا مثلاً وہ گیہوں تین روپے کے ہوں اور وہ مصحف پونے تین روپے ہدیہ کا ہو تو

یہ اور دہ سوا روپیہ مل کر سب سات روپیہ کا مال ہوا اب اگر دور میں اس فقیر میں اور اُن پر تین بار دور ہوا تو گویا تیس فقیروں کو سات سات روپے دیے گئے مجموع دو سو دس روپے ہوئے میت پر نماز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہوگیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا زائد تھا باقی رہا مثلاً اُس کے نماز روزوں کے حساب سے جتنے گیہوں کفارہ کے ہوتے اُن کی قیمت وہاں اُس وقت کے بھاؤ سے ہزار روپے تھی اور یہ دو سو دس روپے ہوئے تو سات سو نوّے روپے کا مطالبہ میت پر رہا اور اگر دور والوں میں بعض وہ ہوں کہ اگرچہ فقیر بنتے ہیں مگر مالدار ہیں حاجت اصلیہ کے علاوہ چھپن روپے کے مال کے مالک ہیں تو اُن کے شامل ہونے سے دور میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہوگا کہ دور میں اُن کا شمار نہ ہوگا مثلاً دس فقیروں پر دور کیا اور اُن میں تین غنی تھے تو سات ہی پر دور سمجھا جائے گا صورت مذکورہ میں تیس فقیروں کی جگہ اکیس ہی رکھے جائیں گے اور دو سو دس روپے کی جگہ ایک سو سینتالیس روپے کا کفارہ ادا ہوگا ہاں اگر اُن میں کوئی بھی محتاج نہ ہوا سب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا نہ ہوگا غرض یہ حیلہ یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ نافع ضرور ہے جبکہ اُن دور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آخر کچھ نہ کچھ مطالبہ تو میت پر سے کم ہوا ہاں جیسے بہت عوام دور ہی نہیں کرتے ایک مصحف شریف دیدیا اور سمجھ لیے کہ عمر بھر کا سب کفارہ ادا ہوگیا یہ محض جہل و باطل ہے یوں ہیں یہاں جب پورے مطالبہ کے قدر نہ ہو تو اُس سے بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اُس حیلہ کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا بعض کو کل سمجھ لینا اُن کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید سو روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہوگیا تو یہ اُس کی غلطی ہے مگر اس غلطی کے سبب وہ سو روپیہ جو ادا کیے باطل نہ ہوجائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل رہے گا کہ اب ہزار کی جگہ نو سو کا مطالبہ اُس پر رہا بہرحال اُس میں فائدہ ضرور ہے مگر اُس طرح کی کوئی خلاف شرع بات نہ کہی جاتی ہو جس کی مثال اوپر گزری بغیر اس کے اُسے مطلقاً ناجائز بتلانے والا محض غلطی پر ہے البتہ مسلمانوں کو مناسب یہ ہے کہ وہ طریقہ دور کا کریں جس سے میت پر سے باذنہٖ تعالٰی سب مطالبہ ادا ہوجائے اس کا بیان ہمارے فتوٰی میں مفصل موجود ہے اور اُس پر یہ اعتراض کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے جہل و حماقت ہے ورنہ مسکین طالب علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو اُسے صدقہ کہہ کر نہ دے ہبہ کہے جب بھی تو صدقہ ہی ہوگا جیسا کہ علما تصریح فرماتے ہیں درمختار میں ہے الھبۃ للفقیر صدقۃ والصدقۃ علی الغنی ھبۃ اور محققین کے نزدیک یہاں نفس قربت موثر دان کان الاتراشد مع الاسقاط فتح القدیر میں ہے الذی نعقلہ ان کلا من التقرب والاسقاط موثر پھر قرآن مجید وقف کرنے کا جواز کتب مذہب میں مصرح ہے درمختار میں ہے وفی الدر وقف مصحفا علی اھل مسجد للقرأۃ ان یحصون جاز وان وقف علی المسجد جاز ویقرأ فیہ ردالمحتار میں ہے قولہ ان یحصون جاز ھذا الشرط مبنی علی ماذکرہ شمس الائمۃ من الضابط وھو انہ اذا ذکر للوقف مصرفا لابد ان یکون فیھم تنصیص علی الحاجۃ حقیقۃ کالفقراء او استعمالا بین الناس کالیتامی والزمنی لان الغالب فیھم الفقر فیصح للاغنیاء والفقراء منھم ان کانوا یحصون والا فللفقراء فقط وقف بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ کثرہ حتی کہ اگر خاص چند اغنیا پر ہو جب بھی اُس کا آخر فقرا کے لیے ہونا لازم صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اصاب ارضا بخیبر فاتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یستامرہ فیھا فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان شئت حبست اصلھا وتصدقت بھا قال فتصدق بھا عمر انہ لایباع ولا یوھب ولا یورث وتصدق بھا فی الفقراء وفی القربی وفی الرقاب وفی سبیل اللہ وابن السبیل والضیف یہ حدیث

محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مبسوط میں یوں روایت فرمائی اخبرنا صخر بن جویرۃ مولی عبداللہ بن عمران عمر بن الخطاب کان لہ ارض تدعی ثمغا وکان نخلا نفیسا فقال یارسول اللہ انی استفدت مالا ھو عندی نفیس افاتصدق بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصدق باصلہ لایباع ولا یوھب ولا یورث ولکن تنفق ثمرتہ فتصدق بہ عمر فی سبیل اللہ وفی الرقاب وللضعیف وللمسافر ولابن السبیل ولذی القربی الحدیث صحیح بخاری کے بھی بعض طرق میں بالفاظ امام محمد ہے تصدق باصلہ لایباع الحدیث مانعین کیا کہتے ہیں اُس صورت میں جبکہ مثلاً کوئی اہل خیر سو مصحف شریف اُن کے مدرسہ یا یتیم خانے میں بھیجے کہ ان میں غرباء کے بچے اور یتامی پڑھا کریں اُس کا یہ فعل حسن وباعث ثواب ہے یا حرام وموجب عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر اور اگر اُس نے نذر مانی ہو کہ اللہ تعالٰی کے لیے دس مصحف شریف فقرائے مسلمین کو دوں گا تو یہ نذر حلال ہے یا حرام وکفر اور اگر وصیت کی ہو کہ میری ملک کے مصاحف سب میرے بعد فقرائے مسلمین کو دیدیے جائیں اور وہ ثلث مال سے زائد نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دینا وصی پر واجب ہے یا حرام پھر یہ حکم صرف مصحف شریف کے لیے ہے یا کتب حدیث وفقہ کے لیے بھی طرفہ یہ کہ مانعین کے امام الطائفہ گنگوہی کے فتاوی حصہ ۳ میں ہے **سوال** خرید کر قرآن شریف دینا درست ہے یا نہیں **الجواب** زکوۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دیا جائے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے اھ بات یہ ہے کہ مانعین حقیقت امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازغ کا طالب ہو ہمارے فتاوی کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنٹیل کالج ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقۂ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور مستحسن ہے یا نہیں اگر ثابت ہے تو اُس کی کیا دلیل ہے اور فدیہ صوم اگرچہ منصوص ہے لیکن فدیۂ صلاۃ پر کون سی نص ہے اور یہ یعنی دوران قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں، بر تقدیر ثانی یہ عبارت فتاوی سمرقندیہ کی بالکل غلط ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے لما صنف الامام الربانی محمد بن حسن الشیبانی کتاب الحیل فی کل باب انکر علیہ علماء البغداد بلغوا تلك القصۃ الی خلیفۃ البغداد فقال الخلیفۃ ارسل الی ذلك فان کان موافقا للاصول فیھا والا فنخرقہ فقال ان العلماء احسادوا وانکروا حسدا فجاء الامام بذلك الکتاب الی الخلیفۃ فنظر فیہ فتعجب فطلب العلماء وقال انظروا فیہ بدقۃ النظر من غیر حسد فلما راٰوہ قالوا فقد احسن محمد ضاعف اللہ اجرہ الی الابد ثم سئل الخلیفۃ عن الامام من ای اصل اخرجت تلك المسائل قال اخرجت من قصۃ ایوب ویوسف وسنۃ حلیۃ الرباء والحد فقال الخلیفۃ للعلماء من انکر الحلیۃ فقد انکر القراٰن والحدیث واجماع العلماء فالمقر بہ واجب علیہ فلما حول ورقۃ وقع النظر علی حیلۃ الاسقاط فقال الامام اسھل طریقتہ ان یبیع الوارث علی الفقیر مصحفا قابل القراءۃ ثم یھب الفقیر للوارث ثم فثم حتی یتم لعل اللہ یجعل فدیۃ الصوم والصلوۃ والزکوۃ ویزھا فقال العلماء قلت قولا حسنا بارك اللہ فی عمرك فاکتب فی کتابك فکتب الامام تلك الحیلۃ فی کتابہ فشاع فی زمان الخلیفۃ الدرالبرر للامام الغزالی قال الشارح السمرقندی حدثنا عباس بن سفیان عن ابن عتبۃ عن ابن عوف عن محمد عن عبداللہ

قال قال عمر ایھا المومنون اجعلوا القراٰن وسیلۃ لنجاۃ الموتی فتعلقوا وقولوا اللھم اغفر لھذا المیت بعزۃ القراٰن و تناولوا بایدیکم وفعل عمر فی اٰخر خلافتہ فی وفاۃ امرأۃ ملقبۃ الحبیبۃ بنت عربد زوجۃ ملاب لجزء من القراٰن فمالوا الی عمر ولم یشتھر فی خلافۃ عثمان ثم اشتھر فی خلافۃ ھارون الرشید من غیر انکار ردوران القراٰن بحیلۃ الاسقاط فاصلہ ثابت عن عمر وھذا وان لم یذکر فی کتب المشھورۃ من الاحادیث ولکنہ مشھور فی بعض الکتب من التواریخ بسند قوی کما قال المورخ اللبیب صاحب الفتوح اخبرنا ابوعاصم عن ابن جریج عن ابن شھاب عن ابن سلمۃ عن ابن موسی قال فعل عمر دوران القراٰن لجزء منہ بحلقۃ عشرین رجلا بعد صلاۃ الجنازۃ لامرأۃ ملقبۃ بحبیبۃ بنت عربد زوجۃ ملاب لرجل من الانصار ما حفظنا اسم فانکار مطلقۃ الحیلۃ کفر وعن حیلۃ الاسقاط فسق لانہ ثبت عمر اخبرنا سعید عن ایوب عن جمیع عن عبید اللّٰہ بن ابی بکر انہ اوجد عمر بدور القراٰن بعد صلاۃ الجنازۃ انتھی فتاوی سمرقندی من عتبۃ۔ نیز اس میں دوران قرآن کی نسبت حضرت عمر کی طرف ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند کیسی ہے۔

الجواب

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور اُن کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات بے سروپا اس عبارت میں مذکور ہیں سب باطل وافترا ہیں نہ یہ عبارت فتاوی سمرقندیہ میں ہے اُس پر بھی افتراء ہے اور بے چارہ افترا کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی ٹوٹی پھوٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ وائمہ کی طرف منسوب کیا مسئلہ دور عامہ کتب متداولہ مذہب میں مصرح ہے خود مصحف شریف سے ہو یا کسی مال سے مگر ہر بار کے دینے میں اُتنا ہی مجرا ہوگا کہ بازاری نرخ سے وہ مصحف شریف جتنے ہدیہ کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہا ہے ایک ہی دفعہ میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفارے ادا ہوجائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کما بیناہ فی فتاونا بما لا مزید علیہ فدیہ صلاۃ پر اگرچہ نص شارع علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم نہ آیا نص مجتہد مذہب ہے وکفی بہ حجۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

بَاب سُجُوْدُ السَّهْوُ

مسئلہ

۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ یعنی مثلاً جتنی دیر میں تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدۂ سہو لازم ہے ورنہ نہیں ردالمحتار میں ہے التفکر الموجب للسھو ما لزم منہ تاخیر الواجب او الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال

بالرکن او الواجب قدر اداء رکن وھو الاصح اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۲۳ جمادی الاخرہ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے واذکر فی الکتب موسٰی سے ووھبنا لہ تک کہ تین آیات قصار ہوگئیں پڑھ کر بند ہوگیا کسی قدر تامل کرکے پھر دوبارہ واذکر سے ووھبنا لہ تک پڑھا پھر بند ہوگیا پھر سہ بارہ یہیں تک پڑھ کر کچھ تامل کیا جب آگے کو نہ چلا رکوع کر دیا اس صورت میں امام پر سجدۂ سہو آیا یا نہیں اگر آیا اور نہ کیا تو نماز فاسد ہوئی یا کیسی - بینوا توجروا -

الجواب

اگر ایک بار بھی بقدر ادائے رکن مع سنت یعنی تین بار سبحٰن اللہ کہنے کی مقدار تک تامل کیا سجدۂ سہو واجب ہوا ردالمحتار میں ہے التفکر الموجب للسھو ما لزم منہ تاخیر الواجب او الرکن عن محلہ بان قطع الاشتغال بالرکن او الواجب قدر اداء رکن وھو الاصح اگر نہ کیا نماز مکروہ تحریمی ہوئی جس کا اعادہ واجب درمختار میں ہے تعاد وجوبا فی العمد والسھو ان لم یسجد لہ اصل حکم یہ ہے مگر علماء نے جمعہ وعیدین میں جبکہ مجمع عظیم کے ساتھ ادا کیے جائیں بخوف فتنہ سجدہ سہو کا ترک اولٰی رکھا ہے درمختار میں ہے السھو فی صلاۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر ردالمحتار میں ہے فی جمعۃ حاشیۃ ابی السعود عن العزمیۃ انہ لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ بس جہاں جمعہ بھی جماعت عظیم سے ہوتا ہو بلاشبہ سجدہ کرے اگر نہ کیا اعادہ کرے اگر وقت نکل گیا ظہر پڑھ لیں ردالمحتار میں ہے قیدہ الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک اُسی میں ہے المو جب وجود الاعادۃ فی الوقت وبعدہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر ما یجوز بہ الصلاۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور بعد تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا تم نے سجدہ سہو نہیں کیا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا میں نے کیا آیا یہ قول زید صحیح ہے یا غلط اور وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص - بینوا توجروا

الجواب

ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدۂ سہو لازم ہے - اصل حکم یہی ہے ردالمحتار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نماز جمعہ میں جبکہ ہجوم نمازیاں کثیر ہو سجدۂ سہو ساقط کر دیا گیا ہے کما فی ردالمحتار ایضا پس اُس نماز میں ہجوم کثیر تھا تو زید نے سجدۂ سہو کا ترک بجا کیا اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بیجا اور سخت بیجا اور وہ نماز ناقص ہوئی ظہر اعادہ کریں - واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم -

مسئلہ - دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدۂ اولٰی بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں اور ان رکعتوں میں جو

قرآن شریف پڑھا اُس کا اعادہ ہوا یا نہیں اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

صورت اولیٰ میں مذہب اصح پر نماز نہ ہوئی اور قرآن عظیم جس قدر اُس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے فی ردالمحتار لو تطوع بثلاث بقعدۃ واحدۃ کان ینبغی الجواز اعتبارا بصلوۃ المغرب لکن الاصح عدمہ لانہ قد فسد ما اتصلت بہ القعدۃ وھو الرکعۃ الاخیرۃ لان التنفل بالرکعۃ الواحدۃ غیر مشروع فیفسد ما قبلھا اور چار پڑھ لیں اور قعدۂ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھے کما صرح بہ فی ردالمحتار عن النھر الفائق عن الزاھدی اور دونوں قعدے کیے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہوگئیں ولا کراھۃ ایضا کما یفیدہ التعلیل المذکور فی ردالمحتار نعم الافضل فیھا مثنی مثنی کما لایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ اگر امام پر سہو ہوا اور وہ سجدہ نہ کرے تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور اُن پر سے سجدۂ سہو ساقط ہوجائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

بیشک فی التنویر یجب (ای سجدۃ السھو) علی منفرد ومقتد بسھو امامہ ان سجد امامہ اھ ملتقطا قلت فالشرط یفید انہ ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی وبالسقوط صرح فی البحر الرائق نعم نفی نقصان یظھر ان یعید لانجبارہ ان اطلع علیہ وھذا لاینافی الصحۃ اذ الصحیح یقابل الفاسد والفاسد ھو الباطل فی العبادات کما صرح بہ ائمتنا فی غیر ما کتاب واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ ۲۰ ربجادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہوگیا یا کھڑا ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے اور اگر کھڑا ہوگیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اُس کے بعد لوٹ آیا تو نماز ہوجائے گی یا نہیں اگر ہوجائے گی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اُس پر سجدۂ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہوگیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح وارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے مگر اب اُس پر سجدۂ سہو واجب اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں بلکہ ختم نماز پر سجدۂ سہو کرلے پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت بُرا کیا گنہگار ہوا یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہوجائے اور امام ایسا کرے تو مقتدی اُس کی پیروی نہ کریں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے مگر مذہب اصح میں نماز یوں بھی نہ جائے گی صرف سجدۂ سہو لازم ہے کما فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار (سھا عن القعود الاول من الفرض) ولو عملیا اما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدۃ (ثم تذکرہ عاد الیہ) وتشھد ولا سھو علیہ فی الاصح

(مالم یستقم قائما) فی ظاھر المذھب وھو الاصح فتح یعنی اذا عاد قبل ان یستقیم قائما وکان الی القعود اقرب فلا سجود علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر واذا عاد وھو الی القیام اقرب فعلیہ سجود السھو کما فی نور الایضاح وشرحہ بلاحکایۃ خلاف فیہ وصحح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظھرہ بعد منحن فھو اقرب الی القیام وان لم یستو فھو اقرب الی القعود وان استقام قائما لایعود ویسجد للسھو فلو عاد الی القعود لا تفسد لکن یکون مسیئا و یاثم کما فی الفتح فلو کان اماما لایعود معہ القوم تحقیقا للمخالفۃ ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ۔ ویسجد لتاخیر الواجب وھو الحق بحر اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اخیرہ کے بعد گمان ہوا کہ یہ قعدہ اولٰی تھا کھڑا ہوگیا اور قبل سجدہ کے یاد آگیا تو اب عود کرکے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو میں جائے یا ویسے ہی سجدہ کو چلا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

عود کرکے بیٹھنا چاہیے اور معاً سجدۂ سہو میں چلا جائے دوبارہ التحیات نہ پڑھے فی الدرالمختار وان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشھد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائما صح ردالمحتار میں ہے قولہ ثم قام ای ولم یسجد قولہ عاد وسلم ای عاد للجلوس وفیہ اشارۃ الی انہ لایعید التشھد وبہ صرح فی البحر قال فی الامداد والعود للتسلیم جالسا سنۃ لان السنۃ التسلیم جالسا الخ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ بریلی ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ ترک آرد قعدۂ اولٰی را لیکن بایستادن نزدیک ترشد آں گاہ نشست باز باقی نماز گزارد دریں حال نماز او جائز است یا نے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر کہ در فرض یا وتر قعدۂ اولٰی فراموش کردہ استادہ تا بتمامہ ایستادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدہ سہو نیست واگر بقیام نزدیکتر شدہ باشد سجدہ سہو لازم آید تا نیمۂ زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بنشستن نزدیک است وچوں ایں نصف راست شد وپشت ہنوز خمیدہ است بایستادن قریب است واگر بتمامہ راست ایستاد آنگاہ نشستنش روا نیست اگر بقعدۂ اولٰی باز میگردد گنہگار شود را راجح آنست کہ نماز درین صورت ہم از دست نرود وسجدۂ سہو واجب شود فی الدرالمختار سھا عن القعود الاول ولو عملیا ثم تذکرہ عاد الیہ ولا سھو علیہ فی الاصح مالم یستقم قائما فی ظاھر المذھب وھو الاصح فتح وان استقام قائما لایعود فلو عاد لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وھو الاشبہ کما حققہ الکمال وھو الحق بحر اھ مختصرا وفی ردالمحتار قولہ ولا سھو علیہ فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستتم قائما وکان

الی القعود اقرب فانہ لایسجد علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر اما اذا عاد وھو الی القیام اقرب فعلیہ سجود السھو کما فی نور الایضاح وشرحہ بلاحکایۃ خلاف فیہ وصحح اعتبار ذلك فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظھرہ بعد منحن فھو اقرب الی القیام وان لم یستتم فھو اقرب الی القعود وقولہ لکنہ یکون مسیئا ای ویاثم کما فی الفتح فلو کان اماما لایعود معہ القوم تحقیقا للمخالفۃ ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ اھ ملتقطا واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی امام بھول کر سجدۂ سہو کرلیا تو اس صورت میں نماز امام ومقتدیان اور بعد سجدۂ سہو کے جو مقتدی ملے ان سب کی نماز کیسی ہوگی اور حقیقت میں سہو نہیں تھا۔ بینوا توجروا

الجواب

امام ومقتدیان سابق کی نماز ہوگئی جو مقتدی اس سجدۂ سہو میں جانے کے بعد ملے اُن کی نماز نہیں ہوئی کہ جب واقع میں سہو نہ تھا وہ سلام کہ امام نے پھیرا ختم نماز کا موجب ہوا یہ سجدہ بلاسبب لغو تھا تو اس سے تحریمہ نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیان مابعد کو کسی جزء نماز میں شرکت امام نہ ملی لہذا اُن کی نماز نہ ہوئی ولہذا اگر سجدۂ سہو میں مسبوق اتباع امام کرے بعد کو معلوم ہو کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اُس کی نماز فاسد ہوجائے گی کہ ظاہر ہوا کہ محل انفراد میں اقتدا کیا تھا ہاں اگر معلوم نہ ہوا تو اُس کے لیے حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح وصواب پر حمل کرنا ہی چاہیے درمختار میں ہے سلام من علیہ سجود سھو یخرجہ من الصلاۃ خروجا موقوفا ان سجد عاد الیھا والا لا ردالمحتار میں ہے انہ اذا سجد وقع لغوا فکانہ لم یسجد فلم یعد الی حرمۃ الصلوۃ خزانۃ المفتین میں فتاوی قاضی خاں سے ہے اذا ظن الامام ان علیہ سھوا فسجد للسھو وتابعہ المسبوق فی ذلك ثم علم ان الامام لم یکن علیہ سھو الاشھر ان صلاتہ تفسد وان لم یعلم انہ لم یکن علی الامام سھو لم تفسد صلاۃ المسبوق طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ھو المختار کذا فی المحیط۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

زید نماز مغرب میں اخیر رکعت میں آکر جماعت میں شریک ہوا خالد جو امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو میں چلا گیا اب زید ایک طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو میں جائے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے بعضے علما کہتے ہیں کہ اگر اس نے بھی قصداً سلام پھیرا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگئی اور اس پر فتوی دیدیا ہے اور بعضے فضلا فرماتے ہیں کہ اگر نماز کے اخیر سلام میں مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں اور شامی اور بحرالرائق وغیرہما میں جو روایت لکھی ہے وہ درباب اخیر سلام ہے نہ درباب سلام سہو اور فریقین کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہیے رامپور کے علماء سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نہ ہوسکا۔ بینوا توجروا

الجواب

حکم مسئلہ میں قول اول صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع وعاجز ہے جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کرلے امام سجدۂ سہو سے قبل یا بعد جو سلام پھیرتا ہے اُس میں اگر قصداً اس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عمدی اس کے

خلال نماز میں واقع ہوا ہاں اگر سہواً پھیرا تو نماز نہ جائے گی لکونہ ذکرا من وجہ فلا یجعل کلاما من غیر قصد وان کان العمد والخطأ والسھو کل ذلك فی الکلام سواء کما حققہ علماؤنا رحمھم اللہ تعالٰی بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدۂ سہو سے پہلے کیا اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے خواہ ساتھ خواہ بعد پھیرا یا وہ سلام جو امام نے سجدۂ سہو کے بعد یا بلا سجدۂ سہو غرض بالکل ختم نماز پر کیا اگر مسبوق نے سہواً امام سے پہلے یا معاً بلا وقفہ اُس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا اس لیے کہ اب یہ منفرد ہو چکا تھا خزانۃ المفتین میں شرح مختصر امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے علیہ سجدۃ من صلب الصلاۃ سلم وھو ناس لھا ثم تذکر فانہ بھذا السلام لایخرج عن حرمۃ الصلاۃ بالاجماع حتی صح الاقتداء وان عاد الامام وسجد یسجد ھذا المقتدی معہ علی طریق المتابعۃ ولایعتد بھذہ السجدۃ لانہ لم یدرك الرکوع ویتشھد مع الامام ولایسلم اذا سلم الامام ویسجد سجدتی السھو مع الامام فاذا سلم الامام ثانیا لایسلم ھو ایضا بل یقوم الی قضاء ماسبق اھ باختصار دیکھو مسبوق کو سجدۂ سہو سے قبل وبعد دونوں وقت سلام سے منع فرمایا حلیہ شرح منیہ للامام ابن امیر الحاج میں ہے موافقۃ المقتدی المدرك للامام فی سجود السھو ظاھر واما المسبوق فلا یتابعہ بالسلام للخروج عن الصلوۃ وقد بقی علیہ ارکان الصلوۃ ویتابعہ فی سجود السھو وعن ابراھیم النخعی انہ لایسجد بسھوہ اصلا لان محل السھو بعد السلام وانہ لایتابعہ فیہ فلا یتصور المتابعۃ فی السھو ولنا ان سجود السھو یؤدی فی تحریمۃ الصلاۃ فکانت الصلاۃ باقیۃ واذا بقیت التبعیۃ فیتابعہ فیما یؤدی من الافعال محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں لوسبق الامام الساھی الحدث بعد سلامہ استخلف لیسجد الخلیفۃ کما لو بقی علیہ التسلیم ولیس للمسبوق ان یتقدم فی ھذا الاستخلاف لانہ لایقدر علیہ اذ محلہ بعد السلام وھو غیر قادر علی السلام وانما یسجد قبل السلام حالۃ الاقتداء بمن یسجد قبلہ وھو ھنا قد صار اماما المستخلف ومع ھذا لو تقدم لم تفسد لانہ یقدر علی الاتمام فی الجملۃ بان یتاخر ویقدم مدرکا لیسلم بھم ویسجد ویسجد الخلیفۃ المسبوق معھم لانہ الاٰن مقتد ثم یقوم الی قضاء ماسبق بہ الخ وہی عبارت بحرالرائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے گا فرمایا ثم المسبوق انما یتابع الامام فی السھو لافی السلام فیسجد معہ ویتشھد فاذا سلم الامام قام الی القضاء فان سلم فان کان عامدا فسدت والا فلا ولاسجود علیہ ان سلم قبل الامام اومعہ وان سلم بعدہ لزمہ لکونہ منفردا حینئذ اسی طرح اُس سے ردالمحتار میں ہے حیث قال قولہ والمسبوق یسجد مع امامہ قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام بل یسجد معہ ویتشھد الخ اس میں تحقیق وقول فیصل یہ ہے کہ ان سلم بعدہ سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد سجود نہیں کہ اُس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدۂ سہو کیا اگر مسبوق سہواً امام کے بعد بھی پھیرے گا اُس پر سہو لازم نہیں ہوسکتا کہ وہ اب بھی مقتدی ہے تو لکونہ منفردا حینئذ وہاں صادق نہیں اور قول بحر لافی السلام وقول شامی قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام میں یا تو نظر باطلاق لفظ وعموم حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدۂ سہو سے پہلے ہو یا بعد یا بقرینۂ مقام سلام قبل سجدۂ سہو مراد لیجیے یعنی سجدۂ سہو میں مسبوق

بھی اگرچہ متابعت امام کرے گا مگر فقط سجدے میں شریک ہوگا ولہذا متابعت میں سجود کی قید لگادی کہ پیروی اُسی پر مقصور ہے سلام میں مسبوق متابعت نہیں کرسکتا وھذا معنی واضح جلی یسبق الی الذھن اول ما یسمع ھذا الکلام اذا صفت القریحۃ عن ظلام الاوھام اور اُسے خاص سلام اخیر بعد سجود سہو پر حمل کرنا محض بے دلیل ہے جس پر اصلا قرینہ نہیں بلکہ ظاہر اقرینہ اُس کے خلاف کی طرف مشیر کما لایخفی علی العارف البصیر باقی دو جگہ جو لفظ ان سلم واقع ہے اگر سیاق سخن ونظم کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلم بعدہ سلام اخیر بعد سجود سہو نہیں ہیں کہ اذا سلم الامام سے یقیناً یہی سلام اخیر مراد ہے جو یسجد معہ ویتشھد کے بعد اور رقام الی القضاء اُس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہونا زیادہ متبادر ہے خصوصاً ان تشقیقوں میں ایک شق ان سلم بعدہ بلاشبہہ مختص بسلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجیے تو دونوں ان سلم متوسط میں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ وبعد سجدہ دونوں کو عام ہے کما اشرنا الی کل ذلک علامہ سید طحطاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں قول شارح ان سلم مع الامام مقارنا لہ او قبلہ ساھیا فلاسھو علیہ لانہ فی حال اقتدائہ وان سلم بعدہ یلزمہ السھو لانہ منفرد کی یہی شرح فرمائی حیث قال قولہ وان سلم مع الامام الخ سواء فی ذلک تسلیمۃ التحلیل الاولی وتسلیمۃ سجود السھو لظھور العلۃ فی ذلک وقولہ وان سلم بعدہ ای بعد سلام الامام من سجود السھو فقط اما سلامہ بعد سلام الامام الاول من الصلاۃ فلا یلزم بہ سھو لانہ لما سجد للسھو معہ عاد الی الاقتداء ولاسھو علی المقتدی فتامل فیہ کلہ اھ

بالجملہ بحر وشامی کی ان عبارات سے فریق ثانی کا مسئلہ نزاعیہ پر استدلال محض باطل اور فریق اول کا اُن سے استناد بوجہ تطرق احتمال گونہ ناکامل اور حکم مسئلہ میں حق فریق اول کے ساتھ ہے۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) چار رکعت نماز میں درمیانی قاعدے میں تشہد کے بعد سہو سے اللھم صل کہاں تک پڑھے کہ سجدۂ سہو واجب ہوجائے (۲) جماعت میں سجدۂ سہو کے قبل کا سلام اُس شخص کو جس کی ایک دو رکعت باقی ہے اور اُس کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ سلام اختتام نماز کا ہے یا سجدۂ سہو کا ہے چاہیے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اللھم صل علی محمد دبہ یفتی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (۲) جائز نہیں اور اگر قصداً پھیرے گا تو نماز جاتی رہے گی لوقوعہ خلال صلاتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قاعدہ اول میں شک ہوا اگر یقین ہیں اور سجدہ سہو کا کیا اب نماز جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی دیر سکوت کیا کہ چھوٹی سورت پڑھ لیتا اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آمین کہی اور شروع سورت کے لیے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو خوب ترتیل سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چھوٹی پڑھنے کی ضرور دیر ہوجائے گی مگر اس میں حرج نہیں بلکہ یہ سب باتیں مطابق سنت ہیں ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیر کیا کہ تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر بنائے تفکر تھا کہ سوچتا رہا کہ کیا پڑھوں تو سجدۂ سہو واجب ہے اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے اور اگر وہ سکوت عمداً بلاوجہ تھا جب بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں صورت کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اُس نے سہواً پچھلی دو رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی بعدہٗ سلام پھیرا اب اُس کی نماز فرض ہوئی یا سنت جیسا ہو ویسا ہی ارقام فرمائیے اور اگر وہ سجدۂ سہو کرلیتا تو کیا اُس کی نماز فرض ہوجاتی یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا نہ اس پر سجدہ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی پچھلی رکعتوں میں سورت ملائی تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولٰی ہے بلکہ بعض ائمہ نے اُس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی فقیر کے نزدیک ظاہراً یہ استحباب تنہا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لیے ضرور مکروہ ہے بلکہ مقتدیوں پر گراں گزرے تو حرام درمختار میں ہے ضم سورۃ فی الاولیین من الفرض وھل یکرہ فی الاخریین المختار لا ردالمحتار میں ہے ای لایکرہ تحریما بل تنزیھا لانہ خلاف السنۃ قال فی المنیۃ وشرحھا فان ضم السورۃ الی الفاتحۃ ساھیا یجب علیہ سجدتا السھو فی قول ابی یوسف لتاخیر الرکوع عن محلہ وفی اظھر الروایات لایجب لان القراءۃ فیھما مشروعۃ من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لاواجب اھ وفی البحر عن فخر الاسلام ان السورۃ مشروعۃ فی الاخریین نفلا وفی الذخیرۃ انہ المختار وفی المحیط وھو الاصح اھ والظاھر ان المراد بقولہ نفلا الجواز والمشروعیۃ بمعنی عدم الحرمۃ فلاینافی کونہ خلاف الاولٰی کما افادہ فی الحلیۃ اھ مافی ردالمحتار **اقول** لفظ الحلیۃ ثم الظاھر اباحتھا کیف لا وقد تقدم من حدیث ابی سعید الخدری فی صحیح مسلم وغیرہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقرأ فی صلاۃ الظھر فی الرکعتین الاولیین قدر ثلثین اٰیۃ وفی الاخریین قدر خمسۃ عشرۃ اٰیۃ او قال نصف ذٰلک فلاجرم ان قال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر واما السورۃ فانھا مشروعۃ نفلا فی الاخریین حتی قلنا فی من قرأ فی الاخریین لم یلزمہ سجدۃ سھو انتھی ثم یمکن ان یقال الاولٰی عدم الزیادۃ ویحمل علی الخروج

مخرج البیان لذلك حدیث ابی قتادۃ رضی اللہ تعالی عنہ (یرید ما قدم بروایۃ الصحیحین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظہر فی الاولیین بام القران وسورتین و فی الرکعتین الاخریین بام الکتاب الحدیث) وقول المصنف المذکور (ای ولا یزید علیہا شیئا) وقول غیر واحد من المشائخ کما فی الکافی وغیرہ ویقرأ فیہما بعد الاولیین الفاتحۃ فقط ویحمل علی بیان مجرد الجواز حدیث ابی سعید رضی اللہ تعالی عنہ وقول فخر الاسلام فان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کان یفعل الجائز فقط فی بعض الاحیان تعلیما للجواز وغیرہ من غیر کراہۃ فی حقہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کما یفعل الجائز الاولی فی غالب الاحوال والفعل لاینافی عدم الاولویۃ فیندفع بھذا ماعساہ یخال من المخالفۃ بین الحدیثین المذکورین وبین اقوال المشائخ واللہ سبحنہ اعلم اھ ولعلك لایخفی علیك ان حمل المشروع نفلا علی المکروہ تنزیہا مستبعد جدا وقراءۃ السورۃ فی الاخریین لیست فعلا مستحبا مستقلا یعتریہ عدم الاولویۃ بعارض کصلاۃ نافلۃ مع بعض المکروھات وانما المستفاد من العلۃ ھھنا ھو استحباب فعلھا فکیف یجامع عدم الاولویۃ والذی یظھر للعبد الضعیف ان سنیۃ الاقتصار علی الفاتحۃ انما تثبت عن المصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الامامۃ فانہ لم یعھد منہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلاۃ مکتوبۃ الا اماما الا نادرا فی غایۃ الندرۃ فیکرہ للامام الزیادۃ علیھا لاطالۃ علی المقتدین فوق السنۃ بل لو طال الی حد الاستثقال کرہ تحریما اما المنفرد فقد قال فیہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فلیطول ماشاء وزیادۃ خیر ولم یعرضہ مایعارض خیریتہ فلا یبعد ان یکون نفلا فی حقہ فان حملنا کلام المشائخ علی الامام وکلام الامام فخر الاسلام وتصحیح الذخیرۃ والمحیط علی المنفرد حصل التوفیق وباللہ التوفیق ھذا ماعندی واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔

مسئلہ - از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ رجادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ یا اکیلا بعد التحیات کے سجدۂ سہو کا ایک سلام بعد کرنا چاہیے یا کہ دونوں طرف سلام کرکے۔

الجواب

ایک سلام کے بعد چاہیے دوسرا سلام پھیرنا منع ہے یہاں تک کہ اگر دونوں قصداً پھیرے گا سجدۂ سہو نہ ہو سکے گا اور نماز پھیرنا واجب رہے گا یجب بعد سلام واحد عن یمینہ فقط وھو الاصح بحر وعلیہ لواتی بتسلیمتین سقط عنہ السجود الخ درمختار وعلیہ فیجب ترك التسلیمۃ الثانیۃ الخ ردالمحتار واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ - مرسلہ حافظ عبداللہ خاں موضع مڑیا ضلع بریلی ۲۹ رجادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

نمازی کسی رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور سہواً سورت نہ ملاوے اور پھر سہو کا سجدہ کرے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جو سورت ملانا بھول گیا اگر اُسے رکوع میں یاد آیا تو فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے پھر رکوع دوبارہ کرے پھر نماز تمام کرکے سجدۂ سہو کرے

اور اگر رکوع کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف اخیر میں سجدہ سہو کرلے نماز ہوجائے گی اور پھیرنی نہ ہوگی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں مسؤلہ مولٰنا مولوی احمد بخش صاحب ساکن ڈیرہ غازی خاں مہتمم مدرسہ محمودیہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ

سیدی سندی اعتضادی وعلیہ اعتمادی الحبر البحر العلامۃ الفہامۃ الالمعی اللوذعی حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ ادام اللہ برکاتہم والقاہم الٰی یوم الدین آداب عجز و نیاز بے انداز بجالاکر عرض کرتا ہوں کہ خاکسار کو ہر لحظہ عافیت مزاج شریف وقضائے حاجات ذات مستجمع الصفات اہم مآرب واعظم مطالب ہے ان ایام میں ایک واقعہ پیش آیا جس میں بعض ابناء الزمان مخالف ہیں اور مفصل طور پر میری اس تحریر ناقص سے جو بغرض استصواب ابلاغ خدمت اقدس ہے واضح ہوگا چونکہ جناب کے بغیر خاکسار کا کوئی محل اعتماد نہیں اس لیے تکلیف دی گئی ہے کہ براہ بندہ نوازی جواب باصواب سے جو مدلل ومفصل ہو خاکسار کو معزز وممتاز فرمائیں عین عنایت ہوگی اور اس تقریر کے اخیر میں اپنی رائے صائب سے آگاہ فرماکر بدستخط خاص مزین فرمادیں۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ؎ یارب بک الاعتصام ومنک التوفیق ویا شفیق یا رفیق نجنی من کل ضیق ۔ **مسئلہ** اگر موتم سے سہو ہو تو اعادہ صلوۃ اس پر واجب نہیں کیونکہ جمیع فقہاء نے متون اور شروح میں تصریح فرمائی ہے کہ موتم پر اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ اگر وہ اکیلا سجدہ سہو ادا کرے تو مخالفت امام لازم ہے اور اگر امام بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے تو معاملہ برعکس ہوجاتا ہے یعنی اصل تابع اور تابع اصل بن جاتا ہے اس بیان سے یہ مستفاد کیا جائے کہ گویا مقتدی کی نماز میں کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا یا کراہت جس کے جبر کے لیے سجدہ سہو واجب ہو پس اس بنا پر اعادہ لازم نہیں کیونکہ اعادہ وجود کراہت پر متفرع ہے واذلیس فلیس **سوال** علامہ شامی نے نہر فائق سے نقل کیا ہے کہ ثم مقتضی کلامہم انہ یعیدھا بثبوت الکراھۃ مع تعذر الجابر انتہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو اس امر پر مبنی ہے کہ اس کا ادا کرنا ناممکن ہے نہ یہ کہ اس کی نماز میں کوئی نقص یا کراہت واقع نہیں بلکہ نماز مکروہ ہے اور حسب کلیہ مسلمہ فقہاء کہ "جو نماز کراہت سے ادا ہو اس کا اعادہ لازم ہے" اعادہ لازم ہے **جواب** اگر ایسا ہو تو لازم آتا ہے کہ فقہاء نے احادیث ذیل کی مخالفت کی جس سے یہ مفہوم ہے کہ امام مقتدی سے سجدہ سہو کو اٹھا لیتا ہے جیسا کہ قراءت کو **حدیث اول** مشکوۃ شریف میں ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامام ضامن (الحدیث) جس سے ثابت ہے کہ امام مقتدی کی نماز کا متکفل ہے اگر مخالف سجود سہو کو اس کفالت سے خارج ہونے کا دعوی کرے تو اس کے لیے مولٰنا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اپنی شرح مرقاۃ میں ای متکفل لصلوۃ المؤتمین بالاتمام اور ناقلاً عن ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ وان ضمانہ اما لحملہ نحو القراءۃ عن المسبوق او السہو عن الساھی اور علامہ عینی کا قول شرح صحیح بخاری میں یعنی ان صلاتہم فی ضمن صلوۃ الامام صحۃ وفسادا ونیز ان کا قول ونستدل بما فی صحیح ابن حبان الامام ضامن بمعنی یضمنہا صحۃ وفسادا اور نیز ان کا قول وقال ابن الملک لانہم المتکفلون (ای الائمۃ) لہم صحۃ صلوتہم وفسادھا وکمالھا ونقصانہا بحکم المتبوعیۃ والتابعیۃ کفایۃ ذکریں تو گوسر وخشت

حدیث دوم مراقی الفلاح میں ہے قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الامام لکم ضامن یرفع عنکم سہوکم

وقراءۃ تکمہ اسی حدیث کے مطابق حضرت ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حدیث اول کی تفسیر فرمائی جو پہلے ذکر ہوچکی ہے اور جس کا ترجمہ کب سے نام حق میں سہو اور را امام برگیر دسے کیا گیا و نیز اس حدیث کے متعلق حضرت امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع سہو کے ساتھ رفع قراءۃ کے ذکر کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جیسا کہ مقتدی پر ترک قراءۃ سے کوئی گناہ نہیں اسی طرح سہو کے ترک کرنے سے بھی کوئی گناہ نہیں اس کے بعد نہر فائق کی عبارت متقدمۃ الذکر نقل کرکے فرماتے ہیں وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل یعنی کہ مفاد حدیث کے مخالف ہے جو نہر سے منقول ہوا **حدیث سوم** علامہ شامی نے معراج الدرایہ سے نقل کیا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو کے ثابت کرنے کے لیے بہتر یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جاوے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی لیس علی من خلف الامام سہو **حدیث چہارم** حضرت قطب شعرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کشف الغمہ میں صفحہ ع وع فرماتے ہیں وکانوا لایسجدون لسہوھم خلف الامام ویقولون الامام یحمل اوھام من خلفہ من المامومین وکذلک کان یقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سہا خلف الامام فلیس علیہ سہو وامامہ کافیہ فان سہا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ السہو انتہی جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک وامامہ کافیہ اور پھر اسی پر عمل صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم مخالف کے برخلاف کافی حجت ہے اگر مخالف ان احادیث متذکرہ بالا کے متعلق کہے کہ سوائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور نہ کوئی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے ناقلین حضرت قطب شعرانی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور طحطاوی اور صاحب مراقی الفلاح اور صاحب معراج الدرایہ نقاد حدیث میں سے نہیں لہذا یہ احادیث قابل اعتبار نہیں تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ حدیث اول کے متعلق مولٰنا علی قاری اور ابن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اگر اتمام حجت کے لیے کافی سمجھے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور حفظ مراتب کے لیے موعظہ سے چنداں کوئی حاصل نظر نہیں آتا دوسرے یہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اُس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ کتب صحاح فلاں وفلاں سے یہ سب احادیث ماخوذ ومنقول ہیں، تیسرے یہ کہ ایسے عذرات اہل تحقیق کے نزدیک قابل وقعت نہیں قال بعض الاذکیا فالمختار عندی جواز نقل الحدیث من الکتب الصحاح والحسان بلا شرط ومن غیرھا بشرط التنقیح علی اھل العلم ومؤلفاتھم وفی الاشباہ من الفقہ الحنفی نقل السیوطی عن ابی اسحٰق الاسفرائنی الاجماع علی جواز النقل من الکتب المعتمدۃ بلا اشتراط اتصال السند الی مصنفیہا انتہی الغرض ان احادیث کے ہوتے ہی فقہا کے اس قول سے کہ سجدہ سہو لازم نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہو تمام فقہا پر حملہ کرنے کے علاوہ عمداً ترک عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو **سؤال** صاحب النہر الفائق ثقات حنفیہ سے ہے پس یہ کس طرح گوارا ہوسکتا ہے کہ اُس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جاوے کہ کلام فقہا کا مقتضی نہ کراہت ہے اور نہ اعادہ **جواب** من ابتلی ببلیتین فلیختر اھونہما صرف صاحب نہر فائق کا خلاف بمقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہو اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر عمل نہ ہو نہایت ہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا اس کے بعد میں اُن چند مسائل اور روایت فقہا کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف

ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدۂ سہو کے نہ کرنے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں (۱) سجود تلاوت کے باب میں فقہا فرماتے ہیں کہ اگر موتم نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدۂ تلاوت لازم نہیں نہ موتم پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر اور اس کی دلیل صاحب شرح منیہ وغیرہ نے بعینہ وہی لکھی ہے جو سجود سہو کے لازم ہونے کی ہے یعنی ان سجد الامام یلزم انقلاب المتبوع تابعا والا لزم المخالفۃ له انتھی اگر اس دلیل کا مقتضی ثبوت کراہت اور اعادۂ صلاۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ سجود تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں نہ اعادۂ سجدہ تلاوت ہے اور نہ اعادۂ صلوۃ (۲) فتاوی قاضی کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے اذا سھا المقتدی لایلزمہ سجود السھو انما یجب بالسھو والسبب انما یعمل عملہ اذا امکن اعتبارہ فی حق الحکم فاما اذا لم یمکن اعتبارہ فی حق الحکم کان ملحقا بالعدم کما قال ابو حنیفۃ وابو یوسف فی تازدۃ المقتدی وکما فی بیع المحجور وشرائه وھنا لایمکن اعتبار سھو المقتدی فی حق الحکم وھو وجوب سجدۃ السھو انتھی (۳) علامہ شامی صـ۴۹۶ میں فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں سجود ساقط ہوجائے اعادہ لازم ہوتا ہے یا نہیں والذی ینبغی انہ ان سقط بصنعہ کحدث عمد مثلا یلزم والا فلا تامل انتھی جس سے صاف ظاہر ہے کہ مانحن فیہ میں اس لیے کہ سقوط سجدہ سہو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا بلکہ اس لیے کہ امام کے پیچھے وہ ادا نہیں کرسکتا نہ قبل السلام نہ بعد السلام اعادہ واجب نہیں (۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ صـ۳۰۶ پر فرماتے ہیں وینبغی تقیید وجوب الاعادۃ بما اذا لم یکن الترک لعذر کالامی او من اسلم فی اخر الوقت فصلی قبل ان یتعلم الفاتحۃ فلا تلزم الاعادۃ انتھی جس سے عیاں ہے مانحن فیہ میں بوجہ اس کے کہ ترک سجود بوجہ تعذر ہوا کما صرح بہ الفقہاء اعادہ لازم نہیں (۵) فی الدر المختار یجب علی منفرد و مقتد بسھو امامہ ان سجد امامہ لوجوب المتابعۃ انتھی فی ردالمحتار قولہ ان سجد امامہ اما لو سقط عن الامام بسبب من الاسباب بان تکلم او احدث متعمدا او خرج عن المسجد فانہ یسقط عن المقتدی بحر والظاھر ان المقتدی تجب علیہ الاعادۃ کالامام ان کان السقوط بفعلہ العمد فتقرر النقصان بلا جابر من غیر عذر تامل انتھی مانحن فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سہو ہے نہ سہو امام لیکن جبکہ سجدہ سہو کے ساقط ہونے میں عمد کو دخل نہیں لہذا اعادہ بھی واجب نہیں (۶) آج تک اعادہ صلاۃ کا عمل نا مسموع ہے اگر وجوب اعادہ سے حکم کیا جائے لوگوں کی نمازیں ناجائز وتباہ ہوجاتی ہیں اور نمازی تارک صلوۃ اور آثم ٹھہرتے ہیں حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں الدین یسر ونیز فرماتے ہیں یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا یہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صلاۃ عید و جمعہ میں سجود سہو ادا نہ کیا جائے دفعا للفتنۃ واللہ تعالی اعلم بالصواب وانا العبد العاصی المدعو باحمد بخش عفی عنہ

الجواب

اقول وباللہ التوفیق مؤید السائل الفاضل دام بالفضائل (۱) بزار مسند اور بیہقی سنن میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں لیس علی من خلف الامام سھو فان سھا الامام فعلیہ وعلی من خلفہ مقتدی پر سہو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں لاجرم نفی حکم ہے کما دلت علیہ کلمۃ علی تو ثابت ہوا کہ

سہو مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا (۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لایؤم عبد قوما الا تولی ما کان علیھم فی صلاتھم یعنی ظاہر کہ تولی ما علیھم یو ہیں ہے کہ علیھم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سہو کے سبب حکم اعادہ ہو تو امام سے اُن سے تحمل نہیں بلکہ اُن پر اثقل کی تحمیل کہ بے اس کے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا اب ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا (۳) بدائع امام ملک العلماء جلد اول ص۱۷۵ میں ہے المقتدی اذا سھا فی صلاتہ فلا سھو علیہ (۴) محیط پھر ہندیہ جلد اول ص۱۲۸ مصری میں ہے لو ترك الامام سجود السھو فلا سھو علی المأموم (۵) تبیین الحقائق امام زیلعی جلد اول ص۱۹۵ لو سلم المسبوق مع الامام ینظر فان سلم مقارنا لسلام الامام او قبلہ لا سھو علیہ لانہ مقتد بہ وان سلم بعدہ یلزمہ السھو لانہ منفرد (۶) بحرالرائق جلد دوم ص۱۰۵ المسبوق فیما یقضیہ کالمنفرد کما تقدم وعلیہ یتفرع ما اذا سلم ساھیا فان کان قبل الامام او معہ فلا سھو وان کان بعدہ فعلیہ کما ذکرنا ۱ھ ان چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہو مقتدی کی مطلقاً نفی فرمائی ہے یعنی اُس کے لیے کوئی حکم نہیں کما قررنا ۱ھ (۷) امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد اول ص۲۳۳ اقتدائے مفترض بمتنفل میں فرماتے ہیں اما حکمہ بطریق النظر فانا قد رأینا صلاۃ المامومین مضمنۃ بصلاۃ امامھم بصحتھا وفسادھا یوجب ذلك النظر الصحیح من ذلك انا رأینا الامام اذا سھا وجب علی من خلفہ لسھوہ ما وجب علیہ ولو سھوا ھم ولم یسہ ھو لم یجب علیھم ما یجب علی الامام اذا سھا امام نے لم یجب علیھم السجود نہ فرمایا بلکہ ما یجب علی الامام کہ سجدہ و اعادہ دونوں کو شامل (۸) ذخیرہ پھر ہندیہ جلد اول ص۱۳۰ میں ہے لو سھا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سھوہ شیئاً (۹) کافی امام اجل حاکم شہید جس میں جمیع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمناً شرح امام سرخسی جلد اول ص۲۲۵ میں ہے اذا احدث الامام فی خلال صلوتہ وقد سھا فاستخلف رجلا یسجد خلیفتہ للسھو بعد السلام وان لم یکن الامام الاول سھا لزمہ سجود السھو لسھو الثانی ولو سھا الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سھوہ شیئا امام سرخسی نے فرمایا لانہ صار فی حکم المقتدی یہ خود محرر المذہب امام محمد رضی اللہ عنہ کا نص جلی ہے جو بوجہ عدم ذکر خلاف خود امام اعظم و امام ابویوسف سب کا نص ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ان عبارات سے روشن بین سالبہ کلیہ ہے کہ مقتدی کا سہو اصلاً کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور عام کا حکم اُس کے ہر فرد میں قطعی ہوتا ہے تو خود نص ائمہ ثلثہ ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سہو کے سبب ہرگز نہ سجدہ ہے نہ اعادہ (۱۰) لایؤم امام اجل طحاوی نے بعد عبارت مذکورہ صریح تر فرمایا ثبت ان المامومین یجب علیھم حکم السھو لسھو الامام وینتفی عنھم حکم السھو بانتفائہ عن الامام (۱۱) امام جلیل شمس الائمہ سرخسی مبسوط جلد اول ص۲۲۹ میں فرماتے ہیں اللاحق فی حکم المقتدی فیما یتم وسھو المقتدی متعطل (۱۲) امام ملک العلماء ابو بکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول ص۱۷۶ میں فرماتے ہیں المسبوق انما یتابع الامام فی سجود السھو لا فی سلامہ وان سلم فان کان عامدا تفسد صلاتہ وان کان ساھیا لا تفسد ولا سھو علیہ لانہ مقتد وسھو المقتدی باطل دیں فرمایا ان کلم قبل تسلیم الامام او سلما معا لا یلزمہ لان سھوہ سھو المقتدی وسھو المقتدی متعطل کیسے نصوص جلیہ ہیں کہ مقتدی کا سہو معطل ہے باطل ہے اُس کا کچھ حکم نہیں اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی

باطل معطل ہوں گے نہ کہ اُس کا سہو (۱۴) **اقول** مسئلہ مسبوق نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا یہ تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسبوق اگر سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دے اُس پر سجدۂ سہو نہیں اگر سہو مقتدی کچھ موثر ہوتا تو واجب تھا کہ مسبوق پر سجدہ واجب ہوتا کہ اپنی فائت رکعت یا رکعات پوری کرکے آخر میں بجالاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع مگر تصریح کرتے ہیں کہ اُس پر سے نہ سہو بوجہ اقتدا ساقط ہے تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ باوصف امکان جابر قصداً ترک جابر کرائیں پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں یہ محال ہے کہ بلا عذر صحیح ترک جابر گناہ ہے متون میں ہے تجب سجدتان اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی **فان قلت** انما لا یسجد بعد قضاء ما فاتہ لانھما صلاتان حکما وان اتحدت التحریمۃ وسھو صلاۃ لایسجد لہ فی اخری قال فی البدائع صـ۱۷۶ فان قیل ینبغی ان لا یسجد المسبوق مع الامام لانہ ربما یسھو فیما یقضی فیلزمہ السجود ایضا فیؤدی الی التکرار وانہ غیر مشروع فالجواب ان التکرار فی صلاۃ واحدۃ غیر مشروع وھما صلاتان حکما وان کانت التحریمۃ واحدۃ لان المسبوق فیما یقضی کالمنفرد ونظیرہ المقیم اذا اقتدی بالمسافر فسھا الامام یتابعہ المقیم فی السھو وان کان المقتدی ربما یسھو فی اتمام صلاتہ اھ وفی الکافی شرح الوافی للامام النسفی الورقۃ ۵۵ فیمن قعد للرابعۃ ثم صلی خامسۃ ساھیا فضم سادسۃ مانصہ لا یسجد للسھو قیاسا لان ھذا سھو وقع فی الفرائض وقد انتقل منہ الی النفل من سھا عن صلاۃ لا یسجد لہ فی صلاۃ اخری اھ **اقول** ھما کصلاۃ واحدۃ فی حق الجبر لاتحاد التحریمۃ الاتری الی ما قالہ فی الکافی متصلا بالعبارۃ المذکورۃ ویسجد للسھو استحسانا لان النقصان دخل فی فرضہ عند محمد بترک السلام الذی ھو واجب وھذا النفل بناء علی التحریمۃ الاولی فیجعل فی حق وجوب السھو کانھا صلاۃ واحدۃ کمن صلی ست رکعات تطوعا بتسلیمۃ وسھا فی الشفع الاول یسجد للسھو فی اخر الصلاۃ وان کان کل شفع صلاۃ علی حدۃ اھ فاذا کان ھذا فی صلاتین مستقلتین بل مختلفتین فرضیۃ وتنفلا فلان یکون فی اجزاء صلاۃ واحدۃ اولی وان اختلفت اقتداء وانفرادا ویقطع النزاع ما نصوا علیہ ان المسبوق ان لم یسجد لسھو الامام مع الامام یجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر ما یقضیہ قال فی البدائع صـ۱۷۶ ولو قام المسبوق الی قضاء ما سبق بہ ولم یتابع الامام فی السھو سجد فی اخر صلاتہ فان المسبوق یبنی ما یقضی علی تلک التحریمۃ فجعل الکل کانھا صلاۃ واحدۃ لاتحاد التحریمۃ واذا کان الکل صلاۃ واحدۃ وقد تمکن فیھا النقصان بسھو الامام لم یجز ذلک بالسجدتین فوجب جبرہ اھ فاذا کان ھذا علیہ بسھو امامہ فلو کان لسھو نفسہ حالۃ الاقتداء حکم لوجب علیہ ان یسجد لہ فی اخر صلاتہ لکن نصوا قاطبۃ انہ لیس علیہ فثبت باجماعھم ان سھو المقتدی لا حکم لہ (۱۵) یہیں سے روشن ہوا کہ بحث نہر اصلاً قابل التفات نہیں اگرچہ سید ابوالسعود نے اُس کا اتباع کیا اور علامہ شامی نے ردالمحتار و منحۃ الخالق میں اُسے مقرر رکھا حدیث ہی کے مقابل اُن کی بحث معتبر نہ ہوئی طحطاوی علی الدرالمختار جلد اول صـ۱۸۱ مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب میں ہے فی البخاری انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال صلوا قبل المغرب رکعتین وھو امر ندب ومنع صاحب النھر لا یظھر لوجود الدلیل المروی فی الصحیح اسی طرف علامہ نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اس مسئلہ دائرہ صـ۳۰۳ میں اشارہ کیا ہے کلام نہر نقل کرکے فرمایا وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل ذکرہم ثابت کرچکے

کہ نص صریح امام اعظم وامام ابو یوسف وامام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم واطباق جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے تو مقتضٰی کلامہم نہیں بلکہ نقیض کلامہم ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والحمد للہ رب العلمین واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ از رامپور مسؤلہ محمد سعید صاحب

اگر امام پر سہو واجب ہو تو امام کے ساتھ لاحق کو سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں اور جو مصلی بعد اس سجدہ سہو امام کے ساتھ شریک ہووے اُن کے نماز کا بنا صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدہ سہو واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے بلکہ نماز پوری کرکے ہاں اگر سلام امام سے پہلے فوت شدہ نماز پوری کرکے پھر شامل ہوگیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سہو کرے ورنہ بعد اتمام۔ اگر قبل اتمام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا نماز تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ بیکار جائے گا اور خلاف حکم کا مرتکب ہوگا اور بعد اتمام پھر سجدہ سہو کرنا ہوگا درمختار میں ہے اللاحق یسجد فی اٰخر صلاتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ ردالمحتار میں ہے لانہ فی غیراوانہ ولا تفسد صلاتہ لانہ ما زاد الا سجدتین جو مصلی سجدہ سہو کے بعد قعدہ میں شریک امام ہوئے شریک جماعت ہوگئے اُن کی بنا صحیح ہے باتفاق ائمہ۔ وانما الخلاف فی الجمعۃ والمذھب فیہ ایضا الصحۃ درمختار میں ہے ادرکھا فی تشھد او سجود سھو (ولو فی تشھدہ ش عن ط) یتمھا جمعۃ خلافا لمحمد کما یتم فی العید اتفاقا کما فی عید الفتح واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ در سجدہ سہو سلام بہر دو جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد یا منفرد بکدام روایت فتوی است۔

الجواب

سلام ہمیں جانب راست دہد امام باشد خواہ منفرد تا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دہد سجدہ سہو ساقط شود و بزہ کار گردد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۔ از جڑوہ ضلع میرٹھ مسؤلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

چار رکعت والی نماز میں امام دو رکعت کے بعد بیٹھا اور التحیات کے بعد درود شریف شروع کردیا مقتدی کو معلوم ہوگیا ایسی حالت میں مقتدی امام کو اشارہ کرسکتا ہے یا نہیں اور اگر کرسکتا ہے تو کس طرح سے۔

الجواب

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا ہاں اگر یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اُس نے سنی کہ التحیات کے بعد اُس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللھم صل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحن اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللھم صل علی سیدنا یا صل علی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہوجائے فبہا اور اگر سلام پھیرنے لگے تو اُس وقت بتائے اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اُس کے بتانے کو امام لے گا تو اُس کی اور سب کی

جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ مولوی احسان علی صاحب طالب علم ۱۱ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سہواً رکوع کیا اور ایک تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیال ہوا کھڑے ہوکر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں۔

الجواب

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا ہو اُسے قنوت پڑھنے کے لیے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لیے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اُس پر سجدہ سہو ہے درمختار میں ہے لو نسی القنوت ثم تذکرہ فی الرکوع لایقنت فیہ لفوات محلہ ولا یعود الی القیام فان عاد وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلاتہ وسجد للسہو قنت اولا لزوالہ عن محلہ اھ اقول وقولہ ولم یعد الرکوع ای ولم یرتفض بالعود للقنوت لاان لواعادہ فسدت لان زیادۃ مادون رکعۃ لاتفسد نعم لایکفیہ اذن سجود السہو لانہ اخر السجدۃ بھذا الرکوع عمدا فعلیہ الاعادۃ سجد للسہو اولم یسجد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از مانیا والہ ڈاکخانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولٰی ختم کرچکا تھا بیچ میں التحیات بھول گیا اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہوگیا بعد کو مقتدی نے بتایا وہ بیٹھ گیا التحیات پڑھی اور آخر میں سجدۂ سہو کیا آیا مقتدی کی امام کی نماز ہوئی یا نہیں (۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دعا قنوت پڑھنے کا ارادہ تھا وہ بھول گیا اور بیٹھ کر سجدہ سہو کیا پھر دوبارہ وتر پڑھے پھر وہیں آن کر اللہ اکبر کہنا بھول گیا دعا قنوت پڑھی سجدہ سہو کیا آیا ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہوگئی اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہوگیا تھا اُس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اُسی وقت جاتی رہی اور جب اُس کے کہنے سے امام لوٹا تو اُس کی بھی گئی اور سب کی گئی اور اگر مقتدی نے اُس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہوگیا اس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی گئی مگر مخالفت حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدۂ اولٰی کے لیے لوٹنا جائز نہیں نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں تو اعادہ فرض ہے اسی کی امام زیلعی نے تصریح کی ہے اور یہی مشاہیر کتب میں ہے وما بحثہ المحقق فی الفتح وتبعہ فی البحر ففیہ بحث بیناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار ملخصاً۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) پہلی بار کہ دعا قنوت پڑھنا بھول گیا تھا اور سجدہ سہو کرلیا وتر ہوگئے دوبارہ پڑھنا گناہ ہوا حدیث میں ہے لاوتران فی لیلۃ ایک رات میں دو وتر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سہو ہوا مثلاً کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ دے تو نماز میں اُس کی کچھ قباحت وخرابی نہیں آوے گی اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التحیات کہنا چاہیے اور جو قیام کرنا ہے تو اللہ اکبر یعنی جونسا رُکن کرنا ہے اُس میں کا پہلا لفظ کہنا چاہیے صحیح ہے یا غلط۔

الجواب

نماز میں اللہ اکبر یا التحیات کہنے سے خرابی نہیں اور سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بورا با ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے علمائے دین شرع متین کثرہم اللہ ابقاہم کا اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سہو ونسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لیے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضا کو دس دس مرتبہ دھوتا ہے اور پھر بھی اُس کو خیال ہوتا ہے کہ دو ہی مرتبہ یا ایک ہی مرتبہ دھویا ہے نماز کے لیے کھڑا ہوا تو تکبیر تحریمہ پانچ پانچ مرتبہ کہا چار رکعت پڑھا دو رکعت خیال کیا علٰی ہذا القیاس تسبیح رکوع وسجود میں غرضیکہ دنیوی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دیا یا کسی کو دیدیا پھر خیال جو کیا اُس کے خلاف ہوا ایسی حالت میں اُس شخص نے ایک آدمی اُس کے ارکان وتسبیح درکعت وغیرہ شمار کرنے کے لیے مقرر کیا تاکہ وہ گن کر بتادے آیا یہ جائز ہے یا نہیں اور وہ شخص ایسے سہو ونسیان کی حالت میں ان سب بادوں میں کیا کرے۔

الجواب

آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سہو سے تین سجدے کیا اور اس کو ظن غالب دو سجدوں کا تھا و تا خروج عن الصلوۃ امام کو بالکل یاد نہ ہوا مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف ۲۵-۲۶ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی نے یاد کرایا نہیں اب نماز امام وقوم کے صحت وعدم صحت کے وجہ کیا ہے۔

الجواب

فرض ادا ہوگیا واجب ترک ہوا سجدہ سہو لازم تھا نماز پھیریں اتنے آدمی ایسی کثیر جماعت نہیں جس کے سبب سجدۂ سہو ساقط ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاک خانہ خیر پور ڈھرکی خاص دربار عالی قادریہ جھنڈے شریف از طرف ابوالنصر فقیر سرور شاہ ۱۱ رجمادی الآخر۔

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی کہ شخصے را در نماز مغرب سجدہ سہو لازم بود نہ داد جبر نقصان گذارد یا نہ۔ اگر گزارد چگونہ نیت بندد و چند رکعت گذارد وہمیں جبر نقصان حکم نفل دارد یا واجب یا فرض۔

الجواب

جبر نقصان واجب است سہ رکعت بہ نیت اعادہ ہماں نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا رکوع میں سہوا ایک بار سبحٰن ربی الاعلٰی کہہ دیا اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی ہے سبحنک کے بعد اعوذ باللہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدۂ سہو ہوگا یا نہیں (۲) جماعت میں امام نے سمع اللہ لمن حمدہ کے جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدہ سہو نہیں کیا کیا نماز ہوئی یا نہیں (۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد التحیات پڑھنی بھول کر کھڑا ہوگیا۔ اب اس کو کیا کرنا چاہیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدۂ سہو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) نماز ہوگئی اور سجدۂ سہو کی اصلا حاجت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۳) جبکہ قعدۂ اخیرہ بھول کر زائد رکعت کے لیے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعتِ زائدہ کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدۂ سہو کرے اور اگر اس نے رکعت زائدہ کا سجدہ کرلیا تو اب فرض باطل ہوگئے نماز پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئولہ نعمت شاہ خاکی بورا ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو و تکبیر و رکوع و سجود و قیام بلکہ ہر رکعت نماز پنجوقتی میں بھول کے خوف سے بلند قرأت کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال و غور کرکے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس غرض سے بٹھاتا ہے کہ جو کچھ سہو واقع ہو اس کو بتلاتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح سے چھوڑوں اور وہ شخص بہت تندرست اور مستقل مزاج ہے ایسی حالت میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

کسی شخص کو پاس بٹھالینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا نماز باطل کرے گا فجر و مغرب و عشا میں منفرد کو بآواز پڑھنے کی اجازت ہے ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں چارۂ کار یہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہوکر پڑھے تو مقتدی کو قرأت کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اسے بتانے اور یاد دلانے والے ہوں گے جماعت ویسے بھی واجب ہے اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اس کے اس کی نماز ٹھیک ہی نہیں سنتیں اور نفل جو پڑھے ان میں کسی شخص کو امام کرلے کہ نفل محض میں

تین تک جماعت جائز ہے اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے اپنی یاد پر پڑھے رکعتوں میں اگر شبہہ ہو تو کم سمجھے مثلاً ایک اور دو میں تو ایک سمجھے اور دو اور تین میں تو دو اور جہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شبہہ ہو تو وہاں بیٹھتا جائے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے اور اگر کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو تو معاف ہے درمختار میں (ولو اشتبہ علی مریض اعداد الرکعات والسجدات لنعاس یلحقہ لایلزمہ الاداء) ولو اداھا بتلقین غیرہ ینبغی ان یجزیہ کذا فی القنیۃ قال العلامۃ ط قد یقال انہ تعلیم وتعلم وھو مفسد کما اذا قرأ من المصحف وعلمہ انسان القرأۃ وھو فی الصلاۃ قال العلامۃ ش قلت وقد یقال انہ لیس بتعلیم وتعلم بل ھو تذکیر او اعلام فھو کاعلام المبلغ بانتقالات الامام فتأمل اھ ورأیتنی کتبت علیہ مانصہ اقول ان الفتح لایزید علی التذکیر بشیئ وقد قال قوم وصحح ان المقتدی اذا فتح علی امامہ بعد ما قرأ قدر الواجب تفسد صلاتہ لانہ تعلیم من دون ضرورۃ فان اخذ بہ الامام فسدت صلاۃ الکل لانہ تعلم من دون ضرورۃ والقائلون بالجواز وھو المعتمد انما اعتمدوا علی انہ للحاجۃ کما بینہ فی الحلیۃ مع الاعتراف بانہ تعلیم وتعلم الی التشہد بخلافیۃ۔ الیسوا قد اجمعوا ان لو فتح علی المصلی غیرہ فاخذ فسدت صلاتہ وقدم التنصیص علی کل ذلک والاستشہاد بالمبلغ لم یصادف محلہ فانھم جمیعا حینئذ فی صلاۃ واحدۃ فالصواب عندی الجواب بان ھذا الضرورۃ وبحب التیسیر وبعد فیہ۔ بعد کیف ولو جاز ھذا کان ینبغی ان یلزم الاداء کما یلزمہ التوجہ اذا وجد من یوجھہ ففی تجویز ابطال اصل المسألۃ المنقولۃ فلاعبرۃ ببحث القنیۃ وقد یقال عن ھذا الاخیر انہ قادر بقدرۃ غیر فلا یلزمہ وان فعل صح فلیتأمل حق التأمل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتروں میں رکعت ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہہ کر رکوع کو چلا گیا اور مقتدیان کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ سہو کیا نماز ادا ہوگئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا جھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کرکے اخیر میں سجدہ سہو کرلے پھر اگر کسی نے اُس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اُس کی نماز باطل ہوجائے گی اور اصح یہ ہے کہ بُرا کیا گنہگار ہوا مگر نماز نہ جائے گی ردالمحتار میں مبتغی سے ہے لوسہا عن القنوت فرکع فانہ لوعاد وقنت لاتفسد علی الاصح اھ وفیہ عن الفتح فی مسئلۃ العود الی التشہد بعد القیام للثالثۃ لایحل ولکنہ بالصحۃ لایخل اھ بہرحال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو جن مقتدیوں نے اُسے اس عود ناجائز کی طرف بلانے کے لیے تکبیر کہی اُن کی نماز فاسد ہوئی امام اُن کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹتا نہ اُن کے بتانے سے اُسے یاد آتا بلکہ اُسے خود ہی یاد آتا اور لوٹتا اگرچہ اُس کا یاد کرنا اور ان کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہوجاتی یعنی واجب اُتر جاتا اگرچہ اس کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا اب کہ وہ ان مقتدیوں کے بتانے سے

پڑھا اور یہ نماز سے خارج تھے تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اُس کے سبب سب کی گئی لانہ امتثل امرھما وتذکر بتکبیرھم فعاد برائے نفسہ فقد تعلم ممن ھو خارج الصلوۃ کما افادہ فی البحر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر کہنہ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

ترک آرد قعدۂ اولٰی لیکن بایستادن نزدیک ترشد آنگاہ نشست باز باقی نماز گزارد دریں حال نماز او جائز است یا نے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہر کہ در فرض یا وتر قعدۂ اولٰی فراموش کردہ ایستادہ تا بتمامہ ایستادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر ہنوز بقعود اقرب بود سجدہ سہو نیست واگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سہو لازم آید تا نیم زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بنشستن نزدیک ست وچوں ایں نصف راست شد و پشت ہنوز خمیدہ است بہ ایستادن قریب ست اگر بتمامہ راست ایستاد آنگاہ نشستن روانیست اگر بقعدہ اولٰی باز گردد گنہگار شود امّا راجح آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود سجدہ سہو واجب شود فی الدرالمختار سھی عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا ثم تذکرہ عاد الیہ ولاسھو علیہ فی الاصح مالم یستتم قائما فی ظاھر المذھب وھو الاصح فتح وان استتم قائما لایعود فلو عاد لاتفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وھو الاشبہ کما حققہ الکمال وھو الحق بحر اھ مختصرا وفی ردالمحتار قولہ ولاسھو علیہ فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستتم قائما وکان الی القعود اقرب فانہ لایسجد علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر واللہ تعالٰی اعلم۔

باب سجود التلاوۃ

مسئلہ ۔ از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم ونثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہیں اُن کا کیا حکم ہے آیا سجدہ کرنا چاہیے یا نہیں جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب خصصھم اللہ بالمواھب کا شعر ہے ؎ راہ حق میں کردیا سجدہ میں قرباں اپنا سر ؂ ایسی واسجد واقترب کی کس نے کی تفسیر ہے ؂ بینوا توجروا۔

الجواب

وجوب سجدۂ تلاوت۔ تلاوت کلمات معینہ قرآن مجید سے منوط ہے وہ کلمات جب تلاوت کیے جائیں گے سجدہ تالی وسامع پر واجب ہوگا کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول وآخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے ایجاب سجدہ میں دخل نہ تھا نہ یہ کہ حکم سجدہ کی رافع ومزیل ہو تو اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اُسی قدر کلمات تلاوت کریں اور اول وآخر کچھ نہ کہیں سجدۂ سہو واجب ہوگا ایسی ہی یہاں بھی کہ جس عبارت کا عدم ووجود یکساں ہے وہ نظر سے ساقط اور حکم سکوت میں ہے وھذا ظاھر جدا ہاں قابل غور یہ بات ہے کہ سجدۂ تلاوت کس قدر قراءت سے ہوتا ہے اصل مذہب وظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت بتما مہا اُس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف

باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر حج میں الم تران اللہ سے ان اللہ یفعل ما تک پڑھ گیا سجدہ نہ ہوا جب تک یشاء بھی نہ پڑھے اور یہی مذہب آثارِ صحابۂ عظام و تابعین کرام سے مستفاد اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہما ائمہ کا ارشاد بلکہ ائمہ متقدمین سے اس بارے میں اصلاً خلاف معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کہ نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں قاطبۃً اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات عامۂ شروح کہ تحقیق و تنقیح کی متکفل ہیں اسی پر مبنی و منبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاوی بھی اُن کے ساتھ ہیں وقایہ و نقایہ و ملتقی الابحر میں ہے تجب علی من تلا آیۃ کنز و وافی میں ہے تجب باربع عشر آیۃ تنویر میں ہے یجب بسبب تلاوۃ آیۃ غنیہ میں ہے اذا قرأ اٰیۃ السجدۃ یجب ان یسجد اھ ملخصاً خانیہ میں ہے سجدۃ التلاوۃ تجب علی من تجب علیہ الصلاۃ اذا قرأ اٰیۃ السجدۃ او سمعھا برجندی شرح نقایہ فتاوی ظہیریہ امام اجل ظہیر الملۃ والدین مرغینانی سے ہے المراد بالاٰیۃ اٰیۃ تامۃ حتی لو قرأ اٰیۃ السجدۃ الا الحرف الذی فی اٰخرھا لایسجد الخ ہدایہ میں ہے موضع السجدۃ فی حم السجدۃ عند قولہ تعالٰی لایسأمون فی قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو الماخوذ للاحتیاط فتح القدیر میں ہے وجہہ انہ ان کان السجود عند تعبدون لایضرہ التاخیر الی الاٰیۃ بعدہ وان کان عند لایسأمون ۝ لم یکن السجود قبل مجزئا کافی میں ہے موضع السجدۃ فی حم عند قولہ لایسأمون ۝ وھو مذھب ابن عباس وقال الشافعی عند قولہ ان کنتم ایاہ تعبدون ۝ وھو مذھب علی رضی اللہ تعالٰی عنہم لان الامر بالسجود فیھا والاحتیاط فیما قلنا لیخرج عن الواجب بیقین فانھا ان کانت عند الاٰیۃ الثانیۃ والسجود قبلھا غیر جائز فلو سجد عند تعبدون ۝ لایخرج عن العھدۃ الخ رد المحتار میں امداد الفتاح سے اس میں بحر الرائق سے اس میں بدائع سے ہے رجحنا الاول للاحتیاط عند اختلاف مذاھب الصحابۃ لانھا لو وجبت عند تعبدون ۝ فالتاخیر الی لایسأمون ۝ لایضر بخلاف العکس لانھا تکون قبل وجود سبب الوجوب الخ اسی طرح شرح وقایہ و مجمع الانہر و مستخلص وغیرہا میں ہے نقل نصوا علی ان سبب الوجوب الاٰیۃ بتمامھا حتی جعلوا التقدیم علیھا کتقدیم الصلاۃ علی وقتھا حلیہ میں ہے سجدۃ التلاوۃ واجبۃ فی الاعراف عقب اٰخرھا وفی الرعد عقب قولہ وظلالھم بالغدو والاٰصال ۝ وفی النحل عقب قولہ ویفعلون ما یؤمرون ۝ وفی بنی اسرائیل عقب قولہ ویزیدھم خشوعا ۝ وفی مریم عقب قولہ خروا سجدا وبکیا ۝ وفی الحج عقب قولہ ان اللہ یفعل ما یشاء ۝ وفی الفرقان عقب قولہ وزادھم نفورا ۝ وفی النمل عقب قولہ ویعلم ما تخفون وما تعلنون ۝ وھو معزو الی اکثر الفقھاء وقال مالک عند قولہ رب العرش العظیم وذکر النووی انہ الصواب وانہ مذھب الشافعی کما صرحت بہ اصحابہ وفی الم السجدۃ عقب قولہ وھم لایستکبرون ۝ وفی ص عقب قولہ واناب ۝ وفی قول عند المالکیۃ وھو روایۃ عن مالک عقب ماٰب ۝ وفی حم السجدۃ عقب قولہ ولایسأمون ۝ ومشہور مذہب مالک عقب تعبدون ۝ وفی النجم عقب اٰخرھا وفی الانشقاق عقب قولہ لایسجدون ۝ ومشہور مذہب مالک عقب اٰخرھا وفی العلق عقب اٰخرھا ثم لم یحک عن احد ممن قال بالسجود فی ھذہ المواضع الاربعۃ عشر خلاف فی شیئ من محالھا المذکورۃ فیما عدا المواضع الاربعۃ التی بینت الخلاف فیھا نعم فی الذخیرۃ ذکر فی الرقیات الخ وذکر ھھنا روایۃ غریبۃ عن الامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی اھ

ملتقطا **اقول** فانظرالی قولہ واجبۃ عقیب کذا وعقب کذا فان عقب ظرف للوجوب فلا وجوب قبل تمام الاٰیۃ وانظر ما ذکرمن اقوال المالکیۃ والشافعیۃ تستفید بھا انھم ایضا معنا فی ذلک ثم انظرالی قولہ لم یحک عن احد الخ تشعربہ ان لاخلاف فیہ لائمۃ السلف اللھم الارِوایۃ نادرۃ عن امامنا الثالث رحمہ اللہ تعالٰی اسی طرح شرح معانی الآثار امام طحاوی میں تصریح فرمائی کہ اواخر آیات موضع سجود ہے اور حم السجدہ میں اختلاف محل یوں نقل کیا قال بعضھم موضعہ تعبدون ۵ وقال بعضھم موضعہ لایسأمون ۵ وکان ابوحنیفۃ وابویوسف ومحمد یذھبون الی المذھب الاخیر واختلف المتقدمون فی ذلک ۔ ثم اسند عن ابن عباس وابی وائل وابن سیرین ومجاھد وقتادہ مثل مذھب اصحابنا وعن ابن مسعود وابن عمر مثل مذھب المالکیۃ واسند عن مجاھد قال سألت ابن عباس عن السجدۃ التی فی حم قال اسجد باٰخر الاٰیتین اھ **قلت** والباء للسببیۃ ثم اخرج عنہ بطریق اخر قال سجد رجل فی الاٰیۃ الاولی من حم فقال ابن عباس عجل ھذا بالسجود اھ پھر فرمایا فکانت ھذہ السجدۃ التی فی حم مما قد اتفق علیہ واختلف فی موضعھا وما ذکرنا قبل ھذا من السجود فی السور الاخر فقد اتفقوا علیھا وعلی مواضعھا التی ذکرناھا الخ امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں لوسجد قبل تمام الاٰیۃ ولو بحرف لم یصح لان وقتھا انما یدخل بتمامھا اس مذہب جلیل الشان مشید الارکان پر شعر مذکور کے پڑھنے سننے سے سجدہ نہیں آسکتا کہ اُس میں آیت سجدہ تمام نہیں اسی طرح ہر وہ نظم جس میں پوری آیت سجدہ نہ ہو اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ قرارت وسماعت نظم مطلقا موجب سجدہ نہیں کہ آیات چاردہ گانہ سے کوئی آیت وزن عروضی کی مساعدت نہیں فرماتی جسے نظم میں لانا چاہیں گے یا پوری نہ آئے گی یا ترتیب کلمات بدل جائے گی بہرحال آیت بجالہا باقی نہ رہے گی اللھم الا آیتی النجم والعلق فلعل الوزن یسعھما فی بعض الشطور النادرۃ او الزحافات البعیدۃ او الابنیۃ الغریبۃ ولو بضم بعض الکلمات فی الاول او الاخر فلیتمل الفکر ہاں بعض علمائے متاخرین کا یہ مذہب ہے کہ آیت سجدہ سے صرف دو کلمے پڑھنا موجب سجدہ ہے جن میں ایک وہ لفظ جس میں ذکر سجود ہے جیسے آیت سوال میں لفظ واسجد اور دوسرا اُس کے قبل یا بعد کا جیسے اُس میں واقترب ۵ یہ مذہب اگرچہ ظاہر الروایہ بلکہ روایات نوادر سے بھی جدا اور مسلک ائمہ سلف وتصریح وتلویح متون وشروح کے بالکل خلاف ہے مگر سراج وہاج وجوہرنیرہ ومراقی الفلاح میں اُس کی تصحیح واقع ہوئی شرح نورالایضاح میں ہے قراءۃ حرف السجدۃ مع کلمۃ قبلہ او بعدہ من اٰیتھا توجب السجدۃ کالاٰیۃ المقروءۃ بتمامھا فی الصحیح علامہ طحطاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں فی الجوھرۃ الصحیح انہ اذا قرء حرف السجدۃ وقبلہ کلمۃ وبعدہ کلمۃ وجب السجود والافلا ردالمحتار میں ہے فی السراج وھل تجب السجدۃ بشرط قراءۃ جمیع الاٰیۃ ام بعضھا فیہ اختلاف والصحیح انہ اذا قرأ حرف السجدۃ وقبلہ کلمۃ اوبعدہ کلمۃ وجب السجود والافلا ردالمحتار میں ہے فی السراج وھل تجب السجدۃ بشرط قراءۃ جمیع الاٰیۃ ام بعضھا فیہ اختلاف والصحیح انہ اذا قرأ حرف السجدۃ وقبلہ کلمۃ اوبعدہ کلمۃ وجب السجود والافلا الخ علامہ ابن امیر الحاج نے ائمہ متقدمین کا مذہب بیان فرماکر روایت نادرہ رقیات ذکر کی جس کی نسبت فرمایا ذکر فی تتمۃ الفتاوی الصغرٰی ان الفقیہ اباحفص ذکرہ فی غریب الروایۃ عن محمد پھر فرمایا وقال الفقیہ ابوجعفر اذا قرأ حرف السجدۃ ومعھا غیرھا قبلھا او بعدھا امر بالسجود وسجد وان کان دون ذلک لایسجد اس سے ظاہر کہ

یہ مذہب صرف فقیہ ابوجعفر ہندوانی کا ہے ائمہ سے نوادر میں بھی منقول نہیں **اقول** رہیں تصحیحیں وہ تعدد کتب سے منکر نہیں ہوتیں کہ جسے منصب اجتہاد فتوی نہیں اُس کا ھوالصحیح کہنا نقل محض وتقلید مجرد ہے پھر خادم فقہ جانتا ہے کہ اجماع متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ جماہیر شراح وکبرائے اہل فتاوی بھی اُن کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ بعض صریح تصحیحوں کو اسی وجہ سے نہ مانا گیا کہ مخالف متون ہیں کما بیناہ فی کتاب النکاح من العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ علی الخصوص جبکہ وہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں صرف بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلاف زمانہ سے بدل جائے ایسی حالت میں اُس تصحیح پر تعویل واعتماد ضروری ہونا بغایت حیز منع وانکار میں ہے لاجرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورۂ سراج کے بعد حم السجدہ میں تعبدون ٥ ولا یسأمون ٥ کا اختلاف اور اُس میں ہمارے علما کا استدلال مذکور عن الامداد عن البحر عن البدائع نقل کرکے فرمایا الظاھر ان ھذا الاختلاف مبنی علی ان السبب تلاوۃ اٰیۃ تامۃ کما ھو ظاھر اطلاق المتون وان المراد بالاٰیۃ مایشتمل الاٰیۃ والاٰیتین اذا کانت الثانیۃ متعلقۃ بالاٰیۃ التی ذکر فیھا حرف السجدۃ وھذا ینافی مامر عن السراج من تصحیحہ وجوب السجود بقراءۃ حرف السجدۃ مع کلمۃ قبلہ اوبعدہ لایقال مافی السراج بیان لموضع اصل الوجوب ومامر عن الامداد بیان لموضع وجوب الاداء او بیان لموضع السنۃ فیہ لانا نقول ان الاداء لایجب فور القراءۃ کما سیأتی وما مر فی ترجیح مذھبنا من قولھم لانھا تکون قبل وجود سبب الوجوب وقد ذکر مثلہ ایضا فی الفتح وغیرہ یدل علی ان الخلاف بیننا وبین الشافعی فی موضع اصل الوجوب وانہ لایجب السجود فی سورۃ حم السجدۃ الاعند انتھاء الاٰیۃ الثانیۃ احتیاطا کما صرح بہ فی الھدایۃ وغیرھا لان الوجوب لایکون الابعد وجود سببہ فلو سجد ھا بعد الاٰیۃ الاولی لایکفی لانہ یکون قبل سببہ وبہ ظھر ان مافی السراج خلاف المذھب الذی مشی علیہ الشراح والمتون تامل انتھی **اقول** تاملناہ فوجدناہ حقا واما قولکم الظاھر ان ھذا الاختلاف الخ فلیس ھذا محل الظاھر بل ھو المتعین قطعا کما لایخفی ثم العجب من العلامۃ الشرنبلالی حیث جزم فی متنہ بما صحح السراج وعول فی شرحہ علی کلام البدائع مع تنافیھما صریحا وللعبد الضعیف عفا اللہ تعالی لہ فی تحقیق ھذا المرام رسالۃ مستقلۃ الفتھا بعد ورود ھذا السؤال واوضحت فیھا المرام بتوفیق الملک المتعال بالجملہ اصل مذہب معلوم ہے تاہم محل وہ ہے کہ سجدہ میں ضرر نہیں اور برتقدیر وجوب ترک معیوب اور صریح ترجیح تصحیح جاذب قلوب لہٰذا انسب یہی ہے کہ اسی مذہب مصحح پر کاربند ہوکر شعر مذکور کی سماعت وقراءت پر سجدہ کرلیں اسی طرح ہر نظم ونثر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجد مع کلمہ مقارنہ پڑھا جائے سجدہ بجالائیں واللہ الموفق واسلم ان فی المسألۃ ثلثۃ مذاھب اخراجلھا مافی الرقیات وھو الوجوب باکثر الاٰیۃ مع حرف السجدۃ مشی علیہ ماشون کالتبیین والخلاصۃ والدرالمختار وغیرھا ولکن لم یذیل بالتصحیح والباقیان انزل درجۃ فلایعرج علی شیئ منھما فی مخالفۃ المتون وعامۃ الشروح وقد ذکرنا الکلام علی کل ذلک فی رسالتنا المذکورۃ بتوفیق اللہ سبحنہ وتعالی واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ - از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۵ ربیع الاول [illegible]

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجدات کلام اللہ شریف وقت تلاوت معاً ادا کرے یا جس وقت چاہے۔ بینوا توجروا

الجواب

سجدہ صلاتیہ جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہو اُس کا وجوب علی الفور ہے یہاں تک کہ دو تین آیت سے زیادہ تاخیر گناہ ہے اور غیر صلاتیہ میں بھی افضل و اسلم یہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر نہ ہو کہ انتظار رکھنے میں بھول پڑتی ہے وفی التاخیر آفات ولہذا علماء نے اس کی تاخیر کو مکروہ تنزیہی فرمایا مگر نا جائز نہیں فی الدر المختار ھی علی التراخی علی المختار ویکرہ تاخیرھا تنزیھا ان لم تکن صلاتیۃ فعلی الفور لصیرورتھا جزء منھا ویأثم بتاخیرھا اھ ملخصا رد المحتار میں ہے تفسیر الفور عدم طول المدۃ بین التلاوۃ والسجدۃ بقراءۃ اکثر من اٰیتین او ثلاث علی ماسیاتی حلیۃ انتھی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ مولوی حکیم حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکبریہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرا پڑھے فرضوں میں اور ضم دو سورتوں کا آیا نہیں اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے اور امام ہے اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدۂ تلاوت ادا نہ ہوگا یا یوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کرکے سجدہ کرے پھر کھڑا ہو کر بعد رکوع کرے یا تین سجدے کرے مطلع فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فوراً رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کرلی تو اُس کا سجدہ تو ادا ہو گیا مگر جن مقتدیوں نے نیت نہ کی اُن کا سجدہ ایک مذہب علماء پر ادا نہ ہوگا اعنی عند من لایجتزئ للماموم بنیۃ الامام وھما قولان حکاھما القھستانی نہ وہ آپ جداگانہ سجدہ کرسکیں گے للزوم خلاف الامام نہ سجدۂ نماز انھیں سجدۂ تلاوت سے کافی ہوگا اگرچہ وہ اُس میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کرلیں لانہ لما نواھا الامام فی رکوعہ تعین لھا افادہ ح قالہ ش بلکہ اُس کی سبیل یہ ہوگی کہ بعد سلام امام سجدۂ تلاوت کریں پھر یہ سجدہ رافع قعدہ ہوگا کما نقررفی مقرہ تو فرض ہوگا کہ قعدہ کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز جاتی رہے گی فی الدر المختار عن القنیۃ لو نواھا فی رکوعہ ولم ینوھا المؤتم لم تجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکھا فسدت صلاتہ جب یہ دقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ جہالت میں رکوع نماز سے سجدۂ تلاوت ادا کرلینا مقتدیوں کو فتنے میں ڈالنا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہیے فی رد المحتار ینبغی للامام ان لاینویھا فی الرکوع اور اگر یہ کرتا ہے کہ سورت ختم کرکے فوراً سجدۂ تلاوت کرے اور اُس کے بعد کھڑا ہو کر معاً رکوع میں چلا جائے تو سجدہ تو سب کا ادا ہوجائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہوگا کہ سجود تلاوت و رکوع میں فصل نہ کیا فی مراقی الفلاح لو رکع بمجرد قیامہ منھا کرہ بس اگر تلاوت کے لیے سجدۂ مستقلہ ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اٹھ کر دوسری سورت مثلاً سورت مستفسرہ میں سورۂ قدر یا تلاوت والنجم میں سورۂ قمر کے اول سے دو تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں اگرچہ ایک رکعت میں دو سورتیں سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک اولٰی مگر سورتوں میں فصل نہ ہو تو مکروہ نہیں شرح صغیر منیہ میں ہے لو جمع بین السورتین فی رکعۃ واحدۃ الاولی ان لایفعل فی الفرض ولو فعل لایکرہ الا ان یترک بینھما سورۃ او اکثر بخلاف بعد سجود تلاوت بلا فصل رکوع میں جانے کے کہ یہ مکروہ ہے کما قدمنا تو اس کے دفع کو اُسے گوارا کیا جائے گا مراقی الفلاح میں ہے اذا کانت اٰخر تلاوتہ

ینبغی ان یقرأ اولو ایتین من سورة اخری بعد قیامه منها حتی لایصیر بانیا الرکوع علی السجود ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سب سے بہتر و خوشتر اور ہر خدشہ سے سالم و محفوظ تر یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں تلاوت کے لیے مستقل سجدہ اصلاً نہ کرے بلکہ آیت سجدہ پڑھتے ہی فوراً نماز کا رکوع بجالائے اور اُس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر قومہ کے بعد فوراً نماز کے سجدۂ اولیٰ میں جائے اور اُس میں نیت سجدہ کرلے اب نہ کوئی قباحت یا کراہت یا تفویت فضیلت لازم ہوئی نہ مقتدیوں پر کچھ دقت آئی اگرچہ انھوں نے کہیں نیت سجدۂ تلاوت نہ کی ہو کہ سجدۂ نماز جب فی الفور کیا جائے تو اُس سے سجدۂ تلاوت خود بخود ادا ہوجاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو فی ردالمحتار لو رکع وسجد للصلاۃ فورا فان سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلانیة تبعا لسجود امامه لما مر انفا انها تودی بسجود الصلاۃ فورا وان لم ینو اور یہیں سے ظاہر کہ اس محمود و محفوظ صورت میں اگر خود امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہوجائے گا اور امام و مقتدی ہر دقت سے امان میں رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اخفائے قرأت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع و سجود کرلے تاکہ تلاوت کے لیے جدا سجدے کی حاجت نہ پڑے جس کے باعث جہال کو اکثر التباس ہوجاتا ہے مراقی الفلاح میں ہے ینبغی ذلك للامام مع کثرة القوم او حال المخافتة حتی لایؤدی الی التخلیط علامہ طحطاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای ولایجعل لها رکوعا وسجودا مستقلا خوف الفساد من غیرہ میں کہتا ہوں کثرت جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی ضرور ہوں گے اب ہمارے زمانہ میں کہ عام لوگ عوام ہی عوام ہیں کثرت وقلت سب یکساں تو سجود مستقل سے مطلقاً یہی صورت انسب و اولیٰ مگر یہ کہ امام جانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے صرف وہی لوگ ہیں جو دینی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس قدر ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ یہ صورت اُسی حالت میں بن پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجود نماز میں دیر نہ کی فوراً بجالایا ورنہ اگر آیت سجدہ پڑھ کر تین چار آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدۂ تلاوت ہرگز بے خاص مستقل سجدے ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہوا وہ علاوہ درمختار میں ہے الصلویة علی الفور لصیرورتها جزء منها ویأثم بتاخیرها ردالمحتار میں ہے لو انقطع الفور لا بدلها من سجود خاص بها مادام فی حرمة الصلاۃ وعلله فی البدائع بانها صارت دینا والدین یقضی بماله لا بما علیه والرکوع والسجود علیه فلا یتأدی به الدین اھ اُسی میں ہے ان فات الفور لایصح ان یرکع لها ولو فی حرمة الصلوۃ بدائع ای فلا بدلها من سجود خاص بها الخ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ مسؤلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی **(سوال منظوم)**

عالمانِ شرع سے ہے اس طرح میرا سوال ؛ دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوشخصال ؛ گر کسی نے ترجمہ سجدہ کی آیت کا پڑھا تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا ؛ اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے جسے ؛ پھر ادا کرنے سے اُن سجدوں کے پہلے وہ مرگیا پس سبکدوشی کی اُس کے شکل کیا ہو گی جناب ؛ چاہیے ہے آپ کو دینا جواب با صواب ؛

الجواب ــــــــــــ منظوم

ترجمہ بھی اصل ساں ہے وجہِ سجدہ بالیقین ؛ فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اُس میں نہیں ؛ آیت سجدہ سنی جانا کہ ہے سجدہ کی جا

اب زباں سمجھے دسمجھے سجدہ واجب ہوگیا ؛ ترجمہ میں اُس زباں کا جاننا بھی چاہیے ؛ نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے ؛ تاکہ من وجہ تو صادق ہو سُنا قرآن کو ؛ ورنہ اک موج ہوا تھی چھو گئی جو کان کو ؛ ہے یہی مذہب بہ یُفْتیٰ علیہ الاعتماد ؛ شامی از فیض و نہر واللہ اعلم بالرشاد ؛ سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی ؛ صیرفیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی ؛ کہتے ہیں واجب نہیں اُس پر وصیت وقتِ موت ؛ فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت ؛ یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں ؛ جز ادا یا توبہ وقتِ عجز کچھ چارہ نہیں ؛ یہ نہیں معنی کہ ناجائز ہے یا بیکار ہے ؛ آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے ؛ قُلْتُہٗ اَخْذًا مِنَ التَّعْلِیْلِ فِیْ اَمْرِ الصَّلٰوۃِ ؛ وَھُوَ بَحْثٌ ظَاھِرٌ وَالْعِلْمُ حَقًّا لِلّٰہِ -

مسئلہ - امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان شریف ۱۳۳۱ھ

(۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجاوے تو بعد کو سجدہ کس طرح کرے کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگی یا اور کسی طرح سے بینوا توجروا

(۲) اگر باوضو مصلے پر تلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو اُس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجید علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہیے یا اور کسی طرح سے اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کرکے یا کھلا ہوا - بینوا توجروا -

الجواب

(۱) بعد کو بھی سجدہ اُسی طرح کرنا ہوگا جیسا اُس وقت کیا جاتا یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا اُسے ادا کرتا ہوں یہ سمجھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اُٹھائے اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کہی جاتی - واللہ تعالی اعلم (۲) اس کے لیے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور رہے اور سجدہ میں اُس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں - واللہ تعالی اعلم -

مسئلہ - ۱۳۳۱ھ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر تراویح پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کرسکتا ہے یا نہیں -

الجواب

تراویح خواہ کسی نماز میں اگر آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے تین آیت سے زیادہ دیر لگانا گناہ ہے - واللہ تعالی اعلم

بابُ صلوۃ المسافر

مسئلہ - خلیل پور تحصیل گنور اسٹیشن ببرالہ لشکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

بندہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے دو ماہ دورہ ہوگا اور اصلی مقام سے ۴۴ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کوس سے زیادہ پر پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دو روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا

ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہئے یا اہل خیا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہئے جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال یا اطلاق رہا ہو تو اُس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب بواپسی ڈاک ارشاد ہو منزل دس کوس کی شمار ہوتی ہے یا بارہ کوس کی۔ اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط۔ والسلام خیر ختام

الجواب

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس کی نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت حالت سفر نہیں اگرچہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہوجائے یونہی اگر اُس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کہ یکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک آکر پلٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں ہاں اگر جانے خواہ آنے میں کسی محل اقامت سے بالخصوص ایسی جگہ کے عزم پر چلیں جو وہاں سے مدت سفر پر ہو تو سفر متحقق اور قصر واجب ہوگا اسی طرح اگر دورہ کسی ایسے مقام پر ختم ہوا جہاں سے محل اقامت تین منزل ہے اب بخط مستقیم وہاں کو پلٹے تو بھی وہاں سے یہاں تک حالت سفر ہے فتح القدیر میں ہے الخلیفۃ ان کان انما قصد الطواف فی ولایتہ فانہ حینئذ غیر مسافر حتی لایقصر الصلوۃ فی طوافہ کالسائح اھ ملخصا ذکرہ فی باب الجمعۃ مسئلۃ تمصیر منی فی الموسم اختیار شرح مختار و خزانۃ المفتین میں ہے الخلیفۃ اذا سافر یقصر الصلوۃ الا اذا طاف فی ولایتہ فتاوٰی بزازیہ میں ہے خرج الامیر مع الجیش لطلب العدو لایقصر وان طال سیرہ وکذا اذا خرج لقصد مصر دون مدۃ سفر ثم منہ الی اخر کذلک لعدم نیۃ السفر اُسی میں ہے وفی الرجوع لو من مدۃ سفر قصروا **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقق سفر شرعی کے لیے نہ مجرد سیر بے قصد کافی نہ تنہا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور کما تفیدہ الاسفار قاطبۃ و بینہ فی خزانۃ المفتین وغیرہا اور قصد سے مراد قصد فی الحال مستتبع فعل مقارن سیر ہے جسے عزم کہتے ہیں کما یدل علیہ تعبیرہم جمیعا بلفظۃ الحال فیجعل المسافر بمن جاوز عمران موطنہ قاصدا مسیرۃ ثلثۃ ایام نہ قصد فی الاستقبال کہ بالاجماع کافی نہیں کمن خرج قاصدا قریۃ قریبۃ ومن نیتہ ان ینشئ بعدہا سفرا الی بلد بعید فانہ لایکون فی مسیرہ الیہا مسافرا قطعا اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتہی ہوجاتے ہیں کہ غایت ماہی غایۃ لہ سے متاخر فی الوجود ہے اور حرکت کے لیے بعد وجود بقا نہیں تو اُس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخر و قصد آخر ہے اور قبل وصول منتہی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول متخلل ہو ولہذا اگر کسی منزل میں کوئی شخص ملے نازل کہے گا میں فلاں جگہ جاتا تھا کہ وہ ملا یا جاتے ہیں اُس سے ملاقات ہوئی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایات مختلفہ کا قصد مقارن اول توجہ جزئی متعدد بتعدد معین و منتہائے معین میں کہ ان کا تعین اُس کے تشخص کو لازم ہے ہرگز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت اولٰی ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہو تو فی المآل والاستقبال اگرچہ باعث علی الخروج بلحاظ امرین ہو اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیز اور دل میں کہیں جانے کا خیال اور چیز ثانی بقصد مستقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے کہ وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہوکر وہاں جانا ہے اور اول خاص اُسی کے لیے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتہی ہے جس کے حصول پر یہ منتہی ہوجائے گی اس پر

دلیل واضح مسئلۂ آفاقی ہے جو بقصد حاضری مکۂ معظمہ چلا بے احرام باندھے میقات سے تجاوز اُسے حرام ہے اگر حلت چاہے تو علما فرماتے ہیں حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اُس کے اہل سے ملحق ہوجائے گا اور اب مکۂ معظمہ کو جانا داخل میقات سے ہوگا نہ گھر سے تو اب اُس کی میقات نسک کے لیے بہے تنویر الابصار و در مختار میں ہے دخل اٰفاقی البستان ای مکانا من الحل داخل المیقات لحاجۃ قصدھا ونیۃ مدۃ الاقامۃ لیست بشرط علی المذھب لہ دخول مکۃ غیر محرم ووقتہ البستان ولاشیئ علیہ لانہ التحق باھلہ وھذہ حیلۃ لاٰفاقی یرید دخول مکۃ بلا احرام نیز اُسی میں قبیل فصل احرام سے ہے لوقصد موضعا من الحل کخلیص وحدۃ حل لہ مجاوزتہ بلا احرام فاذا حل بہ التحقق باھلہ فلہ دخول مکۃ بلا احرام وھو الحیلۃ لمرید ذلک الا المامور بالحج للمخالفۃ رد المحتار میں ہے قصد موضعا من الحل ای قصدا اولیا کما اذا قصدہ لبیع اوشراء انہ اذا فرغ منہ یدخل مکۃ ثانیا بحرالرائق میں ہے لانہ لم یقصد اولا دخول مکۃ وانما قصد البستان قالوا وھذہ حیلۃ الاٰفاقی اذا اراد ان یدخل مکۃ بغیر احرام فینوی ان یدخل خلیصا مثلا فلہ مجاوزۃ رابغ الذی ھو میقات الشامی والمصری المحاذی للجحفۃ الخ۔ اُسی میں قبیل باب الاحرام ہے الاٰفاقی اذا قصد موضعا من الحل کخلیص یجوز لہ ان یتجاوز المیقات غیر محرم وھی الحیلۃ لمن اراد ان یدخل مکۃ بغیر احرام ینبغی ان لا تجوز ھذہ الحیلۃ للمامور بالحج لانہ لم یکن سفرہ للحج اشباہ میں ہے اذا اراد الاٰفاقی دخول مکۃ بغیر احرام من المیقات قصد مکانا اٰخر داخل المواقیت کبستان بنی عامر ذخیرہ وہندیہ میں ہے الحیلۃ للاٰفاقی اذا اراد دخول مکۃ من غیر احرام من المیقات ان لا یقصد دخول مکۃ وانما یقصد مکانا اٰخر وراء المیقات خارج الحرم نحو بستان بنی عامر ثم اذا وصل ذلک الموضع یدخل مکۃ بغیر احرام مسلک متقسط میں ہے ذکر الفقہاء فی حیلۃ دخول الحرم بغیر احرام ان یقصد بستان بنی عامر ثم یدخل مکۃ فالوجہ فی الجملۃ ان یقصد البستان قصدا اولیا ولایضرہ قصدہ دخول الحرم بعدہ قصدا ضمنیا وعارضیا کما اذا قصد مدنی جدۃ لبیع وشراء اولا ویکون فی خاطرہ انہ اذا فرغ منہ ان یدخل مکۃ ثانیا بخلاف من جاء من الھند مثلا بقصد الحج اولا وانہ یقصد دخول جدۃ تبعا ولو قصد بیعا وشراء اھ تلک النقول باختصار ظاہر ہے کہ جب اُس کی نیت حاضری مکۂ معظمہ ہے تو جدہ کا ارادہ کرلینے سے دل کا وہ خیال ہرگز منتفی نہ ہوا ولہذا علما اسے بلفظ حیلہ تعبیر اور خود ارادۂ دخول مکہ بغیر احرام سے تصویر فرماتے ہیں اگر قصد مکہ منتفی ہوجاتا تو ان عبارات کا اصلاً کوئی محل ومحمل نہ تھا ہاں یہ ہوا کہ قصد مکہ باعتبار مآل واستقبال رہا قصد اول جدہ کے لیے قرار پایا جیسا کہ بحرالرائق ورد المحتار و شرح لباب سے گزرا اسی بنا پر علمائے کرام نے مجاوزت میقات بلا احرام جائز فرمائی حالانکہ خیال مکہ یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہوا کہ جب دو نہایات مختلف مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولٰی ہے اور ثانیہ کے لیے وہی مآل واستقبال کا خیال جیسا کہ عبارت مولٰنا علی قاری ویکون فی خاطرہ انہ اذا فرغ منہ ان یدخل مکۃ ثانیا نے روشن کردیا یہ قصد حقیقۃً قصد بالفعل نہیں ولہذا اسی کو ذخیرہ وہندیہ میں باآنکہ شروع تصویر مسئلہ بلفظ اراد دخول مکۃ من غیر احرام بلفظ ان لا یقصد دخول مکۃ تعبیر فرمایا وبھذا التحقیق الشریف الفائض علی قلب العبد الضعیف من فیض الفتاح العلیم الخبیر

اللطیف وللہ الحمد طاح وزاح ما کان یورد علی ھذا الاحتیال من الاشکال الذی اضطربت فیہ الاقوال وکثر فیہ القیل والقال واختلف فی حلہ افہام الرجال وکان اقرب من جنح الی ما جنحت الیہ العلامۃ القاریٔ الجلی الافضال ولقد احسن اذا ستشکل بتظافر العلما علی ذکر ھذہ الحیلۃ کلام اللباب الموھم لاختصاص المسألۃ بمن حدث لہ قصد مکۃ بعد دخول البستان ولم یکن فی خاطرہ دخول الحرم من قبل اصلا وعکس العلامۃ الفاضل الشامی فی ردالمحتار ومنحۃ الخالق فاستشکل بظاھر اللباب ما تظافرت علیہ کلمات الائمۃ اولی الالباب وبما وفقنا المولی سبحنہ وتعالی ظھر ان لاصعوبۃ ولا اشکال وان لا مخالفۃ لنفی قصد الحرم مطلقا او قصدا اولیا او حصر القصد فی البستان مع الاحتیال لمن یرید الحرم بلا احرام والحمد للہ علی ابانۃ الصواب واصابۃ المرام جب بتوفیق اللہ تعالٰی یہ مقدمات ممہد ہولیے حکم مسئلہ واضح ومنکشف ہوگیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اُس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور مواضع میں بھی دو ایک روز ٹھہرنے کی نیت رکھے کما افادہ المولی علی القاریٔ بقولہ بخلاف من جاء من الھند مثلا بقصد الحج اولا الخ مگر غالباً دورہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصود اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا نہ خاص اُس کے قصد پر چلنا بلکہ سب مواضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصود بالذات ہوتا ہے تو اگرچہ باعتبار سیر لحاظ مجمع ہے مگر ہر مقصود اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو جاتے ہوئے قصد مقارن اُسی کے لیے ہے اور قصد بعید صرف بمعنی خیال و ارادہ مآل تو جب کسی موضع سے دوسرے تک مسیرت سفر نہیں اصلا کوئی سیر بقصد مسیرت سفر متحقق نہ ہوئی ہاں وہ چند قصدوں سے چند سیریں ہیں جن کا مجموعہ مسیرت سفر سے زائد سہی آخر نہ دیکھا کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے مامور بالحج کے لیے دخول مکہ بغیر احرام میں اُس حیلہ کا جواز نہ مانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے بستان بنی عامر جاتا ہوں پھر وہاں سے مکہ معظمہ چلوں گا تو اُس کا یہ سفر حج کے لیے نہ ہوا معلوم ہوا کہ مقصود سیر وہی مقصود اولی ہوتا ہے ولبس ولہذا ذخیرہ وہندیہ میں ان لا یقصد مکۃ فرمایا تھا تو روشن ہوا کہ بالمآل مسیرت سفر کی دوری ہوجانے کا خیال سیر بقصد مسیرت سفر نہیں اور موجب سفر شرعی یہی تھی کہ متحقق نہ ہوئی وبہ تبین وللہ الحمد ان ماذکر المولی الفاضل ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ بما نصہ قد یفھم من التمثیل بالخلیفۃ فی اول مسألۃ التبع ان الخلیفۃ والسلطان کغیرہ فی انہ اذا نوی السفر یصیر مسافرا ویقصر فقیل ھذا اذا لم یکن فی ولایتہ اما اذا طاف فی ولایتہ فلا یقصر والاصح انہ لا فرق لما تقدم من فعل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والخلفاء الراشدین انھم قصروا حین سافروا من المدینۃ الی مکۃ وغیر ذلک ومراد من قال اذا طاف فی ولایتہ لا یقصر ھو ما صرح بہ حافظ الدین البزازی فی فتاونہ انہ اذا خرج لتفحص احوال الرعیۃ وقصد الرجوع متی حصل مقصودہ ولم یقصد مسیرۃ سفر حتی انہ فی الرجوع یقصر لو کان من مدۃ سفر ولا اعتبار بمن علل بان جمیع الولایۃ بمنزلۃ مصرھا لان ھذا تعلیل فی مقابلۃ النص مع عدم الروایۃ عن احد من الائمۃ الثلثۃ فلا یسمع اھ فضع ان ماذکر من قصد الرجوع متی حصل مقصودہ انما ذکرہ البزازی فی مسألۃ اخری غیر التی نقلنا عنہا وھی ما قال بعدھا وکذا الامام والخلیفۃ والامیر والکاشف لیفحص الرعیۃ وقصد کل الرجوع متی حصل مقصودہ ولم یقصد وا مسیرۃ سفر قصروا اتموا الخ

لایخالف مانحن نریدہ فی شیئ فانما مقصودہ کما ھو صریح سوق کلامہ الرد علی من زعم ان الخلیفۃ لایصیر مسافرا فی ولایتہ وان قصد مسیرۃ سفر وھو امر بین البطلان اما مانحن فیہ فقد بینا انہ لایصدق فیہ قصد مسیرۃ سفر فھذا مما لایخالف فیہ الحلبی ولا احد فلا غبار علی ما افادہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح والامام البزازی فی فتاوٰہ والعلامۃ ابن الساعاتی فی الاختیار والامام ابن السمعانی فی الخزانۃ وللہ الحمد علی حسن الابانۃ ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق یہ تحقیق انیق کہ فقیر نے بتوفیق رب قدیر ذکر کی مطلقاً ہر صورت کو شامل ہے اگرچہ مقصود اصلی قریب مقصود اصلی بعید کی راہ میں واقع ہو اور اگر اُس کی راہ سے بالکل جدا ہو اور دورۂ دائرہ میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے مثلاً اس شکل میں ب محل اقامت ہے اور نقاط باقیہ مواضع مقصودہ ان میں کوئی ایک دوسرے سے مسیرت سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ کرنے والا جس وقت ب سے ج کی طرف چلا کوئی نہ کہے گا کہ اس وقت سے ح کی طرف متوجہ ہے ح کو جاتا ہے ح کے قصد پر چلا ہے بلکہ بالیقین اس سیر میں ج مقصود ہے اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ ان نقطوں پر ہوتا ہوا ح کو بھی جاتا ہے تو کسی سیر میں قصد مقارن مسیرت سفر کا نہ پایا گیا **بالجملہ** یہ دورے سفر نہیں ہوتے اگرچہ کتنے ہی دور تک ہوں ابتک کہ نمازیں پوری پڑھیں بہت بجا کیا **تنبیہ** یہاں سے سیاحین و واعظین کا حکم بھی واضح ہو گیا جنھیں کوئی مقام محل اقامت سے مدت سفر پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر بشہر قریہ بقریہ چند چند کوس کے فاصلوں پر گشت کرنا سیر دیکھنا یا ہر جگہ وعظ وغیرہ کے ذریعہ سے کمانا مقصود ہے تو جب تک کسی محل اقامت سے مسیرت سفر کا قصد اولی نہ ہو مسافر نہ ہوں گے اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں جس طرح سیاح کی نسبت خود فتح القدیر میں مصرحاً ارشاد ہوا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل۔ منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے یہی قول مفتی بہ کے قریب تر ہے جیسے ظہیریہ ومحیط برہانی ونہایہ وکفایہ شروح ہدایہ وخزانۃ المفتین وغیرہا میں علیہ الفتوی کہا کہ منزل اٹھارہ میل ہے اٹھارہ میل کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں یہ قول اصل مذہب ظاہر الروایۃ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اُسی کی تقدیر وشرح ہے کما نبہ علیہ العلامۃ اسمعیل مفتی دمشق الشام کما نقلہ فی منحۃ الخالق ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں اقصر ایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے زوال تک سات ساعت کے قریب وقت ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۔ از الہ آباد کوٹھی حشمت اللہ خاں جنٹ مجسٹریٹ مرسلہ علی محمد خاں ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

میں آج کل الہ آباد میں ہوں تو الہ آباد میرے واسطے سفر خیال کیا جائے گا یا نہیں لیکن جنٹ صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہوں اور الہ آباد ایک ہفتہ سے زیادہ رہنا نہیں ہوتا لیکن پھر اُسی روز واپس آنا پڑتا ہے الہ آباد میں نماز سفر کی پڑھی جائے گی یا نہیں اور الہ آباد سے کرنا ایک مقام ہے جو قریب دس میل کے ہے وہاں پر بھی سفر کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں وہ الہ آباد ہی کے ضلع میں ہے جواب جلد مرحمت فرمائیے۔

الجواب

الہ آباد تمہارا وطن اصلی نہیں نہ جنٹ صاحب کی کوٹھی میں ٹھہرنا اُسے کسی طرح کا وطن کردے گا جبکہ جنٹ خود آج کل وہاں نہیں بلکہ

پندرہ دن قیام کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس سے کم مدت قیام کی نیت ہے یا مقدار قیام کچھ معلوم نہیں کسی کام کے لیے گئے ہو اس کے ہوجانے کا انتظار ہے آج ہوجائے تو آج چلے جاؤ بیس دن بعد ہو تو بیس دن بعد تو اس صورت میں الہ آباد کا رہنا تمہارے لیے سفر ہی سمجھا جائے گا نماز سفر کی پڑھو اگرچہ انتظار انتظار میں مہینے گزر جائیں یونہی اطراف میں جہاں جاؤ چار رکعت کی دو ہی پڑھو جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو اور اگر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت الہ آباد میں کرلی ہے تو اب الہ آباد وطن اقامت ہوگیا نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہر روز الہ آباد سے کہیں تھوڑی تھوڑی دور یعنی چھتیس۳۶ کوس سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرتے وقت اُس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً الہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہوگا تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ الہ آباد کے ضلع میں بلکہ اُس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہوگئی نماز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ الہ آباد سے ۳۶ کوس یعنی ستاون اٹھاون میل کے فاصلے پر نہ ہو غرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہرالیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لیے اور جگہ جانا ہوا جو الہ آباد سے تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو تو سفر نہ ہوگا اُس مقام دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہوگی اور الہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو فی الدر المختار لودخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ فصار کنیۃ الاقامۃ فی غیر موضعہا وبعد عودہ من منی تصح کما لونوی مبیتہ باحدہما الخ وفی ردالمحتار قیل ھذہ المسألۃ کانت سببا لتفقہ عیسی بن ابان وذلک انہ کان مشغولا بطلب الحدیث قال فدخلت مکۃ فی اول العشر من ذی الحجۃ مع صاحب لی وعزمت علی الاقامۃ شہرا فجعلت اتم الصلاۃ فلقینی بعض اصحاب ابی حنیفۃ فقال لی اخطأت فانک تخرج الی منی وعرفات فلما رجعت من منی بدا لصاحبی ان یخرج وعزمت علی ان اصاحبہ وجعلت اقصر الصلاۃ فقال لی صاحب ابی حنیفۃ اخطأت فانک مقیم بمکۃ فما لم تخرج منہا لاتصیر مسافرا فقلت اخطأت فی مسألۃ فی موضعین فرحلت الی مجلس محمد واشتغلت بالفقہ قال فی البدائع وانما اوردنا ھذہ الحکایۃ لیعلم مبلغ العلم فیصیر مبعثۃ للطلبۃ علی طلبہ اھ بحر ویظہر من ھذہ الحکایۃ ان نیتہ الاقامۃ لم تعمل عملہا الا بعد رجوعہ لوجود خمسۃ عشر یوما بلا نیۃ خروج فی اثنائہا بخلاف ما قبل خروجہ الی عرفات لانہ لما کان عازما علی الخروج قبل تمام نصف شہر لم یصر مقیما و یحتمل ان یکون جدد نیۃ الاقامۃ بعد رجوعہ وبہذا سقط ما اوردہ العلامۃ القاری فی شرح اللباب من ان فی کلام صاحب الامام تعارضا حیث حکم اولا بانہ مسافر وثانیا بانہ مقیم مع ان المسألۃ بحالہا والمفہوم من المتون انہ لونوی فی احدہما نصف شہر صح فی لایضرہ خروجہ الی عرفات اذ لا یشترط کونہ نصف شہر متوالیا بحیث لایخرج فیہ انتہی ووجہ السقوط ان التوالی لایشترط اذا لم یکن من عزمہ الخروج الی موضع اٰخر لانہ یکون ناویا الاقامۃ فی موضعین نعم بعد رجوعہ

من منی صحت نیتہ لعزمہ علی الاقامۃ نصف شہر فی مکان واحد واللہ تعالٰی اعلم **قول** کما لونوی مبیتہ باحدھما فان دخل اولا الموضع الذی نوی المقام فیہ نہارا لایصیر مقیما وان دخل اولا ما نوی المبیت فیہ یصیر مقیما ثم بالخروج الی الموضع الاخر لایصیر مسافرا لان موضع اقامۃ الرجل حیث یبیت بہ حلیہ اھ وبہ ظہر کل ماذکرناہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ از تلہر مسئولہ خلیل الدین صاحب

زید کے وطن سے ایک مقام تیس کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اُس مقام تک چالیس کوس مسافت طے کرنی ہوئی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں ۔

الجواب

ہے جبکہ قصد دو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اُس راہ میں بیس کوس پر ایک شہر ہے ارادہ یوں کیا کہ پہلے وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس کوس ہے جاؤں گا یوں چالیس کوس ہو جائیں گے تو قصر نہیں مکان سے بیس ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۔ از بریلی مسئولہ شیخ عبدالعزیز نساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں (۱) منزل کتنے فرسنگ کی ہوتی ہے (۲) کے منزل پر قصر ہوگا (۳) ملے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے (۴) یہاں سے بیسلپور ۱۰ کوس راہ سواری گاڑی اور براہ ریل گاڑی چھتیس کوس ہو جاتا ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا (۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دیدوں پس یہ جائز ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) عرف میں منزل بارہ کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۸/۵ میل یعنی ایک میل اور میل کے تین خمس اور تین میل کا ایک فرسنگ تو ایک منزل چھ فرسخ اور دو خمس فرسخ کی ہوئی (۲) تین منزل پر قصر ہے (۳) جس راستے سے جائے اُس کا اعتبار ہے (۴) ایک میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں (۵) جب دریاں سپرد مسجد کر دیں بلکہ مسجد ہو گئیں جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۔ از درو ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کو گئے راستے میں دونوں نے قیام کیا ایک نے نیت اقامت کی دوسرے نے نہ کی اب وہ عبد مشترک نماز قصری ادا کرے یا حضری ۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ اُن دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اُسی کی نیت کا اعتبار ہے لانہ ح لیس تابعا الالہ

وسیأتیك مایفیدہ اوراگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر اُن میں اس کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار پائی ہے مثلاً ایک دن اس کی خدمت کرے دوسرے دن اُس کی تو ہر ایک کی نوبت میں اُس کی نیت پر عمل کرے یعنی جس دن خدمت مقیم کی باری ہو غلام بھی اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی باری ہو اپنے آپ کو مسافر جانے اور اگر باہم نوبت نہ قرار دی بلکہ یونہی دونوں کی خدمت میں ہے وہ من وجہ مقیم اور من وجہ مسافر ہے قصر اصلاً نہ کرے اس لحاظ سے کہ اس کے ایک مولٰی نے نیت اقامت کی اور قعدہ اولٰی بھی اپنے اوپر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے مولٰی کی نیت سفر ہے اور اُس کے حق میں افضل یہ ہے کہ جہاں تک مل سکے کسی مقیم کی اقتدا وقت میں کرے درمختار میں ہے عبد مشترك بین مقیم ومسافران تھایا قصر فی نوبة المسافر والا یفرض علیه القعود الاول ویتم احتیاطا ولا یأتم بمقیم اصلا وهو مما یلغز ردالمحتار میں ہے قوله ولا یأتم الخ فی شرح المنیة وعلی هذا فلا یجوز له الاقتدأ بمقیم مطلقا فلیعلم هذا اھ ای لافی الوقت ولا بعده ولافی الشفع الاول ولافی الثانی ولعل وجهه کما افاده اشیخنا ان القعدة الاولی فرض علیه الحاقاله بالمسافر فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدة الاولی اھ **اقول** لکن قول شارح المنیة وعلی هذا الخ یظهر منه انه تفریع من عنده علی وجه البحث والا فالذی رأیته فی التاترخانیة عن الحجة انه ان لم یکن بالمهایاة وهو فی ایدیهما فکل صلاة یصلیها وحده یصلی اربعا ویقعد علی راس الرکعتین ویقرأ فی الاخریین وکذا اذا اقتدی بمسافر یصلی معه رکعتین وفی قرأته فی الرکعتین اختلاف واما اذا اقتدی بمقیم فانه یصلی اربعا بالاتفاق اھ اھ مافی ردالمحتار فقیر کہتا ہے عفی اللہ تعالٰی لہ رأیتنی کتبت علی هامش قوله فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض الخ ما نصه **اقول** هذا مما لست احصله فان المسافر من کل وجه القعدة الاولی فریضة علیه من کل وجه ومع ذلك یجوز له الاقتداء بالمقیم اجماعا ولا یعد بذلك مفترضا خلف متنفل اذا اقتدی فی الوقت بل یقال ان فرضه تحول بالقدوة رباعیا فلم تبق القعدة الاولی فریضة علیه لمصادفة المغیر محله القابل له حیث اتصل بالسبب اعنی الوقت بخلاف ما اذا اقتدی بعد انقضائه فاذا کان هذا فی حقه فکیف بمن لیس مسافرا من کل وجه ولا القعدة فرض علیه وجها واحدا فهذا ینبغی ان یومر باقتداء المقیم فی الوقت مهما وجد کی یخرج عن احتمال الاتمام فی السفر اھ ماحررته ولشدة وضوحه وثبوت الروایة بل نقل الاتفاق علی جواز اقتدائه بالمقیم جزمت به فان کان صوابا فمن ربی اللہ وارجوان لایکون الا ایاہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ بریلی محلہ صندل خاں کی بزریہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے وطن سے ستر یا اسی کوس کے فاصلہ پر کسی شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال دو سال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا اس آمد ورفت میں اُس کو نماز قصر پڑھنا چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اُس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر

کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جاتا رہا جب تک یہاں رہے گا اگرچہ ایک ہی ساعت قصر نہ کرسکے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں پھر جب وطن سے اُس شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اُس وقت سے قصر واجب ہوگیا اثنائے راہ میں قصر کرے گا ہی اور اگر اُس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے اور کہیں جانے کا قصد ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اُس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا اور اگر وہاں اقامت کا ارادہ ہے تو صرف راستہ بھر قصر کرے جب اُس شہر کی آبادی میں داخل ہوگا قصر جاتا رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ویلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی برکاتی ۳۰ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۹ھ

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو ملازم ہے اور اُس کا آقا جب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتے ہیں تو اُس ملازم پر نماز قصر ہے یا پوری۔ اور مندرجہ ذیل دلیلوں میں زید حق پر ہے یا عمرو۔ زید کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز قصر کرنا چاہیے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو آٹھ روز میں دوسری جگہ منتقل کردے دوسرے جنگل ہونے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پر وہ چاہے ایک روز میں بلالے اس حالت میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوئی دوسرے جس جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وہ دوسرے جنگل ہیں اور ایسے جنگل یا اسٹیشن جو جنگل میں ہوں جہاں بیس پچیس انسان ہر وقت رہتے ہوں و نیز ریلوے کے ملازم بھی اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پر ہوں) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ ان میں قول کس کا درست ہے۔

الجواب

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے بعونہٖ تعالٰی انکشاف حکم ہو **اوّل** اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ فاصلے پر ہو وہاں عمارت ہوتی ہے سامان اقامت مہیا ہوتا ہے ہاں اگر آبادی سے کوسوں دور جا ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی لکڑی لینے والے تو وہ محل اقامت نہیں اگرچہ خیمے ڈیرے ساتھ ہوں مگر ان کے لیے جن کی طرز معیشت ہی یہ ہو جیسے سانسیے درمختار میں ہے اوینوی اقامۃ نصف شہر بموضع صالح لہا او قریۃ او صحراء دارنا وھو من اھل الاخبیۃ عالمگیری میں ہے قال شمس الائمۃ الحلوانی عسکر المسلمین اذا قصدوا موضعا ومعھم اخبیتھم وخیامھم وفساطیطھم فنزلوا مفازۃ فی الطریق ونصبوا الاخبیۃ والفساطیط وعزموا فیہا علی اقامۃ خمسۃ عشر یوما لم یصیروا مقیمین لانہا حمولۃ ولیست بمساکن کذا فی المحیط **دوم** نرے جنگل میں کہ نیت اقامت صحیح نہیں مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل قطع کرچکا ہو اب کسی جنگل میں ۱۵ دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر ہی رہے گا لیکن مدت سفر پوری ہونے سے پہلے جنگل میں بھی نیت اقامت صحیح ہے مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں اقامت کی نیت کرلی مسافر نہ رہا نماز پوری پڑھے گا اگرچہ بن میں ہو درمختار میں ہے صلی الفرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدۃ السفر والا فیتم بمجرد نیۃ العود لعدم استحکام السفر ردالمحتار میں ہے ینوی بموضع صالح

فیما ان سار ثلثۃ ایام والا فتصح ولو فی المفازۃ والحاصل ان نیۃ الاقامۃ قبل تمام المدۃ تکون نقضا للسفر کنیۃ العود الی بلدہ والسفر قبل استحکامہ یقبل النقض اھ ملتقطا معراج الدرایہ پھر عالمگیریہ میں ہے اذا العبد سیر ثلثۃ ایام فعزم علی الرجوع او نوی الاقامۃ یصیر مقیما وان کان فی المفازۃ **سوم** نوکر کی اپنی نیت معتبر نہ ہونا بلکہ نیت آقا کا تابع ہونا اُس حالت میں ہے کہ آقا کے ساتھ ہو ورنہ خود اُس کی نیت معتبر ہے تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے المعتبر نیۃ المتبوع لا التابع کامرأۃ اوفاھا مھرھا المعجل وعبد وجندی اذا کان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر مشاھرۃ او مسانیۃ تاتارخانیہ واسیر وغریم وتلمیذ مع زوج ومولی وامیر ومستاجر واسر ودائن واستاذ فقید المعیۃ ملاحظ فی تحقیق التبعیۃ اھ ملتقطا **چہارم** مجرد احتمال کہ شاید آج چلا جانا ہو منافی اقامت نہیں ایسا ہو تو اپنے وطن کے سوا آدمی کبھی کہیں مقیم نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لیے غالب گمان درکار ہے یقین کی حاجت نہیں کہ بے اعلام نبی غیب پر یقین کی کوئی صورت نہیں تبیین الحقائق امام زیلعی پھر ہندیہ میں ہے لابد للمسافر من قصد مسافۃ ثلثۃ ایام ویکفی غلبۃ الظن یعنی اذا غلب علی ظنہ انہ یسافر قصر ولا یشترط فیہ التیقن **پنجم** نیت سچے عزم قلب کا نام ہے پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے اور جانتا ہے کہ اس سے پہلے چلا جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوئی محض تخیل ہوا یونہی دل میں عزم دو ہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل کا ارادہ کرلیا کہ آبادی سے نکل کر راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہرگز اجازت نہ ہوگی کہ یہ نیت نہیں وہی خیال بندی ہے البتہ اگر دو ہی منزل جاتا ہے اور سچا ارادہ تین منزل کا کرلیا اور تین منزل جاکر ایک منزل اپنے محل مقصود کو واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہے تو جاتے اور آتے اور ٹھہرتے قصر کرے گا کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا درمختار میں ہے لودخل الحاج مکۃ ایام العشر لم تصح نیتہ لانہ یخرج الی منی وعرفۃ معراج الدرایہ پھر عالمگیریہ میں ہے قال اصحابنا رحمھم اللہ تعالٰی فی تاجر دخل مدینۃ لحاجۃ نوی ان یقیم خمسۃ عشر یوما القضاء تلک الحاجۃ لایصیر مقیما لانہ متردد بین ان یقضی حاجتہ فیرجع وبین ان لایقضی فیقیم فلا تکون نیۃ مستقرۃ وھذا الفصل حجۃ علی من یقول من ارادالخروج الی مکان ویرید ان یترخص برخص السفر ینوی مکانا ابعد منہ وھذا اغلط **ششم** وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کرلی ہو آدمی کو مقیم کردیتا ہے اور اقامت وسفر میں واسطہ نہیں تو وہاں سے بے ارادہ مدت سفر اگر ہزار کوس دورہ کرے مثلاً دس کوس کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کوس کا ارادہ کرے وہاں سے بیس کوس کا قصد ہو مسافر نہ ہوگا اور قصر نہ کرسکے گا جیسے وطن اصلی سے یوں دورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت سے بیس کوس گیا اور وہاں سے چھتیس کوس کا ارادہ کرکے چلا اور بیچ میں یہ وطن اقامت آکر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن بیچ میں نہ آئے تو قصر کرے گا اور یہ وطن وطن اقامت نہ رہے گا ردالمحتار میں ہے والحاصل ان انشاء السفر یبطل وطن الاقامۃ اذا کان منہ اما لو انشاءہ من غیرہ فان لم یکن فیہ مرور علی وطن الاقامۃ اوکان ولکن بعد سیر ثلثۃ ایام فکذلک ولو قبلہ لم یبطل الوطن بل یبطل السفر لان قیام الوطن مانع من صحتہ **ہفتم** نوکری ملازمت سے اُس میں قصد استدامت ہوتا ہے تو جو جہاں نوکر ہو کر رہنا اختیار کرے مقیم ہوجائیگا اگرچہ[1]

[1] فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں ہے لو توطن مکۃ بعد الفراغ خمسۃ عشر یوما بطلت نفقتہ فی مال المیت لانہ توطن ج لحاجۃ نفسہ بخلاف

بالخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہو لان نیۃ الاستدامۃ فوق ذلک ہاں اگر مدت سفر سے یہاں نوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنا ہوگا تو البتہ مقیم نہ ہوگا جب اُس دوسری جگہ سے فارغ ہو کر آئے گا اور یہاں ملازمانہ قیام کرے گا اُس وقت سے مقیم ہوگا کما قال فی ردالمحتار فی واقعۃ عیسی بن ابان رحمہ اللہ تعالٰی ان نیۃ الاقامۃ لم تعمل عملہا الا بعد رجوعہ لوجود خمسۃ عشر یوما بلا نیۃ خروج فی اثنائہا بخلاف ماقبل خروجہ الی عرفات لانہ لما کان عازما علی الخروج قبل تمام نصف شہر لم یصر مقیما اور جبکہ ایک جگہ نوکر ہو کر رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمال قاطع اقامت نہ ہوگا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدت سفر پر جو لاکھوں آدمی نوکر ہوتے اور برسوں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم نہ ہوں کہ بدلی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمال ہر وقت ہے ھذا ما عندی واللہ تعالٰی اعلم جب یہ امور سبعہ معلوم ہولیے اب مسئلہ مسؤلہ کی طرف چلیے **فاقول** وباللہ التوفیق اوپر معلوم ہوا کہ یہاں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ نرا جنگل ہے جائے اقامت نہیں دوسرے یہ کہ محل اقامت ہے جیسے اسٹیشن اور ہر تقدیر پر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ شخص متعین ہوتے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور ہنوز کہیں مقیم نہ ہوا دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اسی شہر یا اور قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کوس کے فاصلہ پر متعین ہوا یا آیا تو تین منزل طے کرکے مگر شہر میں پندرہ دن نیت کے ساتھ ٹھہر کر مقیم ہوگیا اور اب یہاں متعین ہو تو چار صورتیں آگئیں

صورت اولٰی مسافر مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) ابتدائے تعیین سے بلافصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس۱۰ برس یہیں رہنے کی نسبت اس کے آقا نے کہہ دیا اور اس نے بھی ارادہ کرلیا کہ جب وہ مدت سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہوا اور یہ محل اقامت نہیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا (۲) اگر یہاں سے حکماً خواہ صرف بارادۂ خود کسی دوسری جگہ جائے گا راہ میں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدت سفر پر نہ ہو (۳) اُس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑھے اور وہاں سے واپسی میں بھی اور اس مقام پر واپس آکر بھی اگرچہ یہاں کتنا ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہنوز اُس کا سفر بوجہ عدم اقامت ختم نہ ہوا (۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت حکماً خواہ فقط اپنے ارادے سے کی تو وہاں پوری پڑھے گا (۵) جب وہاں سے واپس ہوگا اگر اُس جگہ اور مقام تعیین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدت سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر حالت اولٰی عود کر آئی اور انشائے سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا (۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور بیچ میں مدت سفر نہیں تو اب

(بقیہ حاشیہ ۶۶۴)

ماذا قام اقل لانہ مسافر علی حالہ فان بدالہ بعد ذلک ان یرجع رجعت نفقتہ فی مال المیت وروی عن ابی یوسف انہ لاتعود لانہ فی الرجوع عامل لنفسہ لا للمیت لکنھا قلنا ان اصل سفرہ کان للمیت فما بقی ذلک السفر بقیت النفقۃ کذا فی المبسوط وذکر غیر واحد من غیر ذکر خلاف انہ ان نوی الاقامۃ خمسۃ عشر یوما سقطت فان عاد عادت وان توطنہا سواء قل او کثر لاتعود وھذا یفید ان التوطن غیر مجرد نیۃ الاقامۃ خمسۃ عشر یوما والظاھر ان معناہ ان یتخذھا وطنا ولا یجد فی ذلک حدا فتسقط النفقۃ ثم العود انشاء سفر لحاجۃ نفسہ ولو بعد یومین فلا یستحق بہ النفقۃ علی المیت واللہ سبحنہ اعلم اھ فافہم ۱۲ منہ

راہ میں بھی پوری پڑھے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کہ قبل سیر سہ روزہ جنگل میں نیت اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشائے سفر اس کی وہ اقامت باطل نہ ہوئی نہ وہ وطن اقامت باطل ہوا اس صورت ششم میں اُس کا حکم شقوق صورت ثانیہ آئندہ کی طرف عود کر جائے گا **صورۃ ثانیہ** مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں اس میں (۱) جب تک بعد تعین بلافصل یہاں رہے گا پوری پڑھے گا کہ مقیم کا بن میں ٹھہرنا سفر نہیں (۲) اگر یہاں سے کہیں مدت سفر سے کم کی نیت سے جائے گا جاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں اتمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا (۳) اگر مدتِ سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قصر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن کی نیت نہ کرے ورنہ وہاں پوری پڑھے گا (۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اُس مقام کو بقصد وا حد واپس آئے گا راہ میں قصر کرے گا (۵) جب یہاں پہنچے گا ازانجا کہ مدت سفر سے آیا ہے اور یہ محل اقامت نہیں اب اس کا حکم شقوق صورت اولیٰ گذشتہ کی طرف عائد ہوگا کہ ابتدائے واپسی سے بلافصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اس آخرہ کہ اب یہاں مسافر بمعنی مذکور ہو کر آیا بالجملہ جب یہاں بعد سفر آئے گا صورت اولیٰ ہوگی اور مقیم ہو کر تو صورت ثانیہ ہی دوسرہ رہے گا **صورۃ ثالثہ** مسافر بمعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت جیسے اسٹیشن اس میں (۱) اگر ابتدائے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو مقیم نہ ہوگا قصر ہی پڑھے گا (۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے راہ میں قصر ہی کرے اور واپسی میں بھی (۳) جب یہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق واحکام ہیں (۴) اب وہ ارادہ نہیں یا ابتدائے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو جبھی سے یا اب یہاں آ کر مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے اس صورت چہارم میں اُس کا حکم شقوق رابعہ آئندہ کی طرف رجوع کرے گا **صورۃ رابعہ** مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت اس میں (۱) جب تک یہاں رہے گا اتمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو (۲) یہاں سے کہیں جائے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرتے اور واپس آ کر ہمیشہ پوری پڑھے گا جبکہ وہ جگہ مدت سفر پر نہ ہو (۳) اگر مدت سفر پر جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑھے اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو ورنہ وہاں بھی قصر کرے (۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق واحکام ہیں جبکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو (۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں آ کر بھی مقیم نہ ہوگا کہ یہ وطن اقامت بوجہ سفر باطل ہوگیا اور اب قصد اقامت نہیں اس صورت پنجم میں اُس کا حکم شقوق صورت ثالثہ کی طرف راجع ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از اسٹیشن دودھوا گھاٹ ضلع کھیری نیم پور کارخانہ عبداللطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار مرسلہ فرخ شاہ خاں ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسٹیشن دودھوا گھاٹ ایک جنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور بظاہر مجھ کو امید ہے کہ اس جگہ میرا قیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا اب ایک شخص ساکنہ پیلی بھیت نے یہ کہا کہ تم کو یہاں پر قصر پڑھنا چاہیے خواہ تم ایک سال رہو یا زائد رہو لہذا آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اُس سے مطلع فرمائیے تاکہ شک رفع ہو اور اُس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

الجواب

جبکہ وہاں نہ آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر یہ وہاں مسافر ہوکر پہنچا یعنی تین منزل سے ارادہ کرکے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جب تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزرے اور اگر وہاں مقیم ہوکر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے کم فاصلہ یہاں تک تھا یا زیادہ تھا مگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرتا ہوا آیا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدت سفر نہ تھی تو جب تک رہے گا پوری پڑھے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا یا نہیں۔

الجواب

بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہوگا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں صدقۃ تصدق اللہ بھا علیکم فاقبلوا صدقتہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از اولدن ضلع جھانسی مرسلہ محمد تقی خاں سب انسپکٹر پولیس اسٹیشن ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ضلع جھانسی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۲۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے اور مقام جھانسی میں تھانہ اولدن میں تعیناتی ہے پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقے کے دیہات میں برابر بسلسلہ کار گورنمنٹ تفتیش وغیرہ کے گشت رہتا ہے لہذا التماس ہے کہ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھنا چاہیے یا پوری نماز پڑھنا۔

الجواب

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کوس کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہوگا ہمیشہ پوری پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کوس یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی نہ بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹکڑے کرکے یعنی بیس میل جاکر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل وعلٰی ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوا کہ ایک لخت ارادہ ۵۷ میل کا نہ ہوا ہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب تک پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت محلہ شیر محمد خاں مسئولہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ نیپال کے جنگل میں منجانب تاجران لٹھ ملازم ہے اور ایسی جگہ رہنا ہوتا ہے جہاں سے ایک یا دو میل یا کم و زیادہ کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہوتی ہے یا انگریزی عملداری کے جنگلات میں ملازم ہے جو بصورت متذکرہ بالا ہے

یا اسٹیشن ریلوے جنگل میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلہ پر آبادی اور زراعت ہے اور آقا جب بھیجتا ہے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری اور اگر خود مختار ہے تو اُس کو قصر پڑھنا چاہیے یا پوری زید کا قول کہ نماز قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اول عملداری ہندو کی ہے یعنی نیپال دوسرے جگہ اقامت پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے یعنی کچھ فاصلے پر ہے تیسرے یہ صورت اول میں خود مختار نہیں آقا جب چاہے منتقل یا علیحدہ کرسکتا ہے اور عملداری انگریزی میں بھی اگرچہ اسٹیشن ہے مگر زراعت نہیں ہوتی ہے نوکری پر بوجوہ مذکورہ و خود مختار پر بوجہ نہ ہونے زراعت کے قصر واجب ہے اقامت کی شرط میں زراعت بھی ہے عمرو کی دلیل یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا جن مقام اقامت سے ایک میل یا کم زیادہ پر زراعت ہوتی ہے مگر فراہمی غلہ وغیرہ میں کوئی دقت پیش نہیں آتی ہے دوسرے مقام اقامت گو جنگل ہے مگر دس بیس پچاس آدمی ہمراہ ہوتے ہیں جو عرصہ تک ایک جگہ مقیم رہتے ہیں جانور درندہ وغیرہ کا بالکل خوف نہیں ہوتا ہے تیسرے یہ کہ کوئی آقا ملازم کو جب بھیجتا ہے تو کام ختم کرکے آنے تک کے لیے درمیان میں اگر ضرورت ہوئی تو وہاں سے منتقل یا علیحدہ کر دیا یہ معتبر نہیں اس صورت میں ارادہ ملازم کا معتبر ہے اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی اقتدا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جو مسافر نہ تھا اور اس جنگل تک جانے میں بھی اُسے سفر کرنا نہ پڑا کہ فاصلہ تین منزل سے کم تھا وہ تو ظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم ہی رہا اُسے قصر حرام ہے اور پوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وہ جگہ نہ آباد ہو بحرالرائق و ردالمحتار میں ہے هذا ان سار ثلثة ايام والا فيقيم ولو في المفازة اور جو مسافر تھا یا وہاں تک جانے سے مسافر ہوا کہ فاصلہ تین منزل یا زائد کا تھا وہ ضرور مسافر ہے اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لیے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا زائد میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر ہو اور زراعت بھی ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھنی لازم ہوگی خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں نہ ہندو کی عملداری ہونا کچھ مانع کہ یہ امد و رفت امان کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا درمختار میں ہے من دخلها بامان فانه يتم اور یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا نوکر ہے وہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے اور جب نوکر کا یہ حکم ہے تو خود مختار تو بدرجہ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا زائد کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از اٹاوہ محلہ ثابت گنج مرسلہ محمد ابراہیم خاں صابری مارہروی ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

زید کی سسرال اُس کے مکان مسکونہ سے بسفر ریل ۱۴۷ میل کے فاصلے پر ہے اور بیوی بچے اُس کے سب سسرال میں رہتے ہیں مگر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ تر اپنے مسکن پر رہتا ہے اور بال بچے جو اُس کے سسرال میں رہتے ہیں بلکہ ضرورتاً عرصہ ۶ ماہ سے اُن کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زید اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں میں ہونے کے واسطے بایں ارادہ گیا کہ میں چوتھے روز یا پندرہ دن کے بعد یا مہینہ بھر کے بعد واپس آؤں گا تو اُس پر قصر واجب ہے یا نہیں اور اگر کسی موقع سے اُس نے قصر نماز ادا نہ کی ہو جس کو کہ وہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں جانتا مگر شرعی اصول کے موافق اُس پر قصر واجب ہو تو اُس کے ذمہ کچھ مواخذہ ہے یا نہیں

الجواب

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچّوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہوجائے گا پوری پڑھے گا جس پر شرعاً قصر ہے اور اُس نے جہلاً پوری پڑھی اُس پر مواخذہ ہے اور اُس نماز کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر عملہ ریلیونگ رہتا ہے جس کا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ ایک دن دو دن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے بیمار ہوجانے تخفیف میں آجانے رخصت جانے پر اُس کی جگہ جاتے رہتے ہیں اور اسی طرح تین چار برس رات دن پھرتے رہتے ہیں جس سے کہیں بیس دن مہینہ اور زیادہ دو دو چار چار دن ہی رہنا پڑتا ہے ان کے لیے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر اپنے مقام اقامت سے ۵۷ ½ میل کے فاصلے پر علی الاتصال جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو کم بیش جتنی دور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا جب تک پندرہ دن کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب وزیر احمد خاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج قصد تلہر اس وقت دس بجے کی گاڑی سے ہے تلہر تک قصر نہیں تلہر سے قصد رامپور کا ہے تلہر سے رامپور تک قصر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑے گی اُترنا نہیں ہوگا اس صورت میں قصر کا کیا حکم ہے تلہر میں بھی قصر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تلہر میں قصد رامپور کا فسخ ہوجائے تو قصر کو قصر کیا جائے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہاں سے تلہر تک اور تلہر کے قیام تک قصر نہ کریں جب تلہر سے بخط مستقیم رامپور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رامپور میں بھی اور بریلی تک واپس آنے میں بھی قصر کریں رامپور جانے میں اگرچہ بریلی کے اسٹیشن پر گزر ہوگا مگر وہ بریلی میں گزر نہیں کہ قصر کا قصر کردیں اس لیے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از سنبھل مراد آباد محلہ دیپا سرائے مسئولہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۲۵ھ

مسافر اگر نماز پوری چار رکعت پڑھادے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے گا گنہگار ہوگا اور مقیمین کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہوجائے گی اگر دو رکعت اولٰی کے بعد اس کی اقتدا باقی رکھیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از پیلی بھیت محلہ پنجابیان مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کرکے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے زائد ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جارہا ہو مگر اہل وعیال اُس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اُس کا وطن ثانی میں رہنا ہوگا ہی سال بھر میں مہینہ دو مہینہ کے واسطے اہل وعیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جاوے اور بعض کو وطن میں چھوڑ جاوے یا کل متعلقین ہمراہ لے جاوے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہو اور ان سب صورتوں میں اُن کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور بظاہر وجہ قیام وطن ثانی کے وہی تعلقات جدیدہ ہیں اور درصورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجانے کا بھی قصد رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہوا وطن ثانی میں آوے اور ۱۵ روز قیام کا قصد نہ رکھتا ہو تو صلٰوۃ رباعیہ کو پورا پڑھے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اُسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کرلیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی بربنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تاحاجت اقامت بعض یا کل اہل وعیال کو بھی لے جائے کہ بہرحال یہ قیام ایک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل ومستقر تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک پندرہ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہوجاتا ہے فی الدرالمختار الوطن الاصلی موطن ولادتہ اوتاھلہ اوتوطنہ ردالمحتار میں ہے قولہ اوتاھلہ ای تزوجہ قال فی شرح المنیۃ ولو تزوج المسافر ببلد ولم ینوالاقامۃ بہ فقیل لایصیر مقیما وھوالاوجہ قولہ اوتوطنہ ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارتحال وان لم یتأھل فلوکان لہ ابوان ببلد غیر مولدہ وھو بالغ ولم یتأھل بہ فلیس ذٰلک وطنالہ الااذاعزم علی القرار فیہ وترک الوطن الذی کانہ قبلہ شرح المنیہ تنویر میں ہے ویبطل وطن الاقامۃ بمثلہ والاصلی والسفر۔ واللہ تعالٰی اعلم

باب الجمعۃ

مسئلہ ـ مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکبرہ ۱۰ محرم ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے کہ نہیں اور وہ آبادی جس کی مسجد میں اس کے ساکن نہ سما سکیں شہر ہے یا گاؤں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ اگر پڑھیں گے گنہگار ہوں گے اور ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی الدر المختار وفی القنیۃ۔ صلٰوۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ انتہی اقول فالجمعۃ اولی لان فیہا مع ذلک اما ترک الظہر وھو فرض او ترک جماعتہ وھی واجبۃ ثم الصلٰوۃ فرادی مع الاجتماع وعدم المانع شنیعۃ اخری غیر ترک الجماعۃ فان من صلی فی بیتہ منعزلا عن الجماعۃ فقد ترک الجماعۃ وان صلوا فرادی حاضرین فی المسجد فی وقت واحد فقد ترکوا الجماعۃ واتوا بھذہ الشنیعۃ زیادۃ علیہ فیؤدی الی ثلث محظورات بل اربع بل خمس لان مایصلونہ لما لم یکن مفترضا علیہم کان نفلا واداء النفل بالجماعۃ والتداعی مکروہ ثم ھم یعتقدونہا فریضۃ علیہم ولیس کذلک فھذہ خامسۃ وھذان مشترکان بین الجمعۃ والعیدین صحت جمعہ کے لیے شہر شرط ہے اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اُس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ تندرست نہ سما سکیں ہمارے ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ تعالٰی سے ظاہر الروایہ کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مرجوع عنہ اور متروک ہے کما فی البحر الرائق والخیریۃ ورد المحتار وغیرہا۔ اور فتوی جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب ہے کما فی البحر والدر وغیرہما **اقول** محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام پر فتوی واجب ہے اُس سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ مذہب قول صاحبین پر افتا کریں اللھم الا لضعف دلیل او تعامل بخلافہ نص علی ذلک العلامۃ زین بن نجیم فی البحر والعلامۃ خیر الدین الرملی فی فتاواہ شیخ الاسلام صاحب الہدایۃ فی التجنیس والمحقق حیث اطلق فی الفتح والشریف الطحطاوی والسید الشامی فی حواشی الدر وغیرہم من اجلۃ العلماء الکرام الغر کما بیناہ فی کتاب النکاح من العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ تو جہاں قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت نوادر صرف بوجہ اختلاف فتوی متاخرین کیونکر معمول ومقبول اور ائمہ ثلثہ کا ظاہر الروایہ میں جو ارشاد ہے متروک ولائق عدول ہو لاجرم شرح نقایہ ومجمع الانہر میں تصریح فرمائی کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ کما ستسمع نصہ **اقول** معہذا ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقامت جمعہ کے لیے مصر کی شرط لگائی اُس کا ماخذ حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ وعبدالرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا لاجمعۃ ولاتشریق ولاصلٰوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ ظاہر ہے کہ اُس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے مزرعوں پر صادق جنھیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا کما اشار الیہ العلامۃ الطحطاوی فی حاشیۃ العلائی تو اس قول کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور اُس کے ماخذ کا صریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پورا کرلینا ہے کہ حنفیہ نے یہ شرط بے توقیف شارع اپنی رائے سے لگالی اس کے سوا عند التحقیق اُس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار طرفہ یہ ہے کہ وہ پاک مبارک دو شہر جن کی مصریت پر اتفاق ہے اور اُن میں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ ومکہ زادہما اللہ تعالٰی شرفا وتکریما اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں علی ماصرح بہ العلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیۃ والعلامۃ السید الشریف الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہہ

صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں نہ وہ جسے پیٹھ کہتے ہیں اور وہ پرگنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت وشوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے یہی ظاہر الروایۃ ہے کما فی الھدایہ والخانیہ والظھیریہ والخلاصۃ والعنایۃ والحلیۃ والغنیۃ والدرالمختار والھندیہ وغیرھا اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے۔ کما فی مصنف عبدالرزاق حدثنا ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح قال اذا کنت فی قریۃ جامعۃ فنودی بالصلاۃ من یوم الجمعۃ فحق علیك ان تشھدھا سمعت النداء اولم تسمعہ قال قلت لعطاء ما القریۃ الجامعۃ قال ذات الجماعۃ والامیر والقاضی والدور المجتمعۃ الاٰخذ بعضھا ببعض مثل جدۃ اور یہی قول امام ابو القاسم صفار تلمیذ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے کما فی الغنیۃ اسی کو امام کرخی نے اختیار فرمایا کما فی الھدایۃ۔ اسی پر امام قدوری نے اعتماد کیا کما فی مجمع الانھر اسی کو امام شمس الائمہ سرخسی نے ظاہر المذہب عندنا فرمایا کما فی الخلاصۃ اسی پر امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور ان کے تلمیذ امام ملک العلماء ابو بکر مسعود نے بدائع شرح تحفہ میں فتوی دیا کما فی الحلیۃ اسی پر امام فقیہ النفس قاضی خاں نے جزم و اقتصار کیا کما فی فتاواہ اور اسی کو شرح جامع صغیر میں قول معتمد فرمایا کما فی الحلیہ والغنیۃ اسی کو امام شیخ الاسلام برہان الدین علی فرغانی نے مرجح رکھا کما فی شرح المنیہ اسی کو مضمرات میں اصح ٹھہرایا کما فی جامع الرموز ایسا ہی جواہر الاخلاطی میں لکھ کر ھذا اقرب الاقاویل الی الصواب کما کما رؤیتہ فیھا ایسا ہی غیاثیہ میں لکھا کما فی الغنیۃ اسی کو تاتارخانیہ میں علیہ الاعتماد فرمایا کما فی الھندیہ اسی کو غایہ شرح ہدایہ وغنیہ شرح منیہ ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وجواہر وشرح نقایہ قہستانی میں صحیح کہا اخیر میں ہے یہی قول معول علیہ ہے اسی کو ملتقی الابحر میں مقدم وماخوذ بہ ٹھہرایا اسی پر کنز الدقائق وکافی شرح وافی ونورالایضاح و عالمگیریہ وغیرہا میں جزم و اقتصار کیا قول دیگر کا نام بھی نہ لیا۔ اسی کو عنایہ شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء فرمایا کما فی حاشیۃ المراقی للعلامۃ الطحطاوی اسی کو علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نورالایضاح میں اصح وعلیہ الاعتماد فرمایا اسی پر علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کا رد بلیغ کیا اسی پر امام ابن الہمام محمد وعلامہ اسمٰعیل نابلسی وعلامہ نوح آفندی وعلامہ سید احمد حموی وغیرہم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی۔ شرح کل ذلك یطول علامہ ابراہیم حلبی شرح منیہ میں فرماتے ہیں الحد الصحیح ما اختارہ صاحب الھدایۃ انہ الذی لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وتزییف صدر الشریعۃ لہ عند اعتذارہ عن صاحب الوقایۃ حیث اختار الحد المتقدم بظھور التوانی فی الاحکام مزیف بان المراد القدرۃ علی اقامتھا علی ما صرح بہ فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکك واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح اھ ملتقی الابحر و مجمع الانہر میں ہے ھو ظاھر المذھب علی ما نص علیہ السرخسی وھو

اختیار الکرخی والقدوری وقیل قائلہ صاحب الوقایۃ وصدر الشریعۃ وغیرھما مالواجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لا یسعھم وھو اختیار الثلجی وانما اورد بصیغۃ التمریض لانھم قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین مع ان الاول یکون ملائما لشرط وجود السلطان ونائبہ ومناسبا لما قالہ الامام رحمہ اللہ تعالٰی وفی الغایۃ ھو الصحیح اھ ملخصا ھذا جملۃ الکلام وللتفصیل محل اٰخر واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از کلانور ضلع گورداسپور مرسلہ شیخ مراد علی صاحب ۲۱ صفر ۱۳۰۹ھ

بشرف خدمت باعظمت حضرت من مولانا فیاض دارین حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مقیم بریلی زاد اللہ فیضانہ بعد السلام علیکم وتمنائے زیارت خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف چلا آتا ہے اس سے اطمینان حاصل نہیں بعض عالم فاضل قابل فتوٰی کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے عین فرض ہے کوئی امر حالات موجودہ سلطنت سے اُس کے فرضیت کا مانع نہیں خالصاً بلاشک وشبہہ عین فرض یقیناً نماز جمعہ برصدق دل سے آمنّا وصدّقنا سے یقین رکھنا چاہیے اور جو بعد نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیشیں کی پڑھی جاتے ہیں یہ نہیں پڑھنی چاہیے اور بعض بعض عالم فاضل لائق فتوٰی کے بنظر حالات سلطنت وقت کی فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ واقعی عین فرض تھا مگر اس وقت بوجہ نہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھا اب وہ نہیں رہا نماز جمعہ کے بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے ہیں اور فتوٰی دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کا ایک بڑا بھاری رکن اسلام کا ہے اس کا ترک اور ان کا مطلقاً چھوڑنا اچھا نہیں بہرحال پڑھنا نماز جمعہ ثواب اور اچھا ہے اور ساتھ اس کے یہ بھی فتوٰی فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب پیشیں کی معہ فرضوں کے پڑھ لینا ضرور چاہیے اس واسطے جناب میں التماس پیش کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں آیا مطابق فرقہ علمائے اول کے جو عین فرضیت کا فتوٰی فرماتے ہیں یا برخلاف اُس کے اور مطابق فرقہ علمائے گروہ ثانی کی جو مستحب فرماتے اور پیچھے نماز جمعہ کے جملہ نماز پیشیں معہ فرضوں کی احتیاطاً پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بالتشریح اسے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتوٰی سے بہتر اور اولٰی ہو تحریر فرمادیں تاکہ ان دونوں فریق کے بحث مختلف سے یک سو اطمینان حاصل ہو فقط ۲۲ ماہ ستمبر ۱۸۹۱ء

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب - اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف مجمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلٰی واجلِ ضروریات دین سے ہے مگر جمعہ باجماع امت مشروط بشروط ہے ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے جو شرائط اُس کے لیے معین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں اُن کا پورا پورا اجتماع قدرے محل اشتباہ ونزاع ہے مع ہذا یہاں عامہ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں اور اگرچہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمعہ مثل عیدین مطلقاً جائز اسی پر کنز ووافی وکافی وملتقی وتنویر وہندیہ وطحطاوی وشامی وغیرہا میں اعتماد فرمایا امام اجل مفتی الجن والانس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی اور علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما بتایا شرح وقایہ میں ہے بہ یفتی شرح المجمع للعلامۃ البدر العینی میں ہے علیہ الفتوٰی فتح القدیر میں ہے ھو الصحیح وبہ ناخذ تبیین الحقائق وبحر وفتح وشرح وہبانیہ ومنح الغفار

وعقود الدریہ وغیرہا میں ہے الاصح بحرالرائق ودرمختار میں ہے علی المذہب حتی کہ علامہ حسن شرنبلالی وعلامہ محمد بن علی علائی وغیرہمانے قول آخر کے ضعیف ہونے کی تصریح فرمائی مگر عندالتحقیق روایت عدم جواز تعدد بھی ساقط نہیں بلکہ مذہب کا باقوت قول ہے امام طحاوی و تمرتاشی وصاحب مختار نے اسی کو اختیار فرمایا امام فقیہ النفس قاضی خان نے خانیہ میں اسی کو مقدم رکھا خزانۃ المفتین میں اسی پر اقتصار کیا عتابی واخلاطی نے اسی کو اظہر اور جامع الفقہ میں اظہر الروایتین اور امام ملک العلما ابوبکر مسعود نے ظاہر الروایہ کہا تکملہ رازی میں ہے بہ ناخذ حاوی القدسی میں ہے علیہ الفتوی بدائع امام ملک العلما میں ہے علیہ الاعتماد جواہر الاخلاطی میں ہے ہوالصحیح وہوالاصح وعلیہ الفتوی آفندی شامی فرماتے ہیں فہو قول معتمد فی المذہب لاقول ضعیف آن وجوہ کی نظر سے ائمہ مرو واکثر مشائخ بخارا واصحاب امام ابوعبداللہ حاکم شہید واصحاب امام شیخ ابی عمرو واساتذہ صاحب مختار الفتاوی وغیرہم جمہور ائمہ دین وعلمائے معتمدین نے ایسی جگہ ان چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا اور اسی کی محیط برہانی وفتاوی ظہیریہ وفتاوی حجہ وواقعات ومطلب ومختار الفتاوی ونہایہ وکافی و جامع المضمرات وخزانۃ المفتین وفتح القدیر وشرح المجمع وفتاوی سراجیہ وتاتارخانیہ وحلیہ وغنیہ وصغیری ومجمع الانہر وتیسیر المقاصد ونہر الفائق وعالمگیریہ وفتاوی صوفیہ وخزانۃ الروایات وقنیہ وحاوی وغرائب وفتاوی رحمانیہ وطحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح کی اسی کو امام الحسن وامام تمرتاشی وقاضی بدیع الدین ومحقق ابن جرباش وعلامہ ابن الشحنہ وشیخ الاسلام جد ابن الشحنہ وعلامہ باقانی وعلامہ مقدسی وعلامہ ابوالسعود ومحقق شامی وجماعت کثیرہ شراح ہدایہ وغیرہا وغیرہم ائمہ وعلما نے اختیار فرمایا علامہ ابراہیم حلبی نے اسی کو اولی اور امام محمود عینی نے احسن واحوط اور علامہ باقانی نے ہوالصحیح اور سراجیہ میں ہو حسن اور حجہ ومضمرات وغیرہما میں الصحیح المختار رکھا ان سب کتب وعلما کے نصوص فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اپنے فتاوی میں ذکر کیے یہاں بقدر حاجت صرف دوتین عبارت پر اقتصار ہوتا ہے امام محقق علامہ محمد بن محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فقد یقع الشك فی صحۃ الجمعۃ بسبب فقد بعض شروطہا ومن ذلك ما اذا تعددت فی المصر وھی واقعۃ اھل مرو فیفعل مافعلوہ قال المحسن لما ابتلی اھل مرو باقامۃ الجمعۃ فی موضعین مع اختلاف العلماء فی جوازھا امرائمتھم باداء الاربع بعد الجمعۃ حتما احتیاطا علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں عن ھذا وعن الاختلاف فی المصر قالوا فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعۃ ینبغی ان یصلی اربع رکعات ینوی بھا الظھر فالاولی ھو الاحتیاط لان الخلاف فیہ قوی وکون الصحیح جواز التعدد للضرورۃ للفتوی لایمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی امام اجل ظہیر الملۃ والدین مرغینانی اپنے فتاوی میں فرماتے ہیں اکثر مشائخ بخارا علیہ لیخرج عن العھدۃ بیقین فتاوی سراجیہ میں ہے احتاطت الائمۃ فی اکثر البلاد فانھم یصلون الظھر بعد مایؤدون الجمعۃ خلف نواب ھؤلاء وھو حسن ہاں وہ نرے جاہل عامی لوگ کہ تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث اصل جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں انھیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ مفسدہ اشد واعظم کا دفع آکد واہم ہے اُن کے لیے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات واقوال ائمہ مذہب پر اُن کی نماز صحیح ہو جائے لہذا سیدی نور الدین مقدسی نور الشمعہ میں فرماتے ہیں نحن لانأمر بذلك امثال ھذہ العوام بل ندل علیھا الخواص ولو بالنسبۃ الیھم اس تحقیق سے ظاہر کہ

ان بلاد میں مطلقاً صحت جمعہ کو قطعی یقینی بلااشتباہ ماننا افراط اور اقاویل مذہب وخلافیات مشائخ سے غفلت وذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل وتفریط وقواعد شرع ومقاصد ائمہ سے عدول اگر اول حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہولیا اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعت ظہر کو کہ علی المعتمد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی معہذا جمعہ مستحبہ نہ شرع سے معہود نہ کلمات علما اُس کے مساعد پس قول وسط وانصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اُس کا ترک معاذ اللہ ایک شعار عظیم اسلام سے اعراض اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور ناسمجھ عامیوں کے حق میں اغماض واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۱۲، ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاوی ابوالبرکات میں لکھا ہے کہ لاتجوز الجمعۃ حتی یعلم الخطیب معناہ یہ صحیح ہے یا کیا۔ بینوا توجروا

الجواب

خطیب کا معنی عبارت خطبہ سمجھنا شرط کیا معنی ہرگز واجب بھی نہیں کہ آثم کہہ سکیں جمعہ ناجائز ہونا تو درکنار اگر یہ قول صحیح ہوتا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اُس کی تصریحوں سے مالامال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسئلہ جس پر نماز فرض کے صحت وبطلان کا مدار ہو اور متون وشروح وفتاوی کہیں اُس کا پتہ نہ دیں ہرگز عقل سلیم اُسے قبول نہیں کرسکتی والہذا مجتبٰی میں جو بہت سی شرائط نیت نماز فرض ونفل میں ذکر کیں جن کا تصانیف معتمدہ میں وجود نہ تھا علماء نے اسی وجہ سے ان کی طرف اصلا التفات نہ فرمایا اشباہ میں ہے من الغریب مافی المجتبٰی لابد من نیۃ العبادۃ والطاعۃ والقربۃ وانہ یفعلھا مصلحۃ لہ فی دینہ وان یکون اقرب الی ماوجب عندہ عقلا[1] من الفعل واداء الامانۃ وابعد عما حرم علیہ من الظلم وکفران النعمۃ ثم ھذہ النیات من اول الصلاۃ الی اٰخرھا خصوصا عند الانتقال من رکن الی رکن ولابد من نیۃ العبادۃ فی کل رکن والنفل کالفرض فیھا الا فی وجہ واحد وھو ان ینوی فی النوافل انھا لطف فی الفرائض وتسھیل لھا اھ ملخصا غمز العیون میں ہے الغرابۃ فی کون ھذہ الاشیاء لابد من نیتھا فان الفقہاء لم یذکروا ذلک فی کتبھم متونا وشروحا وفتاوی اھ اور مجتبٰی اگرچہ مثل سائر تصانیف زاہدی کتب معتمدہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علماء مابعد نے صدہا مسائل نقل فرمائے مگر ایسے ہی نوادر وغرائب کے باعث پایہ اعتماد سے ساقط ہوئی پھر بالفرض اگر فتاوی ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاوے ایک بات اور وہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شرع سے اصلا دلیل نہیں کیونکر ادنٰی التفات کے قابل ہوسکتی ہے اس میں شک نہیں کہ تدبر معنی جمال محمود وکمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد وصحت کی بنا ہو یہاں تک کہ اصل حضور قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدور فعل وقول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے یہ بھی صحت نماز کے لیے ضروری نہیں ملتقط وخزانہ

---

[1] قلت افصح الزاھدی ھھنا عن اعتزالہ فان الوجوب عند اھل الحق شرعی لاعقلی ۱۲ منہ

وسراجیہ و شرح قیدانی للقہستانی و غمز العیون و ردالمحتار وغیرہا میں ہے لایعتبر قول من قال لاقیمۃ لصلاۃ من لم یکن قلبہ فیہا معہ علامہ شامی نے فرمایا حضور القلب ھو العلم بالفعل والقول الصادرین وھو غیر التفھم لان العلم بنفس اللفظ غیر العلم بمعنی اللفظ اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لیے مشروع ہونا کما قال تعالی فاسعوا الی ذکر اللہ ہرگز اس دعوے کا مثبت نہیں ہوسکتا کہ جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا اندر معنی بد توقف نہیں ورنہ واجب کہ نماز میں بھی فہم معنی فرض ہو قال تعالی اقم الصلوۃ لذکری علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاج فہم و تدبر ہے مرد باید کہ گیرد اندر گوش ؏ ور نشست ست پند بر دیوار ؏ حالانکہ علما تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر بہرے یا سوتے یا اس قدر دور ہوں کہ آواز نہ جائے مگر وقت خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہوگئی فہم معنی جدا نفس سماع کی بھی ضرورت نہیں ردالمحتار میں ہے لایشترط لصحتہا کونہا مسموعۃ لھم بل یکفی حضورھم حتی لو بعدوا عنہ او ناموا اجزأت تنویر میں ہے ولوصماً **اقول** وباللہ التوفیق حقیقت امر یہ ہے کہ ہر چند احکام شرعیہ عموماً حِکَم و مصالح سے ناشی ہوتے ہیں اور مشروعیت خطبہ کی حکمت یہی تذکیر و تذکر ہے مگر حکمت مدار حکم نہیں ہوتی کہ اُس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم آئے مثلاً شرع نکاح کی حکمت تکثیر امت اور نفس کی عفت کہ مرد عنین و زن رتقا و قرنا میں دونوں اور بحالت عقم اول منتفی مگر پھر بھی صحت نکاح میں شبہہ نہیں۔ صوم کی حکمت کسر شہوت اور نفس کی ریاضت پھر اگر کسی شخص کے مزاج پر رطوبت غالب اور اس کی وجہ سے شہوتین میں ضعف ہو کہ روزہ اُسے نافع و موجب قوت پڑے تو کیا اُسے روزے کا حکم نہ دیں گے یا اُس کے صوم کو فاسد مانیں گے وقس علی ھذا۔ یہ سب کلام اُس تقدیر پر ہے کہ عبارت مذکورۂ سوال کا وہ مطلب ہو یہ فتاوی فقیر کے نظر سے نہ گزرا کہ سیاق و سباق دیکھ کر تعیین مراد کی جاتی مگر جتنے لفظ سائل نے نقل کیے فقیر غفر اللہ تعالی لہ کے رائے میں اُن کی عمدہ توجیہ یوں ممکن کہ نیت نام قصد قلبی کا ہے اور قصد شے اُس کے علم پر موقوف آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اُس کا قصد محض بے معنی اور کسی شے کا جاننا اسے نہیں کہتے کہ صرف اُس کا نام معلوم ہو جس کے معنی و مراد سے ذہن بالکل خالی ہو بلکہ اُس کے مفہوم سے آگاہی ضروری ہے مثلاً طوطے کو زید کا نام سکھا دیں تو یہ نہ کہیں گے کہ وہ زید کو جانتا ہے اسی لیے علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نماز فرض میں فرض کی نیت تو کرے مگر یہ نہ جانے کہ فرض کسے کہتے ہیں نماز نہ ہوگی کہ صلاۃ فریضہ میں نیت فرض بھی ضروری تھی جب وہ معنی فرض سے غافل ہے تو لفظ فرض کا خیال ہوا نہ نیت فرض کہ فرض تھی فی الاشباہ عن العنایۃ انہ ینوی الفریضۃ فی الفرض الخ ثم نقل عن القنیۃ ینوی الفرض ولا یعلم معناہ لایجزیہ جب یہ واضح ہولیا اور معلوم ہے کہ صحت خطبہ کے لیے نیت خطبہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر منبر پر جاکر چھینک آئی اور چھینک پر الحمد للہ کہا خطبہ ادا نہ ہوا اشباہ میں ہے اما النیۃ للخطبۃ فی الجمعۃ فشرط صحتہا حتی لو عطس بعد صعود المنبر فقال الحمد للہ للعطاس غیر قاصد لہا لم تصح کما فی فتح القدیر وغیرہ الخ تو لازم ہوا کہ خطیب معنی خطبہ سے آگاہ ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ خطبہ ایک ذکر الہی کا نام ہے تاکہ اس کی نیت کرسکے ورنہ نام خطبہ جانا بھی اور یہ نہ جانا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں کے دیکھا دیکھی بے سمجھے ایک نقل کردیا تو بیشک نماز جمعہ ادا نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہوا نہ نیت خطبہ وقد منا عن الشامی ان العلم باللفظ غیر العلم بمعناہ والشرط انما ھو نیۃ ما یعنی من الخطبۃ لانیۃ لفظ الخطبۃ وھذا ظاھر جدا اور

جب نیت نہ ہوئی کہ شرط صحت خطبہ تھی خطبہ نہ ہوا اور جب خطبہ نہ ہوا کہ شرط صحت جمعہ تھا جمعہ نہ ہوا جس طرح کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی ان کے سے افعال کرے اور معنی نماز سے جاہل ہو یعنی نہ جانے کہ نماز خدا کا ایک فرض ہے کہ بغرض امتثال امر ادا کیا جاتا ہے ہرگز نماز نہ ہوگی اشباہ میں ہے لایعلم ان اللّٰہ تعالٰی علی عبادہ صلاۃ مفروضۃ ولکنہ کان یصلیھا لاوقاتھا لم یجزہ یہ معنی ہیں معنی خطبہ نہ جاننے کے نہ یہ کہ جو عبارت پڑھے اس کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے یہ کسی کا بھی مذہب نہیں۔ ھکذا ینبغی التوجیہ واللّٰہ سبحنہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از افضل گڈھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اس لیے خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ خطبہ مع ترجمہ بزبان غیر عربی جمعہ یا عیدین کا جائز ہے یا نہیں اور توقف مابین ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نماز جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نماز جمعہ میں تاخیر فصل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمۂ خطبہ بھی خطبہ ہے اذ فیھا ما فیھا من الذکر والتذکیر ہاں خطبہ کی تطویل ہوگی اور یہ خلاف سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر ثقیل ہو کہ اب سخت ممانعت ہے لحدیث قولہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم افتان انت یا معاذ قالہ فی الصلاۃ فکیف فی الخطبۃ اور نہ بھی ہو تو خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط خود مکروہ اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما بیناہ فی فتاونا۔ ہاں عیدین میں بعد خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ ہوں بہ نیت وعظ نہ بہ نیت خطبہ عید پند و نصیحت کرسکتا ہے اگرچہ وہی جو خطبہ میں بزبان عربی مذکور ہوئی فقد اتی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم بعد خطبۃ العید الی النساء فوعظھن وذکرھن واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از کلکتہ دھرم تلہ ۱۰۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) قلعہ کلکتہ میں دروازوں پر پہرا چوکی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سو پچاس آدمی بغرض سیر جائیں یا دوسری غرض سے مثلاً کسی کے ملاقات کو تو کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوتا تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں ہاں شب کے ساڑھے نو بجے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں جاسکتے اندر بازار بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیا خریدنے کو جائے کچھ ممانعت نہیں انگریزی جوتا قلعہ میں عمدہ بنتا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چاہے جو چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پاس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا مسجد اندر نہیں ہے جماعت اذان کے ساتھ ہوتی ہے پیشتر کی پلٹن میں مسلمان بکثرت تھے نماز با جماعت ہوتی تھی اب جو پلٹن ہے اس میں ہندو بہت ہیں مسلمان قریب ستر کے ہوں گے انھوں نے کرنیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی نماز پڑھانے کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی اور انھوں نے رکھ لیا ایک وقت میں ایک مسلمان صاحب نے جو پلٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جرنیل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان سے حجت کی اور مار پیٹ ہوئی کرنیل نے ان تنہا مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے

ممانعت کردی اور اُن سب سے کہہ دیا اگر یہ شخص تمھاری نماز کی جگہ آئے تو اُس کو قید کرلو اور ہمارے پاس پہنچادو ایسی حالت میں نماز جمعہ قلعہ کے اندر ادا ہوجائے گی یا نہیں۔ (۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے رکعت نماز سنت پڑھنا چاہیے فرضوں سے پہلے کے رکعت اور بعد فرضوں کے کے رکعت اور احتیاطی ظہر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب۔ اذن عام کہ صحت جمعہ کے لیے شرط ہے اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لیے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقت جمعہ کے سوا باقی تمام اوقات نماز میں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں نہ کہ صرف رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح کے پانچ بجے تک، کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر و قلعہ شاہی عام اوقات میں گزرگاہ عام نہیں ہوسکتے کافی شرح وافی میں ہے السلطان اذا اراد ان یصلی بحشمہ فی دارہ فان فتح بابھا واذن للناس اذنا عاما جازت صلاتہ شھدتھا العامۃ اولا اور بے پاس کسی چیز کی باہر لانے کی ممانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی نہیں رکھتی کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے یونہی مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہیے اوروں کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام اور اذن اگرچہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں ردالمحتار میں ہے المراد الاذن من مقیمھا مگر بر ظاہر کہ تحقق معنی اذن کے لیے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہوکر باذان و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عامہ دیدیں مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازوں پر پہرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وہ اذن عام محض لفظ بے معنی ہوگا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہوسکتا پس ما نحن فیہ میں دو باتیں محل نظر ہیں **اولاً** اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اُسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے طحطاوی میں ہے لو ارادوا الصلاۃ داخلھا و دخلوھا جمیعا لم یمنعوا اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرا ہونا کچھ مضر نہ ہوگا کہ پہرا وہی مانع ہے جو مانع دخول ہو ولہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابین نہ فرمایا بلکہ لیمنعوا عن الدخول بڑھایا یونہی رحمانیہ میں محیط سے منقول ان اجلس البوابین علیھا لیمنعوا عن الدخول لم تجزھم الجمعۃ تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی چیز اندر سے باہر نہ جائے پہرا ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفاد اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہ جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اُس میں جمعہ نہیں ہوسکتا بدائع میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا تسمی جمعۃ لاجتماع الجماعات فیھا فاقتضی ان تکون الجماعات کلھا مأذونین بالحضور تحقیقا لمعنی الاسم **ثانیاً** اگر ثابت ہوجائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے ممانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہوجاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ ممانعت ان مقیمان

جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کرنیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخوف کرنیل نہ آتا ہو تو ان صورتوں میں بھی صحت جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمین جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود نہ آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہوسکتا جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لیے مقید کرلے کہ مسجد میں نہ جانے پائیں تو نہ یہ قادح اذن عام نہ مقیمان جمعہ پر اس کا الزام بلکہ ظاہراً ممانعت کرنیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کرنیل کو پرخاش سے کیا مطلب اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہیے کہ وہ شخص فی الواقع شریر، مفسد و موذی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو اُس کی ممانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قادح اذن عام نماز سے روکنا ہے کما فی الطحطاوی عن الحلبی لابدمن حملہ علی ما اذا منع الناس من الصلاۃ شرح عیون المذاہب پھر مجمع الانہر پھر درمختار پھر فتح المعین علامہ ابوالسعود ازہری میں ہے واللفظ لہ الجمعۃ بالقلعۃ صحیحۃ ان غلق بابھا لان الاذن العام مقرر لاھلھا وغلقہ لمنع عدو وعادۃ قدیمۃ لا للمصلی اور یہ روکنا درحقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے کما فی الشامی عن الطحطاوی لایضر منع نحو النساء لخوف الفتنۃ انتھی **اقول** وتعلیلہ بعدم التکلیف معلول بما فی الشامی عن العلامۃ اسمٰعیل مفتی دمشق الشام تلمیذ المحقق العلائی صاحب الدرالمختار عن العلامۃ عبدالعلی البرجندی شارح النقایۃ ان الاذن العام ان لایمنع احدا ممن تصح منہ الجمعۃ کما لایخفی فافھم علماء خود فرماتے ہیں کہ موذیوں کو مساجد سے روکا جائے کما فی عمدۃ القاری للامام البدر محمود العینی وفی الرسائل الزینیۃ للعلامۃ زین بن نجیم المصری وفی الدرالمختار یمنع منہ (ای من المسجد) کل موذ ولو بلسانہ تو یہ روکنا کہ مطابق شرع ہے منافی اذن نہیں اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلماً بلاوجہ یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلاشبہہ ان کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی ممانعت بھی اذن عام کی مبطل فقد مر عن الشامی عن اسمٰعیل عن البرجندی ان لایمنع احدا جامع الرموز میں ہے الاذن العام بالصلاۃ بان یفتح باب الجامع اودار السلطان بلامانع لاحد من الدخول فیہ اھ ھذا کلہ مما اخذتہ تفقھا من کلماتھم وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی (۲) دس سنتیں ہیں چار پہلے چار بعد ہی منصوص علیھن فی المتون قاطبۃ وقد صح بھن الحدیث فی صحیح مسلم اور دو بعد کو اور۔ کہ بعد جمعہ چھ سنتیں ہونا ہی حدیثاً و فقھاً اثبت واحوط ومختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں ان دو سے مؤکد تر ہیں۔ الحدیث ابوداؤد بسند صحیح والحاکم وصححہ علی شرط الشیخین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما انہ کان اذا کان بمکۃ فصلی الجمعۃ تقدم فصلی رکعتین ثم تقدم فصلی اربعا (وفیہ) فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعل ذٰلک ھذا مختصر وتمام الکلام علیہ فی الفتح الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبدالرحمٰن السلمی قال قدم علینا عبداللہ (یعنی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ) فکان یصلی بعد الجمعۃ اربعا فقدم بعدہ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ فکان اذا صلی الجمعۃ صلی بعدھا رکعتین واربعا فاعجبنا فعل علی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فاخترناہ۔ الفقہ فی ابی السعود الازہری تحت قول مسکین قال ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ السنۃ بعد صلاۃ الجمعۃ ست رکعات اھ وبہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ منھم عن عیون المذاھب والتجنیس اھ فی الجواھر الاخلاطی ھو ماخوذ القاضی واخذ بہ اکثر المشائخ وھو المختار اھ فی مجمع الانھر بہ اخذ الطحاوی واکثر المشائخ منا وبہ یعمل الیوم اھ فی البحر الرائق فی الذخیرۃ والتجنیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی یوسف وفی منیۃ المصلی والافضل عندنا ان یصلی اربعا ثم رکعتین اھ فی الغنیۃ الافضل ان یصلی اربعا ثم رکعتین للخروج عن الخلاف اھ اور عام لوگوں کو احتیاطی ظہر کے کچھ ضرورت نہیں۔ کما فصلنا فی فتاونا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ - از بھورہ کلاں پرگنہ وضلع پیلی بھیت مرسلہ شیخ سالار بخش ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت فرض ظہر مثل نفل یعنی چاروں رکعتوں میں سورت ملا کر پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہ شہر وقصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی یہ رکعتیں چاروں سنت بعدیہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضائے عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح وثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بہ نیت فرض نہ ادا کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہوگا اور اب یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر ٹھہری فرض ہو جائے گی اور جب یوں نیت صحیحہ سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اُسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے۔ یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم الٰہی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہوگا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ پچھلی ہے جس کا وقت اسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی اسی لحاظ سے جس پر قضائے عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سورت نہ ملائی تو واجب چھوٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی ہاں جس پر قضائے عمری ہے اُسے پچھلی دو میں سورت ملانے کی حاجت نہیں کہ اُس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ سب تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک وتردد کا حکم نہیں کہ نیت وتردد باہم منافی ہیں اگر یوں مذبذب نیت کی تو وہ مقصود احتیاط ہرگز حاصل نہ ہوگا لہذا اُسی طرح گول نیت بے خیال تردد بجالائے اور واقع کا معاملہ علم الٰہی پر چھوڑ دے پھر ایسی تصحیح نیت نرے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور ان سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ

جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں یا سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دوہرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ اسی لیے علما نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے اُن کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر اُن کی نماز ٹھیک ہوجائے اُنھیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کرسکتے ہوں اور اُن سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط بجالائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ادا ہوجائے اور شبہ واحتمال کی گنجائش نہ رہے فقیر اپنے فتاوی میں یہ مسئلہ مفصل ومدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دو تین عبارات پر اقتصار ہوتا ہے فتاوی عالمگیری میں ہے فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة لوقوع الشك فی المصر اوغیرہ واقام اھله الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات وینووا بھا الظھر حتی لو لم تقع الجمعة موقعھا یخرج عن عھدة فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی وھکذا فی المحیط ثم اختلفوا فی نیتھا قیل ینوی اٰخر ظھر علیه وھو الاحسن والاحوط ان یقول نویت اٰخر ظھر ادرکت وقته ولم اصله بعد کذا فی القنیة وفی فتاوی آھو ینبغی ان یقرء الفاتحة والسورة فی الاربع التی تصلی بعد الجمعة فی دیارنا کذا فی التاتارخانیة حلیہ میں ہے قد یقع الشك فی صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطھا ومن ذلك ما اذا تعددت فی المصر وھی واقعة اھل مرو فیفعل ما فعلوہ وقال المحسن امرائمتھم باداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا طحطاوی میں ہے قال الحلبی الاولی ان یصلی بعد الجمعة سنتھا ثم الاربع بھذہ النیة ثم رکعتین سنة الوقت فان صحت الجمعة کان قد ادی سنتھا علی وجھھا والا فقد صلی الظھر مع سنته۔ ابوالسعود مراقی الفلاح میں ہے لفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجھلة ان الجمعة لیست بفرض او تعدد المفروض فی وقتھا ولا یفتی بالاربع الا الخواص یکون فعلھما ایاھا فی منازلھم اھ وبمثله صرح المحققون الآمرون کالمقدسی وغیرہ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از فیروز پور ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں (۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کرلیں جو دربارۂ ترقی عبادت ہوں جائز ہے یا نہیں مثلاً اگر دیہات میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہووے اور بدیں حکم حنفی پڑھیں تو جائز ہوگا یا ناجائز اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرض ظہر اُن کے ذمہ باقی رہے گا (۲) اگر بنظر شبہ ناجواز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعت دیگر بدیں نیت کہ اگر جمعہ جائز نہ ہوا یہ رکعتیں فرض ظہر میں شمار ہوجائیں ورنہ نفل رہیں بدیں خیال کہ روز قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنن ونوافل سے پوری کیے جائیں گے پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں۔ اور یہ بات اکثر جگہ رواج میں ہے یہ رواج جائز ہے یا نہیں (۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولٰی ہے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے لائق کہنے کے ہے یا نہیں (۴) حاکم یا قاضی یا بادشاہ یا نائب کا موجود ہونا جو مشروط ہے اور وہ شرط ہندوستان میں کہیں میسر نہیں پھر آخر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ایک شرط پر لحاظ نہیں کیا جاتا ایسا ہی اگر بعض شرائط "حوالی شہر یا آبادی مساوی منی" نہ لحاظ کیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں (۵) یہ جو علما لکھتے ہیں کہ جس بستی کے مسلمان مکلف وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سماویں وہاں جمعہ جائز ہے یہ مردم شماری دیہہ سے مراد ہے یا تعداد نمازیوں سے اندرون مسجد سے یا مع صحن مسجد (۶) جماعت میں بقول بعض ائمہ علاوہ دو آدمی اور بقول بعض چالیس آدمی لکھے ہیں مالابدمنہ میں۔ اگر موجب اس کے

چالیس آدمی سے کم ہیں جمعہ پڑھا جاوے تو جائز ہوگا یا ناجائز (۷) جن دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں کی آبادی کم ہے کہ شہریت اُس کو حاصل نہیں وہاں کے لوگوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے باز رکھا جاوے اور کہا جاوے کہ فرض ظہر تمھاری ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جائز ہوگا یا ناجائز درحالیکہ وہ جمعہ پڑھنے دوسرے جائز جگہ پر جانے والے نہ ہوں۔ بینوا توجروا

الجواب

حتی الامکان چاروں مذہب بلکہ جمیع مذاہب ائمہ مجتہدین کی رعایت ہمارے علما بلکہ سب علما مستحب لکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ اُسی وقت تک ہے کہ اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو ورنہ ایسی رعایت کی اجازت نہیں فی ردالمحتار لیس لہ ان یرتکب مکروہ مذھبہ لیراعی مذھب غیرہ کما مرتقریرہ اول الکتاب جب مکروہ کے سبب یہ حکم تو امر حرام وناجائز کے لیے کیونکر اجازت ہوسکتی ہے۔ دیہات میں جمعہ پڑھنا خود ناجائز ہے فی الدرالمختار تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ پھر اس کے سبب جماعت ظہر ترک ہونا دوسرا گناہ اور ہر گناہ قابل مواخذہ اور اگر ظہر نہ پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذاللہ عمداً ترک کی فرض ظہر کا ذمہ پر رہ جانا کیا کوئی ہلکی بات ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور ضعفِ اسلام کا عذر قابل سماعت نہیں ضعف تو یوں ہیں ہے کہ اکثر اہل اسلام کو جائز ناجائز کی چنداں پرواہ نہ رہی نہ کہ وہ ناجائز جسے عبادت سمجھ کر بجالائیں رونق اسلام اتباع احکام میں ہے نہ بے قیدی میں والذنب یجرالی الذنب والقلیل ید عوالی الکثیر ومالنا الافتاء الا بالمذھب وقد قال العلماء فی عدۃ مسائل فی المذھب لایفتی بھا کیلا یتوصل العوام الی ھدم المذھب فیکف بما لیس من المذھب فی شیئ وباللہ العصمۃ۔ اور سلطان یا اُس کے مامور و ماذون کا اقامت جمعہ کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت ساقط ہوجاتی ہے مگر شرط مصر کا اس پر قیاس صحیح نہیں کہ غیر مصر میں اقامت جمعہ خود شرع مطہر نے ضرور نہ ٹھہرائی بلکہ وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے اسقاط میں ضرورت کے کیا معنی۔ غرض دیہات میں جمعہ کی ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی الشامی عن القھستانی عن الجواھر لوصلوا فی القری لزمھم اداء الظھر۔ یہاں تک چار سوالوں کے جواب ہوگئے (۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہوا تو فرض ورنہ نفل ہرگز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہوا تو فرض ظہر ذمہ پر باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعیین شرط ہے شک و تردد کافی نہیں فی التنویر لابد من التعیین عند النیۃ لفرض ولو قضاء وواجب بلکہ اشتباہ کی جگہ یہ کرے کہ جمعہ پڑھتے وقت عزم وجزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنت بعدیہ بنیت سنت وقت پڑھے پھر یہ چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی پھر دو سنتیں بنیت سنت وقت پڑھے اس کا یہ فائدہ ہوگا کہ جمعہ صحیح ہوگیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نادانستہ جو اس کے ذمہ رہ گئی تھی اُس میں محسوب ہوجائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی اور اگر جمعہ نہ ہوا تو یہ فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلیہ وبعدیہ بترتیب ادا ہوجائیں گے یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ یہ کہ نیت میں یوں شک و تردد کرے یوں ہرگز فرض ادا نہیں ہوسکتے تو وہ مقصود احتیاط کہاں حاصل ہوا۔ ان رکعتوں کا رواج جائز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علما نے حکم دیا ہے مگر اُن جاہلوں کو نہیں جو

نیت صحیح نہ کرسکیں یا اُن کے باعث جمعہ کے دن دوپہرے فرض سمجھنے لگیں ولہذا علما فرماتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے علمگیری میں ہے ینوی اٰخرظھرعلیہ وھوالاحسن مراقی الفلاح میں ہے لایفتی بالاربع الاالخواص مگر یہ اُس جگہ کے لیے ہے جو شہر یا فنائے شہر ہو اور تعدد جمعہ وغیرہ وجوہ کے سبب صحت جمعہ میں اشتباہ ہو گاؤں میں جمعہ اصلا جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اُس کی تلافی چاہیں (۵) بعض علما نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اُس میں بستی کی مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لنجھے لولے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں ایسے معذوروں یا بچوں عورتوں غلاموں مسافروں کے گنتی نہیں اور مسجد سے پوری مسجد مع صحن مراد ہے نہ فقط اندر کا درجہ فی التنویر ھوما لایسع اکبرمساجدہ اھلہ المکلفین بھا فی الشامی عن الطحطاوی عن القھستانی احترز بہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین (۶) ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صحت نماز جمعہ کے لیے امام کے سوا تین مرد عاقل بالغ درکار ہیں اس سے کم ہیں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں فی التنویر والجماعۃ اقلھا ثلثۃ رجال سوی الامام۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دعا کرنا چاہیے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

ہرگز نہ چاہیے یہی احوط ہے ردالمحتار میں ہے اجابۃ الاذان ح مکروھۃ نھرالفائق پھر درمختار میں ہے ینبغی ان لایجیب بلسانہ اتفاقا فی الاذان بین یدی الخطیب اُسی میں ہے اذاخرج الامام من الحجرۃ ان کان والافقیامہ للصعود فلا صلاۃ ولاکلام الی تمامھا وقالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ وبعدھا اذاجلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اما غیرھا فیکرہ اجماعا وعلی ھذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عندہ والعجب ان المرقی ینھی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ اھ ملخصا ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلا نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذھب اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہہ جائز ہے وقد صح کلا الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ یہ قول مجمل ہے وتفصیل المقام مع نھایۃ الغایۃ وازالۃ الاوھام فی فتاونا بتوفیق الملک العلام واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از بلگرام ضلع ہردوئی محلہ میدانپورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بآواز بلند کہنا چاہیے یا باخفا اور اگر باواز بلند کہے تو کچھ حرج تو نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

نہ آواز نہ باخفا بلکہ تنہا اعوذ آہستہ پڑھ کر حمد الٰہی سے شروع کرے فی الدرالمختار یبدؤ بالتعوذ سرا فی ردالمحتار قولہ یبدؤ ای قبل الخطبۃ الاولی بالتعوذ سرا ثم بحمد اللہ تعالٰی والثناء علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کلکتہ دھرم تلہ ۶۱ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد متضمن وعظ و نصیحت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً کیسا ہے اور عوام کا یہ عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابل قبول ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ قرنا فقرنا اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ معمول و متوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے در مختار میں ہے توارثہ المسلمون فوجب اتباعھم زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بحمد اللہ ہزارہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انہوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھا یا اس میں دوسری زبان خلط کیا ہو وکل ما وجد مقتضیہ عینا مع عدم المانع ثم ترکوہ دل علی انھم کفوا عنہ فکان ادناہ الکراھۃ عوام کا یہ عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں مسموع ہونے لگا بات یہ ہے کہ شریعت مطہرہ نے علم سیکھنا سب پر واجب کیا ہے عوام کہ نہیں سمجھتے سبب یہ ہے کہ نہیں سیکھتے تو قصور ان کا ہے نہ کہ خطیب کا آخر عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لیے قرآن اردو میں پڑھا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر پوربندر ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈ روڈ مسؤلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں خطیب کو وقت خواندگی خطبہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا نہیں فقط

الجواب

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا بعض نے مکروہ اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو وذلک لان الفعل اذا تردد بین السنیۃ والکراھۃ کان ترکہ اولٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ و عیدین میں ہر خطبہ اشعار عربی و فارسی و ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

شعر کی نسبت حدیث میں فرمایا وہ ایک کلام ہے جس کا حسن حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون پر مدار ہے اگر اچھا ذکر ہے شعر بھی محمود اور

براتذکرہ ہے توشعر بھی مذموم بحور، عروض پر موزوں ہوجانا خواہی نخواہی قبح کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک و استغراق تام متکلم کے حق میں شرع کو سخت ناپسند اخرج البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی المعجم الاوسط وابویعلی عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما وھذا والدارقطنی عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما والامام الشافعی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما مرسلاً قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الشعر بمنزلۃ الکلام فحسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام قال المناوی اسنادہ حسن خود حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد اقدس میں منبر بچھاتے وہ اس پر کھڑے ہوکر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمد وثنا و مفاخرت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ جب تک اس کام میں رہتا ہے اللہ تعالٰی جبرئیل سے اس کی مدد فرماتا ہے اخرج الامام البخاری فی الجامع الصحیح عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یضع لحسان بن ثابت منبرا فی المسجد یقوم علیہ قائما یفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوینافح ویقول رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ یؤید حسان بروح القدس ما نافح اوفاخر عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدی عارف باللہ امام الاولین شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں ما کان منہ یعنی من الشعر فی الزھد والمواعظ والحکم وذم الدنیا والتذکیر بآلاء اللہ ونعت الصالحین وصفۃ المتقین ونحو ذلک مما یحمل علی الطاعۃ ویبعد عن المعصیۃ محمود الخ تو اگر خطبہ جمعہ یا عیدین میں احیاناً دو چار عربی اشعار حمد ونعت وعظ وتذکیر وذم دنیا ومدح عقبٰی کے پڑھے جائیں کوئی مانع نہیں بلکہ خود اشد الامۃ فی امر اللہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی فقد اخرج العسکری فی المواعظ عن ابی خالد الغسانی قال حدثنی مشیخۃ من اھل الشام ادرکوا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قالوا لما استخلف صعد المنبر فلما رآی الناس اسفل منہ حمد اللہ ثم کان اول کلام تکلم بہ بعد الثناء علی اللہ وعلی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ھون علیک فان الامور ؛ بکف الالہ مقادیرھا ؛ فلیس باتیک منہیھا ؛ ولاقاصر عنک مامورھا یعنی جب امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو اپنے سے نیچا دیکھ کر حمد الٰہی بجالائے پھر ثنائے خدا و نعت مصطفٰی جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد پہلا کلام جو زبان مبارک پر لائے یہ اشعار تھے جن کا حاصل یہ کہ اپنے اوپر نرمی کر کہ سب کاموں کے اندازے اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہیں جو مقدر نہیں وہ تیرے پاس آنے کا نہیں اور جو مقدر ہے وہ تجھ سے کمی کرنے کا نہیں ذکرہ العلامۃ ابراھیم بن عبداللہ الیمنی المدنی فی الباب السابع عشر من کتاب القول الصواب فی فضل امیر المومنین عمر بن الخطاب من کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء مگر ان خطبوں کا تمام وکمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہیے کہ بلاوجہ کلمات مسنونہ سے اعراض بلکہ طریقہ متوارثہ کی تغییر ہے اور نظم خالص خطبہ میں ترک سنت تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلمات علما میں مصرح۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے فی المحیط یقرأ فی الخطبۃ سورۃ من القرآن او اٰیۃ فالاخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقرأ القرآن فی خطبتہ لاتخلو عن سورۃ او اٰیۃ علامہ طحطاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا یزید فیہا الدعاء للمومنین والمومنات بدل الوعظ

فی الاولٰی ولا یغلظ فیھا ولیس قراءۃ اٰیۃ فیھا کذا فی البحر[1] درمختار میں ہے یسن خطبتان بجلسۃ بینھما وتارکھا مسیئ علی الاصح کترکہ قراءۃ قدر ثلث اٰیات اھ ملخصا **قلت** وبقولہ قدر ادخل اٰیۃ طویلۃ تکون قدر ثلث فانما فع ۱۱ور دفی ردالمحتار وعلیک بما علقناہ علیہ[2] یونہیں زبان عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانۂ صحابہ وتابعین وائمہ دین سے خطبہ خاص زبان عربی میں ہونا متوارث ہے کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی شرح الموطا عہد سلف میں بحمد اللہ ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے ہزارہا منبر نصب کیے گئے عامۂ حاضرین اہل عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تفہیم کے لیے خطبۂ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھا یا اُس میں دوسری زبان کا خلط کیا اور سنت متوارثہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے درمختار میں فرمایا ان المسلمین ما توارثوہ وجب اتباعھم ای ثبت وتأکد **اقول** وتحقیقہ ان التذکیر بالعجمیۃ لما کان المقتضی لہ بعینہ موجودا والمانع مفقودا ثم لم یفعلوا کان ذلک کفا منھم لا ترکا والکف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف الترک اذ لامعنی لتوارثہ ولامساغ للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول بل ولا مقدور کما نص علیہ الاکابر الصدور قال فی الاشباہ والنظائر التروک لایتقرب بھا الا اذا صار الترک کفا ھو فعل وھو المکلف بہ فی النھی لا الترک بمعنی العدم لانہ لیس داخلا تحت القدرۃ للعبد کما فی التحریر اھ یعنی تحریر الاصول للامام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالٰی اتقن ھذا فانہ من اجل المھمات۔ بااینہمہ اگر خطبۂ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعار پند ونصائح اُردو میں پڑھے جائیں جیسا آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول ہے تو غایت اس کی بس اس قدر کہ خلاف اولٰی ومکروہ تنزیہی ہے اس سے زیادہ اُسے مکروہ تحریمی وگناہ وممنوع وبدعت سیئہ قرار دینا محض بے دلیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبۂ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

غیر خطیب کا نماز پڑھانا اولٰی نہیں فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی غیر الخطیب وھکذا فی الفتاوی عالمگیریۃ ناقلا عن الکافی اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے تو اس میں اختلاف ہے عالمگیری میں ناقلا عن الزاھدی خطیب کا صالح امامت جمعہ ہونا شرط ٹھہرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط نہ ہوگا عبارتہا ھذہ

---

[1] اقول ذکرہ فی البحر استظھارا من قول التجنیس والمزید الثانیۃ کالاولی الخ فلیتنبہ ۱۲ منہ

[2] قال العلامۃ الشامی ای یکرہ الاقتصار فی الخطبۃ علی نحو تسبیحۃ وتھلیلۃ مما لایکون ذکرا طویلا قدر ثلث اٰیات او قدر التشھد الواجب ولیس المراد ان ترک قراءۃ ثلث اٰیات مکروہ لان المصرح بہ فی الملتقی والمواھب ونور الایضاح وغیرھا ان من السنن قراءۃ اٰیۃ اھ وکتبت علیہ ما نصہ اقول بل ھو مفاد صریح اللفظ ولو کان المراد ما اولتم بہ لقال کترکہ قدر قراءۃ ثلث اٰیات وھذا اشبہ بالتبدیل منہ بالتاویل ولا یرید الشارح ثلث اٰیات عینا حتی یرد علیہ ما ذکرتم وانما قال قدرھا فادخل اٰیۃ او اٰیتین بقدر ثلث وھو مراد من قال اٰیۃ بدلیل ما فی الھندیۃ عن الجوھرۃ مقدار ما یقرأ فیھما من القراٰن ثلث اٰیات قصار او اٰیۃ طویلۃ اھ فالتأم الکلمات وحصحص الحق والحمد للہ ۱۲ منہ

واما الخطیب فیشترط فیہ ان یتاھل للامامۃ فی الجمعۃ کذا فی الزاھدی۔ اشباہ والنظائر وفتاوی خلاصہ وتنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا حیث قال فی الاشباہ لوخطب باذن السلطان وصلی بالغ جاز وفی تنویر الابصار فان فعل بان خطب صبی باذن السلطان وصلی بالغ جاز وفی الخلاصۃ صبی خطب بامر السلطان وصلی الجمعۃ مصل بالغ یجوز درمختار میں اسی کو مختار قرار دیا حیث قال بعد قولہ جاز ھو المختار بہر حال صونا عن الخلاف نابالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از لشکر گوالیار محکمۂ ڈاک مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

نماز جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جاویں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پورے ادا ہوتے ہیں تو پھر یہ رکعتیں غیر ضرور ہیں اور اگر جمعہ بموجب مذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے نماز ظہر پڑھی جاوے اگر احتیاطاً دونوں پڑھی جاتی ہیں تو پھر ہم مقلد اور حنفی کیا ہوئے آمین بالجہر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والے بھی یہی عذر کرسکتے ہیں مفصل طور پر ارشاد فرمائیے کہ سائل کو تسکین ہو زیادہ نیاز۔

الجواب

عبادات بشدت محل احتیاط ہیں اور خلاف علما سے خروج بالاجماع مستحب جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی ردالمحتار وغیرہ قراءت مقتدی ورفع یدین وجہر بآمین ہمارے مذہب میں باتفاق ائمہ ممنوع ومکروہ وخلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی المذہب کا ارتکاب صاف ہے بخلاف فرض احتیاطی کہ بسبب تعدد جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں کہ جواز تعدد مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول ومفتی بہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی ومصحح ہے فی ردالمحتار جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن فیہ شبھۃ قویۃ لان خلافہ مروی عن ابی حنیفۃ ایضا واختارہ الطحاوی والتمرتاشی وصاحب المختار وجعلہ العتابی الاظھر وقد علمت قول البدائع انہ ظاھر الروایۃ وفی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظھر الروایتین عن الامام قال فی النھر وفی الحاوی القدسی وعلیہ الفتوی وفی التکملۃ للزاھدی وبہ ناخذ اھ فھو حینئذ قول معتمد فی المذھب لاقول ضعیف اھ ملخصا پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی بجماعت نہیں ہوتے منفرداً بہ نیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لیے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ انہیں حاجت تو فرق ظاہر ہوگیا اور اعتراض ساقط وتفصیل القول فی تلک الرکعات قد سبقت فی فتاونا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از نودیا ضلع بریلی غرہ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اُس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اُس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کردینا یا دونوں جا جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

قصبہ وشہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں نماز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ افضل حتی الوسع ایک جگہ ہونا ہے اور اگلی مسجد جامع کو

ترک کردینے کے اگر یہ معنی کہ اُس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے تو قطعاً ناجائز کہ مسجد کا ویران کرنا ہے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد جدید میں ہو اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کوئی مصلحت شرعیہ قابل قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ ورنہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اُس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع مساجد بادشاہوں کے حکم سے بنی ہوئی ہیں واجب ہے یا مستحب اور ان شہروں میں نماز جمعہ میں کچھ وہم یا شبہہ ہے یا نہیں بحوالہ کتاب مع عبارت لکھا جائے۔

الجواب

بعض شرائط صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اختلاف واشتباہ ہے ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کیلئے نہ ایسے عوام کو جو تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں اُن کے لیے ایک مذہب پر صحت بس ہے یہ رکعتیں بحال توہم عدم صحت تو صرف مندوب ہیں اور بحال شک واشتباہ ظاہر وجوب ردالمحتار میں ہے نقل مقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظہر احتیاطا ومثلہ فی الکافی والقنیۃ امرائمتھم بالاربع بعدھا حتما احتیاطا قال المقدسی ذکر ابن الشحنۃ عن جدہ التصریح بالندب وبحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوھم اما عند قیام الشک والاشتباہ فالظاھر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الھمام مایفیدہ وقال المقدسی نحن لانامر بذلک امثال ھذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیھم اھ ملخصا تحقیق مسئلہ ہمارے فتاوی اور رسالہ لوامع البھا فی المصر للجمعۃ والاربع عقبیھا میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملاظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ جمعہ بکدام سال مفروض شد۔

الجواب

ہم بسال اول از ہجرت علی الصحیح المشھور عند الجمھور فی شرح المواھب للزرقانی الایۃ مدینۃ فتدل علی انھا فرضت بالمدینۃ وعلیہ الاکثر وقال الشیخ ابو حامد فرضت بمکۃ قال الحافظ وھو غریب وفی شرح الموطا لہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سفر الھجرۃ لما خرج من قبا یوم الجمعۃ حین ارتفع النھار ادرکتہ الجمعۃ فی بنی سالم بن عوف فصلاھا بمسجد ھم نسمی مسجد الجمعۃ وھی اول جمعۃ صلاھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذکرہ ابن اسحق اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ - از درو ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدۂ سہو امام کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

ہاں علمائے کرام نے بحالت کثرت جماعت جبکہ سجدۂ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط و افتتان کا اندیشہ ہو اُس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اولٰی قرار دیا فی الدرالمختار السہو فی صلاۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنۃ کما فی جمعۃ البحر واقرہ المصنف وبہ جزم فی الدرر۔ ردالمحتار میں ہے الظاہر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذلک کما بحثہ بعضھم ط وکذا بحثہ الرحمتی وقال خصوصا فی زماننا وفی جمعۃ حاشیۃ ابی السعود عن العزمیۃ انہ لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ اھ قولہ وبہ جزم فی الدرر لکنہ قیدہ محشیھا الوانی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک ط واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ - از ریاست رامپور محلہ ملاظریف گھیر منشی عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہ مولوی عبدالرؤف صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ مع خطبہ پڑھا کر فارغ ہوئے اب اُس وقت پندرہ سولہ آدمی اسی مسجد میں بعد نماز جمعہ آ گئے اب یہ آیندگاں اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ظہر برتقدیر ثانی جماعت سے پڑھیں یا منفرد۔ عبدالحی صاحب مرحوم نے اپنے مجموعۂ فتاوی میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کرکے تحریر کیا ہے مگر عالمگیری کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ وہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

عالمگیری میں یہ مسئلہ خانیہ سے ماخوذ ہے اور اسی کی مثل فتاوی ظہیریہ و بحرالرائق و درمختار وغیرہا میں مذکور قال فی البحر قال فی الظھیریۃ جماعۃ فاتتھم الجمعۃ فی المصر فانھم یصلون الظھر بغیر اذان ولا اقامۃ ولا جماعۃ تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول توحد پر تو ظاہر وعلیہ یبتنی تعلیل الھدایۃ لمسألۃ المعذور بقولہ لما فیہ من الاخلال بالجمعۃ اذھی جامعۃ الجماعات اھ قال فی الفتح وتبعہ فی البحر ھذا الوجہ مبنی علی عدم جواز تعدد الجمعۃ فی المصر الواحد الخ زاد فی البحر وھو خلاف المنصوص علیہ روایۃ ودرایۃ اھ **اقول** علّلہ فی الھدایۃ بتعلیلین الاول ما ذکر والثانی ما عولتم علیہ حیث قال بعدہ والمعذور قد یقتدی بہ غیرہ اھ ولا غرو فی تعلیل المسألۃ علی کل من القولین علی ان قول التوحد ایضا قول قوی فی المذھب کما یظھر مما علقنا علی ردالمحتار وقد اوردناہ فی فتاونا والاعتراض بمثل ھذا علی مثل ھذا الامام من مثل ھذا الفاضل العلام مما یفضی الی العجب وقد تبع فیہ الفتح ولکن الفتح انما اقتصر علی ما قدمت ثم قال وعلی الروایۃ المختارۃ عند السرخسی وغیرہ من جواز تعددھا فوجہہ انہ ربما یتطرق غیر المعذور الی الاقتداء بھم الخ ولم یذکر ما ذکرہ ھذا البحر فھو لیس بمجرح بل شارح بتوزیع الدلیلین علی القولین واللہ الموفق اور قول عدم تعدد پر بھی اُس میں صور متعددہ متصور از انجملہ یہ کہ سب جگہ نماز ہو چکی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لیے کم سے کم چار درکار بہرحال

یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعہ مسجد واحد میں نص نہیں اب اصل سوال پر نظر کیجیے فتاوائے لکھنؤ بعض احباب سے منگا کر دیکھا گیا اُسی میں اس حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا صرف صحت تعدد و فرضیت جمعہ پر بنائے کار کرکے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگوں کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں ہو تو اولیٰ ہے اور اگر اُسی مسجد میں ہو تو بھی کچھ حرج نہیں **اقول** وباللہ التوفیق صحت جمعہ کے لیے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں ع ہزار نکتۂ باریک تر زمو اینجاست ؛ ہر شخص اقامت و امامت جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطان اسلام یا اُس کا مامور یا علی الخلاف مامور کا نائب بنایا ہوا بالضرورت یا بلاضرورت اور جہاں استیذان سلطان متعذر ہو تو جسے عامۂ مومنین خطیب و امام جمعہ مقرر کرلیں تنویر الابصار و درمختار میں ہے یشترط لصحتہا السلطان او مامورہ باقامتہا واختلف فی الخطیب المقرر من جہۃ الامام الاعظم او نائبہ ھل یملک الاستنابۃ فی الخطبۃ فقیل لامطلقا وقیل ان لضرورۃ جاز والا لا وقیل یجوز مطلقا وھو الظاھر من عباراتھم ففی البدائع کل من ملک الجمعۃ ملک اقامۃ غیرہ ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ اھ ملتقطا سراجیہ میں ہے والی مصر مات فصلی بھم خلیفۃ المیت او صاحب الشرطۃ او القاضی جاز فان لم یکن ثمہ احد منھم واجتمع الناس علی رجل یصلی بھم جاز خانیہ میں ہے ان لم یکن ثم قاض ولا خلیفۃ المیت فاجتمع العامۃ علی تقدیم رجل جاز لمکان الضرورۃ تہذیب وہندیہ میں ہے لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز اور پر ظاہر کہ کلام اُسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہولیا ورنہ مسجد واحد میں تعدد جمعہ کہاں اور دوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشا تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اُسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامت جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں[1] یا اُس مالک اقامت کے اذن سے پڑھائیگا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذن مالک نہیں مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شعار ہوچکی جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل ناحاصل کے لیے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و منیب ایک امر میں جمع ہوسکیں اور جمعۂ آئندہ کے لیے اذن جمعۂ امروزہ کا اذن نہیں تو شق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امام جمعہ کی امامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے سراجیہ میں بعد عبارت مذکورہ ہے لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ درمختار میں ہے واقرہ شیخ الامام خانیہ وہندیہ و ردالمحتار میں ہے رجل خطب بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذلک الا ان یکون الامام امرہ بذلک نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت نہ معدودے چند عامہ ناس ہیں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت نہوں جبکہ اپنے ساتھ ایک ہی پاسکے کہ انھیں نماز مل جانی ضرورت قرار پائے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کرلینا قائم مقام امامت سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوت جمعہ وعیدین پر مبنی ہیں باطل ہوجائیں وھذا لا یقول بہ عاقل فضلا عن فاضل تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں درکنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو خواہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ نہیں پڑھ سکتے بلکہ اپنی ظہر تنہا تنہا پڑھیں تنویر الابصار و درمختار میں ہے کرہ تحریما لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدھا

[1] یعنی ان لو وجد واماما معینا ماذونا ۱۲ ح۔

لقلیل الجماعۃ وصورۃ للمعارضۃ۔ ردالمحتار میں ہے قولہ لمعذور ولکن اغیرہ بالاولی اھ فانت تعلم انھم انما احوجہم الی اداء الظھر انھم لایقدرون علی اقامۃ الجمعۃ فارشدوا الی صلاتھا فرادی کما لایخفی علی من رزق العقل السلیم والفھم المستقیم واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہوگا یا نہیں (۲) ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عدم جواز بمعنی گناہ تو جمیع فرائض میں ہے صورت سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں دونوں فریق یا لااقل دونوں میں سے ایک ضرور گنہگار ہوگا کہ جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحۃً بدعت سیئہ شنیعہ ہے اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امامت بلاکراہت ہے مثلاً دوسرا فاسق معلن یا بدمذہب ہے جب تو کراہت صرف اُس دوسرے پر ہے اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے اور معاً باندھیں تو دونوں پر۔ خلاصہ وہندیہ میں ہے قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤذن فقام امام من اھل الخارج وقام امام من اھل الداخل فامھم من یسبق بالشروع فھو والمقتدون بہ لاکراھۃ فی حقھم۔ ردالمحتار باب ادراک الفریضۃ میں ہے لوکان مقتدیا بمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لاکراھۃ فیہ ھل یقطع ویقتدی بہ استظھر ط ان الاول لوفاسقا لایقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاتہ یقطع اقول والاظھر العکس لان الثانی کراھۃ تنزیھیۃ کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق الخ اور جمعہ میں تو جواز بمعنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا صحت جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اُس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اُس کا ماذون خطبہ پڑھے امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلاد ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمین جسے امام مقرر کرلیں فی التنویر والدر یشترط لصحتھا السلطان اومامورہ باقامتھا وقالوا یقیمھا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ ونصب العامۃ غیر معتبر مع من ذکر امامع عدمھم فیجوز للضرورۃ اھ ملتقطاً پر ظاہر کہ کسی مسجد کے لیے دو امام جمعہ علی وجہ الاجتماع کہ دونوں امامت جمعۂ واحدہ کریں مقرر نہیں ہوتے خصوصاً ہمارے بلاد میں امراء اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شعار معتبر اور یہ ضرورت امام واحد سے مرتفع تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و مندفع پس صورت مستفسرہ میں اُن دونوں میں جو اُس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اُس کا اور اُس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوا اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا نہ ہوا یہیں سے صورت اخیرہ کا جواب بھی ظاہر اور اگر بفرض باطل صورت صحت تسلیم بھی ہو جو ہرگز لائق تسلیم نہیں تو اس کے سخت مخالف مقصود شرع و بدعت شنیعہ سیئہ ہونے میں کلام نہیں جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہوسکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر فاصل ہونے کی شرط کی مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ایک ہی مسجد میں دس بار امامت جمعہ ہو کہ جیسے دو ویسی ہی دس تو یہ بلاشبہہ

ابتداع فی الدین ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ما قولکم ایھا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ خطبہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ ادا کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا چند اشعار ترغیباً و ترہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا مع النثر اولاً جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

یہ سوال چند امور پر مشتمل **اوّل** جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اردو میں ترجمہ کرنا **اقول** وباللہ التوفیق تفصیۂ نظر فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند اور اُس کا ترک احسن اور بعد ختم خطبہ نہ بہ نیت خطبہ بلکہ قصد پند و نصیحت جداگانہ ہو تو جائز و حسن اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و نامستحسن دلیل حکم و وجہ فرق یہ کہ زمان برکت نشان رسالت سے عہد صحابۂ کرام و تابعین عظام و ائمۂ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور باآنکہ زمانۂ صحابہ میں بحمد اللہ تعالیٰ اسلام صدہا بلاد عجم میں شائع ہوا جوامع بنیں منابر نصب ہوئے باوصف تحقق حاجت کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملانا مروی نہ ہوا تو خطبے میں دوسری زبان کا خلط سنت متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے اور وہ مکروہ کما بیناہ فی فتاونا وذکرنا ثم الفرق بین الکف وللترك فتثبت ولاتخبط مگر عیدین میں خطبہ بعد نماز ہے تو وہ مستوعد وقت نہیں ہوسکتا نیت قطع اپنا عمل کرے گی اور بعد فراغ خطبہ کہ تمام امور متعلقہ نماز عید منتہی ہوگئے مسلمانوں کو تذکیر و تفہیم و وعظ و تعلیم ممنوع نہیں بلکہ مندوب اور خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم فطر او اضحی فصلی ثم خطب ثم اتی النساء فوعظهن وذکرهن وامرهن بالصدقة صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرهن امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں انما اتی الیهن بعد فراغ خطبة العید بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبل نماز ہے اور شروع تذکیر سے آغاز تکبیر تک اُسی کا وقت ہے ولہذا فصل بہ اجنبی ناجائز یہاں تک کہ اگر فصل طویل حاصل ہو خطبہ زائل اور اعادہ لازم ورنہ نماز باطل ہو اور غیر اجنبی سے بھی فصل پسندیدہ نہیں اور اعادۂ خطبہ اولیٰ فی الدر المختار لو خطب جنبا ثم اغتسل وصلی جاز ای ولا یعد الغسل فاصلا لانہ من اعمال الصلوة ولکن الاولی اعادتها کما لو تطوع بعدها کما فی البحر ش) ولو فصل باجنبی فان طال بان رجع لبیتہ فتغدی او جامع واغتسل استقبل خلاصة ای لزوما لبطلان الخطبة سراج اھ مزیدا من الشامی اور شک نہیں کہ خطبۂ خواندہ کا ترجمہ یا اور مواعظ و نصائح جو اس وقت میں واقع ہوں گے اُنھیں مقاصد و مضامین خطبہ پر مشتمل ہوں گے تو وقت خطبہ میں ایقاع تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اُسے داخل خطبہ کرے گا اور نیت قطع بے معنی رہے گی کہ عمل و واقع صراحۃً اُس کا مکذب ہوگا کمن نوی ان لایاکل وھو اکل اولایشرب وھو شارب بالجملة فنیة التذکیر فی ھذا الوقت عین نیة الخطبة لیست الخطبة الاھذا ولذا صرحوا ان الخطیب کلما تکلم بکلام یامر فیہ بمعروف او ینھی عن منکر فانہ یعد من الخطبة وان خاطب بہ رجلا معینا لحاجة مخصوصة کما سیأتی

اور اگر بالفرض قطع ہی مانیے تو خطبہ ونماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر اجنبی سے تو سنت مستمرہ وصل کے خلاف ہوگا بہرحال خالی از کراہت نہیں ھذا ماظھرلی وباللہ التوفیق **دوم** صرف اردو خطبہ اس کی کراہت بیان بالا سے اظہر واز ہر خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافۃ محضہ پر ہو کہ اب تو اس کا مکروہ وشنیع ہونا صراحۃً منصوص کہ خطبہ میں تلاوت قرآن عظیم کا ترک بُرا ہے فی الھندیۃ فی ذکر سنن الخطبۃ الحادی عشر قراءۃ القراٰن وتارکھا مسیئ ھکذا فی البحر الرائق ومقدار مایقرأ فیھا من القراٰن ثلث اٰیات قصار او اٰیۃ طویلۃ کذا فی الجوھرۃ النیرۃ **سوم** کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان سابق سے واضح ہوچکا مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے تو اُس سے نہی کیا ہی چاہیے اور جب وہ عربی نہیں سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام نہیں کرنا جانتا تو ناچار زبان مقدور ومفہوم کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی سے ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اُس کے مقاصد حسنہ سے ہے فی الدر المختار یکرہ تکلمہ فیھا الا لامر بمعروف لانہ منھا یوں ایک حصہ خطبہ اُردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہوسکتا ہے جبکہ ازالہ منکر اُسی میں منحصر ہو **چہارم** محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ واساءت وخلاف سنت وموجب ترک تلاوت اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کرکے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغییر نظم قرآن نامتیسر اور بعد تغییر نظم تلاوت نہ ہے گی اگرچہ اقتباس ہو اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لیے قرآن مجید کو منظوم کرکے پڑھنا ترک قراءت سے اشد واشنع ہے قرآن عظیم شعر سے پاک ومنزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی وارفع ہے وما علمنٰہ الشعر وماینبغی لہ تو اس طور پر بقصد تلاوت صریح اساءت ادب ہے وبہ فارق الاقتباس الذی لایراد فیہ تلاوۃ القراٰن فانہ شائع سائغ علی الاصح اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلاوجہ کلمات ماثورہ وطریقۂ متوارثہ سے اعراض ہے تو اُس سے اعراض ہی چاہیے **پنجم** بعض اشعار محمودہ ملائمہ داخل کرنا یہ اگر بزبان عجم ہوں تو وہی امر سوم ہے ورنہ کچھ حرج نہیں خصوصاً جبکہ احیاناً ہو کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی کمارواہ العسکری فی کتاب المواعظ وقد ذکرنا حدیثہ فی فتاوٰنا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

ماقولکم ایھا العلماء الکرام اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز میں جو اخیر میں دو رکعت ظہر کی سنت پڑھتے ہیں اُس کی ضرورت ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی محل ہی نہیں نہ ضرورت بمعنی وجوب سنن میں محتمل ۔ ہاں جمعہ کی سنت بعدیہ میں اختلاف ہے اصل مذہب میں چار ہیں وعلیہ المتون اور احوط وافضل چھ ہیں وھو قول الامام ابی یوسف وبہ اخذ اکثر المشائخ کما فی فتح اللہ المعین عن النھر عن العیون والتجنیس وھو المختار کما فی جواھر الاخلاطی وھو الثابت بالحدیث کما بیناہ فی فتاوٰنا مگر جب صحت جمعہ میں نزاع واشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بہ نیت آخر ظہر پڑھیں تو انھیں چاہیے بعد جمعہ چار سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر اُن کے بعد یہ دو سنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھیں جمعہ یا ظہر کی تعیین نہ کریں کہ نیت ہر احتمال کو اشتمال رکھے اور ہر طرح یہ سنتیں اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں فی ردالمحتار عن شرح المنیۃ الصغیر والاولٰی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتھا ثم الاربع بھذہ النیۃ ای نیت اٰخر ظھر

ادرکتہ ولما اصلہ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صحت الجمعۃ یکون قد ادی سنتہا علی وجہہا والا فقد صلی الظہر مع سنتہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از چھاونی فیروزپور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمن صاحب ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

بخدمت حضرت مخدوم ومعظم مقبول السبحان حضرت مولنا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہ القوی۔ السلام علیکم وعلی من لدیکم مصدع خدمت خدام والا ہوں کہ ایک مسئلہ کی دو مختلف صورتیں ارسال خدمت شریف کرکے گزارش کہ بتفصلات کریمانہ جواب باصواب سے معزز وممتاز فرمائیں جزاکم اللہ خیر الجزاء نیازمند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن۔ مبسملا وحامدا ومصلیا ومسلیا اما بعد پس واضح رہے کہ بحدیث آمدہ بخطبۂ جمعہ ہر کہ دیگرے را می گوید کہ خاموش باش یا سنگریزہ را مس کرد او را ثواب جمعہ نباشد کہ او عبث ولغو کرد نیز خطبۂ جمعہ میں حاضرین نے آپ سے کہا کہ بارش کی دعا کیجیے آپ نے ہاتھ اُٹھا کے دعا کی تھی اور تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اُٹھائے تھے تو آیندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا کہ بند ہونے بارش کی دعا کیجیے آپ کے دعا کرنے سے فوراً مینہ بند ہوگیا تھا بخاری[1] ومسلم تو دونوں مقاموں سے معلوم وثابت ہوا کہ عبث کام کے لیے بولنا ہاتھ کا ہلانا جمعہ کے خطبہ میں مکروہ ہے اور نیک کار کیلئے مکروہ ہرگز نہیں اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بفتاوی علمگیریہ نقلاً عن المحیط وغیرہ موجود ہے کہ بخطبۂ جمعہ اذالم یتکلم بلسانہ لکنہ اشار بیدہ او برأسہ او بعینہ نحوان رأی منکرا فنہاہ بیدہ[2] او اخبر بخبر فاشار برأسہ الصحیح انہ لاباس بہ اما دراستہ الفقہ وکتابتہ عند البعض مکروہ وقال البعض لاباس بہ انتہی پس ان سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبۂ اولٰی بقدر سنت سن کے باقی کو سنتا رہے اور حاضرین کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت وضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کرنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لاباس بہ بیشک یہ شخص ثواب جمعہ سے محروم نہ رہے گا اذ المقصود من الانصات ملاحظۃ معنی الخطبۃ واشتغال قلوب السامعین بالحر یفوت ذلک کذا یستفاد من فتاوی حموی دیکھو جنت میں بروز جمعہ سب مومنوں کو ایک مکان میں جمع کرکے باری تعالٰی بھی ہوا شمالی چلائے گا تاکہ باطمینان دیدار حق سبحانہ تعالٰی سے مشرف ہوا کریں گے اس ہوا کا نام میثرہ ہے کہ کستوری کی خوشبوئی کا اثر رکھتی ہوگی کما فی مسلم ثانیاً اس ہوا کنندۂ قوم کو بخطبۂ جمعہ گرمی کے مارنے خود ہوا کی سخت حاجت وضرورت ہوتی ہے تو اُس نے اپنی اس راحت پر راحت قوم کو مقدم کیا ویؤثرون علی انفسہم ولوکان بہم خصاصۃ کے گروہ میں داخل ہوکے درجہ مفلحون کا پایا یہ آیت سورۂ حشر کی بخاری واشباہ وفتاوی حموی میں موجود ہے اور کتاب وسنت کا حکم عام ہے لان العبرۃ لعموم اللفظ لالخصوص المورد کما قرر فی الاصول خطبۂ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیرہ یا ایک آیت طویلہ پڑھنا وشہادتین ودرود پڑھنا اور پند ونصیحت قوم کو کرنا خطیب پر سنت اور خطبۂ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے

---

[1] باب خطبۂ جمعہ وباب استسقا کے دیکھنے سے یہی حاصل ہے [2] مثلاً اگر دیکھے کسی کو کہ وہ دوسرے کو کہتا ہے چپ کر یا سنگریزہ کو مس کرتا ہے تو دیکھنے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارے سے منع کرے کہ یوں نہ کر تو منع کنندہ لا اس بہ میں داخل ہے اور جس کو اس نے منع کیا وہ لغو وعبث کنندگاں سے شمار کیا جائے گا۔ فتدبر

نزدیک خطبۂ اولیٰ بقدر تمام التحیات کے فرض ہے فقط بر راقم دعاگو خیرخواہ فقیر غلام النبی عفی عنہ باسمہ سبحٰنہ وتعالیٰ شانہ۔

الجواب

ھوالموفق بالحق والصواب برضمائر ارباب صدق وصفا واصحاب فطنت وذکا مخفی ومحتجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالت استماع خطبہ گفتگو کرنا یا پاکشی کرنا جو مضر اور مخالف استماع خطبہ ہے ممنوع اور غیر مشروع ہے ہرگز درست نہیں مرتکب اس کا خاطی وسخت گنہگار ہے ویحرم فی الخطبۃ ما یحرم فی الصلوۃ حتی لا ینبغی ان یاکل اویشرب والامام فی الخطبۃ ھکذا فی الخلاصۃ ص۵۳ علمگیریہ من عینہ (وکل ماحرم فی الصلاۃ حرم فیھا) ای فی الخطبۃ خلاصہ وغیرھا فیحرم اکل وشرب وکلام ولو تسبیحا اورد سلام اوامر بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت قولہ بل یجب علیہ ان یستمع) ظاھرہ انہ یکرہ الاشتغال بما یفوت السماع وان لم یکن کلاما وبہ صرح القھستانی حیث قال اذ الاستماع فرض کما فی المحیط او واجب کما فی صلاۃ المسعودیۃ او سنۃ الخ ص۵۵ شامی من عینہ واذا خرج الامام حرم الصلاۃ والکلام حتی یتم خطبتہ شرح وقایہ ص۹۹ من عینہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن مس الحصی فقد لغا فیہ النھی عن مس الحصی وغیرہ من انواع العبث فی حال الخطبۃ وفیہ اشارۃ الی اقبال القلب والجوارح علی الخطبۃ نووی ص۲۸۳ من عینہ لبّ اور خلاصہ عبارات متذکرۂ بالا کا یہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں پاکشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ وتوجہ قلب واعضائے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بجائے اس کے کہ مستحق ثواب کا ہو مرتکب گناہ کا ہوگا۔ المجیب محمد فضل الرحمن ساکن صدر بازار کسپ فیروز پور پنجاب۔

الجواب

تحریر ثانی صحیح ہے اور رائے نجیح فی الواقع فعل مذکور گناہ وحرام اور اُس کا فاعل مرتکب آثام اور اُس میں امید ثواب طمع خام اور تحریر اول کے اقوال سراسر اوہام۔ خلاصہ[۱] وبزازیہ[۲] وخزانۃ المفتین[۳] ومجتبٰی[۴] وجلابی[۵] وحلیہ[۶] وجامع[۷] الرموز وبحر[۸] الرائق ونہر[۹] الفائق ومراقی[۱۰] الفلاح وتنویر[۱۱] الابصار ودرمختار[۱۲] وہندیہ[۱۳] وطحطاوی[۱۴] علی المراقی ومنحۃ[۱۵] الخالق وغیرہا عامۂ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل نماز میں حرام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے۔ خلاصہ وعلمگیریہ ومتن وشرح تنویر کی عبارات کلام مجیب میں گزریں اور عبارت خزانۃ المفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اُسی سے بحر وحاشیۃ البحر للعلامۃ الشامی میں بنقل نہر ماثور۔ وجیز امام کردری میں ہے ما یحرم فی الصلاۃ یحرم فی الخطبۃ کالاکل والشرب حال الخطبۃ۔ شرح منیہ امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی میں ہے کما یکرہ الکلام بانواعہ یکرہ ما یجری مجراہ من کتابۃ ونحوھا مما یشغل عن سماعھا حتی ان فی شرح الزاھدی ویکرہ لمستمع الخطبۃ ما یکرہ فی الصلاۃ کالاکل والشرب والعبث والالتفات اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیۂ نور الایضاح میں بحوالہ شرح الکنز للعلامۃ عمر بن نجیم شرح القدوری لمختار بن محمود سے نقل کیا شرح نقایہ علامہ محمد قہستانی میں ہے کما منع الکلام منع الاکل والشرب والعبث والالتفات والتخطی وغیرھا مما منع فی الصلاۃ کما فی جلابی متن وشرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے (کرہ لحاضر الخطبۃ الاکل والشرب) وقال الکمال یحرم (والعبث والالتفات)

فیتجنب ما یجتنب فی الصلاۃ اھ باختصار۔ غنیہ شرح منیہ للعلامہ ابراہیم الحلبی میں ہے الاستماع والانصات واجب عندنا وعند الجمھور حتی انہ یکرہ قراءۃ القراٰن ونحوھا ورد السلام وتشمیت العاطس وکذا الاکل والشرب وکل عمل کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ بادکشی مذکور نمازی کو بحالت نماز حلال ہے حاشا قطعاً حرام ہے تو حسب تصریحات متوافرہ ائمہ دین وعلمائے معتمدین بحالت خطبہ بھی حرام وموجب آثام ہے یہیں سے اُس روایت اشارہ بچشم وسر ودست کا بھی جواب ظاہر ہوگیا کہاں کسی منکر یا اور کسی حاجت کے لیے ایک اشارہ کردینا اور کہاں حالت خطبہ میں حاضرین کو پنکھا جھلتے پھرنا یہ قیاس فاسد اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نماز میں بھی جائز ٹھہرے کہ ایسا اشارہ تو عین نماز میں بھی حرام نہیں مثلاً کوئی شخص نمازی کو سلام کرے نمازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دیدے یا کوئی کچھ مانگے یہ ہاں یا نا کا اشارہ کردے یا کوئی پوچھے کے رکعتیں ہوئیں یہ انگلیوں کے اشارے سے بتادے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھوٹا کھرا پوچھے یہ ایماء سے جواب دیدے تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام ومفسد نماز نہیں درمختار باب مفسدات الصلاۃ میں ہے (ورد السلام) ولو سھوا (بلسانہ) لابیدہ بل یکرہ علی المعتمد۔ ردالمحتار میں ہے ای لایفسدھا رد السلام بیدہ خلافا لمن عزا الی ابی حنیفۃ انہ مفسد فانہ لم یعرف نقلہ من احد من اھل المذھب وانما یذکرون عدم الفساد بلاحکایۃ خلاف بل صریح کلام الطحطاوی انہ قول ائمتنا الثلثۃ کذا فی الحلیۃ وفی البحر الرائق ان الفساد غیر ثابت فی المذھب ویدل لعدم الفساد انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعلہ کما رواہ ابوداود وصححہ الترمذی وصرح فی المنیۃ بانہ مکروہ ای تنزیھا اھ اھ مختصرا اُسی کے مکروہات میں ہے لاباس بتکلیم المصلی واجابتہ براسہ کما لو طلب منہ شیئ اوارٰی درھما وقیل اجید فاومأ بنعم اولا او قیل کم صلیتم فاشار بیدہ انھم صلوا رکعتین ردالمحتار میں ہے قولہ واجابتہ برأسہ قال فی الامداد وبہ ورد الاثر عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا وکذا فی تکلیم الرجل المصلی قال تعالٰی فنادتہ الملئکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب انھیں عبارات ائمہ میں تصریح گزری کہ بحالت خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ علمائے کرام فرماتے ہیں اگر ایسے وقت آیا کہ خطبہ شروع ہوگیا مسجد میں جہاں تک پہنچا وہیں رک جائے آگے نہ بڑھے کہ یہ عمل ہوگا اور حال خطبہ میں کوئی عمل روا نہیں حالانکہ امام سے قرب شرعاً مطلوب اور حدیث وفقہ میں اُس کا فضل مکتوب اور وہیں بیٹھ جانے میں آیندہ آنے والوں کے لیے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے مگر پنکھا جھلتے پھرنا ضرور جائز بنا ہی لیا جائے گا۔ خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے ذکر الفقیہ ابوجعفر اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم انہ لاباس بالتخطی مالم یاخذ الامام فی الخطبۃ ویکرہ اذا اخذ لان للمسلم ان یتقدم ویدنو من المحراب اذا لم یکن الامام فی الخطبۃ لیتسع المکان علی من یجیئ بعدہ وینال فضل القرب من الامام فاذا لم یفعل الاول فقد ضیع ذلک المکان من غیر عذر فکان للذی جاء بعدہ ان یاخذ ذلک المکان اما من جاء والامام یخطب فعلیہ ان یستقر فی موضعہ من المسجد لان مشیہ وتقدمہ عمل فی حالۃ الخطبۃ چلنا تو بڑی چیز ہے انھیں عبارات علماء میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے میں ایک گھونٹ پانی پینا حرام کسی طرف گردن پھیر کر دیکھنا حرام تو وہ حرکت مذکورہ کس درجہ سخت حرام ہوگی انھیں وجوہ زاہرہ سے اُس کے نیک کام اور یؤثرون علی انفسھم میں داخل ہونے کا جواب روشن ہوگیا نیکی وایثار تو جب دیکھیں کہ فعل وہاں جائز بھی ہو جب سرے سے نفس فعل حرام تو اُس کے فضائل گننے کا کیا محل

مسلمانوں کو پنکھا جھلنا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب ہوگا جواب سلام دینا امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحالت خطبہ حاضرین پر حرام ہوئے اب کیا یہاں اُن کے فضائل و وجوب سے استدلال کی گنجایش ہے غنیہ میں ہے لایقال رد السلام فرض فلا یمنع منہ لانا نقول ذالك اذا كان السلام ماذونا فیہ شرعا ولیس کذالک فی حالۃ الخطبۃ بل یرتکب فاعلہ اثما اوروں کی اطمینان کو آپ صریح بے اطمینانی یؤثرون علی انفسھم میں شمول نہیں اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم میں دخول ہے یعنی دیگراں رانصیحت وخود را فضیحت علمائے کرام تو ایثار قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قربت کے لیے خود حرام کا ارتکاب یہ ایثار نہیں صراحۃً اپنے دین کو اضرار ہے کما لایخفی یہیں سے واضح کہ ممانعت کو صرف فعل عبث و بے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیسا ہی مفید ہو وقت خطبہ شرعًا لغو میں داخل اور اُس کے فائدے پر نظر باطل بلکہ نفع درکنار اُس سے ضرر حاصل آخر نہ دیکھا کہ شرع مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مفید و مہم چیز ہے حرام ٹھہرایا اور دو حرف (چپ) کہنے کو لغو میں داخل فرمایا صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا قلت لصاحبك یوم الجمعۃ انصت والامام یخطب فقد لغوت جب روز جمعہ خطبۂ امام کے وقت تو دوسرے سے کہے چپ تو تو نے خود لغو کیا مسند احمد و سنن ابی داود میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من قال یوم الجمعۃ لصاحبہ صہ فقد لغا ومن لغا فلیس لہ فی جمعتہ تلك شیئ جو جمعے کے دن اپنے ساتھی سے چپ کہے اُس نے لغو کیا اور جس نے لغو کیا اُس کے لیے اس جمعہ میں کچھ اجر نہیں امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مثل الذی یتکلم یوم الجمعۃ والامام یخطب مثل الحمار یحمل اسفارا والذی یقول لہ انصت لاجمعۃ لہ جمعہ کے دن جب امام خطبہ میں ہو بولنے والا ایسا ہے جیسا گدھا جس پر کتابیں لدی ہوں اور جو اُس سے چپ کہے اُس کا جمعہ نہیں یہیں سے منجلی ہوا کہ حدیث استسقاء مذکور صحیحین سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہوگا تو وقت خطبۂ امام جواز کلام اور اُس کی حرمت پر ائمۂ مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحہ جن کی بعض مذکور ہوئیں مثبت تحریم و قاطع نزاع فان الحاظر مقدم وتمام الکلام فی الفتح وغیرہ باقی رہا یہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجیے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اُٹھائے اور یہ کہ آیندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط دعوے ہیں اور صحیحین میں ان کا کہیں پتہ نہیں رہی فرع کتابت مذکورۂ عالمگیریہ **اولاً** جو بعض اُسے جائز رکھتے ہیں وہ بھی اُس کے لیے جو امام سے اس قدر دور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ جاتی ہو تو قریب کے لیے جواز بادکشی پر اُس سے استدلال کہ سنتا رہے اور حاضرین کو ہوا کرے استدلال بالمخالف ہے غنیہ و بزازیہ و شرنبلالیہ میں ہے واللفظ للحلبی اختلف المتاخرون فی البعید عن الامام فمحمد بن سلمۃ اختار السکوت فی حقہ ایضا ونصیر بن یحیی اجاز القراءۃ ونحوھا وعن ابی یوسف اختیار السکوت وحکی عنہ انہ کان ینظر فی کتابہ ویصلحہ بالقلم خانیہ و خزانۃ المفتین میں ہے اما دراسۃ الفقہ والنظر فی کتب الفقہ وکتابتہ من اصحابنا من کرہ ذلك ومنھم من قال لاباس بہ اذا کان لایسمع صوت الخطیب (زاد فی الخانیۃ) وھکذا روی عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی مراقی الفلاح میں ہے فی الینابیع یکرہ التسبیح وقراءۃ القراٰن اذا کان یسمع الخطبۃ وروی عن نصیر بن یحیی ان کان بعیدا من الامام یقرأ القراٰن فمن فعل مثلہ ولا یشغل غیرہ

بسماع تلاوتہ لاباس بہ کالنظر فی الکتاب والکتابۃ وفیہ خلاف وعن ابی یوسف لاباس بہ والحکم بن زھیر کان یجلس مع ابی یوسف وینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم وقت الخطبۃ وقال الکمال یحرم الاکل والشرب والکتابۃ انتھی یعنی اذا کان یسمع لما قدمناہ ان کتابۃ من لایسمع الخطبۃ غیر ممتنعۃ انتھی ملتقطا **ثانیا** قول بعض بھی ضعیف و نامعتمد ہے صحیح یہی ہے کہ دور ونزدیک سب پر سکوت واجب اور کتابت وقراءت جمیع اعمال ناجائز طحطاوی میں زیر قول مذکور مراقی ہے قولہ غیر ممتنعۃ المعتمد المنع **اقول** وحملہ کلام الکمال علی القریب بعید کل البعد فان الکمال صرح بخلافہ کما ستسمعک نصہ ردالمحتار میں فیض علامہ کرکی سے ہے لوکان بعیدا لایسمع الخطبۃ ففی حرمۃ الکلام خلاف وکذا فی قراءۃ القراٰن والنظر فی الکتب وعن ابی یوسف انہ کان ینظر فی کتابہ ویصححہ بالقلم والاحوط السکوت وبہ یفتی جواہر الاخلاطی میں ہے النائی عن الامام فی استماع الخطبۃ کالقریب والانصات فی حقہ ھو المختار ہندیہ میں تبیین الحقائق امام زیلعی سے ہے ھوالاحوط محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے ھوالاصح شرح نقایہ برجندی میں خزانہ سے ہے ھوالاولٰی ہدایہ وایضاح الاصلاح میں ہے اختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط السکوت (زاد فی الھدایۃ) اقامۃ لفرض الانصات کافی شرح وافی میں ہے الاحوط السکوت لانہ مامور بالاستماع والانصات اذا قرب من الامام وعند البعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الانصات فیجب علیہ فتح القدیر فصل القراءۃ میں ہے ھذا اذا کان بحیث یسمع فاما النائی فلا روایۃ فیہ عن المتقدمین واختلف المتاخرون والاحوط السکوت یعنی عدم القراءۃ والکتابۃ ونحوھا لا الکلام المباح فانہ مکروہ فی المسجد فی غیر حال الخطبۃ فکیف فی حالھا ملتقی الابحر ومجمع الانھر میں ہے (النائی) ای البعید الذی لایسمع الخطبۃ (والدانی) ای القریب (سواء) فی وجوب الاستماع والانصات امتثالا للامر غرر ودرر میں ہے (البعید) عن الخطیب (کالقریب) فی وجوب الاستماع والانصات تنویر ودر میں ہے (البعید) عن الخطیب (والقریب سیان) فی افتراض الانصات انھیں میں ہے یجب علیہ ان یستمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید) فی الاصح محیط کنزالدقائق وبحرالرائق میں ہے (النائی کالقریب) ھوالاحتیاط عبارات سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سننا جو فرض ہے اُس کے یہ معنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو ورنہ کھانا پینا چلنا گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کونسا کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یہ معنی کہ ہمہ تن اُسی طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو مگر ان عبارات لاحقہ نے اور بھی واضح تر کر دیا کہ سراپا تمام اعضا سے اُسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لیے تو کان میں آواز آنا بھی نہیں مگر قول صحیح ومعتمد ومختار ومفتی بہ یہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنت سن کر باقی کو سننا ہے اور ہوا کھے **اولاً** تصادت قول بالمتنافیین ہے اور استماع وانصات کے معنی نہ سمجھنے سے ناشی **ثانیا** یہ فعل مخل استماع ہے یا نہیں اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب نہ یہ کہ قدر سنت کے بعد اجازت ہو اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہیے قدر سنت کا استثنا کس لیے **ثالثاً** دونوں خطبے مسنون ہیں نہ کہ ہر خطبے یا صرف اولٰی سے اُس کا ایک جز تو قدر سنت سُن چکنا بعد تمامی خطبتین صادق ہوگا اب کیا نماز پڑھتے میں پنکھا جھلتا پھرے گا شاید یہ ادعا کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویلہ بطول فاحش مخالف سنت پڑھے تو قدر سنت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز اول تو

اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید وہ مطلق ہے نہ کہ اس صورت نادرہ مکروہہ سے خاص اور ہو بھی تو یہ بھی غلط و باطل ہے مقتدا دیں بڑھا دینا درکنار خطبے میں ذکر مدح ظالمین بھی ہو جو قطعاً خلافِ سنت کیا حرام شدید اور یقیناً مقاصد خطبہ سے جدا و بعید ہے جب بھی صحیح یہی ہے کہ استماع و انصات واجب مجتبٰی شرح قدوری پھر نہر الفائق پھر فتح اللہ المعین علامہ سید ابوالسعود ازہری میں ہے استماع الخطبۃ من اولھا الی اٰخرھا واجب وان کان فیھا ذکر الولاۃ وھو الاصح محیط برہانی پھر عالمگیریہ میں ہے واللفظ لھا الذی علیہ عامۃ مشائخنا ان علی القوم ان یستمعوا الخطبۃ من اولھا الی اٰخرھا والدنو من الامام افضل من التباعد عنہ وھو الصحیح من جواب مشائخنا رحمھم اللہ تعالٰی تنویر الابصار و درمختار میں ہے (لاصلٰوۃ ولا کلام الی تمامھا) وان کان فیھا ذکر الظلمۃ فی الاصح علامہ حموی کا کوئی فتاوی مسموع نہیں نہ اُن کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد ملاحظہ معنی جس طرح خطبے میں مقصود یوہیں نماز میں کیا نماز میں بھی اسی نیت نیک سے پنکھا جھلتے پھرنے کی اجازت ہوگی جنت میں اُس ہوا کی یہ غایت تاکہ باطمینان دیدار سے مشرف ہوں تحت البعد و واجب الرد ہے جنت میں معاذ اللہ گرمی و حبس کا کون سا وقت ہوگا جس کے ازالے کو ہوا کی حاجت ہو اہل جنت کے لیے معاذ اللہ بے اطمینانی کا سامان کس وقت ہوگا کہ تحصیل اطمینان کی ضرورت ہو وہاں کے جتنے امور ہیں سب محض لذت و زیادت نعمت ہیں ولہذا محققین فرماتے ہیں دنیا میں حقیقۃً کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے واقع میں دفع الم ہے پانی یا شربت کیسا ہی سرد و شیریں و خوشبو و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دیتا کھانا کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبو و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا تو حقیقۃً بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے نہ لذت خالصہ وعلٰی ہذا القیاس باقی تمام ملاذ بخلاف بہشت کہ وہاں الم اصلاً نہیں نہ بھوک نہ پیاس نہ گرمی نہ احتباس تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے رزقنا اللہ تعالٰی بمنہ وکرمہ وفضل رحمتہ بھا لعی عبادہ اٰمین بجاہ محمد نبی الرحمۃ شفیع الامۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیھم اجمعین اٰمین اور بفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کون سا خطبہ ہے اور باری عزوجل پر کس چیز کا استماع واجب اور کس وقت اپنے کسی فعل سے باز رہنا لازم اور اُسے کون سا فعل دوسرے سے مشغول کر سکتا ہے پھر افعال اکبر سے استنادِ عجب تماشا ہے معبود و عابد کی کیا ریس ہمیں اتباع احکام سے کام ہے وبس وفقنا اللہ تعالٰی لہ اٰمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از بنگالہ ضلع پابنہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۶ شوال ۱۳۱۶ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ فرود آید بالا رود بدست راست خواند بدست چپ خواند اس کا اصل کیا اور مبنی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں (۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو شعر اشعار لکھا ہے خطبہ مع اُسکے پڑھنا یا صرف فارسی یا اردو یا اور کوئی زبان میں سوائے عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک چاہے عید ہو یا جمعہ جائز ہے یا نہیں (۳) منبر کتنی سیڑھی کی ہونا چاہیے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہیے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہوا ہے۔

الجواب

دہنے بائیں مونھ پھیرنا بے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکر سلطان کے وقت ایک پایہ نیچے اترنے کو بھی بعض شافعیہ نے قبیح بتایا اور واقعی اگر مصلحت شرعیہ سے خالی ہو تو عبث ہے اور عبث کا ادنٰی درجہ مکروہ فی ردالمحتار قال ابن حجر فی التحفۃ وبحث

بعضہم ان ما اعتید الاٰن من النزول فی الخطبۃ الثانیۃ الی درجۃ السفلٰی ثم العود بدعۃ قبیحۃ شنیعۃ ہندیہ میں سنن خطبہ میں ہے استقبال القوم بوجہہ ردالمحتار میں ہے ما یفعلہ بعض الخطباء من تحویل الوجہ جہۃ الیمین وجہۃ الیسار عند الصلاۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخطبۃ الثانیۃ لم ار من ذکرہ والظاہر انہ بدعۃ ینبغی ترکہ لئلا یتوہم انہ سنۃ ثم رأیت فی منہاج النووی قال ولا یلتفت یمینا وشمالا فی شیئ منہا قال ابن حجر فی شرحہ لان ذٰلک بدعۃ انتہی ویؤخذ ذٰلک عندنا من قول البدائع ومن السنۃ ان یستقبل الناس بوجہہ ویستدبر القبلۃ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یخطب ھٰکذا اھ واللہ تعالٰی اعلم (۲) خطبہ میں کوئی شعر اردو فارسی نہ پڑھنا چاہیے نہ خطبہ عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے کما حققناہ فی فتاوٰنا واللہ تعالٰی اعلم (۳) منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنوایا اور اُس پر خطبہ فرمایا کما ثبت فی الصحیحین وغیرہما من حدیث سھل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں وقد وقع ذکرھن فی غیر ما حدیث کحدیث وعید من ذکر عندہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم یصل علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ردالمحتار میں ہے منبرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ثلث درج غیر المسماۃ بالمستراح حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دوسرے پر پڑھا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیسرے پر جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہ کا آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو وہم ہوتا کہ فاروق کے برابر ہوں لہذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں اصل سنت اول درجہ پر قیام ہے وما فعلہ الصدیق فکان تأدبا منہ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما فعل الفاروق فکان تأدبا مع الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما بلندی منبر سے اصل مقصود یہ ہے کہ سب حاضرین خطیب کو دیکھیں اور اُس کی آواز سنیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت حضار و دوری صفوف تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے زیادہ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عدد طاق کی مراعات فان اللہ وتر یحب الوتر واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از موضع کٹرہ ڈاک خانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادا کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی بصورت اولٰی وثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہوسکتی ہے یا نہیں اور صورت ثانیہ میں صلاۃ ظہر وجمعہ کا لزوم بطریق اجتماع لازم آتا ہے یا نہیں اور ایسی صورت میں تارک احتیاطی تارک فرض ہوگا یا نہیں - بینوا توجروا

الجواب

جہاں جمعہ بحسب مذہب بلاشبہہ ناجائز و باطل ہے جیسے وہ گاؤں جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہوسکتے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں فان الشرع لایأمر بارتکاب الاثم والاشتغال بما لایصح اصلاً ان کا محل وہاں ہے کہ صحت جمعہ میں اشتباہ و تردد قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کی مصریت میں شک ہے یا

باوصف اطمینان صحت جانب خلاف کچھ وقعت رکھتی ہو مثلاً جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا اور سبقت نامعلوم ہو کہ اگرچہ دربارۂ تعدد قول جواز ہی معتمد و ماخوذ ومفتی بہ ہے مگر عدم جواز بھی ساقط و ناقابل التفات نہیں کما بینہ فی ردالمحتار صورت اولیٰ میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً وتاکیداً ہوگا لوقوع الشبهة فی براءة العهدة اور ثانیہ میں استحباباً وترغیباً لان الخروج عن الخلاف مستحب اجماعا مالم یلزم مخذور ردالمحتار میں ہے نقل عن المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشك فی کونه مصرا ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربعا بنیة الظهر احتیاطاً ومثله فی الکافی وفی القنیة امرائمتهم بالاربع بعدها حتما احتیاطا اھ ونقله کثیر من شراح الهدایة وغیرها وتداولوه وفی الظهیریة اکثر مشائخ بخارا علیه لیخرج عن العهدة بیقین ثم نقل عن الفتح انه ینبغی ان یصلی اربعا ینوی بها اخر فرض ادرکت وقته ولم اؤده ان تردد فی کونه مصرا او تعددت الجمعة وذکر مثله عن المحقق ابن جرباش ثم قال وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم او المحقق وذکر فی النهر انه لاینبغی التردد فی ندبها علی القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اھ وفی شرح الباقانی هو الصحیح بقی الکلام فی تحقیق انه واجب او مندوب قال المقدسی ذکر ابن شحنة عن جده التصریح بالندب وبحث فیه بانه ینبغی ان یکون عند مجرد التوهم اما عند قیام الشك والاشتباه فی صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شیخه ابن الهمام ما یفیده ویؤید التفصیل تعبیر القهستانی بلابد وکلام القنیة المذکور اھ مختصراً رہا یہ اشتباہ کہ مستحب یا واجب قائم مقام فرض کیونکر ہوں گے ان رکعات کی نیت پر نظر کی جائے تو بنگاہ اولیں اندفاع پائے ابھی فتح القدیر وغیرہ سے گزرا کہ یہ رکعات بنیت آخریں فرض ہی پڑھی جاتی ہیں نہ کہ بہ نیت مستحب یا واجب مصطلح تو فرض بہ نیت فرض ادا ہوجانے میں کیا تردد ہے یعنی عنداللہ اگر صحت نہ تھی تو نفس الامر میں ظہر فرض تھا جب اُس نے اُس پچھلے فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ابھی ادا نہ کی تو یہی ظہر ادا ہوجائے گا ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر ذمہ پر تھا وہ ادا ہوگا ورنہ یہ رکعات نفل ہوجائیں گی اور نفل بہ نیت فرض ادا ہونا خود واضح ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۔ از مخدوم پور ڈاک خانہ ٹہرٹہ ضلع گیا مرسلہ مولوی سید رضی الدین حسین صاحب غرۂ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

جناب مستطاب مخدومنا مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد مجدہم بعد ہدیۂ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے مکلف خدمت ہوں کہ اس موضع مخدوم پور قاضی چک میں اور نیز قرب وجوار میں اس کے نماز جمعہ وعیدین ہم لوگ مقلدین حنفی پڑھا کرتے ہیں اور جماعت جمعہ کی خاص اس موضع میں پندرہ بیس آدمی اور کبھی کم بھی ہوا کرتی ہے اب بعض معترض ہیں کہ جمعہ دیہات میں نزد امام ابوحنیفہ صاحب جائز نہیں ہے پڑھنا بھی نہ چاہیے مخدومنا پڑھا کروں یا ترک کردوں حضور کے نزدیک جو جائز ہو مطلع فرمائیں تا مطابق اُس کے کاربند ہوں اور نماز عیدین بھی دیہات میں ہو یا نہ ہو شہر صاحب گنج یہاں سے ۱۲ کوس پر ہے زیادہ حد نیاز۔ راقم احقر رضی الدین حسین عفی عنہ

الجواب

جناب مکرم ذی المجد والکرم اکرمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فی الواقع دیہات میں جمعہ وعیدین باتفاق ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع وناجائز ہے کہ جو نماز شرعاً صحیح نہیں اُس سے اشتغال روا نہیں فی الدرالمختار وفی القنیة صلاة العید فی القری

تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح اھ فی ردالمحتار ومثلہ الجمعۃ ح جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ ہے کما بیناہ فی فتاوٰنا ہاں ایک روایت نادرہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہوسکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں یہاں تک کہ انھیں جمعہ کے لیے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لیے شہر سمجھی جائے گی امام اکمل الدین بابرتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں (وعنہ) ای عن ابی یوسف (انھم اذا اجتمعوا) ای اجتمع من تجب علیھم الجمعۃ لاکل من یسکن فی ذٰلک الموضع من الصبیان والنساء والعبید قال ابن شجاع احسن ماقیل فیہ اذا کان اھلہا بحیث لو اجتمعوا (فی اکبر مساجدھم لم یسعھم) ذٰلک حتی احتاجوا الی بناء مسجد اٰخر للجمعۃ الخ جس گاؤں میں یہ حالت پائی جاوے اُس میں اس روایت نادرہ کی بنا پر جمعہ وعیدین ہوسکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہرگز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہوسکتا بلکہ گناہ ہے واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کٹرہ ڈاکخانہ اوبرہ ضلع گیا مرسلہ سید عبدالمجید صاحب قادری ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں ہندوستان میں جمعہ جائز ہے یا نہیں جائز ہے تو کیوں اور اُس کے دلائل کیا ہیں جمعہ شہر ہی میں جائز ہے یا دیہات میں بھی تعریف شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے دیہات سے نیچے بھی کوئی حد بستی کی ہے کیونکہ دیہات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک محض کہ وہ دوسرا وہ جس میں اشیاء اشد ضروری جیسے معمولی کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور لُہار اور بڑھئی اور بنیا اور بقال وغیرہم ہوں اور ساکنان اُس کے ہندو مع مسلمان قریب بارہ سو مع عورت کے ہوں اور غالب ہو مسلمان زمیندار ہوں اور مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو مع عورتوں کے ہو اور مسجد قدیم سے ہو اور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے برابر جمعہ ہوتا رہا ہو تو ان دونوں قسموں میں دیہات کے جمعہ جائز ہوگا یا صرف قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے رہنے والے ہیں اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

الجواب

ہندوستان اصلح اللہ تعالٰی حالہا بحمداللہ تعالٰی ہنوز دارالاسلام ہے کما حققناہ فی رسالتنا اعلام الاعلام بان ھندوستان دارالاسلام اُس میں اقامت جمعہ وعیدین مسلمانوں کو ضرور جائز جامع الفصولین میں ہے قال ح ای الامام الاعظم ابوحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتصیر دارالحرب الا باجراء احکام الشرک فیہا وباتصالہا بدارالحرب بان لایکون بینہا وبین دارالحرب مصر للمسلمین وان لایبقی فیہا مسلم او ذمی اٰمنا علی نفسہ بالامان الاول ای لایبقی اٰمنا بالامانین المشھورین لان الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی شیئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ فلما صارت البلدۃ دارالاسلام باجراء احکامہ فما بقی شیئ من احکامہ واٰثارہ تبقی دارالاسلام وکل مصر فیہ وال مسلم من جھۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامٰی لاستیلاء المسلم علیھم واما فی بلاد علیہا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع

والاعیاد اھ مختصرا ردالمحتار میں ہے فی معراج الدرایۃ عن المبسوط البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لابلاد الحرب وکل مصر فیہ وال من جھتھم یجوز لہ اقامۃ الجمع والاعیاد فلو الولاۃ کفارا یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ اھ ملخصا جمعہ وعیدین کے نہ فقط ادا بلکہ خود جائز وصحیح ہونے کے لیے بھی باجماع ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصر شرط ہے کتب المذہب عن آخرھا طافحۃ بذلك گاؤں میں جمعہ وعیدین نہ صحیح نہ جائز بلکہ گناہ ہیں کما نص علیہ فی الدر المختار عن القنیۃ وفی جامع الرموز عن جامع المضمرات وقد بیناہ فی فتاونا دیہات سے بھی کم درجہ بستی جنگلوں میدانوں پہاڑوں میں اہل خیمہ کے مقام ہیں جن میں مکانات کچے پکے اصلا نہیں ہوتے بعضوں نے جہاں آب ومرغزار دیکھے ڈیرے ڈال دیے خیمے تان دیے وہیں اقامت کرلی یہ بستیاں نظر شرع میں بھی دیہات سے دنی ہیں امصار وعمرانات کے سکان اگر گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں مقیم ہوجائیں گے قصر نہ کریں گے اور ان خیمہ گاہوں میں انھیں اہل خیمہ کی نیت اقامت صحیح ہے جن کی طرز تعیش ہی یہ ہے عمرانات والے بعد تحقق سفر وطے مراحل اگرچہ وہاں پندرہ دن قیام کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے ھو الاصح فی الفصلین درمختار میں ہے اھل الاخبیۃ کترکمان نووھا فی المفازۃ فانھا تصح فی الاصح وبہ یفتی اذا کان عندھم من الماء والکلأ ما یکفیھم مدتھا ولو نوی غیرھم الاقامۃ معھم لم یصح فی الاصح اھ مختصرا قصبہ عرفا مصر ودہ میں متوسط ہے چھوٹے شہر کو کہتے ہیں جس میں آبادی کم مرافق قلیل ہوں بازار وپختہ عمارات ہوں نہ مثل امصار وہ پرگنہ ہوتا ہے ضلع نہیں اس میں چھوٹے چھوٹے حکام ہوتے ہیں جن کی سماعت ایک حد تک محدود ویسے حکام کہ ہر گونہ مقدمات دیوانی ومال وجرائم فیصل کرسکیں نہیں ہوتے اس عرف حادث پر قسمیں تین ہوتی ہیں مگر زبان عرب میں وہ دو ہی چیزیں ہیں مصر یا قریہ قصبہ ان سے باہر کوئی شئے ثالث نہیں قاموس ومصباح المنیر وغیرہما میں قصبۃ البلاد مدینتھا وقصبۃ القریۃ وسطھا یوہیں شرع مطہر نے قصبات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا مصر وقریہ کی تقسیم حاصر ہے آبادی پر حد مصر صادق ہو تو مصر ہے ورنہ قریہ لاثالث لھما اب تعریف مصر میں ہمارے علما سے اقوال کثیرہ آئے جن میں مصحح ومختار ومعتمد ائمہ کبار تین ہیں **اول** ظاہر الروایہ واصل مذہب وارشاد امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ شہر وہ آبادی عمارت والی ہے جس میں متعدد کوچے ہوں دوامی بازار ہوں وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کے یہاں قضایا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت وحشمت مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کبھی نہ لیا جائے یہ تعریف کتب کثیرہ میں بالفاظ عدیدہ ومعانی متقاربہ ادا کی گئی۔

مسئلہ ۔ از عظیم آباد پٹنہ شاہ کی املی متصل مسجد تراہہ مطب حکیم صاحب مرسلہ مولوی نورالہدی صاحب ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے حنفی المذہب بخیال شوکت اسلامی نماز جمعہ مع ظہر احتیاطی وصلاۃ العیدین پڑھتے ہوں تو وہ گنہگار ہوں گے یا نہیں اور اگر گنہگار ہوں گے تو اس کی وجہ کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب حنفی میں گناہ ہے نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ **اولاً** جب نماز جمعہ وعیدین وہاں صحیح نہیں تو یہ

امرِ غیر صحیح میں مشغول ہوئی اور وہ ناجائز ہے فی الدرالمختار تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بمالایصح لان المصر شرط الصحۃ **ثانیاً اقول** فقط مشغولی نہیں بلکہ اُس امرِ ناجائز کو موجب شوکت اسلام جاننا بلکہ بقصد و نیت فرض وواجب ادا کیا یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علما نے تحذیر شدید فرمائی اوصوا بترک التزام مستحب اذا خیف ان یظنہ العوام واجبا وفی اخف منہ قال سیدنا عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ لایجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یری ان حقا علیہ ان لاینصرف الاعن یمینہ لقد رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہ رواہ الشیخان فاذا کان ھذا فیما ھو مشروع باصلہ فما ظنک بمالم یجز من رأسہ **ثالثاً** جبکہ واقع میں نماز جمعہ وعید نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت واعلان وتداعی ادا کی گئی یہ ناجائز ہوا فی ردالمحتار عن العلامۃ الحلبی محشی الدرھو نفل مکروہ لادائہ بالجماعۃ یہ تینوں وجہیں جمعہ وعیدین سب کو شامل ہیں **رابعاً اقول** جمعہ میں اُس کے سبب جو ظہر نہ پڑھیں اُن پر تو فرض ہی رہ گیا ترکِ فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارکِ جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتمد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ کما نصوا علیہ والامر اوضح من ان یوضح **خامساً اقول** وہ احتیاطی رکعات والے کہ حقیقۃً مذہب حنفی میں آج ہی کی ظہر پڑھ رہے ہیں فانھا اذا لم تصح الجمعۃ بقیت فریضۃ الظھر فی اعناقھم فاذا نووا اٰخر ظھر ادرکوھا ولم یؤدوھا وجب انصرافھا الی ظھر الیوم بالاتفاق مسجد میں مجتمع ہیں جماعت پر قادر ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شناعت ہے کہ مجتمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے خوف جیسی حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روا نہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلاوجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کما نطق بہ القراٰن العظیم وباللّٰہ الھدایۃ الی صراط مستقیم واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اُس وقت کوئی وظیفہ یا سنن یا نوافل یا فرض قضائے فجر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اُس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے اور نوافل بھی اگر پڑھے گا گنہگار ہوگا اگرچہ نماز ہوجائے گی رہی قضا اگر صاحبِ ترتیب نہیں تو اُس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے اور جہاں تک دوری ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت مخالفت سے بچے۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بنگالہ ضلع تپرا موضع مرادنگر مرسلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ چند اشخاص برائے ادائے جمعہ بمسجدے رفتند و دیدند کہ جمعہ ادا شدہ است اکنوں ایشاں دراں مسجد مذکور صلاۃ جمعہ ادا تو انند کرد یا ادائے ظہر واجب ست بر تقدیر ثانی باجماعت یا فرادٰی شخصے میگوید کہ جماعتے را کہ نماز جمعہ فوت شدہ شود اوشاں در خارج مسجد بہ بعد مقدار یک صد گز یا یکصد و بست و پنج گز مروجہ انگریزی رفتہ نماز جمعہ ادا تو انند کرد و درانجا مسجدے نیست و قول او صحیح ست یا نہ واگر چنیں ادا کرد جائز خواہد شد یا نہ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

امامت جمعہ وعیدین ہر کس نتواں کرد بلکہ واجب ست کہ سلطان اسلام یا ماذون او باشد وبضرورت آنکہ مسلمانان او را امام جمعہ مقرر کردہ باشند وشک نیست کہ یک مسجد را دو امام جمعہ کہ اقامت جمعۂ واحدہ کنند نباشد پس در مسجد واحد دو بار جمعہ نتواں شد چوں بعض مرداں ایں جا جمعہ نیابند بمسجدے دیگر اگر یابند روند کہ تعدد جمعہ در شہر بر مذہب مفتی بہ رواست ہمچناں اگر امامے معین برائے امامت جمعہ یابند در غیر مسجد در شہر یا فنائے شہر ادا کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمعہ نیست واگر نیابند فرض ست کہ ظہر ادا کنند وروا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فرادی خوانند کل ذٰلک مصرح بہ فی کتب المذھب وقد بیناہ فی فتاونا وآنکہ شخص مذکور تحدید فصل دو ذرعان کرد اصلے ندارد۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شاہی علاقہ رامپور مرسلہ نادر شاہ خاں وانعام اللہ خاں ۶ رجادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس قصبہ شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الایام سے اُس میں نماز جمعہ ہوتی ہے اور ایک عیدگاہ قریب آبادی کے ہے اُس میں نماز عید پڑھی جاتی ہے فی الحال بوجہ کثرت نمازیاں گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لیے عیدگاہ میں جمعہ پڑھتے ہیں اُس روز جامع مسجد نماز جمعہ سے بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی بازپرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم بوجہ خالی رہنے مسجد کے بروز حساب نہ فرمائے گا اور پڑھنے نماز جمعہ سے عیدگاہ میں کچھ نقصان عنداللہ وعندالرسول ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے کچھ نقصان نہیں نہ کوئی مواخذہ ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۔ از بنگالہ ضلع میمن سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غرۂ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

ما تقولون یا ارباب العقول فی تبلیغ احکام الرسول فی ھذا الباب ھل یجب علی المصلین ان یصلوا اٰخر الظھر مع الجمعۃ ام لا وان صلوا فما ذا ینوونھا فریضۃ ام نافلۃ بینوا بالدلیل توجروا اجرا جزیلا ۔

الجواب

ان وقع الشک فی صحۃ الجمعۃ لوقوع الشبھۃ فی شرط کالمصریۃ اوکون الدار دار الاسلام فالظاھر الوجوب وان کان ھناک توھم لاجل خلاف ضعیف فالندب ویفتی بہ الخواص لا العوام وعلی کل ینوی الفریضۃ ای اٰخر فرض ظھر ادرکتہ ولما اؤد لان النفل یتأدی بنیۃ الفرض ولاعکس فلا یحصل الاحتیاط الابنیۃ الفریضۃ کما لایخفی قال فی ردالمحتار فی القنیۃ لما ابتلی اھل مرو باقامۃ الجمعتین فیھا مع اختلاف العلماء فی جوازھما امرائمتھم بالاربع بعدھا حتما احتیاطا اھ ونقلہ کثیر من شراح الھدایۃ وغیرھا وتداولوہ ثم نقل المقدسی عن الفتح انہ ینبغی ان یصلی اربعا ینوی بھا اٰخر فرض ادرکت وقتہ ولم اؤدہ ان تردد فی کونہ مصرا او تعددت الجمعۃ قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف المتوھم او المحقق وذکر فی النھر انہ لاینبغی التردد فی ندبھا علی القول بجواز التعدد خروجا عن الخلاف اھ قال المقدسی ذکر ابن الشحنۃ عن جدہ التصحیح فیہ

بالندب وبحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التوھم اما عند قیام الشك والاشتباہ فی صحۃ الجمعۃ فالظاھر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الھمام ما یفیدہ اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ضلع کرلہ موضع پانیسر مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب غرہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی جانب الیمن والیسر کو پھر کر مناجات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنت مؤکدہ ہو نہ پھرے بالدلائل تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو بقبلہ بیٹھا رہنا امام کے لیے بالاجماع مکروہ ہے جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشا اُس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے عادت مسلمین یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دعا رہتے ہیں اور اُس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اُٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حسن ادب سے ہے اقول ویمکن الاستیناس لہ بقولہ عزوجل واذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذھبوا حتی یستأذنوہ فان فراغہ من الدعاء یعد اذنا منہ دلالۃ بذلك العرف جار تو ایسی حالت میں اتنی دعائے طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہیے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے فجر و عصر ھذا ما ظھر لی تفقھا وارجو ان یکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی واذا امر الامام بالتخفیف فی الصلاۃ ای عدم الزیادۃ علی القدر المسنون اجمعوا علی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ سائر الصلوات فی ذلك علی السواء حلیہ میں ہے وقد صرح غیر واحد بانہ یکرہ لہ ذلك درمختار میں ہے یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ قال الحلوانی لاباس بالفصل بالاوراد قال الحلبی ان ارید بالکراھۃ التنزیھیۃ ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملہ علی القلۃ اھ حلیہ میں ہے یحمل الکراھۃ علی التنزیھیۃ بعدم دلیل التحریمیۃ غنیہ میں ہے قول عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ یفید ان لیس المراد انہ کان یقول ذلك بعینہ بل کان یقعد زمانا یسع ذلك المقدار ونحوہ تقریبا فلاینافی ما روی مسلم وغیرہ عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا سلم من صلاتہ قال بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من نحو ھذہ الاذکار لعدم التفاوت الکثیر بینہما اھ مختصرا بلکہ شیخ محقق مولٰنا عبدالحق قدس سرہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ شریف میں فرماتے ہیں تعجیل قیام بسنت مغرب منافی نیست مر خواندن آیۃ الکرسی و امثال آنرا چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر فقہ کی کسی کتاب معتمد میں یہ نہیں کہ جس نماز کے بعد سنت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع ہاں

فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلمات علما سے کہ فقیر نے نقل کیے ظاہر ہوگئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از کھاتہ ضلع رامپور مرسلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳ محرم ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزرا زمانہ پادشاہت اسلام میں قاضی شرع نے جو قاضی بااختیار تھے جامع مسجد قائم کی اور وہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب سمجھ کر نماز جمعہ و نماز عیدین اُسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اُسی وقت سے حسب اجازت وہدایت اصل قاضی یا حاکم وقت مذکور کے اُسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے بوجہ مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے رنج کرکے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور باشندگان دیہ کو جامع مسجد قدیم کو آنے سے روک کر بہکا کر بہت سے اشخاص کو اُس نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم میں بھی مثل قدیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُس مسجد جدید میں امام قدیم سے مخالفت کرکے نماز عید ہوئی یا نہیں اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تفریق جماعت کا مرتکب ہوا کیا حکم ہے اور آیندہ اس طریقہ سے نماز ہوگی یا نہیں۔

الجواب

جمعہ وعیدین وکسوف میں ہر شخص امامت نہیں کرسکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو ہاں جہاں یہ نہ مل سکے تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کرلیں صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالٰی عہدھا سے بحکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان امام قدیم میں مستمر ودائم ہے تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے اُس کے ہوتے بلامجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں لان الخیرۃ لھم انما یکون عند الضرورۃ لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورۃ فلا خیرۃ یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہوجائے اور اُس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت صحیح نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید وجمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کرے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی اُس کا پڑھنا گناہ ہوگا واجب عید سر پر رہ جائے گا تفریق جماعت تو وہاں کہی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہوجائیں جب یہاں نمازیں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے اللہ تعالٰی توفیق توبہ بخشے یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے آج کل جہال میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پنجگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کرلی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اُس طریق معین کا درکار ہے اُسکے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں تنویر الابصار میں ہے یشترط لصحتہا السلطان اومامورہ باقامتھا درمختار میں ہے فی السراجیۃ لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الخ ردالمحتار میں ہے حاصلہ انہ لاتصح اقامتھا الالمن اذن لہ السلطان بواسطۃ او بدونھا امابدون ذلک فلا تنویر ودر میں ہے (ونصب العامۃ) الخطیب (غیر معتبر مع وجود من ذکر) امامع عدمھم فیجوز

للضرورۃ انھیں کے باب العیدین میں ہے (تجب صلاتھما علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا) فانھا سنۃ بعدھا وفی القنیۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ قصبہ بنیازان ڈاکخانہ لکھی گنج مرسلہ منشی طالب حسین خاں ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مسجد ہر لوگوں کے نماز جمعہ پڑھ لے تو بعدہ دوسرے لوگوں کو تکرار نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں اور اگر پڑھ لیا تو نماز ان کی ہوگئی یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہرگز جائز نہیں وقد اخطأ بعض العصریین من لکھنؤ فی تجویز ذلک مغترا بجواز التعدد کما بیناہ فی فتاونا جمعہ وعیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہیے امام کردیجیے بلکہ اس کے لیے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہۃ سلطان الاسلام ہو بلاواسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو وھلم جرا بضرورۃ او بد ونھا ایضا علی اختلاف القیلین مع شرائط المعلوم المبین فی کلمات العلماء الکرام یہاں تک کہ اگر بغیر اس کی اجازت کے دوسرا شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی سراجیہ میں ہے لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ اھ **اقول** ولا استثناء فان الاذن یعم الاذن دلالۃ در مختار میں ہے واقرہ شیخ الاسلام ہاں جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو وہاں بضرورت اقامت شعار اجتماع مسلمین کو قائم مقام اذن سلطان قرار دیا ہے یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کرلیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہوجائے گا در مختار میں ہے نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع عدمھم فیجوز للضرورۃ اور شک نہیں کہ جو امر ضرورۃ جائز رکھا گیا وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کرسکتا لما عرف من القاعدۃ المطردۃ الفقہیۃ بل والعقلیۃ ان ماکان بضرورۃ فقدر بقدرھا اور مسجد واحد کے لیے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا ضرور اس کی لیاقت سے دور و مہجور تو اس کے پیچھے نماز جمعہ باطل ومحذور البتہ اگر امام معین نے براہ شرارت خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت معہود سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی عامہ جماعت مسلمین بوقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہراً مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو باتفاق عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں لحصول الضرورۃ بالضرورۃ ولم تندفع بما فعل الامام بل لم یحصل من فعلہ ماکان نصبہ لہ فما نصب الا للعامۃ لا للعدۃ نفر کما لایخفی ولیحرر واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ مرسلہ ظہور احمد از بتیھو ڈاک خانہ چاکند ضلع گیا

جس موضع میں تین مسجدیں ہوں اور بڑی مسجد میں اس جگہ کی سب لوگ گنجائش نہ کرسکیں اور اس جگہ سے تین میل شہر متصل ہو اس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اس شہر میں واجب ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا یہ جو عبارت وقایہ کی ہے کہ مالم یسع اکبر مساجدہ اھلہ مصر ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اس جگہ کی سب مسلمان شخص گنجایش نہ کرسکیں جمعہ واجب ہے یا نہیں یعنی مسلمان عاقل بالغ جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

الجواب

جو جگہ خود شہر نہ ہو اُس میں صحت جمعہ کے لیے فنائے مصر ہونا ضرور ہے فنائے مصر حوالی شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لیے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عیدگاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لیے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاؤنی یا شہر کی گھوڑ دوڑ یا چاندماری کا میدان یا کچہریاں اگرچہ یہ مواضع شہر سے کتنے ہی میل ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت حائل ہوں اور جو نہ شہر ہے نہ فنائے شہر اُس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا فی تنویر الابصار والدر المختار یشترط لصحتہا المصر او فناؤہ وھو ما حولہ اتصل بہ اولا کما حررہ ابن الکمال وغیرہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل اھ ملخصا وفی رد المحتار قد نص الائمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلک اھ وفی الدر المختار عن القنیۃ صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ مصر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں وہاں کے اہل جمعہ نہ سمائیں اپنے ظاہر معنی پر ہمارے ائمہ کے مذہب متواتر کے خلاف ہے ولہذا محققین نے اُسے رد فرمایا اور تصریح کی کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ شہر سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور اُن میں جمعہ باطل ٹھہرتا ہے کہ اُن کی مساجد کریمہ اپنے اہل کی ہمیشہ سے وسعت رکھتی ہیں غنیہ شرح منیہ علامہ ابراہیم حلبی میں ہے اختلفوا فی تفسیر المصر اختلافا کثیرا والفصل فی ذلک ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھما الجمع من زمنہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدھما فھو مصر وکل تفسیر لایصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتأخرین کصاحب المختار والوقایۃ وغیرھما وھو ما لو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع اھلہ وزیادۃ فلا یعتبر ھذا التعریف وبالاولی ان یعتبر تعریفہ بما یعیش فیہ کل محترف بحرفتہ او یوجد فیہ کل محترف فان مصر وقسطنطنیۃ من اعظم امصار الاسلام فی زماننا ومع ھذا فی کل منھما حرف لاتوجد فی الاخری فضلا عن مکۃ والمدینۃ انتھی باختصار ملتقی الابحر میں ہے وقیل مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدھم لایسعھم مجمع الانہر میں ہے اوردہ بصیغۃ التمریض لانھم قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۱۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ احتیاطاً ظہر پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ (۲) خطبۂ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا آوے اُس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا کیسا ہے چاہیے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

احتیاطی ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں (۲) خطبے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر دل میں درود پڑھیں زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بلابو قصبہ نیلوکھیا مرسلہ محمد نیاز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پنجگانہ کے لیے گھر مقرر ہے اذان وجماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کرکے نماز جمعہ ادا کرلیویں تو علیہ ما وجب لہ سے بری ہوں گے یا نہیں اور موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ صحیح ہوگا یا نہیں اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب یا اثم اور اگر اثم ہے تو کیسا بینوا بالتفصیل مع الدلیل توجروا یوم الاٰخر والحساب اٰمین یا رب العٰلمین صحت جمعہ کے لیے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کیا ہے اور تعریف قری جن میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے قری اور دیہات میں فرق ہے یا نہیں اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز۔

الجواب

مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ وجواز جمعہ سب کے لیے مصر شرط ہے دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اُس کی ادا جائز نہ صحیح اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اُترے گا پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے للاشتغال بما لایصح کما فی الدرالمختار وللتنفل بجماعۃ بالتداعی ولترک جماعۃ الظہر وان ترکوا الظہر فاشنع واخنع قریہ زبان عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں قال تعالٰی وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم من اھل القرٰی ای الامصار لعلمھم وحلمھم دون البوادی لغلظھم وجفائھم وقال تعالٰی علی رجل من القریتین عظیم ای مکۃ والطائف وقال تعالٰی من قریتک التی اخرجتک اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اُس میں اور دہ میں کچھ فرق نہیں **ثم اقول** وباللہ التوفیق حق ناصع یہ ہے کہ مصر وقریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلاۃ وزکاۃ نہیں جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لیے مقرر کیا ہو ورنہ شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اُس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہوسکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اصلا کوئی نقل ثابت ومنقول نہیں تو ضرور عرف شرع میں وہ اُنھیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور اُن سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کے لیے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط ومدار احکام ومقصود ومراد شرع نہیں ہوسکتی محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ تعالٰی فتح القدیر میں فرماتے ہیں واعلم ان من الشارحین من یعبر عن ھذا بتفسیرہ شرعا ویجب ان یراد عرف اھل الشرع وھو معنی الاصطلاح الذی عبرنا بہ لا ان الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نقلہ فانہ لم یثبت وانما تکلم بہ الشارع علی وفق اللغۃ اور ظاہر ہے کہ معنی متعارف میں شہر ومصر ومدینہ اُسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے محلے متعدد ودائمی بازار ہوتے ہیں وہ پرگنہ ہوتا ہے اُس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہیں عادۃً اس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ ودہ موضع وگاؤں کہلاتی ہیں شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد ومدار احکام جمعہ وغیرہا ہیں ولہذا ہمارے امام اعظم وہمام اقدم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں فی التحفۃ عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیھا سکک واسواق ولھا رساتیق وفیھا وال یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم

بحشمتہ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث وھذا ھو الاصح ہاں اتنا ضرور ہے کہ جمعہ اسلامی حکم ہے اُس کے لیے اسلامی شہر ہونا ضرور ہے ولہذا دار الحرب میں اصلاً جمعہ نہیں اگرچہ کتنے ہی بڑے امصار عظام کبار ہوں جن میں دس دس لاکھ آدمیوں کی آبادی ہو نہ اس وجہ سے کہ وہ شرعاً شہر نہیں اصطلاح شرع میں وہ گاؤں ہیں حاشا یہ محض غلط ہے قیامت تک کوئی ثبوت نہیں دے سکتا کہ شرع مطہر نے کفار کے امصار کبار کو مصر و مدینہ سے خارج اور وہ اور گاؤں بتایا ہو اس بنا پر کہ وہاں اقامت حدود و تنفیذ احکام شرع نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کافرین کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے اور اکثر مرسلین کرام اصحاب شرائع جدیدہ علیہم الصلاۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہو کر اُنھیں پر مبعوث ہوتے اب کیا معاذ اللہ یہ کہا جائے گا کہ شرعاً یہ مرسلین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہم اجمعین دیہاتی تھے حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم من اھل القری ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے وہ سب مرد اور شہری ہی تھے اُن میں کوئی عورت نہ تھی نہ کوئی گنوار تھا خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس وقت غلبۂ کفار کے سبب مکۂ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اُس وقت بھی قرآن عظیم نے مکۂ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا وکاین من قریۃ ھی اشد قوۃ من قریتك التی اخرجتك اھلکنھم فلا ناصر لھم بہتیرے شہر کو تمھارے اس شہر سے جس نے تم کو نکالا زیادہ قوت والے تھے ہم نے ہلاک کردیے تو اُن کا کوئی مددگار نہیں بلکہ وجہ صرف یہ ہے کہ دار الحرب کے شہر کفر کے شہر ہیں اور اقامت جمعہ کو اسلامی شہر درکار اسی طرف نظر فرماکر کلام قدما میں جبکہ اسلام کا دَور دورہ تھا اور اسلامی شہر اسلامی احکام کے پابند تھے لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود واقع ہوا اُس سے مقصود وہی تھا کہ اسلامی شہر کہ اُس وقت اسلامی شہر ایسے ہی ہوتے تھے یہ معنی نہ تھے کہ تنفیذ احکام واقامت حدود سنخ حقیقت شہر میں داخل ہے یہ نہ ہو تو شہر شرعاً شہر ہی نہ رہے گا گاؤں ہو جائے گا حالانکہ فتنۂ بلوائیان مصر میں خاص زمانۂ خلافتِ راشدہ میں چند روز تنفیذ احکام نہ ہوئی کیا اُس وقت مدینہ طیبہ گاؤں ہو گیا تھا اور اُس میں جمعہ پڑھنا حرام و باطل ہوا تھا حاشا ہرگز ایسا نہیں خود یہی علما تصریح فرماتے ہیں کہ ایام فتنہ میں اقامت جمعہ ہوگی اور شہر شہریت سے خارج نہ ہوگا ولہذا ردالمحتار میں فرمایا لومات الوالی اولم یحضر لفتنۃ ولم یوجد احد ممن لہ حق امامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبا للضرورۃ کما سیأتی مع انہ لا امیر ولا قاضی ثمہ اصلا وبھذا ظھر جھل من یقول لا تصح الجمعۃ فی ایام الفتنۃ مع انھا تصح فی البلاد التی استولی علیھا الکفار کما سنذکرہ فتامل اس تعریف میں الفاظ ینفذ ویقیم موہم تعلیق تھے جس سے بعض کبرا کو دھوکا ہوا جسے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد یقدر علی الانصاف نے زائل کر دیا کما بینہ فی الغنیۃ وردالمحتار وغیرھما من الاسفار اور حقیقۃً غور کیجیے تو ارشاد امام میں علمہ او علم غیرہ کہ مفید تقیید اسلام والی ہے یہ بھی اُسی زمانے کی حالت کے مطابق تھا اُس وقت میں اور اُس کے بعد صدہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر دار الاسلام ہو اور حاکم کافر ولہذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہریار میں تلازم تھا اُن بندگانِ خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہوگا جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دار الاسلام اور اُس پر کفار حکام ورنہ حقیقۃً صرف اُسی قدر درکار ہے کہ اسلامی شہر ہو اگرچہ والی کافر ہی ہو ولہذا جامع الرموز میں زیر قول ماتن شرط لادائھا المصر والسلطان فرمایا الاطلاق مشعر بان الاسلام لیس

بشرط مبسوط و معراج الدرایہ و جامع الفصولین و ہندیہ و ردالمحتار وغیرہا میں ہے لوالولاۃ کفارا یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ
تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ صرف اسلامی شہر ہونا درکار ہے تنفیذ احکام یا اقامت حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور بحمد اللہ تعالٰی
ہم نے اپنے فتاوی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منتہائے بنگالہ تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں
جتنے شہر و قصبات ہیں (جن کو شہر و قصبہ کہتے ہیں اور وہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے متعدد دائمی بازار ہیں وہ پرگنہ ہیں اُنکے
متعلق دیہات ہیں اُن میں ضرور کوئی حاکم فصل مقدمات کے لیے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈسمس کا اختیار ہے نہ فقط تھانہ دار کہ وہ کوئی
حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور اُن میں جمعہ فرض ہے اور اُنھیں میں جمعہ صحیح
ہے اُن کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگرچہ مکانات پختہ اور مسلمان و مساجد بکثرت ہوں اُن میں نہ جمعہ فرض نہ جائز نہ صحیح یہی تحقیق و تحقیق
حق ہے جس سے سرمو حق متجاوز نہیں یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اُس کے سکان اہل جمعہ نہ سمائیں اگر بطور تعریف مانی جائے تو صریح
باطل ہے جس پر وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ اور نہ ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و
مدینہ طیبہ گاؤں ٹھہرے جاتے ہیں اور اُن میں جمعہ معاذ اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے اکبر مساجد کو اگر اپنے ظاہر پر رکھیں اور اُن میں متعدد
مساجد صغیر و کبیر اور اُن سب میں اکبر ہونا شرط کریں جب تو مکہ معظمہ کا شہر نہ ہونا صراحۃً واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صدہا
سال تک نہ تھی اور عجب نہیں کہ اب بھی نہ ہو نور العین و ردالمحتار کتاب الوقف میں ہے لامسجد فی مکۃ سوی المسجد الحرام اور اگر ایک ہی
مسجد پر قناعت کریں اور مجازاً ٹھہرالیں کہ جب یہی ایک مسجد ہے تو یہی اکبر مساجد ہے تو اول تو یہ کس قدر مقاصد شرع مطہر سے دور و مہجور ہے
ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد مقاتل رہتے ہیں اُس میں ایک مسجد فرض کیجیے جس میں لاکھ سے زائد یا صرف لاکھ آدمی آسکیں اور
ایک گمنام پہاڑ کی تلی میں بن کے کنارے دو جھونپڑیاں وحشی جنگلیوں کی ہوں جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور اُنھوں نے ایک چبوترہ چنگز
کا بنالیا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجایش ہے آگے امام اور پیچھے تین تین آدمیوں کی دو صفیں تو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو
اور اُس میں جمعہ حرام اور یہ کوردہ مصر جامع و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جمعہ فرض کیا ارشاد حدیث لاجمعۃ ولاتشریق ولاصلوۃ فطر ولا
اضحی الافی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ کا یہی منشا ہے حاشا وکلا معہذا ایسا ہو تو دن میں چھ چھ بار مصریت و قرویت پلٹا کھائے ایک بستی میں
سو اہل جمعہ رہتے ہیں اور اُس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو وہ گاؤں ہے پہر دن چڑھے اُن میں ایک لڑکا بالغ ہوا تو
وہ شہر ہوگیا کہ اب اُس مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ کی وسعت نہ رہی دوپہر کو ایک شخص وہاں سے سکونت چھوڑ کر چلا گیا تو پھر گاؤں ہوگیا کہ
اب پھر وسعت ہوگئی پہر دن رہے ایک غلام آزاد ہوا تو پھر شہر ہوگیا کہ وسعت نہ رہی شام کو ایک شخص مرگیا تو پھر گاؤں ہوگیا عشا کو
ایک مجنون ہوش میں آگیا تو پھر شہر ہوگیا آدھی رات ایک شخص کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں رہا وعلٰی ہذا القیاس بلکہ فرض کیجیے
کہ ابھی وہ شہر تھا اور جمعہ فرض تھا مسلمان جمعہ کے لیے جمع ہوئے امام خطبہ پڑھ رہا ہے کہ خبر آئی فلاں مرگیا اب جمعہ حرام ہوگیا خطیب کہا
گیا کہ شہر گاؤں ہوگیا امام نے خطبہ چھوڑا اور اعلان ہوا کہ بھائیو ظہر کی نیت باندھو تکبیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے کہا میری آنکھ لگ گئی
تھی احتلام ہوگیا وہ نہانے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جائے کہ اب یہ پھر شہر ہے اور پہلا خطبہ کو بوجہ زوال محلیت بیکار ہوگیا تھا پھر اعادہ

کیے ابھی امام دوسرے خطبے تک نہ پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اُترے اور ظہر کا اعلان ہُوئے تکبیر ہو رہی ہے کہ صف میں سے ایک مسافر نے اُٹھ کر کہا صاحبو کیوں جمعہ کھوتے ہو میں یہاں چند روز کے لیے آیا تھا مگر اب یہیں کا ساکن ہوگیا امام سے کہیے پھر سہ بارہ خطبے کو جائے اس اُلٹ پھیر میں معلوم نہیں کہ عصر کا وقت آنے تک جماعت کو جمعہ نصیب ہو یا ظہر یہ سب خوبیاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دونوں بلد کریم مکہ مکرمہ و مدینۂ منورہ کی مساجد طیبہ قطعاً وہاں کے اہل جمعہ بلکہ اُن سے بدرجہا زائد کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کریم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور اُن میں جمعہ حرام ٹھہرا اس سے زیادہ شناعت اور کیا ہوگی اور یہ وسعت آج کی نہیں زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بھی تھی تو معاذ اللہ زمانۂ اقدس سے وہ گاؤں ہی تھے اور اُن میں جمعہ حرام تھا مگر ہوتا تھا اب یہ منتہائے شناعت کبرٰی ہے جس سے مافوق متصور نہیں جامع ترمذی شریف میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا رحم اللہ عثمٰن زاد فی مسجدنا حتی وسعنا ھذا المختصر اللہ تعالٰی عثمٰن پر رحمت فرمائے اُس نے ہماری مسجد شریف بڑھادی یہاں تک کہ اُس میں ہم سب نمازیوں کی وسعت ہوگئی ظاہر ہے کہ سب نمازیوں کی وسعت ہوجانا صرف اہل جمعہ کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوگی تو معاذ اللہ اس تعریف پر حاصل حدیث یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰی عثمٰن کا بھلا کرے اُس نے ہماری مسجد بڑھاکر مدینہ کو گاؤں کردیا اور اُس میں جمعہ حرام ہوگیا لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاستسقا میں ہے من ھو مقیم بالمدینۃ لایبلغ قدر الحاجۃ وعند اجتماع جملتھم یشاھد اتساع المسجد الشریف فی اطرافہ وانما شدۃ الزحام فی الروضۃ الشریفۃ وما قاربھا للرغبۃ فی زیادۃ الفضل والقرب من المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا فی الشرح غنیہ میں ہے الفصل فی ذلک ان مکۃ والمدینۃ مصران تقام بھما الجمع من زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الیوم فکل موضع کان مثل احدھما فھو مصر وکل تفسیر لایصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی التعریف الذی اختارہ جماعۃ من المتأخرین کصاحب المختار والوقایۃ وغیرھما وھو مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم فانہ منقوض بھما اذ مسجد کل منھما یسع اھلہ وزیادۃ لاجرم علما نے تصریح فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ملتقی الابحر میں ہے وقیل مالو اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لایسعھم مجمع الانہر میں ہے انما اورد بصیغۃ التمریض لانھم قالوا ان ھذا الحد غیر صحیح عند المحققین اسی طرح شرح نقایہ وغیرہ میں ہے معہذا معلوم ہے اور خود اس تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ وہ روایت نادرہ خلاف ظاہر الروایہ ہے اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوع عنہ اور متروک ہے بحر الرائق میں ہے ماخرج عن ظاھر الروایۃ فھو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولا لہ فتاوی خیریہ میں ہے صرحوا بان ماخرج عن ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لابی حنیفۃ ولا قولا لہ ردالمحتار میں ہے ماخالف ظاھر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا تو ظاہر الروایہ مصحح معتمد معمول علیہ مختار جمہور مؤید دمنطوقہ کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل و فتوٰی کیونکر روا درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جہل وخرق للاجماع ردالمحتار میں ہے کقول محمد مع وجود قول ابی یوسف اذا لم یصحح او یقو وجھہ واولی من ھذا بالبطلان الافتاء

بخلاف ظاہر الروایۃ اذالم تصحیح والافتاء بالقول المرجوع عنہ انتہی ح یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ تعالٰی اہل انصاف وعلم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زنہار زنہار مذہب ائمہ مذہب چھوڑ کر دوسری بات پر فتوے دے سکتے ہیں مگر در بارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انھیں منع نہیں کرتا نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت اُن کے لیے بس ہے وہ جس طرح خدا و رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے ارأیت الذی ینھی ۝ عبدا اذا صلے ۝ سیدنا ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں شیئ خیر من لاشیئ کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے رواہ عنہ عبد الرزاق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مر برجل لایتم رکوعا ولا سجودا فقال شیئ خیر من لاشیئ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں کسی نے عرض کی یا امیر المومنین آپ منع نہیں کرتے فرمایا اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھی ۝ عبدا اذا صلی ۝ میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں اللہ تعالٰی فرماتا ہے کیا تو نے اُسے دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے ذکرہ فی الدر المختار اُسی سے بحر الرائق میں ہے ھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلا لقلۃ رغبتھم فی الخیرات کتاب التجنیس والمزید پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے سئل شمس الائمۃ الحلوانی ان کسالی العوام یصلون الفجر عند طلوع الشمس افنزجرھم عن ذٰلک قال لا لانھم اذا منعوا عن ذٰلک ترکوھا اصلا واداؤھا مع تجویز اھل الحدیث لھا اولی من ترکھا اصلا درمختار میں ہے لایجوز صلاۃ مطلقا مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلھا لانھم یترکونھا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کمافی القنیۃ وغیرھا رد المحتار میں ہے قولہ فلا یمنعون افاد ان المستثنی المنع لا الحکم بعدم الصحۃ عندنا قولہ کمافی القنیۃ وعزاہ صاحب المصفی الی الامام حمید الدین عن شیخہ الامام المحبوبی والی شمس الائمۃ الحلوانی وعزاہ فی القنیۃ الی الحلوانی والنسفی ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے وللہ الحمد یہ عوام کالانعام کے لیے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتوی کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بناپر ان جہال کو دہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتوی دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور اُن جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں نسأل اللہ العفو والعافیۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از مدرسہ اسلامیہ امروہہ مرسلہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی ۱۳ محرم ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں قریب تین چار سو مسلمان مرد مکلف اور اُس کے قریب قریب ہی اتنے مرد مقیم ہیں اُس بستی میں منصفی تھانہ ڈاکخانہ شفاخانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصر ہے یا قریہ اس بستی والے پر جمعہ واجب ہے یا نہیں اگر واجب نہیں تو یہاں جمعہ ادا کرنے سے صلاۃ ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں ہمارے ملک برہما کی آبادی میں کہیں کہیں تو مسلمان مرد مکلف ہزار دو ہزار تک مقیم ہیں مگر ایسی بستی کم ہے ادنٰی درجے میں بعض بستیوں میں دس بیس مرد مسلمان مکلف مقیم ہیں البتہ جن بستیوں میں

سو دو سو چار پانچ سو مرد مکلف مقیم ہیں بہت ساری ہیں بعض بستیوں میں سات آٹھ سو مکلف مقیم ہیں اب ان آبادیوں میں سے کوئی شہر کہلا سکتی ہے یا نہیں اور اگر سب کو گاؤں مانیں گے تو کوئی بڑے گاؤں میں بھی جمعہ اور عیدین فرض و واجب ہے یا نہیں۔ اور اگر واجب نہیں تو ان بستیوں میں سے کسی میں جمعہ ادا کرے تو صلاۃ ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں اگر آپ بڑے گاؤں میں جمعہ درست بتائیں تو ان بستیوں میں کونسی بستی بڑی کہلاوے گی اُس کی تشریح فرمادیں جن آبادیوں میں کئی ایک حصے ہیں فقط زراعت وغیرہ کی میل آدھ میل ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ایک دوسرے سے بسلسلہ ہے ہر ایک کا نام بھی آپس میں جداگانہ ہے مگر اطراف میں ایک ہی نام مشہور ہے اب کیا سب کو ملاکر ایک بڑی بستی مانی جائیگی یا ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے حتی الامکان جواب مفصل اور مدلل سے ہم نابیناؤں کو ہدایت فرمادیں۔

الجواب

فرضیت وصحت وجواز جمعہ سب کے لیے اسلامی شہر ہونا شرط ہے جو جگہ بستی نہیں جیسے بن سمندر پہاڑ یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات یا شہر ہے مگر اسلامی نہیں جیسے روس وفرانس کے بلاد اُن میں نہ جمعہ فرض ہے نہ صحیح نہ جائز بلکہ ممنوع وباطل وگناہ ہے اُس کے پڑھنے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا شہر ہونے کے لیے یہ چاہیے کہ اُس میں متعدد کوچے متعدد دائمی بازار ہوں وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں کہ موضع فلاں وفلاں وفلاں پرگنہ شہر فلاں اور اُس میں کوئی حاکم ہو کہ فیصلۂ مقدمات کا اختیار من جانب سلطنت رکھتا ہو وطلب باتیں عادۃً متلازم ہیں سلطنت جسے پرگنہ قرار دیتی ہے ضرور اُس میں کوئی حاکم لا اقل نصف یا تحصیلدار رکھتی ہے اور جہاں سلطنت کوئی کچہری قائم کرتی ہے اُسے ضرور ضلع یا کم از کم پرگنہ بناتی ہے اور عادۃً پہلی دو باتیں بھی اُن دو کو لازم ہیں جو پرگنہ ہوتا ہے جہاں کچہری مقرر ہوتی ہے وہاں ضرور متعدد بازار متعدد کوچے ہوتے ہیں ولا عکس فقد تتعدد ولا حاکم ولا رساتیق فذکر الاولین لا یغنی عن الاخیرین بخلاف الاخیرین ففیہما الکفایۃ ولذا انما بنی الامر علیہما فی اقرب الاقاویل الی الصواب فتاوی غیاثیہ پھر غنیہ شرح منیہ میں ہے لوصلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لہا قری وفیہا وال وحاکم جازت الجمعۃ بنوا المسجد اولم یبنوا وھو قول ابی القاسم الصفار وھذا اقرب الاقاویل الی الصواب غنیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا وھو لیس ببعید مما قبلہ والمسجد الجامع لیس بشرط انتہی واراد بما قبلہ ما قدم عن تحفۃ الفقہاء للامام علاء الدین السمرقندی عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہا رساتیق وفیہا وال قال فی التحفۃ ھذا ھو الاصح اھ وانما لم یکن بعید امنہ لما قدمنا ان السکک والاسواق تلزم عادۃ للامرین المذکورین کما قال فی الغنیۃ ایضا بعد نقل ما فی التحفۃ الا ان صاحب الھدایۃ ترک ذکر السکک والرساتیق بناء علی الغالب ان الامیر والقاضی شانہ القدرۃ علی تنفیذ الاحکام واقامۃ الحدود لایکون الا فی بلد کذلک قال فالحاصل ان اصح الحدود ما ذکر فی التحفۃ یصدق علی مکۃ والمدینۃ وانہما الاصل فی اعتبار المصر اور شہر کے اسلامی ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اُس میں سلطنت اسلام ہو خود مختار جیسے بحمد اللہ تعالی سلطنت علیہ عالیہ عثمانیہ ودولت خداداد افغانستان حفظہما اللہ تعالی عن شرور الزمان یا کسی سلطنت کفر کی تابع جیسے اب چند روز سے سلطنت بخارا حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور اگر فی الحال نہ ہو تو دو باتیں ضرور ہیں ایک یہ کہ پہلے اُس میں سلطنت اسلامی رہی ہو دوسرے یہ کہ جب سے قبضۂ کافرین

آئی شعار اسلام مثل جمعہ وجماعت واذان واقامت وغیرہا کلاً یا بعضاً برابر اُس میں ابتک جاری رہے ہوں جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہوسکتے نہ وہاں جمعہ وعیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلامیہ کو نہ روکتے ہوں اگرچہ وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان واقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ وعیدین بلامزاحمت ادا کرتے ہوں جیسے کہ روس وفرانس وجرمن وپرتگال وغیرہا اکثر بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے یوں ہیں اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی پھر کافر نے غلبہ کیا اور شعائر کفر جاری کرکے تمام شعائر اسلام یکسر اُٹھادیے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سر نو اُن ہیں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں جمعہ وعیدین جائز نہیں ہوسکتے اگرچہ کفار غلبہ یافتہ ممانعت کے بعد پھر بطور خود شعائر اسلام کی اجازت دیدیں خواہ اُن کافروں سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شعائر اسلام کردیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجرد جریان شعائر اسلام سے اسلامی نہیں ہوجاتا ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے بغاوت کرکے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا اور شعائر اسلام بالکل اٹھادیے مگر وہ صوبہ چار طرف سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر شہر اسلامی ہی رہے گا کہ اگرچہ کافر نے شعائر اسلام یکسر اُٹھادیے مگر چار سمت سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہونے کے باعث اُس کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے وھذہ بحمدہ تعالٰی فوائد نفیسۃ سمح بھا الیراع لو استرسلنا فی الکلام علی دلیلھا وتفاصیلھا لخرجنا عن القصد مع ان اکثرھا جلیۃ عند من لہ اجالۃ نظر فی الکتب الفرعیۃ واجادۃ فکر فی الاصول الشرعیۃ فلنقتصر علی نقل بعض نصوص فقھیۃ جامع الفصولین ومبسوط ومعراج الدرایہ وھندیہ وردالمحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے الحکم اذا ثبت بعلۃ فما بقی شیئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ فلما صارت البلدۃ دارالاسلام باجراء احکامہ فما بقی شیئ من احکامہ واثارہ تبقی دارالاسلام وکل مصر فیہ وال مسلم من جھۃ الکفار تجوز فیہ اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیھم واما طاعۃ الکفرۃ فھی موادعۃ ومخادعۃ واما فی بلاد علیھا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد الخ شرح نقایہ میں کافی سے ہے دارالاسلام ما یجری فیہ حکم امام المسلمین فصول عمادی میں ہے ان دارالاسلام لاتصیر دارالحرب اذا بقی شیئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام اسی طرح کتب کثیرہ سے مستفاد ہے وبالجملۃ یشترط لدارالاسلام ابتداء اعنی صیرورۃ دارالحرب دارالاسلام جریان حکم سلطان الاسلام فیھا وبقاء مجرد ظھور شعائر الاسلام ولو بعضا وان لم یبق الحکم ولا السلطان واللہ المستعان وعلیہ التکلان درروغرر میں ہے تصیر دارالاسلام دارالحرب باجراء احکام الشرک واتصالھا بدارالحرب بحیث لایکون بینھما مصر للمسلمین الخ درمنتقی میں ہے البحر الملح ملحق دارالحرب ردالمحتار میں ہے یلحق بھا البحر الملح ونحوہ کمفازۃ لیس وراءھا بلاد اسلام نقلہ بعضھم عن الحموی وفی حاشیۃ ابی السعود عن شرح النظم الھاملی سطح البحر لہ حکم دارالحرب اس تحقیق سے تمام صور مستفسرہ کا حکم واضح ہوگیا جو آبادیاں پرگنہ ہیں اور اُن میں کوئی کچہری ہے (نہ فقط تھانہ یا ڈاکخانہ یا شفاخانہ کہ فصل مقدمات کے لیے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہوا بعض شعائر اسلام بلامزاحمت ابتک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان وبنگالہ ایسے ہی ہیں وہ

سب اسلامی شہر ہیں اُن میں جمعہ فرض ہے اور جو آبادی پرگنہ نہیں اُس میں کوئی کچہری نہیں یا کچہریاں ہیں پرگنہ ہے مگر اُس میں اسلامی سلطنت کبھی نہ ہوئی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شعائر اسلام یکسر بند کر دیے گو بعد کو پھر اجازت بھی دیدی ہو وہ سب گاؤں ہیں غیر اسلامی شہر اُن میں جمعہ وعیدین جائز نہیں پڑھنے سے گناہ ہوگا اور جمعہ سے ظہر کا فرض ساقط نہ ہوگا اب فقط یہ سوال رہا کہ ایک آبادی کے چند حصے ہیں اور اُن میں باہم بوجہ زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی متصور ہوگی یا متعدد ظاہراً اس سوال سے سائل کا مقصود مردم شماری کا لحاظ ہے کہ اُن سب کے ساکنین ملا کر اُس بستی کی مردم شماری سمجھی جائے گی یا جدا جدا جیسا کہ تمام سوال میں اُس نے تعداد ساکنان کا ذکر کیا ہے مگر تحقیق جواب سے واضح ہو گیا کہ مردم شماری و تعداد سکان پر اصلاً نظر نہیں جو بستی پرگنہ نہیں اُس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں ہے اُس کی مردم شماری کسی قدر ہو اور جو پرگنہ ہے اُس میں کچہری مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو ہاں جو آبادی شرعاً شہر قرار پائے اور اُس میں جمعہ فرض و صحیح ٹھہرے اور اُس کے گرد اور آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں بیچ میں زراعت ہوتی ہو وہاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ اُن ساکنان حوالی پر بھی جمعہ فرض اور اُن مواضع میں اُس کی ادا صحیح ہے یا نہیں اس کا جواب قول محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گرداگرد جہاں تک کوئی موضع مصالح شہر کے لیے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عیدگاہ یا شہر کا قبرستان وہاں ہو وہ سب فنائے مصر ہے اُس میں جمعہ صحیح اور اُس کے اہل پر جمعہ فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اُسے تعلق نہیں اور بیچ میں فصل ہے تو وہ توابع شہر سے نہیں نہ اُس میں جمعہ صحیح نہ اس کے ساکنوں پر فرض ردالمحتار میں قد نص الائمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی وحوائج المصر کرکض الخیل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمی وغیر ذلک وبہ ظہر صحتہا فی تکیۃ السلطان سلیم بمرجۃ دمشق وکذا فی مسجدہ بصالحیۃ دمشق فانہما من فناء دمشق وان انفصلت عن دمشق بمزارع اھ مختصراً نیز دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بستی شہر ہو یا نہ ہو جب اُس کا ساکن تین منزل کے ارادے سے سفر کو چلا تو آیا جب اپنی خاص آبادی سے نکل جائے گا اُسی وقت سے مسافر ٹھہرے گا اور قصر کرے گا اگرچہ وہ دوسری آبادیاں ہنوز راہ میں آنے والی ہوں یا جب اُن سب آبادیوں سے نکل جائے گا اُس وقت سے مسافر ہوگا اُس کا جواب یہ ہے کہ جب بیچ میں فاصلہ ہے زراعتیں ہوتی ہیں تو اُن سے گزر جانے کا لحاظ نہ ہوگا اگرچہ وہ مصالح شہر ہی کے لیے مقرر کی گئی ہوں جب اپنی آبادی سے نکل جائے گا مسافر ہو جائے گا ہاں جہاں تک آبادی متصل چلی گئی ہو وہ موضع واحد ہے اُس سے تجاوز ضرور ہوگا ردالمحتار میں ہے اما الفناء وھو المکان المعد لمصالح البلد کرکض الدواب ودفن الموتی والقاء التراب فان اتصل بالمصر اعتبر مجاوزتہ وان انفصل بغلوۃ او مزرعۃ فلا کما یاتی بخلاف الجمعۃ فتصح اقامتہا فی الفناء ولو منفصلاً بمزارع نیز تیسرا سوال یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آبادی میں نہ رہوں گا پھر اپنی خاص آبادی جس میں رہتا تھا چھوڑ کر گرداگرد کی کسی آبادی میں سکونت اختیار کی تو آیا قسم سچی ہوئی یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب اُن آبادیوں کے خاص خاص نام جدا ہیں اور سب ملا کر ایک جدا نام سے تعبیر کی جاتی ہیں تو اگر اُس نے وہ نام لے کر قسم کھائی جو خاص اُس کی آبادی کا تھا اور اُسے چھوڑ کر دوسری آبادی میں جا رہا جس پر وہ نام اطلاق نہیں کیا جاتا اور اُس کا ساکن عرف میں اُس آبادی کا ساکن نہیں ٹھہرتا تو قسم پوری ہوئی اور اگر وہ نام لیا تھا جس میں یہ سب داخل ہیں یا جس آبادی میں اب آیا وہ اسی پہلی آبادی کا حصہ سمجھی جاتی ہے اور اُس کے ساکن کو اُسی کا ساکن تصور کیا جاتا ہے تو قسم پوری نہ ہوئی کفارہ دے وذلک لان مبنی الایمان

علی المعنی المتفاھم فی العرف فعلیہ یدار الحکم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از گوالیار ضلع مندسور قصبہ جاودہ مرسلہ عبدالملک خاں ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ جاودہ ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلٰوۃ خمسہ کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون باقامت جمعہ تو یہ شرط یہاں پر مفقود ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سردار بناکر اُس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اُس کے نائب مامور کا ہونا شرط نہیں اگر ان سے ایک بھی نہ ہو تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمع ہونے میں حرج ہے امیدوار قول فیصل ہوں۔ بینوا توجروا

الجواب

فی الواقع ادائے جمعہ کے لیے سلطان یا اُس کے نائب یا ماذون یا ماذون الماذون وھلم جرا کا اقامت کرنا باتفاق ائمہ حنفیہ شرط ہے کتب المذھب طافحۃ بذٰلک مگر یہ اُن شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں بخلفیت بدل ساقط ہو جاتی ہیں جیسے صحت نماز کے لیے وضو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اُس کا خلیفہ و بدل ہے اور اس سے واضح تر استقبال قبلہ ہے کہ قطعاً شرط ہے اور بحال تعذر جہت تحری اُس کی نائب ہوتی یوں اقامت سلطان بمعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعذر تعیین مسلمین قائم مقام تعیین سلطان ہے تو اسے شرط نہ کہنا بھی غلط اور اُس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اُس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے کما نص علیہ فی غیر ما کتاب واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت مولٰنا وصی احمد صاحب محدث سورتی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فقط

الجواب

جمعہ و عیدین و کسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مرد عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اُس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ کروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلاۃ خلف کل بر و فاجر کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین و کسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق بالتحقیق صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے **اولاً** وہ سلطان اسلام ہو **ثانیاً** جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے **ثالثاً** جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اُس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی جمعہ کا فرض سر پر

رہ جائے گا ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے اعلم علمائے بلد کہ اُس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں اُن کا امام عام ہے اور بحکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اُس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ وعیدین وکسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے انکی قرارداد کوئی چیز نہیں تنویر الابصار و درمختار باب الجمعہ میں ہے یشترط لصحتھا سبعۃ اشیاء الاول المصر وفناءہ والثانی السلطان اومامورہ باقامتھا فتاوٰی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص۳۴۰ میں ہے اذا خلا الزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیھم ویصیرون ولاۃ فاذا عسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمھم فان استووا اقرع بینھم اللہ عزوجل فرماتا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ درمختار میں ہے نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ فتاوٰی قاضی خاں و ردالمحتار وغیرہما میں ہے خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز الا ان یکون الامام امرہ بذلک واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار تاریخ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں۔

الجواب

جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور اُن کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو اُن کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت کما فی البحر الرائق والدر المختار والحدیقۃ الندیۃ وغیرھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مرسلہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ جمعہ واعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان میں ہو پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم اپنے فتاوٰی سعدیہ میں فرماتے ہیں (نزد امام ابوحنیفہ جائز ومکروہ بکراہت تنزیہی است) اور اسی جواب میں اختتام عبارت میں ہے (اگر کسے خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بمقدار تشہد است بعربی ادا کردہ باشد خواندن ما ورائش در فارسی وغیر آں نزد ایشاں مضائقہ ندارد کما فی منح الغفار شرح تنویر الابصار) جناب مولوی عبدالحی صاحب اپنے مجموعہ فتاوٰی کے جلد دوم میں بہت شد و مد کے ساتھ خطبہ کو زبان عربی میں سنت مؤکدہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تحریمی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں مگر اُسی فتاوٰی کے جلد سوم میں مکروہ تنزیہی تحریر فرماتے ہیں لہٰذا جو خطبہ کلاً غیر زبان میں ہو یا بعضاً مخلوط بزبان عربی وزبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالہ یا مکروہ تنزیہی یا جائز بلاکراہت جو حکم ہو اُس سے ہدایت فرمائی جاوے۔ بینوا توجروا (۲) خطبہ جمعہ مصنفہ حضرت مخدوم سعد الدین عرف مخدوم شیخ سعد قدس سرہ خیر آبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ العزیز جو منسلکہ ہذا ہے منجملہ عبارت خطبہ مذکورکے (چوں گفت

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باد خدا اگر گلیم بر سر کشم گوئی یا یھا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ واگر بیروں آرم گوئی واھجرھم ھجرا جمیلا٥ مراچہ باید کرد فرمان آمد اے محمد تو راحت می طلبی و ما از تو سرگردانی میخواہم وتو میخواہی کہ با من حساب حسنات بسر بری و بگوشہ نشینی و ما می خواہم کہ مرا با تو و ترا با من صد ہزار گونہ حساب بود تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولین کردیم پریشانی اگر شادت بینم گویم ان اللہ لایحب الفرحین ٥ واگر دل تنگت بینم گویم ولقد نعلم انک لیضیق صدرک بما یقولون۔ زہے سرگردانی کہ در مشت خاک راست کیست کہ دریں ماتم و مصیبت وقت دار دفریاد از محمد برخاست یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا وفریاد عاشقاں بریں نوع ست اے کاش نزادے پسرے مادر عالم ؂ یا خود نہ بدی نام ونشاں پدرمن ؂ عاقبت ایں دنیائے مکارہ وغدارہ را بابستہ نداری کہ سلطان مرسلاں ایں معاملہ بودہ است) اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظر حالت زمانہ حال ذی علم خیال کیے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس عبارت میں اہانت و بے حرمتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ہے جو باعث تکفیر قاری وسامعین خطبہ ہے کیونکہ اس مضمون کا استنباط نہ کسی آیت قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے یہ اعتراض معترض کا صحیح ہے یا غلط اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط کرنا ضرور مکروہ تنزیہی وخلاف سنت متوارثہ ہے اور بالکل خطبہ غیر زبان میں ہونا اور زیادہ مکروہ کما حققنا فی فتاوٰنا مگر اُسے مکروہ تحریمی وبدعت ضلالت کہنا محض غلط وباطل وبے دلیل ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) یہ خطبہ پڑھنا حرام اور محض بدخواہی عوام اسلام ہے۔ یہ مخاطبہ ہائلہ کہ اس میں مذکور ہوا اصلا کسی آیت یا حدیث یا اثر یا کسی کتاب معتمد معتبر میں اُس کا پتہ نہیں نہ حضرت سیدنا مخدوم شیخ سعد بدھن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بروجہ صحیح اُس کا ثابت ہونا معلوم اگر ایسی ہی حکایت بے سروپا ہے جب بھی اُس کا واجب الرد ہونا خود ظاہر اور اگر خطائے نساخ نہ ہو تو اس کی بے ربطی عبارت خود اُس کے بطلان نسبت پر دلیل زاہر مثلاً صدر خطبہ میں افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام ومن تاب توبۃ نصوحا من التابعین خطبہ ثانیہ میں نشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ خصوصا علی افضل الصحابۃ وافضلھم بالتحقیق پھر اصل مقصود خطبہ کہ لوگوں کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے یعنی اعمال صالحہ کی ترغیب دینا معاصی سے روکنا یہ خطبہ اُس سے اصلا بحث نہیں رکھتا بلکہ صراحۃً اُس کے خلاف ہے جب ہر جمعہ جاہل لوگ سنیں گے کہ اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ ہر کہ گواہی دہد مرا بوحدانیت و مر ترا برسالت درآید بہشت بہر کار یکہ او باشد اس کا کیسا بُرا اثر اُن پر پڑے گا وہ سمجھ لیں گے کہ بس کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اعمال فضول ومہمل ہیں پھر عوام کے سامنے یہ تین مصطلحات خاصہ صوفیہ اکرام مثل قمار بازی وقلندری وچاک دامنی وعیاری کا تذکرہ کس قدر خلاف مقاصد خطبہ ہے اور ان سب سے بدتر اور کروروں درجہ بدتر وہ تذکرہ کہ مصطفےٰ سید المرسلین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خطاب ہوا تو کیستی کہ خاطر جمع می خواہی حکم بر انبیائے اولین کردیم پریشانی اس سے صاف صاف انبیائے سابقین علیہم الصلاۃ والتسلیم کی معاذ اللہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضلیت ٹپکتی ہے ایسے محاورات میں اعلٰی ہی سے استشہاد کیا کرتے ہیں مثلاً کسی امیر سے کہیں تیری کیا حقیقت ہے سلاطین تو اس سے محفوظ نہ رہے اور اگر

تنزل بھی کیجیے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اگلے انبیا علیہم الصلاۃ والثنا سے افضل نہ ہونا تو اُس کا صاف کہنا ہے یہ کیا گمراہی نہیں پھر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف راحت طلبی کی نسبت اور وہ بھی یوں کہ مرضی الٰہی کے خلاف اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ یالیت رب محمد لم یخلق محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جہال کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوط عظمت کا باعث ہوگا اور عیاذًا باللہ یہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف اُن کی تعظیم و محبت کا نام ہے قال اللہ تعالٰی لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ۔ غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس اللہ سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض حضرت ممدوح سے اس کا ثبوت صحیح بروجہ معتمد ہو کہ حضرت نے یہ مخاطبہ کہیں ذکر فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ آیا بر سبیل نقل و حکایت ہے یا بربنائے کشف والہام۔ برتقدیر اول جبکہ مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحت سند درکار ہوگی اور کسی ولی معتمد کا کوئی نامعتمد حکایت کسی سے نقل فرمانا اُس کی روایت کو صحیح وواجب الاعتماد نہ کردے گا وھذا ما اعتذر روایۃ عن الامام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی ایرادہ الاحادیث الواھیۃ فی الاحیاء مع جلالۃ قدرہ فی العلوم الظاھرۃ والباطنۃ مولٰی بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں (قیل کثیرا ما یوجد العدول فی غیر الائمۃ علم من عادتھم انھم لایروون الاعن عدل) فارسالھم ایضا یقتضی تعدیل من رووا عنھم فیکون حجۃ کارسال الائمۃ فلا فرق (اقول) لانسلم وجود العدول بالصفۃ المذکورۃ فی غیر الائمۃ بل العدول من غیرھم لایبالون عمن اخذوا ورووا الاتری الشیخ علاء الدولۃ السمنانی قدس سرہ کیف اعتمد علی رتن الھندی وای رجل یکون مثلہ فی العدالۃ (ولو سلم فذلک بزعمھم وکثیرا ما یخلون) فیظنون غیر العدل عدلا اور اگر بفرض غلط یہ بھی تحقیق ہو جائے کہ حضرت مخدوم قدس سرہ المکرم نے بربنائے کشف والہام یہ مخاطبہ ذکر فرمایا تو بحمد اللہ ہم غلامان بارگاہ اولیا اُن میں نہیں کہ کشف والہام کو باطل یا نامعتبر ٹھہرائیں احتمال خطا کشف مبتدین واوساط میں ہوتا ہے اکابر واصلین نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتھم فی الدنیا والآخرۃ والدین کا کشف متین والہام مبین حق و صحیح ہوتا ہے مولٰی بحر العلوم ملک العلما قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں ان تاملت فی مقامات الاولیاء ومواجید ھم وذوقھم لمقامات الشیخ محی الدین وقطب الوقت السید محی الملۃ والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدمہ علی رقاب کل ولی والشیخ سھل بن عبد اللہ التستری والشیخ ابی مدین المغربی والشیخ ابی یزید البسطامی وسید الطائفۃ جنید البغدادی والشیخ ابی بکر الشبلی والشیخ عبد اللہ الانصاری والشیخ احمد النامقی الجامی وغیرھم قدس اسرارھم علمت علم یقین ان ما یلھمون بہ لایتطرق الیہ احتمال وشبھۃ بل ھو حق حق حق مطابق لما فی نفس الامر ویکون مع خلق علم ضروری انہ من اللہ تعالٰی لکن لاینالون ھذا الوعاء من العلم الا بالمدد المحمدی وتاییدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالذات من غیر وسیلۃ الی اٰخر ما افادوا جاد علیہ رحمۃ الملک الجواد اب یہ مخاطبہ اُن مقامات راز و نیاز سے ہوگا جو مولٰی وعبد و محبوب و محب میں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام اُنھیں نقل مجلس بنانا حرام بلکہ بحال فساد نیت کفر صریح بلا کلام۔ بھلا یہ تو ایک مخاطبہ کشفیہ ہوگا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایک شخص کو کہ سورہ عبس شریف کی

تلاوت بکثرت کرتا زجر شدید فرمایا امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں قد قال علماؤنا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فی غیر التلاوۃ والحدیث انہ عصی اوخالف فقد کفر نعوذ باللہ من ذٰلک وقد قال الامام ابوعبداللہ القرطبی رحمہ اللہ تعالٰی فی کتاب التفسیر لہ حین تکلم علی قولہ وطفقا یخصفان علیہما من ورق الجنۃ الاٰیۃ فی سورۃ طٰہٰ قال القاضی ابوبکر ابن العربی رضی اللہ تعالٰی عنہ لایجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذٰلک عن اٰدم علیہ الصلاۃ والسلام الا اذا ذکرناہ فی اثناء قولہ تعالٰی عنہ اوقول نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاما ان نبتدی ذٰلک من انفسنا فلیس بجائز لنا فی اٰبائنا الادنین الینا المماثلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی جمیع الانبیاء والمرسلین انتہی علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں الدعا بہا (ای بالمغفرۃ) لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من امتہ لاینبغی لایہامہ القصور کالدعاء لہ بالرحمۃ واما قول اللہ تعالٰی لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر ودعاؤہ لنفسہ بالمغفرۃ فلا یقاس علیہ حضرت شیخ محقق مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں بدانکہ اینجا ادبے وقاعدہ ایست کہ بعضے از اصفیا واز اہل تحقیق ذکر کردہ اند وشناخت آں درعایت آں موجب حل اشکال وسبب سلامت حال ست وآں اینست کہ اگر از جناب ربوبیت جل وتعالٰی خطابے وعتابے وسطوتے وسلطنتے واستغنائے واقع شود مثل انک لاتہدی ولیحبطن عملک ولتکونن من الامر شیئ وترید زینۃ الحیوۃ الدنیا وامثال آں یا از جانب نبوت عبودیتے یا انکسارے وافتقارے وعجزے ومسکنتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثلکم اغضب کما یغضب العبد ولا اعلم ما وراء ھذا الجدار وما ادری ما یفعل بی ولابکم ومانند آں مارا نباید دراں دخل کنیم او اشتراک جوئیم وانبساط نمائیم بلکہ بحد ادب وسکوت وتحاشی توقف نمائیم خواجہ رامی رسد کہ با بندۂ خود ہرچہ خواہد بگوید وبکند واستعلا واستیلا نماید وبندہ نیز با خواجہ بندگی وفروتنی کند دیگرے راچہ مجال ویارائے آنکہ دریں مقام درآید ودخل کند وحد ادب بیروں رود ایں مقامِ پالغزبسیارے از ضعفا وجہلا وسبب تفرقہ ایشاں است ومن اللہ العصمۃ والعون واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از افریقہ جوہانس برگ مرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۷ھ

امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع بھی ہیں اگر خطبہ اولٰی جمعہ میں امام اوصیکم بتقوی اللہ نہ پڑھے اور درود شریف نہ پڑھے تو شوافع کی نماز تمام ہوگی یا نہیں۔

الجواب

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز نہ ہوگی کہ وصیت ودرود اُن کے نزدیک ارکان خطبہ سے ہیں اور خطبہ بالاتفاق شرط صحت نماز جمعہ جب رکن فوت ہوئے خطبہ نہ ہوا جب خطبہ نہ ہوا نماز نہ ہوئی کتاب الانوار میں ہے لصحۃ الجمعۃ وراء الشروط العامۃ شروط الی ان قال السابع خطبتان قبل الصلوۃ وارکانہما خمسۃ حمد اللہ تعالٰی الثانی الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

الثالث الوصیۃ بالطاعۃ والتقوی اھ ملتقطا اُسی میں ہے لصحۃ الاقتداء شروط الاول ان یکون الامام متطھرا مسلما الثانی ان تصح صلاتہ باعتقاد المأموم فلو اقتدی الشافعی بالحنفی وقد مس فرجہ او ترک البسملۃ او الحنفی بالشافعی الذی افتصد او احتجم ولم یتوضأ بطلت صلاتہ اھ مختصرا فتاوی امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے ان علم انھم یترکون بعض الارکان او الشروط لم تصح منھم جمعۃ فلا یجوز ان یصلی معھم ترک درود تو سخت تر ہے درود خطبہ میں اگر نام اقدس نہ لیا ضمیر پر اکتفا کی مثلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو امام مذکور نے بطلان خطبہ و نماز ثابت کیا اسی طرح اُن کے شیخ حضرت شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ نے شرح بہجہ و شرح روض و شرح منہج میں ذکر فرمایا کما ھو مذکور کلہ فی فتاواہ الکبری آدمی کہ تنہا نماز پڑھے اُسے بالاجماع مستحب ہے کہ جملہ ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اُس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کما نص علیہ فی غیر ما موضع فی ردالمحتار و فی المسلک المتقسط للملا علی القاری وغیرھما نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں مسنون و مستحب اور دوسرے مذہب الرحق میں فرض ہوں کہ اب تو اُس کا ترک سخت جہالت نہ کہ امام کہ دوسرے مذہب کے اہل سنت بھی اُس کے مقتدی ہوں اُسے تو حتی الوسع اُس مذہب کی رعایت کمال اہم و موکد ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ جناب نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعدہ اور دس بارہ آدمی آگئے انھوں نے بھی اذان و اقامت خطبہ کے ساتھ اُسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگئے اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا تو دوسری تیسری جماعت والوں کا جمعہ ادا ہو لیا یا نہیں فقط بینوا توجروا۔

الجواب

نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے چاہا امام کر دیا نماز ہوگئی اُن کے لیے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا مقرر کردہ اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لیے معین و مقرر کیا ہو تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اُس کی اور اُس کے مقتدیوں کی نماز ہوگئی باقیوں کی نہیں اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی مثلاً سرِ راہ مسجد ہے دس بارہ راہگیر گزرے ایک نے آگے ہو کر نماز جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے اُنھوں نے بھی ایسا ہی کیا یونہی دس بیس جماعتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا اور فرض ظہر سب کے ذمہ رہا درمختار میں ہے الجمعۃ یشترط لصحتھا السلطان او مامورہ باقامتھا و نصب العامۃ غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمہ فیجوز للضرورۃ اھ ملتقطا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از گنور تحصیل سونی تپ ضلع رہتک مرسلہ حافظ احمد حسین صاحب امام مسجد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز امام اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ کرتا ہے اُس جلسہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی زید درمیان خطبتین کے ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے یہ عقیدہ زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں۔

الجواب - زید کا قول باطل ہے دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعا مانگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور اقدس

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مینہ کے لیے دونوں دستِ انور بلند فرما کر دعا مانگنا کتب صحاح میں موجود ہے مقتدیوں کے بارہ میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے امام ابویوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما بلا شبہہ اُن کے لیے بھی جائز فرماتے ہیں اور امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دو روایتیں آئیں ایک مطابق قول صاحبین کہ امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعا مانگنا جائز ہے امام سغناقی نے نہایہ و امام اکمل الدین بابرتی نے عنایہ شروح ہدایہ میں فرمایا ھو الصحیح یہی صحیح ہے سننها خمسۃ عشر ۃ رابعها التعوذ فی نفسہ قبل الخطبۃ سادستها البداية بحمد اللہ تعالٰی الخ پھر یہ کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد ضروری ہو بہ نرمی سمجھایا جاوے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و اثارت فتنہ کی حاجت نہیں والفتنۃ اکبر من القتل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از جیل کان پور مرسلہ کلن خاں جمعدار ۱۲ رشوال ۱۳۳۱ھ۔

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصد تعظیم گذارش ہے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی وحوالاتی اور ملازمین رہتے ہیں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں جہاں پر صوم وصلاۃ کی جماعت کو عام اجازت ہے اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر کے لوگ بغیر اجازت اندر نہیں آسکتے نہ اندر کے باہر جاسکتے ہیں پس جو مسلمان اندر جیل کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے زائد ہے جمعہ کے روز جماعت سے نماز جمعہ ادا کریں یا نماز ظہر کی امید کہ بواپسی ڈاک جواب سے سرفرازی بخشی جاوے۔ زیادہ حد ادب

الجواب

جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہے جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ نا ممکن و باطل ہے اور ظہر کی جماعت بھی اُن کو جمعہ کے دن جائز نہیں جبکہ جیل حدود شہر میں ہو بلکہ ہر شخص تنہا ظہر پڑھے ملازم ہو یا ماخوذ ہاں جیل بیرون شہر ہو تو ظہر بجماعت پڑھیں تنویر الابصار میں ہے یشترط لصحتها الاذن العام فلو دخل امیر حصنا واغلق بابہ وصلی باصحابہ لم تنعقد درمختار میں ہے کرہ تحریما لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعۃ فی مصر قبل الجمعۃ وبعدها واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جہاں پر حکم مصر کھتا ہے اور بنا بر قول معتبر کے وہاں جمعہ ہوتا ہو اُن میں احتیاط ظہر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور جو لوگ اس کو نہیں پڑھتے ہیں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط ہوتے ہیں یا نہیں اور اگر اس کا ثبوت شرع میں ہو تو اُس کو کس نیت سے پڑھنا چاہیے اور جو اُس کا مانع ہو از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے۔ بینوا بالدلائل الشرعیۃ وتوجروا بالبراھین العقلیہ۔

الجواب

بلا شبہہ اسلامی جو مصر ہو اور وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور امام میں کوئی شبہہ ناجوازی امامت کا نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر پڑھنا ممنوع و بدعت ہے مگر یہ بات آج عامۂ بلاد میں کہیں نہیں سوا حرمین شریفین وغیرہما بعض بلاد کے، وہ ہیں جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو جس نے سب سے اول جماعت میں پڑھا اُسے احتیاطی ظہر کی اجازت نہیں اور جہاں مصریت میں شبہہ ہو یا امام یا اُس کی ماذونیت میں یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور اپنی جماعت سب سے پہلے ہونا معلوم نہیں وہاں اگر شبہہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب مگر اس کا حکم خواص کے لیے ہے

عوام کو حاجت نہیں تحصیلاً للضرر الادنی لمخافۃ الاقوی خواص یہ نیت کریں کہ پچھلی وہ ظہر جو میں نے پائی اور ادا نہ کی اور یہ خطرہ بھی نہ لائے کہ جمعہ ہوگیا تو یہ میرے نفل ہیں ورنہ فرض نہ جمعہ کے نیت کے وقت اصلاً تردد ہو کہ تردد منافی نیت ہے جو منع کی جگہ منع کرتا ہے حرج نہیں اور جو استحباب کی جگہ منع کرتا ہے احمق ہے اور وجوب کے محل پر منع کرتا ہے تو گنہگار ہے وتفصیل المسألۃ فی فتاوٰنا وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ - نیٹھور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جنت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نماز پڑھاتا ہو جو صاحب جائیداد ہے اور دوسری جائداد سودی روپیہ لے کر خریدی اور اُسکے بدلنے کو چند اشخاص اہل شہر جن کا زور زیادہ ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی اس بابت ذکر بھی کرے تو خوف فتنہ کا ہے ایسی صورت میں شہر میں سے کسی محلہ کے آدمیوں کو متفق ہو کر کسی دوسرے مسجد میں جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر اُس امام کے بدلنے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جانا واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ ہوتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسی نا قابل امامت ہوں تو نیا امام سنی صحیح العقیدہ صحیح خواں صحیح الطہارۃ مسائل داں کہ فاسق معلن نہ ہو مقرر کریں اور اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پورہ مکان ۲۹۵۵ مرسلہ مولوی محمد عبدالجلیل صاحب نعمانی مہتمم امور مذہبی ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطبۂ جمعہ وعیدین عربی عوام نہیں سمجھ سکتے ہیں کیا اُن کے لحاظ سے اُردو زبان ہی میں پڑھا جاسکتا ہے۔ بینوا توجروا ان اجرکم علی اللہ تعالٰی۔

الجواب

زمان برکت نشان حضور پرنور سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والسلام سے عہد صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اعلام تک تمام قرون وطبقات میں جمعہ وعیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور وماثور اور باآنکہ صحابہ ومن بعدہم من الائمۃ الکرام کے زمانوں میں ہزارہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزارہا جامع بنیں ہزارہا منبر نصب ہوئے عامہ حاضرین اہل عجم ہوتے اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مفتوحین کی زبان جانتے اُس میں اُن سے کلام فرماتے باایں ہمہ کبھی مروی نہ ہوا کہ خطبہ غیر عربی میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملایا ہو کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی شرح الموطا مطلقاً سنت متوارثہ کا خلاف ناپسند ہے فی الدر المختار ان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم ای ثبت وتاکد نہ کہ ایسی سنت جہاں باوصف تحقق حاجت جانب خلاف رخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اُس کا خلاف ضرور مکروہ واسارت ہوگا **اقول** وتحقیقہ ان التذکیر بالعجمیۃ کان المقتضی لہ بعینہ موجودا والمانع مفقودا ثم لم یفعلوہ فکان ذلک کفامنہم لاترکا والکف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف الترک اذ لامعنی لتوارثہ ولامساغ للتأسی فیہ لانہ غیر مفعول ولامقصود کما نص علیہ الاکابر الصدور وقال فی الاشباہ والنظائر التروک لایتقرب بہا الا اذا صار الترک کفا ھو فعل

وھو المکلف بہ فی النھی لا الترک بمعنی العدم لانہ لیس داخلا تحت القدرۃ للعبد کما فی التحریر اھ ای تحریر الاصول للامام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالٰی اتقن ھذا فانہ من اجل المہمات اذان ضرور بلانے اور لوگوں کو اطلاع وقت دینے کیلئے ہے مگر غیر عربی میں ہو تو ہرگز اذان ہی نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہوجائے کہ اذان صرف سنت تھی جب فی نفسہ برخلاف سنت ہوئی رأساً فوت ہوگئی تنویر میں ہے الاذان اعلام مخصوص علی وجہ مخصوص بالفاظ کذلک ردالمحتار میں ہے اشارالی انہ لایصح بالفارسیۃ وان علم انہ اذان وھو الاظھر والاصح کما فی السراج خطبہ ضرور وعظ وتذکیر کے لیے ہے جیسے نماز کہ ذکر کے لیے ہے قال اللہ تعالٰی اقم الصلوۃ لذکری اور خود قرآن عظیم کہ اُس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرماتا ہے افلا یتدبرون القراٰن ام علٰی قلوب اقفالھا پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اُس کے لیے نماز و قرآن اردو یا بنگلہ یا انگریزی کردیے جائیں گے نہ خطبہ و اذان۔ یہ اُس کا اپنا قصور ہے اُس کا دین عربی نبی عربی کتاب عربی پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اپنا دین سمجھ سکتا انگریزی کی حالت دیکھیے اُس پر کیسے اندھے باؤلے ہوکر گرتے ہیں کہ دو پیسے کمانے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اُس سے کچھ غرض نہیں اللہ تعالٰی توفیق وہدایت بخشے۔ آمین واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۸ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اندر مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یعنی کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی۔ فصیل حوض خارج مسجد ہے یا داخل مسجد۔ ابوداؤد کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے وقت میں باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں اگر اُس وقت میں صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اُس وقت بھی بقیہ خلفائے راشدین کے وقت میں اذان ثانی باب مسجد پر ہوتی تھی یا امام کے متصل منبر کے پاس۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) علمائے کرام نے کراہت لکھی اور اُسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت غالباً کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان دروازہ مسجد پر ہوا کی اور کبھی نہ حضور سے منقول نہ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر اذان کہلوائی ہو اور عادت کریمہ تھی کہ مکروہ تنزیہی کو بھی بیان جواز کے لیے کبھی اختیار فرماتے پھر اُس میں ترک ادب بارگاہ الٰہی ہے والعلم بالحق عند اللہ (۲) حوض قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد ورنہ اُس پر وضو ناجائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (۳) صدر خلافت امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ تک وہی ایک اذان خطبہ تھی اُنھوں نے اذان اول زائد فرمائی مگر اذان خطبہ میں کوئی تبدیلی نہ کی نہ کسی خلیفہ راشد سے اُس میں کوئی تغییر منقول ہاں امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں ہشام بن عبدالملک بادشاہ مروانی کی نسبت لکھا کہ اُس نے سنت کو بدلا اس کا زمانہ امیر المومنین عثمٰن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اسی برس بعد ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ مسئولہ مولوی فضل الرحمن صاحب از چھاؤنی صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مرقومۃ الذیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور نہ ملازمان کو باہر بجز وقت معینہ کے منجملہ پانچ صد مردان مسلمان ملازمان کے ایک جماعت وہاں نماز جمعہ باجازت سرکار گورنمنٹ قائم کرتی ہے وہاں بنائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھاؤنی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اُس جماعت کا جمعہ ادا ہوجاتا ہے بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاوی عالمگیر و درمختار بباعث عدم اذن عام اور جماعت مذکور کو محبوسین وغیرہ کا مقیس علیہ قرار دے کر عدم جواز اور نادرست ہونے جمعہ کا فتوی دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عبارت شامی کہ قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لاتقام الافی محل واحد اما لوتعددت فلا لانہ لایتحقق التفویت کما افادہ التعلیل، تامل درست ہونے نماز جمعہ کا فتوی دیا ہے ـ بینوا بالدلیل توجروا بالاجر الجزیل ـ

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے باہر کا کوئی شخص نماز کے لیے اُس میں نہیں جاسکتا تو اذن عام نہ ہوا اور اذن عام فی نفسہ شرط جمعہ ہے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ اُن کا اپنا خیال ہے جسے وہ قُلتُ سے شروع فرماتے ہیں اور خود اُن کو بھی اُس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اہل بحث نہیں اُن کی بحث کا اگر مسئلہ منصوصہ کے خلاف ہونا معلوم نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو حجت نہیں ہوسکتی نہ کہ جب اُن کی بحث مخالف منقول ومنصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن الہمام کے بھی مقبول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جابجا تصریح فرمائی کما بیناہ فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء براہ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی فقیر نے ردالمحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کردی ہے اس میں سے یہاں صرف یہ چند کلمات کافی ہیں کہ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی کتاب مستطاب بدائع اور اُن کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور اُن سب سے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نقل فرماتے ہیں السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من امر السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز وتکون الصلاۃ فی موضعین ولولم یاذن للعامۃ وصلی مع جیشہ لاتجوز صلاۃ السلطان وتجوز صلاۃ العامۃ دیکھو یہ نص صریح ہے اجلّہ ائمہ کی نقل اور محرر مذہب امام محمد سے بلاخلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آنے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جمعے صحیح ہوگئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہٖ شرط صحت جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تفویت لازم نہ آئے ولیس بعد النص الا الرجوع الیہ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ مسئولہ محمود حسن صاحب از بمبئی پوسٹ پائی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں اسّی اشخاص حنفیہ اور بیس اشخاص شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام جمعہ میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھا کے حنفیوں سے نماز سے فارغ ہوئے بعدہ مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو لے کر پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھواتا ہے لیکن ہر دو مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں ـ

الجواب

اگر وہ امام شافعی المذہب نیت جمعہ میں شک و تردد کو راہ نہیں دیتا خالص صحیح نیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے جبکہ فرائض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً فصد لے کر یا زخم خواہ پھوڑا سے پیپ یا پانی بہہ کر ضرور وضو کر لیتا ہو وہ دردہ سے کم پانی میں اگر نجاست پڑجائے اُس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چہارم سر سے کم کے مسح پر قناعت نہ کرتا ہو وضو کیے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو وعلی ہذا القیاس اگر ان باتوں کی رعایت کرتا ہے تو اُس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ اولٰی حنفی کے پیچھے ہے اور اگر رعایت نہ کرتا ہو تو اُسکے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر کچھ نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے کما حقق کل ذٰلك فی البحر والدر وغیرھما اور اگر جمعہ کی نیت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اُس کے پیچھے جمعہ مطلقاً باطل ہے کہ لانیۃ الا بالعزم ولا عزم مع الشك واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت محلہ محمد شیر خاں مسئولہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اُس میں شریک نہ ہوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں اگر نہ ہوئی تو ظہر کی قضا فرض ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معین دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا اگر پڑھے گا خطبہ جائز نہ ہوگا اور خطبہ شرط نماز جمعہ ہے جب خطبہ نہ ہوا نماز بھی نہ ہوئی عالمگیری میں ہے رجل خطب یوم الجمعۃ بغیر اذن الامام والامام حاضر لایجوز ذٰلك الا ان یکون الامام امرہ بذٰلك کذا فی فتاوی قاضی خاں اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذن اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اُس صورت میں کہ امام اُس نماز میں شریک ہوجائے فتاوی سراجیہ و درمختار میں ہے لو صلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الا اذا اقتدی بہ من لہ ولایۃ الجمعۃ یہاں کہ خطبہ بھی بے اجازت امام پڑھا گیا اور نماز بھی بے اُس کی اجازت کے پڑھائی گئی اور امام اُس میں شریک نہ ہوا تو دو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی اُن پر ظہر کی قضا لازم ہے ۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم ۔

مسئلہ ۔ مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلام نیاز ۔ میں جمعہ کی نماز قلعہ کی مسجد میں پڑھاتا ہوں اُس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بالشت کے قریب مسجد کے فرش سے نیچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہوسکے سخت حیرانی ہے یا بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ اُن میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہندو وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ اُن دیواروں میں منفذ نہیں بنایا جاسکتا ایسی صورت میں کیا کیا جائے ۔ بینوا توجروا

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب یہاں دو سنتیں ہیں ایک محاذات خطیب دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا جب ان میں تعارض ہو اور جمع ناممکن ہو تو ارجح کو اختیار کیا جائے گا کما ھو الضابطۃ المستمرۃ الغیر المنخرمۃ یہاں ارجح واقوی سنت ثانیہ ہے بوجوہ

اولاً مسجد میں اذان سے نہی ہے قاضی خاں وخلاصہ وخزانۃ المفتین وفتح القدیر وبحرالرائق وبرجندی وعلمگیری میں ہے لایؤذن فی المسجد نیز فتح القدیر ونظم وطحطاوی علی المراقی وغیرہا میں مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منہی عنہ ہے ردالمحتار میں قبیل احکام مسجد ہے لایلزم منہ ان یکون مکروھا الا بنہی خاص لان الکراھۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اور اجتناب ممنوع ایتان مطلوب سے اہم واعظم ہے اشباہ میں ہے اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالمامورات ولذا قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا امرتکم بشیئ فاتوا منہ ما استطعتم وان نھیتکم عن شی فاجتنبوہ وروی فی الکشف حدیثا لترک ذرۃ مما نھی اللہ تعالٰی عنہ افضل من عبادۃ الثقلین ومن ثم جاز ترک الواجب دفعا للمشقۃ ولم یسامح فی الاقدام علی المنہیات **ثانیاً** محاذات خطیب ایک مصلحت ہے اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفسدت اور جلب مصلحت سے سلب مفسدت اہم ہے اشباہ میں ہے درء المفاسد اولی من جلب المصالح وجہ مفسدت ظاہر ہے کہ دربار ملک الملوک جل جلالہٗ کی بے ادبی ہے شاہد اُس کا شاہد ہے دربار شاہی میں اگر چوبدار عین مکان اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ دربار یو چلو سلام کو حاضر ہو ضرور گستاخ بے ادب ٹھہرے گا جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انھیں کچہریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کمرہ سے باہر پکاری جاتی ہے چپراسی خود کمرۂ کچہری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضریاں پکارے تو ضرور مستحق سزا ہو اور ایسے امور ادب میں شرعاً عرف معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں یحال علی المعھود من وضعھا حال قصد التعظیم فی القیام والمعھود فی الشاھد منہ تحت السرۃ اسی بنا پر علما نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جوتا پہنے جانا بے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں یہ حکم نہ تھا فتاوٰی سراجیہ وفتاوٰی علمگیریہ میں ہے دخول المسجد متنعلا مکروہ عمدۃ المفتین ورد المحتار میں ہے دخول المسجد متنعلا من سوء الادب مسئلہ اولٰی یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث برخلاف تھی بااینہمہ امور ادب میں عرف شاہد کا اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث بھی موافق ہی موجود ہے ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی وبیباکی ہے معہذا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے بحرالرائق وردالمحتار میں ہے اخرج المنذری مرفوعا جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبیعکم وشراءکم ورفع اصواتکم اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانوں اور خرید وفروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ **قلت** رواہ ابن ماجۃ عن واثلۃ ابن الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ وعبد الرزاق فی مصنفہ بسند اسلم عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے اور علما نے اس ممانعت کو ذکر کے لیے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی درمختار میں ہے یحرم فیہ (ای فی المسجد) السوال ویکرہ الاعطاء ورفع صوت بذکر الا للمتفقھۃ تو اصل منع ہے جب تک ثبوت خاص نہ ہو جیسے اقامت وقرأت نماز لیکن یہاں شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی اسی قدر اُس کے بے ادبی وممنوع ہونے کو بس تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لیے مساجد کی بنا نہ ہو صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سمع

رجلا ینشد ضالۃ فی المسجد فلیقل لاردھا اللہ علیک فان المساجد لم تبن لھذا جو گمی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اُس سے کہو اللہ تیری گمی چیز تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لیے نہیں بنیں حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا درمختار وغیرہ میں ہے کرہ انشاد ضالۃ تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لیے مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لیے نہ بنیں اگر اذان دینے کے لیے اُس کی بنا ہوئی تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی کبھی تو اُس کا حکم فرماتے مسجد جس کے لیے بنی زمانۂ اقدس میں اُسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول **تو وجہ** وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا ہمارے بھائی اگر گردن عظمت الٰہی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کرکے براہ انصاف نظر فرمائیں تو جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کرسکتے احکم الحاکمین عزجلالہ کے دربار کو اُس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ حدیث کا وہ ارشاد پھر کتب معتمدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پر اڑے رہیں فی انصاف بھائیو یہ آپ کی شان نہیں **ثالثاً** محاذات خطیب ایک اختلافی سنیت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذان ثانی جمعہ کے روئے بروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں وہ فرماتے ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر ہوتی تھی جیسے پنجگانہ کی اذان علامہ خلیل ابن اسحٰق مالکی توضیح فرماتے ہیں اختلف النقل ھل کان یؤذن بین یدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم او علی المنار الذی نقلہ اصحابنا انہ کان علی المنار نقلہ ابن القاسم عن مالک فی المجموعۃ نقل ابن عبدالبر فی کافیہ عن مالک ان الاذان بین یدی الامام لیس من الامر القدیم امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں ان السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذلک کان علی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وصدرا من خلافۃ عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنھم ثم زاد عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ اذانا اٰخر بالزوراء وھو موضع بالسوق وابقی الاذان الذی کان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی المنبر اذ ذاک ثم لما تولی ھشام نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعود المنبر بین یدیہ یہاں تک کہ فرمایا فقد بان ان فعل ذلک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعۃ تمسک بعض الناس بھا ثم صار کانہ سنۃ معمول بھا ولیس لہ اصل فی الشرع وانما ھی عوائد وقع الاستئناس بھا فصار المنکر لھا کانہ یاتی ببدعۃ علی زعمھم فانا للہ وانا الیہ راجعون علی قلب الحقائق اھ مختصرا یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کہنا بدعت ہے جسے ابتداءً بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اُس کا ایسا رواج پڑگیا گویا وہ سنت ہے حالانکہ شرع مطہر میں اُس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اُس سے لگ گئے تو جو اُس پر انکار کرے اُن کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالتا ہے تو انا للہ وانا الیہ راجعون حق لوگوں میں کیسا اُلٹا ہوگیا کہ حق کو باطل باطل کو حق سمجھنے لگے علامہ یوسف بن سعید سفقی مالکی حاشیۂ جواہر زکیہ شرح عشماویہ میں فرماتے ہیں الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الاٰن وفعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرزلی وقد نھی عنہ مالک وفعلہ علی المنار والامام جالس ھو المشروع اھ سکندری اھ باختصار بخلاف اذان مسجد کہ مالکیہ بھی اُسے ممنوع جانتے ہیں

مدخل میں ہے فصل فی النہی عن الاذان فی المسجد یمنع من الاذان فی جوف المسجد لوجوہ احدھا انہ لم یکن من فعل من مضی الخ تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذات خطیب سے اہم واعظم واکد والزم ہے تو جہاں دونوں نہ بن پڑیں محاذات خطیب سے درگذریں اور منارہ یا فصیل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ھذا کلہ ما ظھر لی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ـ مسئولہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت یا دونوں فرض ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمدللہ فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ذکر طویل جسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ خطبہ اولٰی بلکہ اُس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور بہ ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اُس کے ایک حصے کو جو ادنٰی درجہ اطلاق مطلق کا ہو مامور بہ ٹھہرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قراءت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہیں کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اُس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن کا فرد ہے ولہذا اگر سورۂ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کرکے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لیے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لیے خود شرع نے عود کا حکم فرمایا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف ولہذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ پہلا رکوع عود الی الفرض کے سبب زائل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلق فاسعوا الی ذکر اللہ کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان

مسئلہ ـ از احمد آباد گجرات محلہ چکلہ کالوپور متصل پل گلیارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کونسا جواب احق بالقبول ہے۔ سوال۔ علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں، بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمادیں خطیب کو خطبہ ثانی میں منبر سے ایک سیڑھی اُترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بسند الکتاب وتوجروا فی یوم الحساب۔

الجواب ھو الصواب صورت مسئولہ میں خطیب کو سیڑھی اُترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعت شنیع ہے جیسا کہ شامی جلد اول صفحہ ۵۹۹ میں

مذکور ہے قال ابن حجر فی التحفۃ وبحث بعضھم ان ما اعتید الاٰن من النزول فی الخطبۃ الثانیۃ الی درجۃ سفلی ثم العود بدعۃ قبیحۃ شنیعۃ واللہ اعلم بالصواب محمد عیسٰی عفی عنہ۔ المجیب مصیب عنداللہ عبدالرحمٰن ولد مولوی محمد عیسٰی عفی عنہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔ مجیب لبیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شنیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب تحفہ میں ہے نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شنیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے ان المسئلۃ الواقعۃ متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ انتھی ملخصا یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو یا شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تخریج ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں ہے کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ وہ منکر وہ ہے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرماویں کہ اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نولکشور میں تحریر فرماتے ہیں میدا نید کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین را کہ در زینہ پایاں فرود آمدہ می خوانند وجہش چیست ایں تواضعیست کہ سلاطین عظام نسبت بآں سرور و بخلفائے راشدین علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات نمودہ اند و جائز نداشتہ اند کہ اسامی ایشاں با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود شکر اللہ سعیھم انتھی علامہ حسین کاشفی مولف تفسیر حسینی اپنی کتاب ترغیب الصلاۃ میں فرماتے ہیں اول بپایہ منبر کہ حمد و ثنا و درود گفتہ و ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر و دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفتہ خطبہ باقیہ تمام کند انتھی مطلب عبارت مکتوبات کا یہ ہے کہ تم مسلمان بھائی جانتے ہیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام و خلفائے راشدین آں سرور کائنات علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسامی اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری ان نیکبخت بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مطلب عبارت ترغیب الصلوۃ کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلومہ پر حمد و ثنا و درود پڑھ کر اور ذکر خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آوے اور ذکر و دعائے سلطان کرے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے اب منصفین غور فرماویں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اترنے کے لیے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کردی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اترنا جاری ہوا ہے اب جو علما اس کو بدعت قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعت قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طریقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور ما نحن فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اترنا بدعت کیسے ہوا ہاں جو علما اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت کریں!

کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحۃً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہوا اور اُس سے منع کرنا واجب ہوگا ودونہ خرط القتاد اور جو علما اس زینہ اُترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں اُن پر بات ضرور ہے کہ اس کا بدعت قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے قال الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی ما احدث مما یخالف الکتاب اوالسنۃ اوالاثر اوالاجماع فھو ضلالۃ وما احدث من الخیر مما لایخالف شیأ من ذالک فلیس بمذموم انتھی یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو چیز ایسی نکالی جاوے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جاوے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذمومہ میں جن کے اقسام ثلثہ مشہورہ اعنی واجبہ مندوبہ ومباحہ ہیں اُن میں سے ایک میں داخل ہے اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اُترنا کونسی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے خلاف ہے یا کون سے اجماع کے خلاف ہے جب ان ادلۂ مذکورہ کے خلاف نہ ہوا تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اس قول میں وما احدث من الخیر مما لایخالف شیأ من ذالک فلیس بمذموم میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہوگیا عاقل منصف کے لیے اشارہ کافی ہے ھذا ما عندی واللہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ حررہ المفتقر الی ربہ القدیم عبدالرحیم عفی عنہ۔ الحمد للہ المنزل القراٰن المبین علی عارج معارج التقریب المکین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی اٰلہ وصحبہ اجمعین الیہ یصعد الکلم الطیب والحمد للہ رب العٰلمین۔

الجواب

اقول وباللہ التوفیق کسی فعل مسلمین کو بدعت شنیعہ وناجائز کہنا ایک حکم اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر۔ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ اُن کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اُنھوں نے اس سے منع فرمادیا ہے اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحق عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں۔ ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کامل عزت وعظمت اور کلمۂ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیرخواہی ومحبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرأت روا نہ رکھے گا جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی ووافی نہ مل جائے قال اللہ تعالٰی ام تقولون علی اللہ ما لاتعلمون ۝ کیا اللہ عزوجل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو دلیل شرعی مجتہد کے لیے اصول اربعہ ہیں اور ہمارے لیے قول مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہرگز اُس مسئلے کو یوں نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحۃً بتلاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اُسی کے ذمہ رہے ولہٰذا تھا من تولی فاذھا اگر احیاناً کوئی اُسے بطور جزم لکھ جاتا ہے تو اُس پر گرفت ہوتی ہے کہ سیاقہ سیاق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں

منقول ہے خود اسی ردالمحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہوجائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا یہ نہ فرمایا کہ یہ نزول وصعود ممنوع یا بدعت شنیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرمادیا کہ ماخذ مسئلہ تمیز رہے منقول فی المذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالٰی نے ملحوظ رکھا مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو بلکہ فرمایا بحث بعضھم بعض نے یوں بحث کی ہے بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحۃً کسی کلیہ نامخصوصہ مذہب کے تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث ونظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اُس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں جواب ہوگا کہ حرام یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہرگز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیہ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے تو ثابت ہوا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اُسے کسی کلیہ مذہب کے نیچے بھی صراحۃً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر وہ بحث بعضھم پر اکتفا نہ کرتے پھر بعضھم کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علما اس کے مخالف ہیں یا لااقل اُن کی موافقت ثابت نہیں خود علامہ شامی نے اسی ردالمحتار میں اس اشارہ واشعار کی جابجا تصریح کی درمختار میں نظم الفرائد سے نقل کیا ع ولعتاقہ لبعض الائمۃ ینکر؛ اس پر علامہ شامی نے اعتراض نقل فرمایا مفھوم قولہ لبعض الائمۃ ینکر انہ یجوزہ اکثرھم ولم ینقل ذٰلک الخ بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اُس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے درمختار کتاب الغصب میں تھا اختار بعضھم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا شامی نے کہا ھذا من کلام الزیلعی اتی بہ لاشعار ھذا التعبیر بعدم اعتمادہ درمختار فصل صفۃ الصلاۃ میں تھا او بقی حرف او کلمۃ فاتمہ حال الانحناء لاباس بہ عند البعض منیۃ المصلی شامی نے لکھا قولہ لاباس بہ عند البعض اشار بھذا الی ان ھذا القول خلاف المعتمد الخ اس تقریر منیر سے بحمد اللہ تعالٰی روشن ہوگیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اُس دعوے جزم بحکم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے اب رہی بعض کی بحث **اقول اولاً** وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول الماخذ کیا قابل استناد اسی ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے قول المعراج رأیت فی موضع الخ لایکفی فی النقل لجھالتہ **ثانیاً** محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں نہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں نہ دوسرے پر اُن کی بحث حجت ہوسکتی ہے والا لکان تقلید مقلد وھو باطل اجماعا **ثالثاً** اُس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں اگر کہیے حادث ہے **اقول** مجرد حدوث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع نہ اُس کی حجیت علامہ شامی نہ امام ابن حجر نہ ان بعض کسی کو تسلیم ردالمحتار میں ہے صاحب بدعۃ ای محرمۃ والا فقد تکون واجبۃ کنصب الادلۃ للرد علی اھل الفرق الضالۃ وتعلم النحو المفھم للکتاب والسنۃ ومندوبۃ کاحداث نحو رباط ومدرسۃ وکل احسان لم یکن فی الصدر الاول ومکروھۃ کزخرفۃ المساجد ومباحۃ کالتوسع بلذیذ الماکل والمشارب والثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تھذیب النووی ومثلہ فی الطریقۃ المحمدیۃ للبرکوی امام ابن حجر فتح المبین میں فرماتے ہیں الحاصل ان

البدعۃ الحسنۃ متفق علی ندبھا وعمل المولد واجتماع الناس لہ کذٰلک خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے مقید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعیت مستلزم قبح وشناعت نہیں معہذا یوں تو وہ محل جس پر یہ نزول وصعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول وصعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز ثم یدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنبا فی مدحہ عما قالوا انہ کفر وخسران کمافی الترغیب وغیرہ فرمایا اشار الشارح بقولہ جوز الی حمل قولہ ثم یدعو علی الجواز لاالندب لانہ حکم شرعی لابدلہ من دلیل وقد قال فی البحرانہ لایستحب لما یروی عن عطاء رضی اللہ تعالی عنہ حین سئل عن ذلک فقال انہ محدث وانما کانت الخطبۃ تذکیرا اھ ولامانع من استحبابہ فیھا کما یدعی لعموم المسلمین فان فی صلاحہ صلاح العالم ومافی البحرمن انہ محدث لاینافیہ فان سلطان ھذا الزمان احوج الی الدعاء لہ ولامرائہ بالصلاح والنصر علی الاعداء وقد تکون البدعۃ واجبۃ اومندوبۃ اھ مختصرا **اگر کہیے** زیادت علی السنۃ ہے **اقول** یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عمین کریمین وبتول زہرا وریحانتین مصطفٰی وستہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم جمیعا وبارک وسلم سب زیادت علی سنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ٹھہریں گے زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتقاد سنت ہو ورنہ باعتقاد اباحت یا ندب زیادت نہیں درمختار بیان سنن الوضوء میں ہے لوزاد لطمانینۃ القلب اولقصد الوضوء علی الوضوء لاباس بہ وحدیث فقد تعدی محمول علی الاعتقاد اسی ردالمحتار میں بدائع امام ملک العلماء سے ہے الصحیح انہ محمول علی الاعتقاد دون نفس الفعل حتی لوزاد اونقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید خود علامہ شامی فرماتے ہیں اقول قد تقدم ان المنھی عنہ فی حدیث قد تعدی محمول علی الاعتقاد عندنا کما صرح بہ فی الھدایہ وغیرہ وقال فی البدائع انہ الصحیح حتی لوزاد اونقص واعتقد ان الثلاث سنۃ لایلحقہ الوعید (الی ان قال) ان من اسرف فی الوضوء بماء النھر مثلا مع عدم اعتقاد سنۃ ذلک نظیر من ملأ اناء من النھر ثم افرغہ فیہ ولیس فی ذلک محذور سوی انہ عبث لافائدۃ فیہ وھو فی الوضوء زائدۃ علی المامور بہ فلذا سمی فی الحدیث اسرافا قال فی القاموس الاسراف التبذیر اوما انفق فی غیر طاعۃ ولایلزم من کونہ زائدا علی المامور بہ وغیر طاعۃ ان یکون حراما نعم اذا اعتقد سنتہ یکون قد تعدی وظلم لاعتقادہ مالیس بقربۃ قربۃ فاذا حمل علماؤنا النھی علی ذلک **اگر کہیے** اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے **اقول** اولا وہی نقوض ہیں کہ یہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو وہ اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکورہ نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کردیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہیے کہ علماء کبھی کبھی اُسے ترک بھی کردیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ۔ فقیر غفر المولی القدیر نے اپنی کتاب رشاقۃ الکلام حاشیہ اذاقۃ الاثام میں اس کی بکثرت تصریحات ائمہ دین وعلمائے معتمدین حنفیہ وشافعیہ ومالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں اسی ردالمحتار میں فتح القدیر سے ہے مقتضی الدلیل عدم المداومۃ لاالمداومۃ علی الترک فان لزوم الایھام ینتفی بالترک

احیانا اھ باختصار اب نہ رہا مگر ادعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں، اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم سلمہ نے بروجہ کافی نقل کردیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہوگئی اور توہم عبث زائل ہولیا **واناا قول** وباللہ التوفیق جن اعصار وامصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ ودقیقہ جلیلہ اصول شرع سے ناشی ہوسکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید ومہم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلا پتا نہیں ہتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعار سلطنت قرار پاچکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سکہ وخطبہ جاری ہے سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے مورد عتاب ہوگا مصر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ موکد بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے اسی ردالمحتار اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے وایضاً فان الدعاء للسلطان علی المنابر قد صار الاٰن من شعار السلطنۃ فمن ترکہ یخشی علیہ ولذا قال بعض العلماءِ لوقیل ان الدعاء لہ واجب لما فی ترکہ من الفتنۃ غالبا لم یبعد کما قیل بہ فی قیام الناس بعضھم لبعض اور شک نہیں کہ صدہا سال سے اکثر سلاطین زماں فساق ہیں اُس کا فسق اور کچھ نہ ہو تو حدود شرعیہ یک لخت اُٹھا دینا اور خلاف شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹکس اور جرمانے لگانا کیا تھوڑا ہے اسی ردالمحتار آخر کتاب الاشربہ میں سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے قد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل کفر اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یونہیں اگر نام بے کلمات مدح وتعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتز لذلك العرش جب فاسق مدح کیا جاتا ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الٰہی ہل جاتا ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابو یعلی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالك و ابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما خطبا جب کہ مجبورا اس میں مبتلا ہوئے ان بندگان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علاحدہ بھی کردیں کہ نفس عبادت ایسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جدائی بھی نہ معلوم ہو کہ آتش فتنہ مشتعل نہ ہو اس کے لیے اگر یوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکر سلاطین کرکے بقیہ خطبہ تمام کرتے تو ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا فہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃ واحدۃ معاً صادر ہوئے وعن ھذا یتم ارتباط الایجاب بالقبول اذا لحقہ فی المجلس والا فی الایجاب انما کان لفظا صدر فعدم القبول لم یوجد بعد واذا وجد لم یکن الایجاب موجوداً والموجود لا یرتبط بالمعدوم کما افادہ فی الھدایۃ وغیرھا لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لیے زینہ زیریں تک اُتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اُترنا شرعاً اُسکے قطع ہی کے لیے معہود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع تبدل مجلس وانفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علمانے تبدیل مجلس گنا ہے اسی ردالمحتار میں ہے لعل وجہہ ان الانتقال من غصن الی غصن

والتسدیۃ ونحو ذلك اعمال اجنبیۃ کثیرۃ یختلف بہا المجلس حکما کالکلام والاکل الکثیر لما مر من ان المجلس او البیت بل یختلف حکما بمباشرۃ عمل یعد فی العرف قطعا لما قبلہ ولا شك ان ھذہ الافعال کذلك وان کانت فی المسجد او البیت بل یختلف بہا حقیقۃ لان المسجد مکان واحد حکما وبھذہ الافعال المشتملۃ علی الانتقال یختلف حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہوا اُس محظور کے دفع کو اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں شاہزادوں کے لینے کے لیے خطبہ قطع فرماکر نیچے اُترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجہ نہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لیے کوئی محل احتجاج نہیں جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول وصعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر ومدح سلطان ترک نہ کرسکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ ومخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے خصوصاً کذب وشنائع کو عبادت میں ملانا تو اُس کے لیے یہ نزول عذر نہیں ہوسکتا اور جب مخالفات شرع سے پاک تو بہ نیت اظہار فرق مراتب جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالٰی کے مکتوبات میں ہے نزول وصعود ایک وجہ موجہ رکھتا ہے اس صورت میں اُس پر نکیر لازم نہیں ہاں عوام سے اندیشۂ اعتقاد سنیت کے سبب علما کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول وصعود بلکہ خود ذکر سلطان اعز اللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب ومندوب ہے اور اس نیت کے لیے نزول وصعود میں بھی حرج نہیں اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ وارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین پس احق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے ھذا ما ظھر لی۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از ڈاک خانہ مہر گنج چڑنکی ضلع بریسال مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسین صاحب، ۱ر جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

یک فریق ازیں دو میاں متوطن فورید فوری اند صلاۃ جمعہ را بملک بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چرا اینجا شہر نیست بمصداق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وینفذ الاحکام ویقیم الحدود ایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح وتہلیل وغیر ذلک اخذ می کنند و یک جماعت صلاۃ جمعہ را می خوانند وایں دیار را شہر گویند بمطابق قول صاحبین وہو قول البعض وہو موضع اذا اجتمع اہلہ فی اکبر مساجدہ لم یسعہم فہو مصر بمصداق ایں کہ ملک بنگالہ وہند را شہر بگویند ونماز مذکور در وادا می کنند مگر اجرت تسبیح تہلیل را حرام گویند وایں گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است ونزد صاحبین جائز ست مگر قول متقدمین را اتباع می کنم ومتاخرین در پائے نشدم علی ہذا القیاس ایں ہر دو جماعت تنازع می کنند۔

الجواب

آنکہ گویند المصر ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ نہ مذہب امام ست نہ قول صاحبین بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ است وحاجت باو نیست امصار دیار ہند وبنگالہ بلاشبہ شہر ہائے دار الاسلام ست وجمعہ درانہا فرض وترک او معصیت شدیدہ وانکار او ضلالت بعیدہ در مذہب امام وسائر ائمہ ما مصر آنست کہ کوچہا و بازار ہائے دائم داشتہ باشد ومراد را روستا ہا باشد چنانکہ اورا در اصطلاح حال ضلع یا پرگنہ خوانند وور وحاکمے باشد کہ بحشمت وسطوت خود داد ستم زدہ از ستمگاراں تواں گرفت اگرچہ نگیرد ہمین ست معنی ینفذ الاحکام ویقیم الحدود الا از ہند وبنگالہ چہ گوئی خود حرمین محترمین نیز از مصریت خارج شوند واقامت جمعہ آنجا حرام زیرا کہ حدود از صدہا سال مفقود ومسدود شدہ ست

دبر تسبیح وتہلیل اجرت خواندن گرفتن روانیست اجارہ در امور مباحہ باشد نہ در طاعت ومعصیت کما حققہ المولی بن عابدین الشامی فی ردالمحتار والعقود الدریۃ وشفاء العلیل واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از کلکتہ دھرم تلہ اسٹریٹ مرسلہ مولوی عبدالمطلب صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

حامداً ومصلیاً۔ ما قولکم ایھا العلماء الکرام من الاحناف العظام فی ھذہ المسئلۃ ان صلاۃ الجمعۃ واجبۃ علی اھل القری ام لا بینوا بجواب شاف توجروا بثواب واف۔

الجواب

الذی یدعی عموم الجمعۃ کل محل ولا یخصہ بمصر ولا قریۃ فقد خالف الاجماع وھو ضلال بلا نزاع وقد اجمع ائمتنا علی اشتراط المصر لھا وان الاشتغال بہ فی القری یکرہ تحریما لکونہ اشتغالا بما لا یصح کما فی الدر وغیرہ وقد حققنا المسألۃ فی رسالتنا لوامع البھا وغیرما موضع من فتاوٰنا واما المصر فالصحیح فی تعریفہ ما ھو ظاھر الروایۃ عن امامنا الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کما بیناہ فی فتاوٰنا بما لا مزید علیہ واما ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ فغیر صحیح عند المحققین کما نص علیہ فی الغنیۃ وکفی قاضیا علیہ بالبطلان ان مکۃ والمدینۃ تخرجان علیہ من المصر وتمنع الجمعۃ فیھما لان اتساع مسجدیھما لایوف مؤلفۃ ممن یرد الیھما من الافاق مشاھد مرئی فضلا عن اھلھما خاصۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

الجواب

الجمعۃ علی اھل القری لیست بواجبۃ لقولہ علیہ الصلاۃ والسلام لاجمعۃ ولا تشریق ولا صلاۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ فی فتح القدیر ان قولہ تعالٰی فاسعوا الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقا بین الائمۃ اذ لا یجوز اقامتھا فی البراری اجماعا ولا فی قریۃ عند الشافعی فکان خصوص المکان مرادا بالاجماع فقدر الشافعی قریۃ الخاصۃ وقدرنا المصر وھو اولی لحدیث علی رضی اللہ تعالٰی عنہ وھو لو عورض بفعل غیرہ کان علیؓ مقدما علیہ فکیف ولم یتحقق معارضۃ ما ذکرنا ایاہ ولھذا المنقول عن الصحابۃ انھم لما فتحوا البلاد واشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القری ولو کانت لنقل ولو احادا وایضا ان الجمعۃ فرضت علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو بمکۃ قبل الھجرۃ کما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فلم یکن اقامتھا من اجل الکفار فلما ھاجر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومن ھاجر معہ من اصحابہ الی المدینۃ لبث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع اربعۃ عشر ایام ولم یصل الجمعۃ فھذا دلیل علی عدم الجمعۃ فی القری والا لصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمعۃ ومع ان البخاری روی فی صحیحہ کان الناس ینتاولون وفی روایۃ ینتابون الجمعۃ من منازلھم والعوالی فیأتون فی الغبار فیصیبھم الغبار ویخرج من العرق الحدیث وفی القدوری ولا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلی المصر ولا تجوز فی القری قال مولٰنا بحر العلوم فی ارکانہ تحت قولہ تعالٰی یا ایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع ای یحرم البیع ویجب السعی

الی الجمعة بعد سماع النداء ثم ان البیع قد یطول الکلام فیہ فیفوت الجمعة والخطبة لان التجار لایترکون صفقتھم فی ھذا الزمان ولذا منع من النداء الاول فالبیع والشراء فی المصر ظاھر وقال ایضا فیہ ویکرہ للمریض وغیرہ من المعذورین ان یصلوا الظہر یوم الجمعة بجماعة ولاباس بالجماعة للظہر للقروی لان الجمعة جامعة للجماعات فی المصر فعلم ان الشرط المصر لوجوب الجمعة مشروع لانہ جری التوارث من لدن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی ھذا الاٰن ان لایصلی الجمعة اھل البدو والقری فالعمل علی قول صاحب القدوری لازم علی المقلدین لانہ قولہ مطابق لمذھب الحنفی واتبعوہ ورجحوہ جمھور فقھاء المحققین ولم ینکرہ احد من علماء الحنفیین کما فی ردالمحتار فعلینا اتباع مارجحوہ وما صححوہ کما لوا فتونا فی حیوتہم الحق احق بالاتباع والمقلد الذی یخالفہ فحکمہ غیر جائز کما فی الدرالمختار واما مقلد الذی لاینفذ قضاءہ بخلاف مذھبہ اصلا فشرط المصر لصحة الجمعة محقق عند جمھور الحنفیة بلا انکار احد لکن الاختلاف بینھم فی تعریف المصر البتة فقال الامام الشافعی موضع فیہ بنیان غیر منتقلة ویکون المقیمون اربعون رجلا من اصحاب المکلفین فاذا کان کذلک لزمت الجمعة واختلف الروایات فی مذھبنا ففی ظاھر الروایات بلدة لھا امام اوقاض یصلح لاقامة الحدود وفی فتح القدیر قال الامام ابوحنیفة بلدة فیھا سکک واسواق ووال ینتصف المظلوم من الظالم وعالم یرجع الیہ من الحوادث وروایة عن الامام ابی یوسف المصر موضع یبلغ المقیمون فیہ عدد الایسع اکبر مساجدہ ایاھم فی الھدایة وھو اختار البلخی وبہ افتی اکثر المشائخ لما رأوا فساد اھل الزمان والولاة وعنہ ایضا کل موضع فیہ یسکن عشرة الاف رجل وعنہ ایضا ان کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھو اختیار الکرخی کذا فی الھدایة وقال بعضھم ھو ان یعیش کل محترف بحرفتہ من سنة الی سنة من غیر ان یحتاج الی حرفة اخری وقال بعضھم ھو ان یکون بحال لوقصدھم عدو یمکنھم دفعہ وقال بعضھم ان یولد فیہ کل یوم ویموت فیہ انسان وقال بعضھم ھو ان لایعرف عدد اھلہ الا بکلفة ومشقة فمختار اکثر الفقھاء مراعاة لضرورة زماننا والمفتی بہ عند جمھور المتاخرین فی تعریف المصر الروایة المختارة للبلخی ای مالایسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفون بھا وقال ابوشجاع ھذا احسن ماقیل فیہ وفی الولوالجیة وھو صحیح بحر وعلیہ مشی فی الوقایة ومتن المختار وشرحہ وقدمہ فی متن الدرر علی قول الاخر وظاھرہ ترجیحہ وایدہ صدر الشریعة بقولہ لظھور التوانی فی احکام الشرع سیما فی اقامة الحدود فی الامصار بکل موضع یصدق علیہ التعریف المذکور فھو مصر تجب الجمعة علی اھلہ والا فلا تجب سواء ذلک الموضع یتعارف بلفظ القریة اودونھا غیر المصر فالاٰن ھو لاحق فی حکم المصر شرعا فالتطبیق تعریف المتاخرین وھذا احسن ومالایصدق علیہ التعریف المذکور فھو لیس بمصر شرعا وعرفا ففی لفظ القریة اعتبارین شرعا بحیث ترسم بہ وبحیث لاترسم بہ ففی الاول تصح الجمعة وھی مدینة عظیمة اوقریة کبیرة وفی الثانی لاتصح الجمعة وھی قریة صغیرة ومفازة ومثلھا کما یدل علیہ عبارة القھستانی وتقع فرضا فی القصبات والقری الکبیرة فیھا اسواق وفی البحر لاتصح فی قریة ولامفازة لقول علی رضی اللہ تعالٰی عنہ لاجمعة ولاتشریق وصلاة فطر ولااضحی الا فی مصر جامع اومدینة عظیمة ثم قال فلاتجب علی غیر اھل المصر کذا فی الطحطاوی

فیہما عموم وخصوص فثبت بالدلائل المذکورۃ فرضیۃ الجمعۃ مخصصۃ بالاجماع فان صلی الجمعۃ اھل قریۃ لایقال لہا مصر شرعا لایسقط الظھر عن ذمتہ وان صلی الظھر فرادی یعصو بکبیرۃ لترک الواجب ای الجماعۃ الظھر باداء جماعۃ النفل وھذا من قباحۃ عظیمۃ اعلم ان الجمعۃ جامعۃ للجماعات وفی اداء الظھر بالجماعۃ تفریق الجماعۃ عن الجمعۃ وتقلیلھا فیہا بخلاف اھل القری اذ لاجمعۃ علیھم ولایفضی اداء الظھر بالجماعۃ الی تفریق الجمعۃ وتقلیلھا فیکون ذلک فی حقھم کسائر الایام فی جواز اداء الظھر بالجماعۃ من غیر کراھۃ مجالس الابرار فالقول لمن یقول ما الفرق بین الجمعۃ والظھر غیر الخطبتین وصحت الجمعۃ بلاکراھۃ فی کل موضع مثل الظھر سواء کان ذلک الموضع مصرا او قریۃ اوغیرہ وتارکھا بلاعذر فاسق وعاص مردود قائلہ ضال مضل لیس من المقلدین وعلی المقلدین اجتناب عن اقوالہ و افعالہ واحتراز عن مصاحبتہ ومخالطتہ واللہ اعلم علمہ احکم کتبہ احقر الوری ابو الفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔

مسئلہ ۔ از بنگال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذان ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور جمعہ وعیدین کے خطبہ بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں بعض لوگ جواز کہتے ہیں عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔

الجواب

اذان ثانی کا جواب امام دے مقتدیوں کو ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تبیین الحقائق میں اول کو احوط کہا اور نہایہ اور عنایہ میں ثانی کو اوضح تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قول امام ہے اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اُس سے بھی نزاع نہ چاہیے کہ تصحیح اُس طرف بھی ہے ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جواز میں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ سے کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اعوذ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کما فی الھندیۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از نصیر آباد محلہ نیلیان مرسلہ محمد عمر صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۶ھ

داود ولد محمد علی عرف پیرجی پیش امام مسجد دودھیان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۹۱۸ء بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کرکے دعا کے لیے بیٹھے اُس وقت دو شخصوں نے کھڑے ہو کر سنت پڑھنا شروع کیا تب مسمی داود مذکور بالا نے کچھ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سنتوں کا خطبہ اول وثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سنیں تو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے آیا یہ مسئلہ جو مسمی داود نے بیان کیا قرآن شریف وحدیث شریف کے مطابق ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبے میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا جائز نہ جانتا ہو اُس کے حق میں ازروئے شرع شریف کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں۔ شیخ محمد عمر نصیر آباد۔ رسول بخش اوورسیر۔ محمد اکبر خاں۔ قمر الدین کلرک۔ نور محمد مستری۔ لعل محمد۔

الجواب ۔ اطراف واقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حفظہم اللہ تعالٰی بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں

اُن سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اُسے وہابیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چنین و چناں ہے جواب استفتا میں یہاں خط ملحوظ نہیں ہوتا خصوصاً بارہا وہ بات جو اس شخص کی طرف نسبت کی فی نفسہ صحیح ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجئے کہ یہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجئے تو عوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالین کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ انکی اور باتوں کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں اور یہ اُن کے دین کا نقصان ہے وہابی ہو یا کوئی کافر یہودی مجوسی بت پرست وغیرہم کسی کی سب باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص سچ کہتا ہے۔ فقہ حنفی میں تو متعدد اشخاص مثل زمخشری وزاہدی ومطرزی معتزلہ گزرے ہیں اُن کے اقوال فروع فقہ میں نقل ومسلم ہوتے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ گمراہ بددین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے اور کسی خطبے کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت نہ اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر عزشانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت کہ بحالت خطبہ سلام وکلام مطلقاً حرام ہے ہاں دل میں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہیں درمختار میں ہے اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام الی تمامہا خلا قضاء فائتۃ لم یسقط الترتیب بینہا وبین الوقتیۃ فانہا لاتکرہ سراج وغیرہ لضرورۃ صحۃ الجمعۃ والا لا فیحرم کلام ولو تسبیحا وامرا بمعروف بل یجب علیہ ان یستمع ویسکت اُسی میں ہے ینصت ان قرأ الامام اٰیۃ ترغیب او ترھیب کذا الخطبۃ فلا یأتی بما یفوت الاستماع ولو کتابۃ او رد سلام وان صلی الخطیب علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا اذا قرأ اٰیۃ صلوا علیہ فیصلی علیہ المستمع سرا بنفسہ وینصت بلسانہ عملا بامری صلوا وانصتوا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از اودے پور میواڑ راجپوتانہ جہازانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے کتاب دیکھے پڑھتا ہے لہذا فرمائیں کہ دونوں میں کس کا عمل موافق سنت ہے۔

الجواب

دیکھ کر اور زبانی دونوں نفس ادائے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اوفق بالسنۃ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از بمبئی اسٹیشن باندرہ محلہ نوا پارہ مسجد مرسلہ محمد جہانگیر صاحب امام مسجد مذکور ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

جناب مولٰنا صاحب حجۃ قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - گذارش یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کرکے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی مہر ہے اور آج کل یہاں دعا بین الخطبتین میں تنازع ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی مہر دیکھ کر عمل کرلیا ہے کیونکہ آپ کے دستخط تحریر ہیں اور چند علمائے ہندنامی کی بھی دستخطیں تحریر اس وجہ سے لوگ بے دغدغہ عمل کرلیا ہے تو اسی واسطے آپ کی خدمت میں ارسال کرکے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علمائے ہند نامی گرامی کی تحریر ہے تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دلیلیں تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں جیسا آپ تحریر فرمائیں آمنا کیا جائے۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دعا بین الخطبتین ہرگز ایسی چیز نہیں جس سے ممانعت پر کچھ بھی زور دیا جائے ایسے مسائل میں تفرقہ اندازی فتنہ پردازی جدال پسندی فریق بندی وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں۔ فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہوئی ہے اُس میں بہت قطع وبرید کمی کی گئی ہے میرا مسلک اس میں ہمیشہ یہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقتدین دعا کرتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آبائے کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین خود بمبئی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا اور حاضرین نے بین الخطبتین دعائیں مانگیں اور میں نے نہ اُس وقت منع کیا نہ بعد کو اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں یہاں تک کہ صحیح حوالوں کو جھٹلایا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گڑھ کر دیا ہے ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جمیل ایک رسالہ میں ہوسکتی ہے مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاد دیوبندی ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی وتھانوی کے مداح اور یہ وہ ہیں کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتوٰی دیا اور فرمایا کہ من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے نہ کہ وہ جو انہیں عالم دین جانے اور جان وچنیں مانے۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - ہادی حسن خاں از کانپور نئی سڑک ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچسو کے ہے اور اُس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پُر نہ ہوگی اور اُس کے قریب دو دو کوس پر کئی قصبہ ہیں تو اُس گاؤں میں ازروئے مذہب حنفی نماز جمعہ وعیدین جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اُس میں جمعہ وعیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ تمام متون وشروح وفتاوی میں ہے شرط صحتہا المصر درمختار میں ہے صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لایصح لان المصر شرط الصحۃ خود نہ پڑھیں گے حکم پوچھا جائے گا تو فتوٰی یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے باایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے درمختار کرہ تحریما صلاۃ مطلقا ولو نفلا مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکونہا والاداء الجائز عند البعض اولی من الترك ردالمحتار میں ہے قولہ فلا یمنعون افادان المستثنی المنع لا الحکم بعدم الصحۃ عندنا قولہ عند البعض ای بعض المجتہدین کالامام الشافعی ھنا واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - عبدالستار ابن سماعیل از رنگون ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعقیدہ اور دوسری جگہ کسی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتی ہو یا تمام مساجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے اُن کے امام بدمذہب ہو تو ایسی صورت میں اہل سنت جمعہ کو

ترک کرے یا کوئی اور حکم ہے نیز ایسا ہی عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے۔

الجواب

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں جمعہ قائم کرنے کے لیے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین واشتہار کے ساتھ کسی میدان خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا وہابی یا غیر مقلد یا نیچری یا مرزائی وغیرہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے کسی بت پرست یا آریہ کے پیچھے یہ ترک جمعہ نہ ہوا کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں اور اُن کی اقتدا بوجوہ حرام قطعی ہے بلکہ اُن کے عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انھیں قابل امامت جانے تو کافر ہو جائے من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر ہاں اگر کہیں ایسا بدمذہب ہو جس پر حکم کفر نہیں جیسے تفضیلیہ اور سنی کی امامت نہ مل سکے تو اُس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جاکر جمعہ پڑھتے ہیں اب وبا یعنی ہیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اُس ہیضہ والی بستی میں جاکر جمعہ پڑھنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ جگہ جوالی شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اُسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر وبا بھی یہیں جمعہ قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں اور اگر گاؤں ہے تو اُن پر جمعہ نہیں بحالت وبا وہاں نہ جائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از بمنی بجر ضلع منڈلا مسؤلہ عبدالستار صاحب بیلی بھیتی ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا خطبۂ جمعہ کھڑے ہو کر سننا جائز ہے۔

الجواب

خطبہ سننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلاضرورت کھڑے ہو کے سننا خلاف سنت ہے۔ عوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان لفظوں پر پہنچتا ہے ولذکر اللہ تعالٰی اعلٰی تو اس کے سنتے ہی لوگ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں یہ حرام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہوا چند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مطبع سرکاری مرسلہ منشی محمد علی ارم ۱۸ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ بامامت خود پڑھایا دوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا اس کا کیا حکم ہے۔

الجواب ـ کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان التنفل بالجمعۃ غیر ممنوع۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از شہر مسؤلہ شوکت علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو جمعہ ہوسکے اور زیادہ ثواب شہر کی کس مسجد میں ہے۔

الجواب

جامع مسجد وہی ایک ہے شہر میں متعدد جگہ جمع ہونے کی ممانعت نہیں۔ جمعہ کےلیے کم سے کم امام کے سوا تین آدمی ہوں مگر جمعہ وعیدین کا امام ہر شخص نہیں ہوسکتا وہی ہوگا جو سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کرلیں جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم وافضل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از جرودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید الطاف حسین صاحب زمیندار و گورنمنٹ پنشنر ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں پنجوقتہ باجماعت نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظ قرآن ہیں دو تین حاجی الحرمین الشریفین ہیں دس پندرہ اچھی فارسی اور دو تین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں ایک صاحب مدرسہ طبیہ دہلی کے سند یافتہ اور تین چار عطائی طبیب ہیں ایک شخص آنکھیں بناتا ہے ایک قرآنی مکتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں اس کے علاوہ ایک گورنمنٹی مدرسہ ہے ڈاکخانہ بھی موجود ہے پانچ چھ آدمی انگریزی داں ہیں جن میں بی۔اے اور ایف،اے بھی ہیں پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹی ملازم ہیں جو دس روپیہ سے تین سو روپیہ تک تنخواہ پاتے ہیں ایک شخص گورنمنٹ سے تیس روپیہ پنشن پاتا ہے تین چار دوکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیا ہمہ وقت دستیاب ہوتی ہیں تین چار بزاز ہیں دو پنواڑی کی ایک عطار کی دوکان ہے تین چار گھر قصابوں کے ہیں پانچ چھ پختہ مکانات ہیں سات پختہ کنوئے بستی میں آبنوشی کے ہیں سوائے گرڑیوں اور چماروں کے ہندو کوئی آباد نہیں قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے زمینداری مسلمانوں کی ہے بھنگی، سقہ، بڑھئی، لہار، حجام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں قریبًا بارہ سَو کی مردم شماری ہے عیدگاہ پختہ بنی ہوئی ہے ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سَو آدمیوں کا مجمع ہوجاتا ہے اب بعض بعض حضرات معترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں اور چند اشخاص نے جمعہ کی نماز ترک بھی کردی ہے حالات موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نماز جمعہ وعیدین ترک کی جاوے یا بدستور پڑھی جاویں۔

الجواب

اگر وہ پرگنہ ہے اُس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم وہاں فصل خصومات وفیصلہ مقدمات کے لیے ہوتا ہے مثلاً تحصیلدار وغیرہ جب تو وہ خود شہر ہے اور اُس میں ادائے جمعہ وعیدین ضرور ولازم اور اُن کا تارک گنہگار وآثم فقد صدق علیھا حد المصر الصحیح المروی فی ظاھر الروایۃ عن الامام الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ انھا بلدۃ فیھا سکک واسواق ورساتیق وفیھا وال الخ اور اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصل مقدمات پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں وہ ایسا تھا جب

اُس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا صلاۃ مسعودی باب ۳۳ میں ہے جائے راکہ حکم شہر دادند بعد ازاں خرابی پذیرفت آں حکم شہرے باقی ماند تا اگر نائب سلطان یا جمع دراں جا نماز آدینہ گزارند روا بود اور اگر یہ دونوں صورتیں نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اُسے اُکھیڑا نہ جائے گا نہ لوگوں کو اُس سے روکے گا مگر شہرت طلب قال اللہ تعالی ارأیت الذی ینھی ٥ عبدا اذا صلی ٥ وفیہ عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ - از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیۃ الاحناف مرسلہ ابو الرجا غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

جناب تقدس مآب مجمع مکارم اخلاق منبع محاسن اشفاق سراپا اخلاق نبوی مظہر اسرار مصطفوی سلطان العلماء اھل السنۃ برھان الفضلاء الملۃ قدوۃ شیوخ الزمان مولٰنا المخدوم بحر العلوم اعلحضرت امام الشریعت والطریقت مجدد مائۃ حاضرہ متع اللہ المسلمین بطول بقائھم ودامت علی رؤس المسترشدین فیوضاتکم وبرکاتکم۔ بعد سلام مسنون واشتیاق روز افزوں آنکہ بحکم شادروا حضرت سے التماس ہے ایک عرصہ ہوا غربائے اہلسنت کراچی کی صدائے محزون نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا جمعہ وجماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہذا دعا فرمائیے۔ اس وقت حضور پر نور وارث سجادہ رسالتماب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اللہ تعالٰی جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لیے جامع اہلسنت پیدا کردے کہ صدر کے مسلمانان اہلسنت فریضہ جمعہ ادا کرسکیں صدر میں دو مسجدیں ہیں اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ جنون ہے یا اہل سنت کی موجودہ مشہور ومتعارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کرام ہیں والعیاذ باللہ تعالٰی شرک وبدعت ہے لہذا ہم مع احباب ومتعلقین تراویح وفرائض ایک کرایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انعقاد محافل ہے ادا کرلیا کرتے ہیں جمعہ جاکر ایک اور مسجد جو صدر سے قریبًا میل بھر کے فاصلہ پر ہوگی یا کم وبیش پہنچ کر ادا کرلیتے ہیں لیکن بعض کو یہ مسجد قریب پڑجاتی ہے اور بعض کو وقت ہوتی ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمع ہوکر جمعہ وعیدین ادا کرسکتے ہیں جناب مجدد یہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ قوم کو اور میری تسلی ہوجائے گی۔

الجواب

جناب محترم ذی المجد الکرم اکرمکم اللہ تعالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جمعہ کے لیے شہر یا فنائے شہر کے سوا نہ مسجد شرط ہے نہ بنا۔ مکان میں بھی ہوسکتا ہے میدان میں بھی ہوسکتا ہے اذن عام درکار ہے بدائع امام ملک العلماء میں ہے السلطان اذا صلی فی دارہ ان فتح باب دارہ جاز وان لم یاذن للعامۃ لاتجوز درمختار میں ہے یشترط لصحتھا المصر او فناءہ وھو ماحولہ لاجل مصالحہ کدفن الموتی ورکض الخیل واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ - از جیب والہ ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۵۰ کے ہے اور اُس میں ہر چیز بھی وقت پر نہیں مل سکتی لہذا ایسی بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں وجوب صلوۃ کے لیے کیا کیا شرائط ہیں مدلل بیان ہوں۔

الجواب

جمعہ صرف شہر و فنائے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں شہر وہ بستی ہے جس میں متعدد کوچے دائم بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اُس کے متعلق دیہات ہوں اور اُس میں فیصلۂ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو۔ وجوب جمعہ کی سات شرطیں ہیں حریت[۱] ذکورت[۲] عقل[۳] بلوغ[۴] شہر میں اقامت[۵] اتنی صحت[۶] کہ حاضر جماعت ہوکر پڑھ سکے عدم[۷] مانع مثل حبس وخوف دشمن وباران شدید وغیرہ ان کی تفاصیل اور بعض استثنا درمختار وغیرہ میں ہیں وقد ادخلنا البصر وقدرۃ المشی فی الصحۃ اور اُس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں شہر[۱] یا فنائے شہر سلطان[۲] اسلام یا اُس کا نائب یا ماذون یا بضرورت جسے عام مسلمین نے امام جمعہ بنایا ہو وقت[۳] ظہر ختم تک باقی رہنا خطبہ[۴] وقت ظہر میں قبل[۵] نماز کم از کم تین مسلمان مرد عاقلوں کے سامنے خطبہ ہونا جماعت[۶] سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں جمعہ[۷] کے لیے اذن عام ہونا بلاوجہ شرعی کسی کی روک نہ ہو بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از مولیں پور برہما مرسلہ محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی ۱۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمکم اللہ تعالٰی کہ ائمہ مساجد احناف کو نواب صدیق حسن خاں کے تصنیف کا خطبہ ہر جمعہ وعیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کون خطبہ معتبر ہے۔

الجواب

صدیق حسن خاں غیر مقلد لامذہب تھا اُس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہیے لان فیہ تنویھا بذکرہ وترویجا للمکرہ وذلك لایجوز خصوصاً اگر اُس میں اپنے مذہب کی خباثت درج کی ہو جب تو قطعاً حرام ہے خطب ابن نباتہ مصری اچھے ہیں اور اب ہند میں علمی کے خطبے مگر اُردو اشعار خطبہ میں پڑھنا مناسب نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خطبۂ جمعہ میں آیۂ قرآنی میں تعوذ وتسمیہ پڑھتا ہے حالانکہ سلف سے کہیں یہ ثابت نہیں اگر یہ امر مسنون ہوتا تو کہیں بھی علمائے کرام سے ثابت ہوتا خصوصاً ہمارے ہادی مرشد حضرت مولٰنا صاحب مجدد ملت حاضرہ یعنی آپ خود ایسا تجویز فرماتے اب یہ تجدید خلاف ائمہ سلف کے ہوئی کہاں تک ناجائز ہے۔

الجواب

خطبہ میں آیۂ قرآنی سے پہلے اعوذ پڑھنا چاہیے اور اگر وہ آیت ابتدائے سورہ ہے تو بسم اللہ شریف بھی فقیر کا ہمیشہ اسی پر عمل ہے اور اگر سر آیت پر بھی بسم اللہ پڑھ لے گا حرج نہیں ردالمحتار میں ہے فی الامداد وفی المحیط یقرأ فی الخطبۃ سورۃ اوایۃ فاذا قرأ سورۃ یتعوذ ثم یسمی قبلہا وان قرأ ایۃ قیل یتعوذ ثم یسمی واکثرھم قالوا یتعوذ ولا یسمی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ نہیں ملا اور وقت بھی تنگ ہوگیا جو اور مسجد سے تلاش کرکے لاسکے اور

امام صاحب کو کوئی خطبہ نہیں یاد تھا تو اس صورت میں کس طرح نماز ادا کی جائے گی اور اگر بغیر خطبہ کے نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

الجواب

نماز جمعہ بے خطبہ باطل ہے خطبہ مختصر کافی ہے ایسا شخص امام جمعہ نہیں ہو سکتا جو خطبہ نہ پڑھ سکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شہر کانپور توپ خانہ بازار قدیم مسجد صوبیدار مرحوم معرفت مولٰنا مولوی حافظ عبید اللہ صاحب قبلہ مرسلہ محمد جعفر ۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا نماز جمعہ و عیدین میں جائز ہے یا نہیں چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اُردو کے بھی شامل ہیں اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اُردو ہے اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت نماز جمعہ و عیدین میں پڑھا کرتے ہیں سید محبوب علی شاہ صاحب ساکنہ حیدر آباد دکن جو مرید بھی کرتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں اُنھوں نے بمبئی محلہ کماٹی پورہ گلی نمبر ۵ میں بآواز بلند بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ و عیدین میں ناجائز ہے اس سے نماز نہیں ہوتی ہے کیونکہ علمی کا مذہب رافضی تھا لہٰذا بکمال ادب مستدعی ہوں کہ اس مسئلہ میں شرعاً کیا حکم ہے آیا مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا اور سننا جائز ہے یا نہیں اور علمی کا مذہب کیا تھا علمی نے خطبہ میں صحابہ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے مع حوالہ کتاب مطلع فرمائیے کہ نماز جمعہ و عیدین مجموعہ خطب مذکورہ بالا کے پڑھنے سے جائز ہوگی یا نہیں اور درحقیقت اگر علمی کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا تو جو شخص علمی کو رافضی کہے اُس کے حق میں کیا حکم ہے اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اُس کا مرید ہونا کیسا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

مولٰنا محمد حسن علمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ ناصح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مداح اور میرے حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے اُنھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی ناصبی یا خارجی۔ دکھنی صاحب نے اگر کسی کی سُنی سنائی بے تحقیق کہہ دی تو یہ آیہ کریمہ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ○ کا خلاف کیا صحیح حدیث لا تذکروا موتاکم الا بخیر کا خلاف کیا رواہ البخاری وغیرہ اور حدیث صحیح کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع کا وبال سر پر لیا رواہ مسلم وغیرہ آیت کا ارشاد یہ ہے کہ غیر ثقہ کی خبر خوب تحقیق کرلو کہیں کسی کو جہالت سے آزار دے بیٹھو پھر اپنے کیے پر پچھتاتے رہو اور حدیث اول کا کہ اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو اور دوم کا یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو یہ بہت ہے کہ جو کچھ سُنے اُس پر اعتبار کرکے لوگوں سے بیان کردے اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ذکر امرأ بشیئ لیس فیہ لیعیبہ بہ حبسہ اللہ فی نار جھنم حتی یاتی بنفاذ ما قال دوسری روایت میں ہے کان حقا علی اللہ ان یذیبہ یوم القیمۃ فی النار حتی یاتی بنفاذ ما قال رواہ الطبرانی بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ جو کسی کے عیب لگانے کو وہ بات بیان کرے جو اُس میں نہیں اللہ اُسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک کہ اپنے کہے کی سند لائے اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت پیش نہ کرے اُسے آتش دوزخ میں گلائے اور بفرض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بد مذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اُس میں کوئی بد مذہبی نہ ہو تو اُس کے پڑھنے سے نماز کیوں ناجائز ہونے لگی یہ دل سے مسئلہ گڑھنا اور شریعت مطہرہ پر افترا کرنا ہے ہاں اردو زبان خطبہ میں ملانا چاہیے

کہ خلاف سنت متوارثہ ہے یہ دوسری بات ہے اسے عدم جواز نماز سے کیا علاقہ شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصر رہے اور تائب نہ ہو تو اُس کے پیچھے نماز نہ چاہیے نہ اُس کے ہاتھ پر بیعت ویتوب اللہ علی من تاب واللہ تعالی اعلم بالصواب۔

مسئلہ - ارسرکوں تحصیل کھٹیما ڈاکخانہ ٹنک پور مرسلہ ننھے خاں صاحب ۱۳ رجمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

جمعہ کی نماز ہر شخص پر فرض ہے سوا اُن کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمادیا مشکوۃ شریف ص ۱۲۳ باب وجوب الجمعہ میں طارق ابن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جمعہ حق ہے اور واجب ہے مگر چار پر غلام اور عورت اور نابالغ اور بیمار یعنی ان چار کے سوا سب پر واجب ہے خود کسی کا نوکر ہو یا سوداگر یا کھیتی والا یا مزدور ہو بعض روایت میں مسافر کا بھی ذکر ہے اور اسی کتاب کے اُسی صفحہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ باز آویں لوگ جمعہ کے ناغہ کرنے سے ورنہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں پر مُہر لگادے گا پھر وہ منافقوں میں سے ہو جاویں گے یعنی اُن کا نام منافقوں کے دفتر میں لکھا جائے گا ہاں اتنی قید اور شرط تو حدیث شریف میں آئی ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھو سو جماعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک سے زیادہ ہوئے خواہ دو ہوں یا زیادہ ہوں اُن کو جماعت کہتے ہیں چنانچہ مشکوۃ شریف باب الجماعۃ وفضلہا ص ۹۳ میں ابوموسی اشعری سے مرفوعاً روایت ہے اور مشکوۃ شریف کے باب الجمعہ میں روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص تین جمعے بلاضرورت نہ پڑھے تو لکھا جاتا ہے منافق اُس کتاب میں جو نہ مٹتی ہے نہ بدلتی ہے لہذا نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہیے خواہ شہر ہو یا گاؤں ہو یا جنگل ہو یا بن ہو کیونکہ حدیث شریف میں کوئی خصوصیت نہیں آئی ہے فقط حررہ محمد اشرف خاں عفی عنہ

الجواب

جمعہ بن میں حرام ہے اور گاؤں میں ناجائز ہے اور عمومات اپنے شروط سے مشروط ہوتے ہیں احادیث سے جو جاہلانہ استناد کسی جاہل نے کیا ہے وہ اگر دامن ائمہ چھوڑے تو یہی بتائے کہ یہ حدیثیں اُس نے شروع میں کیونکر حجت قرار دیں اللہ تعالیٰ نے تو سورۂ جمعہ میں یاایھا الذین امنوا مطلق ارشاد فرمایا ہے اُس میں عورت یا بچے یا غلام یا مریض یا مسافر کسی کا استثنا نہیں تو کیوں نہیں کہتا ہے کہ چار برس کے بچے پر بھی جمعہ فرض ہے وہ احادیث سب خبر آحاد ہیں اور خبر آحاد موجب ظن تو اُن سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان یتبعون الا الظن اور فرماتا ہے ان الظن لایغنی من الحق شیئا تو ان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکر اُس نے حلال کرلیا اور یہ بھی اُس وقت ہے کہ ان احادیث آحاد کی صحت ثابت کرلے ائمہ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری ومسلم کی تصحیح یا نسائی ودارقطنی کی تعدیل وتخریج پر اعتماد کرنا ظلم شدید وجہل بعید ہے کونسی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اُسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اُسے نہ مانو یا یحیٰی وشعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اُسے معتمد جانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو قرآن واحادیث متواترہ اجماع امت کو حجت بتاتے ہیں اور اجماع امت ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق وعام نہیں مقید بقیود ومشروط بشرائط ہے اور جو اجماع ائمہ کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے نصلہ جہنم وساءت مصیرا ہم اُسے جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بہت ہی بُری پھرنے کی جگہ۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ مرسلہ جناب عبدالحسین از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں معہ چند اشخاص اپنے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد میں جاکر نماز جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کوئی طریقہ افضیلت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی نہ جماعت کثیر نہ امام افقہ ہاں اتنا ہے کہ دوسرے محلہ کی مسجد ربع میل اور اپنے محلہ کی مسجد ثلث میل فاصلہ پر ہے جائز ہے یا نہیں اور ان لوگ کے جانے کی وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے اکنوں ان لوگوں کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں اور بر تقدیر منع نہ کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگ کے بھی جانے کا احتمال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کون سی مسجد میں افضل ہے ۔ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ مسجد جامع میں افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے جب وہ جامع نہیں اور دوسری جگہ جانے میں اُن کو آسانی ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از شہر دہلی ٹولہ مسئولہ طالب علم بنگالی ۲۳ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن گاؤں میں تعریف شہر کا صادق آئے مثلاً بڑی سی بڑی مسجد میں اُس کے اہل نہ جمع ہوسکیں اور گلیاں اور بازار ہوں اور اُس میں چند مولوی ہوں مسئلہ دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہو کر انصاف مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں ۔

الجواب

گاؤں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اُس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پرگنہ ہو اپنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر نہیں ہوجاتا بلکہ والی ملک یا اُس کا مقرر کردہ حاکم ہو اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اُس میں جمعہ جائز وصحیح ہے ورنہ باطل وناجائز ۔ واللہ تعالٰی اعلم ۔

مسئلہ ۔ مسئولہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں (۱) جمعۃ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبٰی محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ الوداع پڑھا ہے یا نہیں (۲) اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبۂ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اُس کا موجد ومخترع کون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین فقہا ومحدثین رحمہم اللہ (۳) شریعت مقدسہ مطہرہ منورہ محمدیہ حنفیہ اہلسنت وجماعت میں خطبۂ الوداع کا کیا درجہ ہے فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں (۴) جس جمعۃ الوداع کو خطبہ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں اور تارک خطبۃ الوداع کس درجہ کا خاطی وگنہگار ہے قابل ملامت وزجر ہے یا نہیں ملامت وزجر کرنے والے تو گنہگار نہ ہوں گے امامت اُس کی جائز ہے یا ناجائز (۵) کتاب شبیہ الانسان کے ص۲۴ میں لکھا ہے اما خواندن کلمات حسرت وافسوس درخطبۂ آخر رمضان مباح است فاما از سلف منقول نیست وافضل ترک ست تا عوام را گمان وجوب وسنتش نگردد دریں شرط است کہ روایت دروغ وبہتان بررسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دراں نباشد ذالاحرام ہمچنانکہ این ست سہ اکثر محمد مصطفٰی محبوب ومطلوب خدا + گفتے دریں حسرتا ای ماہ رمضاں الوداع۔ یہ فتوٰی مفتی سعد اللہ نامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبع نول کشور لکھنؤ میں چھپا ہے جناب اس فتوے کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا صحیح قابلِ عمل ہے یا واجب الرد جو کچھ ہو صاف صاف تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہیں (۲) نہ صحابہ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نہ اُس کا موجد معلوم (۳) وہ اپنی حد ذات میں مباح ہے ہر مباح نیت حسن سے مستحب ہو جاتا ہے اور عروض عوارض خلاف سے مکروہ سے حرام تک (۴) جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے خاص خطبہ الوداع کوئی چیز نہیں اُن کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں نہ سنت اسکے ترک میں کچھ خلل نہیں نہ تارک پر زجر و ملامت روا جبکہ ترک بربنائے وہابیت نہ ہو ہاں اگر وہابیت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا مستحق ہے (۵) اس فتوے میں جو کچھ لکھا حرف بحرف صحیح ہے سوائے اس لفظ کے "کہ افضل ترک است" اس کی جگہ یوں چاہیے التزامش نہ شاید گاہے ترک ہم کنند تا عوام گمان وجوب و استنان نبرند فقد صرح العلماء الکرام ان الترک احیانا یزیل الایہام واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔از ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ نہروی مدرسہ حافظ پور۔ مخلص الرحمٰن۔

بخدمت شریف جناب مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض یہ ہے کہ ہمارے ملک بنگالہ میں ایسی بستیاں ہوا کرتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک پارہ جدا جدا نام سے موسوم ہے ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلہ سے بسا ہے کہ گویا قریہ صغیرہ مستقلہ ہے اور پاروں کے درمیان مواضع منفصلہ میں مزارع اور میدان اور کہیں کہیں بانس اور دیگر ادنٰی جنگل ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے کشتی کی ضرورت کم ہی ہوا کرتی ہے مگر جوتی پہن کر نہیں جاسکتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانو تک پانی ہوتا ہے اور اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لیے سوائے کھیتوں کی حد بندی اور چھوٹے چھوٹے راستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستہ سے چلنا دشوار ہے ہاں کہیں کہیں مواشی کے چلنے کے لیے (گوپاٹ) یعنی کچھ زمین اُفتادہ مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی ہوئی ہے وہ بھی مثل سڑک کے اونچے نہیں ہر ایک پارہ کے ابنیہ بھی متصل نہیں بالکل غیر منتظم حالت پر ہیں ان پاروں کا ایک بڑا نام ہوا کرتا ہے جس سے وہ خط و کتابت و تمسک و قبالہ و گورنمنٹی کاغذات میں مشہور ہوتا ہے اکثر ان گاؤں میں نہ ڈاکخانہ ہے نہ تھانہ دسکک و اسواق روزانہ بالکل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار (ہاٹ) لگتا ہے جس میں لوگ اشیائے خوردنی بیچتے اور خریدتے ہیں مگر بازار کے معین وقت کے سوا وہاں شاذ و نادر ہی کچھ ملتا ہے دکانیں وغیرہ جیسا شہر و محکمہ میں ہوا کرتی ہیں ویسی نہیں۔ کہیں کہیں کراسین تیل اور بعض بازار میں روز معین کے سوا کپڑا بھی خریدنے کو ملتا ہے مگر ایسے دوکان دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا ایسے گاؤں کے پاروں میں نماز جمعہ کے لیے مسجدیں بنی ہیں اُن مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اُن میں بمشکل چالیس آدمی سما سکتے ہیں ہر ایک گاؤں یعنی (مجموعہ چند پاروں میں) دو ڈھائی ہزار لوگ

ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں بالغ نابالغ مرد وزن سب شامل ہیں الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر و محکمے کی دوسری کوئی علامت ان پاروں میں نہیں ہے نماز پنجگانہ کی جماعت نہیں ہوتی۔ اتفاقیہ دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت راتبہ نہیں اب سوال یہ ہے کہ ایسی گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنی مطابق مذہب حنفی کے درست یا نہیں برتقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں ایسے گاؤں کو جو متعدد پارہائے منفصلہ سے بنا ہے اور جس میں دو ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ بینوا توجروا عند اللہ اجراً حسنا زیادہ والسلام۔

الجواب

صورت مذکورہ میں وہ چھوٹے پارے اور اُن کا مجموعہ سب گاؤں ہیں اور اُن میں جمعہ ناجائز اور پڑھنا گناہ درمختار میں ہے صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما لانہ اشتغال بما لایصح اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب ہوں گے بہرحال متعدد گناہ اُن پر لازم ہیں باینہمہ جہاں لوگ پڑھتے ہوں اُنھیں نہ روکا جائے کما افادہ فی الدالمختار فی الصلاۃ عند الشروق اور خود ہرگز نہ پڑھیں نہ نئی جگہ قائم کریں کہ گناہ سے بچنا لازم ہے اور پاروں کے مجموعہ کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ بمعنی بلدۂ صغیرہ ہرگز نہیں جس میں جمعہ جائز ہوسکے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از قصبۂ جہاں آباد خاص ضلع پیلی بھیت مرسلہ عاشق حسین بخشی قصبۂ مذکور مورخہ ۱۰ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مسائل ذیل میں (۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارت پڑھ کر بعد کو ترجمہ اُردو زبان میں محض بہ نیت آگاہی قوم امام جمعہ پڑھے تو کیا نقص یا فضل ہے (۲) خطبۂ دراز یا قراءت طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان (۳) قبل اور بعد جمعہ سنتوں میں لفظ سنت رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے (۴) مکرر الوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست بشریعت بینوا توجروا

الجواب

(۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان ملانا مکروہ وخلاف سنت ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) قراءت بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو حرام ہے اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ آدمی کی فقاہت کی یہ نشانی ہے کہ اُس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے واللہ تعالٰی اعلم (۳) سنتیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی اُن کی سنتوں میں نام اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت ہے اس میں کوئی حرج نہیں اس سے وہابیہ منع کرتے ہیں جو نام اقدس سے جلتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (۴) الوداع کہ رائج ہے نہ کوئی حکم شرعی ہے نہ اس سے منع شرعی ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں کبھی ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں اور سچی الوداع قلب سے ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگین اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا بار تھا اور جانے کے لیے گھڑیاں گنیں تو جھوٹی الوداع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از جانب انجمن اہلسنت وجماعت سہوانی ٹولہ بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہل سنت والجماعت کا جو کہ حتی الامکان مشرکوں بدعتیوں وہابیوں اور خصوصًا رافضیوں سے مجتنب ہے اور ان سے عمل ترک موالات جائز رکھتا ہے لیکن شرکت نماز جماعت اور خصوصًا نماز جماعت کثیر کا شائق ہے اس جانکاہ وجگر خراش ہنگامہ محرم الحرام کے موقع پر یہ دیکھتے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا دن نماز جماعت اور عیدگاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت والجماعت انجمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوا ہے مگر اس ہنگامہ میں تعزیہ دار بدعتی وغیرہم شامل ہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تعزیہ داری وتخت بینی کی وجہ سے ہوا ہے کیا اس نماز جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب جتنا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا چاہیے حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ آمد وشد میں اُس کی نظر تخت وتعزیہ وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی ومیلہ سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اُس کے مطمح نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت وجمعہ میں فرق آتا یا اس کا گناہگار ہونا تو لازم نہ ہوگا۔

الجواب

جبکہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط امامت ہوگا تو اُس میں بلاشبہہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی اُمید واثق ہے تعزیہ داری ایک بدعت عملی ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اُس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی وہابی وغیرہم خبثا کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا اُن سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا اُن خبیثوں سے ضروریات دین بالائے سر وہ عقائد ضروریہ اہلسنت کے بھی منکر نہیں نہ محبوبان خدا کی معاذ اللہ توہین کرتے ہیں نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت یہ عقیدۃً ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں پیش خود محبت محبوبان خدا کی نیت سے کرتے ہیں براہ جہالت ونادانی اس میں لہو ولعب وافعال ناجائزہ شامل کرتے ہیں لہٰذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز بجماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں اُن چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا زمانہ عرس میں آج کل مزارات طیبہ کی حاضری۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از عیش آرا ضلع میمن سنگھ پوسٹ کالوہا - خندہ کار معظم علی صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین کہ اس دیار میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دیتا ہے کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا کیونکہ جمعہ جبکہ درست نہیں تک اس سے فرض ظہر کا ساقط نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ ایسے ویران کردیا اور عیدین کی نماز بھی منع کرتا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نماز جمعہ ونماز عیدین ادا کرتا ہے وہ گناہ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے آیا ایسے عالم جو نمازین مومنین کو کافر کہتا ہے کیلئے کیا حکم ہے۔

الجواب

دیہات میں نماز جمعہ وعیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اُسے بند کرنا جاہل کا کام ہے قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھی ٥ عبدا اذا صلی اور جو انھیں کافر کہتا ہے گمراہ وبددین ہے نہ وہ کبیرہ ہے لاختلاف الائمۃ نہ کبیرہ پر اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - جملہ اہل اسلام قصبہ بیرہٹہ ریاست سوامی جے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول بیراہٹہ بذریعہ ڈاکخانہ تھانہ غازی ریاست الور -

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع سندی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب ونسب میں برابر اور برادر ہیں اور علم فارسی ومسائل میں حسب لیاقت خود ہیں الّا قاضی کہ بزعم قضایت ونفسانیت وتنقیص باہمی یہ کہتا ہے کہ نماز جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الّا خطیب سندی پادشاہی ہوں میں نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی صاحب یا دیگر جو افضل ہوں وہ پڑھادیں لیکن قاضی صاحب بوجوہات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اُسی چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد شاہی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور مسجد جامع درمیان قصبہ کہ جہاں گرد ونواح میں قوم ہنود آباد ہے ایسے مقام پر اہل اسلام کی جماعت کی نماز ہونا زینت وشوکت اسلام میں داخل ہے پھر جماعت اسلام میں خلل انداز ہوکر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جمعہ کون پڑھانے کا مستحق ہے خطیب مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور اجازت بھی خطیب سے لینا واجب ہے یا نہیں اور جمعہ کونسی مسجد میں ہونا واجب ہے اور اس چھوٹے قصبہ میں دو جمعہ بوجوہات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز از روئے شرع شریف مع تشریح کے جواب سے مطلع فرمادیں دوم ۲ ایک قصبہ میں زید نامی شخص کہ جو نابینا اور مرض بھگندر یعنی ناسور دائمی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم وجامہ کی پاکی وناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہونا فرائض نماز میں سے ہے اور زید بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جمعہ ساقط ہوچکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید وجمعہ کی امامت بخواہش نفسانی خود کرتا ہے اگر اُس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جمعہ ساقط آپ پر ہوچکا اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہوسکتی ہے زید نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا آیا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز اس لیے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالتشریح مع حوالہ کتب ائمہ دین وآیات شریف واحادیث شریف تحریر فرمادیں -

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابل امامت جمعہ ہے قاضی کو کوئی حق نہیں یہ قاضی قاضی نکاح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ دو تین آدمیوں کے ساتھ الگ جمعہ پڑھتا ہے اُس کا اور اُس کے ساتھیوں کا جمعہ باطل محض ہے خطیب ہی بوقت ضرورت جبکہ خود بوجہ مرض یا سفر حاضری مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کرسکتا ہے نہ یہ کہ صرف اُس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہوسکے اس کا اُسے بھی اختیار نہیں فان نصب امام الجمعۃ لوالی الاسلام فان لم یکن فللعامۃ لا للخطیب وحدہ جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلاضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا فان بقیۃ العامۃ مقید بالضرورۃ ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد افقہ اہل بلد ہو تو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کرسکتا ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) زید اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ بغیر جمعہ کسی نماز میں غیر معذورین کی امامت نہیں کرسکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کرسکتا ہے اور جمعہ وعیدین کی بھی اگر جانب سلطان اسلام سے ماذون ہو یا عام مسلمانوں نے اُسے جمعہ وعیدین کا امام مقرر کیا ہو اور

بوجہ نابینائی اس پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اُس کی صحتِ امامت کا مانع نہیں جیسے غلام ومسافر۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از نوشہرہ تحصیل جاپور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک اولیاء اللہ کا مجلس خانہ مقرر ہے وہاں عرس شریف کے دن مجلس ہوتی ہے آیا اُس مجلس خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق پڑھنا جائز ہے یا نہ۔ بینوا توجروا

الجواب

مجلس خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عذر ترکِ مسجد ہو تو گناہ ہوگا مگر نماز ہوجائے گی یونہیں جمعہ وعیدین بھی اگر عام شہرت واذن ہو کہ یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسئولہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھاتا لگالے تو حرج تو نہیں۔

الجواب

بہتر نہیں حاضری دربار کے خلاف ہے اور ضعیف یا مریض ہے اور دھوپ ناقابلِ برداشت تو لگالے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از مقام درگر ملاک متوسطہ مرسلہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبدالمجید صاحب مورخہ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کرنے کو ایک مقام پر جو کہ سکونت سے ۹ میل کے فاصلہ پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز ہوگیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافق ہوگیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہیے اور اُس سے میل ومحبت وغیرہ سب ترک کردیے جائیں وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اُس پر شرعی فتوی کی ضرورت ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اُس پر اصلاً کچھ الزام نہیں اور اگر اُسے شہر ہی میں وقتِ جمعہ ہوجاتا ہے اُس کے بعد بے پڑھے چلا جاتا ہے تو ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اُسے قبرستانِ مسلمین میں دفن نہ کرسکیں اسے نفاقِ عملی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی ہاں اس جرم پر مسلمان اُس سے میل جول ترک کرسکتے ہیں اور پہلی تقدیر پر تو جتنے احکام اُس پر لگائے گئے سب غلط ہیں فتاوٰی ظہیریہ وغیرہ شروح و درمختار وغیرہا میں ہے الصحیح انہ یکرہ السفر بعد الزوال قبل ان یصلیھا ولا یکرہ قبل الزوال۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ مسئلہ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسئولہ ماسٹر محمد طاہر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ انجمن اسلامیہ ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ ہاتھ کا مربع مکان دیوار یا مٹی کا بنام اللہ گھر یا مسجد کے بلالحاظ پابندی نماز بناتے ہیں یہ مکان ضرورتاً ادھر اُدھر ہٹا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھود بھی ڈالتے ہیں

غرض ایسی عرفی مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اُس میں لوگوں نے جمعہ جماعت طیار کرلی اور چلتے پھرتے واعظ لوگ آتے انھوں نے ان لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالت میں بتحقیق مقلدین احناف یہ خواندۂ جمعہ مصیب ٹھہریں گے یا خاطی جواب مدلل بادلہ حنفیہ ہو۔

الجواب

یہ مکانات مساجد البیوت کہلاتے ہیں یہ حقیقۃً مسجد نہیں ہوتے نہ ان کے لیے حکم مسجد ہے درمختار میں ہے کرہ غلق باب المسجد والوطء فوقہ والبول والتغوط ولایکرہ ماذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس بمسجد شرعاً مگر جمعہ کیلئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہوسکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دیدیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو کافی امام نسفی میں ہے السلطان اذا اراد ان یصلی بحشمہ فی دارہ فان فتح بابھا واذن للناس اذنا عاما جازت تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہوئے ہاں اگر وہاں مسجد جمعہ موجود تھی اُس میں نماز نہ ہوئی اور گھر میں قائم کی تو کراہت ہوئی درمختار میں ہے لودخل السیر قصرہ واغلق بابہ وصلی باصحابہ لم تنعقد ولو فتحہ واذن للناس بالدخول جاز وکرہ ردالمحتار میں ہے لانہ لم یقض حق المسجد الجامع زیلعی ودرر اور اگر کوئی شرط جمعہ مفقود تھی مثلاً وہ جگہ مصر و فنائے مصر نہ تھی یا امام امام جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں کو بلاوجہ شرعی وہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ مشہور نہ تھی بطور خود ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ کسی کو آنے سے ممانعت بھی نہ کی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز نہ ہوئی خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے من جملۃ ذٰلک الاذن العام یعنی الاداء علی سبیل الاشتھار بدائع وحلیہ وغیرہما میں ہے السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم من امرالسلطان فی المسجد الجامع ان فتح باب دارہ جاز وتکون الصلاۃ فی موضعین ولولم یأذن للعامۃ وصلی مع جیش لاتجوز صلاۃ السلطان وتجوز صلاۃ العامۃ اھ وتمامہ فیما علقناہ علی ردالمحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ۔ حافظ مولوی حشمت علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی محلہ سوداگران ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا ارشاد ہے حماۃ سنت سنیہ بیضا و محاۃ بدعت قبیحہ ظلما کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں رغما لانوف الوہابیہ والرافضیہ سرکار حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام اقدس لے کر بہ تبعیت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم درود شریف پڑھنا کیسا ہے (۲) اولی الامر منکم سے حقیقۃً علمائے دین مراد ہیں یا نہیں اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل وجان سے دین وسنت پر فدا ہو اور اُس کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی ہو اُس زمانہ کے علمائے اہلسنت کے اتفاق سے وہ پیشوائے علما سید الفقہا ہو اُس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقدس قدموں پر تصدق کردینے کے لیے وقف کردی ہو جہاں کوئی دین میں نیا فتنہ اُٹھتے دیکھے حتی الوسع اُسکے مٹانے میں اپنے قلم وزبان وجان سے کوشش کرے اُس کی مبارک زندگی زیادہ ہونے غیب سے اُس کی مدد ونصرت فرمائے تمام اعداء اللہ واعداء الرسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اُس کے غالب رہنے کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا بالتفصیل توجروا عند الملک الجلیل ثم لدی الحبیب الجمیل جل علاوصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از آگرہ ابو العلائی اسٹیم پریس مسئولہ وحید الدین صاحب ۸ رشوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں (۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ ادا ہوتا ہے یا نہیں اور جمعہ ادا کرنے کے بعد ظہر احتیاطی واجب ہے یا مستحب یا مکروہ (۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی (۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باتفاق مقرر کیا گیا ہے کیا وہ امام اقامت و ادائگی جمعہ کے لیے کافی ہے یا بادشاہ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت مختصر ادلہ و حوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو

الجواب

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور ظہر احتیاطی صرف خواص کو مناسب ہے درمختار میں ہے نصب العامۃ غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع عدمھم فیجوز للضرورۃ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاوی اور ہمارے رسالہ لوامع البہا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم (۲) ایک وقت میں دو فرض ہرگز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ضرور ساقط ہو جائے گی ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علمانے عوام کو ظہر احتیاطی کا حکم نہ دیا ردالمحتار میں ہے ولذا قال المقدسی نحن لانامر بذلك امثال ھذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیھم واللہ تعالٰی اعلم (۳) وہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ جامع شرائط صحت ہو ابھی درمختار سے گزرا یجوز للضرورۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از بیلی بھیت محلہ پنجابیاں مسئولہ محمد یونس صاحب ۲۷ رشعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا شہر میں واقع ہے اور ایک آگ بوٹ یہاں مدام کھڑا رہتا ہے اور جہاز والے چند جہازوں کو اس آگ بوٹ میں لاکر جوڑتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگ بوٹ اتارتے ہیں اور آگ بوٹ کے آگے ایک پل لوہے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگ بوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہاز پر کام کرنے والے لوگ ان جہازوں میں سے ایک جہاز پر نماز عید و نماز جمعہ ادا کرتے ہیں کیونکہ جہاز والے بوجہ خوف چوری کے شہر میں جاکر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو ازروئے شرع نماز ان کی جائز ہوتی ہے یا نہیں۔

الجواب

دریا میں نماز جمعہ و عیدین نہیں ہوسکتی اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ حکم دار الحرب میں ہے اور دار الحرب میں جمعہ و عیدین باطل ردالمحتار میں ہے فی حاشیۃ ابی السعود عن شارح النظم الھاملی سطح البحر لہ حکم دار الحرب اسی میں درمنتقی شرح الملتقی سے ہے البحر الملح ملحق بدار الحرب اور اگر دریا ہو تو دریا نہ مصر ہے نہ فنائے مصر یہاں تک کہ شہر کے دو حصے کہ اس کے دو پہلوؤں پر آباد ہوں دو شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا و مستقل چیز بیچ میں فاصل ہے فتح القدیر میں ہے اصلہ عند ابی حنیفۃ لا یجوز تعدد ھا فی مصر واحد

وکذا روی اصحاب الدعاء عن ابی یوسف انہ لایجوز فی مسجدین فی مصر الاان یکون بینہما نھر کبیر حتی یکون کمصرین وکان یامر بقطع الجسر ببغداد لذلک ظاہر ہے کہ فنا تابع ہے نہ کہ قاطع اور جمعہ وعیدین نہیں ہوسکتے مگر مصر یا فنائے مصر میں یہ سب اُس صورت میں ہے کہ خوف صحیح ہو اترنا متعذر ہو ورنہ نماز پنجگانہ و وتر وسنت فجر بھی اُن جہازوں میں نہیں ہوسکتے کہ اُن کا استقرار پانی پر ہے اور ان نمازوں کی شرط صحت استقرار علی الارض مگر بحال تعذر فتح القدیر میں ہے فی الایضاح ان کانت موقوفۃ فی الشط وھی علی قرار الارض مصلے قائما جاز لانہا اذا استقرت علی الارض فحکمہا حکم الارض فان کانت مربوطۃ ویمکنہ الخروج لم تجز الصلوۃ فیہا لانہا اذا لم تستقر فھی کالدابۃ انتہی بخلاف ما اذا استقرت فانہا حینئذ کالسریر اس صورت میں اگر جبراً نہ اُترنے دیتے ہوں پنجگانہ پڑھیں اور اُترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان المانع من جہۃ العباد۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کاٹھیاواڑ ضلع راجکوٹ شہر پوربندر رینج ہسٹری مسئولہ سید غلام محمد صاحب قادری رضوی امام مسجد میمنی ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

امام العلماء المحققین مقدام الفضلاء المدققین حضرت سیدنا ومخدومنا ومولٰنا مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی مدظلہ ودام فیضہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہاں ملک کاٹھیاواڑ میں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دعا مانگی جاتی ہے تو خطیب بروقت دعا مانگنے کے منبر پر سے ایک سیڑھی نیچے اُترتا ہے اور بعد دعا مانگ کر ایک سیڑھی اوپر چڑھتا ہے اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک سیڑھی نیچے اُترتا تو زید اس سے اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لیے دعا مانگنے کے وقت ایک سیڑھی اُترنا چاہیے غرض یہ ہے کہ یہ فعل کیسا ہے۔

الجواب

خطیب کا ایک سیڑھی نیچے آنا اور پھر اوپر جانا بعض علماء نے مجبوری ایک مصلحت شرعی کے لیے رکھا تھا جس کا ذکر مکتوبات شیخ مجدد اور تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے یہاں وہ مجبوری نہیں نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز غلط الفاظ ملانے کی حاجت لہٰذا یہ فعل اب عبث محض ہے ردالمحتار میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از بھوساول ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب صاحب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جمعہ کی نماز باجماعت کس وقت سے لے کر اور کب تک ادا کرسکتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوال شمس کے بعد اذان اول ہو پھر سنتیں پھر اذان ثانی پھر خطبہ پھر نماز یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان وخطبہ ونماز ہوں کہ سایہ دومثل ہونے سے پہلے اخیر سنتیں ہوجائیں یہ اُس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از جے پور بیرون اجمیری دروازہ کوٹھی عبدالواجد علی خاں مسئولہ حامد حسن قادری ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبہ جمعہ میں بعد جلسہ استراحت درمیانی کس قدر خطبہ پڑھنا چاہیے اور اُس میں کیا کیا مضامین ہوں کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانیہ پورا ہوجائے گا اور کیا نعت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ودرود شریف و ذکر خلفائے کرام

واہلبیت کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ودعا برائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

خطبہ ثانیہ پورا ہونا بایں معنی کہ فرض ادا ہوجائے یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہوگیا مگر بلاضرورت سنت متوارثہ قدیمہ دائمہ کو چھوڑ اور مسلمانوں کی تنفیر کا باعث ہونا اور اپنے اوپر فتح باب غیبت کرنا اور ارشاد اقدس بشروا ولا تنفروا کی مخالفت کرنا دیندار عاقل کا کام نہیں نعت اقدس سے دعا برائے مومنین تک جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب محمود ومعمول وماثور ہیں اُنھیں ضرور بجالانا چاہیے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از شاہجہان پور محلہ خلیل مسئولہ امیر خاں مختار عام ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور میں ایک مسجد ہے اُس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں بعد کو اہلسنت مع خطبہ جمعہ کے تو حضور فرمائیے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں بینوا توجروا

الجواب

نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ اُن کا خطبہ خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں اہلسنت اپنی اذان کہہ کر اُسی مسجد میں اپنا خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کریں یہی اذان وخطبہ وجماعت شرعاً معتبر ہوں گے اور اُس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل ومردود محض تھا۔ وھو تعالٰی اعلم

مسئلہ - از جگدل ضلع چوبیس پرگنہ نیا بازار نئی مسجد مسئولہ عبدالستار ہاشمی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبۂ اولٰی کے بجائے وعظ وپند عوام کو احکام شرعیہ بتانے اور سمجھانے کے لیے جائز ہے یا نہیں یا قطعی حرام ہے اردو کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات واحادیث جو خطبوں میں ہیں اُن کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

خطبہ خود وعظ وپند ہے مگر اُس میں غیر زبان عربی کا خلط مکروہ وخلاف سنت متوارثہ ہے اگرچہ نفس فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے بھی ادا ہوجائے گا صحابہ کرام نے عجم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور اُن میں منبر نصب کیے اور خطبے پڑھے اور اُن کی زبانیں جانتے تھے اُن سے گفتگو کرتے تھے مگر کبھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا اور زبان میں خطبہ فرمایا یا غیر زبان کو ملایا فھو کف والکف متبع قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد درمختار میں ہے صح لو شرع بغیر عربیۃ وشرطا عجزہ وعلی ھذا الخلاف الخطبۃ ردالمحتار میں غررالافکار شرح دررالبحار سے ہے کرہ الدعاء بالعجمیۃ لان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی عن رطانۃ الاعاجم اُسی میں والوالجیہ سے ہے التکبیر عبادۃ اللہ تعالٰی واللہ تعالٰی لایحب غیر العربیۃ ہاں اگر اثنائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پنکھا جھلنا اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو اُردو میں اُسے منع کرے کہ یہ حاجت یوں ہی رفع ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از بھاجی بازار شہر کولہ (برار) مسئولہ مظہر حسین صاحب آنادیرا یویٹ سکرٹیری ۸ شوال ۱۳۳۹ھ
بعالیخدمت فیض درجت شریعت پناہ فضیلت دستگاہ عالیجناب مولنا احمد رضا خاں صاحب زادمجدہم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) قاضی وخطیب شہر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اُس کے متعلق اُس کو معاش زمانہ شاہی سے ملی ہوئی ہے اُس نے ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب وغیرہ ترک موالات کے سلسلہ میں واپس نہیں کیے ویسے خلافت کا ہمدرد اور قولاً وفعلاً امداد کی اور کرنے کو طیار ہے بوجہ خطیب ہونے کے عیدین میں خطبہ پڑھتا ہے کیا شرعاً ایسے شخص کا خطبہ سننا جائز ہے؟ (۲) جامع مسجد اور عیدگاہ میں ایک شخص حافظ قاری جو دو حج بھی کرچکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے منجانب قاضی وخطیب مذکور امامت کے لیے عرصۂ دراز سے مقرر ہے اُس کی امامت میں نماز جائز ہے یا نہیں (۳) ایک شہر میں دو خطاب یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کی جانبداری اختیار کر رکھی ہے اُس کو خطاب وغیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی اور اس کی تولیت میں جو مسجد ہے اور اُس میں اُسی خطاب یافتہ کی جانب سے مقرر ہے اُس کا خطبہ سننا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سننا اور اُس کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاوی علمائے کرام اور احکام خدا و رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور احکام شرعیہ میں کوئی تفرقہ ہے یا سب مسلمانوں کے لیے یکساں اور عام ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) جو زمانۂ شاہی سے منصب خطبہ وامامت پر منصوب ہے بلاوجہ شرعی اُس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اُس کا خطبہ سننا منع ہوجائے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون (۲) جائز ہے اگر اُس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو (۳) یہ تفرقہ محض جہالت اور افترا بر شریعت ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از ارایاں ضلع فتحپور محلہ سادات مسئولہ سید صغیر حسین صاحب نائب مدرس مڈل اسکول ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کہی جائے تو کلمات اذان کا جواب دینا اور بعد اذان دعائے اذان پڑھنی چاہیے یا نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں انگوٹھا چومنا یا خطبہ میں آں حضرت کے نام پر انگوٹھا چومنا چاہیے یا نہیں۔

الجواب

اذان خطبہ کے جواب اور اُس کے بعد دعا میں امام وصاحبین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اختلاف ہے بچنا اولٰی اور کریں تو حرج نہیں یوہیں اذان خطبہ میں نام پاک پر انگوٹھے چومنا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت وسکون کا حکم ہے خطبہ میں نام پاک سن کر صرف دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی نہ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - از قصبہ سرسی محلہ بوجہ خانہ کلاں پرگنہ سنبھل ضلع مرادآباد مسئولہ حافظ خدا بخش وشیخ عبدالعزیز یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فرقہ نجدیہ کے اشخاص جابجا گشت کرتے ہیں اور مومنین و مومنات کو بہکاتے پھرتے ہیں اُن کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا تو اُنھوں نے اب یہ کید کیا ہے کہ بوقت خطبہ جمعہ اغوا شروع کرتے ہیں اور اُس کا نام خطبہ رکھتے ہیں یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے اور خطبۂ جمعہ در اصل اُردو میں جائز بھی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے حسام الحرمین سے ظاہر ہے اُن کا خطبہ باطل اُن کی نماز باطل اُن کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے اور اُردو میں خطبہ پڑھنا سنت متوارثہ کا خلاف اور بہت بُرا ہے اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل انداز ہے کہ بدعت ہے اور اُن کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرے ہی سے نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از اوجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ رجمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں آبا و اجداد سے نسلاً بعد نسلٍ مسند قضا پر بحکم حاکم و اتفاقِ جماعتِ مسلمانان مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین بلکہ تمام کاروبار متعلقہ عہدۂ قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوہر ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجودان وجوہات کے ہندہ نے بعد وفات شوہر اپنے کے بشرارت چندکس زید کو بلاوجہ خدمت مذکور سے علیحدہ کرکے عمرو داماد اپنے کو بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے ہندہ چچی زید ہے تو باجازت و اعانت عورت بلا استرضا کے اقوام اہل اسلام عمرو لامامت و خطابت کرسکتا ہے یا نہیں بسند کتب بیان فرمائیں۔

الجواب

عورت کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطان اسلام یا اُس کے نائب ماذون کے سوا کسی حاکم کا کسی شخص کو خطیب یا امام جمعہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھنے یا نماز پڑھانے سے جمعہ ادا ہوسکے کہ اُس میں اذن سلطان اسلام شرط ہے جسے اُس نے مقرر کیا یا اُس کے مقرر کیے ہوئے نے اذن دیا وہی خطیب و امام ہوسکتا ہے دوسرا نہیں درمختار میں ہے الجمعۃ شرط لصحتہا السلطان او مامورہ باقامتہا وقالوا یقیمہا امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ اھ ملتقطا پس اگر آبا و اجداد زید سلطنت اسلام سے اس عہدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطباء والمہ کے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے آئے یہاں تک کہ یہ نہایت زید تک پہنچی تو زید خود سلاطین اسلام کی طرف سے اس عہدہ پر مامور گنا جائے گا اور اس کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہوگا نہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی ردالمحتار میں ہے الاذن من السلطان انما یشترط فی اول مرۃ فاذا اذن باقامتہا لشخص کان لہ ان یأذن لغیرہ وذلک الغیر لہ ان یاذن لاٰخر وھلم جرا ولا تصح اقامتہا الا لمن اذن لہ السلطان بواسطۃ او بدونہا اما بدون ذلک فلا اھ ملخصا اور اگر ایسا نہیں یعنی اُس کے اجداد جانب سلاطین

اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کو انھوں نے نائب نہ کیا تاہم جبکہ یہ خود باتفاق مسلمین امامت وخطابت پر مامور ہے تو ہمارے اعصار وامصار میں بلاریب امام وخطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے مقرر کردیں اُسی کا تقرر ٹھیک ہے درمختار میں ہے نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ تو اس صورت میں بھی دوسرا کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت وخطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرا امامت یا خطابت نہیں کرسکتا ردالمحتار میں ہے قولہ۔ لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز ظاھرہ ان الخطیب خطب بنفسہ والاٰخر صلی بلااذنہ ومثلہ مالوخطب بلااذنہ لمافی الخانیۃ وغیرھا خطب بلااذن الامام والامام حاضر لم یجزاہ ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقرر زید پر متفق رہے اب بوجہ شرعی معزولی زید پر متفق ہوجائیں اور دوسرے شخص کو قائم کردیں تو اُس وقت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح ومقبول ہوگا صرف عورت کی جاہلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت واعانت محض بیکار وبے سود ہے کہ کسی منصب سے معزول کرنے کا اُسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصالۃً سلطان اسلام ہے اور ضرورۃً جماعات مسلمین نہ کہ عورت یا حکام سلطنت غیر اسلام کمالایخفی علی من لہ بالفقہ ادنی المام۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ۔ ازبنارس محلہ کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب جمادی الاولی ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بروز جمعہ نیت چار رکعت سنت کی باندھی بعدہ امام نے خطبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے حنفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے فی الدرالمختار فی باب الجمعۃ ولوخرج وھو فی السنۃ او بعد قیامہ لثالثۃ النفل یتم فی الاصح ویخفف القرأۃ وایضا فیہ فی باب ادراک الفریضۃ وکذا سنۃ الظہر وسنۃ الجمعۃ اذا اقیمت او خطب الامام یتمھا اربعا علی القول الراجح لانھا صلاۃ واحدۃ لیس القطع للاکمال بل للابطال خلافا لمارجحہ الکمال وفی العلمگیریۃ ولوکان فی السنۃ قبل الظھر والجمعۃ فاقیم اوخطب یقطع علی راس الرکعتین یروی ذلک عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی وقد قیل یتمھا کذا فی الھدایۃ وھو الاصح کذا فی محیط السرخسی وھو الصحیح ھکذا فی السراج الوھاج فی الصغیری شرح منیۃ اذا صعد الامام المنبر یجب علی الناس ترک الصلاۃ الی اٰخرہ فی حاشیۃ ردالمحتار علی الدرالمختار متعلق لما رجحہ الکمال حیث قال وقیل یقطع علی رأس الرکعتین وھو الراجح لانہ یتمکن فی قضائھا بعد الفرض ولا ابطال فی التسلیم علی الرکعتین فلایفوت فرض الاستماع والاداء علی الوجہ الاکمل بلاسبب اقول وظاھر الھدایۃ اختیارہ وعلیہ مشی فی ملتقی ونورالایضاح والمواھب وجمعۃ الدرر والفیض وعزاہ فی الشرنبلالیۃ الی البرھان وذکر فی الفتح انہ حکی عن السغدی انہ رجع الیہ لمارأہ فی النوادر عن ابی حنیفۃ وانہ مال الیہ السرخسی والبقالی وفی البزازیۃ انہ رجع الیہ القاضی النسفی وظاھر کلام المقدسی المیل الیہ ونقل فی الحلیۃ کلام الکمال ثم قال وھو کما قال ھذا الخ فی شرح الوقایۃ اذا خرج الامام حرم الصلوۃ وفی عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ لمولٰنا واستاذنا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم ومغفور واخرج اسحٰق بن

راھویہ فی مسندہ عن السائب کنا نصلی فی زمن عمر یوم الجمعۃ فاذا خرج عمر وجلس علی المنبر قطعنا الصلوۃ الخ

الجواب

دونوں قول قوی و نجیح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نوادر ہے اور ثانی مفاد ظاہر الروایۃ الفتوی متی اختلفت فالمصیر الی ظاہر الروایۃ محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا وناھیك بہ حجۃ وقدوۃ فتح القدیر میں ہے الیہ اشار فی الاصل معہذا کثرت تصحیح و افتائے صریح بھی اسی طرف ہے والقاعدۃ ان العمل بما علیہ الاکثر کما نصوا علیہ فی غیر ما کتاب و بیناہ فی رسالتنا بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز قول اول کی ترجیح صریح کتب معتمدہ مرجحین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں خانیہ و فتح کے سوا کسی میں نظر سے نہ گزری اما الحلیۃ فقد تبعت الفتح واما المواقی فانما تبع البرھان شرح مواھب الرحمن لشہادۃ غنیۃ ذوی الاحکام واما الطرابلسی فانما اقتفی اثر الکمال کما ھو دابہ فی کل مقال فال الکلام الی الکمال مع ان الشرنبلالی خالف نفسہ فی جمعۃ غنیۃ کما یأتی اور قول اخیر کو صاحب محیط و امام عبد الرشید والامام ابو حنیفۃ والواجی و امام علیسی بن محمد قرہ شہری صاحب ملتقی و امام ظہیر الدین مرغینانی صاحب ظہیریہ و علامہ شمنی و صاحب سراج وہاج نے فرمایا ھو الصحیح امام شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ھو الاصح درمختار میں ہے فی الاصح متن تنویر میں ہے علی الراجح بحرالرائق میں ہے صححہ المشائخ مجمع الانہر میں ہے صححہ اکثر المشائخ اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و نہر وغیرہا میں اُس کی تصحیح و ترجیح مذکور یہاں تک کہ امام اجل مجتہد الفتوی حسام الدین عمر صدر شہید قدس سرہ نے فتاوی صغری میں فرمایا علیہ الفتوی شرنبلالیہ میں ہے اقول الصحیح خلافہ وھو انہ یتم سنۃ الجمعۃ اربعا و علیہ الفتوی کما فی الصغری وھو الصحیح کما فی البحر عن الولوالجیۃ والمبتغی الخ لاجرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا ھو قول ضعیف و عزاہ قاضی خان الی النوادر رہیں روایات قطع و ترک و تحریم نماز بخروج امام للخطبۃ انھیں اس مسئلہ سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی منصوصہ و متفق علیہا ہیں اُن کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی نماز (سوائے فائتہ واجب الترتیب کے) شروع نہ کرے پہلے سے جو انتظار امام میں نوافل وغیرہا پڑھ رہا ہے اُن کا سلسلہ قطع کردے متمادی نہ رہے نہ یہ کہ جو نماز پڑھ رہا ہے وہ حرام ہوگئی اُسے قطع کردے نیت توڑ دے یہ قطعاً باطل ہے ورنہ اگر ہنوز نیت ہی باندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لیے خارج ہوا تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو یہ کسی کا قول نہیں نصوص عامہ کتب مذہب اس کے بطلان پر متظافر و متواتر ہیں کما لایخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم

رِعَایَۃُ المَذْہَبَیْن فِی الدُّعاءِ بَیْنَ الخُطْبَتَیْن

مسئلہ - از کٹھور اسٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ

اس جانب بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اُٹھا کر دعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعضے لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعت سیئہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں لہذا التماس یہ ہے کہ اُس کے جواب باصواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرماکر رفع خصومت بین المسلمین فرمادیں

الجواب

امام کے لیے تو اس دعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں جس کے لیے نہی شرعی نہ ہونا ہی سند کافی۔ ممنوع وہی ہے جسے خدا و رسول منع فرمائیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے اُن کی نہی کے ہرگز کوئی شے ممنوع نہیں ہوسکتی خصوصاً دعا سی چیز جس کی طرف خود قرآن عظیم نے بکمال ترغیب وتاکید علی الاطلاق بے تحدید وتقیید بلایا اور احادیث شریفہ نے اُسے عبادت ومغز عبادت فرمایا پھر یہاں صحیح حدیث کا نحوی الخطاب اس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرماکر ایک جمعہ کو مینھ برسنے دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھُل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری ومسلم وغیرہما میں حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم تو بین الخطبتین بدرجۂ اولٰی جواز ثابت لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا مولٰنا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالٰی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم فرماتے ہیں لایتکلم ای حال جلوسہ بغیر الذکر او الدعاء او القراءۃ سرا والاولی القراءۃ لروایۃ ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقرؤ فی جلوسہ کتاب اللہ الخ حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں مفادہ ان الجلوس بینہما لاکلام فیہ ولیس فیہ نفی ان یذکر اللہ او یدعوہ سرا علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں (ثم یجلس فلا یتکلم (جہرا فلا ینافی روایۃ ابن حبان انہ کان یقرؤ فیہ ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ الی اٰخر مامر۔ بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومتعدد اقوال صحابہ وتابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ مروی کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دربارہ ساعت جمعہ فرمایا ھی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلاۃ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انھیں ابن عمر وابوموسی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے یوہیں امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری انھیں شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اُس کا وقت بتایا رواہ المروزی اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ ابن المنذر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ بہرحال یہ وقت بھی اُن میں داخل تو یہاں دعا ایک خاص ترغیب شرع کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لیے دعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو تو اُس کے لیے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوۃ نے بالتعیین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض شراح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ارشاد اقدس ھا بین ان یجلس الامام سے یہی جلسہ مراد رکھا اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں ہے می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در شان ساعۃ الجمعہ کہ آں ساعت میان نشستن امام ست برمنبر تاگزاردن نماز طیبی از جلوس نشستن میان دو خطبہ مراد داشتہ الخ اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجا جمع احادیث واقوال علما چاہیے جو امثال باب مثل لیلۃ القدر وغیرہا میں ہمیشہ مسلک محققین رہا ہے تو بقیہ اوقات کے ساتھ

اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اُس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا لاجرم صاحب عین العلم نے کہ اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں دعا مستحب ہے اسی طرح امام ابن المنیر نے افادۂ استحسان جمع فرمایا طرّہ یہ کہ امام ممدوح کا یہ قول حضرات منکرین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار میں نقل کیا اور مقرر و مسلم رکھا حیث قال فی عد الاقوال الثلاثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاہ الطیبی الخ ثم قال قال ابن المنیر یحسن جمع الاقوال فتکون ساعۃ الاجابۃ واحدۃ منہا لابعینہا فیصادفہا من اجتہد فی الدعاء فی جمیعہا اھ یہ حکم امام کا ہے رہے مقتدی اُن کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم مختلف امام ثانی عالم ربانی قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک اُنھیں صرف بحالت خطبہ سکوت واجب قبل شروع و بعد ختم و بین الخطبتین دعا وغیرہ کلام دینی کی اجازت دیتے ہیں اور امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف و جواب سلام بلکہ مخل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دُور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو امام ثالث محرر المذہب محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالٰی بین الخطبتین میں امام اعظم اور قبل و بعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں درمختار میں ہے اذا خرج الامام من الحجرۃ والا فقیامہ للصعود شرح المجمع فلا صلاۃ ولا کلام الی تمامہا ولو تسبیحا او رد سلام او امرا بمعروف بلا فرق بین قریب و بعید وقالا لاباس بالکلام قبل الخطبۃ و بعدہا و اذا جلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالاٰخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعا اھ ملتقطا تحقیق یہی ہے اگرچہ یہاں اختلاف نقول حد اضطراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجیے تو کلام طویل ہو اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں وقت ذکر شریف حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلقاً بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجۂ اولٰی روا۔ ردالمحتار میں ہے اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجوز ان یصلوا علیہ بالجہر بل بالقلب وعلیہ الفتوٰی رملی اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز اور مختار قول امام ہے تو بیشک مذہب منقح حنفی میں مقتدیوں کو اُس سے احتراز کا حکم ہے نہ اُس بنائے فاسد پر جو مبلغ جہالت وہابیہ ہے کہ عدم ورود خصوص ورود عدم خصوص ہے وہ بھی خاص حق جواز میں منع کے لیے ممانعت خاصہ خدا و رسول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تحکم ہے بلکہ اس لیے کہ اذا خرج الامام فلا صلٰوۃ ولا کلام پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں اُنھیں بتا دیا جائے نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتی کہ بلاوجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے کیا ظلم ہے جب ان اشقیا کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا توحید ہوگا حاش للہ یہ اُن بدعقلوں کی بدزبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا جب لا الٰہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان بے سرفت سے جھگڑنے آئے گا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون o قول ارجح ممانعت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کیلئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد راہیں تجویز و اجازت کی ہیں اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ جو اس ترخیص کے ساتھ اُس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصریح جائز بتاتے ہیں حالانکہ بلحاظ خصوص وقت ورود اُس کا بھی نہیں ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں اور اس کی تائید اُس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر ادعیہ

سُن کر آہستہ درود پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے کہ دل سے پڑھے کما قدمنا عن الرملی وھو معنی ما فی الدرالمختار من قولہ والصواب انہ یصلی علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم عند سماع اسمہ فی نفسہ اھ وان مال القھستانی الی التاویل بالاخفاء خلافا لما فی الجوھرۃ وغیرھا من الکتب المعتبرۃ قال الشامی ای بان یسمع نفسہ او یصحح الحروف فانھم فسروہ بہ وعن ابی یوسف قلبا کما فی الکرمانی قھستانی واقتصر فی الجوھرۃ علی الاخیر حیث قال ولم ینطق بہ لانھا تدرک فی غیر ھذا الحال والسماع یفوت اھ مختصرا واما قول القھستانی انھم فسروہ بہ فانما اراد بہ دفع الاستبعاد عما اختارہ من التاویل فان ظاھر اللفظ ھو ارادۃ القلب ومع ذلک ربما اطلقوہ وفسروہ بہ ای بالاسرار علی القولین فی تحدیدہ **ثالثًا** امام نصیر بن یحیٰی و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اُس تک نہ پہنچے انصات واجب نہیں جانتے اور امام محمد بن سلمہ بھی صرف اولی کہتے ہیں اگرچہ مفتی بہ اُس پر بھی وجوب تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولی واجب نہ کہیں گے حدیقۂ ندیہ میں ہے قال فی النھایۃ اذا کان بحیث لا یسمعھا روایۃ فیہ عن اصحابنا فی المبسوط وقد اختلف المشائخ المتاخرون فیہ فعن محمد بن سلمۃ الانصات اولی وعن نصیر بن یحیی انہ کان بعیدا وکان یحرک شفتیہ بالقرأن و فی العنایۃ ان الانصات مختار الکرخی وصاحب الھدایۃ وقال بعضھم قراءۃ القرأن اولی وھو اختیار الفضلی ردالمحتار میں فیض سے ہے الاحوط السکوت و بہ یفتی **رابعًا** بعض علما کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلام دنیوی ممنوع ہے دعاوذکر مطلقاً جائز حتی کہ عین حالت خطبہ میں بھی اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدم عن الدر علامہ عبدالغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں اما تامین المؤذنین علی دعاء الخطیب والترضی عن الصحابۃ والدعاء للسلطان بالنصر فلیس ھذا من الکلام العرفی بل ھو من قبیل التسبیح ونحوہ فلا یکرہ فی الاصح الخ وبینا علی ھامشھا ان ھذا من اشتباہ عرض لہ رحمہ اللہ تعالی من تصحیح النھایۃ والعنایۃ لتجویز الکلام الاخروی وانما کلامھما فیما قبل شروع الخطبۃ وبعدھا لاحالھا ثم ھو ایضا لایخلو عن نظر کما یظھر بمراجعۃ ما علقنا علی ھامش ردالمحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع کما افادہ الزیلعی لدالمیش علیہ فی عامۃ الکتب المعتمدۃ کالبحر والنھر والدرر والمحتار اور مذاہب دیگر پر نظر کیجیے تو صد درجہ کی توسیعیں ہیں حتی کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ من العلماء من قال السکوت علی القوم کان لازما فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اما الیوم فغیر لازم اھ ونقلہ عنہ القھستانی علمائے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری وواجب نہیں جانتے نہ کہ عیاذاً باللہ نوبت تابہ تضلیل واکفار۔ سیدی عارف باللہ محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں ان المسئلۃ الواقعۃ کما ھی الاٰن فی جوامع بلادنا وغیرہ یوم الجمعۃ من المؤذنین متی امکن تخریجھا علی قول من الاقوال فی مذھبنا او مذھب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنھی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنھی عنہ **بالجملہ** مقتیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لیے تو اُس کے جواز میں اصلا کلام نہیں ہاں خوف مفسدۂ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے فقیر غفراللہ تعالی لہ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص

کبھی درود پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا ہوں مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی روا نہیں فرماتی مولٰی تعالٰی ہدایت بخشے آمین واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ - از بھیل کنور ضلع اوٹکنڈ مکان سومار سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

جناب فیض مآب جامع علوم نقلیہ وحاوی فنون عقلیہ علامۂ دہر فہامۂ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام اللہ فیوضہم۔ ادائے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق واوصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سُنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں، نیز جواب سوال عجلد ترسیل فرماتے ہیں لہذا التماس خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں مذہب حنفی وشافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگنی مشروع ومسنون ہے یا نہیں مترجم اردو درالمختار ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علما سے اسی مسئلہ میں استفتا طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں کے علما کا فتوٰی یہی ہوا کہ ہاتھ اُٹھا کے دعا مانگنی بین الخطبتین بدعت سیئہ وغیر مشروع ہے پس آیا یہ بات سچ ہے یا غلط چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اُس کی کما ینبغی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دہی عوام الناس ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

مسنونیت مصطلحہ کہ تارک مستوجب عتاب الٰہی یا آثم ومستحق عذاب الٰہی ہو والعیاذ باللہ یہ نہ کسی کا مذہب نہ دعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مرجو الاجابۃ جان کر دعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت وانحائے ذکر الٰہی عزوجل سے ہے جس کی تکثیر پر بلا تقیید وتحدید نصوص قرآن عظیم واحادیث متواترہ نبی رؤف رحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اُٹھانا حسب تصریح احادیث ونظافر ارشادات علمائے قدیم وحدیث سنن وآداب دعا سے ہے خطیب کے لیے اُس کی اجازت ومشروعیت تو باتفاق مذہبین حنفی وشافعی ہے یوہیں سامعین کے لیے جبکہ دعا دل سے ہو نہ زبان سے اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج ومعمولی ہے مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت ومشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز وحرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اُس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیۃ رحمہم اللہ تعالٰی فان غالب محملھا بحا مطلقۃ فیھا کراھۃ التحریم علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ آفات الید مسئلۃ الشطرنج میں فرماتے ہیں الکراھۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرف الی التنزیھیۃ لا التحریمیۃ بخلاف مذھبنا اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل وبعد خطبہ وبین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے امام ابو یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں لایجب الاستماع وھو شغل السمع بالسماع اُسی میں ہے لایحرم الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب ولا علی المامومین السامعین وغیرھم لکن یکرہ الا لغرض مھم کانذار من یقع فی بئر او عقرب ویعلم خیرا

او نہی عن شیئ اُسی میں ہے لایکرہ الکلام حال الاذان ولا بین الخطبتین ولا بین الخطبۃ والصلاۃ علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی فتح المعین شرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں یکرہ الکلام ولا یحرم حالۃ الخطبۃ لا قبلھا ولو بعد الجلوس علی المنبر ولا بعدھا ولا بین الخطبتین ویسن تشمیت العاطس والرد علیہ ورفع الصوت من غیر مبالغۃ بالصلاۃ والسلام علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذکر الخطیب اسمہ او وصفہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال شیخنا ولا یبعد ندب الترضی عن الصحابۃ بلا رفع صوت وکذا التامین لدعاء الخطیب اھ مختصرا یوہیں مذہب حنفی میں امام ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے نہ اوقات ثلثہ غیر حال خطبہ یعنی قبل وبعد وما بین خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے ہیں اور بدیہی ظاہر کہ دعا خاص کلام دینی وعبادت الٰہی ہے مراقی الفلاح میں ہے اذا خرج الامام فلا صلوۃ ولا کلام وھو قول الامام وقال ابویوسف ومحمد لاباس بالکلام اذا خرج قبل ان یخطب واذا نزل قبل ان یکبر واختلفا فی جلوسہ اذا سکت فعند ابی یوسف یباح لان الکراھۃ للاخلال بفرض الاستماع ولا استماع ھنا وله اطلاق الامر اھ ببعض اختصار صاحب مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہ خروج امام سے فراغ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی مشائخ مذہب اُس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی بعض فرماتے ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے اوقات ثلثہ میں دینی کی اجازت عام ہے نہایہ وعنایہ میں اسی کو اصح کہا ایسا ہی امام فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا مشائخ کرام نے مطلق مراد لیا امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا **قلت** واطلاقات المتون واکثر الکتب علیہ ماشیۃ وعامۃ التفاریع عنہ ناشیۃ کما یظھر بمراجعۃ ما علقنا علی رد المحتار فھو اصح التصحیحین فیما اعلم کیف لا وقد صرح المحققون ان الدنیوی مکروہ اجماعا فلو لم ینہ الامام الا عنہ لارتفع الخلاف مع ان الکتب المعتمدۃ عن اٰخرھا متظافرۃ علی اثباتہ بحر الرائق میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام ہے اطلق فی منع الکلام فشمل التسبیح والذکر والقراءۃ وفی النھایۃ اختلف المشائخ علی قول ابی حنیفۃ قال بعضھم انما کان یکرہ ما کان من کلام الناس اما التسبیح ونحوہ فلا وقال بعضھم کل ذلک مکروہ والاول اصح اھ وکذا فی العنایۃ وذکر الشارح ان الاحوط الانصات اھ ویجب ان یکون محل الاختلاف قبل شروعہ فی الخطبۃ ویدل علیہ قولہ علی قول ابی حنیفۃ واما وقت الخطبۃ فالکلام مکروہ تحریما ولو کان امرا بمعروف او تسبیحا او غیرہ کما صرح بہ فی الخلاصۃ وغیرھا انتہی باختصار طحطاوی و ردالمحتار بحث الفاظ افتا میں ہے قولہ وغیرھا کالاحوط والاظھر درمختار میں فتاوی خیریہ سے ہے بعض الالفاظ اٰکد من بعض فلفظ الفتوی اٰکد من لفظ الصحیح والاحوط اٰکد من الاحتیاط اھ مختصرا بالجملہ خلاصۂ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لیے مطلقاً اور سامعین کے لیے دل میں بالاتفاق جائز اور مذہب امام شافعی وقول امام ابی یوسف پر اُن کے لیے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز ائمہ فتوی نے دونوں کی تصحیح کی تو احد الصحیحین پر دعائے مذکور امام ومقتدین سب کو دل وزبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی وشافعی مطلقاً جائز ومشروع اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جب ترجیح مختلف متکافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جس پر چاہے عمل کرے

اصلا محل اعتراض وانکار نہیں بحرالرائق و درمختار وغیرہما میں ہے متی کان فی المسئلۃ قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدھما اہذا فقیر غفراللہ تعالٰی لہ باآنکہ یہاں تصحیح تعمیمین کو ارجح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع وانکار نہیں کرتا ہے ھذا اجملۃ القول فی ھذا الباب والتفصیل فی فتاونا بعون الوھاب رہی مترجم درمختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اُس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لیے اُس کے زمانے میں ان اقطار کے اعلم علما کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقۃً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد فقیر برسوں جمعات میں اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت ممدوح قدس سرہ جلسۂ بین الخطبتین میں دعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتا ہوا مولٰنا احمد حسین مرحوم تلمیذ اعلیحضرت سید العلما سند العرفا مولٰنا الجد قدس سرہ الامجد نے جواز و مشروعیت پر فتوٰی دیا اعلیحضرت نوراللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولٰنا سید یعقوب علی صاحب رضوی بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر مہریں فرمائیں یہ فتوٰی مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاوٰی مسمی بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان مسائل کے لیے یہاں منقول **سوال** چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قرات خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقات قبولیت دعا سے ہے یا نہیں اور دعا مانگنا ہاتھ اٹھا کے مستحسن ہے یا نہیں بینوا توجروا **الجواب** بیٹھنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدہ بین الخطبتین یوم الجمعۃ میں مرقوم ہے حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا عبید اللہ عن نافع عن عبداللہ بن عمر قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخطب خطبتین یقعد بینہما اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات عالمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے والخامس عشر الجلوس بین الخطبتین ھکذا فی البحر الرائق ومقدار الجلوس بینہما مقدار ثلث اٰیات فی ظاھر الروایۃ ھکذا فی السراج الوھاج اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین کے اُس وقت مانگنا دعا کا طیبی سے نقل کیا وساعۃ الجمعۃ ارجی ذلک وقتھا ما بین ان یجلس الامام فی الخطبۃ الی ان تقضی الصلوۃ م د اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعت جمعہ میں امید قوی ہے قبولیت کی اور وقت ساعت جمعہ کا ہے مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر خطبہ کے لیے تمام ہونے نماز تک نقل کی مسلم اور ابوداود نے ظاہر تر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے اور وہی وقت حرمت کلام کا ہے غیر امام کو کذا قال العلی اور طیبی نے بیٹھنے سے بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی اور بھی صاحب فتح الباری نے اُن تمام اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے حیث قال الثلثون عند الجلوس بین الخطبتین حکاہ الطیبی عن بعض شراح المصابیح اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کتنے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک اُن میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا العاشر ما بین خروج الامام الی ان تقام الصلوۃ الحادی عشر ما بین

ان یجلس الامام علی المنبر الی ان تقضی الصلوۃ الثانی عشر ما بین اول الخطبۃ والفراغ منها الثالث عشر عند الجلوس بین الخطبتین اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے درست ہے تاتارخانیہ میں نقلاً عن الغیاثیہ مرقوم ہے ولو سکت الخطیب حین جلس ساعۃ قال ابویوسف یباح لہ التکلم فی تلک الساعۃ اور درمختار میں مثل اس کے مرقوم ہے اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ کے ہے بیچ باب رفع الیدین فی الخطبہ کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منقول ہے اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے رسول اللہ کے ہلاک ہوئے جاتے ہیں چارپائے اور ہلاک ہوئے جاتے ہیں شاۃ پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ ترکرے ہم کو پس دراز کیے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی کی حدثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبد العزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس قال بینما النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ ھلك الکراع وھلك الشاۃ فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیہ ودعا جبکہ کلام کرنا اُس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہوا اور مانگنا دعا کا عین حالت خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے پس مانگنا دعا کا کہ افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالٰی جل وعلا کے اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقومۂ بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا اور بھی بیچ مفتاح الصلاۃ کے دعا مانگنا ہاتھ اُٹھا کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر سہ آیات کے مجتبٰی سے اور سند اجابت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی مفتاح الصلوۃ میں مرقوم ہے درمیان دو خطبہ کہ امام بنشیند دعا بطریق اولٰی جائز خواہد بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعۃ الاجابۃ ما بین ان یجلس الامام فی الخطبۃ الی ان تقضی الصلاۃ کما صح فی صحیح مسلم وجزم الامام النووی فی شرح مسلم وقال ھو الصواب پس باید کہ در وقت جلوس کہ در ظاہر الروایۃ مقدار سہ آیت وارد ست کما فی المجتبٰی وغیرہ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایہ واحادیث صحیحہ واقع گردد واگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقۂ دعا کہ در احادیث ست واقع گردد وعمل بزرگان نیز ہست اور ایسا ہی بیچ فتوح الاوراد کے مرقوم ہے اور بیچ حصن حصین کے ایک آداب دعا میں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے ودفعہما ع وان یکون دفعہما حذو المنکبین دامس یعنی آداب دعا سے ہے اُٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے نقل کی یہ صحاح ستہ میں اور یہ کہ ہووے ہاتھ اُٹھانا برابر مونڈھوں کے نقل کی سنن ابوداود واحمد وحاکم نے اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا ساتھ رفع یدین کے چاہیے البتہ خالی ہاتھ اُٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح ولائح ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ نہ اُٹھانا آداب دعا کے سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب | احمد حسین بیگ | غفراللہ لہ | محمد رضا علی خاں | سید یعقوب علی رضوی | خویدم الطلبہ سید محمود علی |

سید محمد ذاکر عفی عنہ علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالٰی کا فتوٰی یہ ہے اور عمل وہ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ : اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی چھوٹی پڑھی جاوے یا بڑی

اور چھوٹی پڑھی جاوے توکس قدر اور بڑی پڑھی جاوے توکس قدر بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر کہ جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ دوسری میں سورۂ منافقون اور کبھی پہلی میں سبح اسم ربك الاعلی اور دوسری میں ھل اتٰك حدیث الغاشیہ ثابت ہے اور حسب حاجت ومصلحت کمی بیشی کا اختیار ہے اور اگر مقتدیوں پر تکلیف وناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدرمسنون سے کمی نہ کرے کہ قدر مسنون کا محض کسل کی وجہ سے ناگوار ہونا اُن کا قصور ہے جس میں نہ وہ مستحق رعایت نہ اُس کے سبب ترک سنت کی اجازت ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لیے باعث تکلیف ہوگا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نماز جمعہ صرف کوثر واخلاص سے پڑھانا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اوفی اللمعہ فی اذان یوم الجمعہ

۱۳۲۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ۔ از ملک بنگالہ موضع فنا کوچیل ضلع سلہٹ۔ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ مولوی ممتاز الدین صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان مسجد کے اندر دینا کیسا ہے جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے اور برتقدیر اول بلاکراہت جائز ہے یا نہیں بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلاکراہت سب علما کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل امصار ودیار میں اسی طریقہ مسنون پر باتفاق علمائے کرام جاری ودائر ہے۔ شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے۔ ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے۔ اور اسی پر علما کا عمل ہے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان اور درمختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے ان عبارات سے ہویدا ہوا کہ روبرو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ وسلف صالحین کا ہے انتہی اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعے کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ جہاں تک اطلاق بین یدیہ آتا ہے سب جگہ درست ہے انتہی۔ ان میں کونسا قول صحیح ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے علمائے کرام نے فتاوی قاضی خاں وفتاویٰ خلاصہ وفتح القدیر ونظم وشرح نقایہ برجندی وبحرالرائق وفتاوی ہندیہ وطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاوی خانیہ میں ہے ینبغی ان یؤذن علی

المئذنۃ اوخارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیے مسجد میں اذان نہ کہی جائے بعینہٖ یہی عبارت فتاوی خلاصہ وفتاوی عالمگیریہ میں ہے فتح القدیر میں ہے الاقامۃ فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی۔ رہی اذان وہ منارے پر ہو منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں، علماء فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو نیز خود باب الجمعۃ میں فرمایا ھوذکراللّٰہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ وہ اللہ تعالٰی کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر اس لیے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔ شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبدالعلی میں ہے فی ایراد المئذنۃ اشعار بان السنۃ فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامۃ فان السنۃ فیھا ان تکون فی الارض وایضا فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصۃ انہ ینبغی الخ اھ باختصار یعنی صدر الشریعۃ قدس سرہ نے اذان کے لیے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اُس میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو۔ نیز اُس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے۔ بحرالرائق میں ہے فی القنیۃ یسن الاذان فی موضع عال والاقامۃ علی الارض وفی المغرب اختلاف المشائخ اھ والظاہر انہ یسن المکان العالی فی اذان المغرب ایضاً کما سیأتی وفی السراج الوھاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران وفی الخلاصۃ ولایؤذن فی المسجد اھ مختصرا یعنی قنیہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین میں ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اُسی میں بعد چند ورق کے ہے السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔ حاشیہ طحطاوی میں ہے یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم فان لم یکن ثمہ مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لیے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلاقید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے مگر ہرگز نہ دکھا سکے گا رہا لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال مذکور فی السوال وہ محض ناواقفی ہے ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہ میں ہو اس سے یہ کہاں سے نکلا کہ امام کی گود میں منبر کی لگن پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط کیا جائے بین یدی سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے یا فارسی میں مہر دربردی من ست یا عربی میں الشمس بین یدی حالانکہ آفتاب اُس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم اللہ سبحانہ وتعالٰی جانتا ہے جو کچھ اُس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے یعنی گزر گیا۔

یہ ہرگز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یونہیں ملائکہ کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو قال اللہ تعالٰی وھو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء الآیۃ۔ اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتی باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب اُنھوں نے اُبھارے بوجھل بادل ہم نے اُسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اُتارا اُس سے پانی بین یدی نے قرب مطر کی طرف اشعار فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے وقال تعالٰی۔ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید ٥ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کرامے کافرو تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمھیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔ آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے۔ تیرہ سو تینتالیس [۱۳۴۳] برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیہ صادق ہے بلاشبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان ہوئی اور اسی قدر درکار ہے غالباً خود مستدلین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد بیرون مسجد مواجہہ امام کو بھی بین یدیہ شامل ہے ولہذا روبرو خطیب کہنے کے بعد ان لفظوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی وہدایہ و درمختار وغیرہا میں کہیں اس کی بو بھی نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اُس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے سنن ابی داود شریف میں بسند حسن مروی ہے حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق عن الزھری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر یعنی رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یونہیں ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے زمانے میں۔ اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس روبروئے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانۂ رسالت و خلفائے راشدین سے کیا متوارث ہے۔ ہاں یہ کہیے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نص حدیث سے جدا تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو اُن تصریحات ائمہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دعوٰی نہیں۔ پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمدللہ یہاں اس سنت کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے۔ جمعہ کی اذان ثانی بحمداللہ تعالٰی منبر کے سامنے دروازۂ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانۂ اقدس حضور پرنور سید عالم

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم میں ہوا کرتی تھی ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم والحمد للہ رب العٰلمین بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلاف تصریحات علما یہ ادعا نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۱۳۰۲ھ ہجریہ میں فقیر بہ نیت خاکبوسی آستانۂ علیہ حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ بریلی سے شد الرحال کرکے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کردیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہوا ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے کہا کہاں لکھا ہے۔ میں نے قاضی خان۔ خلاصہ۔ عالمگیری۔ فتح القدیر کے نام لیے۔ کہا ہم اُن کی نہیں مانتے فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں۔ گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلٰی ہے آپ انھیں کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہوکر پکارتا ہے یا باہر۔ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب اُن کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کرلیا ع۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست الحمد للہ حق واضح ہوگیا **اقول** وباللہ التوفیق یہاں دو نکتے اور قابل لحاظ وغور ہیں **اول** اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لیے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے اور اُتنا ٹکڑا اذان کے لیے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لیے بنوادیا ہو تو اُس میں وضو جائز ہے کہ اُس قدر مستثنٰی قرار پائے گا اشباہ میں ہے تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذٰلک لایصلی فیہ اوفی اناء درمختار میں ہے یکرہ الوضوء الا فیما اعد لذٰلک ردالمحتار میں ہے لان ماءہ مستقذر طبعا فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیھا عن المخاط والبلغم بدائع فقیر نے اُس پر تعلیق کی ھذا تعلیل علی مذھب محمد المفتی بہ اما علی قول الامام من تنجیس الماء المستعمل فظاھر ردالمحتار میں ہے **قولہ** الا فیما اعد لذٰلک انظر ھل یشترط اعدادذٰلک من الواقف امر لا فقیر نے اس پر تعلیق کی **اقول** نعم وشیئ اخر فوق ذٰلک وھی ان یکون الاعداد قبل تمام المسجدیۃ فان بعدہ لیس لہ ولا لغیرہ تعریضہ للمستقذرات ولا فعل شیئ یخل بحرمتہ اخذتہ مما یاتی فی الوقف من مسئلۃ بناء الواقف فوق المسجد بیتا لسکنی الامام اسی طرح اگر منارہ یا مئذنہ بیرون مسجد فنائے مسجد میں تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مئذنہ اندرون مسجد ہوگیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لیے مصنوع ہوچکا تھا کما لایخفی ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانی مسجد نیا مکان اذان کے لیے مستثنٰی کرنا چاہے تو اُس کی اجازت نہ ہونی چاہیے کہ بعد تمامی مسجد کسی کو اُس سے استثنا یا فعل مکروہ کے لیے بنا کا اختیار نہیں۔ درمختار میں ہے لوبنی فوقہ للامام لایضر لانہ من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذٰلک لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان ھذا

فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ھدمہ ولو علی جدار المسجد دوم متعلقات مسجد میں مسجد کے لیے اذان ہونے کو عرف میں یوہیں تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کئی گز کے فاصلے پر ہو اور اُس پر اذان کہی جائے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مسجد میں اذان ہوگئی نماز کو چلیے یوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اُٹھو، یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ھو ذکر اللّٰہ فی المسجد کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدودہ اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن ناشناس نظائر حدیث مسلم عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ وقفا ان من سنن الھدی الصلاۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ وامثال عبارت کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ سے دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وھو لا یرید الرجعۃ فھو منافق سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان فی المسجد ظرف الادراک دون الاذان ولہذا علامہ مناوی نے تیسیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرمائی (من ادرک الاذان) وھو (فی المسجد) الخ بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے احمد بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال امرنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلاۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی بالجملہ جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں اُنھیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں **اقول** وبہ ینجلی ما فی الجلابی انہ یؤذن فی المسجد او ما فی حکمہ لا فی البعید منہ اھ ای یؤذن فی حدود المسجد وفنائہ کما فسر بہ الامام المحقق علی الاطلاق او فی نفس المسجد ان کان ثمہ موضع اعدلہ من قبل او یؤذن فیما ھو فی حکمہ لقربہ منہ بحیث یعد الاذان فیہا اذانا للمسجد کما فعل عثمٰن رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ حیث احدث الاذان الاول علی الزوراء دار فی السوق ولا یؤذن للمسجد فی البعید منہ فان المسجد اذا کان غربی البلد مثلاً و اذن شرقیہ بل اذن لمسجد حی اٰخر لا یعد ذلک اذانا لہ کما لا یخفی فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم القہستانی وباللّٰہ التوفیق وبما قدمنا من تحقیق مفاد بین یدیہ وانہ یستدعی بقرینۃ الحال قربا مناسب المقام لا الاتصال ضم یحمد اللّٰہ ما قال القہستانی تحت قول النقایۃ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیا بین یدیہ ما نصہ ای بین الجہتین المسامتین لیمین المنبر والامام ویسارہ قریبا منہ ووسطہما بالسکون فیشتمل ما اذا اذن فی زاویۃ قائمۃ او حادۃ او منفرجۃ حادثۃ من ھاتین الجہتین اھ فلیس القرب منکرا ولا بالاتصال مشعرا وانما اراد بہ اخراج البعد الذی لا یعد بہ الاذان اذانا فی ذلک المسجد کما ذکرناہ فی کلام الجلابی غرض عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف اگر ایک آدھ غریب و نامتداول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوتی عقلاً وعرفاً وشرعاً قابل قبول نہ ہوتی الا تری ان العلامۃ الطحطاوی کیف اقتصر فی الحکم علی حکایۃ ما فی القہستانی عن النظم ولم یعرج علی استدراکہ اصلا علما منہ ان الاستدراک مستدرک لا ینبغی نقلاً نہ کوئی لفظ محتمل نہ صریح صاف صاف لائق توجیہ وتصحیح کما لا یخفی علی ذی عقل نجیح ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ سبحانہ ولی التوفیق والحمد للّٰہ رب العٰلمین وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔ واللّٰہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

باب العیدین

مسئلہ ۔ از سہسرام محلہ پٹنہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ صاحب ۵ رشوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنہ پابند صوم وصلوۃ متقی نے اول خطبہ عید الضحیٰ پڑھ کر لبیک اور صلاۃ وسلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر باوازِ بلند خود کہا اور مصلیوں سے کہلایا پھر بارك الله لنا ولکم پڑھ کر بیٹھا پھر دوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا اُس نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالت کیف میں صادر ہوا مثل قول مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ساریۃ الجبل سے ہے یہ دعوی مدعی کا کہاں تک صحیح ہے اور ایسے فعل کا مرتکب لائق ملامت ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

لبیک ودرود کہ اُس نے خود کہے حرج نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل ہوا کہ وہ خطبہ میں مامور بالسکوت ہیں اگر حالتِ وجد میں ایسا ہوا جیسا کہ اُس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل اُسے عالم سنی متقی کہتا ہے تو اُس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے معہذا مسئلہ شرعیہ معلوم کرلینا دوسری بات ہے وہ ضرور چاہیے مگر عوام کو سنی عالم متقی پر اُس کی کسی لغزش کے سبب ملامت کی اجازت نہیں ہوسکتی کما نص علیہ الائمۃ واشارت الیہ الاحادیث یہ اُس کے حق میں ہے جو سنی عالم ہو ورنہ آج کل بہت گمراہ بد دین بلکہ مرتدین مثلاً وہابیہ دیوبندیہ وغیرہم اپنے آپ کو سنی عالم کہتے ہیں وہ ملامت کیا اُس سے ہزاروں درجہ سخت تر کے مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سُرُورُ العِیْدِ السَّعِیْد فی حلّ الدُّعاء بعد صلاۃ العید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاوے کی ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا ہے کہ بعد دوگانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دعا مانگنا حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب وہابیہ نے اس پر بڑا غل شور کیا ہے دعائے مذکور کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے سند لاتے ہیں کہ مولوی عبد الحی صاحب فتوے دے گئے ہیں ان کی مانعتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعض فرائض پنجگانہ بھی دعا چھوڑ دی اس بارے میں حق کیا ہے۔ بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط الحمد للہ الذی حبانا العید وجعلہ مقربا للکل بعید وامرنا بالدعاء فی

الیوم السعید و وعدنا بالاجابۃ فی الکلام الحمید والصلاۃ والسلام علی من وجہہ عید ولقاؤہ عید و مولدہ عید و ای عید و علی اٰلہ الکرام وصحبہ العظام مادعا اللہ فی العید عبد سعید و تعانق النور والسرور غداۃ العید و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ من یوم ابدا الٰی یوم بعید اٰمین اٰمین یا عزیز یا مجید۔

الجواب

اللھم ھدایۃ الحق والصواب نمازِ عیدین کے بعد دعا حضرات عالیہ تابعین عظام ومجتہدین اعلام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت قال الفقیر عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی غفر اللہ لہ وحقق امله انبانا المولی عبد الرحمٰن السراج المکی مفتی بلد اللہ الحرام ببیتہ عند باب الصفا لثمان بقین من ذی الحجۃ سنۃ خمس وتسعین بعد الالف والمائتین (۱۲۹۵) فی سائر مرویاتہ الحدیثیۃ والفقہیۃ وغیر ذلک عن حجۃ زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر المکی عن الشیخ الاجل عابد السندی عن عمہ محمد حسین الانصاری اجازنی بہ الشیخ عبد الخالق بن علی المزجاجی قرأتہ علی الشیخ محمد بن علاء الدین المزجاجی عن احمد النخلی عن محمد البابلی عن سالم السنہوری عن النجم الغیطی عن الحافظ زکریا الانصاری عن الحافظ ابن حجر العسقلانی انا بہ ابو عبد اللہ الجریری انا قوام الدین الاتقانی انا البرھان احمد بن سعد بن محمد البخاری والحسام السغناقی قالا انبانا حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر البخاری ھو حافظ الدین الکبیر انبانا الامام محمد بن عبد الستار الکردری انبانا عمر بن الکریم الورسکی انا عبد الرحمٰن بن محمد الکرمانی انا ابو بکر محمد بن الحسین بن محمد ھو الامام فخر القضاۃ الارشابندی انا عبد اللہ الزوزنی انا ابو زید الدبوسی انا ابو جعفر الاستروشنی ح وانبانا عالیا بارباع درج شیخی وبرکتی وولی نعمتی ومولائی وسیدی وذخری وسندی لیومی وغدی سیدنا الامام الھمام العارف الاجل العالم الاکمل السید اٰل الرسول الاحمدی المارھروی رضی اللہ تعالٰی عنہ وارضاہ وجعل الفردوس متقلبہ ومثواہ لخمس خلت من جمادی الاولٰی سنۃ اربع وتسعین (۱۲۹۴) بدارہ المطہرۃ بمارھرۃ المنورۃ فی سائر ما یجوز لہ روایتہ عن استاذہ الشاہ عبد العزیز المحدث الدھلوی عن ابیہ عن الشیخ تاج الدین القلعی مفتی الحنفیۃ عن الشیخ حسن العجیمی عن الشیخ خیر الدین الرملی عن الشیخ محمد بن سراج الدین الحانوتی عن احمد بن الشلبی عن ابراھیم الکرکی یعنی صاحب کتاب الفیض عن امین الدین یحیٰی بن محمد الاقصرائی عن الشیخ محمد بن محمد

---

[1] انظر الی الطافۃ ھذا السند الجلیل والجلالۃ شانہ فان رجالہ کلھم من سیدنا الشیخ الی صاحب المذھب الامام الاعظم جمیعا من اجلۃ اعلام الحنیفۃ ومشاھیرھم واکثرھم اصحاب تالیفات فی المذھب ۱۲ منہ

البخاری الحنفی یعنی سیدی محمد پارسا صاحب فصل الخطاب عن[١٢] الشیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن علی البخاری الطاہری عن[١٣] الامام صدر الشریعۃ یعنی شارح الوقایۃ عن[١۴] جدہ تاج الشریعۃ عن[١۵] والدہ صدر الشریعۃ عن[١٦] والدہ جمال الدین المحبوبی عن[١٧] محمد بن ابی بکر البخاری عرف بامام زادہ عن[١٨] شمس الائمۃ الزرنجری عن[١٩] شمس الائمۃ الحلوانی **کلاھما عن** الامام الاجل ابی علی النسفی اما الحلوانی فقال عن ابی علی وکذلک عنعن الی نہایۃ الاسناد واما الامتروشنی فقال انا ابو علی الحسین بن خضر النسفی انا[٢١] ابوبکر محمد بن الفضل البخاری ھو الامام الشہیر بالفضل انا[٢٢] ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السند مونی انا[٢٣] عبداللہ محمد بن ابی حفص الکبیر انا[٢۴] ابی انا **محمد**[٢۵] بن الحسن الشیبانی **اخبرنا ابو حنیفۃ** عن حماد عن ابراھیم قال کانت الصلاۃ فی العیدین قبل الخطبۃ ثم یقف الامام علی راحلتہ بعد الصلاۃ فیدعو ویصلی بغیر اذان ولا اقامۃ یعنی سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں مجھے امام اعظم امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے امام اجل حماد بن ابی سلیمٰن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے خبر دی کہ امام المجتہدین امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا نمازِ عیدین خطبہ سے پہلے ہوتی تھی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کرکے نماز کے بعد دعا مانگتا اور نماز بے اذان واقامت ہوتی یہ امام ابراہیم نخعی قدس سرہ خود اجلّۂ تابعین سے ہیں تو یہ طریقہ کہ اُنہوں نے روایت فرمایا لااقل اکابر تابعین کا معمول تھا تو نمازِ عیدین کے بعد دعا مانگنا ائمہ تابعین کی سنت ہوا اور پر ظاہر کہ راحلہ پر وقوف وعدم وقوف سنت دعا کی نفی نہیں کرسکتا کما لایخفی پھر ہمارے امام مجتہد سیدنا امام محمد اعلی اللہ درجاتہ فی دار الابد نے کتاب الآثار شریف میں اس حدیث کو روایت فرماکر مقرر رکھا اور ان کی عادت کریمہ ہے جو اثر اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اُس پر تقریر نہیں فرماتے تو حنفیہ اہل عقیدہ مصون دوہا بیہ اہل تثلیث قرون دونوں کے حق میں جواب مسئلہ اسی قدر بس ہے مگر فقیر غفرلہ المولی القدیر ایضاح مرام واتمام کلام کے لیے اس مسئلہ میں مقال کو دو عید پر منقسم کرتا ہے **عید اول** میں قرآن وحدیث سے اس دعا کی اجازت اور ادعائے مانعین کی غلطی وشناعت **عید دوم** فتوائے مولوی لکھنوی سے اسناد پر کلام اور اوہام مانعین کا ازالۂ تام والعون من اللہ ولی الانعام **العید الاول** وعلی فضل اللہ المعول ظاہر ہے کہ شرع مطہر سے اس دعا کی کہیں ممانعت نہیں اور جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتا جو ادعائے منع کرے اثبات ممانعت اُس کے ذمہ ہے جس سے ان شاء اللہ تعالٰی کبھی عہدہ برآنہ ہوسکے گا بقاعدۂ مناظرہ ہمیں اسی قدر کہنا کافی اور اسانید سائل کا مژدہ لیجیے تو جو کچھ قرآن وحدیث سے قلبِ فقیر پر فائز ہوا بگوش ہوش استماع کیجیے **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق **اولا** قال المولی سبحٰنہ وتعالٰی فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ۝ (جب تو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو) اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین حبر الامۃ عالم القرآن حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دعا میں جدوجہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے جب تو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاح وزاری کر۔ تفسیر شریف جلالین میں ہے فاذا فرغت من الصلاۃ فانصب اتعب فی الدعاء والی ربک فارغب تضرع جب تو نماز سے

فارغ ہو تو دعا میں تعب اور مشقت کر اور اپنے رب کے سامنے تضرع وزاری بجالا) خطبۂ جلالین میں ہے ھذا تکملۃ تفسیر الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من الاعتماد علی ارجح الاقوال وترک التطویل بذکر اقوال غیر مرضیۃ اھ ملخصا علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں ھو الصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال اور پر ظاہر کہ آیۂ کریمہ مطلق ہے اور باطلاقہا نماز فرض وواجب ونفل سب کو شامل تو بلاشبہہ نماز عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل یونہی احادیث سے بھی ادبار صلوات کا مطلقاً محل دعا ہونا مستفاد ولہذا علماء بشہادت حدیث نماز مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں امام شمس الدین محمد ابن الجزری حصن حصین اور مولانا علی قاری اُس کی شرح حرز ثمین میں فرماتے ہیں والصلوٰۃ ای ذات الرکوع والسجود والمراد ان یقع الدعاء المطلوب بعدھا یعنی آداب سے ہے کہ مطلب کی دعا بعد نماز ذات رکوع وسجود واقع ہو) پھر فرمایا عہ حب مس ای رواہ الاربعۃ وابن حبان والحاکم کلھم من حدیث الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ یعنی یہ ادب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اُس حدیث سے ثابت ہے جسے ابوداود ونسائی وترمذی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا **اقول** یونہی یہ حدیث ابن السنی وبیہقی کے یہاں مروی اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مذکور امام ترمذی نے اس کی تحسین کی۔ ظاہر ہے کہ نماز ذات رکوع وسجود نماز جنازہ کے سوا ہر نماز فرض وواجب ونافلہ کو شامل جن میں نماز عیدین بھی داخل **ثم اقول** وباللہ التوفیق اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ وجہ رضائے مولٰی جل وعلا ہوتے ہیں اور رضائے مولٰی تبارک وتعالٰی موجب اجابت دعا اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پاکر کما قال تعالٰی فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ولہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا الم تر الی العمال یعملون فاذا فرغوا من اعمالھم وفوا اجورھم کیا تونے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں رواہ البیھقی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فی حدیث طویل دوسری حدیث میں ہے العامل انما یوفی اجرہ اذا قضی عملہ عامل کو اُسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کرلیتا ہے رواہ احمد والبزار والبیھقی وابوالشیخ فی الثواب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث تو سائل کے لیے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مولٰی کی خدمت وطاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے ولہذا وارد ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے بیہقی وخطیب وابونعیم وابن عساکر انس رضی اللہ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مع کل ختمۃ دعوۃ مستجابۃ ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من ختم القراٰن فلہ دعوۃ مستجابۃ جو قرآن ختم کرے اُس کے لیے ایک دعا مقبولہ ہے اسی لیے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اُس کی ایک دعا رد نہیں ہوتی امام مسند اور ترمذی بافادہ تحسین جامع اور ابنائے ماجہ وحبان وخزیمہ اپنی صحاح اور بزار مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ثلثۃ لا ترد دعوتھم الصائم حین یفطر الحدیث تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک اُن میں روزہ دار جب افطار کرے) ابن ماجہ وحاکم حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے

راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان للصائم عند فطرہ لدعوۃ ما ترد بیشک روزہ دار کے لیے وقت افطار بالیقین ایک دعا ہے کہ رد نہ ہوگی امام حکیم ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے لکل عبد صائم دعوۃ مستجابۃ عند افطارہ اعطیہا فی الدنیا او ادخرت لہ فی الاٰخرۃ ہر روزہ دار بندے کے لیے افطار کے وقت ایک دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دیدی جائے یا آخرت میں اُس کے لیے ذخیرہ رکھی جائے وفی الباب احادیث اُخر اور بالیقین یہ فضیلت روزہ فرض وواجب ونفل سب کو عام کہ نصوص میں قید وخصوص نہیں ولہذا امام عبدالعظیم منذری نے دو حدیث پیشین کو الترغیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا اور علامہ مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر میں زیر حدیث باب مروی عقیلی وبیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد لفظ دعوۃ الصائم کے ولو نفلا تحریر کیا تو بلاشبہہ نماز بھی کہ افضل اعمال واعظم ارکان اسلام اور روزے سے زائد موجب رضائے ذوالجلال والاکرام ہے یوں ہیں اپنے عموم واطلاق پر رہے گی اور بعد فراغ محلیت دعا صرف فرائض سے خاص نہ ہوگی اور کیونکر خاص ہو حالانکہ خود حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز ناقص ہے ترمذی ونسائی وابن خزیمہ حضرت فضل ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور احمد وابوداود وابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں الصلاۃ مثنی مثنی تشہدٌ فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن وتقنع یدیك یقول ترفعہما الی ربك مستقبلا ببطونہما وجہك وتقول یارب یارب من لم یفعل ذلك فہی کذا وکذا یعنی نماز نفل دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات اور خضوع وزاری وتذلل پھر بعد سلام دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اُٹھا اور ہتھیلیاں چہرے کے مقابل رکھ کر عرض کر اے میرے رب اے رب میرے جو ایسا نہ کرے تو وہ نماز چنیں وچناں یعنی ناقص ہے) مطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں مصرحاً آیا فمن لم یفعل ذلك فہو خداج جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز میں نقصان ہے) علامہ طاہر تکملہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں فیہ ثم تقنع یدیك وھو عطف علی محذوف ای اذا فرغت منہما فسلم ثم ارفع یدیك سائلا فوضع الخبر موضع الامر تیسیر میں ہے ای اذا فرغت منہما فسلم ثم ارفع یدیك فوضع الخبر موضع الطلب الخ لاجرم جبکہ حصن حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف بہ رمز ترمذی ونسائی نے اشارہ کیا کہ قلنا یارسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاٰخر ودبر الصلوات المکتوبات ہم نے عرض کی یارسول اللہ کونسی دعا زیادہ سُنی جاتی ہے فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُس کی شرح میں لکھا دبر الصلوات المکتوبات ای عقیب الصلوات المفروضات والتقیید بہا لکونہا افضل الحالات فہی ارجی لاجابۃ الدعوات دبر الصلوات المکتوبات کے یہ معنے کہ فرض نمازوں کے بعد اور اُن کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ وہ سب حالتوں سے افضل ہیں تو اُن میں اُمید اجابت زیادہ ہے) دیکھو صاف تصریح ہے کہ نماز کے بعد محلیت دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ اُن میں بوجہ افضلیت زیادہ خصوصیت ہے اور سائلین نے خود یہی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کونسی دعا مقبول ہے لہذا اُن کی تقیید فرمائی گئی۔ بالجملہ جب تخصیص فرائض باطل ہوچکی تو اخراج

واجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اُن پر دلائل مطلقہ کے سوا حدیث نافلہ بسبیل اولویت ناطق کہ جب ادبار نوافل تک محل دعا و مظنۂ اجابت ہیں تو واجبات کہ اُن سے اعلیٰ و اعظم اور ارضائے الٰہی میں اوفر و اتم ہیں کیونکر اس فضل سے خارج ہوں گے ھل ھذا الا ترجیح المرجوح **ثم اقول** بلکہ واقع و نفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ و نافلہ کے لیے ثبوت خاص بعینہٖ واجبات کے لیے ثبوت خاص ہے کہ واجب حقیقۃً کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انھیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شبہہ فی الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط کردیا صاحب شرع صلی اللہ علیہ وسلم جن کے حضور روایۃً و درایۃً ظنون و شبہات کو بار نہیں اگر اُس کے نزدیک شے مطلوب فی الشرع حقیقۃً مامور بہ ہے قطعاً فرض ورنہ یقیناً نافلہ لاثالث لھما تلویح میں زیر قول تنقیح افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منھا مباح ومستحب وواجب وفرض تحریر فرمایا یعنی ان فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام بالنسبۃ الینا تتصف بذلک بان یجعل الوتر واجبا علیہ لامستحبا اوفرضا والا فالثابت عندہ بدلیل یکون قطعیا لامحالۃ حتی ان قیاسہ واجتھادہ ایضا قطعی الخ امام محقق علی الاطلاق امامۃ الفتح میں فرماتے ہیں اللزوم یلاحظ باعتبارین باعتبار صدورہ من الشارع وباعتبار ثبوتہ فی حقنا فبملاحظتہ بالاعتبار الثانی ان کان طریق ثبوتہ عن الشارع قطعیا کان متعلقہ الفرض وان کان ظنیا کان الوجوب ولذا لا یثبت ھذا القسم اعنی الواجب فی حق من سمع من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشافھۃ مع قطعیۃ دلالۃ المسموع فلیس فی حقہ الا الفرض او غیر اللازم من السنۃ فما بعدھا وظھر بھذا ان ملاحظتہ بالاعتبار الاول لیس فیہ وجوب بل الفرضیۃ اوعدم اللزوم اصلا اھ ملخصا پس بحمد اللہ بشہادت قرآن وحدیث و اقوال علما ثابت ہوا کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد وغیرہا ہرگونہ نماز کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے وھو المطلوب **ثانیاً اقول** وباللہ التوفیق دعا بنص قرآن و حدیث و اجماع ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے اور اس کے مظان اجابت کی تحری مسنون و محبوب قال جل ذکرہ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ حدیث میں ہے حضور پرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا لھا لعل ان یصیبکم نفحۃ منھا فلا تشقون بعدھا ابدا بیشک تمھارے رب کے لیے تمھارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم و جود کے ہیں تو انھیں پانے کی تدبیر کرو شاید اُن میں سے کوئی وقت تمھیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمھارے پاس نہ آئے رواہ الطبرانی فی الکبیر عن محمد بن مسلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور خود حدیث نے اُن اوقات سے ایک وقت اجتماع مسلمین کا نشان دیا کہ ایک گروہ مسلمانان جمع ہوکر دعا مانگے کچھ عرض کریں کچھ آمین کہیں کتاب المستدرک علی البخاری ومسلم میں ہے عن حبیب بن مسلمۃ الفہری رضی اللہ تعالٰی عنہ وکان مجاب الدعوۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لایجتمع ملؤ فیدعو بعضھم یؤمن بعضھم الا اجابھم اللہ یعنی حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ مستجاب الدعوات تھے۔ فرماتے ہیں میں نے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہوگا کہ اُن کے بعض دعا کریں بعض آمین کہیں مگر یہ کہ اللہ عزوجل اُن کی دعا مقبول فرمائیگا ولھذا علما نے مجمع مسلمان کو اوقات اجابت سے شمار کیا حصن حصین میں ہے واجتماع المسلمین ع یعنی مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے

ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے) علی قاری شرح میں فرماتے ہیں ثم کل مایکون الاجتماع فیہ اکثر کالجمعۃ والعیدین وعرفۃ یتوقع فیہ رجاء الاجابۃ اظہر یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ وعیدین وعرفات میں اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی) فقیر غفراللہ تعالٰی کہتا ہے پھر دعائے نماز پر اقتصار ہرگز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی طلب ثابت خود حدیث سے گزرا حضور پُرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز کو ناقص بتایا حالانکہ نماز میں دعائیں ہوچکیں اور وہ وقت چار بار آیا جو انتہا درجہ قرب الٰہی کا ہے یعنی سجود جس میں بالتخصیص حکم دعا تھا حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اقرب مایکون العبد من ربہ وھو ساجد فاکثروا الدعاء سب سے زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجود میں ہوتا ہے تو اُس میں دعا کی کثرت کرو رواہ مسلم وابوداود والنسائی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ اگر لفظ سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ سجود میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا مولٰنا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کل ذکر دعاء امام حافظ الدین نسفی کافی شرح وافی کی فصل فی تکبیر التشریق میں فرماتے ہیں قال تعالٰی اُدۡعُوۡا رَبَّکُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡیَۃً ؕ کل ذکر دعاء اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر میں دلائل واضحہ ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام ستونی فقیر کے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا میں ہے امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعاء اذا ھبط وادیا وضع کیا اور اُس میں فرمایا فیہ حدیث جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ ارشاد الساری میں ہے فیہ ای فی الباب حدیث جابر الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ السابق فی باب التسبیح اذا ھبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا صعدنا کبرنا واذا انزلنا سبحنا ھذا اٰخر الحدیث اھ بحذف السند دیکھو امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور التسبیح اذا ھبط وادیا والدعاء اذا ھبط وادیا کا ایک مصداق بتایا تو باآنکہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہوچکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن پر قناعت پسند نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی۔ علاوہ بریں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا کما بسط الائمۃ فی کتب الفقھیۃ اور حاجت ہرقسم کی اپنے رب جل وعلا سے مانگا چاہے اور طلب میں مظنۂ اجابت کی تحری کا حکم اور یہ وقت بحکم احادیث اعلٰی مظان اجابت سے تو بلاشبہہ مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث وارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم فتعرضوا لھا کی تعمیل ٹھہری وہوالمقصود ثم اقول اگر مجمع عیدین کے لیے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آتی تو اس عموم میں دخول ثابت تھا نہ کہ احادیث نے اُس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اُس میں دعا پر نہایت تحریص وترغیب آئی یہاں تک کہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس زمانۂ خیر وصلاح میں کہ فتنہ وفساد سے یکسر پاک ومنزہ تھا حکم دیتے کہ عیدین میں کواریاں نوجوانیں اور پردہ نشین خاتونیں باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں حتی کہ حائض عورتوں کو حکم ہوتا مصلے سے الگ بیٹھیں اور اس دن کی دعا میں شریک ہوجائیں امام احمد واصحاب صحاح ستہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تخرج العواتق وذوات الخدور والحیض ویعتزل الحیض المصلی

ولیشھدن الخیر ودعوۃ المسلمین نوجوان کواریاں اور پردہ والیاں اور حائض عورتیں سب عیدگاہ کو جائیں اور حیض والیاں عیدگاہ سے الگ بیٹھیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں) صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے قالت کنا نومران نخرج یوم العید حتی تخرج البکر من خدرھا حتی تخرج الحیض فیکن خلف الناس فیکبرن بتکبیرھم ویدعون بدعائھم یرجون برکۃ ذٰلک الیوم وطھرتہ یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں ہم عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک کہ کواری اپنے پردے سے نکلے یہاں تک کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں مسلمانوں کی تکبیر پر تکبیر کہیں اور اُن کی دعا کے ساتھ دعا مانگیں اس دن کی برکت و پاکیزگی کی امید کریں) امام بیہقی اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب الثواب میں حضرت[1] عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول اذا کانت غداۃ الفطر بعث اللہ عزوجل الملئکۃ فی کل بلد (وذکر الحدیث الی ان قال) فاذا برزوا الی مصلاھم فیقول اللہ عزوجل للملئکۃ (وساق الحدیث الی ان قال) ویقول یاعبادی سلونی فوعزتی وجلالی لا تسألونی الیوم شیئا فی جمعکم لاٰخرتکم الا اعطیتکم ولا لدنیاکم الا نظرت لکم فوعزتی لاسترن علیکم عثراتکم ما راقبتمونی وعزتی وجلالی لا اخزیکم ولا افضحکم بین اصحاب الحدود وانصرفوا مغفورا لکم قد ارضیتمونی ورضیت عنکم (مختصر من حدیث طویل) یعنی حضور پرنور سید یوم النشور علیہ افضل الصلوۃ والسلام نے فرمایا جب عید کی صبح ہوتی ہے مولٰی سبحنہ تعالٰی ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے بعد حدیث میں ان فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عیدگاہ کی طرف بُلانا بیان فرمایا پھر ارشاد ہوا) جب مسلمان عیدگاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں مولٰی سبحنہ تعالٰی فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں پھر فرمایا رب تبارک وتعالٰی مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو مانگو کہ مجھے قسم اپنے عزت وجلال کی آج اس مجمع میں جو چیز اپنی آخرت کے لیے مانگو گے میں تمھیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کروگے اُس میں تمھارے لیے نظر کروں گا (یعنی دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو محتمل ہیں اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر شر کو خیر سمجھ لیتا ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لیے جو کچھ مانگو گے اُس میں بکمال رحمت نظر فرمائی جائے گی اگر وہ چیز تمھارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اُس کی برابر بلا دفع کریں گے یا دعا روز قیامت کے لیے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لیے ہر صورت سے بہتر ہے) مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا مراقبہ رکھو گے میں تمھاری لغزشوں کی ستاری فرماؤں گا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں تمھیں اہل کبائر میں فضیحت ورسوا نہ کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پائے ہوئے بیشک تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوشنود ہوا) فقیر غفرلہ الغنی القدیر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اول یاعبادی سلونی ہے یعنی اے میرے بندو مجھ سے دعا کرو اور آخر انصرفوا مغفورا لکم یعنی گھروں کو پلٹ جاؤ کہ تمھاری مغفرت ہوئی) تو ظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز ہوتا ہے کہ ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا

[1] اقول اس حدیث نفیس کا شاہد بروایت امام عقیلی حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرویات فقیر میں بندہ ضعیف سے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک سند موجود ہے والحمد للہ ۱۲ منہ

حکم ہرگز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل وعلا بعد نماز عید مسلمانوں سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے پھر وائے بدبختی اُسکی جو ایسے وقت مسلمانوں کو اپنے رب کے حضور دعا سے روکے نسأل اللہ العفو والعافیہ آمین (ثالثا) **اقول** وباللہ التوفیق۔ ابوداود وترمذی ونسائی وابن حبان وحاکم باسانید صحیحہ جیدہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ابوداود ودارمی وابوبکر بن ابی شیبہ استاد بخاری ومسلم حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ اور نسائی وطبرانی بسند صحیح وابن ابی الدنیا اور حاکم بافادہ تصحیح حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور نسائی وحاکم بتصریح تصحیح وابوالقاسم طبرانی باسانید جیدہ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نسائی وابن ابی الدنیا وحاکم وبیہقی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرحن منہ حتی یقول ثلث مرات سبحنک اللھم ربنا وبحمدک لا الہ الا انت اغفرلی وتب علی فانکان اتی خیرا کان کالطابع علیہ وانکان مجلس لغو کان کفارۃ لما کان فی ذلک المجلس جب تم میں کوئی کسی جلسے میں بیٹھے تو زنہار وہاں سے نہ ہٹے جب تک تین بار یہ دعا نہ کرلے (پاکی ہے تجھے اے رب ہمارے اور تیری تعریف بجالاتا ہوں تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے) کہ اگر اس جلسے میں اُس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دعا اُس پر مہر ہوجائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو کا تھا تو کچھ اُس میں گزرا یہ دعا اُس کا کفارہ ہوجائے گی) یہ لفظ بروایت امام ابوبکر ابن ابی الدنیا حدیث جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہیں اور ابوبرزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں یوں ہے: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اذا جلس مجلسا یقول فی اٰخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحنک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کوئی جلسہ فرماتے تو اُس کے ختم میں اُٹھتے وقت یہ دعا کرتے (تیری پاکی بولتا اور تیری حمد میں مشغول ہوتا ہوں اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں میں تیری مغفرت مانگتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں) اسی طرح رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں لفظ اراد ان ینھض ہے یعنی جب اُٹھنا چاہتے یہ دعا فرماتے) اور انھوں نے بعد الفاظ مذکورہ دعا میں اتنے لفظ اور زائد کیے عملت سوءً وظلمت نفسی فاغفرلی انہ لا یغفر الذنوب الا انت میں نے بُرا کیا اور اپنی ہی جان کو آزار پہنچایا اب میری مغفرت فرمادے بیشک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں) حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دعا میں مثل حدیث ابوبرزہ ہے اُس میں بھی ارشاد ہوا قال قبل ان یقوم من مجلسہ کھڑے ہونے سے پہلے یہ دعا کرلے) غرض اس حدیث صحیح مشہور علی اصول المحدثین میں جسے امام ترمذی نے حسن صحیح اور حاکم نے برشرط مسلم صحیح اور منذری نے جید الاسانید کہا حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عام ارشاد وہدایت قولی وفعلی فرماتے ہیں کہ آدمی کوئی جلسہ کرے اُس سے اُٹھتے وقت یہ دعا ضرور کرنی چاہیے کہ اگر جلسہ خیر کا تھا تو وہ نیکی قیامت تک سربمہر محفوظ رہے گی اور لغو کا تھا تو وہ لغو باذن اللہ محو ہوجائے گا تو لفظ و معنے دونوں کی رو سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان کو ہر نماز کے بعد بھی اس دعا کی طرف ارشاد فرمایا گیا ہے جہت لفظ سے تو یوں کہ مجلس نکرہ سیاق شرط میں واقع ہے تو عام ہوا تلخیص الجامع الکبیر میں ہے النکرۃ فی الشرط تعم وفی الجزاء تخص کھی فی النفی والاثبات جامع صغیر میں ہے انہ نکرۃ فی موضع الشرط وموضع الشرط نفی والنکرۃ فی النفی تعم معہذا اسمائے شروط خود سب صورتوں کو

عام ہوتے ہیں امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں اذا عام فی الصور علی ماھو حال اسماء الشرط تو قطعاً تمام صلوات فریضہ وواجبہ ونافلہ کے جلسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے مخصص محض مردود و باطل اور جہت معنے سے یوں کہ جلسہ خیر سے اُٹھتے وقت یہ دعا کرنا اُس خیر کے حفظ ونگاہداشت کے لیے ہے تو جو خیر جس قدر اکبر واعظم اُسی قدر اُس کا حفظ ضروری واہم اور بالشبہہ خیر نماز سب چیزوں سے افضل واعلی تو ہر نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مؤکد تر ہوا یا رب مگر نماز عیدین نماز نہیں یا اُس کے حفظ کی جانب نیاز نہیں یا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمادیا ہے کہ ہمارا یہ ارشاد ماورائے عیدین یا ماسوائے نماز میں ہے یا اُسکے بعد یہ دعا نہ کرنا سبحٰن اللہ یہ جلسۂ صلوات کا اس حکم میں دخول عموم لفظ وشہادت معنی سے ثابت کرتا ہوں خود حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کیوں نہ ذکر کروں جس میں صاف تصریح کہ حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنفس نفیس جلسۂ نماز کو اِس حکم میں داخل فرمایا تخریج حدیث تو اوپر سُن چکے کہ نسائی وابن ابی الدنیا وحاکم وبیہقی نے روایت کی اب لفظ سنئے سنن نسائی کی نوع من الذکر بعد التسلیم میں ہے عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا جلس مجلسا او صلی تکلم بکلمات فسألتہ عائشۃ عن الکلمات فقال ان تکلم بخیر کان طابعا علیھن الی یوم القیمۃ وان تکلم بشر کان کفارۃ لہ سبحنک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک یعنی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے ام المؤمنین نے وہ کلمات پوچھے فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اُس پر مہر ہو جائیں گے اور بُری کہی ہے تو کفارہ (الٰہی میں تیری تسبیح وحمد بجالاتا اور تجھ سے استغفار وتوبہ کرتا ہوں) پس بحمد اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوگیا کہ نماز عیدین کے بعد دعا مانگنے کی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لا یبرحن بنون تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجیے تو حدیث ام المؤمنین صلی اللہ تعالٰی علی زوجہا الکریم وعلیہا وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بعد نماز عیدین دعا مانگنا بتارہی ہے کہ صلے زیر اذا داخل تو ہر صورت نماز کو عام وشامل اور منجملہ صور نماز عیدین تو حکم مذکور انہیں بھی متناول پس یہ حدیث جلیل بحمد اللہ خاص جزئیہ کی تصریح کامل (رابعًا) اقول وباللہ التوفیق ان سب سے قطع نظر کیجیے تو دعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ واجل مطلوبات شرعیہ سے ہے کہ شارع صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں بے تقیید وقت وتخصیص ہیأت مطلقاً اُس کی اجازت دی اور اُس کی طرف دعوت فرمائی اور اُس کی تکثیر کی رغبت دلائی اور اُس کے ترک پر وعید آئی مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا) اور فرماتا ہے أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب مجھے پکارے) حدیث قدسی میں فرماتا ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا دَعَانِي میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اُس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل اور فرماتا ہے يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ مِنْكَ وَلَا أُبَالِي اے فرزند آدم تو جب تک مجھ سے دعا مانگے جائے گا اور اُمید رکھے گا تیرے کیسے ہی گناہ ہوں بخشتا رہوں گا

اور مجھے کچھ پرواہ نہیں رواہ الترمذی وحسنہ عن انس بن مالك عن رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم عن ربہ تبارك وتعالی اور فرماتا ہے عزوجل مَنْ لَّا يَدْعُوْنِیْ اَغْضِبُ عَلَيْهِ جو مجھ سے دعا نہ کرے گا میں اس پر غضب فرماؤں گا رواہ العسکری فی المواعظ بسند حسن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی الله تعالی علیہ وسلم عن ربہ تعالی وتقدس **احادیث مصطفی** صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس باب میں سرحد تواتر پر خیمہ زن ایک جملہ صالحہ ان سے حضرت خاتم المحققین سنام المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے رسالہ مستطابہ **احسن الوعاء لآداب الدعاء** میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اُسکی شرح مسمّٰی بہ **ذیل المدعا لاحسن الوعاء** میں اُن کی تخریجات کا پتا بتایا باقی کتاب الترغیب امام منذری وحصن حصین امام ابن الجزری وغیرہما تصانیف علما ان احادیث کی کفیل ہیں میں بخوف اطالت احادیث فضائل سے عطف عنان کرکے صرف اُن بعض حدیثوں پر اقتصار کرتا ہوں جن میں دعا کی خاص تاکید یا اُس کے ترک پر تہدید یا اُس کی تکثیر کا حکم اکید ہے **حدیث ۱** عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم عباد الله بالدعاء خدا کے بندو دعا کو لازم پکڑو رواہ الترمذی مستغربا والحاکم وصححہ **حدیث ۲** زید بن خارجہ رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں صلوا علی واجتھدوا فی الدعاء مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو رواہ الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسمویہ والبغوی والباوردی وابن قانع **حدیث ۳** انس رضی اللہ تعالی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں لاتعجزوا فی الدعاء فانہ لن یھلك مع الدعاء احد دعا میں تقصیر نہ کرو کہ جو دعا کرتا رہے گا ہر گز ہلاک نہ ہوگا رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححہ **حدیث ۴** جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں تدعون الله لیلکم ونھارکم فان الدعاء سلاح المؤمن رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا ہتھیار ہے رواہ ابویعلی **حدیث ۵** عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر الدعاء بالعافیۃ عافیت کی دعا اکثر مانگ رواہ الحاکم بسند حسن **حدیث ۶** انس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثر من الدعاء فان الدعاء یرد القضاء المبرم دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رد کرتی ہے اخرج ابوالشیخ فی الثواب اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ **ذیل المدعا** میں دیکھیے **حدیث ۷ و ۸** عبادہ صامت وابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی صحابہ نے عرض کی اذا نکثر ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے فرمایا الله اکثر اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وفی الروایۃ الاخری الله اکبر بہت بڑا ہے رواہ الترمذی والحاکم عن عبادۃ وصححاہ واحمد والبزار وابویعلی باسانید جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی الله تعالی عنہما **حدیث ۹ و ۱۰** سلمان فارسی وابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں من سرہ ان یستجیب الله لہ عند الشدائد فلیکثر من الدعاء عند الرخاء جسے خوش آئے کہ اللہ تعالی سختیوں میں

اُس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ والحاکم عنہ وعن سلمان وقال صحیح واقرہ وہ **حدیث ۱۱** ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یسأل اللہ یغضب علیہ جو اللہ تعالٰی سے دعا نہ کرے گا اللہ تعالٰی اُس پر غضب فرمائے گا رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجۃ والبزار وابن حبان والحاکم وصححاہ ایہا المسلمون تم نے اپنے مولٰی جل وعلا اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات سُنے اُن میں کہیں بھی تخصیص وتقیید کی بو ہے یہ تو بارہا فرمایا کہ دعا کرو کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں نماز کے بعد نہ کرو یہ تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ جس وقت دعا کروگے میں سنوں گا کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں وقت کروگے تو نہ سنوں گا۔ یہ تو بتاکید بار بار حکم آیا ہے کہ دعا سے عاجز نہ ہو دعا میں کوشش کرو۔ دعا کو لازم پکڑو۔ دعا کی کثرت رکھو۔ رات دن دعا مانگو کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد نہ مانگو۔ یہ تو ڈرسنایا گیا ہے کہ جو دعا نہ مانگے گا اُس پر غضب ہوگا کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد جو مانگے گا اُس سے اللہ تعالٰی ناراض ہوگا اور جب کہیں نہیں تو خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس چیز کو عام ومطلق رکھا دوسرا اُسے مخصوص ومقید کرنے والا کون خدا ورسول عز مجدہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اُسے منع کرنے والا کون۔ قال تعالٰی وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ٥ **اصل یہ ہے** کہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے جس چیز کو اُس نے کسی ہیأت خاصہ محل معین سے مخصوص اور اُس پر مقصور ومحصور فرمایا اُس سے تجاوز جائز نہیں جو تجاوز کریگا دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اُس نے ارسال واطلاق پر رکھا ہرگز کسی ہیأت ومحل پر منحصر نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی پر رہے گی جو اس سے بعض صور کو جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا ذکر ودعا اسی قبیل سے ہیں کہ زنہار شرع مطہر نے انھیں کسی قید وخصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً ومطلقاً اُن کی تکثیر کا حکم دیا۔ دعا کے بارے میں آیات وحدیث سُن ہی چکے اور دلائل مطلقہ تکثیر ذکر جنھیں اس سلسلہ شمار میں (**خامسا**) کہیے کہ ہر دعا بالبداہۃ ذکر الٰہی ہے اور اُس پر علما نے تنصیص بھی فرمائی مولانا قاری شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کل دعاء ذکر تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تعمیم افراد اعم[1] یا مساوی لاجرم تعمیم افراد اخص مساوی ہے کما لایخفی ان دلائل جلائل کا وفور کامل حد احصا کا طرف مقابل فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوبا میں اس مدعا پر بکثرت آیات واحادیث لکھیں ازانجملہ **حدیث** حسن ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون ذکر الٰہی کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں **وحدیث** حسن عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا لایزال لسانک رطبا من ذکر اللہ ہمیشہ ذکر الٰہی میں تر زبان رہ۔ **حدیث** جید الاسناد ام انس رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ حضور والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اکثری من ذکر اللہ فانک لا تاتین بشیئ احب الیہ من کثرۃ ذکرہ اللہ کا ذکر

---

[1] ذکر اعم صرف بنظر کلیہ حاضرہ ہے ورنہ سابق گزرا کہ دوسری طرف سے بھی کلیہ ہے تو دعا وذکر قطعاً متساوی اور باب اتحاد اولٰی اور بہی واضح وجلی ۱۲ منہ

بکثرت کرکہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو **وحدیث** ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من لم یکثر ذکراللہ فقد برئ من الایمان جو ذکر الٰہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہوگیا **وحدیث صحیح** ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یذکراللہ تعالٰی علی کل احیانہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر وقت ذکر خدا فرمایا کرتے الی غیر ذٰلک من الاحادیث والاٰثار یہاں صرف بعض آیات اور اُن کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو عموم تمامی اوقات واحوال میں نص ہیں **آیت ۱** قال جل ذکرہ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر، علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر الٰہی و دعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی میں ہے داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال مدارک میں ہے ای داوموا علی ذکراللہ تعالٰی فی جمیع الاحوال ارشاد العقل السلیم میں ہے داوموا علی ذکراللہ تعالٰی وحافظوا علی مراقبتہ ومناجاتہ ودعائہ فی جمیع الاحوال **آیت ۲** قال عزاسمہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا اے ایمان والو اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔ علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں یعم الاوقات والاحوال یہ آیت تمام اوقات واحوال کو عام ہے **آیت ۳** قال تعالٰی شانہ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں ارید بہ ذکراللہ تعالٰی فی الاوقات کلہا اس آیت سے یہ مراد کہ ذکر الٰہی جمیع اوقات میں کرو **آیت ۴** قال تبارک مجدہ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔ معالم میں ہے فی جمیع المواطن علی السراء والضراء تمام مواضع میں خوشی وتکلیف میں **آیت ۵** قال تقدس اوصافہ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے مولٰنا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں لایخفی ان الذکر والتسبیح والتہلیل والدعاء لاباس بہ لانہا مشروعۃ فی کل الامکنۃ والازمان پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں تو ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔ اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن وحدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخواہی بندگانِ خدا کو اُس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اُس نے ہرگز اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی قُلْ اٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ بِهٰذَا اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پس بحمداللہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ دعائے مذکور فی السوال قطعاً جائز و مندوب اور اُس سے ممانعت محض بے اصل و باطل ومعیوب والحمدللہ ہادی القلوب والصلوۃ والسلام علی شفیع الذنوب واٰلہ وصحبہ عدیمی العیوب ماتناوب للشمس الطلوع والغروب **امین العید الثانی** وبجود الجیب حصول الامانی پہلے وہ فتوی پیش نظر رکھ لیجیے کہ مستندین کا حاصل سعی و مبلغ وہم ظاہر ہو حاشا اس فتوے میں جواز و عدم جواز کی اصلا بحث نہیں نہ سائل نے اس سے پوچھا نہ مجیب نے ناجائز لکھا بلکہ **سوال** یوں ہے ماقولہم رحمہم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ جناب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام

اور اصحاب وتابعین وتبع تابعین وائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد پڑھنے خطبۂ عیدین کے کھڑے کھڑے یا بیٹھ کر اور ہاتھ اُٹھا کے یا بدون ہاتھ اُٹھائے بینوا وافتوا بسند الکتاب توجروا عند اللہ بحسن الماٰب

اور جواب یہ ہوالمصوب روایات حدیث سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کرکے خطبہ پڑھتے تھے اور بعد اس کے معاودت فرماتے دعا مانگنا بعد نماز یا خطبہ کے آپ سے ثابت نہیں اسی طرح صحابہ کرام وتابعین عظام سے ثبوت اس امر کا نظر سے نہیں گذرا۔ واللہ اعلم۔

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

اقول وباللہ التوفیق وبہ العروج علی اوج التحقیق قطع نظر اس سے کہ یہ فتوٰے محل احتجاج میں کہاں تک پیش ہوسکتا ہے حضرات مانعین کو ہرگز مفید نہ ہمیں مضر جواز وعدم کا تو اس میں ذکر ہی نہیں سائل ومجیب دونوں کا کلام ورود وعدم ورود میں ہے پھر مجیب نے صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ثابت نہ ہونے پر جزم بھی نہ کیا صرف اپنی نظر سے نہ گزرنا لکھا اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نہیں اور نہ دیکھا میں زمین وآسمان کا فرق ہے یہ اُن کے جواکابر ماہران فن حدیث ہیں بارہا فرماتے ہیں ہم نے نہ دیکھی اور دوسرے محدثین اُس کا پتہ دیتے ہیں فقیر نے اس کی متعدد مثالیں اپنے رسالہ **صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین** میں ذکر کیں پھر یہ نہ دیکھنا بھی مجیب خاص اپنا بیان کر رہے ہیں نہ کہ ائمہ شان نے اس طرح کی تصریح فرمائی کہ ایسا ہوتا تو نظر سے نہ گزرا کے عوض اس امام کا ارشاد نقل کرتے خصوصًا جبکہ سائل درخواست کرچکا تھا کہ بینوا وافتوا بسند الکتاب تو آج کل کے ہندی علما کا نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل کیونکر ہوسکتا ہے آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے حدیث صحیح سے اس کا نص صریح ائمہ تابعین قدست اسرارہم سے واضح کردیا والحمد للہ رب العٰلمین پھر خصوص جزئیہ سے قطع نظر کیجئے جس کا التزام عقلاً ونقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب تو فقیر نے خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جس جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعسف اس کی قدر جانے گا والحمد للہ والمنۃ پھر سوال میں تبع تابعین وائمہ اربعہ سے بھی استفسار تھا مجیب نے اُن کی نسبت اُس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا اب خواہ اُن سے ثبوت نہ دیکھا یا پوری بات کا جواب نہ ہوا بہرحال محل نظر واستناد مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نفی ثبوت کرتے ہیں اور تقریب یہ کہ حدیثوں میں صرف بعد نماز خطبہ اور بعد خطبہ معاودت کا ذکر ہے وبس۔ اس کلام کے لیے دو محل ہیں ایک یہ کہ حدیثوں میں یہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کونسا رہا اس تقدیر پر ثبوت عدم کا ادعا ہوگا دوسرے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز وخطبہ ومعاودت کا ذکر ہے دعا مذکور نہیں یہ عدم ثبوت کا

دعوٰی ہوگا اور کلام مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثابت نہیں کہتے ہیں نہ کہ نہ کرنا ہی ثابت ہے اور لفظ اسی قدر معلوم ہوتا ہے بھی اسی طرف ناظر کہ اگر اس سے اثبات عدم مقصود ہوتا تو طرزادا یہ تھی کہ حدیثوں سے صاف ثابت کہ نماز وخطبہ ومعاودت میں فصل نہ تھا پس دعا نہ مانگنا ثابت ہوا بایں ہمہ شاید حضرات مانعین اپنے نفع کے گمان سے کلام مجیب کو خواہ مخواہ محمل اول پر حمل کریں لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر دونوں محمل پر کلام کرتا ہے وباللہ التوفیق (**محمل اول**) پر یہ کلام خود ہی بوجوہ کثیرہ باطل (**اولا**) یہ تو اصلاً کسی حدیث میں نہیں کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی بفور حقیقی معاً خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل آنے فوراً واپس تشریف لاتے غایت یہ کہ کسی حدیث میں فائے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے مگر وہ ہرگز اتصال حقیقی پر دال نہیں کہ دو حرف دعا سے فصل کی مانع ہو فواتح شرح مسلم میں فرمایا الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب من غیر مھلۃ وتراخ یعد فی العرف مھلۃ وصح تراخیا یا ہذا یہ تدقیقات ضیقہ فلسفیہ نہیں محاورات صافیہ عرفیہ ہیں اگر زید وعدہ کرلے نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو نماز کے بعد معمولی دو حرفی دعا ہرگز عرفاً وشرعاً مبطل فور وموجب خلاف وعدہ نہ ہوگی مسئلہ سجود تلاوت صلاتیہ میں سنا ہی ہوگا کہ دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں (**ثانیا**) دعا تابع ہے اور توابع فاصل نہیں ہوتے واجبات میں ضم سورت سنا ہوگا مگر آمین فاصل نہیں کہ تابع فاتحہ ہے حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علی ابیہا الکریم وعلیہا کی نسبت فرمایا معقبات لایخیب قائلھن کچھ کلمات نماز کے بعد بلافاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا رواہ احمد ومسلم والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بایں ہمہ علما فرماتے ہیں اگر سنن بعدیہ کے بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن توابع فرائض سے ہیں درمختار میں ہے یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ ردالمحتار میں ہے لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقعد الا بمقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام واما ما ورد من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلاۃ فلا دلالۃ فیہ علی الاتیان بہا قبل السنۃ بل یحمل علی الاتیان بہا بعدہا لان السنۃ من لواحق الفریضۃ وتوابعہا ومکملاتہا فلم تکن اجنبیۃ عنہا فما یفعل بعدہا یطلق علیہ انہ عقیب الفریضۃ (**ثالثا**) مانا کہ مفاد فا اتصال حقیقی ہے تاہم خوب متنبہ رہنا چاہیے کہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نو برس عید کی نمازیں پڑھی ہیں تو احادیث متعددہ وقائع متعددہ پر محمول ہونا ممکن پس اگر ایک حدیث صرف خطبہ اور دوسری خطبہ وانصراف میں وقوع اتصال پر دلالت کرے اصلاً بکار آمد نہیں کہ ایک بار بعد خطبہ دوبارہ بعد نماز دعا کا عدم ثابت نہ ہوگا تو مقصود سے منزلوں دور ہے کما لایخفی (**رابعا**) مسلم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم بلفظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث نہ آئی ومن ادعی فعلیہ البیان اور ایک آدھ جگہ صلی فخطب فعاد ہو بھی تو واقعہ حال ہے اور وقائع حال کے لیے عموم نہیں کما نصوا علیہ اور ہم قائل وجوب ولزوم نہیں کہ ترک مرۃ ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فیخطب فیعود بھی فرض کرلیں تو ہنوز اس کا تکرار پر دلیل ہونا محل نزاع نہ کہ دوام خود مجیب اپنے رسالہ غایۃ المقال میں کلام حافظ ابوزرعہ عراقی ان فی الصحیحین وغیرھما

عن سعید بن یزید قال سألت انس بن مالک کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ فقال نعم وظاھرہ
ان ھذا کان شانہ وعادتہ المستمرۃ دائما الخ نقل کرکے لکھتے ہیں ما ذکرہ من دلالۃ حدیث انس علی کون العادۃ النبویۃ
مستمرۃ بالصلاۃ فی النعال منظور فیہ لعدم وجود مایدل علیہ فیہ ولعلہ استخرجہ من لفظ کان وھو استخراج ضعیف
لما نص علیہ الامام النووی فی کتاب صلاۃ اللیل من شرح صحیح مسلم من ان لفظ کان لا یدل علی الاستمرار والدوام فی
عرفھم اصلا اس مسئلہ کی تمام تحقیق فقیر کے رسالہ التاج المکلل فی انارۃ مدلول کان یفعل ۱۳۰۵ھ میں ہے (**خامسا**) یہ سب تو
بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجیے تو وہ اور ہی کچھ اظہار فرماتی ہیں صحاح ستہ وغیرہا خصوصا صحیحین میں روایات کثیرہ بلفظ ثم وارد
ثم فاصلہ ومہلت چاہتا ہے تو ادعائے احادیث میں اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ حرف انفصال اگر دو ایک حدیث میں ہے تو کلمہ
انفصال آٹھ دس میں اب روایات سُنیے۔ **حدیث ۱** صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے
ہے واللفظ لمسلم قال شھدت صلاۃ الفطر مع نبی اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وابی بکر وعمر وعثمن رضی اللہ
تعالی عنھم فکلھم یصلیھا قبل الخطبۃ **ثم** یخطب **حدیث ۲** صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی
عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصلی فی الاضحی والفطر **ثم** یخطب بعد الصلاۃ
حدیث ۳ اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبۃ العید میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے
خرج النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوم اضحی فصلی العید رکعتین **ثم** اقبل علینا بوجھہ وقال الحدیث **حدیث ۴**
اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلی یوم النحر **ثم** خطب الحدیث
حدیث ۵ اسی میں حضرت جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے صلی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
یوم النحر **ثم** خطب ثم ذبح **حدیث ۶** جامع ترمذی میں بافادہ تحسین وتصحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما
سے ہے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم وابوبکر وعمر یصلون فی العیدین قبل الخطبۃ **ثم** یخطبون
حدیث ۷ سنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ و
سلم کان یخرج یوم العید فیصلی رکعتین **ثم** یخطب یہ سات حدیثیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی
علیہ وسلم اور صدیق وفاروق وعثمن غنی رضی اللہ تعالٰی عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے **حدیث ۸**
صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے واللفظ للبخاری کان النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یخرج
یوم الفطر والاضحی الی المصلی فاول شیئ یبدؤ بہ الصلاۃ ثم ینصرف فیقوم مقابل الناس والناس جلوس علی
صفوفھم فیعظھم ویوصیھم فان کان یرید ان یقطع بعثا قطعہ اویامر بشیئ امر بہ **ثم** ینصرف یہ حدیث خطبہ ونماز
میں فصل بتاتی ہے **حدیث ۹** بخاری ومسلم ودارمی وابوداود ونسائی وابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے
راوی قال خرجت مع النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یوم فطر او اضحی فصلی **ثم** خطب **ثم** اتی النساء فوعظھن

وذکرھن وامرھن بالصدقۃ یہ حدیث دونوں جگہ فصل اظہار کرتی ہے۔ سبحٰن اللہ پھر کیونکر ادعا کرسکتے ہیں کہ نماز وخطبہ وخطبہ و معاودت میں ایسا اتصال رہا جو عدم دعا پر دلیل ہوا اگر کہیے ثمّ کبھی مجاز بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے قال الشاعر ؎

کھز الردینی تحت العجاج　　جری فی الانابیب ثم اضطرب

اقول تم مستدل ہو اور مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل کمالا یخفی علی ذی عقل معہذا **ف** بارہا مجرد ترتیب بے معنے اتصال وتعقیب کے لیے آتی ہے امام جلال الدین سیوطی اتقان میں زیر بیان **ف** فرماتے ہیں قد تجیئ لمجرد الترتیب نحو فراغ اِلٰی اَھْلِہٖ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۝ فَقَرَّبَہٗٓ اِلَیْھِمْ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُہٗ فِیْ صَرَّۃٍ فَصَکَّتْ وَجْھَھَا۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝ فَالتّٰلِیٰتِ بلکہ مسلم الثبوت میں ہے الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولوفی الذکر تو ایک ف کا مجرد ترتیب یا ترتیب فی الذکر مجاز پر حمل اولٰی ہے یا دس ثمّ کا مجاز پر (**سادسًا**) یہ عدم فصل بطور سلب عموم لیتے ہو تو ہمیں کیا مضر اور تمہیں کیا مفید کہ ہمیں ایجاب کلی کی ضرورت نہیں جو سلب جزئی ہمارے خلاف ہو اور بطور عموم سلب تو دونوں جگہ اس کا بطلان ثابت وواضح۔ صحیح حدیثیں تنصیص کررہی ہیں کہ بالیقین دونوں جگہ فصل واقع ہوا نماز وخطبہ میں وہ حدیث[1] (۱۰) کہ ابوداؤد ونسائی وابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی واللفظ لابن ماجۃ قال حضرت العید مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلاۃ فمن احب ان یجلس للخطبۃ فلیجلس ومن احب ان یذھب فلیذھب میں عید میں حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا حضور نے نماز عید پڑھائی پھر فرمایا ہم نماز تو پڑھ چکے اب جو سننے کے لیے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے چلا جائے اگر ثمّ کا خیال نہ بھی کیجیے تو یہ کلام نماز وخطبہ کے درمیان فاصل تھا تو ہمیشہ اتصال حقیقی ہونا باطل ہوا اور خطبہ ومعاودت میں تو فصل کثیر اسی حدیث ثم سے ثابت جو عنقریب گزری جس کی ایک روایت بخاری ومسلم وابوداؤد ونسائی کے یہاں یوں ہے صلی (یعنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) ثم خطب ثم اتی النساء ومعہ بلال فوعظھن وذکرھن وامرھن بالصدقۃ فرایتھن یھوین بایدیھن یقذفنہ فی ثوب بلال ثم انطلق ھو وبلال الی بیتہ یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر بعدہ خطبہ فرمایا پھر بعد ازاں صفوف زنان پر تشریف لاکر انھیں وعظ وارشاد کیا اور صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ بی بیاں اپنے ہاتھوں سے گہنا اُتار اُتار کر بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کا شانۂ نبوت کو تشریف فرما ہوئے دیکھو خطبہ کے کتنی دیر بعد معاودت ہوئی یہ وعظ وارشاد کہ بی بیوں کو فرمایا گیا جزء خطبہ نہیں بلکہ اُس سے جدا ہے صحیحین میں روایت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما صاف فرمائی ہے کہ ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی اللہ صلی اللہ

---

[1] اقول یہ حدیث صحیح ہے رواہ ابوداود عن محمد بن الصباح البزار صدوق والنسائی عن محمد بن یحیی بن ایوب ثقۃ وابن ماجۃ عن ھدیۃ بن عبدالوھاب صدوق وعمرو بن رافع البجلی ثقۃ ثبت کلھم قالوا ثنا الفضل بن موسی ثقۃ ثبت ثنا ابن جریج عن عطاء وھما ما ھما عن عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالٰی عنہما لہ ولابیہ صحبتہ فصویب وتس وابن معین ارسالہ غیر متاثر عندنا بعد ثقۃ الرجال فالحدیث صحیح علی اصولنا ۱۲ منہ

تعالیٰ علیہ وسلم نزل فاتی النساء فذکرھن الحدیث یعنی پھر بعد نماز حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اُتر کر بی بیوں کے پاس تشریف لائے اور اُنھیں تذکیر فرمائی۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں ناقل ھذہ الروایۃ مصرحۃ بان ذلک کان بعد الخطبۃ امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں۔ انما نزل الیھن بعد فراغ خطبۃ العید پس بحمد اللہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ و مہر نیمروز کی طرح روشن ہوا کہ اس تقریر سے عدم دعا کا ثبوت چاہنا محض ہوس خام اور اس محمل پر یہ کلام خود باطل و بے نظام والحمد للہ ولی الانعام۔ اب (محمل دوم) کی طرف چلیے جس کا یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعا مانگنا مذکور نہ ہوا **اقول** یہ حضرات مانعین کے لیے نام کو بھی مفید نہیں سائل نے اس فعل خاص بخصوصیت خاصہ کا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدور پوچھا تھا کہ کس طور پر ہوا۔ اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے نہ گزری مگر اسے عدم جواز کا فتوٰی جان لینا محض جہالت بے مزہ (اولا) عید اول میں گزرا کہ حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دعا کا ثبوت فعل بتارہی ہے (ثانیا) ثبوت فعلی نہ ہو تو قولی کیا کم ہے بلکہ من وجہ قول فعل سے اعلٰی واتم ہے۔ اب عید اول کی تقریریں پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد نماز عید خود رب مجید جل وعلا کا اپنے بندوں سے تقاضائے دعا فرمانا بتارہی ہے اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے اگر کہیے وہ حدیث ضعیف ہے **اقول** فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی ووافی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول خود مجیب کے آخر جلد دوم کے فتاوے میں ہے۔ حدیث ضعیف برائے استحباب کافی ست چنانچہ ابن ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسند والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع اھ انتہے (ثالثا) جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز و استحباب ہے تو ہر فرد کے لیے جداگانہ ثبوت قولی یا فعلی کی اصلا حاجت نہیں کہ باجماع واطباق عقل ونقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری وساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ماہیت کلیہ یا فرد منتشر کا جہاں وجود ہو حکم کا ورود ہو اور فردیت بے خصوصیت محال اور وجود عینی وتعین متساوق تو جس قدر خصوصیات وتعینات معقول ہوں سب بالیقین اسی حکم مطلق میں داخل جب تک کسی خاص کا استثنا شرع مطہر سے ثابت نہ ہو اس قاعدہ جلیلہ کی تحقیق مبین حضرت خاتم المحققین امام المدققین حجۃ اللہ فی الارضین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں افادہ فرمائی من شاء فلیتشرف بمطالعتہ یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرت وہابیہ کے امام ثانی ومعلم اول میاں اسمٰعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں در باب مناظرہ درتحقیق حکم صورت خاصہ کسے کہ دعوے جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مبحوث عنہا می نماید ہمانست متمسک باصل کہ در اثبات دعوے خود حاجت بدلیلے ندارد و دلیل او ہماں حکم مطلق ست وبس (رابعا) ہم صدر جواب میں حضرت ائمہ تابعین سے اس دعا کا ثبوت روایت کر آئے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہونے کو مانعین کس منہ سے منع ٹھہرا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک تشریع احکام تابعین تک باقی رہتی اور اُن کے بعد منقطع ہوتی ہے پھر قرن اول سے عدم ثبوت کیا مضر ومنافی ہے (خامسا) ہر عاقل جانتا ہے کہ ادعائے عدم ثبوت میں قابل جزم وتصدیق صرف عدم وجدان قائل ہے اور عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں خصوصاً ابنائے زماں میں۔ اور امر واضح ہے اور سبر فاضح۔ اور گزرا اشارہ اور

آئے گا دوبارہ ہم نے اس کا کچھ بیان اپنے رسالہ صفائح اللجین وغیرہا میں لکھا یہاں اتنا ہی بس ہے کہ خود مجیب اپنی کتاب المسمّٰی المشکوٰۃ فی رد المذہب الماثور میں لکھتے ہیں نفی رویت سے نفی وجود لازم نہیں نظائر اس کے بکثرت ہیں کم نہیں منجملہ اُن کے حدیث عائشہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسبح سبحۃ الضحی وانی لاسبحہا انتہی حالانکہ اُس سے نفی وجود لازم نہیں ہے باحادیث متکاثرہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا صلاۃ الضحی ادا کرنا ثابت ہے اسی وجہ سے جلال الدین سیوطی رسالہ صلاۃ الضحی میں لکھتے ہیں الخ۔ جب ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے نزدیک عدم ثبوت علم ثبوت واقعی کو مستلزم نہ ہوا تو زید وعمرو دمن و توکس شمار و قطار میں ہیں (سادسا) عدم ثبوت مان بھی لیں تو اس کا صرف یہ حاصل کہ منقول نہ ہوا پھر عقلاء کے نزدیک عدم نقل نقل عدم نہیں یعنی اگر کوئی فعل بخصوصہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا کبھی نہ ہو امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں عدم النقل لا ینفی الوجود خود مجیب اپنی سعی مشکور میں تنزیہ الشریعۃ امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں عدم الثبوت لا یلزم منہ اثبات العدم (سابعا) خادم حدیث جانتا ہے کہ بارہا رواۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا ممکن کہ یہاں بھی بربنائے اشتہار حاجت ذکر نجانی ہو اس اشتہار کا پتا اس حدیث صحیح سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دعا کا رواج تھا تو ظاہرا انھوں نے یہ طریقہ انیقہ صحابہ کرام اور صحابہ کرام نے حضور سید الانام علیہ علیہم الصلاۃ والسلام سے اخذ کیا حضرات مانعین اگر دیانت پر آئیں تو سچ سچ بتادیں گے کہ عیدین کے قعدہ اخیرہ میں خود بھی دعا و درود پڑھتے اور اُسے جائز و مستحب جانتے ہیں اس کی خاص نقل حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دکھا دیں یا اپنے بدعتی ہونے کا اقرار کریں۔ اور اگر فرائض پر قیاس یا اطلاقات سے تمسک کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طرق نامقبول ٹھہرتے ہیں۔ واللہ الموفق (ثامنا) نقل عدم بھی سہی پر وہ نقل منع نہیں اللہ عزوجل نے یہ فرمایا ہے کہ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو یہ نہیں فرمایا کہ ما فعل الرسول فخذوہ ومالم یفعل فانتھوا رسول جو کرے کرو اور جو نہ کرے اُس سے بچو کہ شرعًا یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں۔ امام الوہابیہ کے عم نسب و پدر علم و جد طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر (تاسعا) اگر مجرد عدم نقل یا عدم فعل مستلزم ممانعت ہو تو کیا جواب ہوگا شاہ ولی اللہ اور اُن کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحبزادے شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفہ میاں اسمٰعیل اور اُن کے پیر سید احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب اور عمائد سلسلہ مرزا مظہر صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب وغیرہم سے جنھوں نے اذکار و اشغال و اوراد وغیرہا کے صدہا طریقے احداث و ایجاد کیے اور اُن کے محدث و مخترع ہونے کے خود اقرار لکھے پھر انھیں سبب قرب الٰہی و رضائے ربانی جانا کیے اور خود عمل میں لاتے اوروں کو اُن کی ہدایت و تلقین کرتے رہے شاہ ولی اللہ قول الجمیل میں لکھتے ہیں لم یثبت تعین الاداب ولا تلک الاشغال مرزا جان جاناں صاحب مکتوب ۱۱ میں فرماتے ہیں ذکر جہر یا کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات باطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ

رواج یافتہ از کتاب وسنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام واعلام از مبدء فیاض اخذ نمودہ اند شرع ازاں ساکت ست وداخل دائرہ اباحت وفائدہ دراں متحقق وانکار آں ضرور نے فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ انھار الانوار من یم صلاۃ الاسرار ۱۳۰۵ھ میں ذکر کی وباللہ التوفیق (عاشرا) ان سب صاحبوں سے درگزریے خود وہ عالم جن کا فتوٰی اس مسئلہ میں تمھارا مبلغ استناد ومنتہائے استناد ہے یعنی مولوی لکھنوی مرحوم اُنھیں کے فتاوے کی تصریحات جلیہ تصحیحات قویہ دیکھیے کہ اُنکے اصول وفروع کس درجہ تمھارے فروع واصول کے قالع وقامع ہیں پھر ان مسائل میں اُن کا دامن تھامنا چراغ خرد کا صرصر جہل سے سامنا عقل وہوش سے لڑائی ٹھاننا نافع ومضر میں فرق نہ جاننا نہیں تو کیا ہے میں یہاں اُن کی صرف وہ عبارتیں نقل کروں گا جو حضرات وہابیہ کے اسی مغالطہ عامۃ الورود یعنی حدوث خصوص اور قرون ثلثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننے کی قاطع وفاضح ہیں اور وہ بھی صرف اسی مجموعہ فتاوے نہ اُن کے دیگر رسائل سے تاکہ سب پر ظاہر ہوجائے کہ باکہ باختہ عشق درشب دیجور پھر ان میں بھی قصد استیعاب نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا بعض مفید ضوابط واصول اور بعض میں فروع قاطعۂ اصول فضول واللہ المستعان علی کل جہول (الاصول) عبارت ۱ مجموعہ فتاوی جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر علامہ سید شریف کے حواشی مشکوۃ سے استناداً نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد کی شرح میں ارشاد فرمایا المعنی ان من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاھر او خفی ملفوظ او مستنبط فھو مردود علیہ انتھی یعنی حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کے لیے قرآن وحدیث میں ظاہر یا پوشیدہ صراحۃً یا استنباطاً کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے۔ تو صاف ثابت ہوا کہ قرون ثلثہ سے ورود خصوصیت ضرور نہیں بلکہ عموم واطلاق اباحت میں دخول بسند کافی ہے کماھو مذھب اھل الحق عبارت ۲- اُسی کے صفحہ ۵۷ پر امام ابن حجر مکی کی فتح مبین شرح اربعین سے ناقل المراد من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ ما ینافیہ اولا یشھد لہ قواعد الشرع والادلۃ العامۃ انتھی یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ وہی نو پیدا چیز بدعت سیئہ ہے جو دین وسنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق ودلائل عموم تک اُس کی گواہی نہ دیں عبارت ۳ اُسی صفحہ میں خود لکھتے ہیں گمان نبری کہ استحسان شرعی صفت آں مامور بہ است کہ صراحۃً در دلیلے از دلائل اربعہ امر باو وارد شدہ باشد بلکہ استحسان صفت ہر مامور بہ است خواہ صراحۃً مرباو وارد شدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش یافتہ شدہ باشد عبارت ۴ صفحہ ۵۸ پر لکھا ہر محدثیکہ وجودش بخصوصہ در زمانے از ازمنہ ثلثہ نباشد لیکن سندش در دلیلے از دلائل اربعہ یافتہ شود ہم مستحسن خواہد شد مثل بلیغی کہ بنائے مدارس الخ عبارت ۵ صفحہ ۵۳۱ کتب فقہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمنہ سابقہ میں اُن کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اُس کے جواز کا دیا گیا (الفروع) عبارت ۶ صفحہ ۶۲ اگر تسلیم کنم کہ ذکر مولد در ازمنہ ثلثہ نبود ونہ از مجتہدین حکم او منقول شد لیکن چوں در شرع ایں قاعدۂ ممہد شدہ است کل فرد من افراد نشر العلم فھو مندوب وذکر مولد نیز زیرا کہ نشست لابد حکم مندوبیت او دادہ خواہد شد عبارت ۷ صفحہ ۲۹۸ بعد

دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن جو شخص بقصد ثواب بدون اعتقاد سنیت پڑھے گا وہ ثواب پائے گا کیونکہ حدیث میں وارد ہے الصلاۃ خیر موضوع فمن شاء فلیقلل ومن شاء فلیکثر **اقول** سائل نے پوچھا تھا اصل اس کی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور ان میں بعض کے لیے ثبوت خاص احادیث سے نظر فقیر میں حاضر مگر کلام رد خیالات وہابیت میں ہے وہو حاصل عبارت ۸ صفحہ ۲۹۴ الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت و توبہ سامعین ہوئے تو امید ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرون ثلثہ میں نہیں الخ۔ عبارت ۹ مجموعہ فتاوی جلد دوم صفحہ ۱۷۰ کسیکہ می گوید کہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند قولش قابل اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و ناواقفیت است از احوال اولیاء و از معنے توحید وجودی و شہودی و شاعری کہ ذم ہر دو فرقہ ساختہ قابل ملامت است واللہ اعلم ذرا تقویۃ الایمان کی بالاخوانیاں یاد کیجیے۔ عبارت ۱۰ صفحہ ۲۱۴ فی الواقع شغل برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت ہاں افراط و تفریط اس میں منجر ضلالت کی طرف ہے۔ تصریح اس کی مکتوب مجدد الف ثانی میں جا بجا موجود ہے واللہ اعلم سبحن اللہ وہ عالم کہ تمہارے مذہب نامہذب پر معاذ اللہ صراحۃً مشرک و مجوز شرک ہو چکا اس پر اعتماد اور اس کے فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں روا۔ عبارت ۱۱ اسی کی جلد سوم صفحہ ۵۰ میں ہے سوال وقت ختم قرآن در تراویح سہ بار سورۂ اخلاص بخوانند مستحسن است یا نہ جواب مستحسن است عبارت ۱۲ صفحہ ۱۲۵ اما جمع میان تکلم بالفاظ سلام و دست برداشتن و بر سر یا سینہ نہادن پس ظاہراً لاباس بہ است عبارت ۱۳ صفحہ ۱۲۷ سوال بسم اللہ نوشتن بر پیشانی میت از انگشت درست یا نہ جواب درست است عبارت ۱۴ صفحہ ۱۳۳ سوال قیام وقت ذکر ولادت باسعادت کے جواب میں قیام بالقصد کا قرون ثلثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے قیام نہ کرنا نقل و تحریر کرکے لکھتے ہیں لیکن علمائے حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا قیام می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالٰی در رسالہ مولد می نویسند وقد استحسن القیام عند ذکر مولدہ الشریف ائمۃ ذوو روایۃ و رویۃ فطوبی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ انتہی یعنی ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرنے کو ان اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحب روایت و درایت تھے تو خوشی و شادمانی ہو اسے جس کی نہایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب لکھنوی حرمین طیبین کی مجالس متبرکہ میں اپنا حاضر و شریک ہونا بیان کرتے اور انہیں مجالس متبرکہ لکھتے ہیں حالانکہ بشہادت مجیب و مشاہدہ تواتر ان مجالس ملائک مآنس کا قیام پر مشتمل ہونا یقینی۔ مجیب موصوف اسی جلد فتاوے صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں در مجالس مولد شریف کہ از سورۂ والضحی تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورہ تکبیر می گویند راقم شریک مجالس متبرکہ بودہ ایں امر را مشاہدہ کردہ ام ہم در مکہ معظمہ و ہم در مدینہ منورہ و ہم در جدہ۔ عبارت ۱۵ طرفہ یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں سوال پارچۂ جھنڈۂ سالار مسعود غازی در مصرف خود آرد یا تصدق نماید جواب ظاہراً در استعمال

بارے چہ مذکور بصرف خود وجہی کہ موجب بزہ کاری باشد نیست واولٰی آنست کہ بمساکین وفقراء دہد۔ ذرا حضرات مخالفین اس اولٰی آنست کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر منطبق فرمائیں ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اس قسم کے کلام رسائل و مسائل مجیب میں بکثرت ملیں گے وفیما ذکرنا کفایۃ واللہ سبحٰنہ ولی الھدایۃ **بحمد اللہ** جواب اپنے منتہٰی کو پہنچا اور تحقیق حق تا دنظ علیا اب نہ رہا مگر سعی مانعین کا وہ پہلا رونا یعنی عوام کا بعد نماز فرائض بھی دعا سے دستکش ہونا یہاں اگر میں نقل احادیث پر آتروں تو ایک مستقل رسالہ املا کروں مگر بحکم ضرورت صرف مولوی عبدالحی صاحب کا ایک فتوے ملخصاً نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کے امام اعظم نذیر حسین دہلوی کی بھی مہر ہے مجموعہ فتاوٰے جلد دوم صفحہ ۱۰۰ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ ایں دیار است ہرچند فقہا مستحسن می نویسند واحادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد در یں خصوص ہم حدیثے وارد ست یا نہ بینوا توجروا **ھوالمصوب** دریں خصوص نیز حدیثے وارد ست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق بن السنی در عمل الیوم واللیلہ می نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال مامن عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلٰوۃ ثم یقول اللھم الٰھی والٰہ ابراھیم واسحٰق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسألک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الاکان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین واللہ اعلم۔

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

الجواب صحیح ویؤیدہ مارواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث فثبت بعد الصلٰوۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما لایخفی علی العلماء الاذکیاء

محمد
سید
نذیر حسین

لطیفہ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے وہابیہ کے اس خیال ضلال کے رد وابطال کو کہ جو کچھ بخصوصہ قرون ثلثہ سے منقول نہیں ممنوع ہے مجیب کی پندرہ عبارتیں نقل کیں مگر لطف یہ ہے کہ خود وہی فتوے جس سے یہاں انھوں نے استناد کیا اس خیال کے ابطال کو بس ہے مجیب کی عادت ہے کہ شروع جواب میں **ھوالمصوب** لکھتے ہیں یہی لفظ اس فتوے کی ابتدا میں بھی لکھا کما سمعت نصہ اب حضرات مخالفین ثابت کر دکھائیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صحابہ کرام وتابعین عظام علیہم الرضوان اللہ جل وعلا کو مصوب کہا کرتے ہوں خصوصاً بحالیکہ اسمائے الٰہیہ توقیفی ہیں واذقد بلغنا الی ذکر التوقیف وقف القلم وکان ذٰلک للیلۃ

بقیت من اوسط عشرات شعبان المعظم سنۃ الف و ثلثمائۃ وسبع من ھجرۃ سید العالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والحمد للہ علٰی ما الھم والصلٰوۃ والسلام علی الرسول الاعظم واٰلہ وصحبہ سادات الامم واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ - بنارس محلہ کندی گر ٹولہ مسجد بی بی راجی شفاخانہ از مولوی عبدالغفور صاحب ۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

بخدمت لازم البرکۃ جامع معقول ومنقول حاوی فروع واصول جناب مولٰنا مولوی احمد رضا خاں صاحب مدا اللہ فیضانہ از جانب خادم الطلبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد کچھ مسائل میں یہاں درمیان علما کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکۃ ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں (۱) زید کہتا ہے نماز عیدین صحرا میں پڑھنی سنت ہے لیکن شہر میں بھی جائز ہے جس شخص نے نماز مذکور شہر میں پڑھی نماز اُس کی ضرور ادا ہوئی البتہ ترک سنت اُس نے کیا اور ثواب سنت سے محروم رہا عمرو کچھ روز تک قائل تھا نماز عیدین شہر میں جائز نہیں مگر چند روز سے بذات خود یا بوجہ تعلیم کسی غیر کے کہتا ہے گو نماز مذکور شہر میں جائز ہے لیکن پڑھنے والے گنہگار ہوں گے (۲) زید کہتا ہے نماز عیدین مسجد پختہ چھت دار کے اندر جو صحرا میں واقع ہے پڑھنے سے ثواب صحرا میں پڑھنے کا نہ ملے گا عمرو کہتا ہے گو مسجد پختہ چھت دار ہے مگر چونکہ صحرا میں واقع ہے لہذا ثواب صحرا میں پڑھنے کا ملے گا ان سب مسائل میں قول زید کا صحیح ہے یا عمرو کا۔ بینوا توجروا!

الجواب

(۱) قول زید صحیح ہے عامہ کتب مذہب متون وشروح وفتاوٰی میں تصریح ہے کہ نماز عیدین بیرون شہر مصلّٰی یعنی عیدگاہ میں پڑھنی مندوب ہے مستحب ہے افضل ہے مسنون ہے فرض نہیں کہ شہر میں ادا ہی نہ ہو واجب نہیں کہ شہر میں پڑھنا مطلقاً گناہ ہو نقایہ وکنز ووافی وعزر واصلاح وملتقی وغیرہا متون میں بلفظ ندب وقایہ میں بلکہ حبب ہدایہ میں بلفظ یستحب تعبیر فرمایا مرقاۃ شرح مشکوۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے الافضل اداؤھا فی الصحراء فی سائر البلدان وفی مکۃ خلاف۔ متن تنویر وفتح القدیر ودرر وہندیہ ومضمرات وبنازیہ وغنیہ وخانیہ وخلاصہ وخزانۃ المفتین وفتاوٰی ظہیریہ وغیرہا میں ہے الخروج الیھا سنۃ۔ بحر میں ہے التوجہ الی المصلی مندوب کما افادہ فی التجنیس وان کانت صلٰوۃ العید واجبۃ حتی لو صلی العید فی الجامع ولم یتوجہ الی المصلی فقد ترک السنۃ شرح نقایہ قہستانی میں ہے الخروج الیہ یندب وان کان الجامع یسعھم فالخروج لیس بواجب۔ غنیہ میں جامع الفقہ ومنیۃ المفتی وذخیرہ سے ہے یجوز اقامتھا فی المصر وفنائہ فی موضعین فاکثر وبہ قال الشافعی واحمد ہاں جو سنت مؤکدہ ہو اور کوئی شخص بلا ضرورت بے عذر براہ تہاون وبے پروائی اُس کے ترک کی عادت کرلے اُسے ایک قسم اثم لاحق ہوگی نہ ترک سنت بلکہ اُس کی کم قدری وقلت مبالات کے باعث فی شرح المنیۃ للعلامۃ ابراھیم الحلبی لایترک رفع الیدین عند التکبیر لانہ سنۃ مؤکدۃ ولو اعتاد ترکہ یاثم لا لنفس الترک بل لانہ استخفاف وعدم مبالاۃ بسنۃ واظب علیھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدۃ عمرہ اما لو ترکہ بعض الاحیان من غیر اعتیاد فلا یاثم وھذا مطرد فی جمیع السنن المؤکدۃ اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (۲) عمرو کا قول صحیح ہے اور زید کا دعوٰی بھی وجہ سمت رکھتا ہے اگر صحرا سے اُس کی مراد فضائے خالی ہو **اقول** وباللہ التوفیق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ نماز عیدین بیرون شہر

جنگل میں ہو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام وشوکت وکثرت مسلمین رکھی ہے یہ بات نفس خروج واجتماع سے
حاصل اگرچہ صحرا میں کوئی عمارت بنالیں پس قول عمرو کہ جب مسجد صحرا میں ہے تو بیرون شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل ہانہیں صحیح
ہے دوم سنت سنت کہ تکمیل وتاکید اصل سنت کے لیے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادہ اظہار شعار وشوکت ہے
مسجد عیدگاہ واقع صحرا میں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار وصلاۃ فی الصحرا کا ثواب حاصل مگر صلاۃ فی الفضا میں اتباع اتم ہو جو ثواب
از یدہے وہ نہ ہوا جبکہ جانب تعمیر کسی مصلحت شرعیہ سے مترجح نہ ہو اس معنی پر قول زید بھی رد بصحت ہے زمانۂ اقدس حضور پر نور سید عالم
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر کما فی
للمقصد التاسع من المواھب مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر کما فی الزرقانی عن فتح الباری عن عمر بن
شبہۃ فی الاخبار المدینۃ عن ابی غسان الکنانی صاحب مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ سنن ابن ماجہ وصحیح ابن خزیمہ ومستخرج اسمٰعیلی میں
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یغدو الی المصلی فی یوم عید والعنزۃ
تحمل بین یدیہ فاذا بلغ المصلی نصبت بین یدیہ فصلی الیھا وذلك ان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتر بہ اب صدہا
سال سے اُس کا احاطہ بن گیا علامہ سید نور الدین سمہودی قدس سرہ استظہار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانۂ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز
رضی اللہ تعالٰی عنہ میں تعمیر ہوئی کما فی کتابہ قدس سرہ فی تاریخ طیبۃ الطیبۃ صلی اللہ تعالٰی علی طیب الطیب طیبہا
بطیبہ والہ الطائب وبارك وسلم اور واقعی جب امیر المومنین ممدوح نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ
کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہوا اُن سب کی بھی تعمیر جدید خواہ تجدید
فرمائی کما یستفاد من عمدۃ القاری للعلامۃ الامام البدر محمود العینی عن عمر بن شبہۃ عن ابی غسان عن غیر واحد
من اھل العلم علمائے کرام کہ عیدین کے لیے مصلی کو جانا مسنون ومستحب بتاتے ہیں وہی یہ بھی بحث فرماتے ہیں کہ مصلائے عید
جمیع احکام میں مسجد ہے یا صرف بعض میں اور اُس میں بول وبراز ووطی جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی مگر بانی
نے یہ عمارت اس لیے نہ بنائی بحر الرائق میں ہے اختلفوا فی مصلی الجنازۃ والعید فصحح فی المحیط فی مصلی الجنازۃ انہ لیس لہ
حکم المسجد اصلا وصحح فی مصلی العید کذلك الا فی حق جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف وفی النھایۃ وغیرھا
والمختار للفتوی فی المسجد الذی اتخذ لصلاۃ الجنازۃ والعید انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف
رفقا بالناس وفیما عدا ذلك لیس لہ حکم المسجد اھ وظاھر ما فی النھایۃ انہ یجوز الوطء والبول والتخلی فی مصلی الجنائز
والعید ولا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلك فینبغی ان لا تجوز ھذہ الثلثۃ وان حکمنا بکونہ غیر مسجد وانما
تظھر فائدتہ فی بقیۃ الاحکام التی ذکرناھا وفی حل دخولہ للجنب والحائض اھ جواہر الاخلاطی فصل فی العیدین میں ہے
لو کان محراب المصلی عشرۃ اذرع وصف القوم مائۃ ذراع ولا تتصل الصفوف جازت صلاۃ الکل جامع الرموز میں ہے
المصلی محوط بالفناء صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا باب العلم بالمصلی یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لیے

کوئی علامت امام بدر محمود نے اس علامت میں عمارت مصلے کو بھی داخل فرمایا عمدۃ القاری میں ہے ص باب العلم الذی بالمصلی ش ای ھذا باب فی بیان العلم الذی ھو بمصلی العید والعلم بفتحتین ھو الشیئ الذی عمل من بناء او وضع حجر او نصب عمود ونحو ذلك لیعرف بہ المصلی بالجملہ تعمیر عیدگاہ کا جواز ظاہر اگرچہ افضل فضائے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعۃ کی تصحیح پر نظر کیجیے (کہ انھوں نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً بلاد ہندوستان میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یوہیں رکھیں تو آدمی جانور جنب حائض سب اُس میں چلیں گے پیشاب کریں گے مسجد کی بے حرمتی ہوگی علامہ شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں ذکر الصدر الشہید المختار للفتوی فی الموضع الذی یتخذ لصلاۃ الجنازۃ والعید انہ مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس وفیما عدا ذلك لیس لہ حکم المسجد کذا ذکرہ الامام المحبوبی اھ ذکرہ الکاکی ومثلہ فی فتح القدیر ویخالفہ ما قالہ تاج الشریعۃ والاصح انہ ای مصلی العید یاخذ حکمہا ای المساجد لانہ اعد لاقامۃ الصلاۃ فیہ بالجماعۃ لاعظم الجموع علی وجہ الاعلان الا انہ ابیح ادخال الدواب فیہا ضرورۃ الخشیۃ علی ضیاعہا وقد یجوز ادخال الدواب فی بقعۃ المساجد لمکان العذر والضرورۃ اھ فقد اختلف التصحیح فی مصلی العید واتفق فی مصلی الجنازۃ اس قول پر زمانۂ اقدس میں عمارت نہ ہونا وارد نہ ہوگا کہ مدینہ طیبہ میں روز اول سے بحمداللہ تعالٰی اسلام ہی حاکم اسلام ہی غالب ہے عہد اطہر کے حضرات میں آداب شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے جمہور ائمہ ترجیح اگرچہ اس تصحیح کے خلاف پر ہیں تاہم قول صحیح ہے اور خلاف علما کا لحاظ بالاجماع مستحب اگرچہ غیر مذہب میں ہو نہ کہ خود اپنے مذہب میں خلاف تو وہی باختلاف تصحیح بہرحال اس قدر میں شك نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جگہ صحرا سے نکل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اُس میں نماز صحرا ہی میں نماز رہے گی اور نماز صحرا کا ثواب ہاتھ سے نہ جائے گا تو قول عمرو واضح الصحۃ ہے ھذا کلہ ما ظھر لی والعلم بالحق عند العلیم العلی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ - مسئولہ مولوی رحیم بخش صاحب از آرہ شاہ آباد مدرسہ فیض الغربار ۲۰ محرم ۱۳۳۲ھ

علمائے دین ان سوالوں میں کیا فرماتے ہیں ۱ نماز عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبۂ اول و دوم کے درمیان تحریک چندہ اور کسی (مسلمان جج) کی مدح وثنا خوشامد وغیرہ (مثلاً امام نے جج کو قاضی وقت وقاضی شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (جج) صاحب کے ہوتے مجھے نماز پڑھانے کا حق نہ تھا لہذا ان کی اجازت سے نماز پڑھاتا ہوں) قرآن حدیث اجماع مجتہد وتعامل علمائے فقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں ۲ ثابت نہ ہونے کی صورت میں نماز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوئی یا نہیں ۳ امامت جمعہ وعیدین وامامت نماز پنجگانہ کا حکم ایك ہی ہے یا فرق ہے ۴ قاضی شرع کسے کہتے ہیں قاضی کے شرائط کیا ہیں جج شرعی قاضی ہے یا نہیں اگر ہے تو ہر جج یا صرف مسلمان جج اگر صرف مسلمان جج تو کیوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

۱ چندہ کی تحریك اگر کسی امر دینی کے لیے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت ہے اور خود حدیث میں ثابت ہے ایك بار

خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و مسکنت میں تھے حاضرین سے ارشاد فرمایا تصدقوا صدقہ دو ایک صاحب نے ایک کپڑا دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا پھر ارشاد فرمایا تصدقوا صدقہ دو یہ مسکین جن کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اُٹھے اور اُن دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم کہ تصدقوا حاضرین کے لیے عام ہے اور میں بھی حاضرین میں ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کرسکتا ہوں اُن کو اس سے باز رکھا گیا تو تمھارے ہی لیے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کو مگر ہندوستان میں تحریک چندہ اگرچہ کیسے ہی ضروری کام کے لیے ہو زبان اردو میں ہوگی اور خطبہ میں غیر عربی کا خلط مکروہ و خلاف سنت ہے لہٰذا اُس وقت نہ چاہیے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خطبۂ عید تمام فرما کر گروہ نساء پر تشریف لے گئے اور اُن کو تصدق کا حکم فرمایا وہ اپنے زیور اُتار اُتار کر حاضر کرتی تھیں اور بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے دامن میں لیے تھے واللہ تعالٰی اعلم۔ جو قاضی خلاف احکام شرعیہ حکم کرتا ہو اگرچہ مسلمان ہو اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو ہرگز اُس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر پر خصوصاً خطبۂ جمعہ یا عیدین میں اُس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالہا علی المحرم اور اگر خطبۂ جمعہ میں ہو تو اس کی کراہت نماز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرائط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے ہاں عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ نہ اُس کی شرط نہ اُس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنت مستقلہ ہے خطبہ کی کراہت نماز کی طرف سرایت نہ کرے گی یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دین ہے اور منبر کہ خاص مسند سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطلقاً مدح فاسق کی نسبت حدیث میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب واھتزلہ عرش الرحمٰن جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اُس کے سبب رحمٰن کا عرش ہل جاتا ہے واللہ تعالٰی اعلم شرعی احکام اور عرفی خیالات سے بہت تفاوت ہے شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکام الٰہیہ کے حکم کرے اگر خلاف حکم الٰہی حکم کرے تو اُس کی دو صورتیں ہیں ایک عمداً اور ایک خطأً عمداً کے لیے قرآن عظیم میں تین حکم ارشاد ہوئے کہ من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون ۝ اولئک ھم الظلمون ۝ اولئک ھم الکفرون قرآن مجید ایسے حکم کو فسق و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عناداً ہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم و فاسق اور اگر خطأً ہو تو اُس کی پھر دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا یہ صورت بھی حرام و فسق ہے صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں قاض فی الجنۃ وقاضیان فی النار ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں وہ کہ عالم و عادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصداً خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل یہ دونوں نار میں ہیں بوجہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اُس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابقت احکام ممکن نہیں تو مخالفت احکام پر قصداً راضی ہوا بلکہ اُس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جب بھی وہ مخالفت شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاقی مطابقت کا اعتبار نہیں ولہٰذا حدیث میں فرمایا من قال فی القراٰن برأیہ فاصاب فقد اخطأ جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو غلط کہا دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکام الٰہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی اس کی پھر دو صورتیں ہیں اگر وہ مجتہد ہے اور

اُس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس خطا پر اُس کے لیے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اُس نے کیا نافذ ہے اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیان زمانہ اور جد وجہد میں اُس نے کمی نہ کی اور فہم حکم میں اُس سے غلطی واقع ہوئی اور ہے پورا عالم اور اس عہدہ جلیلہ کے قابل تو اس کی یہ خطا معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں یہ سب احکام قاضیان سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لیے ہیں جو اسی کام کے لیے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الٰہیہ فیصلہ کریں بخلاف حال کی اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گڑھے ہوئے باطل قانون بھی خلط کیے ہیں اور قاضیوں کو اُن پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے اُن کی شناعت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے اُن اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضی شرع کہنا حلال نہیں ہوسکتا بلکہ اس کلمہ کی تہ میں جو خباثت ہے قائل اگر اُس پر آگاہ ہو اور اُس کا ارادہ کیے تو قطعاً خارج از اسلام ہوجائے کہ اُس نے باطل کا نام شرع رکھا و لہذا ائمہ کرام نے اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا ہے کہ من قال لسلطان زماننا عادل فقد کفر، ہمارے زمانہ کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے کہ وہ خلاف احکام الٰہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الٰہیہ عدل نہیں ہوسکتا عدل حق ہے تو اُسے عدل کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ خلاف احکام الہیہ حق ہے تو معاذ اللہ احکام الٰہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے بہر حال جو قاضی خلاف احکام الٰہیہ حکم کرتا ہو ہرگز قاضی شرع نہیں ہوسکتا جب قاضیان سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لیے کیے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں رہی رجسٹراری اُس میں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور اُنھیں رجسٹر پر چڑھانا اور اُن میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰکل الربوا و مؤکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اُس پر گواہیاں کرنے والوں پر اور فرمایا سب برابر ہیں جمعہ و عیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے امامت پنجگانہ میں صرف اتنا ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو بد مذہب نہ ہو فاسق معلن نہ ہو پھر جو کوئی پڑھاوے گا نماز بلاخلل ہوجائے گی بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ اُن کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا ماذون اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدر المختار وغیرہ دوسرا شخص اگرچہ کیسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ جمعہ مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے مگر سنت یہ ہے کہ نماز عیدین عیدگاہ میں چاہیے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ از کلکتہ مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نماز عید کی خبر دی جائے اہل اسلام کو اور وہ دعوی کرتا ہے اسلام کا اور اُس کو فرصت بہت ہے اگر وہ قصداً نہ آوے اُس کو کیا کیا جاوے۔ بینوا توجروا

الجواب

نمازِ عید شہروں میں ہر مرد آزاد تندرست عاقل بالغ قادر پر واجب ہے قادر کے یہ معنی کہ نہ اندھا ہو نہ لولا نہ لنجھا نہ قیدی نہ کسی ایسے مریض کا تیماردار ہو کہ یہ اُسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع رہ جائے نہ ایسا بوڑھا کہ چل پھر نہ سکے نہ اُسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا سچا خوف ہو نہ اُس وقت مینھ یا برف یا کیچڑ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جانا سخت مشقت کا موجب ہو فی التنویر تجب صلاتھما ای العیدین علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا سوی الخطبۃ اھ وفی جمعۃ الدرالمختار شرط لافتراضھا اقامۃ بمصر وصحۃ والحق بالمریض الممرض والشیخ الفانی وحریۃ وذکورۃ وبلوغ وعقل و وجود بصر وقدرتہ علی المشی وعدم حبس وخوف ومطر شدید ووحل وثلج ونحوھما اھ ملخصا فی ردالمحتار قولہ الممرض ھذا ان بقی المریض ضائعا بخروجہ فی الاصح حلیۃ وجوھرۃ قولہ وعدم خوف ای من السلطان او لص منح قال فی الامداد ویلحق بہ المفلس اذا خاف الحبس کما جاز لہ التیمم بہ قولہ ونحوھما ای کبرد شدید اھ ملتقطا توشخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں اقامت نماز عید بروجہ شرعی ہو پھر نہ پڑھے تو گنہگار اور شرعاً مستحق سزا و تعزیر ہوگا لارتکابہ معصیۃ لاحد فیھا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از رامپور متصل مرادآباد محلہ ملاظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ تکبیرات زوائد عیدین بکدام سال شروع شدہ اند وعلتش چہ بود۔

الجواب

تشریع نماز عید در سال اول از ہجرت ست فی الدر شرع فی الاولی من الھجرۃ واو معروف نشد در شرع مگر بر ہمیں نہج و وضع وحکمت در تکبیرات اظہار سرور دینی و امتثال قول او تعالٰی ست عزجلالہ ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ماھدٰکم ھذا فی عید الفطر و قولہ عزوجل لتکبروا اللہ علی ماھدٰکم وبشر المحسنین ھذا فی عید الاضحی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ سائل مذکور بالا۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلاعذر نماز عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکراہۃ جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب

نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روا رکھی ہے وہاں شرطِ عذر صرف نفی کراہت کے لیے نہیں بلکہ اصل صحت کیلئے ہے یعنی اگر بلاعذر روز اول نہ پڑھے تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں نہ یہ کہ مع الکراہۃ جائز ہو عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اُسے نماز عید اضحٰی سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دو روز کی تاخیر بوجہ عذر بلاکراہت اور بلاعذر بروجہ کراہت روا ہے فی الدرالمختار وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط واحکامھا احکام الاضحی لکن یجوز تاخیرھا الی اٰخر

ثالث ایام النحر بلا عذر مع الکراھۃ وبہ ای بالعذر ید ونھا فالعذر ھنا لنفی الکراھۃ وفی الفطر للصحۃ اھ ملخصا وفی نورالایضاح وشرحہ مراقی الفلاح کلاھما للعلامۃ الشرنبلالی توخر صلاۃ عید الفطر بعذر الی الغد فقط وقید العذر للجواز لا لنفی الکراھۃ فاذا لم یکن عذر لاتصح فی الغد اھ ملتقطا وفی مجمع الانھر للفاضل شیخی زادہ العذر فی الاضحی لنفی الکراھۃ وفی الفطر للجواز وفی شرح النقایۃ للشمس القھستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانۃ اھ وفی شرح المنیۃ الکبیر للعلامۃ الحلبی صلاۃ عید الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر اوبدونہ اما صلاۃ الفطر فلا تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول اھ وفی الفتاوی الخانیۃ ان فاتت صلاۃ الفطر فی الیوم الاول بعذر یصلی فی الیوم الثانی وان فاتت بغیر عذر لایصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر لایصلی بعد ذلک واما عید الاضحی ان فاتت فی الیوم الاول بعذر او بغیر عذر یصلی فی الیوم الثانی فان فاتت فی الیوم الثانی بعذر او بغیر عذر یصلی فی الیوم الثالث فان فاتت فی الیوم الثالث بعذر او بغیر عذر لایصلی بعد ذلک وفی الھندیۃ عن تبیین الامام الزیلعی العذر ھنا لنفی الکراھۃ حتی لو اخروھا الی ثلثۃ ایام من غیر عذر جازت الصلاۃ وقد اساؤا وفی الفطر للجواز حتی لو اخروھا الی الغد من غیر عذر لایجوز انتہی ومثلہ فی رمز الحقائق للعلامۃ العینی **بالجملہ** اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا اللھم الا ما رأیت فی جواھر الاخلاطی من قولہ اذا فاتت صلاۃ عید الفطر فی الیوم الاول بعذر او بغیرہ صلی فی الیوم الثانی ولم یصل بعدہ اھ فیظن ان یکون خلطا من الاخلاطی فانی رأیت لہ غیر ما مسئلۃ خالف فیھا الکتب المعتمدۃ والاسفار المعتبرۃ او یکون من خطأ الناسخ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ - کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عیدگاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ سے دو امام نے دو جماعت نماز پڑھائی اُن میں سے پہلے امام نے مع خطبہ کے نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز جائز ہوئی یا نہیں اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہوئی یا ایک کی اور اگر ایک جائز ہوئی تو پہلے کی یا ثانی کی اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز ہے یا ایک کی اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی۔ بینوا بحوالۃ الکتاب وتوجروا یوم الحساب

الجواب

اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عیدین میں خطبہ سنت ہے فرض وشرط نہیں تو اُس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا البتہ موجب اساءت وکراہت ہے فی الدرالمختار تجب صلاتھما علی من تجب علیہ الجمعۃ بشرائطھا المتقدمۃ سوی الخطبۃ فانھا سنۃ بعدھا فی ردالمحتار قال فی البحر حتی لو لم یخطب اصلا صح واساء لترک السنۃ فی التنویر تؤدی بمصر بمواضع اتفاقا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بدیعار بازار موضع قاضیہ گھول۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں (۱) جس جگہ میں عید کی نماز کے واسطے احتیاط

نہیں بلکہ پنج یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے اور باقی چھ ماہ بیل بکریاں اُسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقفی نہیں تو اس جگہ کو شرع میں عیدگاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اُس میں نماز عید کی درست ہے یا نہیں (۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں اور معانقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اُس نے نماز عید کے لیے وقف نہ کی تو وہ عیدگاہ نہ ہوگی فان مصلی العید عرفا ہو عادی الارض المقرر من جهة سلطان الاسلام او جماعة مسلمی البلد لصلاة العید او للملوك الموقوف لها من جهة المالك ہاں باجازت مالک اُس میں نماز درست ہے فانه لیس المسجد ولا الوقف من جهة شرائط صحة صلاة ما اصلا صلاة العید کانت او الجمعة او غیر ذلك كما نصوا علیه فی کتب المذهب واللہ تعالی اعلم (۲) بعد نماز عید مصافحہ و معانقہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مشتمل یا اُس کی طرف منجر نہ ہوں جیسے خوبصورت امرد اجنبی محل فتنہ سے معانقہ بلکہ مصافحہ بھی کہ بحالت خوف فتنہ اُس کی طرف نظر بھی مکروہ ہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ معانقہ کما فی الدرالمختار وغیرہ من معتمدات الاسفار وتفصیل المسائل موکول الی رسالتنا وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقماندہ دوسرے دن ادا کریں یا اب اُنھیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی اور قہستانی میں ہے اذا صلی الامام صلاته مع بعض القوم لا یقضی من فاتت تلك الصلاة عنه لا فی الیوم الاول ولا من الغد انتھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اللھم ھدایة الحق والصواب۔ صورت مستفسرہ میں جماعت باقماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے کہ عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً مسموع فی الدرالمختار وتؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط انتھی اور صلاۃ عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اُس میں خلاف ہے اور راجح جواز فی الدرالمختار تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرة اتفاقا اھ تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے کلام قہستانی وغیرہ اُس صورت میں ہے جب عامۂ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا ہدایہ کی تعلیل اُس پر صاف دلیل قال من فاتته صلاة العید مع الامام لم یقضھا لان الصلاة بھذہ الصفة لم تعرف قربة الا بشرائط لا تتم بالمنفرد اھ اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ابتداءً اس مسئلہ کو ایسے پیرایہ میں ادا فرمایا کہ وہم واہم راہ نپائے حیث یقول ولا یصلیھا وحدہ ان فاتت مع الامام اھ یونہی امام حافظ الدین ابو البرکات نسفی رحمہ اللہ تعالی کا اپنے متن وشرح وافی وکافی میں ارشاد ازالہ اوہام وایقاظ افہام کے لیے کافی ووافی

لم تقض ان فاتت مع الامام ای صلی الامام العید وفاتت من شخص فانہا لاتقضی لانہا ماعرفت قربۃ الابفعلہ علیہ الصلٰوۃ والسلام وما فعلہا الابالجماعۃ فلا تؤدی الابتلک الصفۃ اھ ملخصا علامہ بدرالدین محمود عینی رمزالحقائق میں فرماتے ہیں صلاہا الامام مع الجماعۃ ولم یصلہا ھو لا یقضیہا لافی الوقت ولابعدہ لانہا شرعت بشرائط لاتتم بالمنفرد اھ مستخلص میں زیر قول کنز لم تقض ان فاتت مع الامام لکھتے ہیں معناہ لولم یصل رجل مع الامام لایقضیہا منفردا یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کرچکا اور ان باقیماندہ میں کوئی مامور نہیں اقامت کون کرے فاضل محقق حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں اس طرف ناظر اذقال من فاتتہ الصلٰوۃ فلم یدرکہا مع الامام لایقضیہا لانہا لم تعرف قربۃ الابشرائط لاتتم بدون الامام ای السلطان اومامورہ اسی لیے فاضل سید احمد مصری اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں ای وقد صلاہا الامام اومامورہ فان کان مامورا باقامتہا لہ ان یقیمہا اھ **اقول** وقد یشیر الیہ تعریف الامام فی عبارۃ النقایۃ المذکورۃ وغیرہا کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام بہرطور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہوچکی باقیماندہ لوگوں کے لیے ممانعت تصور کرنا محض خطا **اقول** بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ میں جواز پر دال کہ اُس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کرچکے تو اُس روز بھی نہ پانے والے کو منع کرتے ہیں حیث قال لافی الیوم الاول ولا من الغد اور اوپر بیان ہوچکا کہ تعدد جماعت عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد و تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت شرح نقایہ کے یہ معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اُسکے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا مانند نماز جمعہ ہوجاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہوگئی باقی سب کی ناجائز کما فی الدر والمختار وبل الجمعۃ فالجمعۃ لمن سبق تحریمتہ تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے بیان کیے اور قاطع شغب یہ ہے کہ درمختار میں درصورت فوات مع الامام تصریح کی لوامکنہ الذھاب الی امام اٰخر فعل لانہا تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقا حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے لوقدر بعد الفوات مع الامام علی ادراکہا مع غیرہ فعل للاتفاق علی جواز تعددہا اھ دیکھو نص فرماتے ہیں کہ ایک امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حال عذر میں روز اول و دوم یکساں آج پڑھے گا تو کل کون مانع مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین و جمعہ کے لیے مقرر ہو اُسے بھی فوت ہوئی ہو کہ امامت کے لیے امام معین مل سکے اور اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

مسئلہ - از پیلی بھیت مدرسۃ الحدیث جناب مولٰنا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالٰی ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں (۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عیدگاہ بنالو یا بلا اجازت عیدگاہ بنانے کے فقط دوگانہ ادا کرنے کی اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں نماز کا ثواب اُسی قدر ملے گا جس قدر مسلمان کی وقف کردہ عیدگاہ میں ملتا ہے یا اُس سے کم (۲) اور صورت اولٰی میں اگر مسلمانوں نے عیدگاہ بنالی تو وہ وقف سمجھی جائے گی اور احکام عیدگاہ اُس کے لیے ثابت ہوں گے یا وہ زمین ملک حاکم پر باقی ہے اور وقف کے احکام جاری نہ ہوں گے

(۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گورمنٹی زمین پر نماز عید پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہوگئی یا نہیں (۴) مصلی اعنی عیدگاہ کے مفہوم میں اُس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ عیدگاہ ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ہاں اُتنا ہی ثواب ہے زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ عیدین کے سنن سے ہے نہ مستحبات سے سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو وقد کان المصلی فی زمنہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم و زمن الخلفاء الراشدین رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم من عادی الارض بغیر وقف ولا بناء (۲) صحراؤں جنگلوں کی اُفتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وہ اصل ملک خدا و رسول پر ہیں جل جلالہ وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث میں ہے عادی الارض للّٰہ ورسولہ رواہ البیھقی فی الشعب عن طاؤس عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما وقفا حاکم وقت نے جب اجازت دیدی اور استرداد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کردی وقف صحیح لازم ہوگئی احکام مصلی اُس پر جاری ہوں گے (۳) نماز بلاکراہت صحیح ہے لما مران الارض للّٰہ ورسولہ جل وعلا وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم (۴) محاط ہونا مفہوم مصلی میں داخل نہیں لما قدمنا ان الصلوۃ فی زمنہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم و زمن الخلفاء کانت فی ارض بیضاء بدون بناء ومافی القھستانی فلہ علی العادۃ الحادثۃ بناء قصد بہ التعریف لا اشتراط بناء واللّٰہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۔ قاضی عبدالحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجمیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عیدگاہ میں جبکہ مسلمانوں میں رنج ہو اور مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عیدین کی دونوں گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نماز وخطبہ ایک مسجد میں ادا کرسکتے ہیں یا نہیں جواب دو پروردگار اجر دے گا۔

الجواب

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت امامت کرسکتا ہے عیدین اور جمعہ کے لیے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون اور نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ وعیدین کے لیے مقرر کیا ہو ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لیے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو اُن میں امام مقرر نہیں ہے اُس کی اور اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف مذہب مثل حنفیت وشافعیت عذر نہیں ہوسکتا ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ اُن میں ایک گروہ سنّی اور دوسرا وہابی یا غیر مقلد تو اس صورت میں اُس امام اور اُس کے مقتدیوں کی نماز باطل محض ہے اور سنیوں پر لازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی وبس واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از شہر محلہ بازار صندل خاں مرسلہ ہدایت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید عید کی نماز سے پہلے دری کا کام کرتا رہا بکر نے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے اس لیے کہ اس نے جتنا کام قبل نماز کیا وہ ناجائز تھا آیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔

الجواب

بکر محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے ادائے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز نہ اس اجرت میں کوئی حرج ہے ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا اجرت پھر بھی حرام نہ تھی یہ تو حلت وحرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے متعلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ محنت کا اس دن کا اور دنوں سے امتیاز چاہیے اسی واسطے ہر گروہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں اور ضرورت ہو جب تو کوئی گنجائش کلام ہی نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ۔ نماز عید میں امام نے تکبیر تحریمہ کے بعد سورۂ فاتحہ شروع کی الحمد للہ رب العلمین کہنے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قرات شروع اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں۔

الجواب

پہلی صورت میں نماز نہ ہوئی دوسری میں ہوگئی ایسا شخص احق بالامامۃ نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۔ از پیلی بھیت محلہ بشیر محمد ۲۰ شوال ۱۳۳۷ھ مرسلہ حاجی حامد حسین صاحب وعزیز الدین صاحب۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نماز عید الفطر پڑھی بعد اس کے زید عیدگاہ کو گیا اور وہاں بکر امام تھا اس سے نماز پڑھاتے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہوگئی تب زید نے دوبارہ امام بن کر نماز عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہیے تھا یا نہیں آیا زید کی نماز جو اس نے بیشتر مقتدی ہو کر پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے اور دیگر مقتدیان کی نماز جنھوں نے زید کے پیچھے کہ جس نے دوبارہ حالت امام میں نماز پڑھائی ان کی نماز درست ہوئی یا نہیں۔

الجواب

زید کو امامت ہرگز جائز نہ تھی جن لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی ان میں جو ناواقف تھے ان کی نماز جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا درمختار میں ہے لایصح اقتداء مفترض بمتنفل ولا ناذر بمتنفل ردالمحتار میں ہے لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف ح واللہ تعالی اعلم

مسئلہ از سلہٹ ۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلے کے لوگ مسجد میں جمعہ وعید کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تغافل وتکاسل وقت معین میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لیے جھگڑا فساد لڑائی بر پا کرتے ہیں اب

سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اُس نے یہ امر کیا کہ تین بنگولہ جلانا مناسب ہے یکے بعد دیگرے اگر تیسرے بنگولے کے متصل کوئی حاضر نہ ہو تو جھگڑا لڑائی نہیں تب لوگ اس بات پر متفق ہو کر یہ عمل شروع کیا کہ عید کے دن تین بنگولے جلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطے اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں اب یہ بات جب دوسرے کوئی صاحب علم نے سنا تو کہا یہ آتشبازی فعل بدعت سیئہ محرمہ ہنود کا کام ہے وہ لوگ اپنے عیدوں تہواروں میں کیا کرتے ہیں ہرگز جائز نہیں۔

الجواب

فی الواقع یہ بدعت سیئہ ہے اور مشابہت کفار ہے اس سے بچنا واجب حدیث اذان میں اس کا فیصلہ ہو چکا نار و ناقوس وغیرہ سب رد کیے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلائے کلمۃ اللہ ہے اور عیدین کے لیے تو اذان کا بھی حکم نہیں احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دلوائی نہ اقامت کہلوائی صرف الصلاۃ جامعۃ دوبار پکارا جاتا ہے اسی پر اختصار کریں اور اس سے زائد ہرگز کچھ نہ ہو تغافل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسؤلہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب

عیدگاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

از تاراکاندی مدرسہ اسلامیہ پوسٹ پاکندیہ ضلع میمن سنگھ مسؤلہ محمد عبدالحفیظ صاحب مدرس اول تاراکاندی ۳ محرم ۱۳۳۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ دعا خواستن جائز است یا نہ برتقدیر اول دلیلش چہ بحوالہ کتب حنفیہ باظہار دلائل متعدد بیان فرمایند در بہشتی گوہر مصنفہ مولوی اشرف علی مرقوم است کہ باتباع سنت دعا مانگنے سے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔

الجواب

بہشتی گوہر و بہشتی زیور ہر دو تصنیف ہیچ کسے ست کہ ہمہ علمائے کرام حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً بالاتفاق تحریر فرمودہ اند کہ او مرتدست و آنکہ ہر کہ بر اقوال ملعونہ او مطلع شدہ در کفر او شک آرد خود کافرست و ایں کتابہا بر بسیاری از مسائل فاسدہ و اغلاط کاسدہ مشتمل و دیدن آنہا حرام و موجب ضلالت عوام و دعا بعد نماز عید باتباع سنت عامہ و آثار خاصہ جائز و مستحب است والتفصیل فی رسالتنا سرور العید فی حل الدعاء بعد صلاۃ العید واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ

از تین سوکیا ڈاکخانہ خاص ضلع ڈبروگڑھ ملک آسام مسؤلہ عبداللطیف ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں (۱) اگر تار کی خبر پر افطار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پانی کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبرگیری کے لیے ایسے موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں (۲) اور مسلم جماعت کے سردار پرہیزگار نے کہا آج تار کی

خبر سے افطار تو کرلیں گے اگر شرعاً جائز ہو لیکن ایسے تنگ وقت پڑھنے سے دور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے اب بغیر رضا سردار کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

(۱) تار کی تو خبر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاع اور لوگوں کا اجتماع متعذر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانھا تؤخر بعذر الی الغد کما نصوا علیہ۔ اور اگر شہر کے لیے وقت کافی ہے مگر دور دراز کے دیہات کو خبر جانا اور اُن لوگوں کا آنا نہیں ہوسکتا تو واجب ہے کہ عید آج کرلیں دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لیے تاخیر جائز نہیں کہ نماز عید الفطر کی تاخیر بلاعذر گناہ و ممنوع ہے اور دیہاتوں کا نہ آسکنا کوئی عذر نہیں کہ اُن پر نماز عید واجب ہی نہیں درمختار میں ہے تؤخر بعذر کمطر الی الزوال من الغد فقط والاضحی یجوز تاخیرھا الی اٰخر ایام النحر بلاعذر مع الکراھۃ وبالعذر بدونھا فالعذر ھنا لنفی الکراھۃ وفی الفطر للصحۃ ردالمحتار میں ہے قولہ بعذر کمطر دخل فیہ ما اذا لم یخرج الامام وما اذا غم الھلال فشھدوا بہ بعد الزوال او قبلہ بحیث لایمکن جمع الناس درمختار میں ہے تجب صلاتھما (ای العیدین) علی من تجب علیہ الجمعۃ ردالمحتار میں برہان شرح مواہب الرحمٰن سے ہے وجوبھا مختص باھل المصر واللہ تعالٰی اعلم (۲) اوپر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اُس پر عید کرکے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ سردار درکنار شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے ہاں اگر شرعی ثبوت ہوجاتا تو دیہاتوں کے لیے تاخیر ناجائز تھی اور دوسرے دن پڑھتے تو نماز ہی نہ ہوتی ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل ناجائز تھا اُسی روز نماز عید پڑھ لینی واجب ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ۔ از اُجین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلٰوۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد چہ می فرمایند علماء وفضلائے دین دریں مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ خواہ شہر باشد بجز عیدگاہ بشرط تکرار یا ہمیں در مساجد دیگر بگزارد درست ست یا ممنوع و برتقدیر قاضی فاسق نماز را ملک خود قرار دادہ نماز عید دیگر مساجد شہر را بجماعت حکام بند کنانیدہ دہد بدیں سبب کہ مردمان شہر پس من نماز ادا نمایند پس باقتدائے فاسق نماز درست ست یا نہ وحکم قضائے قاضی فاسق و پیروان او چیست بیان فرمایند بالتشریح بحوالہ کتب رحمہ اللہ اجمعین

الجواب

رفتن عیدگاہ سنت ست فی الدرالمختار الخروج الیھا ای الجبانۃ لصلاۃ العید سنۃ وان وسعھم المسجد الجامع ھو الصحیح اما واجب نیست اگر بمسجد شہر نماز گزارند قطعاً درست وبے خلل باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی ردالمحتار الواجب مطلق التوجہ لا التوجہ الی خصوص الجبانۃ وتکرار نماز عید در مصر واحد بمواضع کثیرہ بالاتفاق جائز ست فی الدرالمختار تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً واقتدا بفاسق معلن مکروہ تحریمی قریب بحرام ست وھو الذی یقتضیہ الدلیل ولایعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ علامہ ابراہیم حلبی در غنیہ فرمود یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وکذا المبتدع پس تا وقتیکہ نماز پس صالح صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ یابند

زنہار اقتدا باو نکنند اما اگر ظلما نماز دیگر مساجد بند کردہ شود وجز باقتدائے او راہے نیابند مجبور باشند ومعذور وو بال ایں ظلم وجبر برگردن آں فاسق مغرور لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا نماز عید از اعظم شعائر اسلام ست بایں علت عارضہ ترکش نتواں گفت فی ردالمحتار فی المعراج قال اصحابنا لاینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی الجمعۃ لانہ فی غیرھا یجد اماما غیرہ اھ قال فی الفتح وعلیہ فیکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد المفتی بہ لانہ بسبیل الی التحول وایناں کہ بر نکاح امامت جمعہ واعیاد از جانب نصاری وغیرہم حکام زمانہ مقرر باشند اعدہٗ قضا جزاسم بے مسمی ولفظ بے معنی بہرہٗ نداوند پس حکم قضائے ایشاں چہ گفتہ آید حکم بر موجود باشد وقضائے ایشاں خود معدوم ست کہ حقیقت در کنار صورت قضا ہم ندارد آرے اگر مراد آنست کہ فساق را بایں کار معین کردہ شاید پاسخ جواب آن ست کہ ہرگز نشاید حال امامت خود حالے شد وغرض از تولیت انکہ توثیق واشہاد ست وآں خود از فاسق حاصل نباشد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ - از دمن خرد ملک برتگال محلہ کھارا موڑ مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عیدگاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۲۲۶ھ سے بنی ہوئی ہے بعض مسلمان اہل شہر کو اپنے محلہ سے ربع میل کے قریب مسافت طے کرکے جانا پڑتا ہے اور بعض اہل محلہ ربع میل سے بھی کم چل کر داخل عیدگاہ ہوجاتے ہیں سال مذکور سے جملہ اہل شہر اُسی عیدگاہ میں برابر نماز عید ادا کرتے رہے حال میں اُن اشخاص نے جن سے بہت نزدیک عیدگاہ تھی بباعث نفسانیت دنیوی کے عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کردیا حالانکہ اُن کو کسی نے عیدگاہ میں نماز پڑھنے سے ممانعت بھی نہیں کی آخر صرف اُسی نفسانیت کی بنا پر یا کسی مفسد کے بہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گڑھ کی کہ ہم کو بانیان عیدگاہ کی طرف والے عیدگاہ میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عیدگاہ میں دوگانہ ادا کرنا ترک کردیا دو تین سال سے میدان میں جو عیدگاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے امسال اُن کا ارادہ اُسی میدان میں دوسری عیدگاہ کی تعمیر کا ہے تو آیا ان چند اشخاص کو صورت مذکورۂ بالا میں اپنی جدید عیدگاہ کا ایسے مختصر شہر میں تعمیر کرنا از روئے شرع شریف درست ہے یا نادرست اگر درست ہے تو اب دو عیدگاہوں کے ہوجانے سے قلت جماعت عیدگاہ سابق موجب کمی ثواب ہے یا نہیں اور باعث قلت ثواب کے ایسی حالت میں بانیان عیدگاہ جدید ٹھہریں گے یا نہیں اگر یہ لوگ ٹھہرے تو عیدگاہ سابق کو محض نفسانیت دنیوی کے سبب ترک کردینے والوں کی نیت اور ثواب کثیر کو قلیل کرنے والوں کی بابت ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم کرتی ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لیے دو عیدگاہ بیرون شہر مقرر کرنا زمان برکت نشان حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اب تک معہود نہیں نہ زنہار اس میں شرع مطہر و دین منور کی کوئی مصلحت خصوصًا ایسی چھوٹی بستی میں تو اگر اس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو بس تھا کہ محض بے ضرورت شرعی ومصلحت دینی خلاف سواد اعظم مسلمین ہے اور ایسا فعل ہمیشہ مکروہ ہوتا ہے درمختار باب العیدین میں ہے لان المسلمین توارثوہ فوجب اتباعھم ردالمحتار

کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے تو ارثہ الناس فیکرہ ترکہ بلاعذر اور یہیں سے ظاہر کہ تعدد مساجد پنجگانہ پر اُس کا قیاس نہیں ہوسکتا کہ وہ خود متوارث و مطلوب فی الشرع ہے سنن ابی داود و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء مساجد فی الدور وان تنظف وتطیب جب یہ تعمیر مصلحت دینی سے خالی ہوئی اور اُس میں کوئی منفعت دنیوی نہ ہونا بدیہی تو محض عبث ہوئی اور ایسا ہر عبث ناجائز و ممنوع ہے ہدایہ میں ہے العبث خارج الصلاۃ حرام فما ظنک فی الصلاۃ حلیہ میں ہے الفرق بین العبث والسفہ علی ماذکرہ بدرالدین الکردی ان السفہ مالاغرض فیہ اصلا والعبث فعل فیہ غرض لکن لیس بشرعی وعبارۃ غیرہ العبث مالیس فیہ غرض صحیح لفاعلہ یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت وبال ہے کما وردت بہ احادیث عند البیہقی عن انس والطبرانی عن واثلۃ وفیہ عن غیرھما رضی اللہ تعالٰی عنہم جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہوا اور اسراف حرام ہے قال اللہ تعالٰی ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین صورت مستفسرہ میں یہ سب شناعتیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر براہ نفسانیت نہ ہوا اور جبکہ یہ بنا براہ نفسانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر تو اس کا مذموم و حرام و دو ہونا خود واضح و روشن ہے کما لا یخفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ از موضع چھندی ضلع پیلی بھیت مرسلہ حاجی نصیرالدین صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عید قرباں میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جاوے کھانا نہ کھاوے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جاوے نماز عید کی اب مردمان اہل اسلام دن قربانی کے دس ذی الحجہ کو اپنے اپنے مکان سے کھانا کھا کر اور حقہ پانی پی کر واسطے نماز عید کے عیدگاہ کو جاتے ہیں یہ حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہیں تو ان کے واسطے شرع شریف سے کیا ہے پس اس امر میں اُن سے کیا کہا جائے گا اور نماز اُن کی صحیح طور پر ہوگی یا کوئی نقص اُن کی نماز میں عائد ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی حدیث قولی جس طرح سائل نے ذکر کی وارد نہیں ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشت قربانی سے تناول فرماتے الترمذی و ابن ماجۃ عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان لا یخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لا یأکل یوم النحر حتی یصلی ورواہ الدارقطنی فی سننہ وفیہ حتی یرجع فیأکل من اضحیتہ صححہ ابن قطان و فی اوسط الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال من السنۃ ان لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یأکل یوم النحر حتی یرجع بہرحال یہ امر استحبابی ہے یعنی کرے ثواب نہ کرے تو حرج نہیں ایسے امر کے ترک کو حکم عدولی نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا تو کوئی احتمال ہی نہیں درمختار میں ہے یندب تاخیر اکلہ عنھا وان لم یضح ولو اکل لم یکرہ اھ باختصار ردالمحتار میں

ای یندب الامساك عما یفطر الصائم من صبحہ الی ان یصلی قال فی البحر وھو مستحب ولا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھۃ اذ لابد لھا من دلیل خاص اھ وفی البدائع ان شاء ذاق وان لم یشأ لم یذق والادب ان لایذوق شیئا الی وقت الفراغ من الصلاۃ حتی یکون تناولہ من القرابین اھ اھ مختصرا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۔ زید بغیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علمائے حاضرہ کی تحقیق و ثبوت شہادت صحیح جانکر سہ شنبہ کو دس ذی الحجہ یقینی جانکر عید اضحی کی امامت کراتا ہے لیکن شب سہ شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم تشریف لائے اور انھوں نے ثبوت رویت صحیح نہ جانکر سہ شنبہ کو عید نہیں کی لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی صورت سے مجھ کو ثبوت رویت معلوم ہوجائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتہ نہیں چلا جن کے پاس ثبوت گزرا وہ اس قدر فرما کر بس کرگئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کچھ نہیں اس وجہ سے ایک عالم صاحب نے عید نہیں کی اُن کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہوگئے زید امامت وخطبہ سے فارغ ہوکر یوں کہتا ہے کہ دینی بھائیو آج عید ہے اور نماز بھی پڑھے مگر قربانی جو دس گیارہ بارہ کو جائز ہے بجائے سہ شنبہ کے چہار شنبہ کو کرو احتیاطاً تو بہتر ہو اس آخری فقرہ پر سوال ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کروگے تو جن علماء نے عید نہیں کی وہ فرمائیں گے کہ قربانی نہیں ہوئی اور اگر چہار شنبہ کو کروگے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچنا اولٰی زید اس فقرہ کے تلفظ سے مجرم شرعی ہے یا نہیں اور جو لوگ مشورہ کرکے اور لوگوں کو فراہم کرکے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش بلیغ کرتے ہیں کہ جرم ثابت ہو یہ لوگ اچھا کام کرتے ہیں یا نا محمود۔

الجواب

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف معتبر شرعی سے بچنے کا حکم شرع مطہر میں ہے اتنی بات پر جو اُسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں کل المسلم علی المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اُس کا مال اُس کی آبرو اس کا خون آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ البتہ وہ نماز کہ پڑھی اُس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے ملخص یہ کہ اگر وہ جن کو علمائے حاضرہ کہا رسمی علماء ہیں نہ فقیہ ماہر جن کے فتوے پر اعتماد جائز ہو تو اُن کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اُس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین مستند عالم کہا ہے اُنھوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو اگلوں کے بیان پر وثوق نہ رہا اور سہ شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہوگیا پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لیے جس طرح وقت شرط ہے یونہیں اعتقاد مصلی میں وقت آجانا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اُسے طلوع صبح میں شبہہ تھا نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہوگئی ہو ردالمحتار میں ہے وکذا یشترط اعتقاد دخولہ فلوشك لم تصح صلاتہ وان ظھر انہ قد دخل اور اگر وہ قابل وثوق تھے اور اُسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی اور تھی تو کیا نماز میں احتیاط درکار نہ تھی عید اضحی کی نماز بھی بارھویں تک

ہوسکتی ہے اگرچہ بلاعذر تاخیر مکروہ ہے تنویر الابصار میں ہے یجوز تاخیرھا الی اٰخر ایام النحر بلاعذر مع الکراھۃ وبہ بدونھا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از کانپور محلہ نئی سڑک مرسلہ حاجی فہیم بخش صاحب عرف چھٹن مورخہ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الضحی اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے ساتھ ادا کی بعدہ خطبہ کے بعد عمرو نے بوجہ اختلاف رویت قربانی کے لیے بخیال مزید احتیاط ممانعت کی بکر نے دوسرے روز نماز عید الضحی مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شہر کی ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام ادائے نماز وہاں موجود تھا بکر کی اقتدا میں تکرار نماز کی پس ایسی صورت میں عمرو کی کونسی نماز واجب اور کون نفل ہوگی ۔ بینوا توجروا رحمکم اللہ تعالٰی ۔

الجواب

پہلے دن اگر عمرو کو روز عید ہونے میں شک تھا یا بلاثبوت شرعی عید مان کر نماز عید پڑھ لی تھی تو وہ نماز ہی نہ ہوئی یہ دوسری ہی واجب واقع ہوئی اور اگر بہ ثبوت شرعی بلاتردد پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی دوسری بلاوجہ رہی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ـ از ملک بنگالہ ضلع کمرلہ موضع چاند پور مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب غرہ صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز عید الاضحی کی نیت میں عید اضحی کہے یعنی یوں کہے نویت ان اصلی للہ تعالٰی رکعتی صلٰوۃ العید الضحے الخ تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں بینوا للہ توجروا عند اللہ ۔

الجواب

اگرچہ یہ لفظ غلط ہے صحیح صلٰوۃ عید الاضحی ہے مگر نہ نیت زبانی کی نماز میں حاجت نہ وہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں فساد معنی ہے تو اس غلطی کا صحت نماز پر اصلا اثر نہیں ہوسکتا دل میں عید اضحی ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید اضحی کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ مثلاً نماز تراویح کا نام نکلتا جسے اس نماز سے کوئی مناسبت ہی نہیں جب بھی صحت نماز میں شبہ نہ تھا کہ نیت فعل قلب ہے جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں درمختار میں ہے المعتبر فیھا عمل القلب اللازم للارادۃ فلا عبرۃ للذکر باللسان وان خالف القلب لانہ کلام لانیۃ ردالمحتار میں ہے فلو قصد الظھر وتلفظ بالعصر سھوا اجزاہ کما فی الزاھدی قھستانی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ـ از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ منشی ہدایت یار خاں صاحب قلیس ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدگاہ مثل مساجد قابل حرمت ووقعت ہے یا نہیں اس کا حکم حکم مسجد ہے یا نہیں اس احاطہ کے اندر غیر قوم جوتے پہنے ہوئے جاسکتی ہیں یا نہیں اور اس چار دیواری کے اندر خرید وفروخت ہوسکتی ہے خطبہ کے وقت دکانداروں یا خوانچہ والوں کا گشت اس میں جائز ہوسکتا ہے یا نہیں بالتشریح اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے ۔

الجواب

عیدگاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لیے خاص کی امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ وہ مسجد ہے اُس پر تمام احکام مسجد ہیں نہایہ میں اگرچہ مختار للفتوی یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ اُس کی تنظیف و تطہیر ضروری نہیں غیر وقت نماز و خطبہ میں اُس میں خرید و فروخت قول اول پر مطلقاً حرام ہے اور خرید و فروخت کے لیے اُسے متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے اذ لا یجوز تغییر الوقف عن ہیأتہ فضلا عن ضیعتہ کما فی الھندیۃ وغیرھا اور یوں کہ اتفاق غیر وقت نماز و خطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو وہ دوسرے کے ہاتھ بیع کرے قول دوم پر اس میں حرج نہیں وقت نماز یا خطبہ میں خوانچہ والوں کا گشت بلاشبہہ ممنوع وواجب الانسداد ہے کہ مخل استماع وناقص ہے اور ان کے غیر اوقات میں وہی اختلاف قولین یوہیں کفار کی آمدرفت خصوصاً جوتا پہنے کہ یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے کما حققہ فی الحلیۃ وبیناہ فی فتاونٰا درمختار میں ہے اما المتخذ لصلاۃ جنازۃ او عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا فی حق غیرہ بہ یفتی نہایہ ردالمحتار میں ہے قال فی البحر ظاھرہ انہ یجوز الوطء والبول والتخلی فیہ ولایخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذٰلک فینبغی ان لایجوز وان حکمنا بکونہ غیر مسجد وانما تظہر فائدتہ فی حق بقیۃ الاحکام وحل دخولہ للجنب والحائض اھ اُسی میں ہے صحح تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المساجد واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کو امام نے اس طور ادا کی کہ پہلی رکعت میں بعد ثنا کے اول قرأت سے چار تکبیریں کہیں دوسری رکعت میں قبل قرأت کے چار تکبیریں کہیں اور قرأت کرکے نماز تمام کی یا پہلی رکعت میں بعد ثنا کے تین تکبیریں کہیں بعد کو قرأت اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں کہیں اور قرأت ادا کرکے نماز تمام کی تو اس صورت سے نماز عید جائز ہوگئی یا نہیں۔ بینوا توجروا!

الجواب

پہلی صورت میں دو باتیں خلاف اولٰی کیں چار چار تکبیریں کہنی اور دوسری رکعت قبل قرأت تکبیر ہونی اور دوسری صورت میں صرف یہی بات خلاف اولٰی ہوئی مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و گناہ کا ارتکاب ہوا ہاں بہتر نہ کیا درمختار میں ہے ھی ثلاث تکبیرات فی کل رکعۃ ولو زاد تابعہ الی ستۃ عشر لانہ ماثور ردالمحتار میں ہے ذکر فی البحر ان الخلاف فی الاولویۃ ونحوہ فی الحلیۃ درمختار میں ہے یوالی ندبا بین القراءتین ردالمحتار میں ہے اشار الی انہ لو کبر فی اول کل رکعۃ جاز لان الخلاف فی الاولویۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ: از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید اضحی میں بعد اختتام نماز منبر پر گیا اور خطبہ شروع کیا اثنائے خطبۂ اولٰی میں

مستمعین سے کہ آپ لوگ ذرا زور سے سبحان اللہ تو پڑھیں سب چپ رہے پھر دوبارہ سہ بارہ کہہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کیوں نہیں پڑھتے تم لوگوں کا مونھ کیوں بند ہوگیا تب لوگوں نے باآواز بلند سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا پھر لبیك واللہ اکبر کہلوایا پھر لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھوایا پھر نعتیہ خطبہ پڑھ کر منبر پر بیٹھا اور اُٹھ کر خطبہ ثانیہ شروع کیا ابھی خطبہ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہو کر یانبی سلام علیك یا رسول سلام علیك پڑھنے کو کہا چنانچہ لوگوں نے اُٹھ کر زور زور سے یا نبی سلام علیك مع اشعار اردو کتب میلاد مروجہ بہ ترنم پڑھا اور زید نے پھر کچھ اُردو میں دعا مانگا اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح ناتمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل موافق سنت متوارثہ ہوا یا خلاف سنت سراسر بدعت اور ایسا کرنے والے پر عندالشرع کیا حکم لگایا جائے گا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حالت خطبہ میں کلام اگرچہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذا خرج الامام فلا صلاۃ ولا کلام امام نے یہ جو کچھ کیا سب بدعت شنیعہ سیئہ ہے اُن جاہلوں کا وبال بھی اُس پر بغیر اس کے کہ اُن کے وبال میں کمی ہو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ لا ینقص ذلك من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالۃ کان علیہ من الاثم مثل اٰثام من تبعہ لا ینقص ذلك من اٰثامھم شیئا رواہ الائمۃ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ واللہ تعالٰی اعلم

باب الکسوف والاستسقاء

مسئلہ - از محلہ کوٹ پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مرسلہ مظہر حسین صاحب ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ

نماز استسقا ہے یا دعا اور استسقا کیسے وقت میں ہونا چاہیے۔ بینوا توجروا

الجواب

نماز استسقا صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہیے جبکہ حاجت شدید ہو اور امید منقطع ہوچکی ہو اور لوگ اُس کے آداب کے طور پر اُسے بجالائیں خشیت وخشوع اُس کی اصل ہے اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرتفع الا ماشاء اللہ اس ملک میں ہمسایہ کفار ہیں ہماری بے طوریوں کے باعث کہ نہ دعا کے طور پر دعا کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے اگر اجابت نہ فرمائی جائے تو کفار کے مضحکہ کا اندیشہ ہے اس لیے یہاں کی حالت کے مناسب تر اُس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزول بارانِ رحمت کے لیے ارشاد ہوا یعنی کثرت استغفار و توجہ بہ عزیز غفار فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا واللہ تعالٰی اعلم

۲۸۹/۹۲

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اپریل ۱۹۸۰ء میں رضا اکیڈمی نے سیدنا سرکار اعلیحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کا ترجمۂ قرآن کنزالایمان شریف شائع کیا تھا جس کا اجراء خلیفہ اعلیحضرت حضور برھانِ ملت مولانا برہان الحق صاحب جبلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔

کنزالایمان شریف کا ایک نسخہ جب آقائے نعمت دریائے رحمت سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ محمد مصطفے رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دکھایا گیا تو آپ نے دستِ مبارک اٹھا کر رضا اکیڈمی اور اس کے اراکین کو دعاؤں سے نوازا۔ بس پھر کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے اس محبوب بندے کے ہاتھوں کی ایسی لاج رکھی کہ جس کا فیضان دنیا دیکھ رہی ہے۔ کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے

ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اللہ اور اس کے رسول کے کرم سے رضا اکیڈمی کے ذریعہ جو بھی خدمت ہو رہی ہے وہ فیضان ہے سیدنا حضور غوث اعظم کا سیدنا اعلیحضرت کا حضور مفتی اعظم کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس ادارہ کی جانب سے ۷۵ سے زیادہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں جن میں کنزالایمان شریف کا اردو، انگریزی ایڈیشن (ہندی ایڈیشن زیر تکمیل ہے)۔ بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف یہ تینوں درسی کتابیں مدارس دینیہ کو الحمد للہ مفت تقسیم کی جارہی ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۸۵ء میں شائع ہو چکی ہے اور اب آپ کے ہاتھوں میں قریب قریب مکمل فتاویٰ رضویہ کی جلدیں موجود ہیں۔ دعا فرمائیں کہ رب قدیر رضا اکیڈمی سے مسلک حقہ کی خدمت لیتا رہے اور پیغام رضا کو دنیا بھر میں پہونچانے کی توفیق رفیق عطا فرماتے۔

آمین بجاہ النبی الکریم وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اسیر مفتی اعظم: محمد سعید نوری
۱۴ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ